الحمد للہ خالق الارض والسموات

کہ

جلد پنجم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمٰی بہ

مراٰۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النِّكَاحِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ

نکاح کا بیان[1] پہلی فصل - روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے جوانو کی جماعت[2] تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے[3] کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرمگاہ کا محافظ[4] اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں[5]

[1] نکاح. نکح سے بمعنی ضم یعنی ملنا چونکہ نکاح کی وجہ سے دو شخص یعنی خاوند و بیوی دائمی مل کر زندگی گزارتے ہیں بلکہ نکاح سے عورت و مرد کے خاندان بلکہ نکاح سے کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لیے اسے نکاح کہتے ہیں، اصطلاح شریعت میں یہ لفظ مشترک ہے صحبت و عقد دونوں پر بولا جاتا ہے۔ نکاح کا رکن زوجین کا ایجاب و قبول ہے، شرط دو گواہ: نکاح اور ایمان یہ دو ایسی عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئیں اور تا قیامت رہیں گی، نکاح بہترین عبادت ہے کہ اس نسل انسانی کا بقا ہے یہی صالحین و ذاکرین و عابدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے نکاح انسان مرد کا صرف انسان عورت ہی سے ہو سکتا ہے نہ جن سے نہ دریائی انسان سے نہ کسی جانور سے کیونکہ نکاح میں ہم جنس ہونا شرط ہے (درمختار شامی) جنت میں انسان مردوں کا نکاح حوروں سے یہ وہاں کی خصوصیات سے ہے اور نہ حوریں انسان یعنی اولاد آدم نہیں اس لیئے آدم علیہ السلام کو جب جنت میں رکھا گیا تو انہیں وہاں کے پھل وغیرہ کھانے کی تو اجازت تھی مگر حوروں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی بلکہ ان کی ہم جنس بی بی حوا پیدا فرمائی گئیں نیز ادریس علیہ السلام اور شہداء کی روحیں جو جنت میں ہیں انہیں وہاں کھانے پینے کی اجازت ہے مگر حوروں کی اجازت نہیں یہ اجازت بعد قیامت ہو گی کیونکہ قیامت سے پہلے نکاح کے لیئے جنسیت شرط ہے، حسن ابن زیاد کا قول ہے کہ انسان مرد کا نکاح جنی عورت سے جائز ہے اس کے عکس نہیں مگر اس پر فتویٰ نہیں (درمختار) خیال رہے کہ نکاح بحالت سکون سنت ہے اور اندیشہ زنا یعنی زیادتی جوش کی حالت میں فرض، اور نامرد پر حرام جو عورت کے خرچ پر قادر نہ ہو یا جو ظلم کا صحیح اندیشہ کرتا ہو اس کے لیئے مکروہ (مرقات، اشعہ، لمعات، و درمختار وغیرہ)[2] معشر عشیرہ سے بنا بمعنی کنبہ، قبیلہ، گروہ، یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی گروہ، شباب، شاب بمعنی جوان کی جمع ہے، فاعل کی جمع بروزن فعال آتی ہے، بلوغ سے تیس سال کی عمر جوانی کی ہے شوافع کے نزدیک چالیس سال تک جوانی ہے، انسانی عمر کی حدود اور ان کے نام ہماری تصنیف حاشیۃ القرآن میں دیکھئے۔ جوانوں سے اسی لیئے خطاب فرمایا کہ اگلا مضمون ان ہی کے لائق ہے۔[3] باءۃ، باءت، باھت، باہ۔ ان چاروں لفظ کے ایک ہی معنی ہیں گھر یا منزل، پھر صحبت یا نکاح پر بھی یہ لفظ بولا جانے لگا اس کے لیئے گھر کی ضرورت ہوتی ہے اسی سے ہے بآء، یبوء لوٹنے کے معنی میں یہاں مضاف پوشیدہ ہے یعنی جو نکاح کے مصارف کی طاقت رکھے یہ امر نسبت کے لیئے ہے۔ یعنی جس میں نکاح کے مصارف برداشت کرنے کی طاقت ہو وہ نکاح کرے، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے، شوافع کے ہاں نوافل میں مشغول رہنا نکاح سے افضل ہے۔[4] یعنی بیوی والا آدمی پاکدامن و نیک ہوتا ہے نہ تو غیر عورت

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَہٗ لَاخْتَصَیْنَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭ وَعَنْ اَبِیْ
ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَ
لِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کو بے نکاح رہنے کی اجازت نہ دی[۱] اگر آپ انہیں اس کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال پر خاندان پر حسن پر اور دین پر تم دین والی کو اختیار کرو[۳] گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے

کو تکتا ہے۔ نہ اس کا دل بدکاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ غرضیکہ نکاح آدمی کے لیے حفاظتی قلعہ ہے [۵] وِجَاءٌ کے معنے ہیں خصیے کوٹ دینا جس سے نامرد ہو جائے یعنے روزہ انسان کی شہوت کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے خصی کر دینا۔ کیونکہ بھوک سے نفس ضعیف ہوتا ہے اور شہوت قوت نفس سے زیادہ ہوتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ نفس کو توڑنے کے لیے بھوک سے زیادہ کوئی چیز نہیں اسی لیے قریبًا ہر دین میں روزہ کا حکم ہے۔

[۱] یعنی حضرت عثمان ابن مظعون نے جو سرداران مہاجرین سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک دنیا کی زندگی گزارنے کی اجازت چاہی کہ نکاح نہ کریں ساری عمر عبادات و ریاضات میں گزاریں، حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرما دیا، خیال رہے تبتل بنا ہے تبل سے بمعنی انقطاع و علیحدگی، رب تعالٰی فرماتا ہے "وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا" اب دنیا سے علیحدگی کو تبل کہا جاتا ہے: اسی سے ہے بتول حضرت مریم علیہا السلام کو بتول کہتے ہیں کہ وہ نکاح سے علیحدہ رہیں، فاطمہ زہرا کا لقب بھی بتول ہے کہ آپ دنیاوی الجھنوں سے علیحدہ رہیں کبھی دنیا میں دل نہ لگایا۔ [۲] یا تو خصی ہونے سے ظاہری معنے مراد ہیں کہ ہم لوگ ترک دنیا کے لیے خود کو خصی کر لیتے ہیں شاید ان بزرگوں کو اس وقت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ انسان کو اور حرام جانوروں کو خصی کرنا حرام ہے اور حلال جانوروں کا خصی کرنا ان کے بچپن میں جائز ہے بڑے ہونے پر حرام اس لیے یہ فرما رہے ہیں، یا خصی ہونے سے مراد ہے بالکل ہی عورتوں سے علیحدگی یعنی ہم گویا خصی ہو جاتے (لمعات و مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے، احادیث شریفہ میں نکاح کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتا رہا ہے کہ نکاح اعلٰی عبادت ہے ورنہ حضور ترک دنیا کی زندگی گزارتے لہذا قول امام اعظم بہت قوی ہے۔ [۳] یعنی عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت ہے، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔ **شعر**

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ نِسَآءٍ رَکِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَآءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاہُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغَرِہٖ وَاَرْعَاہُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ایک برتنے کا سامان ہے[۱] اور دنیا کا بہترین سامان نیک بی بی ہے[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سواری کرنے والی عورتوں میں سے اچھی عورتیں نیک قریش ہیں[۳] اولاد پر بچپن میں بہت مہربان اور خاوند کے مقبوضہ مال کی بہترین محافظ[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماں فاطمہ جیسی ہو تو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ **شعر**

تو بے باشی نہاں شو ازیں عصر ٭ کہ در آغوش شبیرے بگیری

[۱] یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو تو پریشان ہوجاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کریگا وہ فقیر رہے گا۔ جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کریگا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی (مرقات)، مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے کہ انسان اسے برت کر چھوڑ جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے قل متاع الدنیا قلیل، صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو مزا خطرے میں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہوجاتا ہے [۲] کیونکہ نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے، وہ اخروی نعمتوں سے ہے حضرت علی نے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے آخرت میں اعلٰی حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا (مرقات) جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب [۳] یعنی عرب کی عورتوں میں قریش خاندان کی عورتیں بہت اعلٰی ہیں چونکہ اہل عرب کی عام سواری اونٹ ہے اس لیئے یوں ارشاد فرمایا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، حضرت مریم تو قریشی بیویوں سے افضل تھیں (مرقات) خیال رہے کہ عورت کو گھوڑے کی سواری ممنوع ہے لعن اللہ الفروج علی السروج [۴] یہ قریشی عورتوں کی بہتری کی وجہ کا بیان ہے اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں آسان ترین شرح یہ ہے کہ قریشی عورتیں بچوں پر مہربان ہوتی ہیں ان کی پرورش بہت عمدہ طریقہ سے کرتی ہیں اور خاوند کی خیرخواہ کہ اس کی جان تو کیا اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ بچے سے مراد یتیم یا بے ماں کے بچے ہیں اور خاوند کی چیز سے مراد ان کی اپنی ذات ہے یعنی وہ بیویاں خاوند کے لاوارث بچوں کی بھی خوب پرورش کرتی ہیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرتی ہیں یہ سمجھ کر کہ میں اپنے خاوند کی ہوں۔ احنا، حنو سے بنا بمعنی شفقت اور وہ ضمیر خلق کی طرف لوٹتی ہے یعنی ساری مخلوق میں قریشی عورتیں بچوں پر زیادہ مہربان ہیں۔ یا اس کا مرجع صنف عورت ہے اور صنف مذکر۔ لہذا ضمیر مذکر ارشاد ہوئی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ

نے کہ میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر فتنہ عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے[۲] اور یقینًا اللہ تعالٰی تم کو اس میں دوسروں کے پیچھے مالک کرے گا[۳] تو دیکھے گا کہ کیا عمل کرتے ہو لہذا دنیا سے احتیاط کرو[۴] اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہو۔ کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن

۱؎ یعنی دنیا میں مردوں کے لیئے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی۔عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے مِنْ بَعْدِیْ فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفوی سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد و قتل و خون بہت ہو رہے ہیں،علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا شعر۔ جھگڑے کی بنیاد ہیں تین ٭ زن ہے زر ہے اور زمین عورتوں کے فتنہ سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔ ۲؎ یعنی دنیا دیکھنے میں بھلی معلوم ہوتی ہے دل کو پسند آتی ہے چونکہ اہل عرب سبزے کو بہت ہی پسند کرتے ہیں اس لیئے اسے سرسبز فرمایا گیا۔نیز اسے سبز فرمانے میں اشارہ ہے کہ دنیا قریب الفناء ہے جیسے سبزہ بہت جلد خشک ہوجاتا ہے ایسے ہی دنیا بہت جلد ختم ہوجاتی ہے ۳؎ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے دنیا تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی پھر ان سے منتقل ہوکر تمہارے پاس آئی۔تم گزشتہ لوگوں کے خلیفہ بنے ایسے ہی تم سے منتقل ہوکر دوسروں کے پاس پہنچے گی۔ شعر۔

چناں کہ دست بدست آمد است ملک بما ٭ بدست یک دگراں ہم چنیں بخواہد رفت

تم پچھلوں کے خلیفہ ہو آئندہ نسلیں تمہاری خلیفہ ہوں گی،یا یہ مطلب ہے کہ دنیا کا مالک حقیقی تو حق تعالٰی ہی ہے،تم سب اس کے برتنے میں اس کے خلیفہ یا وکیل ہو،لہذا مالک کی مرضی کے بغیر اسے استعمال نہ کرو،یا صحابہ کرام کی پیش گوئی ہے کہ تم کو بعد عرب و عجم کی دولتیں ممالک تمہارے قبضہ میں آنے والے ہیں۔ ذرا در رہنا ۴؎ یعنی اس سے دھوکا نہ کھاؤ یا ناجائز طور پر استعمال نہ کرو یا اس میں مشغول ہوکر بھول نہ جاؤ اسے دنیا بھی آتا ہے اور چھیننا بھی۔جو سی سکتا ہے وہ ادھیڑ بھی سکتا ہے کیونکہ ع ہر کہ داند دوختن او دریدن ٭ دنیا کو ایسے استعمال نہ کرو جیسے عقلمندی شہد لیتی ہے کہ کنارہ میں رہ کر چوس لیتی ہے اگر اس میں گرے تو مرجائے دنیا جسم پر رہے دل میں نہ آئے تم دنیا میں رہو،تم میں دنیا نہ رہے ٭ ۵؎ اس فرمان عالی میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو۔اس نے انکار کیا اس کے بھتیجہ نے اسے قتل کردیا تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور اس

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلشُّؤْمُ فِيْ ثَلٰثَةٍ فِي الْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ اَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ بَلْ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نحوست عورت میں اور گھر میں اور گھوڑے میں ہے[1] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت میں گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے تو جب ہم لوٹے مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نیا شادی شدہ ہوں[2] فرمایا کیا تم نے نکاح کرلیا میں نے عرض کیا ہاں فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے میں نے کہا بلکہ

مال کا وارث بن جائے۔ اسی واقعہ پر ذبح گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورہ بقر میں مذکور ہے (مرقات ولمعات) یا اس میں بلعام ابن باعوراء کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسے اسم اعظم یاد تھا اور وہ مقبول الدعا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے کیلئے اس سے درخواست کی وہ نہ مانا تب قوم نے اس کے سامنے حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کردیں تب اس نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی۔ اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فمثلہ کمثل الکلب الآیہ اس کا مفصل واقعہ تفاسیر میں اور اسی جگہ مرقات میں مذکور ہے: اس صورت میں یا تو فتنہ سے مراد بڑا فتنہ ہے یا اولیت سے مراد اضافی اولیت ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ بنی اسرائیل میں معمولی فتنے اس سے پہلے بھی ہوچکے تھے۔

[1] شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہٰذا شوم کے معنی ہیں نحوست اس حدیث کے بہت معنی کیے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو: مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں: گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے سرکش ہو: بہرحال یہاں شوم سے مراد بدفال نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے لہٰذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں مال میں عمر میں زیادتیاں ہوجاتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وجعلنی مبارکا، مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں، ہاں کافر کفر زمانہ عذاب منحوس ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ[2] کسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے نکاح میں شرکت نہ کی ہوگی اور انہوں نے ابھی تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ کی تھی اس کا موقعہ نہ ملا تھا ورنہ علی العموم صحابہ کرام ایسے موقعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ضروری سمجھتے تھے۔

❊ ❊ ❊

ثَيِّبٌ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا اَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمُ الْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَ

بیوہ سے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کیا کہ اس سے پوری الفت کرتے وہ تم سے پوری محبت کرتی[۱] پھر جب ہم پہنچ گئے اور گھر جانے لگے تو فرمایا ٹھہر و تاکہ ہم رات میں یعنی عشا کے وقت داخل ہوں[۲] تاکہ پراگندہ بال کنگھی سے سلجھائے جائیں اور پوشیدہ جگہ صاف کرلی جائے لوہے سے[۳] (مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد فرمانا اللہ کے ذمہ کرم پر لازم ہے[۴] وہ مکاتب غلام جو ادا کا ارادہ رکھتا ہو[۵] وہ نکاح کرنیوالا پاکدامنی کا ارادہ کرے[۶]

۱؎ یعنی بہتر تھا کہ تم کسی کنواری عورت سے نکاح کرتے کیونکہ بیوہ عورت کے دل میں پہلے خاوند اور پہلی سسرال کا خیال رہتا ہے ذرا سی تکلیف میں ان لوگوں کو یاد کرتی ہے اس لیے خاوند سے الفت جیسی کنواری عورت کو ہوتی ہے ویسی بیوہ کو نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود آپ بیوگان سے نکاح فرمانا دوسری مصلحتوں کی بنا پر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے عائشہ صدیقہ کے کسی کنواری بیوی سے نکاح نہ کیا، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا مستحب ہے یہ ہی فقہا فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنی عورت سے ملاعبت و خوش طبعی بہتر ہے کہ اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔ ۲؎ یعنی اپنے گھر اپنے مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع تو بھیجدو مگر رات آنے سے پہلے خود نہ جاؤ جس حدیث میں فرمایا کہ رات میں سفر سے واپس گھر نہ پہنچو وہاں بغیر اطلاع پہنچنا مراد ہے، سنت یہ ہے کہ مسافر پہلے اپنے گھر اپنی آمد کی اطلاع بھیجے پھر وہاں پہنچے۔ ۳؎ یعنی اس تاخیر میں مصلحت یہ ہے کہ تمہاری بیوی تمہاری آمد کی اطلاع پاکر نہا دھو لےگی بالوں میں کنگھی اندرونی صفائی کرلےگی جس سے تم اسے اچھی حالت میں پاؤگے اور اس سے آپس کی محبت بڑھےگی، کبھی اچانک گھر پہنچ جانے سے بیوی کو ایسی حالت میں دیکھنا ہوتا ہے کہ طبیعت میں گھن و نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ خیال رہے کہ عمومًا عورتیں استرے سے اندرونی صفائی نہیں کرتیں بلکہ چونا وغیرہ سے کرتی ہیں اسی لیے محدثین نے تستحد سے مراد لی ہے چونا وغیرہ سے صفائی کرلینا اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اندرونی صفائی کے لیے استرہ کا استعمال کرنا جرم نہیں۔ ۴؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی ان تین شخصوں کی غیب سے مدد کرتا ہے اس کا وعدہ ہے اور جو کوئی ان تینوں کی مدد کرے رب تعالٰی اس سے بہت ہی راضی ہوتا ہے کہ ان کی مدد سنت الہیہ ہے۔ ۵؎ مکاتب وہ غلام ہے جس سے مولا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی رقم مجھے دیدے تو تو آزاد ہے۔ ایسے غلام کی مدد کرنا اور اس کے آزاد کرانے کی کوشش کرنا بہت ثواب ہے ایسے ہی مقروض کو قرض سے نجات دلانا، مظلوم قیدی کو قید سے چھڑانا بہت ہی ثواب ہے۔ ۶؎ نکاح خود سنت ہے اور جب کہ اس میں یہ نیت خیر بھی شامل ہوجائے تو نور علی نور ہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں جہیز ملنے، شہوت پوری کرنے کسی اچھے آدمی سے قرابت قائم ہونے کی نیت نہ کرے محض اپنے کو گناہوں سے بچانے کی نیت کرے ایسے ناکح کی مالی بدنی مدد کرنا ثواب ہے مگر مالی مدد ضروریات نکاح پوری کرنے کے لیے ہو نہ کہ حرام رسوم ادا کرنے کے لیے۔

الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۞ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالا غازی[1] (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہیں پیغام نکاح وہ شخص دے[2] جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہیں تو نکاح کردو[3] اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنے اور لمبے چوڑے فساد برپا ہو جائیں گے[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبت کرنیوالی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو[5] کیونکہ میں

[1] لہذا غازی فی سبیل اللہ کو کھانا، ہتھیار، سواری وغیرہ مہیا کر دینا بہت ہی افضل ہے کہ اس کی امداد درحقیقت رب تعالٰی کے دین کی مدد ہے۔ [2] اس میں خطاب لڑکی کے اولیاء کو ہے چونکہ عادۃً عورت خصوصًا باکرہ لڑکی کے اولیاء سے ہی نکاح کی گفت و شنید کی جاتی ہے، اس لیے ان سے خطاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لڑکے والے پیغام دیں لڑکی والوں کو اگرچہ اس کے عکس بھی جائز ہے۔ [3] یعنی جب تمہاری لڑکی کے لیے دیندار عادات و اطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھپتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو، لڑکے کے خلق سے مراد تندرستی عادت کی خوبی نفقہ پر قدرت سب ہی داخل ہیں۔ [4] اس لیے کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کیے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے قتل و غارت ہوں گے جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے، خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ کفایت میں صرف دین کا لحاظ ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں، دیگر امام فرماتے ہیں کہ کفایت میں چار چیزیں ملحوظ ہیں: دین، حریت، نسب، پیشہ، لہذا مسلم کا نکاح کافرہ سے نہیں ہو سکتا، یوں ہی صالحہ لڑکی کا نکاح فاسق و بدکار مرد سے نہ کرنا چاہیے۔ حرہ کا نکاح غلام سے، اعلٰی خاندان والی کا نکاح خسیس ذلیل خاندان والے سے، اعلٰی پیشہ والے کا نکاح ذلیل پیشہ والے سے نہ ہونا چاہیے۔ اگر لڑکی خلاف کفو سے نکاح کرے جس سے اس کے اولیاء کو ذلت ہو تو نکاح درست نہ ہوگا (مرقات و لمعات و اشعہ)۔ [5] کیونکہ زوجین کی محبت سے گھر کی آبادی ہے اور بچوں کی پیدائش سے مقصود نکاح کا حصول ہے۔ زوجین کی عداوت گھر تباہ کر دیتی ہے

خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم

ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر

ہوں گے کیوں کہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے

پہچانی جاتی ہیں (اشعہ)

بِكُمُ الْاُمَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ ❀ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ عُوَيْمِ ابْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مُرْسَلًا ❀ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ ❀ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تمہاری وجہ سے امتوں پر فخر کرونگا[1] (ابوداؤد، نسائی) ❀ روایت ہے حضرت[2] عبدالرحمن ابن سالم ابن عقبہ[3] ابن عویم ابن ساعدہ انصاری سے[4] وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کنواریوں کو اختیار کرو[6] کہ وہ منہ کی میٹھی رحم کی صاف اور تھوڑے پر رضامند ہوجانے والی ہوتی ہیں[7] (ابن ماجہ ارسالاً)[8] تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو محبت چاہنے والوں کے لیئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی[1]
روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

۱؎ یعنی کل قیامت میں مجھے اس چیز سے بہت خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں گی اور چالیس صفیں سارے نبیوں کے امتی، بلکہ دنیا میں بھی کثرت تعداد ترقی قوم کا ذریعہ ہے آج کثرت رائے سے سلطنت و وزارت وغیرہ ملتی ہیں مرقات نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا کہ محبت والی بچے جننے والی عورتوں کو نکاح میں رکھو کہ اگر ایسی عورتیں ہیں اور کوئی دوسری شکایات بھی ہوں تو اس کی پرواہ نہ کرو محبت و اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے ۲؎ سالم و عقبہ دونوں تابعی ہیں عویم صحابی ۳؎ عویم ابن ساعدہ صحابی ہیں انصاری اوسی ہیں دونوں بیعت عقبہ میں شریک ہوئے بدر و تمام غزوات میں شامل رہے عہد فاروقی میں وفات پائی ۶۵ سال عمر شریف ہوئی آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایات لیں (مرقات و اکمال) ۴؎ یعنی عبدالرحمان اپنے والد سالم سے راوی اور سالم اپنے والد عقبہ سے راوی جو عبدالرحمان کے دادا ہیں اسی لیئے صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو مرسل فرمایا کہ عقبہ تابعی ہیں اگر یہاں سالم کے دادا عویم مراد ہوتے تو حدیث مرسل کیوں ہوتی عویم تو صحابی ہیں (مرقات وغیرہ) ۵؎ یعنی بہتر یہ ہے کہ کنواریوں سے نکاح کرو، یہ علیکم الزام کے لیئے نہیں بلکہ استحباب کے لیئے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ انکحوا الایامٰی منکم والصلحین ۶؎ یعنی کنواری لڑکی باتیں میٹھی کرتی ہے کہ اس نے پہلے کوئی شوہر دیکھا نہیں ہوتا تاکہ دونوں خاوندوں کا موازنہ کرتی رہے اور ذرا سی بات میں پہلے خاوند کو یاد کرکے اس خاوند سے منہ موڑے، نیز کنواری لڑکی پوری جوان ہے رحم میں حرارت طبیعت میں شہوت قوی ہے لہذا اس سے اولاد بھی زیادہ ہونگی امید ہے نیز خاوند کی تھوڑی کمائی پر گزارہ کرنے میں تامل نہ کریگی کہ اس نے اس سے پہلے مال دار خاوند کو دیکھا ہی نہیں ہے تاکہ اسکی عادت زیادہ خرچ کرنے کی پڑ چکی ہو ۷؎ یہ حدیث کو امام سیوطی نے جامع صغیر بحوالہ ابن ماجہ و بیہقی عویم ابن ساعدہ سے روایت کیا اس صورت میں یہ حدیث متصل ہے ۸؎ اس حدیث کی روایت دو طرح کی ہے لم تری

اللہ علیہ وسلم من اراد ان یلقی اللہ طاھرا مطھرا فلیتزوج الحرائر۔ وعن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ یقول ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ و

علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے پاک وصاف ملنا چاہتا ہو وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے[۱] روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے ہیں کہ مومن نے اللہ سے خوف کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی نعمت نہ پائی[۲] کہ اگر اس بیوی کو حکم دے تو وہ اسکی فرمانبرداری کرے[۳] اور اگر اسے دیکھے پسند آئے[۴] اور اگر اس پر قسم کھائے تو اس کی قسم پوری کردے[۵] اور

ہی طب معروف کے صیغہ سے اور لم یُرَ غائب مجہول کے صیغہ سے یعنی اے سننے والے تونے نکاح کی طرح کوئی اور چیز محبت پیدا کرنے والی نہ دیکھی یا نہ دیکھی گئی۔ مقصد یہ ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں میں محبت پیدا کرنی ہو تو ان کے آپس میں ایک دوسرے کے ہاں لڑکیاں بیاہ دو انشاء اللہ محبت پیدا ہوجائیگی مثل مشہور ہے کہ روٹی بیٹی محبت کی جڑ ہے، یا یہ مطلب ہے کہ محبت کے لیے نکاح بہت الفت کا ذریعہ ہے اسی لیئے نکاح سے پہلے آپس میں ہدایا تحفے دیئے جاتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہوجائے تو اس سے زنا نہ کرے کہ پھر بغض پیدا ہوجائیگا بلکہ نکاح کرے تب محبت دائمی رہے گی (لمعات واشعہ) خیال رہے کہ نکاح محبت کی زنجیر جب ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لیئے کیا جائے اگر محض مال و جمال کے لیئے کیا جائے تو کبھی بغض و عداوت کا ذریعہ بھی ہوجاتا ہے جیسا آج بہت جگہ دیکھا جارہا ہے حدیث صحیح ہے ہمارا طریق کار غلط ہے۔

[۱] طاہر سے مراد ہے گناہوں سے پاک مطہر سے مراد ہے برائیوں سے صاف لہذا مطہر بمقابلہ طاہر عام ہے یا طاہر سے مراد ہے خود پاک اور مطہر سے مراد ہے اسکے اہل بچے پاک یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم مع اپنے خاندان کے پاک وصاف دنیا سے جاؤ تو آزاد عورت سے نکاح کرو کیونکہ عموماً آزاد عورتیں بمقابلہ لونڈیوں کے زیادہ پاکیزہ مہذب اور شائستہ ہوتی ہیں بال بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت گھر کا انتظام بھی آزاد عورت ہی سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ عموماً لونڈیاں غیر مہذب غیر منتظم ہوتی ہیں یا اکثر نا خلف ہے اہل عرب کہتے ہیں کہ آزاد عورت گھر کا ... اور ہے لونڈی گھر کا فساد لونڈی گھر سے جاکر اپنے مالک کی خدمت میں مشغول رہے گی گھر کو کب سنبھالے گی [۲] یعنی مومن کے لیئے سب سے بڑی نعمت تو خوف خدا ہے اگر نصیب ہوجائے کہ اس خوف ہی کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا ہے نیکیاں کرتا ہے دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ تقوی ہے اسکے بعد نیک بیوی جس میں اگلی تین صفات ہوں کہ ایسی بیوی خاوند کو تقوی پر قائم رکھے گی اور متقی اولاد جنے گی [۳] یعنی خاوند کے ہر جائز حکم میں اس کی مطیع ہو کہ ناجائز حکم میں کسی کی اطاعت نہیں (احمد و مرقات) [۴] یعنی اس کی سیرت بھی اچھی ہو صورت بھی چونکہ سیرت کی عمدگی خوبصورتی سے افضل ہے اس لیئے حسن سیرت کا ذکر پہلے فرمایا خوبصورتی سے صرف آنکھیں لذت پاتی ہیں اچھی سیرت سے دل و روح کو فرحت پہنچتی ہے، خوبصورتی قریب الزوال ہے خوش سیرتی نعمت لازوال، خوبصورتی صرف دنیا بلکہ جوانی ہی میں کام آتی ہے اچھی عادت دین و دنیا میں کارآمد اس سید الفصحا صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں ہزار ہا نکتیں ہوتی ہیں [۵] یعنی اگر خاوند اپنی بیوی کے کسی ایسے کام میں قسم کھا جائے جو اس بیوی پر سخت و گراں ہو تو وہ محض اپنے خاوند کی قسم پوری کرنے کے لیئے مشقت برداشت کرکے وہ کام کرے جیسے خاوند کہے کہ قسم خدا کی تو اپنے میکہ نہ جاوے گی تو وہ محض یہ قسم پوری کرنے وہاں نہ جائے ، یا آپ کو اپنے سسرال میں بلاکر لائے

إِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۞ بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ وَبَيَانِ الْعَوْرَاتِ ۞ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞

اگر اس سے غائب ہو تو اپنی ذات اور خاوند کے مال میں خیر خواہی کرے[1] یہ تینوں حدیثیں ابن ماجہ نے روایت کیں۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے نے نکاح کرلیا تو اپنا آدھا دین مکمل کرلیا اب باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے[2] روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس کا بوجھ کم ہو[3] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ باب جس عورت کو پیغام دیا جائے اسے

لینا۔ اور ستر کا بیان[4] پہلی فصل

[1] سبحان اللہ کیا جامع اور پاکیزہ کلمہ ہے یعنی خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی شرمگاہ، آنکھ، کان، پاؤں کی حفاظت کرے سمجھے کہ میں اپنے خاوند کی دولت ہوں میری آنکھ کان وغیرہ میرے پاس اسی کی امانت ہیں، غیر مرد کو دیکھے نہیں، غیر کا گانا تو کیا اس کی آواز بھی نہ سنے بغیر خاوند کی اجازت گھر سے قدم باہر نہ نکالے یہ نہ ہو کہ خاوند گھر نہیں ہو تو کوئی ڈر نہیں، نیز خاوند کا مال بغیر اس کی اجازت کے خرچ نہ کرے الا فی الضرورات۔ [2] کیونکہ فساد دین کی بڑی وجہیں دو ہیں، شرمگاہ اور پیٹ کے متعلق بے احتیاطیاں جسے خدا نکاح کی توفیق دیدے تو اس کی شرمگاہ کی حفاظت ہوگئی۔ اب چاہیے کہ اپنے پیٹ کو حرام غذا سے بچائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ شرمگاہ اور پیٹ ہی شیطان کا ہیڈکوارٹر ہے جب یہاں سے اسے نکال دیا تو ان شاء اللہ دوسرے اعضاء سے بھی نکل جائیگا (از مرقات مع زیادت) [3] یہ کلمہ نہایت جامع ہے یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ کے توکل پر لڑکی دی جائے وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے ایسی شادی کا خانہ آبادی ہے آج ہم حرام رسموں، بیہودہ خرچوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی بلکہ خانہا بربادی بنا لیتے ہیں اللہ تعالٰی اس حدیث پاک پر عمل کی توفیق دے۔ [4] مخطوبہ خطبہ سے بنا ہے، بکسر خاء خطبہ اور خطبہ زیر و پیش سے دونوں لفظ خطاب سے ماخوذ ہیں بمعنی کسی سے کلام کرنا۔ اسی سے ہے مخاطب مگر خطبہ خاء کے پیش سے۔ اس کا فاعل خطیب ہے اور خطبہ بکسر خاء، اس کا فاعل خاطب مفعول مخطوب۔ خطبہ بضم خاء، ہر وعظ و خطاب کو کہتے ہیں، اور خطبہ خاء کے زیر سے پیغام نکاح کو کہا جاتا ہے جو عورت یا اس کے اولیاء کو دیا جائے لہذا مخطوبہ وہ عورت ہے جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو یا دینا ہو۔ مخطوبہ کو پیغام نکاح سے پہلے دیکھ لینا یا دکھوا لینا مستحب ہے امام مالک کے ہاں اجازت سے جائز بغیر اجازت ممنوع ہے لاشعہ۔ مگر بہتر یہ ہے کہ پیغام سے پہلے دیکھی جائے اور وہ بھی کسی بہانہ سے کہ عورت کو خبر نہ لگے تاکہ ناپسندیدگی کی صورت میں عورت کو رنج نہ ہو۔ عورات عورت کی جمع ہے یہ لفظ عار بمعنی شرم سے بنا، ستر کو اس لیے عورت کہتے ہیں کہ اس کے اظہار سے شرم ہوتی ہے اسی لیے عورت کو عورت کہتے ہیں کہ اس کی بے پردگی باعث ننگ و شرم ہے۔

بری بات کو حکم عورا کہتے ہیں جس کا بولنا باعث غیرت ہو (مرقات)۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا کَاَنَّهٗ یَنْظُرُ اِلَیْهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا[1] بولا میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح لینا ہے[2] فرمایا اسے دیکھ لو[3] کیونکہ انصار کی آنکھ میں کچھ ہوتا ہے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اختلاط کرے کوئی عورت دوسری عورت سے پھر اپنے خاوند سے اس کی تعریف یوں کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے[5] (مسلم۔ بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] یہ شخص غیر انصاری تھا جسے انصار کی عورتوں کے متعلق کچھ خبر نہ تھی اگر انصاری ہوتا تو خود ہی تمام چیزوں سے خبردار ہوتا اسے یہ بتانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ [2] یہ ترجمہ مناسب ہے کیونکہ بعد نکاح عورت دیکھ لی ہی جاتی ہے نیز پھر دیکھنا بیکار ہے کہ نکاح تو ہو ہی چکا، تزوج سے مراد ہے ارادہ نکاح [3] دیکھنے سے مراد چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد وہی صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی یعنی کسی بہانہ سے دیکھ لینا یا کسی معتبر عورت سے دکھوالینا، نہ کہ باقاعدہ عورت کا انٹرویو (INTERVIEW) کرنا جیسا کہ آج کل کے بددینوں نے سمجھا۔ [4] یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں کو ان کے مردوں پر قیاس کیا کہ مردوں کی آنکھیں نیلگوں تھیں تو عورتوں کی بھی ایسی ہی ہوں گی، یا کسی نے حضور سے یہ عرض کیا ہوگا یا اس لیے کہ حضور ہر کھلے چھپے سے خبردار ہیں یا حضور انور سے مسلمان عورتوں کا پردہ نہیں کہ حضور والد ہیں مگر یہ توجیہ کچھ کمزور سی ہے کیونکہ احترام و ادب میں والد ہیں نہ کہ شرعی احکام میں لہذا حضور سے پردہ فرض ہے جو بیبیاں حضور کے سامنے آئی ہیں وہ رضاعی ہمشیرہ وغیرہ تھیں یا کوئی اور طرح محرم (اشعہ و مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں غیبت یعنی کسی کی برائی پس پشت بیان کرنا جائز ہے جب کہ کسی فساد کا روکنا منظور ہو۔ آج محدثین روایان حدیث کے عیوب بیان کرتے ہیں۔ [5] یعنی یہ ممنوع ہے کہ عورت اپنے خاوند سے دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ کرے یہ بھی فتنہ کا باعث ہے کیونکہ شعر

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔ بسا ایں دولت از گفتار خیزد

بعض اوقات سن کر عشق پیدا ہو جاتا ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ عشقیہ فحش گانے اور عورتوں کے حسن کے اشعار سننا حرام ہے کہ باعث فتنہ ہے یہ بیماری عموماً عورتوں میں پائی جاتی ہے کہ دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ اپنے خاوندوں سے کرتی ہیں سخت جرم ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ حیوان کی بیع سلم جائز ہے کہ بعض بیان مثل عیان کے ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ حیوان کے پورے اوصاف بیان کر دیئے جائیں جس سے وہ متعین ہو جائے۔ دیکھو سرکار فرماتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے مگر ہمارے امام صاحب کے ہاں ممنوع ہے کیوں کہ جانوروں کے باطنی اوصاف بیان میں نہیں آسکتے، اور

بیع سلم میں پورا علم
چاہیے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا یَبِیْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَاَۃٍ ثَیِّبٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَاکِحًا اَوْ ذَا مَحْرَمٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے نہ عورت کسی عورت کا ستر[1] اور نہ مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے اور نہ عورت کسی عورت سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے[3] مگر یہ کہ اس کا خاوند ہو یا محرم رشتہ دار[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے

[1] ناف سے گھٹنے تک کے اعضا مطلقًا چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضا دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک الٹی پردہ ہے اور نماز کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے احتیاط فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا امرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے اشعہ ضرورۃً شریعت کے احکام جداگانہ ہیں کہ بچہ جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے۔یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو ننگا کرنا پڑتا ہے۔محرم مرد اپنی محرم عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے۔خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں۔اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں،ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے،ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں سونگھ سکتے ہیں یوں ہی جوان لڑکا لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتے ہیں دیکھنے چھونے کے مکمل احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھئے [2] یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں۔یوں ہی دو ننگی عورتیں سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے [3] یعنی جس عورت سے نکاح درست ہے اس کے ساتھ رات میں اکیلے لیٹنا حرام ہے،شادی شدہ کی قید اس لیے ہے کہ کنواری لڑکی عمومًا شرمیلی ہوتی ہے وہ خود ہی کسی کے ساتھ نہیں اٹھتی بیٹھتی،شادی شدہ بے باک بھی ہوتی ہے بے خوف بھی کہ اس کا زنا چھپ سکتا ہے کہ اگر اولاد ہو جائے تو لوگ سمجھیں گے اس کے خاوند کی ہے،رات گزارنے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ رات کی تنہائی بمقابلہ دن کی خلوت کے زیادہ خطرناک ہے ورنہ مطلقًا خلوت اجنبیہ سے حرام ہے۔ [4] محرم وہ مرد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لیے حرام ہے،محرم دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو ذی رحم بھی ہو،جیسے باپ بیٹا بھائی وغیرہ دوسرے وہ جو ذی رحم نہ ہو،جیسے رضاعی بھائی اور داماد خیال رہے کہ بہنوئی اس حکم سے خارج ہے کہ اس سے نکاح اگرچہ حرام ہے مگر دائمی حرام نہیں،بہن کی طلاق یا وفات کے بعد حلال ہے لہذا سالی بہنوئی سے پردہ کرے۔بلکہ جوان ساس بھی جوان داماد سے خلوت کرنے میں احتیاط رکھے یوں ہی جوان سسر اپنی جوان بہو کے ساتھ خلوت کرنے میں احتیاط رکھے۔اگرچہ ان کے لیے خلوت درست ہے۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ سَلَمَۃَ اِسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْحِجَامَۃِ فَاَمَرَ اَبَا طَیْبَۃَ اَنْ یَّحْجُمَہَا قَالَ حَسِبْتُ اَنَّہٗ کَانَ اَخَاہَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ اَوْ غُلَامًا لَّمْ یَحْتَلِمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّظَرِ الْفُجَاءَۃِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو[1] کسی نے عرض کیا یارسول اللہ دیور کے متعلق فرمایئے فرمایا دیور تو موت ہے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد کی اجازت مانگی[3] تو حضور نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ ان کی فصد کریں[4] فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابوطیبہ ان کے دودھ کے بھائی تھے یا نابالغ لڑکے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا[7] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

۱ پچھلی حدیث میں خلوت کا ذکر تھا یہاں بے پردہ آمنے سامنے آنے کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگرچہ ذی رحم ہی ہو جیسے چچازاد خالہ زاد پھوپھی زاد بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیئے کہ اگرچہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ان سے نکاح درست ہے۔ ۲ یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں، پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہی حکم ہے خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیئے فرمایا کہ عادۃً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کس قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں ۳ عرض کیا مجھے اجازت دی جائے کہ فصد لینے والے سے فصد کرا دوں معلوم ہوا کہ عورت کے لیئے بہتر یہی ہے کہ حکیم ڈاکٹر کا علاج خاوند کی اجازت سے کرائے خصوصًا جب کہ علاج میں بے پردہ ہونا پڑتا ہو کیونکہ فصد میں یقینًا فصد کی جگہ کو دیکھنا پڑے گا۔ ۴ ابوطیبہ کا نام نافع ہے محیصہ ابن مسعود انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں صحابی ہیں، مدینہ منورہ میں فصد کھولنے کے بڑے ماہر تھے (اکمال) ۵ علماء فرماتے ہیں کہ علاج و فصد ختنہ کے لیئے مریض کی جائے مرض اجنبی حکیم بھی دیکھ سکتا ہے (مرقاۃ و اشعہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایسے علاج کے لیئے عورت کا محرم حکیم ہو تو بمقابلہ اجنبی کے اس سے علاج کرانا بہتر ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ بچے سے پردہ نہیں ۶ یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ کیا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے۔ ۷ یعنی اس اچانک نظر پڑ جانے میں تو گناہ نہیں مگر فورًا نگاہ ہٹا لو اگر دوبارہ دیکھو گے یا دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پایا گیا، اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد

اَنَّ الْمَرْاَۃَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ وَّتُدْبِرُ فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَتْہُ الْمَرْاَۃُ فَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَعْمِدْ اِلٰی امْرَاَتِہٖ فَلْیُوَاقِعْھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْاَۃَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَۃً فَقَالَ لِیْ

کہ عورت شیطان کی شکل میں تو آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں جاتی ہے[۱] جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت بھلی معلوم ہو اور اس کے دل میں کچھ وسوسہ پڑ جائے تو اپنی بیوی کی طرف قصد کرے اس سے قصد کرے[۲] یقیناً یہ عمل اس کے دل کے وسوسہ کو دفع کر دیگا (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دینے لگے[۳] تو اگر اس کو دیکھ سکے جسے نکاح کی دعوت دیتا ہے تو ضرور کرے[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا[۵] تو مجھ سے

نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ استدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگرچہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ رہتی تھی پھر بزرگ کی نظر پڑ گئی

۱ یعنی اجنبی عورت کو آتے ہوئے آگے سے دیکھو یا جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھو مرد کے دل میں وسوسے اور بُرے شہوانی خیال پیدا کرتی ہے جیسے شیطان بُرے خیال و وسوسے پیدا کرتا ہے لہذا اس سے ایسا ہی ڈرنا چاہیے جیسے شیطان سے ڈرتے ہیں کوئی متقی پرہیزگار اپنے تقوی و پرہیزگاری پر اعتماد نہ کرے اور اجنبی عورتوں سے احتیاط رکھے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ بلا ضرورت عورت گھر سے نہ نکلے اور مرد اجنبی عورت کو کپڑوں پر سے بھی نہ دیکھے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔ نیز عورت کو لازم ہے کہ لباس فاخرہ عمدہ برقعہ اوڑھ کر نہ باہر جائے کہ بھڑک دار برقعہ پردہ نہیں بلکہ زینت ہے (نووی و مرقات)۔ ۲ یہ عمل حصول تقوی اور دفع وسوسہ کے لیے اکسیر ہے صحبت کر لینے سے شہوت کا جوش جاتا رہے گا یہ جوش ہی میلان کی وجہ تھی، علماء فرماتے ہیں کہ عورت کو چاہیے کہ خاوند کے بلانے پر بغیر پس و پیش آجائے کوئی مانع نہ ہو کہ بسا اوقات کثرت جوش شہوت بدن و قلب کو بیمار کر دیتا ہے (مرقات)۔ ۳ یہ ترجمہ نہایت مناسب ہے یعنی پیغام نکاح دینے کے بعد عورت کو نہ دیکھے ورنہ ناپسندیدگی کی صورت میں عورت کو صدمہ ہوگا، بلکہ دیکھنے کے بعد پیغام دے، دیکھنے کی صورتیں پہلے بیان ہو چکیں کہ یا تو کسی حیلہ بہانے سے خود دیکھے یا کسی معتبر عورت سے دکھوائے، مرقات نے بھی خطبہ کے معنی ارادہ پیغام کیے۔ ۴ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نکاح میں عورت کے حسب و نسب دینداری وغیرہ کے ساتھ صورت کا بھی لحاظ رہے۔ دوسری چیزوں کی تحقیقات تو اور طرح بھی ہو سکتی ہے مگر صورت کی تحقیق دیکھ کر ہو سکتی ہے جن احادیث میں صورت و حسن کی بنا پر نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا وہاں صرف صورت کا لحاظ کرکے دین و دینداری کی پرواہ نہ کرنا مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، دوسرے یہ کہ مرد تو عورت کو دیکھنے کی کوشش کرے مگر عورت مرد کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ مرد کی تندرستی اخلاق اور کمائی دیکھی جاتی ہے حسن عورت کا زیور ہے اور یہ چیزیں مرد کا زیور ہیں۔ ۵ یا تو پیغام دینا چاہا یا ابھی معمولی بات چیت زبانی پیغامات ہو جانے اور ارادہ نکاح کر چکنے کے بعد یہ حکم نہ دیا۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَیْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّهٗ
اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ امْرَاَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَاَتٰی
سَوْدَةَ وَهِیَ تَصْنَعُ طِیْبًا وَعِنْدَهَا نِسَاءٌ فَاَخْلَیْنَهٗ فَقَضٰی حَاجَتَهٗ ثُمَّ قَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ
رَاٰی امْرَاَةً تُعْجِبُهٗ فَلْیَقُمْ اِلٰی اَهْلِهٖ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَهَا رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ وَعَنْهُ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا اسے دیکھ لو کہ یہ دیکھنا تمہاری آپس کی دائمی محبت کا ذریعہ ہے[1] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی جو اچھی معلوم ہوئی[2] تو حضور انور بی بی سودہ کے پاس تشریف لائے وہ خوشبو تیار کر رہی تھیں اور ان کے پاس عورتیں تھیں انہوں نے خلوت کا موقع دے دیا حضور نے حاجت پوری فرمائی[3] پھر فرمایا جو مرد کسی عورت کو دیکھے جو اسے بھلی معلوم ہو تو وہ اپنی بیوی کے پاس آجائے کہ اس کے پاس بھی وہ ہی ہے جو اس کے پاس ہے[4] (دارمی) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ عورت چھپانے کے لائق ہے[5] جب عورت نکلتی ہے تو اسے شیطان

[1] کیونکہ اگر بغیر دیکھے تم نے عورت سے نکاح کر لیا، بعد نکاح دیکھنے پر تم کو پسند نہ آئی تو یا اسے طلاق دو گے یا اسے بغیر محبت کے بھگتو گے جس سے تمہاری زندگی بھی تلخ ہوگی اور اس عورت کی بھی، دیکھ کر نکاح کرنے میں یہ اندیشے نہیں۔ [2] یہ نظر اچانک پڑی تھی دیدہ و دانستہ نہ تھی اور پسند آنا غیر ارادی تھا، بہ تقاضائے بشریت پسند ہو گئی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کا زلیخا کی طرف میلان طبعی غیر اختیاری، رب تعالٰی فرماتا ہے "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ" یقینًا زلیخا نے حضرت یوسف کا قصد کر لیا اور یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا یعنی قصد زلیخا اختیاری تھا اور قصد یوسف علیہ السلام غیر اختیاری جو جرم نہیں، بعض مفسرین نے اس کے معنی کیے کہ یوسف علیہ السلام بھی قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھتے، روزہ دار گرمی کی شدت میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوتا ہے مگر پی لینے کا وہم بھی نہیں کرتا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [3] غالب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اندازًا یہ واقعہ معلوم کر لیا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو چونکہ اس واقعہ میں مسلمانوں کو تقوی کی تعلیم ہے لہذا اس کا بیان کر دینا خلاف غیرت نہیں یونانی طبیب تجربہ کے لیے پوشیدہ باتیں بتاتے بھی ہیں کرکے دکھاتے بھی ہیں، مردہ کی اندام نہانی میں شگاف دے کر ہر چیز دکھاتے ہیں، دیکھو لاہور کے میو ہسپتال کے مردہ گھر کے حالات اس حدیث پر بے شرمی کا اعتراض کرنا چکڑالویوں کی انتہائی بیوقوفی ہے [4] سبحان اللہ کیسا نفیس طریقہ سمجھایا کہ لذت جماع تو اپنی قوت پر مبنی ہے جس قدر منی غلیظ ہوگی اور مرد میں طاقت زیادہ ہوگی اسی قدر لذت محسوس ہوگی عورت کے حسن کو اس لذت میں دخل نہیں جو لذت اس دیکھی ہوئی عورت سے صحبت کرنے میں ہوتی ہو وہ ہی اپنی بیوی سے صحبت کرنے میں ہے پھر حرامکاری سے منہ کالا کیوں کرتے ہو۔ آج یہ باتیں سمجھانے کے لیے سینماؤں میں فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ [5] عورت کے معنی ہیں مَا یُعَارُ مِنْ اِظْهَارِهٖ جس کا ظاہر ہونا قابل عار و شرم ہو عورت کا بے پردہ رہنا میکے والوں کے لیے بھی ننگ و شرم کا باعث ہے اور سسرال والوں کے لیے بھی۔

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهٗ أَمَتَهٗ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلٰى عَوْرَتِهَا وَفِيْ
رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلٰى مَا دُوْنَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ جَرْهَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ

گھوما ہے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا اے علی ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ نہ کرو کہ تم کو پہلی نظر ہی جائز ہے دوسری جائز نہیں[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردے تو اس کا ستر ہرگز نہ دیکھے[3] اور ایک روایت میں ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر ہرگز نہ دیکھے[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جرہد سے[5] کہ نبی کریم صلی اللہ

۱؎ استشراف کے معنی ہیں کسی چیز کو بغور دیکھنا یا اس کے معنی ہیں لوگوں کی نگاہ میں اچھا کر دینا تاکہ لوگ اسے بغور دیکھیں (مرقات و اشعہ) یعنی عورت جب بے پردہ ہوتی ہے تو شیطان لوگوں کی نگاہ میں اسے بھلی کر دیتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ اسے تکتے ہیں مثل مشہور ہے کہ پرائی عورت اور اپنی اولاد اچھی معلوم ہوتی ہے اور پرایا مال اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتے ہیں سرکار کا یہ فرمان بالکل دیکھنے میں آرہا ہے بعض لوگ اپنی خوبصورت بیویوں سے متنفر ہوتے ہیں اور دوسری بدصورت عورتوں پر فریفتہ۔ ۲؎ پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد کے عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد دوبارہ اسے قصدًا دیکھنا ہے اگر پہلی نگاہ بھی جمائے رکھی تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس پر بھی گناہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ علماء مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردنی یا مریدنی کو قصدًا دیکھیں حضرت علی علماء و اولیاء کے سردار ہیں ان کو یہ حکم ہو رہا ہے غور کرو اور ڈرو ان سے بڑھ کر پاکباز کون ہوسکتا ہے جائز سے مراد ہے جس پر گناہ نہ ہو جائز بمعنی مباح نہیں جائز کا مقابل ہوتا ہے کبھی فرض و واجب کا ہوسکتا ہے کہ لَکَ کا لام نفع کا ہو یعنی بغیر ارادہ والی نظر تمہارے لیئے مفید ہے کہ جب تم فورًا نگاہ نیچی کرلو گے تو ثواب پاؤ گے تو لا محالہ دوسری نظر مضر ہی ہوگی۔ ۳؎ یعنی لونڈی کا ستر مولا دیکھ سکتا ہے چھو بھی سکتا ہے مگر جب کہ اس کا نکاح کسی سے کردے اگرچہ اپنے غلام سے ہی کردے تب ستر چھونا تو کیا دیکھ بھی نہیں سکتا کہ اب یہ لونڈی اس بارے میں اس کے لیئے اجنبی ہوگئی۔ اس سے صحبت بھی حرام ہوگئی اور صحبت کے لوازمات بھی۔ ۴؎ یہ جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی ایسی لونڈی کے دیکھنے سے جو منع فرمایا گیا اس سے مراد ستر دیکھنا ہے۔ چہرہ یا ہاتھ پاؤں تو اب بھی دیکھ سکتا ہے کیونکہ اب بھی مولیٰ کو اس سے خدمت لینے کا تو حق ہے اور خدمت میں یہ اعضا ضرور دیکھنے پڑ جاتے ہیں، اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لونڈی کا ستر مرد کی طرح ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک، آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے سوا چہرے کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے سے نیچے پاؤں کے فقہا کا یہ حکم اسی حدیث سے ماخوذ ہے ۵؎ جرہد ابن رزاح جعفر ابن خویلد ہیں۔ صحابی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے ہیں، اہل مدینہ سے تھے ۶۱ھ میں وفات پائی آپ سے آپ کے بیٹوں عبداللہ عبدالرحمان، سلیمان اور مسلم نے احادیث نقل کیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَۃٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ؕ وَ
عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ یَا عَلِیُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَکَ وَلَا تَنْظُرْ
اِلٰی فَخِذِ حَیٍّ وَّلَا مَیِّتٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ؕ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ مَرَّ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَعْمَرٍ وَّفَخِذَاہُ مَکْشُوْفَتَانِ قَالَ یَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَیْکَ فَاِنَّ
الْفَخِذَیْنِ عَوْرَۃٌ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ ؕ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ران ستر ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان سے فرمایا اے علی نہ اپنی ران کھولو[2] اور نہ کسی زندہ مردہ کی ران دیکھو[3] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت محمد
ابن حجش سے[4] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمر پر گزرے۔ حالانکہ ان کی رانیں کھلی تھیں[5] تو فرمایا اے معمر اپنی
رانیں ڈھک لو۔ کیونکہ رانیں ستر ہیں[6] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ یہ سوال زجر کا ہے یعنی یہ مسئلہ جاننا ضروریات دین سے ہے کیا تم نے اب تک اتنا ضروری مسئلہ بھی نہ سیکھا کہ مرد کی ران ستر عورت ہے اسی حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد ابن حنبل مرد کی ران کو ستر مانتے ہیں امام مالک کے ہاں ستر نہیں لہذا ران کھول کر نماز درست نہیں۔ مگر خیال رہے کہ یہ اختلاف مرد کی ران میں ہے عورت کی ران کو سب ستر مانتے ہیں ۲؎ یعنی کسی کے سامنے ران نہ کھولو اور نہ بلاضرورت تنہائی میں کھولو رب تعالٰی سے شرم کرو کیونکہ ران ستر ہے اس سے آجکل کے نیکر پہننے والے عبرت پکڑیں جن کی آدھی رانیں کھلی ہوتی ہیں اور وہ بے تکلف لوگوں میں پھرتے ہیں اللہ تعالٰی ایمانی غیرت نصیب کرے۔ ۳؎ یعنی کسی مردہ بالغ مسلمان کی ران نہ دیکھو اور کسی ایسے زندہ کی ران نہ دیکھو جن کا تم سے ستر ہے لہذا اس دوسرے حکم سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی خارج ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ران ستر ہے۔ جس کا چھپانا فرض ہے لہذا یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ مردہ کا احترام زندہ کی طرح ہے کہ اس کا ستر دیکھنا حرام ہے لہذا غسال بھی میت کو ستر ڈھک کر غسل دے اسے بھی ستر دیکھنا جائز نہیں ۴؎ محمد ابن حجش جیم اور حاء کے فتح سے ان کے حالات نہ معلوم ہوسکے غالبًا آپ صحابی ہیں اور یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے (اشعہ) ۵؎ معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی صحابی ہیں جو بے پرانے مسلمان ہیں اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں چونکہ یہ حضرات پہلے سے ستر ڈھکنے کے عادی نہ تھے نیز انہیں خبر نہ تھی کہ ران
کہ بھی ستر ہے اس لیے بے خیالی میں ران کھولے بیٹھے تھے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صحابی ستر کھولے کیوں بیٹھے تھے
۶؎ یعنی گھٹنوں سے ناف تک کا بدن ستر ہے اس کا چھپانا واجب ہے ناراضی کا اظہار اس لیے نہ فرمایا
کہ یہ حضرت مسئلہ سے بے خبر تھے یا بے خیالی میں انکی ران کھل گئی تھی غرض
کہ بے خبری اور بے خیالی اور دیدہ دانستہ جرم
کرنا کچھ اور ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِيْ الرَّجُلُ إِلٰى أَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَأَكْرِمُوْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۝ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةُ إِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا

علیہ وسلم نے کہ ننگے ہونے سے بچو[1] کیونکہ تمہارے ساتھ وہ[2] ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے سوائے پیشاب پاخانہ کے اور اس وقت کے جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو ان سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ وہ اور بی بی میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں[4] کہ جناب ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے[5] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو[6] میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں[7] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں

۱؎ یعنی اکیلے میں بھی ستر نہ کھولو جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲؎ ان سے مراد اعمال لکھنے والے یا محافظین فرشتے ہیں جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ صرف کاتبین فرشتے مراد ہوں کیونکہ حافظین تو پاخانہ وغیرہ میں بھی ساتھ رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملائکہ شرمیلے ہیں انسان کا ستر دیکھنے میں شرم کرتے ہیں تو ہم کو بھی ان سے شرم چاہیے اللہ کے بندوں سے حیا کرنا ایمانی تقاضا ہے ۳؎ اس لیے پاخانہ اور صحبت کے وقت بات کرنا منع ہے کہ بات لکھنے کے لیے کاتبین فرشتوں کو ہمارے پاس آنا پڑیگا اور وہ اس وقت پاس آنا نہیں چاہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت ستر کھولنا ممنوع ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ پاخانہ پیشاب بیٹھتے وقت کھڑے ہوتے وقت ننگا نہ ہو جائے بلکہ زمین کے قریب پہنچ کر کپڑا اٹھائے ۴؎ اس طرح کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کر دیا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ تاکہ معلوم ہو بنائے کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسمٰعیل ان کے معاون۔ ۵؎ آپ وہ ہی عبداللہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورہ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے ۶؎ یا تو حضرت عبداللہ کے اندر آتے وقت اندر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ پہلے داخل ہو گئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلایا جاتا ہے ۷؎ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے عورت کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا حرام نہیں اور حضرت عبداللہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں

تُبْصِرَانِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیکھتیں[1] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے ستر چھپاؤ سوائے اپنی بیوی یا مملوکہ لونڈی کے[3] میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ جب مرد تنہا ہو فرمایا کہ اللہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے[4] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)[5] روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے

[1] جواب عالی کا مقصد یہ ہے کہ عورت و مرد پر دو طرفہ پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا مگر آپ حبشیوں اور ان کے کھیل کو دیکھتی رہیں یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۸ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں کے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیبیاں یقینًا پیچھے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لیئے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لیے۔ یہ تمام تحقیق ان پاک بازوں کے متعلق ہے جہاں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو لیکن اگر اس کا خدشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے (از لمعات، مرقات، واشعہ مع زیادۃ) [2] یہ بہز اور ان کے والد حکیم دونوں تابعی ہیں۔ ہاں بہز کے دادا معاویہ ابن حیدہ صحابی ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے خراسان میں وفات پائی۔ یہاں "جَدِّہٖ" کا مرجع بہز ہیں یعنی حکیم نے اپنے والد جو بہز کے دادا ہیں ان سے روایت کی لہذا حدیث متصل ہے (اشعہ)۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں حفاظت سے مراد بے پردگی سے حفاظت ہے یعنی اپنی بیوی اور مملوکہ لونڈی سے تو پردہ نہیں باقی تمام سے ستر چھپانا واجب ہے اس کی مؤید وہ آیت کریمہ ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ معلوم ہوا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو سکتے ہیں [4] یعنی اللہ تعالٰی اپنے بندہ کا برہنہ ہونا پسند نہیں کرتا اور وہ تو تم کو برہنگی کی حالت میں دیکھ رہا ہے لہذا اس کے فرمان کی مخالفت سے شرم کرو۔ حدیث کا مقصد یہ نہیں کہ رب تعالٰی کپڑے پہنے ہوئے کا ستر نہیں دیکھتا کپڑا اس کے لیے آڑ بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلاوجہ برہنہ نہ رہے [5] یہ حدیث احمد، بیہقی، حاکم وغیرہم نے بھی کچھ فرق سے روایت فرمایا۔

قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◌ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَمِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهٗ لَهَا وَعَلٰى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ اِذَا قَنَّعَتْ بِهٖ رَاْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَاِذَا غَطَّتْ بِهٖ

فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہیں کرتا مگر ان میں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ[2] کیونکہ شیطان تم میں ہر ایک کے خون کے دوران کی ساتھ گردش کرتا ہے[3] ہم نے عرض کیا یارسول اللہ اور آپ کے بھی[4] فرمایا میرے بھی لیکن اللہ نے مجھے اس پر مدد دی چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا[5] (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ کے پاس ایسے غلام کیساتھ تشریف لائے جو آپ انہیں بخش چکے تھے[6] اور جناب فاطمہ پر ایسا کپڑا تھا کہ جب اس سے سر ڈھکتیں تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب اس سے اپنے

[1] یعنی جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ دونوں ہی کیسے پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لیئے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور ابھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کرادے اس لیئے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہیئے گناہ کے اسباب سے بھی بچنا لازم ہے بخار روکنے کیلئے نزلہ و زکام روکو۔ [2] یعنی ان اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بہت ہی بچو جن کے خاوند پردیس میں ہیں یہ قید اس لیئے لگائی کہ خاوند والی عورت لذت جماع سے واقف ہے، اور خاوند کی غیر موجودگی سے اس کی شہوت غالب ہے ایسی عورت کے لیئے ادنیٰ محرک بھی خطرناک ہے مٹی کے تیل میں بھیگی ہوئی روئی اور پٹرول دور سے آگ لے لیتے ہیں [3] یعنی عورت و مرد دونوں کے رگ رگ میں شیطان اثر کرتا ہے جیسے خون اور، اور جیسے خون نظر نہیں آتا مگر جسم میں گردش کرتا ہے یوں ہی شیطان نظر نہیں آتا مگر اپنا کام کیئے جاتا ہے، چھپا دشمن کھلے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ [4] صحابہ کرام سمجھے تھے کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اس لیئے ان کے پاس شیطان بھٹکتا بھی نہیں ہوگا اس لیئے یہ سوال کیا جواب میں بتادیا گیا کہ عصمت شیطان کے آجانے کے خلاف نہیں شیطان معصوموں کے پاس بھی پہنچ جاتا ہے [5] یہاں اس سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اسلم کے یہی معنی ٹھیک ہیں کہ وہ اسلام لے آیا اب وہ میری اطاعت ہی کرتا ہے یعنی میرا قرین شیطان میری صحبت کی برکت سے مسلمان ہوگیا سبحان اللہ! جس کے پاس رہنے سے عیاسونا بن جاتا ہے نبی کے ساتھ رہنے سے شیطان مسلمان بن گیا گویا اس کی حقیقت ہی بدل گئی اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق سایہ کی طرح حضور کے ساتھ رہنے کے باوجود مومن نہ ہوسکے ارے حضور کی صحبت تو حقیقت بدل دیتی ہے بعض لوگوں نے اسے اَسْلَمُ پڑھا ہے مضارع مجہول متکلم یعنی میں اس کے شر سے محفوظ و سلامت رکھا جاتا ہوں مگر پہلے معنی بہت ہی قوی ہیں [6] بِعَبْدٍ کی ب مصاحبت کی ہے یعنی ساتھ اس غلام کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ حضور نے یہ غلام حضرت فاطمہ کو پہلے ہی دیدیا تھا آج دینے کیلئے تشریف نہ لائے تھے جیسا کہ وَهَبَهٗ ماضی سے معلوم ہوا۔

رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ إِنَّمَا هُوَ أَبُوْكِ وَغُلَامُكِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ◆ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ◆ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُمَيَّةَ أَخِيْ أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ فَإِنِّيْ أَدُلُّكَ عَلَى

پاؤں ڈھانپتیں تو آپ کے سرتک نہ پہنچتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دشواری دیکھی جو آپ پا رہی تھیں تو فرمایا کہ تم پر کوئی حرج نہیں یہ آنے والے تمہارے والد ہیں اور تمہارے غلام[۱] (ابوداؤد)◆ تیسری فصل ◆ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا[۲] عبداللہ ابن امیہ جو جناب ام سلمہ کے بھائی ہیں کہہ رہا تھا کہ اے عبداللہ کہ کل اگر اللہ تمہیں طائف کی فتح دے تو میں تمہیں ۔

۱؎ یعنی اس وقت آپ کے پاس صرف دوپٹہ یا چادر تھی وہ بھی اتنی چھوٹی جو بیک وقت سر و پاؤں نہیں چھپا سکتی ۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع اس غلام کے دروازے پر کھڑے تھے داخلہ کی اجازت مانگی جواب میں دیر ہوئی تب تحقیق کرانے پر جناب فاطمہ کا یہ تکلف معلوم ہوا تب یہ فرمایا فرمان عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم تمہارے والد ہیں اور یہ دوسرا اعتبار ا مملوک غلام ان دونوں سے تمہارا پردہ نہیں سر کھلا رہنے دو اور ہم کو آنے کی اجازت دے دو اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ جیسے مولیٰ سے لونڈی پر پردہ لازم نہیں ایسے ہی مملوک غلام سے مالکہ پر پردہ واجب نہیں مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغ غلام اپنی مالکہ کے لیئے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس سے پردہ واجب ہے اگرچہ غلام خصی ہی ہو، امام شافعی کا یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ یہ غلام نابالغ اور غیر محل شہوت تھا عربی میں غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ جس پر قرآن مجید و احادیث و لغت کی کتب گواہ ہیں، **خیال** رہے کہ نابالغ اور اپنے محرم غلام سے پردہ نہیں اور آیت مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لونڈیاں مراد ہیں (از مرقات واشعہ) **خیال** رہے کہ امام اعظم کے ہاں بالغ غلام اپنی مولاۃ مالکہ کے لیئے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں فقط دیکھ سکتا ہے مگر امام شافعی کے ہاں محرم کی طرح ہے کہ اس کا سر بازو پنڈلی بھی دیکھ سکتا ہے یہاں حضرت فاطمہ کے سر شریف کا ذکر ہے اس لیئے وہ اسے دلیل پکڑتے ہیں ۳؎ مخنث نون کے فتح سے بھی پڑھا جاتا ہے اور نون کے کسرہ سے بھی مخنث وہ ہے جو حرکات و سکنات، گفتار و رفتار میں عورتوں کی طرح ہو اگر قدرتی یہ حالت ہو تو وہ گنہگار نہیں اور اگر مرد ہے مگر عورتوں کی شکل بناتا ہے تو بفرمان حدیث ملعون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر اور عورت بننے والے مردوں پر لعنت فرمائی۔ یہ قدرتی مخنث تھا حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے سمجھا کہ یہ غیر اولی الاربہ میں داخل ہے جن سے پردہ نہیں اس لیئے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی حضور انور نے اس کی یہ گفتگو سن کر اسے غیر اولی الاربہ میں داخل نہ فرمایا اس مخنث کا نام ماتع یا ہیت تھا ۴؎ کل سے مراد آئندہ زمانہ ہے یہ واقعہ فتح طائف سے پہلے کا ہے جب طائف پر حملہ ہونیوالا تھا اور فتح طائف سے مراد قلعہ طائف کا فتح کرنا ہے۔

ابْنَةَ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيْلًا فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَقَطَ عَنِّيْ ثَوْبِيْ فَلَمْ اَسْتَطِعْ اَخْذَهٗ فَرَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ

غیلان کی بیٹی کا پتہ دیتا ہوں۱؎ جو آتی ہے چار سے اور جاتی ہے آٹھ سے۲؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کریں۳؎ (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے۴؎ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا تو میں چلنے کی حالت میں میرا کپڑا اتر گیا میں اسے لے نہ سکا۵؎ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا اپنے پر کپڑا لے لو اور ننگے نہ چلو۶؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی نہ دیکھا۷؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت

۱؎ غیلان طائف کے ایک شخص کا نام تھا اس کی اس بیٹی کا نام بادیہ تھا یہ فتح طائف کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوف کے نکاح میں آگئی (اشعہ) ۲؎ یعنی وہ لڑکی اتنی موٹی ہے کہ موٹاپے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چار سلوٹیں یعنی بلٹیں ہیں جنہیں عربی میں عُکَن کہتے ہیں جب سامنے سے آتی ہے تو وہ چاروں بلٹیں پوری نظر آتی ہیں اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو ان چاروں بلٹوں کے دو طرفہ کنارے نظر آتے ہیں ہر سلوٹ و بلٹ کے چار کنارے تو دو کے آٹھ ہوئے عموماً مرد موٹی عورت کو پسند کرتے ہیں اس لیئے وہ مخنث اسکی موٹائی بیان کر رہا ہے۔ ۳؎ اس حکم سے پہلے مخنثوں یعنی ہیجڑوں کا گھروں میں آنا ممنوع نہ تھا کیونکہ یہ عورت کے قابل نہیں ہوتے جیسے بہت چھوٹے لڑکے یا بہت بوڑھے مرد یا خصی یا مجبوب (ذکر کٹا) ہو مگر آج پتہ لگا کہ ہیجڑوں کا گھروں میں آنا فساد کا باعث ہے جیسے وہ دوسری عورتوں کا ذکر ہم سے کرتے ہیں ہماری عورتوں کا ذکر دوسروں سے ضرور کریں گے۔ اس لیئے ان کو مسلمانوں کے گھروں سے روک دیا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ خصی مجبوب (ذکر کٹا) بلکہ آوارہ بدمعاش عورتیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں کہ مومنہ عورتیں ان سے پردہ کریں ان کا فساد مردوں کے فساد سے بھی زیادہ ہے۔ ۴؎ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے زہری ہیں قرشی ہیں عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بقرعید ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوئے شہادت عثمان تک مدینہ پاک ہی رہے اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید ابن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا جب یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرکے کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے تو آپ کے ایک پتھر لگا اس سے حطیم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا۔ ۵؎ یعنی کسی واقعہ پر مجھے پتھر اٹھانا پڑا صرف تہبند بندھا تھا وہ گر گیا جس سے آپ بالکل برہنہ ہو گئے ہاتھ گھرے ہوئے تھے اس لیئے آپ تہبند نہ اٹھا سکے ۶؎ عُراۃ عاری کی جمع ہے اور قاضی کی قضاۃ ناجی کی نجاۃ یہ حکم عام ہے کہ کوئی باہوش شخص اگرچہ بالغ نہ ہو ننگا نہ رہے نہ پھرے ستر ڈھانپنا فرض ہے ۷؎ بعض روایات میں ہے کہ نہ میں نے حضور کی کبھی شرمگاہ دیکھی نہ حضور نے میرا ستر کبھی دیکھا یہ ہے ام سید المحبوبین کی شرم و حیا خیال رہے کہ زوجین ایک دوسرے کے شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں یہ دیکھنا زیادتی شہوت کا باعث ہے اس میں۸؎

أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ ۞ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۞ بَابُ الْوَلِيِّ فِي النِّكَاحِ وَاسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ ۞ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

ابی امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی مسلم نہیں جو اچانک کسی عورت کی خوبیاں پہلی بار دیکھے[1] تو فوراً اپنی نگاہ نیچی کرے[2] مگر اللہ اسے ایسی عبادت دیتا ہے جس کی وہ لذت پاتا ہے[3] (احمد) روایت ہے حضرت حسن سے[4] ارسالاً[5] فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے دیکھنے والے پر اور اس پر جو دیکھی جائے[6] (بیہقی شعب الایمان) نکاح میں ولی کا بیان اور عورت سے اجازت لینے کا باب[7] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

کچھ حرج نہیں، مگر اس سے نگاہ کمزور ہوتی ہے نیز یہ عمل الٰہی کی شرم کے خلاف ہے اس لیے حضور کا اس پر عمل رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوقت صحبت دونوں کے بالکل ننگے ہونے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر صحبت کرنے سے اولاد بے شرم پیدا ہوتی ہے اور صحبت کی حالت میں باتیں کرنے سے اندیشہ ہے کہ اولاد گونگی ہو حضور کے اعمال شریف میں لاکھوں حکمتیں ہیں

۱؎ یعنی اگر کسی کی نظر اجنبی عورت کے حسن و جمال یا زیور و لباس پر اچانک پڑ جائے اس کا دل چاہے کہ دیکھتا رہے مگر خوف خدا سے دل کو مار کر نگاہ نیچی کرے ۲؎ یعنی اس صبر اور دل کو روکنے کی برکت سے خدا تعالٰی اسے کسی عبادت کی لذت نصیب فرمائے گا یا نماز کی یا روزے کی یا حج و زیارت کی خیال رہے کہ کھانے وغیرہ کی طرح عبادات میں بھی مختلف لذتیں ہیں جنہیں محسوس کرنے کے لیے باطنی حواس درست چاہئیں یہ عمل اس درستی حواس کے لیے بہت ہی مفید ہے رب تعالٰی عمل کی توفیق بخشے اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو رب تعالٰی اسے انہی عبادتوں میں لذت بخشے گا یا کسی اور نئی عبادت کی توفیق دے گا جیسے جہاد وغیرہ اور پھر اس کی لذت بھی نصیب فرمائے گا ۳؎ حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں چونکہ آپ تابعی ہیں اور صحابی کا نام آپ نے لیا نہیں اس لیے حدیث مرسل ہوئی اور آپ کی یہ نقل ارسال احناف کے ہاں ثقہ کا ارسال معتبر ہے ۴؎ حدیث میں کس قدر اجمال ہے مطلب یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلاضرورت دیکھے اس پر بھی لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلاضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے اس پر بھی لعنت مگر خیال رہے کہ یہ تین قیدیں لگانی پڑیں گی اجنبی عورت کو دیکھنا بلاضرورت دیکھنا، قصداً دیکھنا ۵؎ ولی بمعنی متولی ہے یہاں ولی سے مراد وہ ہے جو عزیز قریبی لڑکی کے نکاح کا متولی و منتظم ہو احناف کے نزدیک نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے نہیں ہو سکتا نیز نابالغہ کے لیے ولی کو جبر کا حق ہے کہ جہاں چاہے اس کا نکاح کردے لہذا بالغہ کے لیے نکاح میں اجازت ولی مستحب ہے شرط نہیں نیز بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں بالغہ خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ ہاں دیوانی بالغہ اور لونڈی کے نکاح کے لیے ولی یا مالک کی اجازت شرط ہے نیز ان دونوں پر ولی و مالک کو جبر کا حق ہے۔

سَلَّمَ لَاتُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ
كَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَفِيْ
رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ
قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَفِيْ

کہ بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے حتی کہ اس سے اجازت لے لی جائے[1] اور کنواری کا نکاح اس کی بلا اجازت نہ کیا جائے[2] لوگوں نے عرض کیا یارسول
اللہ کنواری کی اجازت کیسے ہے فرمایا اس کی خاموشی[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بے خاوند والی عورت اپنے نفس کے مقابل اپنے ولی کے زیادہ حقدار ہے[4] اور کنواری ہے اس کے نفس کے متعلق اجازت لی جائے
اور اسکی اجازت اسکی خاموشی ہے[5] ایک اور روایت میں ہے کہ اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اسکی اجازت اسکی خاموشی ہے
اور ایک روایت میں ہے کہ شادی شدہ اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اسکی اجازت اس کی خاموشی ہے اور

۱ عربی میں ایّم بے خاوند والی عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ، مگر یہاں بیوہ یا مطلقہ مراد ہے کیونکہ کنواری کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۲ خلاصہ فرمان عالی یہ ہے کہ بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح اس کے بغیر اجازت نہیں ہوسکتا خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ، بیوہ یا مطلقہ، عاقلہ بالغہ اپنے نفس کی مختار ہے کوئی ولی اس پر جبر نہیں کرسکتا۔ ۳ یعنی عاقلہ بالغہ کے نکاح میں اس کی اجازت ضروری ہے مگر نوعیت اجازت میں فرق ہے کنواری کی خاموشی یا آنسوؤں سے رونا ہی اجازت ہے۔ بشرطیکہ ولی یا ولی کا وکیل اجازت لے اور بیوہ یا مطلقہ میں صاف اجازت دینا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں بلوغ و صغر کا اعتبار ہے اور شوافع کے ہاں باکرہ و ثیبہ ہونا معتبر ہے یعنی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا خواہ شادی شدہ اس کے نکاح کے لیے اجازت شرط ہے نابالغہ بچی کا ولی ہی نکاح کرسکتا ہے اس کی اپنی اجازت شرط نہیں خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو لڑکی بیماری یا زیادتی حیض یا زنا کی وجہ سے ثیبہ ہوگئی وہ باکرہ ہی ہے کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے۔ ۴ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ بے خاوند والی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ اپنے نفس کی مختار ہے کہ اگر اس کا ولی کسی اور سے اس کا نکاح کردے اور یہ خود کسی دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا اپنا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا نہ کہ ولی کا کیا ہوا نکاح۔ معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ کے نکاح کے لیے اجازت ولی شرط نہیں اس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مِنْ وَّلِيِّهَا سے معلوم ہوا۔ ۵ یہاں باکرہ کا ذکر علیحدہ فرمانا اس حکم کو بیان کرنے کے لیے ہے یعنی باکرہ و ثیبہ کے حکم میں صرف یہ ہے کہ باکرہ کی خاموشی اجازت ہے اور ثیبہ کی نہیں اسے صاف الفاظ میں اجازت دینا ہوگی۔ باقی مختار ہونے میں دونوں برابر ہیں یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے۔

رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نِكَاحَ اَبِيْهَا وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ

ایک روایت میں ہے فرمایا شادی شدہ اپنے نفس کی بمقابلہ اپنے ولی کے بہت حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اس کے نفس کے متعلق اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے[1] (مسلم)[2] روایت ہے حضرت خنساء بنت خذام سے[3] کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کردیا جب کہ وہ شادی شدہ تھیں[4] انہوں نے یہ نکاح ناپسند کیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے اس کا نکاح رد کردیا[5] (بخاری) اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ان کے باپ کا کیا ہوا نکاح رد کیا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ سات سال کی تھیں[6] اور رخصت ہوئیں جب وہ نو برس کی لڑکی تھیں۔ ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے[7] اور حضور نے انہیں چھوڑ کر وفات پائی جب وہ

[1] خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سی روایات سے مروی ہے جن کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے مگر معنی و مقصد سب کا یکساں ہے وہ یہ کہ عاقلہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ، خواہ طلاق والی اپنے نفس کی مختار ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اور اس کے نکاح کے لیے ولی شرط نہیں اور باکرہ کی خاموشی اس کی اجازت ہے مگر خاموشی اس وقت اجازت مانی جائے گی جب کہ اذن لینے والا اس کا ولی یا ولی کا وکیل ہو اور دولہا کا نام پتہ وغیرہ بتا کر اجازت مانگی جائے جس سے اسے دولہا کا پورا پتہ لگ جائے اگر ان میں سے کوئی چیز کم رہی تو خاموشی اجازت نہ ہوگی [2] نیز یہ حدیث احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے مرفوعًا نقل کی البتہ الفاظ میں کچھ فرق ہے (مرقات) [3] آپ کا نام خنساء بنت خذام ابن خالد ہے، انصاریہ ہیں اسدیہ ہیں صحابیہ ہیں حق یہ ہے کہ ان کے والد کا نام خذام نقطہ والی ذال سے ہے نہ کہ دال سے۔ [4] یعنی وہ بالغہ تھیں پہلے ان کا نکاح ہوچکا تھا، بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ اب والد نے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود نکاح کردیا [5] خیال رہے کہ مذہب حنفی میں بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں خواہ کنواری ہو یا بیوہ اور مذہب شافعی میں ثیبہ پر ولی کو حق جبر نہیں، خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہمارے ہاں اس رد نکاح کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا اور شوافع کے ہاں اس کا ثیبہ ہونا لہذا یہ حدیث نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے چونکہ حضرت خنساء نکاح کا انکار کرچکی تھیں اس لیے حضور انور نے نکاح رد فرمادیا ورنہ اگر یہ خاموش رہی ہوتیں تو انہیں اختیار تھا کہ نکاح جائز رکھیں یا رد کردیں [6] یعنی چھ سال کی ہوکر ساتویں سال میں داخل ہوچکی تھیں لہذا یہ روایت ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی مذکور ہے بہرحال آپ اس وقت بالغہ نہ تھیں معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح ولی کرسکتا ہے، نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ یعنی ان لڑکیوں کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور انہیں طلاق ہوجائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اگر نابالغہ کا نکاح درست نہ ہوتا تو اسے طلاق کیسی اور اس کی عدت تین ماہ کیسی آج بعض منکرین حدیث نابالغہ لڑکی کے نکاح کا انکار کرتے ہیں ان کا یہ انکار صریحی آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح چھ سال کی عمر میں حدیث متواتر سے ثابت ہے حضرت قدامہ ابن مظعون نے زبیر

عَشْرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِبْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ

۱۸ سال کی تھیں[۱] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا بغیر ولی نکاح نہیں[۲] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر اجازت ولی اپنا نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے[۳] لیکن اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی تو اسے مہر ملے گا۔ اس کے عوض کہ اس

کا نکاح تمام صحابہ کی موجودگی میں اسی دن کیا جس دن وہ پیدا ہوئی: نابالغ بچوں کے نکاح کے جواز پر تمام امت متفق ہے اور نابالغہ بالغ ہو کر باپ دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں کرسکتی باقی اولیاء کا کیا ہوا نکاح فسخ کرسکتی ہے (مرقات) بعض حالات میں نابالغ اولاد کا نکاح کرنا ضروری ہوجاتا ہے باپ قریب موت ہے اور بچی چھوٹی ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا زندگی میں نکاح کرجاؤں تاکہ میرے بعد یہ یتیمہ دھکے نہ کھائے اور میری روح کو تکلیف نہ ہو غرضکہ اس اجازت میں صدہا حکمتیں ہیں کے غالب یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین اس وقت بالغہ ہوچکی تھیں لڑکی کے بلوغ کی کم از کم عمر نو برس ہے اور اگر قریب بلوغ بھی ہو تب بھی رخصتی ہوسکتی ہے اس حدیث کی بناء پر علماء نے فرمایا کہ بچیوں کو گڑیاں اور کھلونوں سے کھیلنا جائز ہے گڑیوں سے اسے سینا پرونا، امور خانہ داری کا طریقہ آجاتا ہے اگر کھلونوں اور گڑیوں کے آنکھ ناک نہ ہوں تب تو اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

[۱] یعنی حضرت ام المؤمنین نو برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی اور ترپن (۵۳) کی عمر میں وفات ہوئی ۵۷ھ میں پینتیس سال اسی طرح گزارے کہ حضور کی میراث پائی نہ رہنے کو گھر ملا۔ نہ کسی سے نکاح جائز۔ یہ ہے حضرت صدیق کی قربانی رضی اللہ عنہم اجمعین [۲] اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں عورت کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہمارے ہاں نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح میں ولی شرط ہے بالغ کے لیے نہیں یہ حدیث بظاہر کلی میں امام شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بالغ لڑکے کا نکاح بغیر ولی جائز مانتے ہیں یہاں لڑکے یا لڑکی کی قید نہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں اس حدیث میں نابالغ یا مجنون یا لونڈی غلام مراد ہیں یا یہاں نفی استحباب ہے یعنی بغیر ولی لڑکے لڑکی کا نکاح بہتر نہیں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں نیز ظاہری معنی سے یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی کہ رب تعالٰی نے فرمایا "اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" عورتیں اپنے خاوندوں سے نکاح کریں تو تم انہیں نہ روکو، اور گزشتہ مسلم کی حدیث کے بھی خلاف ہوگی کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مالک) لہذا امام اعظم کی توجیہ نہایت ہی قوی ہے [۳] یہ حدیث گزشتہ حدیث ضعیف و مضطرب ہے چنانچہ اس حدیث کی عائشہ صدیقہ کا امام زہری نے انکار فرمایا دیکھو طحاوی، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے اس سے انکار کیا (مرقاۃ) امام احمد نے بھی اس حدیث کی صحت کا انکار کیا (اشعہ) اگر صحیح مان بھی لی جائے تو عورت سے مراد لونڈی یا دیوانی عورت مراد ہے یا وہ صورت مراد ہے کہ عورت غیر کفو میں نغم

مِنْ فَرْجِهَا فَإِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَايَا اللَّاتِيْ يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْأَصَحُّ أَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❊ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيْمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا فَإِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ

نے اسکی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا[1] پھر اگر اولیا اختلاف کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)[3]، روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہوں کے کرلیں[4]۔ اور زیادہ درست یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے[5] (ترمذی)، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یتیم لڑکی سے اس کی جان کے بارے میں اجازت لی جائے[6] پھر اگر وہ خاموش رہے تو وہ ہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کردے تو اس پر جبر نہیں[7] (ترمذی، ابوداؤد)

اجازت ولی نکاح کرے کہ یہ نکاح درست نہیں ورنہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور گزشتہ حدیث مسلم کے بھی رب تعالٰی فرماتا ہے فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی طلاق والی سے نکاح خاوند اول نہ کرے حتی کہ یہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے بہرحال مذہب حنفی اس بارے میں بہت قوی ہے جب آزاد عورت اپنے مال کی مختار ہے تو اپنے نفس کی بھی مختار ہے

[1] یعنی ایسے نکاح کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند اس سے صحبت کرے پھر قاضی ان دونوں کی علیحدگی کا حکم دے تو اسے مقرر شدہ مہر یا مہر مثل ملے گا معلوم ہوا کہ یہاں باطل سے مراد فاسد ہے کہ نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ حاکم تفریق کرادے گا مگر صحبت ہوچکنے کی صورت میں عورت کو مہر ملے گا نکاح فاسد و باطل کا فرق اور ان کے احکام ہمارے فتاوی میں ملاحظہ فرمائیے

[2] یعنی اگر کسی عورت کے نکاح میں ایک درجہ کے اولیا مختلف ہوں کوئی ولی کہیں نکاح کرنا چاہے دوسرا ولی کہیں اور جیسے عورت کے چند بھائی یا چند چچا ولی ہوں اور یہ اختلاف واقع ہو تو پھر حاکم وقت سلطان یا سلطان کا مقرر کردہ حاکم ولی ہوگا وہ جہاں چاہے نکاح کرے کیونکہ اولیا کا اختلاف ان کو کالعدم بنادیتا ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے اس کا ولی بھی سلطان ہوگا [3] اسے نسائی حاکم نے بھی روایت کیا اور طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کیا [4] بغایا باغیۃ کی جمع ہے اور باغیہ بغاء سے بنا بمعنی زنا یعنی جو عورت کسی سے تنہائی میں بغیر گواہ نکاح کرے تو یہ نکاح درست نہیں اور صحبت زنا کی طرح حرام ہوگی کیونکہ نکاح کے لیے دو گواہ شرط ہیں، اس پر تمام صحابہ و تابعین بلکہ تمام مسلمین کا اتفاق ہے کہ بغیر گواہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا (مرقات و لمعات) [5] یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کا اپنا قول ہے مگر ایسی حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے کہ یہ بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں فرماتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فرماتے ہیں [6] یہاں یتیمہ سے مراد بالغہ کنواری لڑکی ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ یہاں بالغوں کو یتیم فرمایا گیا یعنی جو پہلے یتیم تھی [7] اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا ہاں کنواری کی خاموشی یا صرف آنسوؤں یا باریک آواز سے رونا اجازت ہے بشرطیکہ اجازت لینے والا ولی یا ولی کا وکیل ہو خیال رہے کہ ثیبہ نابالغہ کا اذن …

وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي مُوسٰى ۞ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ ۞

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ

نسائی اور دارمی نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی: روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو غلام اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ زانی ہے[۱] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل: روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کردیا حالاں کہ وہ ناپسند کرتی تھی[۳] تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دے دیا[۴] (ابوداؤد)[۵] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ایک عورت

اگر دادا کردے تو نکاح درست بھی ہے اور لازم بھی کہ لڑکی بالغہ ہو کر فسخ نہیں کرسکتی اور اگر دادا کے سوا کوئی اور قریبی ولی کردے تو نکاح درست تو ہے مگر لازم نہیں لڑکی بالغ ہو کر فسخ کرسکتی ہے فسخ کے لیے شرط یہ ہے کہ علامت بلوغ دیکھتے ہی فسخ کرے اور حاکم سے فیصلہ کرائے۔

۱؎ امام شافعی و احمد کے ہاں غلام کا نکاح بغیر مولیٰ کی اجازت کے منعقد ہی نہیں ہوتا لہذا اگر بعد میں مولیٰ اجازت بھی دیدے تب بھی درست نہیں مگر امام اعظم اور امام مالک کے ہاں نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز رکھے تو جائز ورنہ باطل، جیسے نکاح فضولی کا حکم ہے اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مالک کے انکار کے باوجود غلام نکاح کرے تو نکاح باطل ہے اور وطی حرام، یا مالک کی اجازت سے پہلے وطی درست نہیں جیسے تمام موقوف نکاحوں کا حکم ہے ۲؎ وہ لڑکی بالغہ تھی۔ جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ وہ خنساء بنت خذام تھیں جن کا واقعہ پہلے گزر چکا مگر یہ درست نہیں کہ وہ کنواری نہ تھیں۔ یہ لڑکی کنواری ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام واللہ ہے واللہ اعلم ۳؎ صورت یہ تھی کہ باپ نے اس لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کردیا لڑکی دل سے ناراض تھی بوقت نکاح لڑکی نے انکار نہ کیا تھا ورنہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور لڑکی کو اختیار ہی نہ ملتا لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۴؎ یعنی وہ نکاح تیری رضا پر موقوف ہے اگر تو چاہے تو جائز رکھ اور چاہے فسخ کردے اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ لڑکی پر باپ وغیرہ جبر نہیں کرسکتے اگر اس سے بغیر پوچھے نکاح کردیں گے تو نکاح فضولی ہوگا لڑکی جائز رکھے یا نہ۔ ہمارے ہاں اس اختیار کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا امام شافعی کے اس کا باکرہ یعنی کنواری ہونا ۵؎ یہ حدیث احمد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی نقل کی ابن قطان کہتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے ۞ ۞

الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوسری عورت کا نکاح کرے[1] اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے[2] کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرے[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوسعید اور ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے[4] اور اسے اچھی تعلیم دے[5] پھر جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کردے[6] اگر بچہ بالغ ہوگیا اور اس کا نکاح نہ کیا اس نے کوئی گناہ کرلیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[7] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

[1] یعنی مرد ولی کے ہوتے ہوئے عورت لڑکی کی ولی نہیں وہ نکاح نہ کرائے لہذا باپ یا دادا یا بھائی یا چچا وغیرہم کے ہوتے ہوئے ماں خالہ وغیرہ ولی نہیں بلکہ وہ لوگ ولی ہیں یا یہ حکم استحبابی ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ عورت لڑکی کا نکاح نہ کرے بلکہ اگر کوئی ولی نہ ہو تو حاکم وقت کی رائے سے نکاح کیا جائے ورنہ مرد ولی کے نہ ہوتے ہوئے ماں خالہ وغیرہ ولیہ ہوتی ہیں کہ نابالغہ کا نکاح ان کی اجازت سے درست ہے [2] یعنی بغیر گواہ اکیلے میں نکاح نہ کرے یا غیر کفو میں نکاح نہ کرے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا اس پر فتوی ہے دیکھو درمختار، یہ مطلب نہیں کہ بالغہ بغیر ولی کے نکاح نہیں کرسکتی ورنہ وہ خرابیاں لازم ہوں گی جو پہلے عرض کی گئیں [3] یعنی جو عورت بغیر گواہ یا اولیاء کے ناراض ہونے پر غیر کفو میں نکاح کرلے وہ نکاح درست نہ ہوگا اور صحبت حلال نہ ہوگی [4] کیونکہ اچھے نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے اچھا نام وہ ہے جو بے معنی نہ ہو جیسے بدھوا، تلوا وغیرہ اور فخر و تکبر نہ پایا جائے جیسے بادشاہ، شہنشاہ وغیرہ اور نہ برے معنی ہوں جیسے عاصی وغیرہ بہتر یہ ہے کہ انبیائے کرام یا حضور علیہ السلام کے صحابہ عظام، اہل بیت اطہار کے نام پر نام رکھے جیسے ابراہیم و اسمٰعیل، عثمان، علی، حسین، و حسن وغیرہ عورتوں کے نام آسیہ فاطمہ عائشہ وغیرہ اور جو اپنے بیٹے کا نام محمد رکھے وہ ان شاء اللہ بخشا جائے گا اور دنیا میں اس کی برکات دیکھے گا آج کل بہت واہیات نام رکھے جانے لگے ہیں مثلاً نسیم، اختر، ریحانہ، گلفام وغیرہ [5] بقدر ضرورت علم دین ضرور سکھائے دنیاوی علم و ہنر بھی اس قدر ضرور سکھائے کہ بچہ کسی کا محتاج نہ رہے [6] اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ نکاح بالغ ہونے پر کرے اگرچہ نابالغ بچے کا بھی نکاح درست ہے بالغ بچہ کے عادات وغیرہ معلوم ہوجاتے ہیں نابالغ کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ کس خصلت اور کس قماش کا ہوگا اشعہ [7] یہ اس صورت میں ہے کہ بچہ غریب ہو خود نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر باپ امیر ہو اولاد کا نکاح کرسکتا ہے، مگر لاپرواہی یا امیر کی تلاش میں نکاح نہ کرے، تب بچے کے گناہ کا وبال اس لاپرواہ باپ پر ہوگا مرقات کیوں کہ باپ کی کوتاہی اس کے گناہ کا سبب ہے، خیال رہے کہ یہاں اِنَّمَا عیبی گناہ کے حصر کے لیئے ہے نہ کسی گناہ کے حصر کے لیئے یعنی ذریعہ گناہ بننے کا وبال صرف باپ پر ہوگا اگرچہ کسب گناہ کا وبال خود بچہ پر ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض امیروں کی تلاش میں بچے کا نکاح عرصہ تک نہیں کرتے اس سے بدتر یہ ہے کہ اپنی کنواری جوان لڑکیوں کو اسکول و کالج میں اکیلے بھیجدیتے ہیں جس کے برے نتیجے آج آنکھوں کے سامنے ہیں۔

❖ ❖ ❖

سَلَّمَ قَالَ فِي التَّوْرٰىةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ بَابُ اِعْلَانِ النِّكَاحِ وَالْخُطْبَةِ وَالشَّرْطِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ

فرمایا توریت میں لکھا ہے[1] کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی ہوجائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے[2] پھر وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[3] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں ۔ نکاح کا اعلان، خطبہ اور شرط کا بیان[4] ۔ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء[5] سے فرماتی ہیں جب میری رخصت کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ویسے ہی حضور میرے بستر پر بیٹھ گئے[6] تو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادے جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ کہنے لگیں[7] کہ جب

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توریت و انجیل سے ان کے احکام سے خبردار ہیں اگرچہ ان کتب کی زبان عبرانی ہے اور حضور عربی کیوں نہ واقف ہوں حضور تو جانوروں فرشتوں کی زبانیں بھی جانتے ہیں ۲؎ یعنی کفو ملتا ہو اور یہ شخص نکاح کر دینے پر قادر ہو پھر بھی محض دولتمند کی تلاش میں لاپرواہی سے نکاح نہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب توفیق دے تو لڑکی کا نکاح بارہ سال کی عمر سے پہلے ہی کر دے اب تو پچیس تیس سال تک کی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں [illegible] نہ نکاح ہوتا ہے رب تعالٰی مسلمانوں کی آنکھیں کھولے ۳؎ یعنی اس کا گناہ باپ پر بھی ہے کیونکہ وہ اس کا سبب بنا ۴؎ خطبہ خ کے پیش سے نثر والا کلام جس میں حمد و نعت وعظ و نصیحت ہو نکاح میں ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ پڑھنا سنت ہے امام شافعی کے ہاں خرید و فروخت کرایہ وغیرہ تمام جائز عقود میں خطبہ سنت ہے (اشعہ) خطبہ اعلان پر معطوف ہے اور ہو سکتا ہے کہ نکاح پر معطوف ہو یعنی نکاح کا اعلان اور خطبہ کا اعلان اور ہو سکتا ہے کہ خطبہ خ کے کسرہ سے ہو یعنی پیغام نکاح ۔ خیال رہے کہ نکاح کا اعلان سنت ہے خواہ اس طرح اعلان ہو کہ نکاح جامع مسجد میں جمعہ کا مجمع علانیہ ہو یا گولے سے یا تاشہ و دف بجا کر حق یہ ہے کہ دف و تاشہ بجانا عقد کے وقت کسی کی آمد کی اطلاع پر نکاح کے وقت مستحب باجہ ممنوع ہے ۔ شرط سے مراد نکاح میں شرائط لگانا ہے جیسے تفویض طلاق کی شرط یا خاوند کے اپنے سسرال میں رہنے کی شرط وغیرہ شرط فاسد سے بیع تو فاسد ہو جاتی ہے مگر نکاح فاسد نہیں ہوتا شعیب علیہ السلام نے جو موسیٰ علیہ السلام سے شرط لگائی تھی کہ تم آٹھ یا دس سال تک میرا کام کرو یہ شرط نکاح سے پہلی تھی ۵؎ عفرا معوذ کی والدہ کا نام ہے صحابیہ انصاریہ ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئیں بہت دراز عمر پائی بڑے درجہ والی بی بی ہیں ربیع کی دادی ہیں ۶؎ یہ خطاب خالد ابن ذکوان سے ہے جو ربیع سے روایت کرتے ہیں یعنی جیسے تم میرے بستر پر میرے پاس بیٹھے ہو ایسے ہی حضور میرے پاس میرے بستر پر تشریف فرما ہوئے تھے ظاہر یہ ہے کہ آپ اس وقت باپردہ ہوں گی اور گھر مہمانوں سے بھرا ہوگا کیونکہ رخصت کا دن تھا اور اگر بے پردہ بیٹھی ہوں تو یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا حضور کی خصوصیات سے ہے کہ عورتوں پر آپ سے پردہ نہیں بہرحال حدیث پر کوئی اعتراض نہیں (مرقات ولمعات) ۷؎ یہ بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجا کر گاتی تھیں جھانجھ وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصت پر بچیوں کا ایسا گانا درست ہے ۔

إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ دَعِي هٰذِهٖ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ زُفَّتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنٰى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ

ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں [۱] تو حضور نے فرمایا یہ چھوڑ دو [۲] وہ ہی کہو جو پہلے کہتی تھیں [۳] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنے انصاری خاوند کے ہاں بھیجی گئی [۴] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہ تھا کیونکہ انصار کو کھیل پسند ہے [۵] (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور زفاف بھی [۶]

---

[۱] یہ شعر یا تو کسی کافر کا ہے کہ کافر کو حضور کی نعت سے کیا تعلق نہ ان بچیوں کا کہ بچیاں اشعار بنانا نہیں جانتیں یقیناً کسی صحابی کا ہے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے علم غیب کے معتقد تھے، حضور کی ازواج پاک نے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون آپ کے پاس پہنچے گی، شہیدوں کی مائیں پوچھتی تھیں کہ میرا بچہ کہاں ہے کس حال میں ہے؟ بہر حال صحابہ علم غیب کے معتقد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاعر کو مشرک یا کافر نہ فرمایا نہ اس شعر کو برا کہا [۲] کیوں چھوڑ دو یا اس لیئے دف اور کھیل کے دوران نعت شریف چاہیئے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعہ) یا اس لیئے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ ملانا اچھا نہیں یا اس لیئے کہ ہمارے سامنے ہماری تعریف کیوں کرتی ہو یا علم غیب کی نسبت ہماری طرف نہ کرو اگرچہ ہم کو رب تعالٰی نے علم غیب دیا مگر ہم کو عالم الغیب وغیرہ نہ کہو (از مرقاۃ) دیکھو عیسٰی علیہ السلام کو خالق نہیں کہتے مگر قرآن کریم میں ہے اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ۔ الآیۃ غرضکہ اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے [۳] معلوم ہوا کہ یہ گیت درست تھے اور ان کا گانا ان بچیوں کے لئے مباح تھا یہ امر اباحت کا ہے [۴] یعنی انصاری بی بی اپنے شوہر کے گھر رخصت ہو کر گئیں، ان بزرگوں کے نام معلوم نہ ہو سکے [۵] یہاں کھیل سے مراد بچیوں کے گیت ہیں یا بالغ عورتوں کے پست آواز سے جائز اشعار پڑھنے کی آواز گھر سے باہر نہ آئے اور غیر لوگ نہ سنیں، انہیں کھیل اس لیئے کہا گیا کہ باعث سرور ہیں جیسے تیراندازی گھوڑے بازی اپنی بیوی سے خوش طبعی کو لہو فرمایا گیا، حرام کھیل تماشے گانے باجے مراد نہیں لہٰذا چکڑالوی اس پر اعتراض نہیں کر سکتے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر گیت انصار کو پہلے سے ہی پسند تھے۔ اس پسندیدگی پر اعتراض نہ کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ پسندیدگی بری نہیں [۶] اہل عرب شوال کے مہینہ میں نکاح یا رخصتی منحوس جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اس مہینہ کا نکاح کامیاب نہیں ہوتا میاں بیوی کے دل نہیں ملتے کہتے تھے کہ شوال بنا ہے شول سے جس کے معنی ہیں مٹانا دور کرنا زمین پر پھینکنا آپ ان کے اس خیال کی تردید فرما رہی ہیں بعض رافضی بھی عیدوں کے درمیان اور محرم میں نکاح کو منحوس مانتے ہیں یہ سب وہم باطل ہے (مرقات)

نِسَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی تجھ سے زیادہ محبوبہ تھی [1] (مسلم) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شرطوں میں زیادہ وفا کے قابل وہ شرط ہے جس سے تم نے بیویوں کو حلال کیا [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ پہلا یا نکاح کرے یا چھوڑ دے [3] روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے [4] تاکہ اس کا پیالہ

[1] مقصد یہ ہے کہ میرا تو نکاح بھی ماہ شوال میں ہوا اور رخصتی بھی اور میں تمام ازواج مطہرات میں حضور کو زیادہ محبوبہ تھی اگر یہ نکاح اور رخصت مبارک نہ ہوتی تو میں اتنی مقبول کیوں ہوتی علماء فرماتے ہیں کہ ماہ شوال میں نکاح مستحب ہے خیال رہے کہ جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بعد خدیجۃ الکبریٰ حضور کو بہت ہی محبوبہ تھیں آپ کا لقب ہے محبوبہ محبوب رب العلمین آپ کے ہی سینہ و گود میں حضور کی وفات ہوئی آپ ہی کے حجرہ میں حضور کا دفن ہوا [2] اس شرط سے مراد یا مہر ہے یا بیوی کا روٹی کپڑا وغیرہ مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد تمام وہ جائز شرطیں ہیں جو نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت لگائی جائیں یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ خاوند بیوی دونوں سے خطاب ہے یعنی نکاح کے وقت جو شرطیں خاوند کی طرف سے لگیں وہ تو بیوی ضرور پوری کرے جیسے خاوند کی اطاعت اور اس کی بغیر اجازت گھر سے نہ جانا جس سے ملنے سے روکے اس سے نہ ملنا اور جو شرطیں عورت کی طرف سے مرد پر لگیں انہیں مرد ضرور پورا کرے۔ جیسے زیور یا مکان نام کر دینے کی شرطیں یا خاص شرطوں پر تفویض طلاق مقصد یہ ہے کہ یوں تو تمام جائز شرطیں اور وعدے ضرور پورے کیئے جائیں مگر نکاح کے وعدے ضروری پورے کرنے چاہئیں۔ اسی لیئے نکاح کے وقت زوجین کو کلمے پڑھاتے ہیں تاکہ کلمہ پڑھ کر وعدے ہوں [3] یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام و سلام آرہے ہیں اور فریقین قریبًا راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضامندی نہیں ہوئی ہے تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے یہی حکم بیع کے متعلق آیا ہے وہاں بھی یہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے [4] یعنی اگر کوئی بیوی والا شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو یہ عورت یہ مطالبہ نہ کرے کہ تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو۔ تب نکاح کروں گی لہذا بہن سے مراد سوکن بننے والی عورت ہے کہ اسلامی بہن ہے اس میں اخلاق کی تعلیم ہے۔

صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❖ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ

کردے[1] اور تاکہ خود نکاح کرلے[2] کیونکہ اس کے لیئے وہ ہی ہے جو اس کے مقدر میں ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا[4] شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرے اس شرط پر کہ وہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح کردے[5] اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو[6] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسلام میں شغار نہیں[7] روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا[8] اور

[1] یعنی اس سوکن کا حصہ خود قبضہ کرے اس کا کھانا پینا عیش و آرام پر خود قبضہ کرے [2] لِتَنْكِحْ کا لام امر نہیں بلکہ لام کے معنی میں ہے اور یہ جملہ لِتَسْتَفْرِغَ پر معطوف ہے لہذا حدیث کا مطلب واضح ہے عورت کو سوکن پر نکاح کرلینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پہلی کی طلاق کے مطالبہ سے روکا گیا اس لِتَنْكِحْ کا فاعل یا تو خود یہ عورت ہے یا اس کی سوکن یعنی تاکہ وہ شخص پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ کسی اور جگہ نکاح کرلے اور ہوسکتا ہے کہ لِتَنْكِحْ کا لام امر ہو اور معنی یہ ہوں کہ اس عورت کو چاہیئے کہ اس مرد کی پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ کسی اور سے نکاح کرے (مرقات) [3] لہذا پہلی کو طلاق دلوانے سے اس کا اپنا نصیب بدل نہ جائے گا [4] شغار بنا ہے شغر سے بمعنی شہر کا خالی ہوجانا یا کسی کو جگہ سے ہٹانا دور ہوجانا (اشعہ) [5] بیٹی کا ذکر مثالًا ہے اس باب میں بہن بھتیجی بھانجی وغیرہ سب داخل ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی وغیرہ کا نکاح اس سے یا اس کے بیٹے وغیرہ سے کردے [6] یعنی ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو اس کے علاوہ اور کوئی مہر نہ ہو۔ خیال رہے کہ اگر یہ نکاح آپس میں ایک دوسرے کا مہر نہ ہوں صرف نکاح بشرط نکاح ہو تو بالاتفاق جائز ہے جیسا پنجاب میں عام طور پر ہوتا ہے کہ آمنے سامنے رشتہ لیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی نکاح کا مہر نہ ہو، ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو تو امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح فاسد ہیں، ہمارے ہاں دونوں نکاح درست ہیں یہ شرط فاسد ہے ہر لڑکی کو مہر مثل ملے گا [7] یعنی دور جاہلیت میں عرب میں نکاح شغار ہوتا تھا اسلام نے اسے منع فرمادیا۔ خیال رہے کہ اگر یہ شرط درست رہتی تو شغار رہتا جب یہ احناف نے اس شرط کو باطل قرار دیا اور ہر لڑکی کو مہر مثل دلوایا تو شغار نہ رہا، لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں جیسے دیگر فاسد شروط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد ہوجاتی ہے ایسے ہی یہ نکاح بھی بالشرط ہے جس میں نکاح درست اور شرط فاسد ہے جیسے کوئی شخص سور یا شراب کے عوض نکاح کرے تو نکاح درست ہے شرط فاسد، مہر مثل دیا جائے گا [8] متعہ کے لغوی معنی ہیں نفع اس سے ہے تمتع کرنا یہ اسلام میں دو بار حلال ہوا دو بار حرام چنانچہ فتح خیبر سے کچھ پہلے یہ حلال رہا اور خیبر کے دن حرام کردیا گیا پھر فتح مکہ کے سال جنگ اوطاس سے کچھ پہلے تین دن کے لیئے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیئے حرام کردیا گیا، لہذا یہ حدیث آئندہ حدیث کے خلاف نہیں

(از مرقات، نووی و اشعہ وغیرہ)

أَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلٰثًا ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ

پالتو گدھوں کے گوشت سے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے سال متعہ کی تین دن اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا[2] (مسلم) فصل دوسری - روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اور حاجات میں تشہد سکھایا[3] فرمایا نماز میں تشہد یہ ہے کہ تمام تحیتیں اور نمازیں خوبیاں

[1] انس یا تو الف کے پیش سے ہے یعنی انس و محبت رکھنے والا گدھا یا الف کے کسرے سے یعنی جسے انسان پالتے ہیں یہ پالتو کی قید وحشی گدھے یعنی گورخر (نیل گائے) کو نکالنے کے لیئے ہے کہ وہ حلال ہے اسلام میں پہلے گدھا حلال تھا پھر فتح خیبر کے دن ہمیشہ کے لیئے حرام کردیا گیا [2] یعنی خیبر میں متعہ حرام کیا گیا تھا پھر ایک سخت ضرورت کے تحت جنگ اوطاس میں تین دن کے لیئے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیئے حرام فرمادیا گیا عرب میں اس قدر زنا عام تھا کہ خدا کی پناہ اسلام کا بڑا معجزہ وہاں زنا بند کرانا ہے ایکدم زنا بند ہو سکتا تھا اس لیئے اس پر پابندی لگانے کے لیئے متعہ کی اجازت دی گئی کہ میعادی نکاح کرلو پھر میعاد گزرنے پر نکاح ختم۔ اس کے بعد عورت عدت گزارے جس کا خرچہ اور اگر اس نکاح سے بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی پرورش اس متعائی مرد کے ذمہ اس پابندی سے بہت حد تک گھٹ ورنہ گئے پھر ہمیشہ کے لیئے متعہ بھی حرام کردیا گیا، دیکھو! شراب حرام کرنا تھا تو پہلے اس پر پابندی لگائی کہ نشہ میں نماز نہ پڑھو جس سے شراب نوشی بہت حد تک کم ہوگئی پھر ایک دم حرام کردی گئی، نکاح متعہ قطعًا حرام ہے اس کے بعد جو صحبت ہوگی وہ محض زنا ہوگی۔ جس پر سارے احکام زنا جاری ہوں گے: متعہ کی حرمت پر قرآنی آیات و احادیث شاہد ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ اور فرماتا ہے وَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۔ بیوی و لونڈی کے علاوہ اور کوئی عورت تلاش کرو تو تم حد سے آگے بڑھنے والے ہو ممنوعہ بیوی نہ بیوی ہے نہ لونڈی اس لیئے اس کو میراث نہیں ملتی، اس کی بحث ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھیئے اور اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کیجیئے ہدایہ میں ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے، فتح القدیر میں ہے کہ یہ نسبت غلط ہے حق یہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر امت رسول کا اجماع ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس کو اس کے نسخ کی خبر نہ پہنچی تو اولًا وہ جواز کے قائل رہے، خبر پہنچ جانے پر وہ بھی حرمت کے قائل ہوگئے۔ دیکھیئے مسلم و نووی عبداللہ ابن عباس کا رجوع اس جگہ مرقات نے بھی بیان فرمایا شیعہ کے اکثر فرقے متعہ حرام جانتے ہیں الا البعض (مرقات) حضرت ابن عباس کا فرمان آگے مشکوٰۃ شریف میں بھی آرہا ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا پھر حرام ہوگیا۔

[3] حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ ہے کہ ہر شاندار کام کرتے وقت اللہ رسول کا ذکر بہت بہتر ہے۔

وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَيَقْرَاُ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

اللہ کو ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی [1] اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر [2] میں گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور خطبہ حاجت میں یہ ہے [3] کہ تمام حمد اللہ کو ہے [4] ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں [5] اور اسی سے معافی مانگتے ہیں [6] اور اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں [7] جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں [8] اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں [9] اور تین آیتیں پڑھتے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس سے ڈرنے کا حق [10]

۱؎ اس کی شرح کتاب الصلوۃ میں گزر گئی کہ نمازی اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ گر جانے اور پھر اپنے کو حضور کے سامنے حاضر جان کر بہ نیت اسلام یہ کلمات ادا کرے سمجھے کہ حضور میرا سلام سن رہے ہیں اور مجھے جواب دے رہے ہیں ۲؎ عَلَيْنَا سے مراد تو ہم جیسے سارے گنہگار بندے ہیں اور نیک بندوں سے مراد حضرات انبیاء و اولیاء ہیں لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں اس کی مکمل شرح کتاب الصلوۃ التحیات کے موقع پر گزر گئی ۳؎ حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ تمام ضروری چیزیں ہیں کہ ہر جگہ اول خطبہ پڑھے پھر کام یا کلام کرے اَنْ نون کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تب تو الحمد پر فتح ہوگا اور نون کے سکون سے بھی تب حمد پر پیش ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۴؎ حمد الٰہی کرنے پر بھی اس کی مدد مانگتے ہیں دوسری عبادات پر بھی اور تمام کاموں میں بھی اور اس کی مدد شامل حال نہ ہو تو ہم کچھ نہیں کر سکتے ۵؎ ہم گنہگار گناہ کرکے معافی مانگتے ہیں، ابرار گناہ نہ کرکے بھی معافی کے طالب ہیں اور اخیار نیکیاں کرکے بھی معافی چاہتے ہیں کہ اس رب کی شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہو سکی ۶؎ کیونکہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہمارا نفس ہے جو دوستی کے رنگ میں دھوکہ دیتا ہے اور ہر دم ہمارے ساتھ رہتا ہے اللہ کے کرم کے بغیر اس کی شرارتوں سے ہم نہیں بچ سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہم کو تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضرات انبیائے کرام کے نفس امارہ ہوتے ہی نہیں مطمئنہ ہوتے ہیں ان کے نفوس میں خیر ہی خیر ہے ۷؎ یعنی جسے اللہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس شیطان، دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالٰی گمراہی کا خلق فرمادے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابوجہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پا سکا؛ چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی خیال رہے کہ شرکی نسبت نفس کی طرف کسبی ہے اور گمراہ کرنے کی نسبت رب تعالٰی کی طرف خلقی ہے، ہم کاسب شر ہیں، رب تعالٰی خالق خیر و شر ہے ۸؎ حضور سید المخلوقات ہیں اور بندہ

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَ فِیْ جَامِعِ التِّرْمِذِیِّ فَسَّرَ الْاٰیَاتِ الثَّلٰثَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَۃَ بَعْدَ قَوْلِہٖ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَبَعْدَ قَوْلِہٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَالدَّارِمِیُّ

اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو[۱]۔ اے ایمان والو! اس سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو[۲] اور رحمی رشتوں سے ڈرو[۳]۔ بیشک اللہ تم پر حافظ ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو[۴] رب تمہارے کام درست کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ رسول کی اطاعت کرے وہ بڑا ہی کامیاب ہے[۵] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی،) اور جامع ترمذی میں ہے تینوں آیتوں کی تفسیر[۶] سفیان ثوری نے فرمائی اور ابن ماجہ نے الحمدللہ کے بعد نحمدہ پڑھا۔ اور من شرور انفسنا کے بعد ومن سیئات اعمالنا زیادہ کیا اور دارمی نے

تمام خلق کے رسول ہیں ایسی رسالت عامہ حضور کے سوا کسی کو نہ عطا ہوئی ۹؎ یقرا کا فاعل یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی حضور نے ہماری تعلیم کے لیئے تین آیات پڑھیں یا اس کا فاعل ہر خطیب ہے یعنی خطبہ پڑھنے والا اس حمد و ثنا و نعت کے بعد تین آیات پڑھے (مرقات) ۱۰؎ اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد رکھا جائے کبھی بھولا نہ جائے اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اتنا خوف خدا جو اس کے حق کے لائق ہو کون کرسکتا ہے تب یہ آیت کریمہ اتری فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ جس قدر طاقت رکھو اللہ سے ڈرو لہذا یہ دوسری آیت پہلی آیت کی مفسر ہے ناسخ نہیں (معالم التنزیل و مرقات) یعنی جس قدر ہوسکے اور جتنا بن پڑے اتنا رب سے ڈرے۔

۱؎ یعنی ہمیشہ ایمان پر قائم رہو کہ جب بھی تم کو موت آئے ایمان پر آئے اللہ تعالٰی نصیب فرمائے اسلام میں ایمان و اعمال سب داخل ہیں ۲؎ شاید یہ قراۃ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی ہے ہماری قراۃ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الایہ یہی درست ہے ۳؎ یعنی جب کسی سے مانگتے ہو تو اللہ کے نام پر مانگتے ہو کہ خدا کے لیئے ہم کو یہ دو جس کے نام سے تم کو بھیک ملتی ہے اس کو راضی بھی کرو کہ اس سے ڈرو ۴؎ ارحام ہماری قرات میں منصوب ہے لفظ اللہ پر معطوف یعنی رحم قطع کرنے سے ڈرو اور ہوسکتا ہے کہ ارحام مجرور ہو بہ کی ضمیر پر یعنی لوگوں سے رشتہ کے واسطے سے مانگتے ہو لہذا رحمی رشتہ کا بھی لحاظ رکھو ۵؎ درست بات سے مراد یا کلمہ طیبہ ہے یا ہر سچی بات یا عدل و انصاف کی بات یعنی ہمیشہ کلمہ طیبہ پڑھا کرو، سچ بولا کرو انصاف کی بات کیا کرو ۶؎ یعنی انسان کی کامیابی مال و دولت عزت و حکومت سے نہیں اللہ رسول کی اطاعت سے ہے کہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی اور لازوال ہے ۷؎ یعنی سفیان ثوری نے یہ حدیث و خطبہ بھی نقل فرمایا ان مذکورہ آیتوں کی تفسیر بھی کی۔

بَعْدَ قَوْلِهٖ عَظِيْمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَغَيْرِهٖ ۔ **وَعَنْ** اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَاُ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

عظیما کے بعد فرمایا[1] کہ پھر اپنے کام کی بات کرے اور شرح سنہ میں حضرت ابن مسعود سے خطبۃ الحاجۃ میں فرمایا نکاح وغیرہ[2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر وہ خطبہ جس میں کلمہ شہادت نہ ہو وہ کوڑھ والے ہاتھ کی طرح ہے[3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شاندار کام[4] اللہ کی حمد سے شروع نہ ہو وہ ناقص ہے[5] (ابن ماجہ) روایت ہے[6] انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

1. دارمی کا عطف ابن ماجہ پر ہے یعنی ابن ماجہ نے تو ان الحمد للہ کے بعد نحمدہ زیادہ کیا و شرور انفسنا کے بعد ومن سیئات اعمالنا بڑھایا اور دارمی نے عظیما کے بعد یہ الفاظ زیادہ کیے کہ پھر وہ بات کرے جس کے لیے خطبہ پڑھا۔
2. یعنی دوسری روایات میں تو خطبہ حاجت میں صرف نکاح کا لفظ ہے مگر شرح سنہ میں نکاح وغیرہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ خطبہ صرف نکاح کے لیے ہی نہیں ہے وعظ وغیرہ دوسری دینی کلاموں کے لیے بھی ہے، حصن حصین میں اس خطبہ میں اور بھی الفاظ شامل ہیں چنانچہ وہاں ورسولہ کے بعد ہے۔ ارسلہ بالحق بشیرًا ونذیرًا بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فلا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئًا بہرحال خطبہ میں زیادتی وکمی ہوسکتی ہے بہتر یہ ہے کہ منقولہ الفاظ ضرور پڑھے (از مرقات وغیرہ)
3. جذما یا تو جذم سے بنا بمعنی کٹ جانا یا جذام سے بمعنی کوڑھ یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی جو خطبہ شہادت توحید و رسالت سے خالی ہو وہ کٹے ہوئے یا کوڑھ والے ہاتھ کی طرح ہے کہ بظاہر ہاتھ معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ والے کو فائدہ مند نہیں ایسے ہی ایسے خطبہ میں الفاظ تو سننے میں آتے ہیں مگر وہ نہ عند اللہ قبول ہے نہ اس پر ثواب نہ اس میں برکات معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت بڑا ہی فائدہ مند عمل ہے یہ مسلمان کا زندگی و موت کا وظیفہ ہے
4. بال کے لغوی معنی ہیں دل، خیال، توجہ، اصطلاح میں اس کے معنی ہیں شان، اچھا انجام، حال شریف، چونکہ ایسے کام کی طرف دل متوجہ ہوتا ہے اس لیے اسے بال کہتے ہیں یہ قید لگا کر مکروہ ممنوع کاموں کو نکال دیا لہذا حقہ پیتے وقت بسم اللہ اور پی کر الحمد للہ پڑھنا مکروہ ہے یوں ہی شراب جوئے زنا پر یہ پڑھنا حرام ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے یوں ہی جھوٹ غیبت وغیرہ پر یہ پڑھنا سخت ممنوع ہے
5. اقطع کے معنی ہیں مقطوع البرکت یعنی ناقص ناتمام بعض روایت میں ہے فَهُوَ اَجْذَمُ اس کے معنی بھی یہی ہیں
6. نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب اربعین میں یہ حدیث بروایت عبدالقادر رہاوی عن کعب ابن مالک باسناد حسن نقل کی ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں روایت کی بہرحال یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔

(اشعہ)

اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْہِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ ؀ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَیْہِ بِالدُّفُوْفِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ؀ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِی النِّکَاحِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شان والا کام کہ اس میں حمد الٰہی سے ابتدا نہ کی جائے وہ ناقص ہے[1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان نکاحوں کا اعلان کرو[2] اور کرو مسجدوں میں[3] ان پر دف بجاؤ[4] (ترمذی) اور یہ فرمایا یہ حدیث غریب ہے[5] روایت ہے حضرت محمد ابن حاطب جمحی سے[6] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حلال و حرام کے درمیان نکاح میں آواز اور دف ہے[7] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

[1] یہ گزشتہ حدیث کی طرح ہے صرف فیہ اس میں زائد ہے مطلب ایک ہی ہے انہی احادیث کی بنا پر مصنفین اپنی دینی کتب بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں اکثر حضرات تو بسم اللہ اور الحمد للہ کو اپنی کتب کے شروع میں لکھتے اور بعض صرف زبانی کہہ لیتے ہیں لکھتے نہیں جیسے ابن حاجب نے کافیہ میں اور امام محمد ابن اسمٰعیل نے اپنی کتاب بخاری شریف میں کیا، بڑی بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک کے اول میں بھی بسم اللہ اور الحمد للہ الخ ہے [2] اگر اعلان سے مراد گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرنا ہے تو یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ گواہ نکاح کے لیے شرط ہیں اور اگر اس سے مراد مشہور کرنا دف بجانا ہے تو حکم استحبابی ہے (مرقات) [3] فقہاء فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں تمام نمازیوں کے سامنے ہو تاکہ نکاح کا اعلان بھی ہو جائے اور ساتھ ہی جگہ اور وقت کی برکت بھی حاصل ہو جائے نیز نکاح عبادت ہے اور عبادت کے لیے عبادت خانہ یعنی مسجد موزوں ہے [4] نکاح کے وقت نکاح کی جگہ دف بجانا بہتر ہے لیکن اگر نکاح مسجد میں ہو تو مسجد کے دروازے کے باہر دف بجائی جائے یا خارج مسجد میں نہ کہ داخل مسجد میں لہذا اس حدیث کی وجہ سے مسجدوں میں دف وغیرہ بجانے کی حلت کا قول بالکل درست نہیں (مرقات) فقہاء فرماتے ہیں کہ باجوں میں ڈھول باجا حرام لعینہ ہے کہ کسی طرح جائز نہیں اس کے سوا دوسرے باجے اگر کھیل کود کے لیے ہوں تو حرام، اگر اعلان وغیرہ صحیح مقصد کے لیے ہوں تو حلال (از مرقات و فتح القدیر) [5] اس حدیث کی اسناد میں عیسیٰ ابن میمون ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے (اشعہ) مگر صرف اعلان نکاح کی حدیث احمد، ابن حبان، طبرانی فی الکبیر، ابو نعیم فی الحلیہ، حاکم فی المستدرک نے عبداللہ ابن زبیر سے مرفوعًا نقل فرمائی مساجد میں ہونا دف بجانا یہ غریب ہے مگر بیان استحباب کے لیے کافی ہے [6] آپ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی بہت چھوٹی عمر میں اپنے چچا خطاب ابن حارث ابن معمر کے ساتھ مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی بہت چھوٹی عمر میں حضور انور کی زیارت کی امت میں سب سے پہلے انہی کا نام محمد رکھا گیا ۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ) [7] آواز سے مراد اعلان ہے یا گولے وغیرہ کی آواز ہے دف میں تاشہ بھی داخل ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر دف تاشہ، یا اعلان کے نکاح ہوتا ہی نہیں بلکہ اعلان نکاح کی ترغیب مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ حلال نکاح اعلانیہ ہوتے ہیں مشکوک و حرام چھپ کر کیے جاتے ہیں کہ نہ کسی کو خبر ہو نہ کوئی اعتراض کرے جیسے نکاح پر نکاح یا عدت میں نکاح وغیرہ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عِنْدِيْ جَارِيَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ رَوَاهُ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَّقُوْلُ اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی[1] جس کا میں نے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم گیت کیوں نہیں گاتیں[2] کیونکہ یہ قبیلہ انصار گیت گانا پسند کرتے ہیں[3] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جناب عائشہ نے اپنے ایک قرابت دار انصاری کا نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو بھیج دیا[4] عرض کیا ہاں فرمایا کیا اس کے ساتھ اس کو بھیجا جو گیت گائے بولیں نہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار ایسی قوم ہے جس میں غزل خوانی کا رواج ہے[5] تم اس کے ساتھ بھیجتیں جو کہتا ہم آگئے ہم آگئے اللہ ہم کو بھی اور تم کو بھی زندگی دے[6] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سمرہ سے کہ رسول

1 یہ بچی یا تو حضرت ام المومنین کی کوئی عزیز قریبی تھی یا یتیمہ تھی جو آپ نے پرورش کی تھی پہلا احتمال قوی ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے 2 یعنی خود کیوں نہیں گیت گاتیں یا کسی لڑکی سے گانے کو کیوں نہیں کہتیں یا کوئی گانے والی کیوں نہیں گاتی، یہ صیغہ یا واحد مخاطبہ کا ہے یا غائبہ کا (مرقات) 3 یعنی انصار شادی بیاہ میں گیت وغیرہ کو محبوب رکھتے ہیں اور نکاح بھی انصاری بچی کا ہے تو گیت بہتر تھا۔ گیت کی تحقیق پہلے ہوچکی کہ شادی میں چھوٹی بچیوں کا دف بجانا گانا یا بالغہ عورت کا آہستہ آواز سے جائز گیت گانا جائز ہے وہ ہی یہاں مراد ہے جوان عورتوں کو اونچی آواز سے عشقیہ حرام گانے خصوصًا جب کہ اجنبی مردوں تک آواز پہنچے سخت حرام بلکہ بڑے فساد کا باعث ہیں جب پاکیزہ گیت شادیوں پر عرب میں مروج تھے ان کا نمونہ آگے آرہا ہے 4 یعنی صرف نکاح کیا ہے یا رخصت بھی کردی اور لڑکی خاوند کے پاس بھیج بھی دی 5 معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین مکہ میں شادی کے موقعہ پر گیت و غزل کا رواج نہ تھا انصار مدینہ میں رواج تھا 6 یہ وہ پاکیزہ گیت ہیں جن کی اجازت دی گئی تھی

گیت کیا ہے حمد الٰہی ہے تبلیغ ہے دعا ہے اور یاروں سے ملنے پر خوشی کا اظہار ہے

ایسے اشعار تو ایک طرح عبادت ہیں ان احادیث کی بنا پر اس زمانہ کے

گانوں کا جواز ثابت کرنا سخت غلطی ہے اور منکرین حدیث کا انکار کرنا جہالت ہے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ زوجها ولیان فهی للاول منهما ومن باع بیعا من رجلین فهو للاول منهما رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی ::

الفصل الثالث: عن ابن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معنا نساء فقلنا الا نختصی فنهانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح المرأۃ بالثوب الی اجل ثم قرأ عبد اللہ یایها الذین امنوا لا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا نکاح دو ولی کردیں تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کیلئے ہوگی[1] اور دو شخصوں کے ہاتھ چیز فروخت کردے تو وہ ان دونوں میں پہلے کا ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)[3] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی ہوجائیں[4] اس سے ہم کو منع فرمایا[5] پھر ہم کو متعہ کرلینے کی اجازت دی[6] تو ہم میں سے ایک کسی عورت سے کپڑے کے عوض ایک وقت تک نکاح کرلیتا تھا[7] پھر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو!

[1] یعنی جس عورت بالغہ یا نابالغہ کا نکاح ایک درجہ والے دو ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا بے خبری میں یا باخبر ہوتے ہوئے دو شخصوں سے کردیں تو ان میں سے پہلا نکاح درست ہے دوسرا باطل اگرچہ دوسرے خاوند نے صحبت بھی کرلی ہو اسی پر فتویٰ ہے۔ عطا فرماتے ہیں اگر دوسرے نے صحبت کرلی ہو تو یہی نکاح درست ہے پہلا باطل امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح باطل ہیں کہ منعقد ہوتے ہی نہیں پھر صحبت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا (مرقات) یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ دونوں نکاح آگے پیچھے ہوئے ہوں لیکن اگر اتفاقًا ایک وقت ہوگئے تو ہمارے ہاں بھی دونوں باطل ہیں اس مسئلہ کی بہت تفصیلیں ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اگر بالغہ کا نکاح اس کی بغیر اجازت دو ولیوں نے کیا تو جسے بالغہ درست رکھے وہی درست ہے اگر دونوں کو درست رکھے تو جس کی اجازت پہلے دی وہ درست ہے اور اگر ساتھ دونوں کی اجازت دی تو دونوں باطل [2] اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر کسی نے ایک چیز آگے پیچھے دو کے ہاتھ فروخت کی تو پہلی بیع درست ہے دوسری باطل اور اگر ایک ساتھ دو کے ہاتھ بیچی اور دونوں گاہکوں نے بیک وقت قبول کی تو دونوں بیع درست ہیں اور وہ چیز دونوں کی مشترک ہوگی [3] یہ حدیث احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کی [4] اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قوت بہادری، تقویٰ اور خوف خدا کا پتہ لگا کہ شہوت کا غلبہ ہے بیوی ساتھ نہیں تو زنا تو کیا ہاتھ سے منی نکالنے کا بھی خیال نہیں فرماتے خصی ہوکر اپنے کو ناقص کرلینا منظور ہے مگر گناہ منظور نہیں [5] معلوم ہوا کہ انسان کا خصی کرنا حرام ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، جانور کا خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس میں فائدہ ہو [6] یہ اجازت متعہ کی عارضی اجازت تھی کہ شراب کی طرح یہ بھی ہمیشگی سے حرام کیا گیا [7] خیال رہے کہ متعہ اور نکاح موقت کے الفاظ میں فرق ہوتا ہے متعہ میں استمتع کہتے ہیں اور نکاح وقتی میں تزوجت الی فلاں مدت بولتے ہیں متعہ کی حرمت پر اجماع امت ہے نکاح موقت کو جمہور علماء حرام فرماتے ہیں امام زفر فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے اور یہ مدت کی شرط باطل یعنی وقتی نکاح دائمی ہوگا۔

تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَتُصْلِحُ شَيْئَهٗ حَتّٰى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❊ وَعَنْ

ان پاکیزہ چیزوں کو حرام رہا تو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ متعہ شروع اسلام تھا کہ کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی[۲] تو کسی عورت سے اس وقت تک کیلئے نکاح کرلیتا کہ سمجھتا ہیں اتنا ٹھہرے گا وہ عورت اسکے سامان کی حفاظت کرتی اس کا کھانا درست کرتی[۳] حتی کہ یہ آیت کریمہ اتری مگر اپنی بیویوں پر یا ان پر جن کے وہ مالک ہیں[۴] فرمایا حضرت ابن عباس نے کہ دو کے سوا تمام شرمگاہیں حرام ہیں[۵] (ترمذی) روایت ہے حضرت

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود متعہ یا نکاح موقت کے جواز کے قائل تھے لیکن یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود دونوں متعہ کے جواز کے قائل تھے مگر دونوں اس سے رجوع فرماگئے عبداللہ ابن عباس نے تو سعید ابن جبیر کے سمجھانے پر رجوع کیا اور حضرت ابن مسعود نے ان کے بعد جب انہیں دونوں کو اس کے ناسخ کا پتہ لگا رجوع کرلیا حضرت علی تو متعہ کی حلت کے قائل تھے ہی نہیں وہ اول ہی منسوخ مانتے تھے تعجب ہے کہ روافض متعہ کی حلت میں حضرت ابن مسعود کا پہلا قول تو مان لیتے ہیں اور حضرت علی کا قول نہیں مانتے جناب علی متعہ کو حرام فرماتے ہیں ۲؎ جو اس نو وارد کا انتظام کرتا اور اسے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی جو یہاں اس کا انتظام کرے ۳؎ شی شوی سے بنا بمعنی بھوننا اس لیے بھنے گوشت کو لحم مشوی کہا جاتا ہے یہاں بمعنی کھانا پکانا ہے، بعض نے فرمایا کہ شی بمعنی اشیاء ہے یعنی اسباب (مرقات) ۴؎ یعنی اس آیت کے نزول پر متعہ حرام ہوگیا کیونکہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی تولا محالہ رنڈی زانیہ ہوگی اور اسلام میں زنا تمام قسموں کے ساتھ حرام ہوچکا ہے ۵؎ خلاصہ یہ ہے کہ اب سوائے بیوی و لونڈی کے تمام عورتیں حرام ہیں اور ممتوعہ عورت ان دونوں کے سوا ہے اس لیے ممتوعہ عورت کو اس متاعی خاوند کی میراث نہیں ملتی نہ اس عورت کی خاوند کو، ممتوعہ عورت سے روافض کے ہاں حرمت مصاہرت ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے متعہ کی حلت کے خیال سے رجوع فرمالیا مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس متعہ حلال جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس خبردار میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سنا کہ آپ نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھا حرام فرمایا، اسی مسلم شریف میں بروایت عروہ ابن زبیر ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مکہ معظمہ میں فرمایا بعض آنکھوں اور دل کے اندھے اب تک متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ ہوتا تھا اس پر حضرت زبیر نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے پر تجربہ کر کے دیکھ لو اگر تم متعہ کرو تو میں تم کو بھی سنگسار کردوں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے جناب علی کے فرمان پر متعہ سے رجوع نہ کیا بہت عرصہ بعد رجوع فرمایا (مسلم مرقات) تمام صحابہ حضرت ابن عباس کے فتوی جواز متعہ کے خلاف ہوگئے تھے حتی کہ ان کے خلاف شعر لکھے"۔ جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

عَامِرِبْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى قُرْظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ فِىْ عُرْسٍ وَّ اِذَا جَوَارٍ يُّغَنِّيْنَ فَقُلْتُ اَىْ صَاحِبَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلَ بَدْرٍ يُّفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَا اجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَاِنَّهٗ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِى اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ۔ **بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ** **اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

عامر ابن سعد سے فرماتے ہیں میں قرظہ ابن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا[۱] تو ناگاہ کچھ بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیو! اور اے بدر والو! تمہارے پاس یہ کام کیا جا رہا ہے[۲] تو وہ دونوں صاحب بولے اگر تم چاہو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو چلے جاؤ ہم کو شادی کے موقع پر لہو و لعب کی اجازت دی گئی ہے[۳] (نسائی)، حرام عورتوں کا باب[۴]۔ فصل پہلی۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ عورت اور نہ اس کی پھوپھی کو جمع کیا جائے[۵] اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو[۶] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

هل لک يا خصة الاطراف انسة ٭ تکون مثواک حتی مصدر الناس

قد قلت للشيخ لما طال محبسة ٭ يا صاح هل لک فی فتوی ابن عباس

حضرت ابن عباس نے یہ شعر سن کر فرمایا قسم رب کی میں نے متعہ کے حلت کا فتوی نہ دیا متعہ تو خون سور مردار کی طرح حرام ہے (مرقات)

۱؎ عامر ابن سعد ابن ابی وقاص مشہور تابعی ہیں اور قرظہ ابن کعب (ق، ر، ظ) سے اور ابو مسعود دونوں صحابی ہیں بدری ہیں ۲؎ یعنی اسلام میں گانا مطلقًا حرام ہے اور تمہارے سامنے بچیاں گا رہی ہیں تم دونوں جلیل الشان صحابی منع نہیں کرتے لوگ تمہارے منع نہ کرنے کی وجہ سے اسے جائز سمجھیں گے یہاں جمع دو کے لیے بولی گئی ۳؎ یعنی شادی بیاہ میں نعتیں بچیوں کا جائز گیت گانے کی اجازت ہے جائز کام کو ہم کیوں روکیں۔ ۴؎ محرمات تحریم سے بنا یعنی حرام کی ہوئی عورتیں جن سے نکاح درست نہیں خیال رہے کہ عورتیں تین وجہ سے حرام ہوتی ہیں نسب سسرالی رشتہ دودھ یعنی رضاعت۔ نسب کی وجہ سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں (۱) اپنی اولاد جیسے بیٹی نواسی پوتی اور ان کی اولاد (۲) اپنے اصول یعنی جن کی اولاد ہم ہیں جیسے ماں دادی نانی وغیرہ تمام اصول (۳) اپنے قریبی اصول یعنی ماں باپ کی مطلق اولاد جیسے بہن بھانجی بھتیجی اور ان کی تمام اولاد (۴) اپنے بعیدی اصول یعنی دادا نانا کی قریبی اولاد جیسے خالہ پھوپھی کہ یہ خود تو حرام ہیں مگر ان کی اولاد حلال اور سسرالی رشتہ سے اپنی بیوی کی اولاد اور اس کی ماں دادی وغیرہ اصول حرام اپنی اولاد بیٹے پوتے نواسے کی بیویاں یوں ہی اصول کی بیویاں جیسے باپ دادا نانا کی بیوی رضاعت یعنی شیر خوارگی سے تمام نسبی رشتہ کی طرح عورتیں حرام ہیں شعر ۵؎ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ٭ وز جانب شیر خوار زوجان و فروع محارم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ہے یعنی جو دو لڑکیاں ایک دوسرے پر حرام ہوں انہیں نکاح میں جمع نہیں کرسکتے، جیسے دو بہنیں، پھوپھی، بھتیجی خالہ بھانجی وغیرہ تفصیل کتب فقہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْهَا قَالَتْ جَآءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَأْذَنِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

علیہ وسلم نے کہ دودھ کے رشتہ سے وہ ہی عورتیں حرام ہوتی ہیں جو ولادت کے رشتہ سے حرام ہوتی ہیں۱ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میرے دودھ کے چچا آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۲ میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کیا تا آں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے پوچھا فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں اجازت دے دو۳ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۴ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے چچا ہیں تمہارے پاس آسکتے ہیں۵ یہ واقعہ ہم پر پردہ فرض ہونے کے بعد کا ہے۶ (مسلم،بخاری)

میں دیکھئے۔ ۵ یعنی ایسی عورتوں کو نہ تو نکاح میں جمع کرو، نہ صحبت میں، لہذا پھوپھی بھتیجی وغیرہ بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں، اور اگر یہ دونوں ایک شخص کی لونڈیاں ہوں، تو مولیٰ ان دونوں سے صحبت نہیں کرسکتا۔ ۶ حرمت جمع کیلئے قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جو بھی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو، دیکھو خالہ بھانجی اگر خالہ مرد ہوتی تو ماموں ہوتی بھانجی اس پر حرام ہوتی، اگر بھانجی مرد ہوتی تو بھانجہ ہوتی خالہ اس پر حرام ہوتی لہذا ماں اور سوتیلی بیٹی کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں کہ اگر بیٹی لڑکا ہوتی تو یہ سوتیلی ماں اس پر حرام ہوتی لیکن اگر ماں مرد ہوتی تو اس پر یہ لڑکی حرام نہ ہوتی لہذا حرمت ایک طرف سے ہے۔

۱ دودھ پینے والے بچے پر دائی کے تمام وہ اہل قرابت حرام ہیں جو اپنے نسب سے حرام ہوتے ہیں دائی کا خاوند، بیٹا، خاوند، دیور، جیٹھ بھائی وغیرہ مگر شیرخوار بچے کی اولاد وبیوی اس طرف والوں پر حرام ہوگی رضاعت رضع سے بنا بمعنی پستان چوسنا خیال رہے کہ دودھ کے رشتہ سے حرمت تو آئے گی مگر اس رشتہ سے میراث نہ ملے گی نیز اس رشتہ کی وجہ پردہ لازم نہ ہوگا اس کے ساتھ سفر وخلوت جائز ہوگا **لطیفہ** امام بخاری نے غلطی سے بکری و گائے کے دودھ سے حرمت رضاعت کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر تمام علماء ان کے مخالف ہوگئے اور آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا (فتح القدیر ومرقات) ۲ یہ حدیث مسلم و ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ نے بھی روایت کی لہذا اسے متفق علیہ کہنا چاہیے تھا (مرقات) ۳ ان آنے والے حضرت کا نام افلح تھا کنیت ابوالجعد ہے ابوقعیس کے بھائی، ابوقعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ صدیقہ کو دودھ پلایا تھا ۴ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ کی ماں کا وہ خاوند جس سے یہ دودھ ہو وہ مرد دودھ پینے والا بچہ کا باپ بن جاتا ہے اور اس کا بھائی چچا اس کا والد ہوا فقہاء اسے کہتے ہیں لبن الفحل ۵ ام المومنین سمجھیں کہ دودھ سے حرمت آتی ہے اور دودھ تو عورت کا ہے لہذا اس کے اقارب حرام ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے خاوند کے اس لیے یہ سوال کیا ۶ خلاصہ جواب یہ ہے کہ دودھ اگرچہ اس ماں کا ہے مگر اس کے خاوند سے ہے اس لیے دو طرفہ حرمت ہوگی، سبحان اللہ کیا فلسفیانہ و حکیمانہ جواب ہے ۷ لہذا یہ حکم آیت حجاب سے منسوخ نہیں یہ حکم محکم ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَإِنَّهَا أَجْمَلُ فَتَاةٍ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ حَمْزَةَ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ وَفِي أُخْرَى لِأُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ أَوِ الْإِمْلَاجَتَانِ هٰذِهِ رِوَايَاتُ الْمُسْلِمِ ۔

روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی میں رغبت ہے، وہ قریش میں حسین ترین لڑکی ہے[1] تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ کے بھائی ہیں[2] اور یہ کہ اللہ نے دودھ کے رشتے سے وہ عورتیں حرام کیں جو نسب سے حرام فرمائیں[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ام الفضل سے[4] فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار یا دو بار دودھ پینا حرام نہیں کرتا[5] اور حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو چوسیاں حرام نہیں کرتیں اور ام الفضل کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا[6] یہ مسلم کی روایتیں ہیں۔ روایت ہے حضرت

1 یعنی دختر بنت حمزہ آپ کی چچازاد بھی ہے اور قریش میں بہت حسینہ و جمیلہ و خوب سیرت بھی اس سے آپ کا نکاح بہت موزوں ہوگا۔ 2 کیونکہ ابولہب کی لونڈی بی بی ثویبہ نے اولًا حضرت حمزہ کو دودھ پلایا پھر چار سال کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا معلوم ہوا کہ شیر کی حرمت میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ ایک پستان کا دودھ ایک ہونا کافی ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار عورتوں نے دودھ پلایا، والدہ مطہرہ آمنہ خاتون، ثویبہ، ام ایمن، حلیمہ سعدیہ اور تمام دودھ پلانے والیاں ایمان لائیں تین بیبیاں تو اپنی زندگی میں ہی اور حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کو حضور نے زندہ فرماکر انہیں کلمہ پڑھایا شرعی مومنہ و صحابیہ بنایا (مرقات نقلًا عن سیوطی) 3 خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ میرے چچا بھی ہیں اور شیر کے بھائی بھی اور دودھ کے بھائی کی بیٹی حرام ہوتی ہے کہ وہ بھتیجی ہے لہذا دختر بنت حمزہ مجھ پر حرام ہیں۔ 4 آپ کا نام لبابہ بنت حارث ہے کنیت ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ حضرت فضل ابن عباس اور عبداللہ ابن عباس کی والدہ ہیں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں۔ 5 حضرت امام شافعی کے ہاں پانچ گھونٹ دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے اور امام ابوعبید ابوثور داؤد کے ہاں تین گھونٹ سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے اور امام شافعی کی دلیل اگلی حدیث ہمارے امام اعظم کے ہاں مطلقًا دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے خواہ کتنا ہی پیئے ایک گھونٹ یا آدھا یا زیادہ بشرطیکہ شیر خوارگی کی مدت میں پئے یہ مدت اکثر علماء کے ہاں دو سال کی عمر ہے امام اعظم کے ہاں ڈھائی سال کی عمر امام اعظم کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ آیۃ کریمہ میں اَرْضَعْنَ مطلق ہے تین یا پانچ گھونٹ کی اس میں قید نہیں نیز قرآن کریم میں ہے وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ یہاں بھی رضاعت مطلق ہے اور یہ حدیث خبر واحد ہے جس سے قرآنی مطلق کو مقید نہیں کرسکتے نیز حضرت عائشہ کی حدیث ہے یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب یہاں بھی رضاعت مطلق ہے غرضکہ وہ آیت اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ 6 املاج لمج سے بنا (یعنی ہونٹ سے پکڑنا) املاج کے معنی ہیں ہونٹ پکڑوانا بچہ کے منہ میں پستان دینا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ أَوِ الْإِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَايَاتٌ لِمُسْلِمٍ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ

عائشہ سے فرماتی ہیں کہ قرآن میں جو آیات اتاری گئیں ان میں یہ آیت بھی تھی کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا[1] یہ مسلم کی روایات ہیں۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نازل شدہ قرآنی آیت میں یہ آیت بھی تھی کہ دس معلوم چسکیاں حرام کرتی ہیں پھر پانچ معلوم چسکیوں سے منسوخ کی گئیں[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ وہ قرآن سے پڑھی جاتی تھیں[3] (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے حالانکہ ان کے پاس ایک شخص تھا شاید آپ کو یہ ناپسند آیا[4] تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یہ میرے بھائی ہیں فرمایا غور کرلو کہ تمہارے بھائی کون ہیں شیر خوارگی بھوک کے زمانہ سے ہوتی ہے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ سے[6] کہ انہوں نے ابواہاب ابن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا

۱ یعنی حکم قرآنی پہلے حکم یہ تھا کہ اگر بچہ دس گھونٹ دودھ کسی عورت کا پیئے تب دودھ کی حرمت آئے گی پھر دس کا حکم منسوخ ہو کر پانچ کا حکم رہا یہ حدیث ہمارے خلاف ہے اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں پانچ گھونٹ سے حرمت آتی ہے ۲ یعنی پہلے دس گھونٹ والی آیت نازل ہوئی پھر بہت عرصہ کے بعد دس گھونٹ والی آیت تلاوت و حکم میں پانچ گھونٹ والی آیت سے منسوخ اور یہ پانچ گھونٹ والی آیت اتنے عرصہ کے بعد منسوخ ہوئی تلاوۃً نہ کہ حکمًا، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پانے تک بعض دیہات اور دور دراز کے علاقہ والوں کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی۔ اور وہ اس بے خبری میں بعد وفات بھی اس کی تلاوت کرتے رہے پھر خبر ہونے پر اس کی تلاوت بند کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی یہ آیت قرآن کریم میں تھی بعد میں صحابہ کرام نے نکال دی ورنہ اعتراض ہوگا کہ جناب علی و دیگر اہل بیت اطہار قرآن بگڑتا یا کم ہوتا ہوا دیکھ کر خاموش کیوں رہے انہوں نے قرآن بگڑنے کیوں دیا؟ خیال رہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے قرآنی مطلق آیات کو مقید نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے لہذا یہ حدیث امام شافعی کی دلیل نہیں بن سکتی ۴ کیونکہ یہ شخص درحقیقت جناب ام المؤمنین کا رضاعی بھائی نہ تھا حضرت ام المؤمنین غلطی سے اس کو اپنا دودھ کا بھائی سمجھے ہوئے تھیں اور آپ نے اس کو گھر میں آنے کی اجازت دیدی تھی ۵ یعنی اگر بڑا بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے رضاعت کے احکام ثابت نہ ہوں گے جب بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ عورت کا دودھ اس کی بھوک دفع کرسکے اور وہ اس دودھ پر ہی گزارہ کرسکے تب دودھ پینا شرعًا معتبر ہے اور وہ عمر دو یا ڈھائی سال کی ہے چونکہ اس شخص نے بچپن کے بعد دودھ پیا ہے اس لیے یہ شرعًا رضاعی بھائی نہیں اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ازواج مطہرات احترامًا

فَأَتَتْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ
قَدْ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا مَا عَلِمْنَا أَرْضَعَتْ
صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ
أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا

تو ایک عورت آئی بولی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے اسے دودھ پلایا ہے[1] تو اس سے عقبہ نے کہا کہ مجھے پتہ
نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے[2] اور نہ تم نے مجھے اس کی خبر دی انہوں نے ابواہاب کے گھر والوں کے پاس بھیجا ان سے پوچھا وہ لوگ بولے ہم کو خبر نہیں
کہ ہماری لڑکی کو اس نے دودھ پلایا ہے[3] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ سوار ہو کر پہنچے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ کہا گیا ہے[4] چنانچہ عقبہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا[5]
(بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس

میں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ احکام میں لہذا ان پر پردہ فرض ہے ان کی اولاد سے امت کا نکاح درست ہے ان کو امت کی میراث نہ ملے گی دوسرے یہ کہ ڈھائی برس کے بعد
دودھ پینا حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا [6] آپ نوفل ابن عبدمناف کی اولاد سے ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اہل مکہ میں آپ کا شمار ہے، صحابی ہیں۔

[1] لہذا عقبہ اور ان کی منکوحہ دودھ کے بھائی بہن ہیں ان کا یہ نکاح درست نہ ہوا فقہاء فرماتے ہیں کہ کوئی عورت بلاوجہ ہر بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جس کو پلائے اسے مشہور
کردے تاکہ آئندہ نکاح میں احتیاط رہے(مرقات)۔ [2] یعنی مجھ کو تو میرے گھر والوں نے یہ نہ بتایا نہ دوسرے کسی سے مجھے یہ معلوم ہوا [3] یعنی نہ تو عقبہ کے گھر والوں کو اس
واقعہ کا علم تھا نہ ان کی منکوحہ کے گھروالوں کو اگر ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو نکاح ہی نہ ہوتا [4] یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کے احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس
عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہوجائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہ ہی ہے کہ اسے علیحدہ کردو۔ اس حدیث کی بناء پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی
خبر پر عورت کو علیحدہ کردینا افضل ہے مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت
ہوجاتی ہے امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہوجاتا ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت
ہوجاتی ہے، مذہب احناف بہت قوی ہے، اس حدیث میں حرمت کا فتوے نہیں، بلکہ تقوی و احتیاط کا مشورہ ہے اسی لیے سرکار عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان
لیے نہ گواہی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا [5] یعنی عقبہ نے طلاق دیدی، اور بعد عدت اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کرلیا مرقات نے فرمایا
کہ عقبہ ابن حارث نے ام یحیی بنت ابی اہاب سے نکاح کیا ایک حبشی لونڈی نے کہا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے پھر خود
اس لونڈی نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا اس پر یہ ارشاد
عالی ہوا

إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ أَيْ فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوِ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ أَخِيهَا وَالْمَرْأَةُ عَلَى خَالَتِهَا أَوِ الْخَالَةُ عَلَى بِنْتِ أُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى

کی طرف روانہ فرمایا[1] یہ لوگ دشمن کے مقابل ہوئے ان پر جہاد کیا پھر غالب آگئے ان کی کچھ عورتیں قید کرلیں[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ان کی صحبت میں حرج سمجھا ان کے مشرک خاوندوں کی وجہ سے[3] تب اس بارے میں یہ آیت اللہ تعالٰی نے اتاری کہ تم پر خاوند والیاں عورتیں حرام سوا ان کے جن کے تم مالک ہوجاؤ[4] یعنی وہ ان پر حلال ہیں جب کہ ان کی عدت گزر جائے[5] (مسلم) دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت سے نکاح کیا جائے اس کی پھوپھی یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر[6] یا عورت سے اس کی خالہ پر یا خالہ سے اس کی بھتیجی پر نہ چھوٹی سے بڑی پر نکاح کیا جائے۔

[1] اوطاس طائف شریف کے علاقہ میں ایک وادی ہے جس میں قبیلہ ہوازن آباد تھا حنین کے ساتھ وہ بھی فتح ہوا [2] سبایا جمع ہے سبیۃ کی بمعنی قیدی عورت اوطاس میں مرد کفار بھی قید تھے عورتیں بھی یہاں صرف عورتوں کا ذکر ہے اس وجہ سے جو آگے مذکور ہے [3] یہ حضرات سمجھے کہ چونکہ یہ عورتیں منکوحہ ہیں ان کے خاوند زندہ ہیں ان سے طلاق حاصل کیے بغیر ان سے صحبت حلال نہیں [4] یعنی قید شدہ کافرہ عورتیں تمہاری لونڈیاں ہوگئیں ان کے احکام وہ نہیں جو آزاد مسلم عورتوں کے ہیں ان کے قید ہوتے ہی ان کے نکاح ختم ہوگئے [5] عدت سے مراد ایک حیض یا ایک ماہ گزر جانا ہے جسے فقہاء استبراء کہتے ہیں، کافرہ قیدیہ عورت سے استبراء صحبت حلال ہے، یہ تفسیر کسی راوی حدیث کی ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ قیدیہ کافرہ خواہ مشرکہ ہو یا اہل کتاب اس سے بعد استبراء مالک کو صحبت حلال ہے: امام شافعی کے ہاں کتابیہ قیدیہ سے تو صحبت حلال ہے مشرکہ قیدیہ سے صحبت حرام: وہ یہاں فرماتے ہیں کہ شاید یہ قیدی عورتیں مسلمان ہوچکی تھیں مگر تاویل بہت بعید ہے (مرقات) [6] اس جگہ ان عورتوں کا ذکر ہے جنہیں نکاح یا صحبت میں جمع نہیں کرسکتے قرآن کریم نے فرمایا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے مگر حدیث پاک میں کچھ اور تفصیل بیان ہوئی اور فقہاء نے اس لیے قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا کہ جن دو عورتوں میں حرمت دو طرفہ ہو کہ جسے مرد مانا جائے اس پر دوسری عورت حرام ہو ان کا جمع کرنا حرام ہے یہاں پھوپھی اور بھتیجی سے تینوں قسم کی پھوپھیاں و بھتیجیاں مراد ہیں سگی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنی باپ کی سگی بہن علاتی بہن اخیافی بہن یوں ہی سگے بھائی کی بیٹی علاتی بھائی کی اور اخیافی بھائی کی ان سب کا اجتماع حرام ہے۔

وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَرِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ بِنْتِ اُخْتِهَا۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّبِيْ خَالِیْ اَبُوْبُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَمَعَهٗ لِوَآءٌ فَقُلْتُ اَيْنَ تَذْهَبُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اٰتِيْهِ بِرَاْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِلنَّسَآئِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَاٰخُذَ مَالَهٗ۔ وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّيْ بَدَلَ

نہ بڑی سے چھوٹی پر[۱] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی) اور نسائی کی روایت میں بھانجی تک ہے[۲] روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں مجھ پر میرے ماموں ابوبردہ ابن نیار گزرے[۳] اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا[۴] میں نے کہا آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر آپ کے پاس لاؤں[۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) دارمی کی روایت میں ہے کہ مجھے حضور نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں[۶] اور اس روایت میں بجائے ماموں کے چچا

۱ چھوٹی بڑی سے مراد رشتہ کی چھوٹی بڑی ہے خالہ پھوپھی بڑی ہیں اگرچہ عمر میں چھوٹی ہوں یہ جملہ پچھلے جملہ کی تشریح ہے **۲** اس قسم کی دو عورتوں کے جمع کرنے کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتیں ذی رحم محرم ہوتی ہیں اور ان کا سوکن بننا جھگڑے فساد کا ذریعہ ہے تو یہ اجتماع قطعیت رحم کا سبب ہے۔ خیال رہے کہ ایسی دو عورتوں کا حقیقی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام اور حکمی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام لہذا پھوپھی کو طلاق دینے کے بعد جب تک پھوپھی عدت میں ہے تب تک اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتے کہ عدت حکمی نکاح ہے ہاں پھوپھی کے انتقال کے بعد فورًا ہی اس کی بھتیجی سے نکاح کرسکتے ہیں کہ خاوند پر عدت نہیں **۳** مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے خال کے عمی ہے یعنی میرے چچا گزرے مگر یہ غلط ہے صحیح خال ہے یعنی میرے ماموں گزرے **۴** یہ جھنڈا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا تاکہ اس بات کی علامت ہو کہ آپ سرکاری کام سے جارہے ہیں اور لوگوں میں اس سزا کا اعلان ہوجائے اسلام میں مجرموں کی علانیہ سزائیں دی جاتی ہیں چور کے ہاتھ بازار میں کاٹے جاتے ہیں زانی کو علانیہ چوراہوں میں سنگسار کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو حدیہ ہے کہ باغی لوگوں کو بعد قتل ان کے سر بازار میں لٹکائے جاتے ہیں **۵** یعنی اس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہے مجھے اس کو قتل کرکے سر بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کا حکم ملا ہے غالبًا یہ شخص کوئی مدعی اسلام ہوگا پھر اس نے یہ حرکت کرلی ہوگی یہ شخص مجرم و مرتد قرار دیا گیا اگر ہمارے ملک میں مجوسی رہتے ہوں جو اپنی ماں بہن بیٹی سے نکاح کرلیتے ہیں تو ہم ان کو اس حرکت سے نہ روکیں گے کہ یہ ان کی مذہبی رسم ہے اور ہمارے ہاں کفار کو مذہبی آزادی ہے لہذا یہ حدیث اس فقہی حکم کے خلاف نہیں **۶** اس سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ پہلے یہ شخص مسلمان تھا بعد میں اس نکاح کو حلال سمجھ کر کافر و مرتد ہوگیا لہذا اسے قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کا حکم صادر ہوا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو مدعی اسلام حرام عورتوں سے نکاح جائز مانے وہ مرتد ہے اور جو حرام سمجھ کر یہ نکاح کرے وہ بدترین فاسق ہے اور جسے حرمت کی خبر ہی نہ ہو وہ نکاح کرلے اسے فورًا علیحدگی کا حکم دیا جائے دوسرے شخص نے اگر صحبت بھی کرلی تو یہ صحبت محض زنا ہوگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور تیسرے شخص نے اگر صحبت کرلی تو یہ وطی بالشبہ ہوگی بچہ صحیح النسب ہوگا۔

خَالِیْ ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ فِی الثَّدْیِ وَکَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجِ الْاَسْلَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا یُذْهِبُ عَنِّیْ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ

فرمایا[1] روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حرام کرتا شیر خوارگی سے مگر پستان میں کا وہ دودھ جو آنتیں چیرے[2] اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت حجاج ابن حجاج اسلمی سے وہ اپنے باپ سے راوی[4] انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کون چیز مجھ کو شیر خوارگی کا حق ادا کرا سکتی ہے[5] فرمایا

خیال رہے کہ جو شخص حرام عورت کو حرام جانتے ہوئے نکاح کرے تو امام شافعی و احمد و مالک کے ہاں اس پر حد زنا ہے اور امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حد نہیں بلکہ سخت تعزیر ہے یہاں پہلی قسم کا آدمی مراد ہے یعنی حلال جان کر نکاح کرنے والا اسی لیے اسے قتل کرایا گیا اور اس کا مال لیا گیا ورنہ زانی پر رجم ہے اور اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے ہاں مرتد کا وہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا (از کتب فقہ و مرقات وغیرہ)

۱؎ ہو سکتا ہے کہ بردہ ابن نیار حضرت براء کے نسبی ماموں ہوں اور رضاعی چچا لہذا یہ دونوں روایات درست ہیں خود نسبًا ماموں ہیں چچا نہیں حضرت بردہ ابن نیار عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک ہوئے مع اپنے ستر ہمراہیوں کے بدر اور تمام غزوات میں شامل رہے عہد مرتضوی میں تمام جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے (اشعہ) ۲؎ فی الثدی فتق کے فاعل کا حال ہے جیسے تخفون من الجبال بیوتًا یعنی جو دودھ عورت کے پستان میں سے ہو اور بچے کی آنتوں میں پہنچ کر اس کی بھوک دفع کرے خواہ پستان ہی سے پلایا جائے یا پیچھے وغیرہ میں لے کر خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کو شیر خوارگی کی مدت میں جو دودھ پلایا جائے اس پر رضاعت کے احکام مرتب ہوں گے بعد میں نہیں ۳؎ یعنی جو مدت دودھ پلانے کی ہے ڈھائی سال کی عمر اس کے بعد اگر پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی لہذا اگر کسی بچہ کا دودھ پہلے ہی چھوڑا دیا گیا تو یہ چھوڑنا معتبر نہیں خیال رہے کہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد بچہ کو عورت کا دودھ پلانا ممنوع ہے کہ یہ دودھ انسانی جز ہے جس کو بلا ضرورت استعمال کرنا حرام ہے بعض کان یا آنکھ کے درد میں لڑکی والی عورت کا دودھ مفید ہوتا ہے اگر طبیب حاذق کہے کہ اس کے سوا کوئی علاج نہیں تو اسے علاجًا کان یا آنکھ میں ٹپکانا جائز ہے (مرقات) یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے جن سے ثابت ہے کہ جوان لڑکے کو دودھ پلا دینے سے حرمت آجاتی ہے اس پر صحابہ کرام بلکہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس نسخ کی تصریح فرمائی ہے حضور فرماتے ہیں لا رضاع الا ما کان فی حولین یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور حضرت ابن عباس علی، ابن عمر، ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر موقوف بھی اسے امام ترمذی نے صحیح فرمایا ابوداؤد میں بروایت حضرت ابن مسعود ہے کہ اس زمانہ میں شیر خوارگی حرمت ثابت کرے گی جب دودھ سے گوشت بنے اور ہڈی بڑھے جن صحابہ سے جوان بچہ کو دودھ پلانے کی روایات آئی ہیں ان حضرات نے اس سے رجوع فرمایا یہاں اس کی بہت بحث ہے مخصوص مرقات دیکھئے کی ۴؎ یہ حجاج اسلمی صحابی ہیں ان کے بیٹے حجاج ابن حجاج تابعی ہیں یہ تابعی ۱۳۰ھ میں مروان حمار کے زمانہ میں وفات پا گئے حجاج ظالم نہیں کہ وہ حجاج ثقفی ہے۔ دیکھو (اشعہ و مرقات) ۵؎ مذمہ ذ اور م فتح و کسرہ سے بمعنی حق و حرمت و احترام یعنی جو بے ضائع کرنے کی ذمہ داری کی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ کون سی خدمت اپنی دودھ کی ماں کی کروں جس سے اس کے دودھ کا حق ادا ہو معلوم ہوا کہ دودھ کی اجرت دے دینے سے اس کا حق ادا نہیں ہو جاتا۔

غُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتْ اِمْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهٗ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيْلَ هٰذِهٖ اَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ غَيْلَانَ ابْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ اَسْلَمَ وَلَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَسْلَمْنَ مَعَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غلام یا لونڈی کی پیشانی[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوطفیل غنوی[2] سے فرماتے ہیں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھادی حتی کہ وہ اس پر بیٹھ گئیں[3] تو پھر جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ غیلان ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے[5] ان کے زمانہ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ اسلام لائیں[6] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] یعنی اپنی دائی کو اعلیٰ درجہ کی لونڈی یا غلام دے دو جو اس کی خدمت کرے۔ خدمت کا بدلہ خدمت ہے اور دائی خود کسی کی لونڈی ہو یا اس کا خاوند کسی کا غلام تو اسے خرید کر آزاد کر دو بہرحال اس کا احترام و خدمت بہت لازم ہے [2] آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی کنانی ہیں کنیت ابوالطفیل آٹھ سال حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہے ۱۰۲ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا روئے زمین پر آپ ہی آخری صحابی ہیں جن کی وفات پر صحابیت ختم ہوئی (مرقات) حضرت علی کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں رہے [3] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں عمل اظہار احترام و اظہار مسرت کے لیے تھے معلوم ہوا کہ قیام تعظیمی جائز ہے اور انسان خواہ کتنا ہی عظمت والا ہو مگر اپنے مربی کا احترام کرے۔ دیکھو یہ وہ آستانہ ہے جہاں جبریل امین خادمانہ شان سے حاضری دیتے ہیں مگر ان بی بی صاحبہ کے لیے چادر شریف بچھائی گئی۔ اس میں ہم لوگوں کو تعلیم ہے کہ جب دودھ پلانے والی دائی کا یہ ادب و احترام ہے تو سگی ماں کا ادب و احترام کیسا چاہیے [4] یہ واقعہ خاص جنگ حنین کے دن کا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تھے جماعت صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تشریف لائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوگئے اور چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے ان کے لیے بچھادی جب تک آپ تشریف فرما رہیں کسی اور سے کلام نہ فرمایا ان ہی کی طرف متوجہ رہے جب آپ واپس ہونے لگیں تو بہت ہدایا تحفے عطا فرمائے اور انہیں کچھ دور مشایعت کے طور پر پہنچانے تشریف لے گئے پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی اور صحابی نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ حضور کی دائی ہیں جناب حلیمہ ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے یہ پورا واقعہ مواہب اللدنیہ میں مطالعہ فرمائیے کچھ مرقات نے بھی یہاں ہی بیان فرمایا آج کے نوجوان یہ حدیث پڑھیں اور عبرت حاصل کریں کہ ہم لوگ سگی ماں کا بھی ادب نہیں کرتے [5] آپ فتح طائف کے بعد اسلام لائے بنی ثقیف کے بڑے معزز آدمی تھے عہد فاروقی میں وفات ہوئی [6] زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی تعداد مقرر نہ تھی جتنی چاہو نکاح کرلو اور اپنے ساتھ رکھو اس قاعدے سے آپ کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔

أَمْسِكْ أَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا فَعَمَدْتُّ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوْزَ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

چار کو رکھو باقی کو علیحدہ کردو[1] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت نوفل ابن معاویہ سے[2] فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا حالانکہ میرے قبضہ میں پانچ بیویاں تھیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا ایک کو جدا کردو اور چار کو رکھو[3] چنانچہ میں نے ان میں سے اپنی پرانی صحبت والی جو ساٹھ سالہ بانجھ تھی[4] ادھر توجہ کی اور اسے جدا کردیا (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ضحاک ابن فیروز دیلمی سے وہ اپنے والد سے راوی[5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میری زوجیت میں دو بہنیں ہیں فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو[6] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک

[1] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کفار کے نکاح درست ہیں کہ اگر وہ دونوں زوجین ایمان لے آئیں تو اب تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ رب تعالٰی نے ابی لہب کی بیوی حمیدہ کو اس کی زوجہ مانا کر فرمایا "وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" دوسرے یہ کہ کفار زمانہ کفر کے نکاح پر قائم رکھے جائیں گے اگرچہ ان کے نکاح اسلامی قاعدے پر نہ ہوئے ہوں، ہاں اگر کسی کافر کے نکاح میں محرم عورت ہوئی تو اسے علیحدہ کرادیا جائے گا تیسرے یہ کہ چار سے زیادہ بیویاں اگر ہوں تو بعد اسلام چار ہی رکھنا ہوں گی اور اس میں خاوند کو اختیار ہوگا جنہیں چاہے رکھے چوتھے یہ کہ اس علیحدگی میں شرعی طلاق کی ضرورت نہیں خاوند کا صرف علیحدہ کردینا ہی کافی ہوگا؛ خیال رہے کہ چار کی پابندی بیویوں کے متعلق ہے لونڈیاں جتنی چاہے رکھے [2] آپ دیلمی ہیں، صحابی ہیں فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے اسلام سے پہلے ساٹھ سال کفر میں گزارے بعد اسلام ساٹھ یا سو سال اور جئے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی (اشعہ ومرقات)۔ [3] یعنی اب بعد اسلام تم کو صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے لہذا ان میں سے ایک کو علیحدہ کردو معلوم ہوا کہ کفار اگر چار سے زیادہ بیویاں رکھیں تو ان کو ہم منع نہ کریں گے اور ان سب سے جو اولاد ہوگی حلالی ہوگی، چار کی پابندی صرف مسلمانوں پر ہے [4] عاقر صفت یا بدل ہے اقدم کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں ایک عورت میرے پاس ساٹھ سالہ بانجھ اور بوڑھی تھی میں نے اس کو علیحدہ کردیا بقیہ عورتیں عمر میں بھی اس سے کم تھیں اور بانجھ بھی نہ تھیں انہیں رکھ لیا [5] ضحاک تابعی ہیں اور ان کے والد فیروز صحابی انہیں حمیری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آخر میں آپ حمیر میں رہے فارسی النسل صنعانی ہیں، اسود عنسی تمیمی کو آپ ہی نے قتل کیا جو مدعی نبوت تھا خلافت عثمانیہ میں وفات پائی [6] یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو سگی بہنیں ہوں یعنی بیوی بھی سالی بھی تو اسے اختیار ہوگا جسے چاہے رکھے جسے چاہے علیحدہ کردے ہمارے امام اعظم

أَسْلَمَتْ اِمْرَأَةٌ فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَعَلِمَتْ بِاِسْلَامِيْ فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْاٰخِرِ وَرَدَّهَا اِلَى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّهَا اَسْلَمَتْ مَعِيْ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ النِّسَاءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الْاِسْلَامَيْنِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ

عورت مسلمان ہوئی اس نے نکاح کرلیا[1] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا خاوند حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ میں مسلمان ہوچکا ہوں[2] اور اس عورت کو میرے اسلام کا علم ہے[3] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسرے خاوند سے علیحدہ کردیا اور پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا[4] اور ایک روایت میں ہے وہ بولا کہ یہ میرے ساتھ مسلمان ہوئی تھی تب حضور نے اسے واپس کردیا[5] (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں روایت کی گئی کہ عورتوں کی ایک جماعت ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کی بنا پر ان کے خاوندوں پر واپس فرمایا. دونوں اسلاموں کے جمع ہونے کے وقت[6] دین اور ملک علیحدہ ہونے کے باوجود ان ہی سے

کے ہاں اگر ان دونوں بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو تو دونوں کو علیحدہ کرنا پڑے گا اور اگر آگے پیچھے نکاح کیا ہو تو پہلی کو رکھے دوسری کو علیحدہ کردے۔

۱؎ شاید اس بی بی نے اپنا منکوحہ ہونا بیان نہ کیا ہوگا اس لیے اس کا دوسرا نکاح کردیا ہوگا ورنہ عورت کے اسلام لانے پر تین صورتوں میں نکاح ختم ہوتا ہے ایک تو عورت کی عدت گزر جانا کہ خاوند عدت گزرنے تک ایمان نہ لائے یا خاوند پر اسلام پیش کرنا اور اس کا انکار کردینا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا دارالاسلام میں آجانا دوسرے کا دارالحرب میں ہی رہ جانا یا اس کے برعکس کہ دونوں دارالاسلام میں تھے اور ان میں سے ایک دارحرب میں چلا گیا یہ مذہب احناف ہے ۲؎ علمت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ واحد متکلم ہو یعنی میں نے سوچ سمجھ کر جان پہچان کر اسلام قبول کیا تھا میرا ایمان محض تقلیدی نہ تھا دوسرے یہ کہ صیغہ واحد غائب کا ہو یعنی اس عورت کو خبر تھی کہ میں مسلمان ہوچکا ہوں مگر اس نے نہ تو اپنے نکاح کا ذکر کیا اور نہ میرے اسلام لاچکنے کا جس کی وجہ سے اس کا نکاح اور شخص سے کردیا گیا ۳؎ یعنی نکاح ثانی کو کالعدم قرار دیا اس لیے اس دوسرے خاوند سے طلاق نہ دلوائی بلکہ علیحدگی کا حکم دے دیا اور پہلے نکاح کو قائم رکھا اس لیے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح نہ کیا بلکہ واپس کردیا۔ اگر دوسرا خاوند صحبت کرچکا ہو تو پہلے خاوند کو ایک حیض آنے تک صحبت سے باز رہنے کا حکم دیا ہوگا جسے استبرا کہتے ہیں اور وطی بالشبہ کے لیے یہی حکم ہے اور اگر صحبت نہ کی ہو تو اس کا حکم نہ دیا۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ صرف عورت کے اسلام لانے پر نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ فسخ نکاح کے لیے ان تین چیزوں میں سے ایک ضروری ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا حضرت امام شافعی کے ہاں عورت کا صرف مسلمان ہوجانا فسخ نکاح کا باعث ہے (اشعہ) ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مسلمان ہوکر مرد کے انکار اسلام کا دعویٰ کرے اور مرد کہے کہ میں نے انکار نہ کیا تھا ساتھ ہی مسلمان ہوگیا تھا تو مرد کی بات قبول ہے نہ کہ عورت کی ۵؎ یعنی جب خاوند عورت کی عدت گزرنے سے پہلے ہی مسلمان ہوجائے تو نکاح اول قائم رہے گا نئے نکاح کی ضرورت نہ ہوگی ۶؎ یہ مذہب شافعی ہے کہ اختلاف ملک کے باوجود

بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ ابْنُ عَمِّهٖ وَهْبُ بْنُ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيْرَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ حَتّٰى اَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ وَاَسْلَمَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اِمْرَاَةُ

ولید ابن مغیرہ کی بیٹی تھیں جو صفوان ابن امیہ کی زوجہ تھیں وہ فتح کے دن اسلام لائیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے تو ان کے چچازاد بھائی وہب ابن عمیر نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر بطور امان صفوان کے لیئے بھیجی[1] پھر جب وہ آئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا دیس نکالا دیا[2] تا آنکہ وہ مسلمان ہوگئے[3] پھر ان کی بیوی ان کے پاس رہیں[4]۔ اور ام حکیم بنت حارث ابن ہشام یعنے

نکاح قائم رہے گا اور یہ جملہ ان کی دلیل ہے (مرقات) یہاں چار صورتیں ہیں دو میں ہم و شافعی متفق ہیں اور دو میں مختلف ایک یہ کہ کافر زوجین ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن بن کر آئے اور دونوں ایک ساتھ مسلمان ہوگئے بالاتفاق نکاح باقی: کافر زوجین میں سے ایک قید کرکے دارالاسلام میں لایا گیا بالاتفاق نکاح ختم ہوگیا: ہمارے ہاں ملک بدل جانے کی وجہ سے اور امام شافعی کے ہاں اسلامی قیدی ہونے کی وجہ سے: ان دونوں میں سے ایک ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن بن کر آیا پھر مسلمان ہوگیا: ہمارے ہاں نکاح فسخ ہوگیا شوافع کے ہاں نہیں: دونوں کافر زوجین قید کرکے دارالسلام لائے گئے: امام شافعی کے ہاں نکاح فسخ ہوگیا قیدی ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاں نہیں جانبین کے دلائل شرح ہدایہ میں ملاحظہ کیجئے (مرقات)

[1] یعنی وہب ابن عمیر نے صفوان ابن امیہ کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لے لی اور اس امان کی اطلاع صفوان کے پاس بھیجی اور ثبوت کے لیئے حضور کی چادر شریف قاصد کے ہمراہ کردی تاکہ صفوان قاصد کی تصدیق کرتے اپنے کو امان میں سمجھ لیں اور مکہ معظمہ آجائیں یا حضور نے وہب ابن عمیر کو امان اور اپنی چادر دے کر صفوان کے پاس بھیجا اس صورت میں بردائہ کافی تھا مگر بجائے ضمیر اظہار کردیا تاکہ معلوم ہو کہ چادر حضور کی تھی نہ کہ وہب کی [2] تسییر کے معنی ہیں سیر کرنے چلنے پھرنے کی اجازت یا اس کا حکم اور اربعۃ اشہر اس کا ظرف مضاف الیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے سارق اللیل یعنی رات میں چوری کرنے والا رات کا چور: مطلب یہ ہے کہ حضور نے انہیں اجازت دی یا حکم دیا کہ چار ماہ تک امن و امان سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں میں گشت و چکر لگائیں [3] یعنی دل سے مسلمان ہوگئے اور اسلام ان کی رگ رگ میں سرایت کرگیا اسلام کی شوکت دیکھ کر اور مسلمانوں کی ملاقات سے، ورنہ وہ تو مسلمان پہلے ہی ہوگئے تھے خیال رہے کہ صفوان اپنی بیوی کے دو ماہ بعد اسلام لائے (مرقات) [4] یا تو پہلے ہی نکاح یا نئے نکاح سے جو ان کے ساتھ کیا گیا: لہذا یہ حدیث صراحۃً نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے (مرقات) نیز یہاں اختلاف دارین نہ ہوا کہ صفوان دارالکفر میں مقیم نہ ہوئے تھے صرف مکہ معظمہ سے بھاگ کر وہاں پناہ گزین ہوگئے تھے ورنہ ایسی صورت میں کہ زوجہ اسلام قبول کرے خاوند کافر رہے اختلاف دارین سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔

عِکْرِمَۃَ بْنِ اَبِیْ جَھْلٍ یَوْمَ الْفَتْحِ بِمَکَّۃَ وَھَرَبَ زَوْجُھَا مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰی قَدِمَ الْیَمَنَ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَکِیْمٍ قَدِمَتْ عَلَیْہِ الْیَمَنَ فَدَعَتْہُ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلٰی نِکَاحِھِمَا رَوَاہُ مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ مُرْسَلًا

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخَذَ ثُمَّ مِنْ

عکرمہ ابن ابوجہل کی بیوی فتح مکہ کے دن ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے[1] حتی کہ یمن پہنچ گئے[2] ام حکیم چلیں حتی کہ ان کے پاس یمن میں پہنچ گئیں۔ پھر انہیں دعوت اسلام دی چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے اور یہ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے[3] (مالک عن ابن شہاب مرسلاً)[4]

تیسری فصل

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ

[1] یعنی اسلام کی شوکت مسلمانوں کی قوت دیکھ کر اپنی جان کے خوف سے بھاگ گئے خیال رہے کہ جناب عکرمہ ان میں سے ہیں جن کے متعلق اعلان ہوگیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کردیئے جائیں جیسا کہ فتح مکہ کے واقعہ میں آتا ہے وحشی، ابن خطل، عکرمہ، ہندہ بھی انہیں میں سے ہیں [2] حق یہ ہے کہ عکرمہ یمن میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ ساحل پر رہے جو حجاز و یمن کی حد ہے لہذا ان میں اور ان کی بیوی میں ملک کا اختلاف نہ پایا گیا لہذا فسخ نکاح کی کوئی وجہ نہ تھی (فتح القدیر و مرقات) وہ جو روایات میں ہے کہ حضرت ابوالعاص ابن ربیع مکہ میں کافر ہوکر رہے اور ان کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں مومنہ مہاجرہ ہوکر رہیں پھر تین یا چھ سال بعد آپ اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں رکھا وہاں حق یہ ہی ہے کہ حضور نے ان کا نیا نکاح کیا جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ اور امام احمد کی روایات میں ہے اور جن روایات میں ہے کہ علی النکاح الاول وہاں مطلب یہ ہے کہ پہلے نکاح کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی نکاح کیا دوسرے خاوند سے نکاح نہ کیا تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو، یا یہ مطلب ہے کہ دوسرا نکاح مطابق نکاح اول کے کیا مہر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا خیال رہے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاوند ابوالعاص میں اختلاف دین زیادہ دس سال سے رہا کیونکہ بی بی خدیجہ اور ان کی لڑکیاں جن میں زینب بھی داخل ہیں اول تبلیغ میں ایمان لائیں اور ابوالعاص فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے حضور انور نے ہجرت سے پہلے ان کا نکاح فسخ نہ کیا کیونکہ اس زمانہ میں مشرکین سے مومنہ عورتوں کا نکاح حرام نہ تھا اسی لیے جب بی بی زینب مہاجرہ ہوکر مکہ سے روانہ ہوئیں تو حاملہ تھیں راہ میں اسقاط ہوگیا بہرحال حضرت زینب کا مومنہ ہوکر ابوالعاص کے نکاح میں رہنا حالانکہ وہ کافر تھے اولًا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ایسے نکاح درست تھے پھر بعد ہجرت اختلاف دار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا مگر بعد میں اس نکاح کی وجہ سے تجدید نکاح کیا گیا اس کی نفیس تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھئے [3] صاحب مشکوۃ کا مقصد ان احادیث سے یہ ہے کہ زوجین میں جب کفر و اسلام کا اختلاف ہوجائے تو بغیر کسی کے قید ہوئے نکاح فسخ نہیں ہوتا اگرچہ دونوں کے ملک علیحدہ ہوگئے ہوں کہ ایک دار اسلام میں آجائے اور دوسرا دار حرب ہی میں رہے یہ مذہب شافعی ہے احناف کا مذہب یہ ہے کہ دار و ملک مختلف ہوتے ہی نکاح فسخ ہوجاتا ہے امام اعظم کی دلیل قرآنی آیات ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے "اذا جآءکم المومنات مھاجرات الی قولہ فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم یحلون"؛ لا ترجعوھن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنہ دار اسلام میں پہنچی اور اس کا کافر خاوند وہاں رہا تو نکاح فسخ ہوا لہذا ان احادیث کے ایسے معانی کرنے چاہئیں جو آیت قرآنیہ کے خلاف نہ ہوں وہ ہم نے ابھی عرض کردیئے [4] ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے، مورخین فرماتے ہیں کہ جب عکرمہ کو اپنی امان کی خبر ملی تو خوشی سے اچھل پڑے اور بہت جلد حاضر بارگاہ ہوکر مسلمان ہوئے حضور ان کی آمد پر خوشی سے

اَلنَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ اِمْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ اِبْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحْ اِبْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ اِمْرَاَةً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ اِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ وَهُمَا يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ ۔ بَابُ الْمُبَاشَرَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

نسب سے سات عورتیں حرام ہیں[1] اور سسرالی رشتہ سے سات پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں الآیہ (بخاری)[2]

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اسے اس کی بیٹی کا نکاح حلال نہیں[3] اور اگر اس سے صحبت نہیں تو اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے[4] اور جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے اس عورت کی ماں سے نکاح حلال نہیں اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو[5] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کی طرف سے صحیح نہیں ہے[6] اسے ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح نے عمرو ابن شعیب سے روایت کیا اور وہ دونوں حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں[7]

صحبت کرنے کا بیان[8] پہلی فصل

کھڑے ہوگئے: خیال رہے کہ حضور حضرت عکرمہ ابن ابوجہل عدی ابن حاتم زید ابن ثابت جعفر ابن ابی طالب کی آمد پر خوشی میں کھڑے ہوئے ہیں (مرقات) حضرت فاطمہ کی آمد پر ہمیشہ کھڑے ہوجاتے تھے

۱؎ وہ سات عورتیں یہ ہیں ماں بیٹی بہن، پھوپھی، خالہ بھتیجی، بھانجی ۲؎ خیال رہے کہ نکاح کی وجہ سے چند عورتیں دائمی حرام ہوجاتی ہیں اپنی ساس، بیٹے کی بیوی، پوتے کی بیوی، دادا کی بیوی، مدخولہ بیوی کی بیٹی اور عارضی طور پر چند عورتیں حرام ہوتی ہیں، بیوی کی بہن اس کی پھوپھی اس کی خالہ جس آیت سے حضرت ابن عباس نے استدلال کیا ہے اس کی دلالت کچھ اجمالی ہے کیونکہ اس میں نہ تو بیوی کی خالہ اور پھوپھی کا ذکر ہے نہ سسری بیوی کا، لہذا اس آیت سے استدلال کچھ کمزور ہے یا کہو کہ اکثر کا ذکر ہے نہ کہ کل کا۔

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دخول سے مراد حقیقی صحبت ہے صرف خلوت کافی نہیں جس بیوی سے صحبت کرلی جائے اس کی بیٹی حرام ہوگی قرآن کریم فرماتا ہے وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۴؎ اس طرح کہ اولًا اس بیوی کو طلاق دے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ ۵؎ اس حکم کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام ہیں یہاں بیویوں میں صحبت کی قید نہیں ۶؎ یعنی اس حدیث کے الفاظ اسنادًا صحیح نہیں معنی حدیث بالکل صحیح ہیں کیوں نہ ہو کہ قرآن کریم ان کی تائید کررہا ہے ۷؎ یعنی محدثین کے نزدیک ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح ضعیف مانے جاتے ہیں، خیال رہے کہ بعض محدثین نے انہیں ضعیف مانا ہے اور بہت سے محدثین انہیں ضعیف نہیں مانتے لہذا یہ حدیث ان ہی کے نزدیک ہے جو ان راویوں کو ضعیف مانتے ہیں احناف کے نزدیک ابن لہیعہ ضعیف نہیں دیکھئے طحاوی و مرقات ۸؎ مباشرۃ بشرہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ جَارِيَةً هِيَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَيْهَا وَاَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں یہود کہتے تھے کہ جب مرد اپنی بیوی کے پیچھے کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے تو بچہ بھینگا ہوتا ہے[۱] تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ[۲] (مسلم،بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا رہتا[۳] (مسلم،بخاری) مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو ہم کو منع نہ فرمایا[۴] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گار ہے[۵] اور میں اس کے پاس جاتا ہوں[۶] اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہوجائے[۷] تو فرمایا اگر تو

سے بنا بمعنی ظاہری کھال اسی لیے انسان کو بشر کہتے ہیں یعنی ظاہری اور کھلی کھال والا کہ نہ اس پر بال ہیں نہ پر جو کھال ڈھانپ لیں مباشرت کے معنی ہیں کھال سے کھال ملانا اس سے مراد ہے صحبت کرنا: اس باب میں عورت سے صحبت کے احکام بیان ہوں گے۔ خیال رہے کہ اپنی بیوی سے عمر میں ایک بار صحبت کرنا فرض ہے کہ اس کے بغیر وہ دعوی کرسکتی ہے اور چار ماہ میں ایک بار ضروری ہے اس کے سوا بقدر طاقت، روزے میں اور بحالت حیض و نفاس صحبت حرام، جمعہ کے دن قبل نماز صحبت مستحب: جن حالات میں صحبت مضر و نقصان دہ ہو ان میں صحبت مکروہ: اس کی تفصیل شامی وغیرہ کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

[۱] عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے: اس کا مرتکب فاسق و فاجر یہاں یہ مطلب ہے کہ مرد عورت کے پیچھے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر فرج میں صحبت کرے تو بچہ کی آنکھ میں خرابی ہوتی ہے کہ وہ بھینگا ہوتا ہے [۲] اس آیت میں نساؤکم سے مراد مطلقًا عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا اپنی لونڈیاں اور یہاں انّٰی بمعنی این نہیں بلکہ بمعنی کیف ہے یعنی تعمیم مکان کے لیے نہیں بلکہ تعمیم کیفیت کے لیے ہے اسی لیے حرثکم ارشاد ہوا یعنی اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ، کھڑے، بیٹھے لیٹے، آگے سے یا پیچھے سے بشرطیکہ فرج میں صحبت ہو کہ فرج ہی کھیتی ہے نہ کہ اور جگہ اس آیت کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں ملاحظہ کیجئے: مقصد یہ ہے کہ جیسے کھیت میں تخم کسی طرح ڈالو وہ بفضلہ تعالٰی پیداوار ہوتی ہے یوں ہی اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس کسی طرح جاؤ مقدر میں جو بچہ ہے ویسا ہوگا آگے پیچھے ہونے سے بچہ پر اثر نہیں پڑتا [۳] عزل کے معنی ہیں علیحدگی: اصطلاح میں عزل کے معنی ہیں انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہوجانا اور باہر منی نکالنا تاکہ حمل قائم نہ ہو لونڈی میں تو بہرحال جائز ہے اور اپنی آزاد منکوحہ عورت میں بیوی کی اجازت سے جائز ہے بلا اجازت مکروہ یہی ہمارا و عام صحابہ کا مذہب ہے (مرقات) [۴] جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں لونڈی کو بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے، اسی لیے فرمایا کہ وہ خادمہ ہے آزاد لڑکی

سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا

تو چاہے تو اس سے عزل کر مگر اس پر وہ آ کر رہے گا جو اس کے مقدر میں ہے۱ پھر وہ شخص ٹھہرا پھر حاضر خدمت ہو کر بولا کہ لونڈی تو حاملہ ہو گئی۲ تب فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے پہنچے گا۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق میں گئے۴ تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی پائے۵ ہم کو عورتوں کی رغبت تھی اور ہم پر بغیر بیوی رہنا دشوار ہوا ہم نے عزل کو پسند کیا چنانچہ ہم نے عزل کرنے

بلکہ لونڈی ہے ۵ یعنی میں اس سے صحبت کرتا ہوں جیسے مولیٰ اپنے لونڈی سے کیا کرتا ہے ۶ یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ اگر عزل نہ کروں تو شاید وہ حاملہ ہو جائے اور پھر نہ تو اس کی بیع جائز رہے نہ ہبہ وغیرہ بلکہ میری موت کے بعد آزاد ہو جائے کیونکہ جس لونڈی سے مالک کا بچہ ہو جائے وہ ام ولد بن جاتی ہے کہ مولیٰ کی موت کے بعد آزاد ہوتی ہے اس کی بیع وصیت ہبہ وغیرہ جائز نہیں مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو عزل کر لیا کروں

۱ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے یعنی عزل کرنا ممنوع تو نہیں مگر بے کار ضرور ہے کہ عزل سے تقدیر بدل نہیں جاتی جس قطرہ سے بچہ بننا ہے وہ بن کر رہے گا تمہاری تدبیر تقدیر کو نہیں بدل سکتی: اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی سے عزل جائز ہے اور اس میں خود مولیٰ مختار ہے لونڈی کی اجازت ضروری نہیں ۲ یعنی عزل کرنے کے باوجود وہ حاملہ ہو گئی ۳ یعنی تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی لہٰذا عزل کے باوجود حمل قائم ہو سکتا ہے اس طرح کہ منی کا ایک قطرہ شرمگاہ میں گر جائے اسے خبر نہ ہو دیکھا گیا ہے کہ بعض اولاد والوں نے اولاد سے بچنے کے لیے فرنچ لیدر (FRENCH LATHER) صحبت کے وقت استعمال کیا مگر حمل قائم ہو گیا، آج کل خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے ولادت روکنے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں مگر تجربہ کہہ رہا ہے کہ ولادتیں پہلے سے بھی زیادہ ہو رہی ہیں، حضور والا کے فرمان عالی اٹل ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والے کا بچہ صحیح النسب ہوگا۔ نادان یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں نے تو عزل کیا تھا لہٰذا یہ بچہ میرا نہیں، حرامی ہے۔ کہ عزل سے بھی حمل قائم ہو جاتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ عزل بے کار سی چیز ہے مگر جائز ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو عزل سے منع فرمایا اور نہ اس بچہ کے نسب کے انکار کی اجازت دی ۴ بنی مصطلق قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک جماعت کا نام ہے جو جذیمہ ابن سعد ابن عمرو کی اولاد سے ہے جذیمہ کا لقب مصطلق تھا کہ یہ بہت خوش آواز تھا بنی خزاعہ میں سب سے پہلے گانا اسی نے گایا یہ غزوہ ۵ھ میں واقع ہوا اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی گئی اور آپ کی براءت میں سورہ نور کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں جس کا واقعہ مشہور ہے ۵ اس حدیث کی بنا پر شوافع کہتے ہیں کہ مشرکین عرب جہاد میں قید کیے جا سکتے ہیں اور انہیں لونڈی غلام بنایا جا سکتا ہے کیونکہ بنی مصطلق عرب ہیں اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں امام اعظم فرماتے ہیں کہ عرب کے کفار قیدی بنا کر لونڈی غلام نہیں بنائے جا سکتے کہ وہ لوگ مجرم ہیں، امام ابوحنیفہ کی دلیل وہ حدیث ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ، الناس سے مراد مشرکین عرب ہیں، یہ حدیث یا تو اس حدیث سے منسوخ ہے یا یہ گرفتار شدگان نسل کے عربی نہ تھے باہر کے تھے قبیلہ بنی مصطلق

نعزل وقلنا نعزل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھرنا قبل ان نسئالہ فسالناہ عن ذلک فقال ما علیکم الا تفعلوا ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیمۃ الا وھی کائنۃ متفق علیہ وعنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال ما من کل الماء یکون الولد واذا اراد اللہ خلق شیء لم یمنعہ شیء رواہ مسلم وعن سعد بن ابی وقاص ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اعزل عن امراتی فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تفعل ذلک فقال الرجل اشفق

کی ٹھانی[1] مگر ہم نے سوچا کیا ہم عزل کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں آپ سے دریافت کرنے سے پہلے[2] تو ہم نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تم پر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں[3] نہیں ہے کوئی روح جو قیامت تک آنے والی ہو مگر وہ آکر رہے گی[4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ہر منی سے بچہ پیدا نہیں[1] ہوتا[2] اور اللہ تعالٰی جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی[3] (مسلم) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں[4] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ کیوں کرتا ہے وہ بولا کہ اس کے

میں ہوتے تھے۔ بعض العرب کا یہی مطلب ہے

۱؎ تاکہ ہم لونڈیوں سے صحبت بھی کرسکیں اور حمل بھی قائم نہ ہو جس سے ان کی بیع ہبہ وغیرہ ہوسکے ۲؎ یہ حضرات سمجھے کہ عزل حرام ہوگا کہ اس میں منی کا ضائع کرنا ہے جیسے جلق یعنی ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے کہ اس میں پانی ضائع کرنا ہے ۳؎ یہاں حرج سے مراد خطرہ ہے نہ کہ ممانعت شرعی یعنی عزل نہ کرنا خطرناک نہیں اور عزل کرنا مفید نہیں کیونکہ جو بچہ دنیا میں آنے والا ہے وہ آکر رہے گا لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اس جملہ کے اور بہت سے معنی کئے گئے ہیں بعض نسخوں میں لا نہیں ہے ان تفعلوا ہے بعض نے فرمایا کہ لا ہے مگر زائدہ ہے معنی یہ ہیں کہ عزل کرنے میں تم پر حرج نہیں جائز ہے ۴؎ یعنی تمہارے عزل کرنے کی وجہ سے آنے والی روح آنے سے نہ رکے گی لہذا عزل کرنا اگرچہ حلال ہے مگر ہے بیکار ۵؎ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بارہا صحبت کی جاتی ہے حمل نہیں رہتا اور اسی عورت سے کبھی صرف ایک ہی بار صحبت کی جائے حمل قائم ہوجاتا ہے حالانکہ مرد بھی وہ ہی ہوتا ہے عورت بھی وہ ہی ۶؎ اسی شئے میں بڑی وسعت ہے یعنی عزل فرنچ لیدر (FRENCH LATHER) مانع حمل دوائیں خاندانی منصوبہ بندی کی تدابیر وغیرہ کوئی شئے آنے والے بچہ کو نہیں روک سکتی آج تقدیر کے سامنے سائنس بھی سرنگوں ہوگئی ۷؎ عزل کے معنی ہیں علیحدگی و دوری یہاں اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں میں اپنی بیوی سے علیحدہ رہتا ہوں کہ صحبت نہیں کرتا یا اس سے صحبت تو کرتا ہوں مگر پانی علیحدہ گراتا ہوں تاکہ وہ حاملہ نہ ہوجائے کیونکہ اس کا بچہ شیر خوار ہے حمل رہ جانے سے دودھ خراب ہوجائے گا۔

عَلٰى وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا أَضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ

بچے پر خوف کرتا ہوں ۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ کام مضر ہوتا تو فارسیوں اور رومیوں کو نقصان دیتا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جدامہ بنت وہب سے ۳؎ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں کے ساتھ آئی ۴؎ حضور فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ سے منع کردوں ۵؎ مگر میں نے فارسیوں اور رومیوں میں غور کیا تو وہ لوگ اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو یہ عمل کچھ بھی نقصان نہیں دیتا ۶؎ پھر لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے ۷؎ اور یہ زندہ درگور کرنا اس آیت میں ہے کہ جب زندہ دابی ہوئی بچی سے سوال کیا جائیگا ۸؎ (مسلم) روایت ہے حضرت

۱؎ اس جملہ کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اب صحبت کرنے میں خطرہ ہے کہ حمل کو نقصان ہو یا حاملہ کو نقصان ہو جس سے حمل ضائع ہو جائے یا میرا بچہ شیرخوار ہے خطرہ ہے کہ صحبت کرنے سے وہ حاملہ ہو جائے جس سے دودھ کم بھی ہو جائے اور بھاری بھی کہ بچہ بھوکا بھی رہے اور بدہضمی بھی ہو اسی کو غیلہ کہتے ہیں یعنی شیرخوارگی کے زمانہ میں عورت سے صحبت کرنا ۲؎ یعنی فارسی و رومی لوگ بحالت حمل اپنی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور وہ عورتیں حاملہ ہو جانے پر بھی بچہ کو دودھ پلاتی رہتی ہیں بچہ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا لہذا تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ غیلہ بچہ کو مضر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تجربہ معتبر ہے اور تجربہ پر احکام جاری ہو جاتے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فارسی و رومی لوگ حاملہ بیویوں سے صحبت کرتے ہیں ان کے حمل کو نقصان نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قوموں کے اندرونی حالات سے بھی خبردار ہیں علماء کو چاہیے کہ زمانہ والوں کے حالات سے باخبر رہیں ۳؎ آپ جدامہ بنت وہب اسدیہ ہیں حضرت عکاشہ کی بھانجی مکہ معظمہ میں ایمان لائیں پھر اپنی جماعت کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوئیں (اکمال و اشعہ و مرقات) ۴؎ یعنی اپنے کنبے کے لوگوں کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ۵؎ غ کے کسرہ سے بھی آتا ہے اور فتح سے بھی جو عورت دودھ پلا رہی ہو یا حاملہ ہو اس سے صحبت کرنے کو غیل کہتے ہیں مشہور ہے کہ ان دونوں زمانوں میں صحبت مضر ہوتی ہے مگر یہ غلط ہے جیسا کہ تجربہ شاہد ہے ۶؎ یعنی اطباء بھی کہتے ہیں اور عرب میں مشہور بھی ہے کہ غیل نقصان دہ ہے اسی لیے حضور انور نے چاہا کہ اس کو شرعًا ممنوع قرار دیں کیونکہ جیسے شرعًا بھی منع ہے زہر کھانا حرام ہے کہ یہ خودکشی ہے مگر فارس و روم کا عمل معلوم فرما کر پتہ لگایا کہ یہ خیال غلط ہے غیل کچھ مضر نہیں اس لیے اسے منع نہ فرمایا معلوم ہوا کہ حضور مالک احکام ہیں ۷؎ جیسے پیدا شدہ بچی کو زندہ دفن کر دینا ظاہری وأد ہے ایسے ہی نطفے سے بچہ نہ بننے دینا اور نطفہ ضائع کر دینا چھپا ہوا وأد ہے بعض علماء عزل کو منع فرماتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر حق یہ ہے کہ عزل جائز ہے یہ حدیث منسوخ ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ
وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُوْحِيَ
إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمُ الْآيَةَ أَقْبِلْ وَأَدْبِرْ
وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑی امانت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن ایک اور روایت
میں یوں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا وہ شخص ہوگا[1] جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس کے
پاس آئے اور پھر اس کا راز ظاہر کرے[2] (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیت نساءکم حرث لکم وحی کی گئی[3] لہذا تم اپنی کھیتیوں میں آؤ آگے سے آؤ اور پیچھے سے مگر
دبر اور حیض سے بچو[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے[5] کہ نبی کریم صلی اللہ

(مرقات) ؂ آیت کا مضمون یہ ہے کہ قیامت میں زندہ گاڑی ہوئی بچی سے سوال ہوگا کہ تجھے تیرے ماں باپ نے کس قصور میں زندہ گاڑا تھا، وہ عرض کرے گی کہ بلا قصور تب ان ماں
باپوں کو سخت سزا دی جائے گی سرکار کا مقصد یہ ہے کہ یہی سوال عزل کرنے والے سے بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عمل بھی واد دینے یعنی زندہ درگور کردینے کے مشابہ ہے۔
[1] اگر الرجل من اشر الناس کی خبر ہے تو مطلب واضح ہے کہ قیامت کے دن بدترین شخص یہ ہوگا اور اگر ان اعظم الامانۃ کی خبر ہو تو الرجل سے پہلے خیانۃ
پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے بہرحال دونوں معنی درست ہیں مقصد یہ ہے کہ خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے
بلکہ مال میں خیانت سے بڑھ کر بدترین رازداری میں خیانت ہے [2] یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو اس وقت
کے معاملات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آوارہ نوجوانوں کا دستور ہے کہ شب اول کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں: یہاں مرقات نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی کی اپنی
بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے وہ بولا کہ تم میرے اندرونی معاملات پوچھنے والے کون ہو؟ آخر اسے طلاق دے دی: اس سائل
نے کہا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہ رہی اب بتاؤ اس میں کیا خرابی تھی یہ بولا وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے میرے پردہ پوش [3] یعنی یہود کی تردید میں یہ
آیت کریمہ اتری وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس پیچھے سے فرج میں صحبت کرے تو بچہ بھینگا ہوتا ہے اس آیت میں ان کا رد کیا گیا [4] یہ اس آیت کی تفسیر ہے یعنی خاوند کو حق
ہے کہ اپنی بیوی کا سے آگے سے صحبت کرے یا پیچھے سے مگر شرط یہ ہے کہ ہو فرج میں اسی لیے رب تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی کھیتی کے پاس آؤ اور ظاہر ہے کہ کھیتی فرج ہے نہ کہ دبر نیز فرج
میں بھی بحالت حیض صحبت حرام ہے کیونکہ اس حالت میں فرج بھی دبر کی طرح نجاست کی جگہ ہوتی ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ جو شخص حیض میں صحبت حلال جانے وہ کافر ہے کہ نص قرآنی
کا منکر ہے [5] آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری اوسی ہیں لقب ذوالشہادتین ہے بدر وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے فتح مکہ کے دن انصار اوس کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا جنگ
صفین میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب عمار یاسر شہید ہوئے تو تلوار سونت لی جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ (اکمال، مرقات، اشعہ)

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ لَا تَاْتُوا النِّسَآءَكُمْ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ يَاْتِيْ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ رَوَاهُ فِيْ
شَرْحِ السُّنَّةِ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ
اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِي الدُّبُرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی حق سے شرم نہیں فرماتا۱ عورتوں کے پاس ان کی دبروں میں نہ جاؤ۲ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے۳
(احمد، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں
جائے تو اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا۴ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اسے نظر رحمت سے نہ دیکھے گا جو لڑکے کے پاس یا عورت کے پاس دبر میں جائے۵ (ترمذی)
روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے۶ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ

۱؎ مرقات نے فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ ہم حق بات فرمانے سے شرم نہیں کرتے ہر مسئلہ ظاہر فرمادیتے ہیں مگر چونکہ آپ کا فرمان در پردہ حق تعالٰی کا ارشاد ہے اسی لیئے اس کو رب تعالٰی
کی طرف نسبت فرمایا اس میں علماء کو تاکید ہے کہ شرم کی وجہ سے شرعی مسائل بیان کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ ۲؎ نساء سے مراد مطلقًا عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا اپنی لونڈیاں
خیال رہے کہ اجنبی عورت سے دبر میں صحبت زنا کے حکم میں ہے جس کی سزا زنا کی طرح ہے اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے دبر میں صحبت کرنا حرام قطعی ہے مگر اس پر زنا کی سزا نہیں بلکہ
تعزیر ہے لڑکے سے دبر میں صحبت سخت حرام ہے فاعل قتل کیا جائے مفعول اگر دیوانہ ہو یا بہت چھوٹا بچہ ہو یا مجبور کیا گیا ہو تو اس پر سزا نہیں ورنہ وہ بھی سزا کا مستحق ہے۔
دیکھئے کتب فقہ و مرقات۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو دبر میں صحبت کی حرمت کا انکار کرے وہ کافر نہیں کیونکہ اس کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے ثابت نہیں
مگر فقیر احمد یار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ کافر ہے اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے اس کی قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت ہے۔ ۳؎ یعنی جب اپنی بیوی یا
لونڈی سے دبر میں صحبت کرنے والا لعنتی ہے تو اجنبی عورت سے یہ حرکت کرنے والا کیسا مردود لعنتی جہنمی ہوگا۔ ۴؎ یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالٰی کل قیامت میں نظر
رحمت سے نہ دیکھے گا یعنی یہ شخص انتہائی بدبخت ہے کہ قیامت میں رحمت الٰہی سے محروم ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ کفار کے لیے بطور اظہار غضب ارشاد ہوا ہے لَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ
وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ جو رب تعالٰی کی رحمت سے محروم رہا وہ جہنمی ہوا۔ ۵؎ یہ فرمان یا خبر ہے یا بددعا یعنی جو لڑکے یا کسی عورت سے اپنی ہو یا غیر دبر میں صحبت
کرے اللہ تعالٰی اسے قیامت میں نظر رحمت سے نہ دیکھے یا نہ دیکھے گا اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کی قید نہ ہو دنیا و آخرت میں ایسے لوگ رب تعالٰی کی رحمت سے محروم ہوں
کہ نہ انہیں دنیا میں توفیق خیر ہے نہ آخرت میں قبولیت۔ خیال رہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں ان سے حرمت قطعیہ ثابت نہیں ہوسکتی اسی لیئے فقہاء اور علماء اصول نے اس فعل کی

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ
فَيُعْثِرُهٗ عَنْ فَرَسِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ. بَابٌ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِيْ بَرِيْرَةَ
خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنی اولاد کو خفیہ طور پر نہ قتل کرو۔ کیونکہ غیل سوار کو پہنچتا ہے تو اسے گھوڑے سے گرا دیتا ہے[1] (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کہ آزاد عورت سے اس کی بغیر اجازت عزل کیا جائے[2] (ابن ماجہ) باب[3] فصل پہلی روایت ہے حضرت عروہ[4] سے وہ جناب عائشہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت بریرہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں خرید لو[5] پھر آزاد کر دو اور ان کا خاوند غلام تھا[6]۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا انہوں نے اپنے کو اختیار کر لیا

قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت کی ہے انہوں نے وطی بحالت حیض پر قیاس فرمایا ۶ اسماء بنت ابوبکر صدیق اور ہیں اسماء بنت عمیس اور اسماء بنت یزید اور یہ تینوں اسماء صحابیہ تھیں یہی اسماء بنت یزید انصاریہ بڑی ہی عاقلہ اور بہادر بی بی تھیں آپ نے ہی جنگ یرموک میں خیمہ کے نیچے سے نو کافر قتل کیے۔

۱ غیل کے معنی پہلے عرض کیے گئے کہ شیر پلانے والی عورت سے صحبت کرنا جس سے وہ حاملہ ہو جائے حاملہ عورت کا دودھ بھاری اور گرم ہو جاتا ہے جو بچے کو نقصان دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ حاملہ عورت کے دودھ کا نقصان جوانوں میں اثر کرتا ہے کہ سوار کو سواری سے گرا کر ہلاک کر دیتا ہے پچھلی احادیث میں اس سے انکار تھا بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی حدیث بیان جواز کے لیے تھی یہ حدیث اسماء بیان کراہت کے لیے ہے یعنی بحالت شیر صحبت کرنا جائز ہے بہتر نہیں یوں ہی حاملہ عورت کا دودھ بچہ کو پلانا جائز ہے بہتر نہیں بعض نے فرمایا کہ گزشتہ حدیث تاثیر حقیقی کے انکار کے لیے تھی یہ حدیث تاثیر مجازی کے ثبوت کے لیے ہے۔ بعض علماء نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے پچھلی ناسخ تھی بہرحال پچھلی حدیث منسوخ نہیں ۲ یعنی لونڈی سے بغیر اس کی اجازت بھی عزل کرنا جائز ہے اور حرہ بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کر سکتے ہیں کیونکہ صحبت حرہ بیوی کا حق ہے اور انزال صحبت کا تتمہ ہے جس سے عورت کی تسلی ہوتی ہے ۳ یعنی یہ باب صحبت وغیرہ کے متعلق متفرق احادیث کا ہے اسی لیے اس کا ترجمہ باب مقرر نہ فرمایا صرف باب فرما دیا گیا گویا یہ باب المتفرقات ہے ۴ عروہ ابن زبیر حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق کے صاحبزادے ہیں تابعین میں سے ہیں مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں ۲۳ھ میں پیدائش ہے ۵ حضرت بریرہ کے حالات کتاب البیوع میں گزر چکے کہ آپ پہلے ایک یہودی کی لونڈی تھیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ نے خرید کر لیا ان سے بہت سے احکام شرعیہ وابستہ ہیں ۶ ان کا نام مغیث تھا یہ اولاً غلام تھے پھر آزاد کر دیئے گئے تھے، بریرہ کی آزادی کے وقت یہ غلام تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے ان کی حریت کی روایات میں بریرہ کے عتق کے وقت تک کا حال مذکور ہے اور عبدیت کی روایات میں پچھلا حال مذکور۔

نَفْسِهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا اَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَ دُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوْكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ

اور اگر وہ آزاد ہوتے تو بریرہ کو اختیار نہ دیتے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند حبشی غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ بریرہ کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا ہے [2] اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں [3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عباس سے فرمایا اے عباس کیا تم تعجب نہیں کرتے مغیث کی محبت سے جو بریرہ سے ہے اور بریرہ کی نفرت سے مغیث سے [4] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر تھا تم اس کی طرف رجوع کرجاتیں [5] وہ بولیں یارسول اللہ کیا آپ مجھے یہ حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں بولیں مجھے اس کی حاجت نہیں [6] (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہوں نے اپنے دو زوجین مملوکوں کو آزاد کرنا چاہا [7] تو نبی کریم صلی

لہذا نہ تو احادیث میں تعارض ہے نہ حدیث امام اعظم کے خلاف یہ اسلام میں غلام تو آزاد ہوسکتا ہے مگر آزاد مسلمان غلام نہیں بن سکتا۔ خیال رہے کہ اگر لونڈی آزاد ہو تو اسے بہرحال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام، شوافع کے ہاں اگر غلام ہو تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا ورنہ نہیں اگر دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو خیار نہیں اور اگر خاوند آزاد ہو تو کسی سے خیار عتق نہیں

[1] یہ حضرت عروہ کا قول ہے نہ کہ عائشہ صدیقہ کا اور قول بھی ان کے اپنے اجتہاد سے ہے لہذا امام ابوحنیفہ کو مضر نہیں [2] یعنی بریرہ کی خوشامد کرتا تھا ان کے پیچھے پیچھے زاری کرتا پھرتا تھا کہتا تھا کہ تو نکاح فسخ نہ کر مجھے نہ چھوڑ [3] یعنی وہ نقشہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے مجھے بھولتا نہیں مغیث کا بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھرنا اور آنسوؤں سے اس کی داڑھی کا تر ہونا [4] معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ۹ھ یا اس میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والد عباس کے ساتھ مکہ معظمہ سے آکر مدینہ منورہ میں بسے اور جناب عباس غزوہ طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے اور اس موقعہ پر حضور نے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیا کرتی تھیں اور آپ کے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے (مرقات) [5] یعنی تمہارے لیے ثواب اور دین و دنیا کی بہتری کا کام یہ ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو [6] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امتی کی شفاعت امتی سے کرسکتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے تیسرے یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے [7] زوج مجرد ہے اس کا تعلق

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْاَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۞ وَ
عَنْهَا اَنَّ بَرِيْرَةَ عَتَقَتْ وَهِیَ عِنْدَ مُغِيْثٍ فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
لَهَا اِنْ قَرَبَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ بَابُ الصَّدَاقِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور نے انہیں حکم دیا کہ عورت سے پہلے مرد سے ابتدا کریں(ابوداؤد، نسائی) روایت ہے ان ہی
سے کہ بریرہ آزاد ہوئیں حالانکہ وہ مغیث کے پاس تھیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا اور فرمایا کہ اگر وہ
تمہارے قریب آگیا تو تمہیں اختیار نہیں [۲] (ابوداؤد) مہر کا بیان [۳] پہلی فصل

مملوکین سے ہے یعنی عائشہ صدیقہ کے پاس ایسے دو کنیز و غلام تھے جن میں زوجیت کا تعلق تھا کہ عورت بیوی تھی مرد اس کا خاوند، بعض نسخوں میں زوجین ہے مملوکین کی صفت، بعض نسخوں میں عبارت یوں ہے مملوکۃ لہا زوج مطلب ایک ہی ہے۔

[۱] یعنی اے عائشہ تم دونوں خاوند و بیوی کو ایک ساتھ آزاد کرو، عورت کو پہلے مرد کو پیچھے بلکہ پہلے مرد کو آزاد کرو پھر عورت کو کیونکہ مرد عورت سے افضل ہے لہذا مرد کا آزاد کرنا بھی عورت کے آزاد کرنے سے افضل ہوا اور افضل کام پہلے کرنا بہتر ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں نہ امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ان کے ہاں اگر زوجین ایک ساتھ ہی آزاد ہوں تو لونڈی کو حق فسخ نہیں ملتا پھر مرد کو پہلے آزاد کرنے کا کیا مطلب [۲] اس سے معلوم ہوا کہ اگر لونڈی آزاد ہونے کے بعد اپنے خاوند سے صحبت کرائے تو اس کا خیار عتق جاتا رہتا ہے اب وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتی کیونکہ صحبت علامت رضا ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی کا نکاح اس کا مولیٰ کردے تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا اور اگر لونڈی بغیر مولیٰ سے پوچھے خود ہی اپنا نکاح کسی سے کرے تو وہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا لیکن ابھی مولیٰ سے پوچھا نہ گیا تھا کہ لونڈی آزاد ہوگئی تو اسے خیار فسخ نہ ہوگا نکاح لازم ہوگا، اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے

تکملہ: خیال رہے کہ امام اعظم قدس سرہٗ کے نزدیک لونڈی کو آزاد ہونے پر بہرحال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اور آزاد عورت کی طلاقیں تین طلاق کی زیادتی عورت کی آزادی پر موقوف ہے چونکہ لونڈی آزاد ہو کر زیادتی طلاق کی مستحق ہے لہذا اسے اختیار ہے کہ خاوند کو اس زیادتی کا مالک ہونے دے یا نہ ہونے دے نکاح رکھے یا فسخ کردے، امام شافعی و مالک و احمد کے ہاں اگر خاوند غلام ہے تو عورت کو حق فسخ ہے اگر آزاد ہے تو نہیں فریقین کی دلیل حضرت بریرہ کا واقعہ ہے ہمارے ہاں یوں ثابت ہے کہ بریرہ کی آزادی پر مغیث آزاد تھا اس لیئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مغیث کے متعلق تین راوی کی روایات ہیں، اسود، عروہ، ابن زبیر، قاسم، اسود کی روایت ہے کہ وہ آزاد تھے، عروہ ابن زبیر کی روایتوں میں اختلاف ہے ایک روایت میں ہے کہ غلام تھے دوسری میں ہے کہ آزاد تھے اور دونوں روایتیں صحیح ہیں، عبدالرحمان ابن قاسم سے دو روایتیں ہیں صحیح ایک ہی ہے کہ وہ آزاد تھے دوسری میں شک ہے اس تعارض روایات کی وجہ سے اسود کی روایت قبول ہے ان کا آزاد ہونا محقق ہے (مرقات) [۳] صداق صاد کے فتحہ سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی صدق سے بنا بمعنی سچائی معلوم کرنے کا ذریعہ، مہر کو صداق اس لیئے کہتے ہیں کہ اس سے مرد کی سچائی محبت معلوم ہوتی ہے ہمارے ہاں مہر کم از کم ایک دینار یعنی دس درہم ہے (پونے تین روپے) امام مالک کے ہاں چہارم دینار یعنی ڈھائی درہم امام شافعی کے نزدیک جو چیز بیع میں قیمت ہوسکتی ہے وہ نکاح میں مہر بھی بن سکتی ہے، یعنی ایک پیسہ بھی مہر ہوسکتا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَهَبْتُ نَفْسِيْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ فِيْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اِزَارِيْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی[2] بولی یارسول اللہ میں اپنی جان آپ کو ہبہ کی[3] پھر بہت دیر کھڑی رہی[4] تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یارسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کردیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو[5] تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے[6] بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو[7] اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا[8] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے[9] بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ

[1] آپ کا نام پہلے حزن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا، آپ کی کنیت ابوالعباس ہے انصاری ہیں ساعدی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۹۱ھ میں آپ کی وفات ہے مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ہی رہ گئے تھے (اکمال) [2] یہ بی بی صاحبہ یا تو میمونہ بنت حارث تھیں یا زینب بنت خزیمہ یا ام شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم تھیں واللہ اعلم (مرقات) [3] یعنی آپ مجھے بغیر مہر اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اور فرماتا ہے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اس سے معلوم ہوا لفظ ہبہ سے نکاح درست ہے کہ یہ کلام ان بی بی صاحبہ کی طرف سے نکاح کا ایجاب تھا نکاح کا تکملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول پر موقوف تھا [4] مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ اس سے نکاح کرنا منظور نہ تھا اور انکار فرمایا نہیں تاکہ ان بی بی کو شرمندگی نہ ہو [5] یا اس طرح مجھ سے نکاح فرمادیں کہ اسے اس نکاح پر راضی کردیں یا حضور سلطان المسلمین ہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور کو دوسرے سے نکاح کردینے کا وکیل نہ بنایا تھا [6] یہاں مہر سے مراد مہر معجل ہے جو نکاح کے وقت دیا جاتا ہے جسے آج کل چڑھاوا کہا جاتا ہے ورنہ فی الحال مطالبہ نہ ہوتا کیونکہ مہر کا مطالبہ خاص نکاح کے وقت نہیں ہوتا [7] لوہے کی انگوٹھی سے مراد معمولی حقیر چیز ہے نہ کہ خاص لوہے کی انگوٹھی کیونکہ لوہے کی انگوٹھی مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے لہذا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام لوہے کے چھلے انگوٹھیاں پہنتے تھے [8] اللہ اکبر! یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی مالی حالت کہ سارے گھر میں صرف اللہ رسول کا نام ہے۔ سامان کچھ بھی نہیں برتن بھانڈا بھی نہیں اس حالت میں انہوں نے دنیا میں اسلام پھیلایا [9] یعنی کیا تجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید کے لیے ہے ورنہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کی کچھ یا کچھ سورتیں ضرور یاد ہوتی ہیں کیونکہ نماز میں تلاوت قرآن فرض ہے اور مسلمان ہر موقعہ پر بسم اللہ اعوذ باللہ سبحان اللہ لاحول وغیرہ پڑھا ہی کرتے ہیں

سُوْرَةِ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِاَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ تَدْرِيْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَنَشٌّ بِالرَّفْعِ

چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے[۱] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہذا اسے قرآن سکھاؤ[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے فرماتے ہیں میں نے جناب عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا[۳] فرمایا آپ کا مہر اپنی بیویوں کے متعلق بارہ اوقیہ اور نش تھا[۴] بولیں کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا آدھا اوقیہ تو یہ پانچ سو درہم ہوئے (مسلم) اور نش پیش سے ہے

۱؎ جمہور علماء کے نزدیک بما معک میں ب سببیہ ہے نہ کہ عوض یا مقابلہ کی چونکہ تجھے قرآن مجید کی سورتیں یاد ہیں اس لیئے میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا کیونکہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ تعلیم قرآن یا دیگر خدمات کو مہر نکاح بنا سکتے ہیں اور یہ ب عوض کی ہے وہ اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ ان آیات قرآنیہ کی تعلیم کے عوض میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ دس سال خدمت کے عوض کیا کہ فرمایا اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ معلوم ہوا کہ نکاح مال کے عوض ہونا چاہیئے اور قرآن کریم کی تعلیم مال نہیں شریعت شعیب علیہ السلام کے احکام دوسرے تھے بلکہ حق یہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے دس سال کی خدمت کو شرط نکاح قرار دیا تھا کہ مہر نکاح اسی لیئے علیٰ فرمایا ب نہ فرمایا نیز فرمایا عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ میری خدمت کرو اور مہر عورت کی ملک ہوتا ہے نہ کہ سسر کی اور موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ دس اپنی خدمت میں رکھنا کلیم اللہی کے لائق بنانا تھا کیونکہ آپ فرعون کے پاس اب تک رہے کسی شیخ کی صحبت کی ضرورت تھی

شعر
اگر کوئی شعیب آئے میسر ÷ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

۲؎ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں مگر یہ غلط ہے یہ حدیث اس کی تائید نہیں کرتی کیونکہ کسی امام کے نزدیک قرآن مہر نہیں ہو سکتا، سب کے ہاں مہر مال ہونا چاہیئے، ہاں مال کی ادنیٰ مقدار میں اختلاف ہے اور یہاں قرآن پر نکاح کیا گیا معلوم ہوا کہ مہر نکاح کا یہاں ذکر نہیں امام اعظم کے ہاں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے کیونکہ دار قطنی نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کیا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت کا نکاح ولی کریں کفو میں کریں۔ دس درہم سے کم پر نکاح نہ کیا جائے اور دس درہم سے کم مہر نہیں، دار قطنی و بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفًا روایت کی کہ دس درہم سے کم مہر نہیں لہذا دس درہم سے کم کی روایات میں جو معجل ادا مراد ہے۔ (مرقات واشعہ وغیرہ) ۳؎ یہ سوال عام ازواج پاک کے مہر کے متعلق تھا ورنہ بی بی ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا جو نجاشی شاہ حبشہ نے ادا کیا تھا ۴؎ یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ مہر تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کل پانچسو درہم یعنی تقریبًا ایک سو پینسٹھ روپے ہوئے درہم ساڑھے چار آنہ کا ہوتا ہے

فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ وَفِی جَمِیعِ الْاُصُوْلِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَۃَ النِّسَآءِ فَاِنَّہَا لَوْ کَانَتْ مَکْرُمَۃً فِی الدُّنْیَا وَتَقْوٰی عِنْدَ اللّٰہِ لَکَانَ اَوْلَاکُمْ بِہَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَکَحَ شَیْئًا مِّنْ نِّسَآئِہٖ وَلَا اَنْکَحَ شَیْئًا مِّنْ بَنَاتِہٖ عَلٰی اَکْثَرَ مِنْ اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اُوْقِیَّۃً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰی فِیْ صَدَاقِ امْرَاَتِہٖ مِلْءَ کَفَّیْہِ سَوِیْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ

ہے شرح سنہ اور تمام کتب اصول میں[1]۔ دوسری فصل - روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے[2] فرمایا خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو[3] کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتا تو اس کے زیادہ مستحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے[4] مجھے نہیں خبر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر[5] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوارے دیدے[1] اس نے اسے حلال کرلیا[2] ابوداؤد

[1] نش ن کے پیش اور شین کے شد سے بمعنی نصف روٹی اور ہر نصف کو نش کہتے ہیں: مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں ونشا فتح سے ہے مگر پیش کی روایت شرح وغیرہ کتب کے موافق ہے [2] اس میں روئے سخن ان لوگوں سے ہے جو زیادتی مہر کو اپنے لیئے فخر سمجھتے تھے جیسے آج بھی یوپی سی پی میں عموماً مسلمان زیادتی مہر پر فخر کرتے ہیں لاکھ سوا لاکھ کا مہر ہوتا ہے حالانکہ دولہا کی حیثیت دو ہزار کی بھی نہیں ہوتی سوچتے ہیں کہ مہر فقط ایک رسم ہے دیتا کون ہے [3] کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بڑی عزتوں کے مالک ہیں اور اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان کی شان کا کوئی ہے ہی نہیں رب تعالٰی نے ہر عزت حضور پر ختم فرمادی اگر زیادتی مہر بھی عزت ہوتی تو رب تعالٰی یہ بھی اپنے محبوب کو عطا فرماتا [4] اس فرمان میں کسر کا شمار نہیں فرمایا ورنہ حضور انور کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا لہذا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا مہر چار ہزار درہم تھا مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی شاہ حبشہ کا مقرر کردہ تھا یہ بھی خیال [5] رہے کہ رب تعالٰی کا فرمان وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰہُنَّ قِنْطَارًا بیان جواز کے لیئے ہے اور جناب عمر کا فرمان عالی بیان استحباب کے لیئے لہذا یہ فرمان قرآن کریم کے خلاف نہیں یا یہاں زیادہ مہر مقرر نہ کرنے کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں زیادہ مہر جو ادا کردیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہذا دونوں میں تعارض نہیں جناب فاطمہ زہرا کا مہر چار سو مثقال چاندی یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا یہ جو مشہور ہے کہ آپ کا مہر انیس مثقال سونا تھا اس سے مراد مہر معجل ہے کیونکہ جناب علی مرتضٰی نے اپنی زرہ آپ کو دی جو انیس مثقال سونے کی تھی (مرقات) **لطیفہ** یہاں مرقات نے ایک عجیب لطیفہ بیان فرمایا کہ ایکبار حضرت عمر نے حکم دیا کہ کوئی شخص چالیس اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہ کرے اگر کریگا تو زیادتی بیت المال میں داخل کردی جائے گی اس پر ایک عورت نے عرض کیا رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰہُنَّ قِنْطَارًا تم زیادتی

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ بَنِىْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰى نَعْلَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَضِيْتِ مِنْ نَّفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَّلَمْ يَفْرِضْ لَهَا شَيْئًا وَّلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ وَلَا

روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے[۱] کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں پر نکاح کیا[۲] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دو جوتوں کے عوض اپنے نفس و مال سے راضی ہوگئیں[۳] وہ بولیں ہاں تو حضور نے یہ نکاح جائز قرار دیا[۴] (ترمذی)[۵]

روایت ہے حضرت علقمہ سے وہ حضرت ابن مسعود سے راوی[۶] کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کیلئے کچھ مقرر نہ کیا اور نہ اس سے صحبت کی حتی کہ مر گیا[۷] تو جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ اس عورت کے لیے اپنی جیسی عورتوں کا مہر ہے جس میں نہ

بیت المال میں کیسے داخل کرو گے تو حضرت عمر نے فرمایا آہ ایک عورت سچ کہہ رہی ہے اور مرد غلطی پر ہے[۵] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مہر کی کم مقدار بھی مقرر نہیں جو چاہے مقرر کر دے کیونکہ ایک لپ ستو یا چھوارے عرب میں ایک درہم کے بھی نہیں ہوتے۔ ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسنادًا صحیح نہیں اگر صحیح ہو گی تو اس سے مہر معجل یعنی نکاح کے وقت کا چڑھاوا مراد ہے اسی لیے یہاں اعطٰی فرمایا گیا ورنہ مہر فورًا ادا کرنا لازم نہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت کوئی معمولی سی چیز بھی عورت کو ہدیۃً دیدے تو عرف و رسم عرب کے لحاظ سے بھی اس نے اپنے پر عورت کو حلال کر دیا، حلال سے مراد رکاوٹ دور ہونا ہے نہ کہ شرعی حلال کیوں کہ بغیر کچھ دیئے بھی عورت صرف نکاح سے حلال ہو جاتی ہے: ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ایک منکوحہ عورت کو اس کے خاوند کے پاس رخصت کر کے بھیج دوں اگرچہ خاوند کچھ نہ دے (مرقات) حضرت ابن عباس، ابن عمر، امام زہری فرماتے ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ عورت کو بغیر کچھ دیئے زفاف نہ کرے ان کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے۔ یہ حدیث چند وجوہ سے ضعیف ہے اس کی اسناد میں عیشر ابن عبید اور حجاج ابن ارطات ہیں۔ یہ دونوں محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں نیز اس میں اسحاق ابن جبیر بھی ہیں جو مجہول ہیں۔ مسلم ابن رومان بھی ہیں جن کے حالات سے محدثین بے خبر ہیں (از مرقات)

[۱] آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں صاحب ہجرتین ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے (اشعہ) [۲] اس طرح کہ خاوند نے نکاح کے وقت اسے صرف جوتوں کا جوڑا دیا [۳] یعنی اس چڑھاوے پر تم خوش ہو یا کچھ اور بھی چاہتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورت سے اجازتِ نکاح لیتے وقت خاوند کے نام کے ساتھ مہر بلکہ چڑھاوے کا بھی ذکر کر دینا بہتر ہے، مال سے مراد یا تو جہیز کا مال ہے یا عورت کا مملوکہ مال کیوں کہ عورت اپنی جان مال جہیز سب کچھ لے کر خاوند کے پاس جاتی ہے عورت کا مال مرد کا ہی ہوتا ہے اسی لیے خاوند اپنی زکوٰۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا [۴] بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ اگر عورت اپنا مہر بالکل معاف کر دے یا مہر مثل سے بھی کم کر دے تو اسے حق ہے: وہ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ صرف جوتوں پر راضی ہو گئی [۵] امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا مگر صحیح نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں عاصم ابن عبید ہیں ابن معین، ابن جوزی نے انہیں ضعیف کہا، ابن حبان نے فرمایا کہ عاصم کثیر الخطاء ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو بھی جوتے مہر معجل یعنی نکاح کا چڑھاوا تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ جوتے دس درہم قیمت کے ہوں [۶] غالبًا یہ علقمہ ابن ابی علقمہ ہیں، علقمہ کا نام

شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيْرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَاَةٍ مِّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا

کمی ہو نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی ہے اور اس کیلئے میراث بھی[۱] تو معقل ابن سنان اشجعی اٹھے[۲] فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی ایک عورت بروع بنت واشق کے متعلق ایسا ہی فیصلہ فرمایا[۳] جیسا آپ نے فیصلہ کیا تب ابن مسعود اس سے بہت خوش ہوئے[۴] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)[۵]۔ فصل تیسری، روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے[۶] کہ وہ عبداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں[۷] تو وہ زمین حبشہ میں ہی وفات پاگئے[۸]

جلال ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں مشہور تابعی ہیں واللہ علم، علقمہ ابن ابی وقاص نہیں وہ تو صحابی ہیں[۱] صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی ایک عورت سے بغیر مہر نکاح کیا یا تو مہر کا ذکر ہی نہیں کیا یا مہر کی نفی کردی کہ مہر کچھ نہ دوں گا یا ایسی چیز مہر مقرر کی جو مہر بننے کے قابل نہیں مثلًا سؤر یا پانی کے گلاس پر نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ سے پہلے مرگیا تو اس کی عورت کو مہر ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کیا؟

۱؎ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اس عورت کو پورا مہر مثل ملے گا عدت وفات واجب ہوگی یعنی چار ماہ دس دن اور چوتھائی متروکہ مال میراث میں ملے گا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فتوی تو دیا مگر دل میں خیال کرتا تھا کہ نہ معلوم صحیح ہے یا غلط کیوں کہ آپ نے اس کے متعلق حدیث نہیں سنی تھی قرآن کریم سے یہ حکم مستنبط کیا تھا کہ یہ خبر استنباط صحیح ہے یا نہیں (مرقات مع زیادت) ۲؎ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن غزوہ میں شریک تھے قوم اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں جنگ حرہ کے دن اپنے بیٹے کے ساتھ شہید ہوئے (اشعہ) ۳؎ یعنی یہی صورت مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہی حکم دیا تھا آپ کا اجتہاد حدیث کے موافق ہے خیال رہے کہ یہ حکم وفات کی صورت میں ہے اگر ایسی عورت کو خلوت سے پہلے طلاق ہوجائے تو نہ اس پر عدت ہے نہ مہر بلکہ کپڑوں کا ایک جوڑا ملے گا طلاق کی عدت خلوت سے واجب ہوتی ہے اور مہر مثل کبھی بھی آدھا ہوکر نہیں ملتا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ان کا مذہب بعینہ وہی ہے، بعض اماموں کے ہاں اس صورت میں عورت کو مہر نہیں ملتا ۴؎ روایات میں ہے کہ حضرت ابن مسعود یہ سن کر ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد ایسی خوشی آپ کو کبھی نہ ہوئی تھی ۵؎ بیہقی نے فرمایا کہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب صحیح ہیں واللہ اعلم ۶؎ ام حبیبہ کا نام شریف رملہ ہے ابوسفیان کی صاحبزادی امیر معاویہ کی بہن مسلمانوں کی والدہ یعنی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی ماں کا نام صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان کی پھوپھی آپ کا انتقال مدینہ منورہ ۴۴ھ میں ہوا فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا ۷؎ یہاں صاحب مشکوۃ سے غلطی ہوئی عبداللہ ابن جحش تو صحابی ہیں جنگ احد میں شریک ہوئے حضرت ام حبیبہ کا بھائی عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں یہ عبیداللہ تو پہلے تو مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کر گئے مگر وہاں جاکر عیسائی ہوگئے اور عیسائیت پر ہی مرے یہ دونوں بھائی حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں (مرقات واشعہ وغیرہ) ۸؎ عبیداللہ ابن جحش زمین حبشہ میں عیسائیت کی حالت میں فوت ہوئے، حضرت ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

النَّجَاشِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْهَرَهَا عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِیْلَ ابْنِ حَسَنَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْطَلْحَةَ اُمَّ سُلَیْمٍ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَیْنَهُمَا الْاِسْلَامَ اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ قَبْلَ اَبِیْ طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ اِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَاَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَیْنَهُمَا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ

ان بی بی کا نکاح نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا[1] اور حضور کی طرف سے انہیں چار ہزار مہر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم مہر دیا انہیں شرجیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا[2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم سے نکاح کیا[3] تو ان کے درمیان مہر اسلام تھا کہ حضرت ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے اسلام لائیں پھر انہیں نے پیغام نکاح دیا تو وہ بولیں کہ میں مسلمان ہوچکی ہوں اگر تم بھی مسلمان ہوجاؤ تو تم سے نکاح کرلوں چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے پھر یہ ان کے آپس میں مہر ہوا[4] (نسائی)

۱؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں، نجاشی بادشاہ نے ام حبیبہ سے اجازت لیکر مجمع کے سامنے ان کا نکاح حضور انور سے کردیا اور نکاح کی اطلاع حضور کو بھیجدی حضور نے یہ نکاح مجمع صحابہ میں قبول فرمالیا اسے غائبانہ نکاح کہتے ہیں اب بھی جائز ہے نجاشی شاہ حبش کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا حضور کا زمانہ پایا زیارت نہ کرسکے اس لیے تابعین میں سے ہیں انہوں نے مسلمانوں کی بڑی خدمات انجام دیں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو اپنا وکیل نکاح کرکے حبشہ بھیج دیا تھا اس صورت میں تو نجاشی ام حبیبہ کے وکیل نکاح ہوئے اور عمرو ابن امیہ حضور کے وکیل مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے ۲؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس نکاح کے موقعہ پر خالد ابن سعید ابن عاص کے ذریعہ نجاشی نے بی بی ام حبیبہ کو حضور کی طرف سے پیغام نکاح دیا، ابرہہ لونڈی حضرت جعفر ابن ابی طالب اور دوسرے مسلمان نکاح میں شریک ہوئے حضور کی طرف سے نجاشی نے اور ام حبیبہ کی طرف سے خالد نے خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو دینار یعنی چار ہزار درہم اپنے جیب سے نجاشی نے مہر ادا کیا بعد میں تمام حاضرین کو کھانا کھلایا پھر حضرت شرجیل کے ساتھ حضور کی خدمت میں ام حبیبہ کو بھیج دیا، خیال رہے کہ یہ خالد بی بی ام حبیبہ کے والد یعنی ابوسفیان کے چچا ہیں اور نجاشی نے یہ نکاح اس لیے کیا تاکہ ابوسفیان حضور کی طرف مائل ہوں جنگ ملتوی ہوجائے یہ نکاح سے ۷ ہجری میں ہوا، حسنہ شرجیل کی والدہ کا نام ہے ۳؎ حضرت ابوطلحہ کا نام زید ابن سہل ہے انصار کے بجاری ہیں اپنی کنیت ہی میں مشہور ہوئے اور ام سلیم کے نام میں اختلاف ہے بنت ملحان ہیں پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس پیدا ہوئے پھر مالک بحالت شرک قتل کیے گئے تب حضرت ابوطلحہ نے نکاح کا پیغام دیا تب حضرت ام سلیم نے وہ جواب دیا جو آگے آرہا ہے ۴؎ یہ حدیث ظاہری معنی سے تمام اماموں کے خلاف ہے کیونکہ تمام ائمہ کے ہاں یہ شرط ہے کہ مہر مال ہو رب تعالٰی فرماتا ہے "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" لہذا اس جملہ کے معنی یا تو یہ ہیں کہ حضرت ام سلیم نے مہر معاف کردیا ان کے اسلام کی وجہ سے یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجل یعنے نکاح کا پڑھاوا کچھ نہ لیا، بہرحال یہ جملہ قابل تاویل ہے۔

بَابُ الْوَلِيْمَةِ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ

ولیمہ کا بیان[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف پر زردی کا اثر دیکھا[2] تو فرمایا یہ کیا۔ عرض کیا میں نے ایک عورت سے گٹھلی بھر سونے پر نکاح کرلیا ہے[3] فرمایا اللہ تمہیں برکت دے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہی ہو[4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نہیں ولیمہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی پر جیسا ولیمہ حضرت زینب پر کیا[5]

1 ولیمہ ولم سے بنا بمعنی ملنا جمع ہونا اسی سے التیام زخم کا بھر جانا مل جانا نکاح کے بعد جو دعوت طعام دی جاتی ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی خاوند بیوی کے ملنے کی دعوت ہے حق یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے شب عروسی کے بعد کیا جائے بہتر ہے کہ زفاف کے سویرے کو ہو امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ کے اندر اندر کیا جاسکتا ہے (اشعہ) 2 یعنی ان کے جسم یا کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر ملاحظہ فرمایا جو زوجہ سے اختلاط کے باعث بے قصد لگ گیا تھا ورنہ حضرات صحابہ کرام شادی میں اپنے پر زعفران نہ ملتے تھے کہ مرد کیلئے یہ رنگ ممنوع ہے ہاں شادی سے پہلے دولہا دولہن کو جو ابٹن ملا جاتا ہے جس میں خوشبو اور صفائی والی چیزیں ہوتی ہیں یہ بلاکراہت جائز ہے کہ یہ صابون کی طرح جسم کی صفائی نرمی کے لیے ہے بعض صابون بہت خوشبودار ہوتے ہیں جیسے لکس (LUX) وغیرہ ایسے ہی یہ ابٹن ہے 3 بعض شارحین نے فرمایا کہ نواۃ ایک خاص وزن کا نام ہے جو پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے جیسے نش بیس درہم کا اور اوقیہ چالیس درہم کا مگر یہ درست نہیں نواۃ کے معنی ہیں چھوارے کی گٹھلی وہ ہی یہاں مراد ہے 4 حق یہ ہے کہ یہ امر استحبابی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) ناکح کو دعاء برکت دینا سنت ہے (۲) ولیمہ کرنا سنت ہے (۳) ولیمہ رخصتی کے بعد بھی ہوسکتا ہے (۴) ولیمہ بقدر طاقت زوج ہو اس کے لیے مقدار مقرر نہیں بعض علماء کے ہاں ولیمہ واجب ہے وہ حضرات یہ امر وجوب کے لیے مانتے ہیں مگر حق وہ ہی ہے جو ہم نے عرض کیا 5 بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نام شریف پہلے برہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا آپ زینب بنت جحش ہیں آپ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اولًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی بعد عدت حضور انور نے خود ہی جناب زید کو اپنے نکاح کا پیغام دے کر جناب زینب کے پاس بھیجا حضرت زید بی بی زینب کے گھر پہنچے ادھر ان کی طرف پشت کرکے کھڑے ہوئے اور حضور کا پیغام دیا آپ بولیں کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں یہ کہہ کر آپ اپنے گھر کی مسجد میں عبادت میں مشغول ہوگئیں ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا اس آیت کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوئے بی بی زینب فخر کرتی تھیں کہ تمام بیبیوں کا نکاح ان کے عزیزوں نے فرش پر کیا میرا نکاح میرے رب نے عرش پر کیا، منافقین نے طعنہ دیا کہ حضور نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الآیہ

بِشَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّلَحْمًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَاَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلٰثَ

ایک بکری سے ولیمہ کیا (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے زفاف کیا تو ولیمہ کیا[1] لوگوں کو گوشت روٹی سے سیر کر دیا[2] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمالیا[3] اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا[4] ان پر حریرے سے ولیمہ کیا[5] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان

[1] اسی ولیمہ کا وہ واقعہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کھانا پکنے سے پہلے ہی دولت خانہ سرکار میں پہنچ گئے اور بعض حضرات کھانا کھا چکنے کے بعد وہاں ہی باتوں میں مشغول رہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الایہ [2] یعنی حاضرین مدعوین کو پیٹ بھر کو گوشت روٹی کھلائی یا شاید بنا کر یا جیسے آج کل عموما کھائی جاتی ہے اس طرح اس ولیمہ کے علاوہ باقی ولیموں میں چھوہارے پنیر وغیرہ کھلائے گئے تھے [3] بی بی صفیہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھتیجی حیی ابن اخطب کی بیٹی تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوکر آئیں یعنی محرم ۷ھ میں پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اولاً حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں، ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض خرید لیا آپ مسلمان ہوگئیں حضور نے آپ کو آزاد فرماکر ان سے نکاح کیا تاکہ سردار یہود کی بیٹی حضرت ہارون علیہ السلام نبی کی اولاد نبی ہی کے نکاح میں رہیں ۵۰ھ ہجری میں وصال ہوا مدینہ پاک میں دفن ہوئیں اس گنہگار نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا [4] یعنے بجز آزادی کے اور کوئی مہر انہیں نہ دیا، یہ یا تو حضور کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر ازواج کا نہ مہر واجب ہے نہ باری مقرر کرنا لازم رب تعالٰی فرماتا ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ الایہ یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجل یعنی نکاح کا بجز اس کے کچھ نہ دیا یا یہ مطلب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ فرمایا بعد میں مہر مثل دیا جیسا کہ اب بھی یہی حکم ہے ورنہ حضور کا آزاد کرنا مہر نہیں بن سکتا مہر مال ہونا چاہیئے رب تعالٰی فرماتا ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ مذہب احناف کے خلاف [5] اہل عرب کھجور روغن چھوہارے اور گھی ملاکر کھاتے ہیں اسے حیس کہا جاتا ہے آج کل اسے حریرہ بھی کہا جاتا ہے حریرہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے۔ مختلف طریقوں اور مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔

لَیَالٍ یُبْنٰی عَلَیْہِ بِصَفِیَّۃَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِہٖ وَمَا کَانَ فِیْھَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَمَا کَانَ فِیْھَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِاَنْطَاعٍ فَبُسِطَتْ فَاُلْقِیَ عَلَیْھَا التَّمْرُ وَالْاَقِطُ وَالسَّمْنُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ صَفِیَّۃَ بِنْتِ شَیْبَۃَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَآئِہٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَاْتِھَا مُتَّفَقٌ

تین شب قیام فرمایا آپ پر حضرت صفیہ کا زفاف کیا جاتا تھا تو میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی اس ولیمہ میں نہ روٹیاں تھیں نہ گوشت اس میں بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دستر خوانوں کا حکم دیا وہ بچھا دیئے گئے۲ پھر اس پر چھوارے اور پنیر و گھی ڈال دیا گیا۳ (بخاری) روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے۴ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا دو مد جَو سے ولیمہ کیا۵ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو وہاں جائے۶

۱؎ یعنی بی بی صفیہ غزوہ خیبر میں مسلمان ہوئیں حضور کے نکاح میں آئیں مگر زفاف وہاں خیبر میں نہ ہوا بلکہ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے کسی منزل پر ہوا وہاں تین دن قیام رہا وہاں ہی ولیمہ ہوا۔ ۲؎ انطاع جمع ہے نطع کی نطع چمڑے کے دستر خوان کو کہتے ہیں چونکہ کھانے والے لوگ زیادہ تھے اس لیے کئی دستر خوان بچھائے گئے۔ ۳؎ جنگ خیبر میں حضرت صفیہ کے بھائی باپ خاوند قتل ہوگئے تھے جب حضور انور نے انہیں آزاد فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے ہمارے پاس رہو یا اپنے گھر خیبر چلی جاؤ آپ بولیں کہ میں تو زمانہ کفر میں تمنا کرتی تھی کہ آپ کی غلامی میں رہوں اب تو اللہ نے مجھے اسلام کی نعمت دے دی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری ایک آنکھ ہری کیوں ہے؟ بولیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میری گود میں آ پڑا میں نے اپنا یہ خواب اپنے خاوند کنانہ سے بیان کیا اس نے میرے تھپڑ مارا اور بولا کہ کیا تو یثرب کے بادشاہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانے کی خواہش مند ہے یہ اس تھپڑ کا اثر ہے (مرقات) رب تعالٰی نے ان کا یہ خواب پورا کر دیا۔ ۴؎ آپ حجبی ہیں اور [illegible] اختلاف ہے کہ صحابیہ ہیں یا نہیں اکمال میں فرمایا کہ آپ تابعین میں سے ہیں شیبہ ابن عثمان ابن ابی طلحہ حجبی کی بیٹی ہیں [illegible] ۵؎ غالبًا یہ بی بی ام سلمہ ہیں ان کا نام ہند یا رملہ ہے، پہلے ابو سلمہ ابن اسد کے نکاح میں تھیں مع اپنے خاوند کے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں ابو سلمہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے ان کو پیغام نکاح دیا اور حضرت عمر نے بھی مگر آپ نے دونوں صاحبوں کو منع فرما دیا پھر حضور کے نکاح میں آئیں ان کے نکاح کا بڑا واقعہ ہے جو مرقات وغیرہ میں مذکور ہے [illegible] ۶؎ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، بعض نے فرمایا کہ فرض کفایہ ہے وہ حضرات وجوب کیلئے یہ امر مانتے ہیں [illegible] حق یہ ہے کہ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت طعام اس کا قبول کرنا سنت ہے وہاں جانا بھی سنت رہا کھانا اس کا اختیار [illegible] جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے خیال رہے کہ دعوت قبول کرنا واجب یا فرض کفایہ یا سنت جب ہے کہ کوئی مانع موجود نہ ہو ورنہ جس کا کھانا مشکوک ہو حرام کی آمدنی سے کھانے پکانے کا قوی احتمال ہو یا ولیمہ میں صرف مالدار بلائے گئے ہوں فقرا کو چھوڑ دیا گیا ہو یا دعوت میں کوئی ایذا رساں چیز موجود ہو یا دستر خوان پر گانا باجہ ہو یا وہاں شراب کے دور ہوں یا رشوت کے طور پر دعوت ہو یا نا جنسوں کی صحبت ہو تو قبول کرنا سنت نہیں، صوفیا فرماتے ہیں کہ اب اس زمانہ میں جلوت سے خلوت افضل ہے بری صحبت سے تنہائی افضل (از مرقات واشعہ ولمعات)۔

عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ فَلْیُجِبْ عُرْسًا کَانَ اَوْ نَحْوَہٗ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰی طَعَامٍ فَلْیُجِبْ فَاِنْ شَآءَ طَعِمَ وَاِنْ شَآءَ تَرَکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَآءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَآءُ وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ کَانَ رَجُلٌ

(مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ قبول کرے، ولیمہ ہو یا اسکی مثل [1] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھانے کے لیئے بلایا جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے کھالے اور اگر چاہے چھوڑ دے [2] (مسلم) [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لیئے مالدار تو بلائے جائیں اور فقرا چھوڑ دیئے جائیں [4] اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ رسول کی نافرمانی کی [5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت کہ ولیمہ ہو یا اس کی مثل کسی راوی کا اپنا قول ہے جو بطور شرح شامل کیا گیا ہے یعنی ولیمہ، ختنہ، عقیقہ، کسی کی آمد پر دعوت یوں ہی اتفاقیہ دعوت سب ہی قبول کرنی چاہئیں ختم فاتحہ کے کھانے فقرا کھائیں مالدار احتیاط کریں، بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے تبرک ہیں سب کھائیں [2] یہ حکم بھی بمذہب محققین استحبابی ہے اس میں بھی وہ تمام قیود معتبر ہیں جو ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں مطلب یہ ہے کہ ہر جائز دعوت میں جانا بہتر ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے کیونکہ نہ جانے سے لوگ متکبر کہتے ہیں، اور آپس میں عداوت پیدا ہونے کا خطرہ ہے جماعت میں مل جل کر رہنا چاہیئے [3] یہ حدیث ابوداؤد، احمد، ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے قدرے اختلاف سے روایت کی: اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے یوں روایت کی کہ اگر وہاں کھانا نہ کھائے تو دعاء برکت کردے اگر روزہ دار ہو تو وہاں جاکر یہ عذر کردے [4] کیونکہ ایسے ولیمہ میں زیادہ نام و نمود ہی ہوتا ہے للہیت نہیں ہوتی آج کل خوشی کی دعوتوں میں عمومًا امرا اور موت وغیرہ غمی کی دعوتوں میں فقیر و طلبا بلائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فقیر دعائیں کرتے ہیں کہ خدا کرے امیر مریں تاکہ ہم کو کھانا و خیرات ملے اگر ولیمہ اور دیگر خوشی کی دعوتوں میں بھی فقرا بلائے جائیں تو یہ فقرا خوشی کی بھی دعائیں کریں، آج کل مشہور ہے کہ بھانڈ بھتنئیے میراثی، باجے والے تو خوشی کی دعائیں کرتے ہیں اور فقرا غمی کی، غرض کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں صدہا حکمتیں ہیں، بعض لوگ ان دعوتوں میں فقرا کو بھی بلاتے ہیں، مگر انہیں سب سے پیچھے اور ذلت و خواری سے کھلاتے ہیں۔ یہ اور زیادہ برا ہے۔ فقرا بھی ہمارے بھائی ہیں [5] یہ جملہ ان علماء کی دلیل ہے جو قبول دعوت کو واجب یا فرض کہتے ہیں، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس سے استحباب کی تاکید مقصود ہے یا وہ شخص مراد ہے جو تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کی دعوتوں میں شرکت نہ کرے جیسا کہ آج بعض متکبرین کو دیکھا جاتا ہے۔

مِنَ الْاَنْصَارِ يُكْنٰى اَبَا شُعَيْبٍ كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اِصْنَعْ لِيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً لَعَلِّيْ اَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهٗ طُعَيِّمًا ثُمَّ اَتَاهُ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا شُعَيْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

انصاری جن کی کنیت ابوشعیب تھی اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا وہ بولا کہ میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ کو کافی ہو تاکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں پانچ کے پانچویں[1] چنانچہ غلام نے اس کے لیے کچھ کھانا تیار کیا[2] پھر حضور کی بارگاہ میں آیا آپ کو دعوت دی ان کے ساتھ ایک شخص آگیا[3] اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوشعیب ایک شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے تم اگر انہیں اجازت دو تو فبہا اور اگر چاہو تو چھوڑ دو[4] عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے اجازت دی[5] (مسلم بخاری) فصل

۱؎ یعنی چار حضرات غالبًا خلفائے راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب یہ انتظام کیا تھا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے۔ ۲؎ مرقات نے فرمایا طعیمًا کی تصغیر کمی کے لیے ہے کیونکہ ابوشعیب نے کھانا کافی تیار کیا تھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ پر تکلف کھانا تیار کیا جو نہایت لذیذ تھا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غالبًا لذیذ کھانے بھی تناول فرماتے ہیں، مرغ بھی کھایا ہے مگر بیک وقت دو چند کھانے نہ کھائے، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ بیک وقت چند کھانے بدعت جائز نہیں (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے پر تکلف لذیذ کھانا تیار کرنا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) نے پراٹھے، شیر مال ایجاد کیے مہمانوں کے لیے (دیکھو ہماری کتاب تفسیر نعیمی پہلا پارہ) ۳؎ غالبًا یہ چھٹا شخص راستہ سے ساتھ ہو لیا تھا اور غالبًا اسی سے فرما بھی دیا ہوگا کہ تمہارے لیے اگر اجازت مل گئی تو کھا لینا ورنہ واپس آجانا اس پر برا نہ ماننا ۴؎ سبحان اللہ یہاں تو ایک اندہ شخص کے لیے اجازت حاصل فرمارہے ہیں اور حضرت جابر و طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں، ساری امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے۔ کیونکہ غلام کا مال مالک کا مال ہے، نیز وہاں ان حضرات کو حضور نے خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلانے نہ بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کنوئیں دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر۔ ایصال ثواب کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو ۵؎ اس دعوت کے متعلق بہت مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ کو نہ لے جائے الا بالعرف یعنی جہاں کہ دعوت میں اس کا عرف ہو عمل جا سکتا ہے کہ اب اسی پر عرف قائم ہے تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے اجازت لی جائے چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو پانچویں یہ کہ مہمان صاحب دعوت کی اجازت کے بغیر کسی آنے والے آدمی کو آدھا کرے کہ آؤ کھانا کھالو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں۔ چھٹے یہ کہ دستر خوان والا دوسرے دستر خوان والے کو کوئی چیز اس دستر خوان کی نہ دے ہاں ایک دستر خوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں، بعض فقہاء تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو بڈی بھی نہیں ڈال سکتا اگر مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے (از مرقات و شامی وغیرہ شرح زیادت) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے واللہ اعلم (مرقات)۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰی صَفِیَّۃَ بِسَوِیْقٍ وَتَمْرٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ٭ وَعَنْ سَفِیْنَۃَ اَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَکَلَ مَعَنَا فَدَعَوْہُ فَجَآءَ فَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی عِضَادَتَیِ الْبَابِ فَرَاَی الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِیْ نَاحِیَۃِ الْبَیْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَتَبِعْتُہٗ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَارَدَّکَ

دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ پر ستو اور چھواروں سے ولیمہ کیا[1] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سفینہ سے[2] کہ ایک شخص حضرت علی ابن ابی طالب کا مہمان ہوا آپ نے اس کے لیے کھانا تیار کیا[3] تو جناب فاطمہ بولیں کہ کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھاتے[4] چنانچہ آپ کو بلایا حضور تشریف لائے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹوں پر رکھے گھر کے ایک گوشہ میں پردہ دیکھا[5] چنانچہ آپ واپس ہوگئے[6] جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی بولی یارسول اللہ

[1] یعنی اس ولیمہ میں ستو اور چھوارے ملا کر کھلائے یا ستو علیحدہ اور چھوارے علیحدہ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے اس ولیمہ میں حیس دیا کہ ستو اور چھوارے ملا کر بھی حیس بنایا جاتا ہے یا ستو علیحدہ دیئے اور حیس علیحدہ [2] آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے جناب ام سلمہ کے غلام تھے آپ نے اس شرط پر انہیں آزاد کیا کہ تاحین حیات آپ کی خدمت کریں یہ بولے کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تب بھی میں حضور کی خدمت کرونگا جسم میرا آزاد ہوا مگر دل میراں کا ہمیشہ غلام رہے گا۔ شعر

نال سو کھ پریت بھیا اور ہنسا کہیں نہ جائیں ٭ باندھے پچھلی پریت کے کنکر چن چن کھائیں

ایک سفر میں کوئی غازی تھک گیا تو اس کا سارا بوجھ آپ نے اٹھالیا، اپنا بوجھ اور حضور انور کا سامان اس غازی کا سامان سب کچھ اٹھا کر چل دیئے سرکار نے فرمایا تم تو آج سفینہ یعنے کشتی ہوگئے تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوا، اصلی نام گم ہو کر رہ گیا جیسے جناب ابوہریرہ کا نام گم ہوگیا، خیرے آپ ہی نے کہا تھا کہ میں رسول اللہ کا غلام ہوں اور شیر کتے کی طرح آپ کے پیچھے ہولیا تھا۔ [3] ضاف ضیف سے بنا معنی مہمان یہ تو مدینہ منورہ ہی کا تھا یا باہر سے آیا تھا [4] یعنی آج مہمان کی وجہ سے کھانا کچھ عمدہ پکایا گیا ہے، بہتر ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تناول فرماتے [5] قرام باریک و نقشین پردہ کو کہتے ہیں، حضرت فاطمہ نے زیبائش کے لیئے گھر کی دیوار پر یہ پردہ لٹکا دیا تھا۔ [6] حتی دور دروازے سے ہی لوٹ گئے، گھر میں داخل نہ ہوئے کیوں؟ اظہار ناپسندیدگی کے لیے۔

٭ ٭ ٭

قَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ لِیْ اَوْ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتًا مُّزَوَّقًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ ؛ وَ
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِیَ فَلَمْ یُجِبْ
فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰی غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِیْرًا رَوَاہُ
اَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِیَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَہُمَا بَابًا وَاِنْ سَبَقَ اَحَدُہُمَا
فَاَجِبِ الَّذِیْ سَبَقَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی

کس چیز نے آپ کو واپس کیا فرمایا میرے لیئے یا نبی کے لیئے یہ مناسب نہیں کہ مزین گھر میں داخل ہوں[1] (احمد، ابن ماجہ) روایت ہے
حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے
اللہ اور رسول کی نافرمانی کی[2] اور جو بغیر دعوت پہنچ جائے تو وہ چور ہو کر گیا[3] اور لٹیرا ہو کر نکلا (ابو داؤد) روایت ہے[4] کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب سے[5] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو دعوت دینے والے جمع
ہو جائیں تو ان سے قریب تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو[6] اور اگر ان میں سے ایک پہلے آجائے تو پہلے کی دعوت قبول کرو[7]
(احمد، ابو داؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

[1] بعض علماء نے فرمایا کہ یہ پردہ منقش تھا اور اس پر جانداروں کی تصاویر تھیں، اس لیئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف نہ لائے۔ اس سے معلوم ہوا
کہ اگر دعوت میں کوئی ممنوع کام ہو تو نہ جائے، مگر یہ غلط ہے اگر ناجائز پردہ ہوتا تو سرکار عالی منع فرماتے بلکہ دست اقدس سے پھاڑ دیتے پردہ سادہ تھا، جائز تھا
مگر دنیاوی تکلف اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اہل نبوت کے لائق نہ تھی اس لیئے منع تو نہ فرمایا عملًا ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تاکہ آئندہ جناب زہرا اپنا گھر نیک اعمال سے ہی
آراستہ رکھیں زینت دنیا نقصان آخرت کا ذریعہ بن سکتی ہے [2] یعنی جو بلاوجہ صرف تکبر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرے وہ نافرمان ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے
[3] کیونکہ جیسے چور بغیر اجازت مالک گھر میں گھس بھی جاتا مال بھی لے لیتا ہے ایسے ہی یہ ہے [4] سبحان اللہ کیسے پاکیزہ اخلاق کی تعلیم ہے کہ بلاوجہ دعوت قبول نہ کرنا
تکبر ہے اور بغیر دعوت پہنچ جانا کمینہ پن ہے دونوں سے بچنا چاہیئے [5] ان صحابی کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل متقی ہیں اس لیئے یہ لامعلومیت مضر
نہیں بلاوجہ صحابی کے اگر اور کسی راوی کا پتہ نہ لگے تو حدیث مجہول نامقبول ہوتی ہے [6] یعنی جب تمہارے دو پڑوسی بیک وقت دعوت دیں اور دونوں دعوتیں متعارض
ہوں تو زیادہ قریبی پڑوسی کی دعوت قبول کیجئے کہ اس کا حق زیادہ ہے اس قرب میں زیادہ دروازہ کا قرب معتبر ہے نہ کہ گھر کا قرب رب تعالٰی فرماتا ہے وَالْجَارِ
ذِی الْقُرْبٰی [7] یعنی نزدیک و دور کا فرق جب ہوگا جب کہ دونوں بیک وقت آپ کو دعوت دیں لیکن اگر ان میں سے ایک آپ کے پاس پہلے پہنچ جائے دوسرا
بعد میں تو پہلے کی دعوت قبول کیجئے کہ پہلا مقدم ہے اور حقدار ہے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ یَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ الثَّانِیْ سُنَّۃٌ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَۃٌ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِیَیْنِ اَنْ یُّؤْکَلَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ مُحْیِ السُّنَّۃِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے دوسرے دن کا سنت[۱] ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے[۲]۔ جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنادے گا[۳] (ترمذی)،[۴] روایت ہے حضرت عکرمہ سے[۵] وہ حضرت ابن عباس سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ضدم ضدا کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا[۶] (ابوداؤد) اور محی السنہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث بروایت عکرمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً مروی ہے[۷]۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ اس جملہ کے کئی معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ پہلے دن سے مراد شادی و برات کا دن ہے اور حق سے مراد مستحق ہے یعنی برات والے دن کا کھانا مہمانوں کا حق ہے جو شرکت بارات کے لیے آئے ہیں اور دوسرے دن یعنی زفاف کے بعد ولیمہ کا کھانا سنت ہے مؤکدہ یا مستحبہ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے، دوسرے یہ کہ پہلے دن سے مراد زفاف کے بعد کا دن ہے اور دوسرے دن سے مراد اس دن کے بعد کا دن یعنی زفاف سے سویرے دعوت ولیمہ حق درست ہے اور دوسرے دن کا کھانا بھی سنت ہے یعنی بدعت یا خلاف سنت نہیں، تیسرے یہ کہ زفاف کے سویرے کھانا دینا فرض یا واجب ہے جس میں بلاوجہ شرکت کرنا گناہ، دوسرے دن کا بھی کھانا سنت ہے یہ تیسرے معنی ان کے مذہب پر ہیں جو ولیمہ کو واجب مانتے ہیں فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ قوی ہیں: چوتھے یہ کہ زفاف کے سویرے ولیمہ کا کھانا دینا برحق ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن نہ دے سکے تو دوسرے دن دے دینا بھی سنت ولیمہ میں شامل ہے۔ ۲؎ یعنی مسلسل تین دن تک کھانا دینا محض نام ونمود ہے ثواب نہیں یا زفاف کے تیسرے دن کھانا دینا سنت نہیں صرف نام ونمود ہے یہ حدیث حضرت امام مالک کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ولیمہ سات روز تک ہوسکتا ہے (از مرقات)۔ ۳؎ یعنی جو دنیا میں محض اپنی ریاکاری کے لیے کوئی کام کریگا تو اللہ تعالٰی کل قیامت میں اس کو رسوا فرمائے گا، اعلان ہوگا کہ یہ ریاکار تھا، یا جو دنیا میں محض ناموری کے لیے نیکی کرے گا اس کی جزا صرف یہاں کی ناموری ہوگی قیامت میں کوئی ثواب نہ ملیگا ثواب کے لیے اخلاص چاہیے۔ ۴؎ یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی اس کا مضمون یہ ہے کہ شادی میں ایک دن کا کھانا سنت ہے دو دن کا کھانا فضل اور تین دن کا کھانا دکھلاوا (مرقات)۔ ۵؎ یہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں بربر کے رہنے والے ہیں فقیہ ہیں مدینہ منورہ سے ہیں۔ ۶؎ یعنی جب دو شخص ایک دوسرے کے مقابلہ میں دعوت کریں ہر ایک یہ چاہے کہ میرا کھانا دوسرے سے بڑھ جائے کہ میری عزت ہو دوسرے کی ذلت ہو ۔۔۔ دعوت قبول نہ کرو، مثلاً شادی میں دولہن و دولہا والے مقابلہ میں دعوت کریں تو کسی کی دعوت قبول نہ کرو یا کسی برادری میں کسی کی شادی میں دعوت

الْمُتَبَارِيَانِ لَا يُجَابَانِ وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَعْنِي الْمُتَعَارِضَيْنِ بِالضِّيَافَةِ فَخْرًا وَرِيَاءً۔ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَلَا يَسْأَلُ وَيَشْرَبُ مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلُ رَوَى الْأَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ هٰذَا إِنْ صَحَّ فَلِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُطْعِمُهُ وَلَا يَسْقِيْهِ إِلَّا مَا هُوَ حَلَالٌ عِنْدَهُ۔

کردو ضدیوں کی دعوت نہ قبول کی جائے نہ ان کا کھانا کھایا جائے[1]۔ امام احمد نے فرمایا کہ ضدیوں سے مراد دعوت میں فخر و ریا کے لیئے مقابلہ کرنے والے ہیں[2]۔ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکاروں کی دعوت طعام قبول کرنے سے منع فرمایا[3]۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کا کھانا کھائے اور پوچھ گچھ نہ کرے اور اس کا پانی پئے اور پوچھ گچھ نہ کرے[4]۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس لیئے ہے کہ ظاہر یہ ہی ہے کہ مسلمان اسے نہ کھلائے پلائے گا مگر وہ ہی جو اس کے نزدیک حلال ہو[5]۔

کچھ دن کے بعد دوسرے کے ہاں شادی ہوئی انہوں نے بڑھ چڑھ کر کھانے پکائے اس نیت سے کہ پہلے کا نام نیچا ہو جائے اور میرا نام اونچا، تو یہ دعوتیں قبول نہ کرو، بزرگان دین ایسی دعوتیں قبول نہ کرتے تھے آج کل مسلمان اسی مقابلہ کی رسوم میں تباہ ہو گئے اور نام کسی کا بھی نہیں ہوتا[6] یعنی صحیح یہ ہے کہ اس کی اسناد میں حضرت ابن عباس کا نام نہیں بلکہ حضرت عکرمہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کہا ہے اسی کو مرسل کہتے ہیں کہ تابعی حضور کی طرف نسبت کر دیں۔

[1] یعنی جو لوگ مقابلہ کی دعوتیں کریں تو ان کے گھر دعوت میں نہ جاؤ اور اگر وہ کھانا تمہارے گھر بھیج دیں تو نہ لو بلکہ واپس کر دو تاکہ انہیں نصیحت ہو اس میں تبلیغ بھی اصلاح بھی اور قوم کو تباہی سے بچانا بھی آج شادیوں میں باجے گانے کھانے جہیز وغیرہ سب ہی میں مقابلے ہوتے ہیں اور مسلمان تباہ ہو رہے ہیں [2] یعنی یہاں متباریین سے بدلہ لینے والے یا احسان کرنے والے مراد نہیں کہ یہ دونوں عمل جائز بلکہ سنت ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانات بھی کیئے اور لوگوں کے ہدایا وغیرہ کا بدلہ بھی کیا ہے [3] یہاں فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کمائی خالص حرام کی ہو ان کی دعوت ہرگز قبول نہ کرو [4] یعنی خواہ مخواہ اس سے یہ نہ پوچھو کہ یہ کھانا یا دودھ پانی کہاں سے آیا ہے تیری کمائی کیسی ہے حرام ہے یا حلال؟ کہ اس میں بلاوجہ بھائی مسلمان پر بدگمانی ہے اور صاحب خانہ کو ایذا رسانی خیال رہے کہ مخلوط آمدنی والے کے ہاں دعوت کھانا درست ہے، اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ہاں کرائی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ابوطالب کے ہاں، ان حضرات نے فرعون، ابوطالب کی آمدنی کی تحقیقات نہ فرمائی [5] یعنی صاحب خانہ مسلمان ہے اور مسلمان پر اچھا ہی گمان کرنا چاہیئے۔

بَابُ الْقَسْمِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يُقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ

باری کا بیان [1] ۞ پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر وفات پائی [2] جن میں سے آٹھ کے لئے باریاں مقرر فرماتے تھے [3] (مسلم بخاری) ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ بی بی سودہ جب بوڑھی ہوگئی [4] تو بولیں یا رسول اللہ میں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا چنانچہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جناب عائشہ کے لئے دو دن دیتے تھے ایک ان کا اپنا دوسرا سودہ کا [5]

[1] قسم قاف کے فتح سین کے جزم سے ہے بمعنے بانٹنا، حصہ مقرر کرنا، اسی سے ہے تقسیم، یہاں بیوی کے درمیان شب باشی کا حصہ مقرر کرنا، باری مقرر کرنا مراد ہے خیال رہے کہ چند بیویوں میں عدل و انصاف کرنا نہایت ہی اہم واجب ہے۔ دل کے میلان میں تو برابری ناممکن ہے اسکا حساب نہ ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم رہا عطیہ، خرچہ، کپڑے، زیور، ہدیہ، سوغات اور شب باشی ان تمام میں عدل و انصاف واجب ہے، ہاں بچوں والی عورت کو تنہا عورت سے زیادہ خرچ دیا جائے بچوں کی وجہ سے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ چار عورتوں سے نکاح کرنا اس وقت حلال ہے جب ظلم کا خطرہ نہ ہو، رب تعالٰی فرماتا ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خطرہ بھی ہو تو ایک ہی نکاح کرو اس خطرہ پر تعدد نکاح سخت ممنوع ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ صحبت یعنی جماع میں برابری واجب نہیں بلکہ ہر بیوی کے پاس رات گذارنے میں برابری ضروری ہے، رات اصل مقصود ہے، دن اس کے تابع، اگر کوئی آدمی رات میں نوکری کرتا ہو تو دن میں رہنے میں برابری کرے، ایک کی باری میں دوسری کے پاس نہ جے، نہ چند بیویوں کو اکٹھا رہنے پر مجبور کرے، وہ جو احادیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا، یہ یا تو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر بیویوں میں عدل واجب نہ تھا یا عدل واجب ہونے سے پہلے ہے یا ان ازواج کی اجازت سے تھا (لمعات، مرقات، اشعہ) ۞ [2] حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ، ام سلمہ، صفیہ، میمونہ، ام حبیبہ، زینب، جویریہ: یہ بیویاں حضور کی وفات کے وقت موجود تھیں، حضرت خدیجہ پہلے ہی وفات پاچکی تھیں، اسماء بنت جون، اور عائشہ خثعمیہ وغیرہ کو طلاق ہوچکی تھی ۞ [3] اس کی وجہ آگے آرہی ہے کہ بی بی سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی، اس لئے ان کے ہاں دو دن قیام رہتا تھا باقی سات کے ہاں ایک ایک دن، اور دورہ جناب عائشہ صدیقہ پر ختم ہوتا تھا: یہ باریاں مقرر فرمانا آپ پر فرض و واجب نہ تھا: رب تعالٰی فرماتا ہے تؤوی الیك من تشاء (مرقات) [4] آپ کا نام شریف سودہ بنت زمعہ ہے، مومنین اولین میں سے ہیں، پہلے اپنے چچازاد کے نکاح میں رہیں جن کا نام سکران ابن عمرو تھا، ان کی وفات کے بعد حضور نے آپ سے نکاح کیا، یہ نکاح بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد اور جناب عائشہ کے نکاح سے پہلے مکہ معظمہ میں ہوا۔ وہاں ہی رخصت ہوئی، آخر میں آپ نے اپنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا

(مسلم بخاری)۔ روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں پوچھتے تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی کہ ہم کل کہاں ہیں گے ہم کل کہاں ہیں گے [1] حضرت عائشہ کا دن ڈھونڈتے تھے پھر تمام ازواج پاک نے آپکو اجازت دیدی کہ حضور جہاں چاہیں رہیں [2] چنانچہ آپ حضرت عائشہ کے مکان میں رہے حتی کہ انہیں کے ہاں وفات پائی [3] (بخاری)۔ روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج پاک کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے [4] پھر انہیں سے جسکا حصہ نکل آیا اسے اپنے ساتھ لے جاتے تھے [5] (مسلم بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابو قلابہ سے وہ جناب انس سے راوی فرماتے ہیں کہ سنت سے [6] یہ کہ جب

باری حضرت عائشہ صدیقہ کو ہبہ کردی، شوال ۵۴ھ میں وفات ہوئی، مدینہ منورہ میں قبر انور ہے فقیر نے زیارت کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

[5] اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے، کیونکہ حقوق کا ہبہ درست ہے، لیکن بعد میں اگر چاہے تو اس سے رجوع بھی کرسکتی ہے اسی طرح اپنا نفقہ مہر وغیرہ معاف کرسکتی ہے، اس کی تفصیل کتب فقہ خصوصًا فتح القدیر میں ملاحظہ کیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دے دینے کا ارادہ فرمایا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی زوجیت میں اٹھوں مجھے طلاق نہ دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رضی اللہ عنہا۔ [1] یعنی کل ہمارا قیام کس بی بی صاحبہ کے ہاں ہوگا، اور عائشہ کی باری کب آئیگی رضی اللہ تعالٰی عنہن کیونکہ جناب عائشہ صدیقہ سے بے پناہ محبت تھی یہ ہے حضور انور کا عدل و انصاف جب اتنا کرے تو چند بیبیاں رکھے، آج مسلمانوں نے چار بیویوں کی اجازت کی آیت تو پڑھ لی، عدل کی آیت سے آنکھیں بند کرلیں آج جسقدر ظلم مسلمان اپنی بیویوں پر کررہے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی، نبی کی تعلیم کیا ہے اور امت کا عمل کیا! ؏ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ [2] یہ ان پاک بیویوں کا انتہائی ادب ہے، ورنہ وہ تمام جانتی تھیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ [3] آپ ہی کی باری میں آپ ہی کے گھر میں آپ کے سینہ انور پر وفات پائی، اور آپ ہی کے گھر میں تاقیامت آرام فرما ہوگئے ؎

جس کا پہلو ہے نبی کی آخری آرام گاہ جس کے حجرے میں نبی ہیں تاقیامت جاگزیں

[4] اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعہ ایک گولی اٹھواتے، اس میں جس کا نام نکل آتا اس کو سفر میں لے جاتے، قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں مگر یہ زیادہ مروج ہے۔ [5] اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ گھر کی طرح سفر میں لے جانے میں بھی باری واجب ہے اور قرعہ کے ذریعہ لے جانا واجب ہے۔ مگر یہ دلیل نہایت ہی ضعیف ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اگر

تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَّقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ وَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ

کوئی شخص بیوہ پر کنواری سے نکاح کرے تو اسکے پاس سات دن رہے اور باری مقرر کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے تو اسکے پاس تین دن رہے پھر باری مقرر کرے[1] ابو قلابہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ جناب انس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن عبدالرحمن سے[3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلمہ سے نکاح کیا اور وہ آپ کے پاس رہیں تو فرمایا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے

سفر میں باری واجب ہوتی تو قرعہ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ ترتیب وار لے جانا واجب ہوتا کہ پہلے سفر میں ساتھ فلاں بی بی گئی تھی اب فلاں چلے۔ دوسرے یہ کہ حضور انور کا فعل شریف ہے اور فعل سے بغیر امر وجوب ثابت نہیں ہوتا، حضور نے اس کا حکم نہ دیا۔ تیسرے یہ کہ یہ عمل شریف بھی حضور نے اپنی طرف سے کیا حکم خداوندی نہ تھا، آپ پر بیویوں میں عدل گھر میں ہی واجب نہ تھا چہ جائیکہ سفر میں واجب ہوتا۔ لہذا حق یہ ہی ہے کہ سفر میں باری مقرر کرنا واجب نہیں، جسے چاہے لے جائے، جسے چاہے چھوڑ دے۔ بعض بیویاں گھر کے انتظام کے لیے موزوں ہوتی ہیں بعض سفر کے انتظام کے لیے مناسب۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ قرعہ ڈال کر لے جائے، سرکار عالی کا یہ عمل شریف بیان استحباب کے لیے ہے (دیکھو مرقات، لمعات، فتح القدیر وغیرہ)

[1] آپ جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کا نام عبداللہ ابن زید جرمی ہے، آپ پر قضا پیش کی گئی تو قبول نہ کی بلکہ قاضی بنائے جانے کے خوف سے غیر معروف جنگل میں چھپنے رہنے لگے، ۱۰۴ھ میں شام میں وفات پائی۔ [2] یہ سنت قولی بھی ہے فعلی بھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل بھی کیا اور حکم بھی دیا۔

[1] یعنے باکرہ جدیدہ بیوی کے پاس سات دن ٹھہرے، پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی قیام کرے۔ اور بیوہ جدیدہ کے پاس تین دن ٹھہرے، پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی قیام کرے۔ غرضکہ یہ سات یا تین دن باریوں میں شمار ہوں گے یہ ہی احناف کا مذہب ہے قرآن کریم فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً، آئندہ احادیث بھی اسی معنی کی تائید کر رہی ہیں۔ امام شافعی کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ نئی بیوی کے پاس سات یا تین دن قیام کرکے پھر باری مقرر کرے، یہ قیام ان باریوں میں شمار نہ ہوگا، مگر احناف کا قول بہت قوی ہے کیونکہ طریقہ شوافع عدل کے خلاف ہے، عدل تمام بیویوں میں چاہیے نئی ہوں یا پرانی۔ قرآن کریم اور دیگر احادیث میں مطلقًا عدل کا حکم ہے نئی پرانی میں فرق نہیں کیا گیا۔ شوافع کے اس معنی کی بنا پر یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ [2] یعنی اگرچہ حضرت انس نے مجھے یہ حدیث مرفوعًا نہیں سنائی اپنا قول سنایا مگر مجھ کو یقین اعتقاد ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی کہہ رہے ہیں۔ [3] آپ ابوبکر ابن عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام ہیں یعنی ابوجہل کے بھائی کے پوتے تابعی ہیں مخزومی ہیں، ولید ابن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے۔

عَلٰی اَھْلِكِ ھَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَھُنَّ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَھَا لِلْبِکْرِ سَبْعٌ وَّلِلثَّیِّبِ ثَلٰثٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ عَائِشَةَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْسِمُ بَیْنَ نِسَآئِهٖ فَیَعْدِلُ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَآ اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَآ اَمْلِكُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ ٭ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَتْ عِنْدَ

قبیلہ والوں کی حقارت نہیں[۲] اگر تم چاہو تو تمہارے پاس سات دن قیام کروں اور باقی بیویوں کے پاس بھی سات دن قیام کروں[۳] اور اگر تم چاہو تو تمہارے تین دن قیام کروں پھر دورہ کروں[۴] وہ بولیں کہ تین دن قیام فرمائیں[۵] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کنواری کے لئے سات دن ہیں اور بیوہ کے لئے تین دن[۶] (مسلم) دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج پاک کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے بہت انصاف فرماتے تھے[۷] اور فرماتے تھے الٰہی یہ میری تقسیم ہے اس میں جس کا مالک ہوں پس تو مجھے اس میں عتاب نہ فرما جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں[۸] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کسی کے پاس

۱؎ ام سلمہ کے اہل سے مراد یا تو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا حضرت ام سلمہ کا قبیلہ و خاندان۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تمہارے پاس کم قیام کریں، تمہارے پاس کم قیام کریں، تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم کو تم سے محبت کم ہے اور تم ہم پر گراں ہو تاکہ تمہارے قبیلہ والوں کے لیے یہ بات توہین کی ہو (لمعات)۔ ۲؎ یعنی اگر ہم اس وقت تمہارے پاس سات دن قیام کریں گے تو بقیہ بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی رہیں گے معلوم ہوا کہ باری اول سے ہی مقرر ہو جاتی ہے، ورنہ چاہیئے تھا کہ اگر حضرت ام سلمہ کے پاس سات دن قیام ہوتا تو باقی ازواج کے پاس چار چار دن قیام ہوتا، کیونکہ تین دن تو ام سلمہ کے خصوصی حق کے ہوتے بعد میں باری مقرر ہوتی، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ باقی ازواج کے پاس بھی تین تین دن قیام کروں، لہٰذا یہ جملہ بھی امام اعظم کے خلاف نہیں۔ ۴؎ تاکہ حضور جلد میرے پاس تشریف لائیں۔ ۵؎ مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا، کہ مرد اگر کنواری عورت سے شادی کرے تو سات دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس سات سات دن رہے، اور اگر بیوہ عورت سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی رہے، اس کی پہلی باری میں بھی برابری و مساوات ہوگی، یہ باری اس نئی کے لئے خاص علیحدہ نہ ہوگی، ورنہ حضرت ام سلمہ سے دریافت نہ فرمایا جاتا۔ ۶؎ ہر طرح عدل فرماتے تھے باری میں، خرچہ میں، ہدیہ و عطیہ میں: یہ ایک کلمہ تمام قسم کے عدل اور انصاف کو شامل ہے مگر باری کا عدل استحباباً تھا نہ کہ وجوباً، کیونکہ آپ پر باری واجب نہ تھی۔ ۷؎ یعنی برتاوے میں تو ہر طرح برابری کرتا ہوں رہا میلان قلبی اور دلی محبت وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے۔ دل تیرے قبضہ میں ہے اور زیادتی میلان تیری طرف سے ہے، اس میں مجھ پر عتاب نہ فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ خاوند پر برتاوے اور ادائے حقوق میں برابری کرنا لازم ہے۔ میلان قلبی اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ ہو تو اس کا گناہ نہیں، رب فرماتا ہے

الرَّجُلِ امْرَاتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ جَنَازَةِ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْا بِهَا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ اَلَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْسِمُ

دو بیویاں ہوں پھر ان میں انصاف نہ کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت عطاء[2] سے فرماتے ہیں کہ ہم جناب ابن عباس کیساتھ بی بی میمونہ کے جنازہ میں مقام سرف میں[3] حاضر ہوئے آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک ہیں تو جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ انہیں ہلاؤ نہ جھٹکا دو[4] ان پر بہت نرمی کرو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں جن میں سے آٹھ کے لئے باری مقرر فرماتے تھے اور ایک کے لئے باری مقرر نہ کرتے تھے[5] حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ہم کو اطلاع پہنچی ہے کہ جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باری مقرر نہ

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ ۞ [1] اس کروٹ ٹیڑھی ہونے سے اُسے چلنے پھرنے میں سخت تکلیف بھی اور تمام محشر میں بدنامی بھی کہ ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ ظالم خاوند جس نے اپنی بیویوں میں انصاف نہ کیا تھا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر تمام بیویاں آزاد ہوں یا لونڈیاں تو سب میں یکسانیت کرے، اور اگر ایک بیوی آزاد ہو دوسری لونڈی، تو آزاد کے ہاں دو دن رہے، لونڈی کے پاس ایک دن نیز عبادات میں مشغول ہو کر بیوی بچوں سے بے خبر ہو جانا سخت منع ہے، عبادت بھی کرو بیوی بچوں میں بھی مشغول رہو ہفتہ میں دو بار ضرور ان کی خبر گیری کرے، (مرقات)، [2] عطاء چند ہیں اور سب تابعین ہیں، یہ عطاء ابن ابی رباح ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس سے زیادہ تر روایات ان ہی عطاء کی آتی ہیں (اشعہ)، [3] حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبداللہ ابن عباس کی خالہ ہیں، آپ کا نکاح بھی مقام سرف میں ہوا زفاف بھی وفات بھی اور اسی مقام سرف میں آپ کی قبر شریف ہے، سرف مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر مقام تنعیم سے قریب ہے، آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی آپ کے نکاح کا عجیب واقعہ ہے کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ آپ کے کان میں پڑا تو بولیں کہ اونٹ اور اونٹ پر کی ساری چیزیں رسول اللہ ہی کی ملک ہو گئیں، پھر آپکا نکاح ہوا (مرقات واشعہ)، [4] زعزعہ اور زلزلہ قریباً ہم معنی ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو یہ تمہاری والدہ محترمہ ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ، ان کی نعش مبارک بڑے ادب و احترام سے لے جاؤ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام بعد وفات بھی چاہیے، فقہاء فرماتے ہیں کہ زیارت قبر کے وقت صاحب قبر سے اتنی ہی دور اور اسی طرح بیٹھے جیسے اس کی زندگی میں بیٹھتا تھا، اور فرماتے ہیں کہ روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے لیے اپنے ہاتھ باندھ کر با ادب

نَا بَلَغَنَا اَنَّهَا صَفِيَّةُ وَكَانَتْ اٰخِرَهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ رَزِيْنٌ قَالَ غَيْرُ عَطَاءٍ هِيَ سَوْدَةُ وَهُوَ اَصَحُّ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ حِيْنَ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَمْسِكْنِيْ قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ نِسَائِكَ فِي الْجَنَّةِ ۞ بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ وَمَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرماتے تھے وہ بی بی صفیہ تھیں[۵] انہیں کی وفات سب سے آخر میں ہوئی جو مدینہ پاک میں فوت ہوئیں[۶] بخاری مسلم) اور رزین فرماتے ہیں کہ عطاء کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ وہ سودہ تھیں یہ ہی زیادہ صحیح ہے انہوں نے اپنا دن بی بی عائشہ کو دے دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینا چاہا تو آپ بولیں مجھے رکھئے میں اپنا دن بی بی عائشہ کو دیتی ہوں تاکہ میں جنت میں آپ کی ازواج میں سے رہوں[۷] بیویوں سے رفاقت کا بیان اور ہر ایک کے حقوق کیا ہیں[۸] پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

کھڑا ہو، جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے (عالمگیری وغیرہ)۔ [۵] کیونکہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی جیسا کہ گذر چکا؛ [۱] بعض نے فرمایا یہ محض غلط ہے اور غلطی ابن جریج کی طرف سے ہے، مگر قاضی عیاض نے فرمایا کہ جب آیت کریمہ ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء نازل ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ، جویریہ، صفیہ، ام حبیبہ، میمونہ سے قدرے علیحدگی فرمائی، اور حضرت عائشہ، ام سلمہ، زینب، حفصہ سے قریب فرمایا پھر سب کو اپنے سے قریب فرمایا سوائے بی بی صفیہ کے جن کے لیے باری مقرر نہ فرمائی حضرت عطاء نے یہ آخری بات سنی واللہ اعلم (مرقات) [۶] بی بی صفیہ کی وفات رمضان ۵۰ھ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ پاک میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۷ھ میں، بی بی سودہ کی وفات ۵۴ھ میں، بی بی زینب کی وفات ۲۰ھ میں، بی بی جویریہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں، دیکھو مواہب لدنیہ اور مرقات؛ لہذا حضرت صفیہ کے متعلق یہ بات غلط ہے [۷] یہ ہی صحیح ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دی نہیں تھی دینا چاہی: بعض روایات میں ہے طلاق دیدی تھی، مگر عرض کرنے پر رجوع فرمالیا تھا، چنانچہ بیہقی میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دے دی، جب آپ نماز کو تشریف لے گئے تو راستہ میں بی بی سودہ نے آپ کا دامن پکڑ کر یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے، تو آپ نے رجوع فرمایا؛ مگر روایت اول صحیح ہے: خیال رہے کہ زوجہ کے قصور کے بغیر بھی طلاق دے دینا جائز ہے نکاح کا باقی رکھنا مرد کا اپنا مستقل حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بارے میں خصوصی اختیار ہے: یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ بیوی نکاح کرسکتی ہیں، جو حضور کی وفات کے بعد میں وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں کیونکہ اس لئے کہ حضور زندہ ہیں ان کی ازواج بیوہ نہیں، خاوند والیاں بیویاں ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ولا تنکحوا ازوجہ من بعدہ ابدا اگر مطلقہ بیوی بھی کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں تو طلاق سے فائدہ کیا ہوتا [۸] اس باب میں دو باتیں مذکور ہوں گی، ایک یہ کہ مرد اپنی بیویوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے اور کس اخلاق سے زندگی گزارے، دوسرے یہ کہ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے اور بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے، ان ہی دونوں چیزوں کو

وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ
اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ
مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا
عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا
خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وسلم نے بیویوں کے متعلق کی وصیت قبول کرو[1] کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور یقیناً پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر
کا ہے[2] تو اگر اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دوگے اور اگر چھوڑ دو تو ٹیڑھا رہے گا[3] لہذا عورتوں کے متعلق وصیت قبول کرو
(مسلم،بخاری)[4] روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ ڈھنگ میں سیدھی ہرگز
نہ ہوگی[5] تو اگر تم اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سے نفع حاصل کرو حالانکہ اس میں ٹیڑھ ہو[6] اور اگر تم اسے سیدھا
کرنے لگو تو توڑ دوگے اس کا توڑنا اسکا طلاق ہے[7] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مومن کسی مومنہ بیوی کو دشمن نہ جانے اگر
اسکی کسی عادت سے ناراض ہو تو دوسری خصلت سے راضی ہوگا[8] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

آج مسلمان بھول گئے، اگر حضور کی تعلیم پر عمل ہو تو آج ہمارے گھروں کے حالات کیوں تباہ ہوں۔ [1] اس جملہ کے چند مطلب ہو سکتے ہیں ایک
یہ کہ میں تم کو اپنی بیویوں سے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں، تم لوگ قبول کرو، ان سے اچھا برتاؤ کرو، یا تم لوگ اپنی بیویوں کے متعلق اچھی وصیت کیا
کرو، کہ ان کے ساتھ تمہارے عزیز و اقارب اچھا سلوک کریں، یا اپنی بیویوں کو بھلائی کا حکم کرو غرضکہ یہاں باب استفعال کئی احتمال رکھتا ہے (اشعہ،
مرقات، لمعات)۔ [2] یعنے حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پسلی کے اوپری حصہ سے ہوئی جو ٹیڑھا ہے، اور تمام عورتیں ان ہی حوا کی
اولاد سے ہیں، فطری طور پر سب میں قدرے کجی سخت مزاجی ہے اور رہے گی، حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول
میں ملاحظہ کیجئے۔ [3] یعنی جو چیز ٹیڑھی بھی ہو خشک بھی، وہ سیدھی نہیں ہو سکتی، پسلی کا اوپری حصہ ٹیڑھا اور خشک ہے اور وہ سیدھا نہیں ہو سکتا
اسی طرح عورت بالکل سیدھی نہیں ہو سکتی، معلوم ہوا کہ اصل کا اثر شاخ میں ہوتا ہے۔ [4] کیونکہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت میں داخل ہے تعلیم و
تربیت سے کچھ درست ہو جاتی ہے مگر بالکل سیدھی نہیں ہوتی۔ [5] یعنی اسے اسکی حالت پر رہنے دو، اسکی بدخلقی ناشکری وغیرہ کی برداشت کرو اور اپنا کام
نکالو، اس کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتے، وہ تمہاری وزیر اور گھر کی منتظم ہے۔ [6] اگر تم اسے ہر بات پر ملامت کرو، اس کے ہر عمل کی نگرانی کرو تو تمہارا گھر
میدان جنگ بن جائیگا، اور آخر طلاق دینا پڑے گی، لہذا بعض باتوں میں چشم پوشی کیا کرو۔ [7] سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم، مقصد یہ ہے کہ بے عیب

لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْلِدُ اَحَدُکُمْ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ یُجَامِعُهَا فِیْ اٰخِرِ الْیَوْمِ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَجْلِدُ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ یُضَاجِعُهَا فِیْ اٰخِرِ یَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِیْ ضَحِکِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ یَضْحَكُ اَحَدُکُمْ مِمَّا یَفْعَلُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی گوشت نہ خراب ہوتا[1] اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زمعہ سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے[4] پھر اخیر دن میں اس سے صحبت کرے گا[5] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں سے کوئی ارادہ کرتا ہے تو اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے کہ شاید اخیر دن اس سے صحبت کریگا پھر انہیں گوز سے ہنسنے کے متعلق نصیحت کی تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس کام پر کیوں ہنستا ہے جو خود بھی کرتا ہے[6] (مسلم بخاری)۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

بیوی ملنا ناممکن ہے، لہٰذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزار ہا برائیوں کا مجموعہ ہیں؛ ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو، اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔ [1] اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام شریف ہے، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے: یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل میدان تیہ میں قید کردیئے گئے، وہاں چالیس سال مقید رہے اس زمانہ میں ان پر قدرتی حلوا اور بھنا ہوا گوشت نازل ہوتا تھا یعنی من وسلویٰ، مگر حکم یہ تھا کہ نیا روز اور نئی روزی: آج کا کھانا کل کے لیے نہ بچاؤ انہوں نے بچانا شروع کردیا، تو گوشت بگڑنے لگا، اس سے پہلے گوشت کبھی خراب نہ ہوتا تھا، اگر یہ لوگ توکل سے کام لیتے تو گوشت وغیرہ کبھی خراب نہ ہوتا۔ [2] اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ شیطان نے پہلے بی بی حوا کو دھوکا دے کر گندم کھانے پر راضی کیا حضرت حوا نے پہلے خود کھایا، پھر ضد کرکے حضرت آدم علیہ السلام کو کھلایا؛ بعض نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوا کو بھیجا کہ گندم کا درخت اکھاڑ کر پھینک دیں، آپ وہاں گئیں، درخت تو اکھاڑ دیا مگر اس کی دو بالیاں محفوظ رکھ لیں جو کچھ عرصہ بعد خود بھی کھالیں اور آدم علیہ السلام کو بھی کھلادیں یہاں خیانت سے مراد ضد کرکے خاوند سے غیر مناسب کام کرالینا ہے، یعنی عورتوں کی یہ ضد وہٹ اپنی دادی صاحبہ کی میراث میں ملی ہے یہ وہاں کا اثر ہے (از مرقات)۞ [3] آپ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سالے زمعہ آپ کے والد کا نام ہے قرشی ہیں اسدی ہیں۞ [4] سختی و بے دردی کے ساتھ اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کے لیے بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاضربوھن کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے۔ استاذ شاگرد کو باپ بیٹے کو مار سکتا ہے [5] یہ کلمہ یا تو گذشتہ حکم کی علت ہے یا اظہار تعجب کے لیے ہے یعنی چونکہ خاوند اس عورت سے صحبت و محبت بھی کرتا ہے، لہٰذا اسے غلاموں کی طرح نہ مارو پٹو یا تعجب ہے کہ اب تو

اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِيْ صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی ۱ اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے یہ چلی جاتیں ۲ پھر حضور انہیں میری طرف بھیجدیتے، تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں ۳ (مسلم بخاری) روایت انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے، اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے ۴ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر پردہ کراتے، تاکہ میں آپکے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں ۵ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی

تم اسے اسی طرح مارو اور پھر عنقریب گلے بھی لگاؤ گے: بزرگ فرماتے ہیں ایک آنکھ لڑنے کی رکھو دوسری ملنے کی ۶ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے بعد میں بیویوں کو مارنے پیٹنے کی اجازت دے دی گئی مگر یہ غلط ہے سخت مارنے ممانعت ہے نرم مار کی اجازت (مرقات) ۷ سبحان اللہ کیسا پیارا قاعدہ بیان فرمایا کہ جو کام خود بھی کرتے ہو اس کام کی بنا پر دوسروں پہ کیوں ہنستے ہو؟ ع

اری کل انسان یری عیب غیرہ ویعمی عن العیب الذی ہو فیہ

حضرت حاتم اصم بہرے نہ تھے ایکبار آپ کی بیوی کی ہوا آواز سے نکل گئی تو آپنے فرمایا زور سے بات کرو میں اونچا سنتا ہوں تاکہ اسے خجالت نہ ہو پھر آخر تک بہرے ہی بنے رہے (مرقات) الحدیث سے معلوم ہوا کہ آواز سے گوز (ہوا) نہ نکالے لیکن اگر کسی کی ہوا آواز سے نکل جائے تو اس پر ہنسے نہ مذاق کرے کہ اس میں مسلمان کو شرمندہ کرنا ہے۔ ۱ بنات جمع ہے بنت کی بمعنی بچی ولڑکی، یہاں یا تو ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں مراد ہے تو ب بمعنی مع ہے اور یا مراد گڑیاں ہیں کہ وہ بھی بچیوں کی شکل کپڑے سے بنائی جاتی ہیں اسلئے انہیں بنات کہتے ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ سہیلیوں کا ذکر تو آگے آرہا ہے، یہ گڑیاں یا تو آپ اپنے میکے سے لائی تھیں یا حضور کے ہاں آکر خود بنائی تھیں یا خود سرکار عالی نے بنوائی تھیں۔ بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچیوں کے لئے گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا جائز ہے کہ یہ دراصل ان کو سینے پرونے اور کھانا تیار کرنے کی تعلیم کا ذریعہ ہے: اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے بچوں کے کھلونے جائز فرمائے اگرچہ وہ شکل والے ہوں لہذا تصاویر کے حکم سے وہ علیحدہ ہیں۔ ۲ ینقمعن قمع سے بنا بمعنی چھپ جانا، یہاں چلا جانا مراد ہے کہ چلے جانے سے بھی انسان چھپ جاتا ہے۔ ۳ خلاصہ یہ ہے کہ محلہ کی بچیاں میرے ساتھ گڑیاں کھیلتی تھیں جب سرکار عالی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اپنے اپنے گھر چلی جاتیں اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے تو ان بچیوں کو ان کے گھروں سے میرے پاس بھیج دیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔ ۴ مسجد سے مراد یا تو خارج مسجد ہے جسے رحبہ کہا جاتا تھا چونکہ وہ جگہ مسجد سے بالکل ملی ہوئی تھی اس لئے اسے مسجد

اَنَا الَّتِیْ اَنْصَرِفُ فَاقْدِرُوْا قَدْرَ الْجَارِیَۃِ الْحَدِیْثَۃِ السِّنِّ الْحَرِیْصَۃِ عَلَی اللَّھْوِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْھَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ فَقَالَ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ

لوٹ جاتی، تو تم اندازہ لگالو، نوعمر لڑکی کے کھیل کی شوقین کا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۲] ہم جانتے ہیں جب تم ہم سے راضی ہوتی تھیں، اور جب تم ہم پر ناراض ہوتیں[۳] میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کہاں سے پہچانتے تھے[۴] فرمایا جب تم ہم سے خوش ہوتیں تو کہتی تھیں محمد مصطفےٰ کے رب کی قسم! اور جب تم ہم سے ناخوش ہوتیں تو کہتی تھیں جناب ابراہیم کے رب کی قسم[۵] فرماتی ہیں میں بولی ہاں یارسول اللہ

فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ خود مسجد میں ہی یہ کھیل ہوتا تھا کیونکہ یہ بظاہر تو کھیل تھا مگر درحقیقت تیر اندازی کی مشق یعنی جہاد کی تیاری تھی، اور یہ تیاری عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز: رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ (اشعہ، لمعات، مرقات) ۵ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے کا ہے ورنہ آپ کبھی اجنبی لوگوں کا کھیل نہ دیکھتیں (مرقات) فقیر کا خیال ہے کہ پردہ کا حکم آچکنے کے بعد کا ہے ورنہ سرکار عالی چادر اور اپنے جسم شریف سے آڑ نہ کرتے لہذا یا تو وہ حبشی بچے تھے نہ کہ جوان بچوں کا کھیل دیکھنا جائز، چونکہ وہاں جوانوں کے آجانے کا بھی احتمال تھا اسلئے احتیاطًا حضور نے آڑ فرمالی، یا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مردوں کو حرام تھا کہ اجنبی عورتوں کو دیکھیں مگر عورتوں پر مردوں کا دیکھنا حرام نہ تھا پھر دو طرفہ پردہ فرض ہوگیا جیسا کہ اپنے مقام پر ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر چکڑالوی وغیرہ اعتراض نہیں کرسکتے نہ اپنی بیویوں کو سنیما لے جانے والے استدلال کرسکتے ہیں:

[۱] یعنی میں نوعمر بچی بھی تھی اور کھیل تماشہ دیکھنے کی شوقین بھی، تم اندازہ لگالو کہ میں کتنی دیر تک کھڑی رہتی ہوں گی مگر قربان جاؤں اس اخلاق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ خود وہاں سے نہ ہٹتے تھے نہ مجھے اندر جانے کا حکم دیتے تھے بلکہ میری خاطر بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے۔ [۲] جب میری عمر پختہ اور عقل کامل ہوگئی تب مجھے میرے بچپن کا زمانہ یاد دلایا جبکہ میں نئی نئی بیاہ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ [۳] یہ ناراضی نازکی ہے نہ کہ نفرت کی ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا تو کفر ہے، محبوبوں کی یہ ناراضی بھی پیاری ہوتی ہے

ناز برداری تمہاری کیوں نہ فرمائے خدا ۔ نازنین حق نبی ہیں تم نبی کی نازنیں

بچہ باپ پر ناراض ہو کر اپنی ہر ضد پوری کرالیتا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا لہذا اس حدیث سے روافض دلیل نہیں پکڑ سکتے: اور جناب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہیں کرسکتے۔ [۴] وحی الٰہی سے یا خاص علامات سے۔ [۵] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بچپن شریف کی عقل و فراست پر جان و ایمان صدقہ کہ اگر گھریلو معاملہ میں کسی وجہ سے دل میں رنج ہوتا تو لڑائی جھگڑا شور وغیرہ نہ فرماتیں بلکہ رب کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے لیتیں کہ دل کی حفاظت کا اظہار بھی ہوجائے اور گھر میں بدمزگی بھی نہ پیدا ہو کاش! ہماری مائیں بہنیں حضرت عائشہ صدیقہ سے سبق لیں اور اپنے گھروں کو میدان جنگ نہ بنائیں۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا وَعَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ

میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی تھی ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے ۲؎ تو وہ انکار کردے ۳؎ اور خاوند ناراض ہوکر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں ۴؎ (مسلم بخاری) انہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے پھر وہ انکار کردے تو آسمان والا اس پر ناراض ہوتا ہے ۵؎ حتی کہ خاوند اس سے راضی ہوجائے ۶؎ روایت ہے حضرت اسماء سے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ایک سوکن ہے ۷؎ تو کیا مجھ پر اس میں گناہ ہے کہ اپنے خاوند کا کوئی عطیہ ظاہر کروں جو اس نے نہ دیا ہو ۸؎

۱؎ یعنی میرے دل میں آپ کی محبت بدستور رہتی تھی صرف دلی رنج کے اظہار کے لئے ایسا کرتی تھی۔ ۲؎ رات کے وقت صحبت کے لئے یا کسی اور خدمت کیلئے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ۔ دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عمومًا مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک صاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔ ۳؎ بغیر عذر آنے سے انکار کردے فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ (مرقات)۔ ۴؎ یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر اس لئے ہوا کہ عمومًا بیویوں کے پاس بنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں رات کی لعنت صبح کو اس لئے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔ ۵؎ اللہ تعالٰی جس کی حکومت، ملکیت آسمان میں بھی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ اگرچہ زمین وآسمان ولامکان سب ہی اللہ تعالٰی کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لئے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔ ۶؎ معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالٰی اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضامندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ ۷؎ عربی میں سوکن کو ضرہ کہتے ہیں ضرہ ضرر سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر ونقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عمومًا کوشش کرتی ہے اس لئے اسے ضرہ کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام قطینہ بھی ہے

فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا وَّكَانَتْ اِنْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ

تو فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا ظاہر کرنے والا جھوٹے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کا ایلاء کیا۲؎ اور آپ کا پاؤں موچ گیا تھا۳؎ تو آپ نے بالاخانے میں انتیس۲۹ رات قیام کیا۴؎ پھر نیچے تشریف لائے، تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے تو ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا، فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۵؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق آئے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت لیں، لوگوں کو آپ کے دروازہ پر بیٹھے پایا۔ جن میں سے کسی کو اجازت نہ ملی تھی۶؎ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کو اجازت مل گئی، آپ داخل ہوگئے، پھر

بعض بہت سمجھدار ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطین ہوتی ہے اسی لئے اسے فطینہ کہتے ہیں (مرقات)۔ ۵؎ یعنی بیوی اپنی سوکن کو جلانے طیش دلانے کے لئے یہ ظاہر کرے کہ خاوند مقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلًا اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاوے کہ خاوند نے دیا ہے۔ ۱؎ یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریۃً کے اعلٰی کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ اس کے اپنے کپڑے ہیں پھر بعد میں حال کھلنے پر بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔ ۲؎ ایلاء بنا ہے اَلِیٌ سے بمعنی قرب ہمزہ سلب کا ہے یعنی قریب نہ جانا شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ تو خاوند اپنی قسم توڑ دے کہ اس مدت میں ایلاء سے قولًا یا عملًا رجوع کرکے کفارۂ قسم ادا کردے یا ایلاء پورا کرلے اور چار ماہ گزرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایلاء شرعی نہ تھا لغوی تھا کیونکہ ایک ماہ کا تھا اس ایلاء کا واقعہ بہت مشہور ہے کتب احادیث میں مذکور ہے۔ ۳؎ گھوڑے سے گرجانے کی وجہ سے پاؤں شریف میں موچ آ گئی تھی یا پاؤں اتر گیا تھا (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ غالبًا نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آگیا تھا اور تکلیف ہوگئی تھی جسے راوی نے انفکت سے بیان فرمایا (مرقات)۔ ۴؎ مشربہ میم کے فتح رکے پیش سے مشرفہ کی طرح بمعنی بالاخانہ عرفہ جسے پنجاب میں چھتی کہا جاتا ہے وہ بالاخانہ ایسا پرتکلف نہ تھا جیسا آجکل امیروں کا ہوتا ہے یعنی ایلاء کے زمانہ میں سرکار کسی زوجہ پاک کے پاس نہ رہے بلکہ علیحدہ چھتی پر قیام فرمایا۔
۵؎ یعنی یہ مہینہ انتیس کا ہے آج ہمارے ایلاء کی مدت پوری ہوگئی اور ہم نے اسی مہینہ کا ایلاء کیا تھا علماء فرماتے ہیں جو کسی خاص مہینہ کے روزے کی نذر مانے اور وہ انتیس دن کا ہو تو اس پر انتیس روزے ہی کافی ہوں گے مگر جو غیر معین مہینہ کے روزوں کو نذر مانے اس پر تیس۳۰ دن کے روزے ہی لازم ہوں گے اگرچہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہو جس میں روزے رکھے (مرقات)۔ ۶؎ واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوئے زیادہ خرچہ دینے کے متعلق عرض کیا بعض نے یہ بھی کہا کہ فلاں فلاں کی بیویاں

اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآءُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِيْ كَمَا تَرٰى يَسْئَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى عَائِشَةَ يَجَاءُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰى حَفْصَةَ يَجَآءُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْئَلِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهٗ

جناب عمر آئے اجازت مانگی انہیں بھی مل گئی ۱ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غمگین خاموش بیٹھا پایا کہ آپ کی ازواج ارد گرد تھیں ۲ آپ نے سوچا کہ میں ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دوں ۳ تو عرض کیا یا رسول اللہ حضور خارجہ کی بیٹی کو ملاحظہ فرماتے کہ اس نے مجھ سے خرچہ مانگا تو میں اس کی طرف بڑھا ان کی گردن مروڑ دی ۴ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے ۵ اور فرمایا یہ جو میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مجھ سے خرچ کا مطالبہ کرتی ہیں ۶ تو ابوبکر عائشہ کی طرف اٹھے ان کی گردن مروڑنے لگے اور حضرت عمر حفصہ کی طرف بڑھے وہ ان کی گردن مروڑنے لگے ۷ یہ دونوں کہتے تھے کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے ۸ وہ بولیں اللہ کی قسم ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی وہ چیز نہ مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہو ۹

ایسے عمدہ لباس پہنتی ہیں ایسے عیش میں ہیں تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ایک ماہ تک تم میں سے کسی کے پاس نہ آئیں گے اور بالاخانہ پر تشریف فرما ہوگئے اور تمام صحابہ سے بھی علیحدگی اختیار فرمائی، اس پر مشہور ہوگیا کہ حضور نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، لوگ گھبرا گئے، اسی گھبراہٹ میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق حاضر ہوئے کیونکہ ان کی صاحبزادیاں بی بی عائشہ صدیقہ اور بی بی حفصہ حضور کے نکاح میں تھیں۔

۱ چونکہ اس وقت تک پردہ کی آیات نہ آئی تھیں اس لئے ان دونوں بزرگوں کو ازواج پاک کی موجودگی میں اجازت دے دی گئی۔ ۲ غالبًا یہ اجتماع عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تھا۔ ۳ یہ ہنسانا بھی عبادت تھا۔ حضور کو خوش کرنا عبادت ہے جیسے آپ کو غمگین کرنا گناہ، ایسے موقعوں پر جناب عمر ہمیشہ یہ عمل کرتے تھے۔ ۴ بنت خارجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ پاک ہیں۔ ۵ یعنی میری بیوی نے مجھ سے حاجت سے زیادہ خرچہ مانگا عیش و طرب کے لئے تو میں نے اسے یہ سزا دی کیونکہ بقدر ضرورت تو خرچہ میں دیتا ہوں۔ ۶ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کا یہ عمل پسند فرمایا، پتہ لگا کہ خاوند اپنی زوجہ کو نافرمانی یا بے جا مطالبہ پر سزا دے سکتا ہے کہ مرد عورت کا حاکم ہے۔ ۷ یعنی ہمارے ہاں بھی یہ ہی معاملہ درپیش ہے کہ ہماری یہ ازواج ہم سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ ۸ معلوم ہوا کہ والد اپنی جوان شادی شدہ بیٹی کو سزا دے سکتا ہے ان دونوں حضرات نے حضور کی موجودگی میں اپنی صاحبزادیوں سے یہ برتاوا کیا۔ ۹

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْتِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى
بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ
اَعْرِضَ عَلَيْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْاٰيَةَ قَالَتْ اَفِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِيْرُ اَبَوَيَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تُخْبِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِكَ بِالَّذِيْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسْاَلُنِيْ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ
اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا مُّتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر حضور ازواج سے ایک ماہ یا انتیس دن علیحدہ رہے پھر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اے نبی اپنی بیویوں سے فرمادو الی قولہ تم میں سے نیک کار بیویوں کے لیے بڑا ثواب ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نے عائشہ سے ابتداء کی ۱؎ اے عائشہ تم پر ایک چیز پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس میں جلدی نہ کرنا حتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو آپ بولیں یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ تب حضور نے ان پر یہ آیت تلاوت کی ۲؎ آپ بولیں کیا آپ کے بارے میں یارسول اللہ میں ماں باپ سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں ۳؎ اور حضور سے عرض ہے کہ اپنی ازواج میں سے کسی بی بی کو نہ بتائیں جو میں نے عرض کیا ۴؎ آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی بی بی مجھ سے نہ پوچھے گی مگر میں خبر دے دوں گا یقینًا اللہ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بھیجا نہ مشقت میں پڑنے والا ۵؎ لیکن مجھے بھیجا ہے علم سکھانے والا آسانی کرنے والا ۶؎ (مسلم)

۱؎ یہاں کرخی فرمایا اپنے پاس کچھ رکھا اغنا ہم اللہ ورسولہ من فضلہ ۲؎ یہ ماجرا دیکھ کر تمام ازواج پاک نے بیک زبان یہ وعدہ کیا ۳؎ کیونکہ حضور اس واقعہ سے پہلے علیحدگی کی قسم اٹھا چکے تھے اسلئے اگرچہ ان بیویوں نے یہ وعدہ کرلیا مگر حضور نے اپنی قسم پوری فرمائی (مرقات، لمعات) ۴؎ واقعہ کی ترتیب یہ ہوئی کہ اولًا ازواج مطہرات نے عرصہ تک زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کی قسم اٹھائی پھر حضرت صدیق و فاروق کا یہ واقعہ پیش آیا پھر ازواج پاک نے یہ وعدہ کیا جو یہاں مذکور ہے پھر حضور نے علیحدگی اختیار کی، مدت ایلاء ختم پر آیت کا نزول ہوا پھر ازواج پاک کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا ۵؎ کیونکہ عائشہ صدیقہ ان سب میں عالمہ عاقلہ تھیں ۶؎ چونکہ تم عمر میں چھوٹی ہو اور چھوٹی بچیاں دنیا کی زیب زینت پر زیادہ مائل ہوتی ہیں اسلئے والدین سے مشورہ کرکے فیصلہ کرو (مرقات) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سرکار عائشہ صدیقہ کے اپنے پاس رہنے پر بہت ہی خوش ہیں ۷؎ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے نبی کی بیویو! اگر تم کو دنیاوی ٹیپ ٹاپ کا شوق ہے تو آؤ میں تم کو طلاق دے دوں اور اگر اللہ رسول اور قیامت کی بہتری چاہتی ہو تو میرے ساتھ فقر و فاقہ پر قناعت کرو تب ام المؤمنین نے یہ جواب دیا ۸؎ یہ ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فراست و دانائی، علم و عقل اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کا اجتماع نہیں ہوتا ۹؎ تاکہ ہر بی بی پاک کے علم و عقل کا امتحان ہوجائے ۱۰؎ تاکہ وہ پوچھنے والی بی بی تمہاری پیروی کریں جس سے تم کو بھی ثواب ملے ۱۱؎ معنت بنا ہے عنت سے بمعنی گناہ، مشقت۔ معنت دوسروں کو گناہ یا مشقت میں ڈالنے والا۔ متعنت خود گناہ یا مشقت میں واقع ہونے والا۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری بیویوں کو تمہارے جواب کی ضرور خبر دار کروں گا تاکہ ان کے لئے تمہارا جواب مشعل راہ بنے اس جواب کی اشاعت مفید ہے چھپانا ان کے لئے مضر ہوگا چنانچہ ان بیویوں نے وہی جواب دیا جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے دیا تھا سب فقر و فاقہ پر راضی ہوگئیں اور سب نے حضور کے ساتھ زندگی گذارنے کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھا ۱۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ضرورت کے وقت حاکم عالم سلطان اپنے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ ذُكِرَ فِيْ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنی جانیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بخش دیتی تھیں میں کہتی تھی کیا عورت اپنی جان بخشتی ہے [۱] پھر جب اللہ تعالٰے نے یہ آیت اتاری کہ آپ ان عورتوں میں سے جسے چاہیں ہٹائیں جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جن کو علیحدہ کر دیا ہے ان میں جسے چاہیں بلالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں [۲] تو میں نے عرض کیا کہ میں آپکے رب کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپکی خواہش پوری فرمانے میں جلدی کرتا ہے [۳] (مسلم بخاری) اور حضرت جابر کی حدیث کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو حجۃ الوداع کے قصہ میں ذکر کردی گئی ہے

دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ کسی سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں

دروازے پر ڈیوڑھی بان کو سنبھال سکتے ہیں ورنہ عمومًا حضور کے دروازے پر حاجت ڈیوڑھی بان نہ ہوتے تھے۔ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا چاہئے خواہ خاص دوست ہو یا اجنبی۔ اپنی جوان اولاد کو باپ سزا دے سکتا ہے اگرچہ اولاد شادی شدہ ہو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک نے بخوشی اپنی زندگی مسکینیت میں گذار دی۔ بالاخانہ پر رہنا درست ہے: خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے یہ اختیار دینا طلاق نہ ہوگا بلکہ اگر بیوی طلاق کو اختیار کرے تب طلاق ہوگی حضرت علی اور زید ابن ثابت وحسن سے جو مروی ہے کہ اختیار طلاق دینا ہی طلاق ہے شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی (مرقات) [۱] یعنی بعض عورتیں بارگاہِ رسالت میں عرض کرتی تھیں کہ میں اپنی جان آپ کے سپرد کرتی ہوں میں اسے بے غیرتی سمجھتی تھی کہ عورت یہ جرأت کیسے کرتی ہے کہ اپنے کو مرد پر پیش کرے۔ [۲] اس آیت کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اے محبوب آپ کو اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہیں اپنے سے علیحدہ رکھیں کہ اس کے لئے باری کوئی مقرر نہ فرمائیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں دوسرے یہ کہ اے محبوب جس عورت سے آپ چاہیں نکاح کریں اور اسے اپنے پاس رکھیں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں آپ پر تعداد ازواج کی کوئی پابندی نہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے لایحل لک النساء من بعد۔ [۳] ام المؤمنین نے اس آیت کی دوسری تفسیر اختیار فرمائی کہ آپ جس قدر عورتوں سے چاہیں نکاح کریں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المؤمنین کا عقیدہ یہ تھا ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ؎ خدا چاہتا ہے رضائے محمد

لہذا اگر حضور ہم جیسے گنہگاروں کو رب سے بخشوانا چاہیں تو رب تعالٰی ضرور بخش دے گا کیونکہ وہ حضور کی رضا چاہتا ہے ؎

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں ؎ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

خیال رہے کہ چند عورتوں نے اپنے کو حضور پر پیش کیا ہے، میمونہ، ام شریک، زینب بنت خزیمہ، خولہ بنت حکیم، رب تعالٰی فرماتا ہے وان امراۃ وہبت

قَالَتْ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ عَلٰی رِجْلِیْ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهٗ فَسَبَقَنِیْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِیْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰی قَوْلِهٖ لِاَهْلِیْ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں پاؤں سے دوڑنے میں آگے نکل گئی پھر جب میں کچھ بھاری ہوگئی تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے فرمایا یہ اس سبقت کا عوض ہوگیا (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں اور جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو (ترمذی، دارمی) اور ابن ماجہ عن ابن عباس ان کے فرمان لاہلی تک۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے

نفسہا للنبی الخ (مرقات)۔ ٣ یعنی مصابیح میں وہ حدیث اس جگہ تھی میں نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے باب میں ذکر کردی۔ ٤ یعنی بحالت سفر کسی منزل پر ہم نے قیام کیا میدان تجارات کے اندھیرے یا دن میں اکیلے میں میں نے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دوڑ لگائی کہ دیکھیں کون آگے نکل جائے، یہ دوڑ سواری پر نہ تھی پاؤں پر تھی میں آگے نکل گئی حضور نے خود ہی آپ کو آگے نکل جانے دیا ہوگا انہیں خوش کرنے کیلئے۔ ٥ یہ پتہ نہ لگا کہ یہ دوڑ کس جگہ ہوئی بہرحال کچھ عرصہ کے بعد ہوئی ہوگی اور اس دوڑ میں آپ پیچھے رہ گئیں، یہ ہے اپنی ازواج پاک سے اخلاق کا برتاؤ۔ ایسے اخلاق سے گھر جنت بن جاتا ہے مسلمان یہ اخلاق بھول گئے، خیال رہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ لڑکپن ہی میں حضور کے نکاح میں آئیں جبکہ حضور کی عمر شریف پچاس سال کے قریب تھی۔ اس قدر تفاوت عمر کے باوجود آپ کبھی نہ گھبرائیں کیوں ان اخلاق کریمانہ کی وجہ سے، باقی بیویاں بیوگان اور عمر رسیدہ تھیں، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ گڑیاں کھلانا، دوڑ لگانا، کھیل دکھانا صرف عائشہ صدیقہ ہی سے کیوں ہے دوسری بیویوں سے کیوں نہیں۔ ٦ یعنی اب کیسے ہم جیت گئے بدلہ ہوگیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ چار چیزوں میں دوڑ جائز ہے اونٹ، گھوڑا، تیراندازی، پیدل، ان میں دو طرفہ مال کی شرط حرام ہے کہ یہ جوا ہے، یک طرفہ جائز ہے کہ انعام ہوں اگر تیسرا کہہ دے کہ تم میں سے جو جیتے گا اسے یہ انعام ملے گا جائز ہے۔ ٧ یعنی بڑا خلیق وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خلیق ہو کہ ان سے ہر وقت کا گھر بنتا ہے اجنبی لوگوں سے خلیق ہونا کمال نہیں کہ ان سے ملاقات کبھی کبھی ہوتی ہے۔ ہم نے اس اخلاق کریمانہ کا نمونہ قائم فرمادیا ہے سبحان اللہ ٨ یعنی خاوند بیوی میں سے جو مرجائے تو اسے دوسرا اچھائی سے یاد کرے برائیاں بیان نہ کرے یا کوئی مسلمان بھائی مرجائے تو اس کے عیوب بیان نہ کئے جائیں کہ مردہ کی غیبت بدترین گناہ ہے کیونکہ اس سے معاف نہیں کراسکتے۔ خیال رہے کہ راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ یہ حدیث کی تحقیق ہے غیبت کی تحقیق اور اس کے اقسام و احکام ہمارے فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیے اور کچھ اس کتاب میں بھی عرض کئے جاچکے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مردہ کی غیبت نہ کرو زندہ مسلمان کی غیبت خوب کیا کرو۔ ٩ یہاں خصوصیت سے عورت کا ذکر اس لئے ہے کہ آگے ۔ نماز

فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ

تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے [۱] (ابونعیم حلیہ) ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے [۲] تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے [۳] (ترمذی) ؛ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت مرجائے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو [۴] تو جنت میں جائے گی [۵] (ترمذی) ؛ روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے [۶] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے [۷] تو وہ فوراً اس کے پاس آئے اگرچہ

کی اطاعت کا بھی ذکر آرہا ہے جو صرف عورت پر فرض ہے، نمازوں سے مراد پاکی کے زمانہ کی نمازیں ہیں، روزوں سے مراد رمضان کے روزے ہیں ادا یا قضاء کہ ناپاکی کی حالت میں عورت روزے ادا نہیں کرسکتی قضاء کرے گی ۔ [۲] اس طرح کہ زنا اور اسباب زنا سے بچے بے پردگی گانا ناچنا وغیرہ حرام کام کے اسباب بھی حرام ہیں جیسے فرض کے اسباب و شرائط فرض نماز کی وجہ سے وضو وغیرہ بھی فرض ہے ۔ [۳] کہ اس کا ہر جائز حکم مانے بشرطیکہ قادر ہو ۔ [۴] چونکہ اس صالحہ بی بی نے ہر قسم کی عبادات کی ہیں اس لئے اسے ہر قسم کے دروازے سے جنت میں جانے کی اجازت ہے، جنت کے بہت دروازے ہیں ہر دروازہ خاص عبادت والے کیلئے ۔ [۵] یعنی ہماری شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے سجدۂ عبادت کفر ہے سجدۂ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدہ تعظیم جائز تھا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے میں دیکھئے، یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا ۔ [۳] کیونکہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لئے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے، اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو میں اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا ۔ خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے ۔

اے جوش دل گراں کو یہ سجدہ روا نہیں ۞ اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

[۴] یہاں خاوند سے مراد مسلمان عالم متقی خاوند ہے (مرقات) یہ قیود بہت ہی مناسب ہیں، بعض بے دین خاوند تو عورت کی نماز سے ناراض ہوتے ہیں اس کے گانے بجانے، سینما جانے، بے پردہ پھرنے سے راضی ہوتے ہیں یہ رضا بے ایمانی ہے ۔ [۵] مرتے ہی روحانی طور پر یا بعد قیامت جسمانی طور پر، کیونکہ اس نیک بی بی نے اللہ کے حقوق بھی ادا کئے بندے کے حقوق بھی ۔ [۶] آپ صحابی ہیں، یمامہ سے ایلچیوں قاصدوں کے ساتھ حضور صلے اللہ

عَلَى التَّنُّوْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِيْ امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ

تنور پر ہو ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت معاذ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہیں ستاتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر اس کی حورعین بیوی کہتی ہے ۲ کہ خدا تجھے غارت کرے اسے نہ ستا کیونکہ یہ تیرے پاس مہمان ہے بہت قریب تجھے چھوڑ کر ہماری طرف آئے گا ۳ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴ روایت ہے حضرت حکیم ابن معاویہ قشیری سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کسی کی بیوی

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۲ حاجت سے مراد صحبت ہے جبکہ یہ صحبت کرانے کے لائق ہو۔

۱ اور روٹیاں تنور میں لگادی ہوں کہ اس حال میں وہاں سے ہٹنا روٹیاں جل جانے کا سبب ہے مگر یہ جب ہے کہ روٹیاں خاوند کی ہوں اگر کسی دوسرے کی ہیں تو نہ جائے، اگر گئی اور روٹیاں ضائع ہوگئیں تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔ ۲ جو اس کے نکاح میں آچکی ہے ملے گی بعد قیامت رب تعالٰی فرماتا ہے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ ۳ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور وہ دیکھ رہی ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ملاء اعلٰی دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مومن جنتی مریگا تیسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں، پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں۔ جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ حور حاضر ناظر ہے، چھٹے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرمارہے ہیں وہ ہے حور، حضور ہیں نور، صلے اللہ علیہ وسلم، ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو۔ ۴ یعنی ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں، کیونکہ اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے، رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے یعلمون ما تفعلون تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے انہ یرٰکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم جس حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہو جائے تو ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے۔ ۵ یہ حکیم تابعی ہیں قبیلہ بنی قشیر سے ہیں، جو قشیر ابن کعب کی اولاد سے ہیں، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی حدیث مقبول ہے جامع اصول میں کہا کہ آپ اگرچہ بدوی یعنی دیہات کے رہنے والے ہیں مگر حسن الحدیث ہیں انکے والد معاویہ قشیری صحابی ہیں مگر انہیں صاحب مشکوٰۃ نے اسماء الرجال میں ذکر نہ فرمایا کیونکہ ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ کچھ بھی سہی تمام صحابہ ثقہ عادل ہیں۔

اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِيْ اِمْرَاَةً فِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِيْ مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَّكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ

کا حق اس پر کیا ہے فرمایا جب تم کھاؤ اسے کھلاؤ اور جب تم پہنو اسے پہنا ؤ[1] اور اس کے منہ پر نہ مارو[2] اور اسے برا نہ کہو[3] اور اسے نہ چھوڑو مگر گھر میں[4] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے[5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ ہے یعنی بدزبانی یا تیز زبانی[6] فرمایا اسے طلاق دے دو[7] میں نے عرض کیا کہ اس سے میرے بچے ہیں، اور اسے میری پرانی صحبت ہے[8] فرمایا تو اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو اگر اس میں بھلائی ہوئی تو قبول کرے گی[9] اور اپنی بیوی کو

[1] یعنی اپنی بیوی کو اپنی حیثیت کے لائق کھلاؤ پہناؤ، اور جب خود کھاؤ پہنو تب ہی اسے کھلاؤ پہناؤ، اگر اپنے لئے دو جوڑے بناؤ تو اس کے لئے بھی، پہناؤ میں لباس جوتہ وغیرہ سب داخل ہیں، زیور اپنی مرضی پر ہے اس کا پہنانا بھی سنت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہار عطا فرمایا تھا اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کنگن نقرئی اور ہاتھی دانت کا ہار عطا فرمایا۔ [2] یعنی قصور کرنے پر اسے مار سکتے ہو مگر چہرے پر نہ مارو کیونکہ چہرہ میں نازک اعضاء ہیں اور انسان کا چہرہ رب کو بڑا ہی محبوب ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ فقہاء فرماتے ہیں کہ چار جرموں پر خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے، ایک بناؤ سنگار نہ کرنے یا پاک صاف نہ رہنے پر جبکہ خاوند یہ چاہتا ہو! دوسرے بلاوجہ صحبت کے لئے پاس نہ آنے پر تیسرے نماز روزہ وغیرہ شرعی احکام کی پابندی نہ کرنے پر: چوتھے بغیر اجازت گھر سے نکلنے پر مگر اس مار میں اصلاح مقصود ہو نہ کہ ایذاء۔ [3] لا یقبح کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسے گالیاں نہ دو کہ اس سے تمہاری زبان گندی ہوگی، عورت کی عادت بگڑے گی، کیونکہ گالیاں سننے والا گالیاں بکنے بھی لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے بُرے کاموں کا عیب نہ لگاؤ، بے عیب کو عیب لگانے سے وہ عیب دار ہو جاتا ہے، بلکہ برائی دیکھ کر اکثر چشم پوشی کر لیا کرو۔ [4] یعنی اگر تم اس کی اصلاح کے لئے اس سے کلام و سلام بند کرو تو گھر سے باہر نہ نکال دو کہ اس سے وہ اور بھی آزاد ہو جائے گی بلکہ گھر ہی میں رکھو، کھانا پینا جاری رکھو، صرف بول چال چھوڑ دو، یہ بائیکاٹ ان شاء اللہ اس کے لئے پوری اصلاح کا ذریعہ ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے واھجروھن فی المضاجع۔ [5] آپ لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہیں، صبرہ آپ کے دادا ہیں، مشہور صحابی ہیں طائف کے رہنے والے (مرقات و اشعہ)۔ [6] فرمائیے تیز زبان بیوی کو سزا کیا دی جائے، حضرات صحابہ حضور کو حکیم مطلق مان کر اپنے گھریلو معاملات تک آپ پر پیش کر کے اصلاح چاہتے تھے۔ [7] یہاں طلاق کا حکم اباحت کے لئے ہے، بدزبان بیوی کو طلاق دے دینا مباح ہے [8] ان صحابی کا یہ جواب طلاق سے معذرت کرنے کے لئے ہے کہ اس سے بچے برباد ہو جائیں گے مجھے تکلیف ہوگی۔ [9] معلوم ہوا کہ نافرمان بیوی کو وعظ و نصیحت کرنا بہت محبوب ہے، انسان پہلے اپنی اصلاح کرے پھر اپنے گھر والوں کی پھر عزیز و اقارب کی پھر دوسروں کی آجکل عموماً واعظین و علماء کی بیویاں ہی زیادہ نافرمان دیکھی گئی ہیں کیونکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔

ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ أُمَيَّتَكَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ❁ وَعَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى أَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَأَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❁ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ❁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ

اپنی لونڈی کی سی مار نہ لگاؤ[۱] (ابوداؤد) ❁ روایت ہے حضرت ایاس ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بندیوں کو نہ مارو[۲] پھر جناب عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے عورتیں اپنے خاوندوں پر دلیر ہوگئیں[۳] تب انہیں مارنے کی اجازت دی[۴] پھر بہت سی عورتوں نے اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر چکر لگائے[۵] جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری اہل بیت پر بہت عورتیں چکر لگا رہی ہیں اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں یہ لوگ تم میں اچھے نہیں[۶] (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) ❁ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے خاوند پر یا غلام کو اس کے آقا پر خراب کردے[۷] (ابوداؤد) ❁ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا

[۱] ظعینہ ظعن سے بنا سفر در ہودج چونکہ بی بی گھر میں ایسی رہتی ہے جیسے مسافر رتھ پر ہودج میں اس لیئے اُسے ظعینہ کہا جاتا ہے امیہ امۃ بمعنی لونڈی کی تصغیر ہے یعنی بیویوں کو لونڈیوں کی طرح مار نہ لگاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ معمولی مار کی اجازت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہ مارا ❁ [۲] یعنی جیسے مرد اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں جیسے مولی اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی ظلمًا مارنے والے پر ناراض ہوگا نہ کسی مرد کو مارو نہ عورت کو ❁ [۳] یہاں النساء ذئرن کا فاعل نہیں ہے ورنہ فعل واحد آتا بلکہ فاعل کا بدل ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وعموا وصموا کثیر منھم مطلب تھا کہ جب عورتوں کو پتہ لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعًا مار سکتے نہیں تو وہ کچھ دلیر سی ہوگئیں ❁ [۴] معلوم ہوتا ہے کہ اولًا قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں ❁ [۵] یہاں آل سے مراد بیویاں ہیں قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے بیویاں اہل بیت سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہل بیت ولادت یعنی عورتیں براہ راست بارگاہ نبوی میں حاضری کی ہمت نہ کرسکیں اس لیئے ازواج پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر بالواسطہ اپنے خاوندوں کی شاکی ہوئیں ❁ [۶] خلاصہ یہ ہے کہ قصور مندبیوی کو اصلاح کیلئے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ و نصیحت سے اصلاح کرنا بہتر ہے بلاقصور مارنا حرام جس پر پکڑ ہوگی یونہی بہت مارنا بے دردی ہے بیجا ظلم ہے بیوی کی سختی برداشت کرنا یونہی خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا بڑے اجر کا باعث ہے ❁ [۷] یہ حدیث

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اِلٰى قَوْلِهٖ خُلُقًا ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَوْ حُنَيْنٍ وَفِيْ سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيْحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِيْ وَرَاٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهٗ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں بڑے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب میں اچھے اخلاق والا اپنے بال بچوں پر مہربان ہو[۱] (ترمذی) ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومنوں سے کامل تر مومن اچھے اخلاق والا ہے[۲] اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین ہو[۳] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے (ابوداؤد خلقا تک) ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک[۴] یا حنین[۵] سے واپس تشریف لائے ام المومنین کے طاق میں پردہ تھا ہوا چلی جس نے پردہ کے کنارہ نے حضرت عائشہ کے کھیل کی گڑیاں کھول دیں[۶] تو حضور نے فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ بولیں میری گڑیاں ہیں آپ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے

حاکم نے ایاس ابن عبداللہ ابن ابی ذباب سے نقل فرمائی (مرقات) ۔ ۵ خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کرے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو تعویذ گنڈے کرنے سب حرام ہیں اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے، بہرحال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ ۔ ۱ مومن کا تعلق خالق سے بھی ہے مخلوق سے بھی خالق سے عبادات کا تعلق ہے مخلوق سے معاملات کا، عبادات درست کرنا آسان ہے مگر معاملات کا سنبھالنا بہت مشکل ہے اسی لیے یہاں خلیق شخص کو کامل ایمان والا قرار دیا پھر اجنبی لوگوں سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے مگر گھر والوں سے ہر وقت تعلق رہتا ہے ان سے اچھا برتاؤ کرنا بڑا کمال ہے اسلام مکمل انسانیت سکھاتا ہے ۔ ۲ خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ رسول بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اسکے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں ۔ ۳ کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے کمزور پر مہربانی سنت الٰہیہ بھی ہے سنت رسول بھی ۔ ۴ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق (شام) کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے یہ غزوہ ۹ھ میں ہوا آخری غزوہ یہ ہی ہے اسی غزوہ کا نام غزوہ عسرت یعنی سخت تنگی کا غزوہ ہے بخاری شریف نے اسے بعد حجۃ الوداع لکھا ہے یہ غلط ہے شاید کاتب کی غلطی ہے (مرقات) ۔ ۵ حنین مکہ معظمہ و طائف کے درمیان ایک جنگل کا نام ہے ذی المجاز کے قریب آجکل اسے سیل کہتے ہیں ۔ فقیر نے طائف جاتے ہوئے اس کی زیارت کی یہ غزوہ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ہوا ۔ ۶ سہوہ کا ترجمہ بعض لوگوں نے الماری کیا ہے مگر طاق نہایت صحیح کیونکہ اکثر بچیاں اپنی گڑیاں کھلونے طاقوں میں ہی رکھتی ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ گڑیاں لڑکیوں کے لیے کھیل بھی ہے تعلیم بھی اس سے وہ کھانا پکانا سینا پرونا بخوبی سیکھ جاتی ہے ۔ ام المومنین لڑکپن میں ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم

جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرٰی وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِیْ عَلَیْهِ قَالَتْ قُلْتُ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَیْمَانَ خَیْلًا لَهَا اَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتّٰی رَأَیْتُ نَوَاجِذَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ قَیْسِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَاَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَاَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ یُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِیْ

کپڑے کے دو پر تھے تو فرمایا یہ کیا ہے جسے ہم بیچ میں دیکھ رہے ہیں؟ بولیں گھوڑا ہے فرمایا یہ اس کے اوپر کیا ہے، میں بولی دو پر ہیں فرمایا کیا گھوڑے کے پر ہیں؟ بولیں کیا آپ نے نہ سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے[1] فرماتی ہیں کہ حضور ہنسے حتیٰ کہ میں نے آپ کی کچلیاں دیکھ لیں[2] (ابوداؤد) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت قیس بن سعد سے فرماتے ہیں میں حیرہ گیا[3] وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں[4] تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے[5] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ میں حیرہ پہنچا تو انہیں دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے[6] تو فرمایا بتاؤ تو

کے گھر شادی ہو کر آئی تھیں ۞ [1] حضرت ام المومنین نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ لہٰذا اسے اُڑنا قرار دیا اور اس سے اپنے گھوڑے کی سند بنائی، سبحان اللہ چھوٹی عمر اور اتنا نفیس جواب: خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح دسویں سال نبوت یعنی ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں دسویں شوال کو کیا، اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی، اور یہ غزوہ ۷ھ اور ۸ھ میں ہوئے، اگرچہ اس وقت آپ بالغہ تھیں مگر عمر یقیناً کچی تھی اسی لئے گڑیاں بناتی اور ان سے کھیلتی تھیں ۞ [2] یعنی آپ نے میرے اس جواب پر تبسم فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ عمل جائز تھا بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان گڑیوں اور اس گھوڑے کے آنکھ ناک کان نہ تھے صرف چیتھڑوں کے مجسمہ تھے اور ان اعضاء کے بغیر تصویر نہیں کہلاتی لہٰذا جائز تھی، بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ کھیل کی حرمت آنے سے پہلے کا ہے۔ مگر ترجیح اس کو ہے کہ بچوں کے کھلونوں کے احکام ہلکے ہیں (اشعہ) ۞ [3] آپ سعد ابن عبادہ کے فرزند ہیں انصاری خزرجی ہیں، دس سال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حیرہ کوفہ سے ملا ہوا مشہور شہر ہے ۞ [4] ظاہر یہ ہے کہ حیرہ کے باشندے مشرکین تھے جو اپنے بادشاہ یا سردار کو تعظیمی سجدہ کرتے تھے ۞ [5] کیونکہ تمام خلق سے افضل ہیں اور تمام کے محسن اعظم، جب وہ ایک علاقہ کے سردار کو سجدے کرتے ہیں، تو ہم جہان بھر کے سردار کو سجدے کیوں نہ کریں ۞ [6] لہٰذا آپ ہم کو سجدے کی اجازت دیں کہ آپ کو سجدے کیا کریں ۞

أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ‌ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيْمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ‌ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ

اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا تم قبر کو سجدہ کرو گے [1] میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا یہ بھی نہ کرو اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں [2] کیونکہ اللہ تعالٰی نے خاوندوں کا ان پر حق قرار دیا ہے (ابوداؤد) [3] احمد نے معاذ ابن جبل سے روایت کیا ؛ روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مرد سے اس کے متعلق پوچھ نہ ہوگی جو وہ اپنی بیوی کو مارے [4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) ؛ روایت ہے حضرت ابوسعید سے

[1] اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ اسے لائق ہے جس کو نہ موت آئے نہ اس کی قبر ہو ، ہمیشہ زندہ رہے وہ صرف رب تعالٰی کی ذات ہے بندہ آج زندہ ہے زمین پر ہے کل بعد وفات زمین میں ہوگا جب بعد موت قبر کو سجدہ نہیں ہوسکتا تو زندگی میں بھی سجدہ بندے کو نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ [2] یعنی اگر سوائے خدا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرتی ، کیونکہ خاوند کے حقوق بھی عورت پر بہت ہیں اور احسانات بھی زیادہ۔ جب عورت خاوند کو سجدہ نہیں کرسکتی تو اور کوئی بھی کسی بندے کو سجدہ نہیں کرسکتا خیال رہے کہ سجدہ عبادت کسی دین میں بھی غیر خدا کو جائز نہ تھا مگر سجدہ تعظیمی بعض گذشتہ دینوں میں جائز تھا جیسے یعقوب علیہ السلام اور ان کے گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ ہمارے اسلام میں یہ سجدہ بھی حرام ہے۔ اس حدیث سے وہ جاہل پیر عبرت پکڑیں جو اپنے مریدین سے اپنے کو سجدہ کراتے ہیں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ حرام ہوا تو کسی کو کیسے جائز ہوگا۔ [3] یہ حدیث احمد نے حضرت معاذ سے اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبیوں کو سجدہ کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے اور ممانعت صرف ظنی احادیث سے جو مسلم بخاری کی بھی نہیں لہذا ان احادیث کا اعتبار نہیں۔ قرآن کے مقابل خبر واحد غیر معتبر ہے اس کا نہایت نفیس جواب ہم نے اپنے حاشیہ القرآن میں دیا ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کی ممانعت کی احادیث متواتر المعنٰی ہیں اور اس کے جواز کی آیات قطعی الثبوت تو ہیں قطعی الدلالت نہیں یعنی دوسری شریعتوں میں سجدہ تعظیمی کا جواز بطور قطعی نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کسی شریعت کا حکم نہ تھا کہ اس وقت دنیا میں نہ شریعت آئی تھی نہ نبی کی نبوت اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کے لئے تھا جیسے فرزند کا ذبح کردینا دین ابراہیمی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کو تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ سجدہ شریعت یعقوبی کا مسئلہ تھا تو چاہیئے کہ آج پیر مریدوں کو سجدہ کریں کہ نہ مرید پیر کو ، کیونکہ افضل نے مفضول کو سجدہ کیا تھا یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند کو۔ [4] بشرطیکہ خاوند مار کر شرائط وحدود کا لحاظ رکھے کہ بلا قصور نہ مارے ضرورت سے زیادہ نہ مارے ، عداوت سے نہ مارے اصلاح کے لئے مارے تو خاوند پر اس مار کی پکڑ نہ ہوگی کیونکہ اس کی اجازت قرآن کریم نے دی رب تعالٰی فرماتا ہے وَاضْرِبُوْهُنَّ ، مگر ساتھ میں قید لگاتا ہے وان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر زیادتی نہ کرو ؛ خیال رہے کہ باپ اولاد کو ، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو ، نبی اُمتی کو ، اُستاد شاگرد کو ، پیر مرید کو اصلاح کے لئے مار سکتا ہے۔ اگر غلطی سے

قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَقَالَتْ زَوْجِيْ صَفْوَانُ
بْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِيْ إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِيْ إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ
قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهٗ قَالَ فَسَأَلَهٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِيْ إِذَا
صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ كَانَتْ سُوْرَةٌ وَّاحِدَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِيْ إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا
تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَأَةٌ

فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور ہم حضور کے پاس تھے بولی میرا خاوند صفوان ابن معطل[1] جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور جب روزہ رکھتی ہوں تو توڑوا دیتا ہے[2] اور فجر کی نماز نہیں پڑھتا حتی کہ سورج نکل آتا ہے فرماتے ہیں صفوان حضور کے پاس تھے فرماتے ہیں حضور نے اس بیان کے متعلق ان سے پوچھا[3] وہ بولے یارسول اللہ لیکن اس کا یہ کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے تو یہ ایسی دو سورتیں پڑھتی ہے جن سے میں نے اسے منع کیا ہے[4] راوی فرماتے ہیں تب اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک سورہ ہوتی تو لوگوں کو کافی ہوتی[5] بولے کہ رہا اس کا یہ کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے تو یہ شروع ہو جاتی ہے تو روزہ ہی رکھتی رہتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا[6] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت روزہ نہ رکھے

بھی سزا دیدے تب بھی بڑے پر قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے غلطی سے حضرت ہارون علیہ السلام کے بال نوچ کر اپنی طرف کھینچ لیا بعد میں پتہ لگا کہ وہ بے قصور ہیں تو رب تعالیٰ نے انہیں قصاص دینے کا حکم نہ دیا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعہ پر اپنے کو قصاص کے لئے پیش فرمایا وہ ہماری تعلیم کے لئے تھا ورنہ حضور پر قصاص کیسا۔ اگر بادشاہ یا قاضی غلطی سے کسی مجرم کو سزا دیدے تو ان پر قصاص نہیں، حضور کی شان تو کہیں اعلیٰ ہے۔

[1] آپ کی کنیت ابوعمرو ہے سلمی ہیں، خندق اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بہت بڑے بہادر متقی تھے، آپ ہی کی طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا بات منسوب کی گئی تھی جس کی تردید قرآن کریم نے کی، غزوۂ آرمینیہ میں ۱۹ھ میں شہید ہوئے، ساٹھ سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی، بڑے باخبر بزرگ ہیں (اکمال، اشعہ)۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنے خاوند کی شکایت حاکم کے سامنے کر سکتی ہے یوں ہی خاوند کے والدین سے بھی اس کی شکایت جائز ہے۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ محض مدعی کے بیان پر حاکم فیصلہ نہ کرے بلکہ مدعی علیہ کے بیان ضرور لے۔

[4] یعنی میری یہ بیوی ایک یا دو رکعت نماز میں بہت دراز سورتیں پڑھتی ہے مثلًا رکعت اول میں سورۂ بقرہ پوری اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ آل عمران جس سے گھر کے کام کاج اور میری خدمت میں سخت حرج واقع ہوتا ہے میں نے اسے چھوٹی سورتیں پڑھنے کو کہا ہے۔

[5] کانت کا اسم وہی ضمیر ہے جو قرأۃ کی طرف لوٹ رہی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ان بی بی صاحبہ کی قرأت ایک چھوٹی سورۃ ہی ہوتی تو کافی ہوتی، قرآن مجید کی ایک چھوٹی سورۃ تمام جہان کو کافی ہے یا یہ مطلب ہے کہ چھوٹی سورۃ تمہارے گھر کے سارے لوگوں کو کافی ہوتی کہ اس بی بی کی نماز ہو جاتی گھر کے کام کاج میں حرج نہ ہوتا، سب گھر والوں کے تمام کام بخوبی انجام پا جاتے۔ [6] یعنی یہ بی بی لگاتار

اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا وَاَمَّا قَوْلُهَا اِنِّیْ لَا اُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَهْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَیْقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَیْقَظْتَ یَا صَفْوَانُ فَصَلِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ

بغیر خاوند کی اجازت کے[1] رہا اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے تک نماز نہیں پڑھتا تو ہم لوگ ایسے گھرانے والے ہیں کہ یہ بات ہماری مشہور ہے بہجانی پہچانی سورج نکلنے تک نہیں جاسکتے[2] فرمایا اے صفوان جب تم لوگ جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو[3] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تھے کہ ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو سجدہ کیا[4] تو حضور کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں[5] تو ہم زیادہ

نفل روزے رکھتی رہتی ہے کبھی افطار ہی نہیں کرتی میں اکثر رات میں اپنے کھیتی باڑی کا کام کرتا ہوں مجھے دوپہر وغیرہ میں اس کی حاجت ہوتی ہے

[1] یعنی بیوی بغیر خاوند کی اجازت نفل روزے نہ رکھے کہ اس میں خاوند کو تکلیف ہوتی ہے اس کا حق مارا جاتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ تو فرماتی ہیں کہ میں رمضان کی قضا شعبان کے مہینہ سے پہلے نہ رکھ سکتی تھی شعبان میں اکثر حضور کے روزے ہوتے تھے تب میں قضا کیا کرتی تھی حالانکہ وہ روزے تو فرض تھے [2] یعنی ہم لوگ کھیتی و باغ والے ہیں رات بھر پانی دیتے ہیں آخر رات میں سوتے ہیں اس لیے دن چڑھے آنکھ کھلتی ہے ہم معذور ہیں [3] یہاں شارحین حدیث نے بہت غوطے کھائے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت صفوان رات بھر کھیت و باغ کو پانی دے کر آخر شب میں کھیت پر ہی سو جاتے تھے نہ ان کی آنکھ کھلتی تھی نہ وہاں کوئی جگانے والا ہوتا تھا اس لیے مجبور تھے مگر اس توجیہ پر آج تو ترک نماز کے دروازے کھل جائیں گے لوگ کہیں گے کہ ہم رات کو سفر میں جاگتے ہیں یا رات بھر پہرہ دیتے ہیں ہم خواہ مخواہ نماز فجر قضا کردیا کریں بہانے بنانے والے نماز، روزہ، حج وغیرہ چھوڑنے کے لیے بہانہ بنالیں گے اور منکرین حدیث کو اعتراض کا موقعہ ملے گا فقیر گنہگار کہتا ہے کہ یہ اجازت حضرت صفوان کے لیے خاص ہے اکرم کریمانہ سے ان کے لیے قضا کو ادا بنادیا گیا حضور نے تو ایک صاحب پر تین نمازیں معاف فرمادیں ان پر دو ہی نمازیں فرض رہیں حضرت علی نے حضور کی نیند پر نماز عصر قربان فرمادی، حضور چاہیں قضا کو ادا کردیں ادا کو قضا کردیں قانون اور ہے خصوصیت کچھ اور، یہ نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے میں دیکھئے لہذا ہم میں سے کوئی حضرت صفوان کی طرح نہیں ہوسکتا دنیاوی کاموں کی وجہ سے عبادات قضا نہیں کرسکتے، دین کے لیے دنیا چھوڑ دو دنیا کے لیے دین نہ چھوڑو ان خصوصیات کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں [4] یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں درختوں نے اس لیے سجدے کیے کہ وہ رب تعالٰی کی طرف سے اس کے مامور تھے جیسے فرشتے سجدہ آدم کے لیے مامور تھے اس سے معلوم ہوا کہ جانور اور درخت بھی حضور کی عظمت جانتے پہچانتے ہیں جو انسان ذی عقل ہو کر انہیں اپنا جیسا کہے اپنے میں اور نبی میں فرق نہ کرے وہ جانوروں سے بدتر ہے صوفیا فرماتے ہیں ہر چیز کو عقل سے پہچانو مگر جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق سے مانو عقل والا ابوجہل نہ پہچان سکا، بے عقل اونٹ پہچان گئے شعر

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل ٭ لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

[5] معلوم ہوا کہ یہ سجدہ صرف ایک بار ہی نہ ہوا بلکہ جانوروں لکڑیوں کے سجدے بارہا ہوتے رہتے تھے جسے حضرات صحابہ دیکھتے تھے اسی لیے تسجد مضارع استمراری ارشاد ہوئی۔

اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ
لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى
جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ
جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَّلَا تَصْعَدُ
لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهٗ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ

حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں[1] تو فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو[2] اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو[3] اور اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے[4] اور اگر خاوند حکم کرے کہ پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف کو منتقل کرے تو بیوی کو چاہیئے کہ ایسا ہی کرے[5] (احمد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نہ نماز قبول ہو نہ کوئی نیکی اوپر چڑھے[6] بھگوڑا غلام یہاں تک کہ اپنے مولاؤں کی طرف لوٹ آئے[7] اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے اور وہ عورت

[1] کیونکہ اونٹ بے عقل ہے ہم انسان ہیں عقل رکھتے ہیں اپنے محسن کو جاننے پہچاننے میں نیز بمقابلہ جانوروں اور دوسری مخلوق کے آپ کے احسانات انسان پر خصوصًا ہم پر بہت زیادہ ہیں تو ہم اگر آپ کو سجدہ نہ کریں تو بہت ناشکرے ہیں۔ [2] یعنی تمام عبادات میں نماز اعلیٰ ہے اور تمام ارکان نماز میں سجدہ افضل لہذا سجدہ صرف رب تعالٰی کو ہی کرنا چاہیئے غیر خدا کو ہرگز سجدہ نہ کرو (مرقات)۔ [3] بھائی سے مراد اپنی ذات ہے یعنی میری تعظیم و توقیر کرو۔ حضور کا اپنے کو بھائی فرمانا تو اضع و انکسار کے لیئے ہے ورنہ آپ کی نعلین پر تمام جہان کے ماں باپ قربان (از مرقات) حضور بہت سے احکام میں امت کے والد ہیں اسی لیئے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھابیاں نہیں، مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری طرف خالص بشر اولاد آدم ہوں، نہ خدا نہ خدا کا بیٹا اور سجدہ صرف خدا کے لیئے چاہیئے تو پھر سجدہ کیسے کر سکتے ہو خیال رہے کہ یہاں اکرموا امر ہے وہ بھی مطلق جس میں کوئی قید نہیں جس سے معلوم ہوا کہ سوا سجدہ وغیرہ عبادات کے باقی ہر طرح کی تعظیم و تکریم کرو۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وتعزروہ وتوقروہ لہذا ہر تعظیم حضور کی کی جائے امام بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں شعر

دع ما ادعتہ النصارٰی فی نبیھم ❊ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ ❊ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

یعنی جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے متعلق کہا وہ تو نہ کہو باقی جو چاہو کہو تعظیم و توقیر کے الفاظ کہو کیوں کہ حضور کے فضائل کی حد ہی نہیں جسے کوئی بولنے والا بول سکے [4] یعنی خاوند کا شکریہ اور حق ہے کہ اگر کسی بندے کو سجدہ ہوتا تو بیوی خاوند کو سجدہ کرتی لامرت متکلم فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور مالک احکام ہیں واجب و فرض آپ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے اس کے لیئے ہماری کتاب سلطنت مصطفٰی دیکھیے۔ [5] یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے سیاہ و سفید پہاڑ قریب قریب نہیں ہوتے بلکہ دور دور ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر خاوند مشکل سے مشکل کام کا بھی حکم دے تب بھی بیوی کو اسے کرے کالے پہاڑ کا پتھر سفید پہاڑ پر پہنچانا سخت مشکل ہے کہ بھاری بوجھ لے کر سفر کرنا ہے۔ یہاں مرقات نے بحوالہ احمد و نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى

جس پر اس کا خاوند ناراض ہو اور نشہ والا یہاں تک کہ ہوش میں آجائے (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کونسی عورت اچھی ہے فرمایا کہ اسے خاوند جب دیکھے تو اچھی لگے[1] اور جب اسے حکم دے تو اطاعت کرے[2] اور اس کی مخالفت نہ کرے نہ اپنی جان میں نہ اپنے مال میں جو خاوند کو ناپسند ہو[3] (نسائی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں وہ ہیں جسے وہ دی گئیں[4] اسے دین و دنیا کی وہ بھلائی دیدی گئی[5] شکر والا دل، ذکر والی زبان اور جسم مصیبتوں

حدیث روایت کی ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ دیوانہ ہوگیا جو کتے کی طرح ہر ایک کو کاٹنے دوڑتا تھا ان انصاری نے حضور سے شکایت کی آپ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اس اونٹ نے آپکو سجدہ کیا سرکار نے اسے کام میں لگادیا وہ لگ گیا تب صحابہ کرام نے یہ عرض کیا اور یہ جواب ملا اس کا واقعہ بہت دراز ہے۔ ۶؎ یعنی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کے لیے نہیں چڑھتی رب تعالٰی فرماتا ہے "الیہ یصعد الکلم الطیب"۔ ۷؎ جب کہ اس غلام کے مولٰی بہت سے ہوں اور اگر ایک ہی مولٰی ہو تو اس ایک ہی کے پاس حاضر ہوجائے ہاتھ میں دینے سے مراد ہے کہ اس کی فرماں برداری کرنا اپنے کو اس کے حوالے کردینا

۱؎ یا اس طرح کہ نشہ پینے سے توبہ کرے یا اس طرح کہ نشہ اتر جائے پہلی صورت بہت ہی اعلٰی ہے مقصد یہ ہے کہ گناہ کی حالت میں غضب الٰہی متوجہ ہو تائب توبہ کرنے سے رحمت الٰہی جلد کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ۲؎ یا اس لیے کہ خوبصورت ہو یا اس لیے کہ خاوند کے سامنے بناؤ سنگار سے پاک وصاف ہوکر آئے یا اس لیے کہ خاوند کو دیکھ کر خوش ہوجائے کھل کھلا کر ایسی خندہ پیشانی سے ملے کہ خاوند خوش ہوجائے یہاں مرقات میں ہے کہ اگر عورت میں صورت و سیرت دونوں جمع ہوجائیں تو مرد کے لیے سرور پر سرور ہے نور پر نور ہے۔ ۳؎ مطلب یہ ہے کہ بیوی کے پاس جو مال ہو خواہ میکے سے لایا ہو خواہ خاوند کا دیا ہوا اسے ایسی جگہ خرچ نہ کرے جس سے خاوند ناراض ہو خود ایسا کوئی کام نہ کرے ایسی جگہ نہ جائے جس سے خاوند ناخوش ہو ایسی عورت اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔ ۴؎ اعطی مجہول فرماکر ادھر اشارہ فرمایا کہ یہ چاروں نعمتیں صرف اپنی کوشش سے نہیں ملتیں بلکہ خاص عطاء رب ذوالجلال ہیں لہذا جسے یہ نعمتیں ملیں وہ انہیں اپنا کمال نہ سمجھے رب کی عطا سمجھ کر شکریہ ادا کرے چونکہ ان چاروں چیزوں کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی اس لیئے ارشاد ہوا کہ اسے دین و دنیا کی بھلائی مل گئی۔ ۵؎ اگرچہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور ذکر اللہ دل سے بھی کیا جاتا ہے مگر چونکہ دل کا شکر زبانی شکر سے اعلٰی ہے اور زبانی ذکر کاتبین فرشتوں کی تحریر میں آتا ہے اور زبانی ذکر ہی نماز کا رکن ہے اسی زبان سے تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لیے خصوصیت سے دلی شکر اور زبانی ذکر کا تذکرہ فرمایا دلی شکر کی حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب تعالٰی کی طرف سے جانے[1]

الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيهِ خَوْنًا فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالِهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ۔

بَابُ الْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَّلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پر صابر ہو[1] اور ایسی بیوی جو اپنے نفس اور اس کے مال میں بغاوت نہ کرے[2] (بیہقی شعب الایمان) خلع اور طلاق کا بیان[3] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی[4] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا یارسول اللہ میں ثابت ابن قیس کی عادت میں دین میں اعتراض نہیں کرتی[5] مگر میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں[6] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم

اس نعمت کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے رب تعالٰی نے شکر کی جگہ جگہ بہت تعریف فرمائی ہے اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

۱؎ اگرچہ صبر بھی دل سے ہی ہوتا ہے مگر اس کا تعلق سارے جسم سے ہے۔ اس لیے صبر کو پورے جسم کی طرف نسبت فرمایا مصیبتوں میں زبان سے بکواس کرنا آنکھوں سے بے صبری کے آنسو بہانا ہاتھ پاؤں سے بے صبری کا اظہار کرنا جسم کا صبر ہے ۲؎ بیوی اکثر اپنے خاوند کے مال کی امینہ و محافظ ہوتی ہے اور اکثر مال اس کے پاس رہتا ہے نیز خود بیوی خاوند کی امانت ہے اسی لیے نفسہا فرمایا اور بعد میں مالہ یعنی بغیر خاوند کی اجازت نہ کہیں جائے نہ کسی سے تعلق رکھے اس کا مال اس کی ہی اجازت سے خرچ کرے ایسی بیوی اللہ کی نعمت ہے پارسا عورت خاوند کو بھی پرہیزگار بنادیتی ہے ۳؎ خلع خ کے پیش لام کے فتح سے بمعنی کپڑے یا جوتے اتارنا رب تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے فرمایا تھا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔ شریعت میں عورت کو مال کے عوض طلاق دینا یہ لفظ خلع۔ اسے خلع کہتے ہیں مثلًا مرد کہے کہ میں نے تجھ سے ایک ہزار روپیہ پر خلع کیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کہے تو مجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کرے مرد کہے کرلیا یہ ہے خلع، ہمارے ہاں خلع طلاق بائنہ ہے اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک و امام شافعی کے ایک قول میں خلع فسخ نکاح ہے چونکہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے لباس ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اسی لیے اس طلاق کو خلع کہا گیا کہ دونوں خاوند بیوی اس کے ذریعہ اپنا لباس زوجیت اتار دیتے ہیں۔ طلاق کے معنی ہیں کھل جانا اسی لیے تیز زبانی کو طلاقۃ اللسان کہتے ہیں۔ اور خندہ پیشانی کو طلاقۃ وجہ چونکہ طلاق کے ذریعہ عورت مرد کی قید نکاح سے کھل جاتی ہے لہذا اسے طلاق کہا جاتا ہے ۴؎ ثابت ابن قیس ابن شماس پستہ قد بڑے سیاہ فام تھے ان کی بیوی کا نام حبیبہ بنت سہل یا جمیلہ یعنی عبداللہ ابن ابی کی بہن بہت ہی خوبصورت دراز قامت تھیں یہ اپنے خاوند کی شکل و صورت پسند نہ کرتی تھیں (از مرقات و اشعہ) ۵؎ یعنی ان کی عادت بھی اچھی ہے اور دینداری بھی بہترین، سبحان اللہ یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی حق گوئی کہ جس سے ناراض ہوں اس کو بہتان نہیں لگاتے ۶؎ یعنی مجھے یہ پسند نہیں لہذا میں یہ نہیں کرسکتی کہ دل سے ناپسند کروں اور زبان سے انہیں اچھا کہے جاؤں کہ یہ تقیہ ہے اور اسلام کے خلاف ہے میں ان کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں، اس ناراضی کی وجہ ان حضرت ثابت کا خو، صورت نہ ہونا تھا (اشعہ)

وَسَلَّمَ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْهِ حَدِیْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِیْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِیْقَةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَةً لَّهٗ وَهِیَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِیُرَاجِعْهَا ثُمَّ یُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ یُّطَلِّقَهَا فَلْیُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ وَفِیْ رِوَایَةٍ مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِیُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ

ان کا باغ لوٹا دو گی[1] وہ بولیں ہاں[2] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باغ قبول کرلو اور انہیں ایک طلاق دیدو[3] (بخاری)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دیدی[4] تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بہت ناراض ہوئے[5] پھر فرمایا وہ رجوع کرلیں پھر اسے روکیں[6] حتی کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہوجائے[7] پھر اگر ان کی رائے اسے طلاق دینے کی ہو تو پاکی کی حالت میں انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدیں[8] پس یہ ہی وہ عدت ہے کہ اللہ نے حکم دیا کہ عورتوں کو اس لحاظ سے طلاق دی جائے[9] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انہیں حکم دو وہ رجوع کرلیں، پھر انہیں پاکی یا حمل کی حالت میں طلاق دیں[10] (مسلم بخاری) روایت ہے

۱ کھجور کا وہ باغ جو تم کو انہوں نے مہر میں دیا ہے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ خاوند خلع میں مہر یا اور کوئی اپنی دی ہوئی چیزیں ہی واپس لے زیادہ نہ مانگے ۲ معلوم ہوا کہ خلع میں اگر مرد کی طرف سے ابتداء ہو تو عورت کا قبول کرنا ضروری اور اگر عورت کی طرف سے ابتداء ہو تو مرد کا قبول کرنا لازم ہے آجکل جو عورتیں ادھر ادھر بذریعہ کچہری کے تنسیخ نکاح کرالیتی ہیں مرد راضی نہیں ہوتا اور اسے خلع کہتی ہیں محض غلط ہے ۳ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خلع میں عورت کا کام ہے مال دینا اور مرد کا کام طلاق دینا دوسرے یہ کہ خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں تیسرے یہ کہ خلع میں بھی ایک طلاق بائنہ ہی دی جائے تین طلاقیں نہ دے تاکہ اگر پھر عورت و مرد راضی ہوں تو پھر نکاح کرسکیں ۴ یعنی اس حالت میں طلاق دی جب بیوی کو حیض آرہا تھا ۵ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے اس پر تمام امت کا اجماع ہے ۶ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بحالت حیض طلاق دینا اگرچہ حرام ہے مگر وہ طلاق واقع ہوجاوے گی ورنہ رجوع کرنے کے کیا معنی؟ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک یا دو طلاق رجعی ہوتی ہیں کہ عدت کے اندر خاوند رجوع کرسکتا ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۷ یعنی طلاق والے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق نہ دیں بلکہ اس طہر کے بعد حیض آئے پھر اس دوسرے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق دے بعض علماء کا یہی مذہب ہے کہ حیض میں طلاق دینے والا اس طلاق سے رجوع کرے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو اس کے متصل طہر میں بھی طلاق نہ دے یہ طہر اس طلاق والے حیض کے تابع ہے اگر طہر میں طلاق دیگا تو گویا حیض ہی میں طلاق دے رہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس متصل طہر میں طلاق دے سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی اس لیے تھا کہ شاید اس طہر میں ساتھ رہنے بسنے سے دل مل جاوے اور پھر طلاق کی ضرورت پیش نہ

عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ يُعَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تو ہم نے رسول اللہ کو اختیار کرلیا تو اسے ہم پر کچھ بھی شمار نہ کیا گیا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے آپ نے حرام کے بارے میں فرمایا کہ کفارہ دے[2] بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آئے یہ مشورہ مصلحت کی بنا پر ہے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ قوی ہے (از نووی شرح مسلم و مرقات ولمعات) غرضکہ یہ حکم شرعی نہیں بلکہ رائے ہے جس پر عمل مستحب ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس طہر میں طلاق دینا ہو اس میں عورت سے صحبت نہ کرے یہی فقہاء فرماتے ہیں ۹؎ یعنی قرآن کریم جو فرماتا ہے فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ طلاق طہر میں دو، اور طہر بھی وہ ہی جس میں صحبت نہ کی ہو خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لِعِدَّتِهِنَّ کا لام بمعنی فی نہیں بلکہ بمعنی اجل ہے یعنی انہیں عدت کے لحاظ سے طلاق دو صحبت سے خالی طہر میں تاکہ عدت معلوم رہے کہ اس کی عدت حیض ہے یا وضع حمل، امام شافعی کے ہاں یہ لام بمعنی فی ہے یعنی انہیں عدت کے زمانہ میں طلاق دو اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ عدت غیر حاملہ کی طہر ہے ہمارے ہاں حیض ۱۰؎ معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اس کی عدت حمل جن دینا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ رجعت میں عورت کی رضا ضروری نہیں اگر عورت رجوع سے ناراض بھی ہو خاوند رجوع کرسکتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ خیال رہے کہ بہتر یہ ہی ہے کہ مرد صرف ایک ہی طلاق دے وہ بھی ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ ہوئی ہو اور اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے، عدت پہلی طلاق سے شروع ہوگی ایک دم تین طلاقیں دے دینا حرام ہے لیکن اگر دے دیں تو واقع ہو جائے گی۔ جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام، لیکن اگر دے دی تو واقع ہوجائے گی اس کے لیے ہماری کتاب تلاق الادلہ فی الطلاق الثلاثۃ کا ملاحظہ کیجئے۔

۱؎ یعنی اگر خاوند اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دے مگر عورت خاوند کو اختیار کرے طلاق نہ دے تو اس اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج پاک کو طلاق کا اختیار دیا ان تمام نے حضور کے پاس رہنا اختیار کیا تو کسی کو طلاق واقع نہ ہوئی یہی مذہب ہے جمہور صحابہ کا اور یہی قول ہے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم کا۔ مگر حضرت علی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں اگر عورت طلاق اختیار کرے تو طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر خاوند کو اختیار کرے تو طلاق رجعی واقع ہوگی حضرت ام المؤمنین اس مسئلہ کی تردید فرمارہی ہیں حضرت علی و زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا اختیار دیا ہی نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اگر تم دنیا کی زینت چاہتی ہو تو میں تم کو طلاق دے دوں اگر طلاق کا اختیار ہوتا تو مجلس تک محدود رہتا حالانکہ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے ماں باپ سے پوچھ کر فیصلہ کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ارادہ طلاق تھا نہ کہ تفویض طلاق مگر تفویض طلاق دائمی بھی ہوتی ہے فوری بھی اور وقت معین تک کے لیے بھی یہ تفویض وقت معین کی تھی لہذا حضرت ام المؤمنین و جمہور صحابہ کا قول قوی ہے (فتح القدیر اور مرقات وغیرہ)

۲؎ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا کسی اور حلال چیز کو اپنے پر حرام کرے تو یہ تحریم قسم ہے جس میں کفارہ واجب ہوگا یہ ہی قوی ہے حضرت ابن عباس اور امام اعظم کے ہاں اگر طلاق کی نیت سے حرام کرے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے ۳؎ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر شہد یا بی بی ماریہ کو حرام کیا تھا تو رب تعالٰی نے اسے قسم قرار دیا کہ فرمایا

يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلٰى إِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَأْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ أَحَدًا يَبْتَغِيْ

حضرت زینب بنت جحش کے پاس کچھ ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے[1] تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا[2] کہ ہم میں جس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ کہہ دیں کہ میں آپ سے مغافیر کی بو پاتی ہوں[3] کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے[4] چنانچہ ان دونوں بیویوں میں سے ایک کے پاس حضور تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا[5] تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں[6] ہم نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اب نہ پئیں گے اور ہم نے اس کی قسم کھائی ہے[7] اس کی خبر کسی کو نہ دینا[8] آپ اپنی بیویوں کی

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ پھر فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ اس آیت سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ حلال کو حرام کرلینا قسم ہے۔

۱؎ یعنی باری کے علاوہ جب سرکار بعد نماز عصر تمام ازواج پاک کے پاس دورہ فرماتے تو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے کیونکہ حضور کو شہد پسند تھا اور حضرت زینب کے پاس شہد ہوتا تھا وہ آپ کو پلاتی تھیں، اس شہد پینے میں دیر لگتی تھی ۲؎ یہ مشورہ اس لیے تھا کہ ہم کو حضور کا زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنا ناپسند تھا ۳؎ مغافیر جمع ہے مغفور کی یا مغفر کی یہ ایک درخت خاردار کا پھل ہے جسے عربی میں عضاہ کہتے ہیں جیسے عرفط یہ پھل میٹھا ہوتا ہے مگر قدرے بو ہوتی ہے دریک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ کی بو بہت ناپسند تھی اسی لیے حضور نے کبھی کچا لہسن و پیاز نہ کھایا کہ اس سے منہ میں بو ہوتی ہے ۴؎ اس تمام مشورہ کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانہ سے حضور کو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکا جائے خیال رہے کہ جس گناہ کی بنیاد محبت رسول پر ہو اس سے توبہ نصیب ہوجاتی ہے دیکھو آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل ایک عورت کے عشق میں گناہ کا مرتکب ہوا اسے توبہ نصیب نہ ہوئی اور یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں نے بڑے سخت گناہ کیے مگر محبت یعقوبی حاصل کرنے کے لیے انہیں توبہ نصیب ہوگئی مقبول بارگاہ بھی ہوگئے ان دونوں بی بیوں کی یہ ساری تدبیریں حضور کی محبت میں تھیں اسی لیے رب تعالٰی نے انہیں قرآن کریم میں توبہ کا حکم دیا کہ فرمایا اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پھر یہ بیبیاں پہلے کی طرح مقبول بارگاہ الٰہی رہیں اب ان پر زبان طعن کھولنا بدنصیبی ہے ۵؎ وہ ہی عرض کیا جو پہلے مشورہ میں طے ہوچکا تھا خیال رہے کہ ہم اصحاب کرام کو متقی عادل مانتے ہیں معصوم نہیں مانتے یعنی ان بزرگوں سے گناہ سرزد ہوسکتے ہیں مگر ان میں سے کوئی گناہ پر قائم نہیں رہتے ایسے ہی یہاں ہوتا گناہ کرلینا اور بے گناہ پر جم جانا کچھ اور ۶؎ یعنی اے بیوی تم پر اس عرض میں کوئی تنگی و مضائقہ نہیں ہم تمہارا مقصد سمجھ گئے (از مرقات) ۷؎ تاکہ تم کو تکلیف نہ ہو ہمارے ہاں زیادہ ٹھہرنے سے تم کو دکھ ہوتا ہے اس قسم کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منہ شریف کی خوشبو کی خبر نہ تھی ہر شخص اپنے منہ اور بغل کی خوشبو جانتا ہے یہ عیب نہیں بلکہ وہ وجہ تھی جو آگے آرہی ہے ۸؎ اس قسم فرمالینے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ بی بی زینب کو اس قسم کھالینے پر صدمہ نہ ہو (مرقات) اس لیے کہ دوسری ازواج کو اس خوشبو کی خبر نہ ہو، خوشبو تو بغیر خبر دیئے ہی معلوم ہوجاتی ہے اس چھپانے سے مقصود حضرت زینب کی خاطرداری ہے۔

مُرْضَاةَ اَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اَلْاٰيَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

رضا چاہتے تھے[1] تب یہ آیت اتری اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپکے لیے حلال کی اپنی بیویوں کی مرضی تلاش کرتے ہوئے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق مانگے[2] تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[3] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے[5] (ابوداؤد)

[1] یہ اس قسم فرمانے کی وجہ ہے یعنی اس قسم کی وجہ اپنی بے علمی نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ و حفصہ کو خوش کرنا مقصود تھا کہ ہم حضرت زینب کے پاس زیادہ نہ ٹھہرا کریں گے تاکہ یہ خوش رہیں قرآن کریم بھی فرماتا ہے تبتغی مرضات ازواجك آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں اور کیوں نہ چاہیں ان بیویوں کی رضا تو رب تعالٰی بھی چاہتا ہے رضی اللہ عنہما [2] بعض لوگ اس واقعہ سے اس پر دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور کو علم غیب نہ تھا اگر ہوتا تو آپ کو پتہ چل جاتا کہ ہمارے منہ شریف سے مغافیر کی مہک نہیں آرہی ہے یہ محض غلط ہے کہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی یہ سب کچھ ان دونوں ازواج کو راضی کرنے کیلئے ہوا اپنے منہ کی مہک غیب نہیں ہوتی محسوس ہوتی ہے [3] یہاں باس سے مراد بے سختی ہے مانامذہ ہے یعنی جو بغیر سخت تکلیف کے طلاق مانگے [4] یعنی ایسی عورت کا جنت میں جانا تو کیا ہی ہوگا وہاں کی خوشبو بھی نہ پائے گی اس سے مراد ہے اولاً داخلہ ورنہ آخر کار سارے مومن جنت میں پہنچیں گے اگرچہ کیسے ہی گنہگار ہوں لہذا یہ حدیث حدیث شفاعت کے خلاف نہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ ایسی عورت جنت میں پہنچ کر بھی وہاں کی خوشبو سے محروم رہے گی جیسے یہاں نزلہ وزکام والا آدمی پھول ناک پر رکھ کر بھی خوشبو نہیں پاتا (مرقات) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں [5] یعنی اللہ تعالٰی نے ضرورت عباد کی بنا پر طلاق مباح تو کردی ہے مگر رب کو پسند نہیں کہ اس میں دو محبوبوں کی جدائی گھر بگڑنا اولاد کی تباہی ہے غرضکہ بلاوجہ طلاق کراہت سے خالی نہیں بہت سے چیزیں حلال ہیں مگر بہتر نہیں جیسے بلا عذر مرد کا گھر میں نماز پڑھ لینا یا اذان جمعہ ہو چکنے کے بعد تجارت کرنا یا غیر معتکف کا مسجد میں کھانا پینا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حلال چیز ناپسند کیسے ہو سکتی ہے اور نہ یہ اعتراض ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا تھا امام حسن نے بہت بیویوں کو طلاق کیوں دی حلال کام پر نہ گناہ ہے نہ عتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وہ کام کیے ہیں جو امت کے لیے مکروہ ہیں کیونکہ تبلیغ کے لیے آپ کو ان پر بھی ثواب ملے گا جیسے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا اونٹ پر طواف کرنا نواسے کو کندھے پر لے کر نماز ادا کرنا حضرت حسین کے لیے خطبہ جمعہ توڑ کر آگے جانا کر انہیں گود میں لے لینا وغیرہ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لاجناح علیکم ان طلقتم النساء

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَّلَا عَتَاقَ اِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَّلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَّلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَّلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَّلَا صُمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَلَا بَيْعَ اِلَّا فِيْمَا يَمْلِكُ

روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نکاح سے پہلے طلاق نہیں[1] اور نہیں ہے آزاد کرنا مگر ملکیت کے بعد[2] اور نہیں ہے وصال روزوں میں[3] اور نہیں ہے یتیمی بلوغ کے بعد[4] اور نہیں ہے شیرخوارگی دودھ چھوٹنے کے بعد[5] اور نہیں ہے خاموشی دن بھر کی رات تک[6] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی منت اس میں نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو[7] اور نہ اس میں آزاد کرنا ہے جس کا وہ مالک نہ ہو اور نہیں ہے طلاق اس میں جس کا وہ مالک نہ ہو[8] (ترمذی) ابوداؤد نے یہ زیادتی کی کہ نہ فروخت ہے مگر اس میں جس کا مالک ہو

وہاں طلاق میں گناہ کی نفی ہے یہاں بہتر نہ ہونے کا ثبوت

۱؎ لہذا اگر کوئی شخص اجنبیہ عورت سے کہے کہ تجھے طلاق ہے پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی یوں ہی اگر اجنبیہ عورت سے کہے کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے پھر وہ عورت گھر میں جائے تو طلاق نہیں واقع ہوگی لیکن اگر اجنبیہ عورت سے کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع ہوجائے گی غرضکہ طلاق کے لیے ضروری ہے کہ یا تو نکاح کے بعد بولی جائے یا نکاح پر معلق کی جائے ۲؎ یعنی دوسرے کے غلام کو شخص آزاد نہیں کرسکتا اگر اس نے آزادی کے الفاظ کہہ دیے پھر اس کا مالک ہوگیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا ۳؎ یعنی روزہ پر روزہ رکھنا درمیان میں افطار نہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کوئی اور نہیں رکھ سکتا ہم کو افطار کرنا ضروری ہے ۴؎ جس کا باپ فوت ہوجائے وہ یتیم کہلاتا ہے بشرطیکہ نابالغ ہو بالغ لڑکا یتیم نہیں کہلاتا ۵؎ لہذا جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے ڈھائی برس عمر کے بعد تو وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں نہ بنے گی نہ یہ بچہ اس کا دودھ کا بیٹا ہوگا اور نہ اس پر رضاعت کے احکام جاری ہوں گے ۶؎ یعنی اسلام میں چپ کا روزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے ۷؎ لہذا اگر کوئی کسی خاص غلام کو آزاد کرنے کی منت مانے مگر منت کے وقت اس غلام کا مالک نہ ہو تو منت درست نہ ہوگی اگر بعد میں اس غلام کا مالک ہو بھی گیا تب بھی وہ آزاد نہ ہوگا ۸؎ حضرت امام شافعی اس حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرتے ہیں کہ اجنبیہ عورت اور دوسرے کے غلام کو طلاق و آزاد کرسکتے ہیں نہ ان کی طلاق و آزادی کو نکاح یا ملکیت پر معلق کرسکتے ہیں حضرت علی ابن عباس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے ہمارے امام اعظم کے ہاں تعلیق نکاح و عتق جائز ہے مثلًا اگر اجنبیہ سے کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق یا اجنبی غلام سے کہے کہ اگر میں تجھے خریدوں تو تو آزاد ہے پھر نکاح کرے یا خریدے تو طلاق و آزادی واقع ہوجائے گی یہی قول ہے حضرت ربیعہ امام اوزاعی اور ابن ابی لیلی کا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، وقوع طلاق یا وقوع عتاق بغیر نکاح یا بغیر ملک نہیں ہوسکتا کیونکہ طلاق سے نکاح ختم کیا...

وَعَنْ رُکَانَةَ بْنِ عَبْدِ یَزِیْدَ اَنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ سُهَیْمَةَ الْبَتَّةَ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُکَانَةُ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَیْهِ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِیَةَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِیْ زَمَانِ
عُثْمَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ اِلَّا اَنَّهُمْ لَمْ یَذْکُرُوا الثَّانِیَةَ

روایت ہے حضرت رکانہ ابن عبد یزید سے[1] کہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق دی[2] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور بولے
اللہ کی قسم میں نے صرف ایک کی نیت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم تم نے نہ نیت کی مگر ایک کی
تو رکانہ بولے اللہ کی قسم میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی[3] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت رکانہ کی طرف لوٹا دی[4]
پھر انہوں نے زمانہ فاروقی میں دوسری طلاق دی اور زمانہ عثمانی میں تیسری[5] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) مگر
انہوں نے دوسری تیسری طلاق کا ذکر نہ کیا

ہے اور عتاق سے ملکیت جب نکاح یا ملکیت موجود ہی نہ ہو تو ختم کیا چیز ہوگی، رہا تعلیق طلاق و عتاق یہ بہرحال جائز ہے بشرطیکہ نکاح یا ملکیت پر معلق کیا جائے یہ حدیث وقوع کی نفی کے لیے ہے دوم
بھی کہتے ہیں ہاں ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ تم میرا فلاں کام کردو تو میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کردوں گا میں نے کہا کہ اگر میں تمہاری بیٹی سے نکاح کروں تو اسے تین
طلاق پھر میں نے اس سے نکاح کرنا چاہا حضور سے مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا نکاح کرلو طلاق واقع نہ ہوگی یہ حدیث واقعی امام اعظم کے خلاف ہے مگر اس کی اسناد میں ابو خالد واسطی ہے جو حدیثیں
گھڑنے میں مشہور تھا چنانچہ امام احمد و معین نے فرمایا یہ جھوٹا ہے نیز اس میں علی ابن قرین راوی ہے جسے امام ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیثوں کا چور ہے لہذا اس قسم کی روایات بالکل موضوع ہیں اس
کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔

۱؎ آپ رکانہ ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبد المطلب ہیں قرشی ہیں صحابی ہیں ۴۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۲؎ آپ سہیمہ بنت عمرو مزنیہ ہیں حضرت رکانہ نے ان سے کہا کہ تجھے طلاق بتہ ہے
جو نکاح ختم کردے یہ طلاق مغلظہ ہو یا رجعیہ خیال رہے کہ طلاق بتہ میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے لیکن اگر خاوند تین طلاقوں کی نیت کرے تو تین طلاق ہی واقع ہوں گی امام شافعی کے
ہاں ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اگر تین کی نیت کرے تو تین، امام مالک کے ہاں اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم و امام شافعی کے موافق ہے امام مالک کے خلاف رضی اللہ عنہم
۳؎ اس سوال و جواب سے وہ ہی بات معلوم ہوئی جو ابھی عرض کی گئی کہ طلاق بتہ طلاق بائنہ ہے لیکن اگر اس میں تین طلاق کی نیت کرلی جائے تو تین ہوں گی ورنہ ایک حدیث رکانہ کی تحقیق ہماری
کتاب تعلیق الاولی فی حکم الطلاق العلام الثلاثہ میں ملاحظہ کیجئے ۴؎ اس طرح کہ انہیں دوبارہ نکاح کرلینے کی اجازت دے دی کیونکہ اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی تھی امام شافعی کے ہاں
اس کے معنی ہیں بغیر تجدید نکاح اسے رکانہ کی بیوی قرار دیا کیونکہ اس سے طلاق رجعی واقع ہوئی تھی جس میں عدت کے اندر تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۵؎ اس سے صاف معلوم ہوا کہ
طلاق بتہ ایک ہوتی ہے نہ دو نہ تین کیونکہ حضرت رکانہ نے اس کے بعد دو طلاقیں اور دیں بعض روایات میں ہے کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں جنہیں رسول اللہ صلی

وَالثَّالِثَةِ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِیْ اِغْلَاقٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

کیا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور مذاق بھی ارادہ۔ نکاح اور طلاق، اور رجوع (ترمذی، ابوداؤد) اور فرمایا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے طلاق نہ آزادی مجبوری میں (ابوداؤد، ابن ماجہ)

علیہ وسلم نے ایک ہی قرار دیا مگر وہ حدیث منکر ہے صحیح وہ ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ طلاق تبہ دی تھی یعنی ایک بائنہ غیر مقلد حدیث رکانہ کو آڑے کر کہتے ہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں مگر آپ کو حدیث رکانہ کا حال معلوم ہوگیا (مرقات)

۱ ابن اسحاق نے بروایت عکرمہ عن ابن عباس روایت کی کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو یک وقت تین طلاقیں دیں پھر بہت غمگین ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا یہ حدیث منکر ہے صحیح وہ ہی ہے جو ابوداؤد و ابن ماجہ نے روایت کی آپ نے طلاق تبہ دی تھی یعنی ایک طلاق بائنہ باقی دو طلاقیں عہد فاروقی و عثمانی میں دیں جو یہاں مذکور ہے (مرقات ولمعات) ۲ یعنی ارادۃً ہوئے تو بھی واقع ہو جائیں گی اور مذاق دل لگی سے کہے یا ویسے ہی اس کے منہ سے نکل جائے یا کسی اور زبان میں بولے جس سے وہ واقف نہ ہو بہر حال یہ کلمات اس کے منہ سے نکل جائیں یہ چیزیں واقع ہو جائیں گی بشرطیکہ دیوانگی یا نیند میں نہ کہے بیداری و ہوش میں کہے ۳ ان تین چیزوں کا ذکر صرف اہتمام کے لیے ہے ورنہ تمام تصرفات شرعیہ جن میں دوسرے کا حق ہو جاتا ہو سب کا یہی حکم ہے لہذا بیع، ہبہ، کرایہ، طلاق، نکاح طلاق سے رجوع دانستہ طور پر کرے یا اس کے منہ سے نادانی کی حالت میں نکل جائیں یہ عقد منعقد ہو جائیں گے مذاق میں مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی یا تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے بھی مذاق دل لگی میں قبول کے الفاظ کہہ دیئے، یا طلاق والی عورت سے دل لگی میں کہا کہ میں نے رجوع کرلیا یا ہنسی مذاق میں کہا میں نے یہ گھر تیرے ہاتھ فروخت یا ہبہ کردیا سب درست ہوگیا اگر یہ حکم نہ ہو تو شریعت کے احکام بیکار ہو کر رہ جائیں ہر شخص بیع یا ہبہ یا طلاق یا نکاح کرکے کہہ دیا کرے کہ میں تو دل لگی میں کہہ رہا تھا یہ حدیث معاملات کی اصل اصول ہے جس پر صدہا احکام مرتب ہیں (لمعات و مرقات) ۴ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں سے حسن ہے بعض سے غریب لہذا بعض لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا غلط کہا چند اسنادوں سے تو ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے اس کی کتاب اللہ سے بھی تائید ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ منافقین نے حضور کی شان میں بکواس کی تھی پوچھ گچھ پر بولے کہ ہم تو مذاق کرتے تھے فرمایا بہانہ نہ بناؤ تم کافر ہوچکے معلوم ہوا کہ کفر و اسلام عمدًا و مذاقًا ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے اور اس پر احکام شرعیہ مرتب ہو جاتے ہیں ۵ یعنی اگر جبرًا کسی سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا دی گئی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ ہی مذہب ہے امام شافعی و احمد کا ہمارے امام اعظم کے ہاں مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے

قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ الْاِكْرَاهُ ٭ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقُ الْمَعْتُوْهِ وَالْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَطَاءُ ابْنُ عَجْلَانَ الرَّاوِىُّ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ ٭ وَعَنْ

کہا گیا ہے کہ اغلاق کے معنی جبر ہیں [1] روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے دیوانہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے [2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عطاء ابن عجلان راوی ضعیف حدیث بھول جانیوالے ہیں [3]۔ روایت ہے

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام محمد نے حضرت صفوان ابن عمر طائی سے روایت کی کہ مدینہ پاک میں ایک عورت اپنے خاوند سے سخت نفرت کرتی تھی ایک دن دوپہر کو خاوند سو رہا تھا یہ چھری لے کر سر پر کھڑی ہوگئی اور بولی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ ابھی ذبح کردوں گی وہ بہت چیخا چلایا آخر کار تین طلاقیں دے دیں پھر یہ مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا لَا قَيْلُوْلَةَ فِى الطَّلَاقِ امام شمنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام عقیل نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی اس سے معلوم ہوا کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے رہی وہ حدیث کہ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِىَ الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ یعنی میری امت سے خطاء بھول اور مجبوری کی چیزیں اٹھالی گئیں وہاں اخروی گناہ مراد ہے کہ ان چیزوں پر آخرت میں گناہ نہ ہوگا دنیاوی احکام جاری ہونا مراد نہیں۔ اگر کوئی کسی کو جبراً قتل کردے تو اسے قاتل مانا جاوے گا یہاں اغلاق کے معنی امام صاحب کے نزدیک سخت غضب ہے جس سے انسان کی عقل بند ہو جائے کہ ایسے مخبوط الحواس غضب والے کی طلاق نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں (مرقات ولمعات وغیرہ)

[2] یعنی بعض شارحین نے فرمایا کہ اغلاق کے معنی ہیں جبر بعض نے فرمایا اس کے معنی ہیں سخت غصہ جس سے عقل جاتی رہے بعض نے فرمایا دیوانگی خیال رہے کہ امام شعبی نخعی سفیان ثوری کا یہی مذہب ہے کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ناحق جبر کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ضرورتاً مجبور کرکے طلاق لی جائے تو واقع ہو جائے گی جیسے ظالم خاوند جو عورت کو نہ درست طریقہ سے بسائے نہ طلاق دے۔ یہی قول حضرت علی، عبداللہ ابن عمر، شریح، عمر ابن عبدالعزیز کا (مرقات) ہمارے ہاں بھی مجبور کی زبانی طلاق واقع ہوگی اگر مجبور نے صرف تحریری طلاق دی تو واقع نہ ہوگی (عالمگیری) خیال رہے کہ دس چیزیں مجبوری میں جائز ہوتی ہیں نکاح طلاق، رجوع، ایلاء، ظہار، عتاق، یعنی غلام آزاد کرنا، قصاص سے معافی، قسم، نذر

شعر

یصح مع الاکراہ عتق ورجعۃ ٭ نکاح وایلاء طلاق مفارق

وفی ظہار والیمین ونذرہ ٭ وعفو لقتل شاب عنہ مفارق

گیارہواں اسلام یعنی مجبور کا اسلام درست ہے (مرقات وکتب فقہ) [2] غالباً مغلوب العقل معتوہ کی تفسیر ہے اور یہ عطف تفسیری ہے اور ہوسکتا ہے کہ معتوہ وہ جس کی عقل میں فتور ہو اور مغلوب العقل بالکل دیوانہ حضرت علی امام مالک امام شافعی، امام اوزاعی سفیان ثوری امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہو جاوے گی اگرچہ وہ بے عقل ہوچکا ہو جبکہ اس نے نشہ گناہ کے طور پر کیا اسی لئے اس پر نمازیں معاف نہیں ہوتیں بچے دیوانہ سوتے ہوئے بیہوش کی طلاق نہیں ہوتی [3] اس حدیث کی تائید میں بہت زیادہ احادیث بخاری ابن ابی شیبہ وغیرہ میں آئی ہیں اگر تفصیل دیکھنا ہو تو یہاں مرقات کا مطالعہ کیجئے۔ لہذا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہو مگر دوسری احادیث کی تائید سے قوی ہے ٭

عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْهُمَا ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم اٹھالیا گیا ہے تین شخصوں سے[۱] سوتا ہوا حتی کہ جاگ جائے اور بچے سے حتی کہ بالغ ہوجائے اور دیوانہ سے یہاں تک کہ عقل والا ہوجائے[۲] (ترمذی، ابوداؤد) دارمی، حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ ان دونوں سے روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض[۳] (ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ یعنی ان پر سزا و جزا نہیں ہوتی ۲؎ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نابالغ بچہ سوتا ہوا آدمی اور دیوانہ مرفوع العقل ہیں ان پر شرعی احکام جاری نہیں لہذا اگر یہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو واقع نہ ہوگی اسی لیئے فقہاء فرماتے ہیں کہ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی یوں ہی سوتے میں اگر کوئی طلاق دیدے یا دیوانگی میں تو بھی طلاق نہیں ہوتی یہ حدیث جامع صغیر، احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم نے مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ میں نقل فرمائی بخاری نے تعلیقًا موقوفًا حضرت علی سے روایت کی غرضکہ حدیث صحیح ہے (مرقات)

۳؎ یعنی لونڈی خواہ غلام کے نکاح میں ہو یا آزاد کے اس پر صرف دو طلاقیں پڑ سکتی ہیں دو سے ہی مطلقہ ہوجائے گی کہ پھر بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکے گی، نیز لونڈی کی عدت بجائے تین حیض کے دو حیض ہیں، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلاق کی عدت حیض ہے نہ طہر یہی احناف کہتے ہیں اور قرآن کریم میں جو ثلاثہ قروء فرمایا گیا وہاں قروء کے معنی طہر نہیں بلکہ حیض ہیں۔ دوسرے یہ کہ عدت و طلاق کا اعتبار عورت سے ہے نہ کہ مرد سے لہذا لونڈی کی طلاقیں بھی دو ہیں اور عدت بھی دو حیض اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد یہی احناف کا قول ہے امام شافعی و مالک اور احمد کے ہاں طلاق کا اعتبار مرد سے ہے خیال رہے کہ اگر لونڈی کو مہینہ سے عدت گزارے تو ڈیڑھ مہینہ عدت طلاق ہوگی، کیونکہ آزاد عورت کی عدت کے مہینے تین ہیں اور لونڈی کے نصف چونکہ تین حیض کی تنصیف نہیں ہوسکتی لہذا اس کی عدت دو حیض ہوئے بعض شوافع اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں مظاہر ہے ان سے سوا اس حدیث کے کوئی حدیث منقول نہیں مگر یہ غلط ہے حضرت مظاہر اہل بصرہ کے مشائخ میں سے ہیں متقدمین محدثین میں سے کسی نے ان پر جرح نہ کی نیز اس حدیث پر عام علماء کا عمل رہا عمل علماء ضعیف حدیث کو بھی قوی کردیتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کا مدینہ منورہ میں مشہور ہوجانا اسے صحیح کردیتا ہے (مرقات) یہاں اس حدیث کے متعلق مرقات نے بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے بہرحال طلاق و عدت میں عورت کا لحاظ ہے نہ کہ مرد کا۔

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ ۞ وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَيْدٍ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَیْءٍ لَهَا فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ

اور ابن ماجہ دارمی) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو نکاح سے نکالنے والیاں[1] اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں[2] (نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے وہ صفیہ بنت ابو عبید کی مولاۃ سے راوی[3] کہ انہوں نے اپنی ہر چیز کے عوض اپنے خاوند سے خلع کیا[4] تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے اس کا انکار نہ فرمایا[5] (مالک) روایت ہے محمود ابن لبید سے[6] فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی عورت کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں[7] تو آپ

---

1 یعنی خاوند کی نافرمان بیویاں جو نافرمانی کرکے خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کریں اپنے کو نکاح کی قید میں نہ رکھیں 2 یعنی جو بلاوجہ خلع کرکے خاوند سے طلاق حاصل کریں وہ بظاہر تو خاوند کی مطیع معلوم ہوتی ہیں مگر دل میں اس سے متنفر ہیں یہ بھی نفاق ہے حتی الامکان نباہ کی سعی کی جائے: ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ باہر پھرنے والیاں اور خلع کرانے والیاں منافقہ ہیں 3 نافع حضرت عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں اور صفیہ بنت ابی عبید مختار ابن ابی عبید ثقفی کی بہن ہیں تابعیہ ہیں، عبداللہ ابن عمر کی زوجہ ہیں حضور کو دیکھا مگر آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ و حفصہ رضی اللہ عنہما روایات کرتی ہیں امہات (اشعہ) 4 یعنی ان مولاۃ نے اپنے خاوند سے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے مہر وغیرہ دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس اپنا مال ہے اور جو کچھ حقوق عدت کے ہوتے ہیں ان سب کے عوض مجھے طلاق دے دے غرضکہ ہر قسم کا مال ہر قسم کے حقوق کے عوض طلاق لی۔ 5 اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مہر وغیرہ سے زیادہ مال بھی خلع میں خاوند کو دے دے تو جائز ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ خاوند صرف اپنا دیا ہوا مال ہی خلع میں واپس لے زیادہ نہ لے چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت ابن قیس کی بیوی سے صرف وہ باغ واپس کرایا جو ثابت نے انہیں دیا تھا، ان کی بیوی کا نام جمیلہ بنت سہل انصاریہ ہے اسلام میں پہلا خلع یہی ہوا تھا 6 آپ انصاری اشہلی ہیں، بعض نے فرمایا کہ صحابی ہیں بعض نے فرمایا کہ تابعی ہیں ۹۶ھ میں وفات پائی، شیخ نے فرمایا کہ امام بخاری نے انہیں صحابہ فرمایا ہے امام مسلم نے تابعی کہا صحیح قول امام بخاری کا ہے (اشعہ) 7 اس طرح کہ ایک ہی مجلس میں یک وقت تین طلاقیں دے دیں یا اس طرح کہ کہہ دیا تجھے تین طلاق یا اس طرح کہ کہا تجھے

طلاق طلاق طلاق

غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ ۞ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّىْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِىْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَىَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ بِثَلٰثٍ وَّسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللهِ هُزُوًا رَوَاهُ فِى الْمُوَطَّا

غصہ میں کھڑے ہوگئے [1] پھر فرمایا کیا وہ اللہ عزوجل کی کتاب سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں [2] حتی کہ ایک شخص اٹھا پھر بولا یارسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کردوں [3] (نسائی) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں آپ مجھ پر کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ تین طلاقوں سے تجھ سے مطلقہ ہوچکی اور ستانوے طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا [4] (موطا)

[1] کیونکہ اس طرح طلاق دینا بدعت ہے چاہیئے یہ کہ اگر تین طلاقیں دینا ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے تین طہروں میں تین طلاقیں اور بہتر یہ ہے کہ صرف ایک ہی طلاق دے تین دے ہی نہیں۔ [2] اس میں انتہائی غضب کا اظہار ہے یعنی تین طلاقیں یکدم دینا کتاب اللہ کا مذاق اڑانا ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے الطلاق مرتان اور یہ یکدم طلاقیں دے رہا ہے خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد، مالک اور جمہور علماء کے نزدیک بیک وقت تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں مگر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، طاؤس کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق ہوتی ہے، جمہور علماء کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے "وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا" دیکھو قرآن کریم نے طلاقیں جمع کرنے کو ظلم قرار دیا اور باعث ندامت مگر طلاقیں واقع مان لیں نیز بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے یکدم تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہوتی ہیں ابھی گزر چکا کہ ابو رکانہ سے حضور نے قسم لی کہ کیا تم نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی! اس کی پوری اور نفیس تحقیق ہماری کتاب تلاق الاولہ میں دیکھئے۔ [3] شاید یہ صاحب اجازت قتل مانگنے والے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوں گے آپ کا خیال یہ ہوا ہوگا کہ کتاب اللہ سے کھیلنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانا کفر ہے اور مسلمان کا کافر مرتد ہوجاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے مگر ان کے قتل کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ حضور کو دکھ پہنچانا اور آپ کو رنجیدہ کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا تو کفر ہے مگر کسی کے کسی کام سے حضور کو دکھ پہنچ جانا کفر نہیں، دکھ پہنچانے اور پہنچ جانے میں بڑا فرق ہے مسلمان کے گناہ سے حضور کو صدمہ ہوتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ مگر گناہ کفر نہیں ہوتا اس شخص نے یہ کام نادانی سے کیا تھا نہ کہ حضور کو صدمہ پہنچانے کیلئے، اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایکدم دے دینا برا ہے لیکن اس سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی جیسے بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے مگر اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے ایکدم تین طلاقیں دینا اس لیے بھی برا ہے کہ اس میں پھر دوبارہ رجوع کا موقع نہیں رہتا پھر خاوند پچھتاتا ہے۔ [4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور اگر کوئی شخص ہزار یا لاکھ طلاقیں دے دے تو تین تو واقع ہوجائیں گی باقی لغو جائیں گی یہی علماء امت کا قول ہے اس پر تمام ائمہ متفق ہیں وہ جو مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نیز صدیق اکبر کے زمانہ اور شروع خلافت فاروقی میں ایک دم تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں پھر فاروق اعظم نے انہیں تین طلاقیں قرار دیا وہاں تو یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تین طلاق اس طرح دیتا کہ تجھے طلاق ہے طلاق، طلاق، دوسری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کیا کرتا تھا، اور کوئی شخص اپنی عزیز خوار بیوی کا

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ٭ بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلٰثًا ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اللہ تعالٰی نے روئے زمین پر کوئی چیز آزاد کرنے سے زیادہ پیاری و محبوب نہ فرمائی[۱] اور اللہ تعالٰی نے روئے زمین میں کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسند پیدا نہ فرمائی[۲] (دار قطنی) تین طلاق دی ہوئی عورت کا بیان[۳] پہلی فصل، روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی[۴] کی بیوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی اور انہوں نے مجھے طلاق دی تو طلاق منقطع کردی[۵] پھر ان کے بعد میں نے عبدالرحمان

جس سے صرف نکاح ہوا ہو رخصت نہ ہوئی ہو اس سے کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق۔ تو اس سے صرف ایک طلاق پہلی ہی واقع ہوگی دوسری دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ غیر مدخولہ عورت پر عدت نہیں ہوگی وہ پہلی طلاق سے ہی نکاح سے بالکل ہی خارج ہوگئی، عہد فاروقی میں حالات بدل چکے تھے لوگ اپنی مدخولہ بی بی کو تین طلاقیں ہی دیا کرتے تھے لہذا حضرت فاروق اعظم کا فرمان عالی نہایت ہی درست و صحیح تھا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم حضور صلی اللہ علیہ کے خلاف قانون جاری فرماتے اور تمام صحابہ کرام خاموش رہتے لہذا حکم یہ ہی ہے کہ جو شخص اپنی مدخولہ بیوی کو جس سے خلوت کرچکا ہو تین طلاقیں ایک دم دے تو تین ہی واقع ہوں گی، اسی جگہ مرقات نے اس کے متعلق قریبًا پندرہ میں حدیثیں نقل فرمائیں کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور اس کے خلاف متعدد جوابات دیئے نیز ہم نے اپنی کتاب تلاق الادلہ فی احکام الطلاق الثلثہ میں اس کی بہت تحقیق کی ہے وہاں ملاحظہ فرمایئے غرض یہ ہی حق ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی

[۱] یعنی غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے مگر دیگر مستحبات سے افضل و اعلٰی ہے کیونکہ اس سے ایک جان کو غلامی سے نجات دینا ہے اسے جانوروں کی حد سے نکال کر انسانی حدود میں داخل کرنا ہے [۲] یعنی بلا ضرورت طلاق دینا اگرچہ جائز ہے مگر رب تعالٰی کو ناپسند ہے ورنہ کبھی طلاق دینا مستحب یا واجب بھی ہوتی ہے چنانچہ فاسقہ فاجرہ رب کی ناشکری بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے، حضرت ابو حفص بخاری فرماتے ہیں کہ کل قیامت میں اگر میں رب تعالٰی سے اس حال میں ملوں کہ میری مطلقہ بیوی کا مہر میرے گلے میں لٹکا ہو اس سے بہتر ہے کہ بے نمازی بیوی میرے نکاح میں رہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا دوسرے دنیاوی کاروبار بلکہ نوافل عبادات سے افضل ہے یہ ہی احناف کا مذہب ہے (مرقات) لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر طلاق رب تعالٰی کو بہت ہی ناپسند ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی کو طلاق کیوں دلوائی تھی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا، یا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت نکاح کیوں

بْنَ الزُّبَيْرِ وَمَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيدِينَ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ قَالَتْ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابن زبیر سے نکاح کرلیا ان کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پلو (گوشہ) کے تو فرمایا کہ کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو بولیں ہاں ؎ فرمایا نہیں تاآنکہ تم ان کی لذت چکھ لو اور وہ تمہاری لذت چکھ لیں ؎ (مسلم بخاری) ؎

دوسری فصل: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعن فرمائی۔

گئے اور بہت طلاقیں کیوں دیں، کیونکہ طلاق رب تعالٰے کو ناپسند بھی ہے اور پسند بھی۔ ۳؎ یعنی اس باب میں تین طلاق والی عورت کا ذکر ہے کہ وہ بغیر حلالہ پہلے خاوند کو حلال نہیں، اور حلالہ میں دوسرے خاوند سے نکاح بھی ضروری ہے اور صحبت بھی لازم، بہتر تھا کہ صاحب مشکوٰۃ ترجمہ باب میں ایلاء و ظہار کا ذکر بھی فرماتے کیونکہ اس باب میں اس کے متعلق احادیث بھی آرہی ہیں۔ ۴؎ آپ کا نام رفاعہ ابن سموال ہے قرظی ہیں، یعنی یہود کے قبیلہ بنی قریظہ سے ہیں بی بی صفیہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں (اکمال)۔ ۵؎ اس طرح کہ مجھے تین طلاقیں دے دیں جس کی وجہ سے نکاح بالکل ہی ختم ہوگیا۔

۶؎ یعنی عبدالرحمن کے اعضاء تناسل تو درست ہیں مگر ضعف کی وجہ سے وہ قابل صحبت نہیں کہ وہ نامرد ہیں۔ خیال رہے کہ خصی وہ جس کے خصیہ نہ ہوں مجبوب جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور عنین وہ جس کے یہ تینوں اعضاء ہوں مگر ان میں سختی نہ ہو جس سے وہ صحبت کے قابل نہ ہو یہاں تیسری صورت تھی جسے اس بی بی نے اس طرح بیان کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے یا دادخواہی کرنے کے لئے عالم یا حاکم کے سامنے صاف بات کہی جا سکتی ہے۔ نہ اسے بے حیائی کہا جاوے گا نہ غیبت، اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیان پر ملامت نہ فرمائی۔ ۷؎ یہ بی بی سمجھی کہ حلالہ کے لئے صرف دوسرے مرد سے نکاح کافی ہے۔ رب تعالٰے فرماتا ہے۔ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا۔ غیرہ میرا دوسرا نکاح تو ہوچکا۔ شاید میں یہاں سے طلاق لے کر رفاعہ کے لئے حلال ہوجاؤں گی۔ ۸؎ عسیلہ عسل کی تصغیر ہے۔ عسل شہد کو کہتے ہیں پھر ہر لذت کو کہنے لگے مقصد یہ ہے کہ تمہارے بیان کے مطابق عبدالرحمان تم سے صحبت نہ کرسکے اور حلالہ میں دوسرے خاوند کا صحبت کرنا شرط ہے لہذا تم ابھی رفاعہ کے لئے حلال نہیں ہوئیں۔ بعض علماء نے قرآن کی آیت سے بھی صحبت کا شرط ہونا ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تَنْكِحَ کے معنے ہیں تجامع لہذا آیت کے معنے یہ ہیں کہ تین طلاق والی عورت پہلے خاوند کو حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے صحبت کرے مگر حق یہ ہے کہ آیت میں تنکح یعنی نکاح ہے صحبت کا شرط ہونا اس حدیث سے ثابت ہے عسیلہ تصغیر فرماکر یہ بتایا کہ پوری صحبت کرنا شرط نہیں انزال ضروری نہیں صرف حشفہ غائب ہونا کافی ہے جس سے غسل فرض ہوجاتا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نابالغ بچہ سے صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں ہاں مراہق یعنی قریب بلوغ کی صحبت کافی ہے دوسرے یہ کہ بہت چھوٹی بچی کو اگر تین طلاقیں دی گئیں تو اس کا نکاح ثانی اور صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں کہ پہلی صورت میں خاوند لذت نہیں چکھتا دوسری صورت میں عورت، تیسرے یہ کہ لونڈی سے مولٰی کی صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں کہ مولٰی خاوند نہیں، چوتھے یہ کہ مجنونہ یا بیہوش یا سوتی ہوئی عورت سے صحبت حلالہ کے لئے کافی ہے کہ یہ صحبت لذت کے لائق تھی اگرچہ عورت نے ان عوارض کی وجہ سے چکھی نہیں یہ ہی عام علماء کا مذہب

وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ۞ وَعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ اَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ يُوْقَفُ الْمُوْلِيْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا [1] (دارمی) اور ابن ماجہ حضرت علی وابن عباس اور عقبہ ابن عامر سے [2] ۞ روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے [3] فرماتے ہیں کہ میں نے چند اور دس صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا وہ تمام فرماتے تھے کہ ٹھہرایا جائے ایلاء کرنے والا [4] (شرح سنہ) ۞ روایت ہے ابوسلمہ سے

ہے پانچویں یہ کہ وطی بالشبہ، زنا، ملک یمین کی صحبت سے حلالہ درست نہیں۔ یہ صحبت وغیرہ کی قیود اس لئے ہیں کہ لوگ تین طلاقوں پر دلیری نہ کریں کیونکہ دوسرا خاوند صحبت کے بعد طلاق مشکل سے ہی دیگا (مرقات وغیرہ) ۞ [5] بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ عبدالرحمان نے عرض کیا یارسول اللہ یہ جھوٹی ہے میں اسے چمڑے کی طرح چھیلتا ہوں، تو فرمایا کہ اگر یہ سچی بھی ہو تب بھی اپنے قول سے رفاعہ کو حلال نہیں ۞

[1] محلل سے مراد دوسرا خاوند ہے اور محلل لہٗ سے مراد پہلا خاوند جس نے تین طلاقیں دیں اگر حلالہ متعہ یا عارضی چندروزہ نکاح کے ذریعہ کیا گیا تو حلالہ درست ہی نہ ہوا کہ یہ نکاح ہی باطل ہے حلالہ میں نکاح صحیح ضروری ہے اور اگر نکاح درست کیا گیا مگر ارادہ حلالہ کا تھا تو حلالہ ہو جائے گا مگر دونوں خاوند بے حیا ہیں اس لئے لعنت فرمائی، اگر حلالہ درست ہی نہ ہوتا تو ان خاوندوں کو محلل اور محلل لہٗ کیوں کہا جاتا۔ بعض احادیث میں ہے کہ حلالہ کرنے والا مانگے ہوئے بکرے کی طرح ہے علماء فرماتے ہیں کہ بعض سخت ضرورتوں میں حلالہ کرنا بہتر بھی ہو جاتا ہے یہاں بغیر ضرورت حلالہ والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے یا لعنت جب ہے جبکہ اجرت پر حلالہ کرایا جائے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اگر تین طلاق والی عورت بغیر ولی کی اجازت غیر کفو میں نکاح کرے تو حلالہ درست نہ ہوگا کیونکہ مذہب مفتی بہ میں یہ نکاح ہی درست ہی نہیں غیر کفو سے نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہے (مرقات) ۞

[2] یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے بہت سی کتب میں منقول ہے اسے ترمذی نے حسن صحیح فرمایا (مرقات) ۞ [3] آپ کی کنیت ابوایوب ہے عطاء ابن یسار کے بھائی ہیں ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تابعی ہیں بڑے فقیہ محدث زاہد متقی ہیں اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہیں ۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی (رضی اللہ عنہ (اکمال) ۞ [4] خاوند کا قسم کھا لینا کہ میں اپنی بیوی سے چار ماہ تک صحبت نہ کرونگا ایلاء ہے۔ اور یہ قسم کھانے والا خاوند مُولی ہے ایلاء کا حکم ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر خاوند اس مدت میں قسم توڑ دے اور رجوع کرے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ حدیث کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں۔ ایلاء کرنے والے کا معاملہ موقوف رکھا جائے۔ چار ماہ تک طلاق کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر اس مدت میں رجوع کر لیا تو خیر ورنہ یہ مدت گذرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ ہی قول ہے حضرت عثمان، علی عبداللہ ابن مسعود عبداللہ ابن عباس، عبداللہ زبیر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ گذر جانے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ بلکہ اب اسے حاکم رجوع کرنے پر مجبور کرے گا اگر رجوع نہ کرے تو فسخ نکاح کا حکم دے گا ان کے ہاں حدیث کے معنے یہ ہیں کہ مدت گذرنے پر حاکم مولی کا معاملہ موقوف رکھے مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے۔ آیت قرآنیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمائیے ۞

اَنَّ سَلْمَانَ بْنَ صَخْرٍ وَيُقَالُ لَهٗ سَلْمَةُ بْنُ صَخْرٍ الْبَيَاضِيُّ جَعَلَ اِمْرَاتَهٗ عَلَيْهِ كَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰى مَضٰى رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضٰى نِصْفٌ مِّنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو اَعْطِهٖ ذٰلِكَ الْعَرَقَ وَهُوَ مِكْتَلٌ يَاْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا اَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا

کہ حضرت سلمان ابن صخر جنہیں سلمہ ابن صخر بیاضی کہا جاتا ہے[1] انہوں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح کرلیا[2] کہ رمضان گذر گیا پھر جب آدھا رمضان گذرا تو ایک رات ان سے صحبت کرلی[3] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کا ذکر حضور سے کیا ان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام آزاد کرو[4] عرض کیا میں غلام پاتا نہیں[5] فرمایا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھو[6] عرض کیا مجھ میں طاقت نہیں[7] فرمایا[8] ساٹھ مسکینوں کو کھانا دو[9] عرض کیا ہے نہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فروہ ابن عمرو سے فرمایا[10] کہ انہیں یہ ٹوکری دے دو وہ بڑی زنبیل ہے جس میں پندرہ یا سولہ صاع سماتے ہیں تاکہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھلادیں[11]

1 ابوسلمہ تابعین میں سے ہیں ۷۲ سال عمر پائی ۹۴ھ میں وفات ہوئی حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوہریرہ و ابن عمرو وغیرہم سے ملاقات ہے۔ ابواسحٰق کا نام سلیمان بیاضہ ابن عامر کی اولاد سے ہیں صحابی ہیں خوف خدا میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔ 2 یعنی انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا یعنی یہ کہا کہ تو مجھ پر رمضان گذرنے پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یعنی حرام ہے۔ ظہار کے معنے ہیں اپنی بیوی کو اپنی ماں بہن وغیرہ دائمی محرمات کے کسی عضو شانے سے تشبیہ دینا ظہر سے بنا بمعنے پشت، اس میں دو شرطیں ہیں ایک عورت کا اپنی بیوی ہونا لہذا لونڈی سے ظہار نہیں، دوسرے خاوند کا اہل کفارہ ہونا لہذا بچہ دیوانہ کا ظہار درست نہیں ظہار کا حکم یہ ہے کہ ادائے کفارہ تک عورت حرام رہتی ہے۔ 3 یعنی قسم توڑ دی اگر یہ حضرت ماہ رمضان گذر جانے دیتے تو کفارہ واجب نہ ہوتا کہ وقتی ظہار کا یہی حکم ہے دائمی ظہار میں جب بھی صحبت کرے کفارہ واجب ہے۔ 4 معلوم ہوا کہ کفارۂ ظہار میں ترتیب یہ ہے کہ مظاہر غلام آزاد کرے اگر اس پر قادر نہ ہو تو روزے رکھے اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے رقبہ مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفارۂ ظہار میں ہر قسم کا غلام آزاد کیا جاسکتا ہے مومن ہو یا کافر۔ 5 یعنی میرے پاس نہ غلام ہے نہ اس کی قیمت کہ خرید کر آزاد کردوں۔ 6 اس طرح کہ لگاتار ساٹھ روزے رکھے جاؤ اور دوران روزے میں اس بیوی سے صحبت ہرگز نہ کرو رب تعالٰی فرماتا ہے من قبل ان یتماسا۔ 7 ضعف بدن کی وجہ سے روزے لگاتار نہیں رکھ سکتا یا ان دو ماہ میں عورت سے علیحدہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ بعض قوی جوانوں کا حال ہوتا ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ 8 روزانہ ایک مسکین کو تاکہ کھانا دینا دو ماہ میں پورا ہو۔ 9 بعض نسخوں میں عروہ ابن عمرو ہے یہ کاتب کی غلطی ہے فروہ ابن عمرو بیاضی انصاری ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ 10 خیال رہے کہ کفارہ ظہار میں یا تسں م

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ نَحْوَهُ قَالَ كُنْتُ امْرَأً أُصِيْبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيْبُ غَيْرِيْ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا أَعْنِيْ أَبَادَاوُدَ وَالدَّارِمِيَّ فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ٭ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهٖ فَغَشِيَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ فَأَتَى

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی۔ بروایت سلیمان ابن یسار عن سلمہ ابن صخر[1] اس کی مثال فرماتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا کہ عورتوں سے اس قدر صحبت کرتا تھا کہ میرے سوا کوئی نہ کرتا[2] اور ان دونوں یعنی ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک وسق چھوارے ساٹھ مسکینوں کو دو[3] روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے وہ سلمہ ابن صخر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی اس ظہار کرنے والے کے متعلق جو کفارہ دینے سے پہلے صحبت کرے فرمایا ایک ہی کفارہ ہے[4] ترمذی ابن ماجہ٭ تیسری فصل روایت ہے حضرت عکرمہ[5] سے وہ ابن عباس سے راوی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اس سے صحبت کرلی[6] پھر

چار سیر یہاں پندرہ سولہ صاع کھجوریں دے دینے کا حکم دیا یہ حضرت سلمان کی خصوصیات سے ہے جیسے ابوبردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی گئی تھی حالانکہ ایک سالہ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس پابندی سے پہلے کی ہو (اشعہ) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بطور امداد ان کو یہ مقدار عطا ہوئی باقی ان کے اپنے ذمہ رہی (مرقات) مگر پہلی توجیہ نہایت قوی ہے۔ [1] مگر سلیمان ابن یسار نے سلمہ ابن صخر بیاضی سے ملاقات نہیں کی ہے لہذا اس اسناد میں یہ حدیث مرسل کی طرح ہوگی کوئی راوی درمیان میں رہ گیا ہے (مرقات)۔ [2] یعنے یہ واقعہ کہ نصف رمضان کو ہی صحبت کر بیٹھا یا یہ کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں ساٹھ روزے اور دو ماہ صحبت سے خالی نہیں رکھ سکتا اسی لئے ہوا کہ مجھے بمقابلہ دوسرے مردوں کے شہوت اور طاقت جماع بہت زیادہ تھی بغیر بیوی رہ نہ سکتا تھا۔ [3] یہ حدیث گزشتہ اجمال کی تفصیل ہے وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے فی فقیر ایک صاع چھوارے دینا لازم ہے یہی فقہاء فرماتے ہیں پھر پندرہ سولہ صاع دلوا دینا ان کی خصوصیت ہے۔ قانون اور ہے کرم خسروانہ کچھ اور۔ [4] یعنے واجب تو یہ ہے کہ مظاہر پہلے کفارہ دے پھر اس عورت سے صحبت کرے لیکن اگر کوئی پہلے ہی صحبت کر بیٹھے تو کفارہ ایک ہی ہوگا دو لازم نہ ہونگے اور اس گناہ کی رب تعالٰے سے معافی مانگے یہی احناف کا مذہب ہے مگر حضرت عمرو ابن عاص قبیصہ سعید ابن جبیر زہری، قتادہ خواجہ حسن بصری امام نخعی فرماتے ہیں کہ اس پر دو کفارہ واجب ہونگے۔ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہے جو شخص اپنی چار بیویوں سے ظہار کرے کہ کہدے تم سب مجھ پر میری ماں کی طرح ہو تو چار کفارہ واجب ہونگے کہ یہ چار ظہار ہوئے مگر امام مالک و احمد کے ہاں ایک ہی کفارہ واجب ہے کہ ظہار کرنے والا مرد ایک ہی ہے ظہار اور کفارۂ ظہار کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ [5] پہلے کہا جاچکا ہے کہ یہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعین میں سے ہیں۔ [6] یعنے ظہار

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْتُ بَيَاضَ حَجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِيْ أَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ لَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَرَوٰى أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ مُسْنَدًا وَّمُرْسَلًا وَقَالَ النَّسَائِيُّ الْمُرْسَلُ أَوْلٰى بِالصَّوَابِ مِنَ الْمُسْنَدِ ❊ بَابٌ ❊
اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ❊ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ حضور سے عرض کیا فرمایا تجھے اس پر کس چیز نے انگیخت کی [۱] عرض کیا یارسول اللہ میں نے چاندنی میں اس کے جھانجنوں کی سفیدی دیکھی تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا [۲] کہ اس سے صحبت کر بیٹھا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے [۳] اور اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتّٰی کہ کفارہ دیدے [۴] ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کی مثل اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے [۵] اور ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی اسناداً بھی اور ارسالاً بھی نسائی نے فرمایا کہ بمقابلہ مسند کے مرسل زیادہ قریب صواب ہے [۶] ❊ باب [۷] پہلی فصل ❊ روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم [۸] سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

کرنے والا اپنی مظاہرہ بی بی سے کفارہ سے پہلے صحبت نہیں کر سکتا مگر اس نے کرلی، اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پتہ نہ چلا کہ یہ صحابی کون تھے ❊ **۱؎** یہ سوال یا تو محض تحقیق واقعہ کے لئے ہے یا مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے کہ مظاہر ظہار کے بعد کفارہ سے پہلے اسباب جماع سے بھی احتیاط رکھے ❊ **۲؎** بعض روایات میں ہے کہ اس کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی تو میں شہوت سے بے قابو ہوگیا مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ پنڈلی کی سفیدی اور جھانجھن کی چمک بیک وقت دیکھی جاسکتی ہے جمل ح کے فتحہ اور جیم کے پیش سے بمعنے جھانجن عورتوں کے پاؤں کا مشہور زیور جسے خلخال بھی کہتے ہیں اس جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں نے اسباب جماع خود نہ جمع کئے تھے بوس و کنار نہ کیا تھا اتفاقاً ایسا ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیمار طبیب سے مرض نہ چھپائے ❊ **۳؎** اس پر ملامت نہ فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اس کا یہ عذر قبول فرمالیا ❊ **۴؎** اس سے فقہاء کا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر مظاہر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر بیٹھے تو اس پر ایک ہی کفارہ ظہار کا واجب ہوگا دو یا تین کفارے واجب نہ ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماع کے بعد بھی اس پر آئندہ صحبت کرنا ممنوع ہوگا جبتک کہ کفارہ نہ دے لے ❊ **۵؎** یعنی یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں میں حسن ہے بعض میں صحیح بعض میں غریب ❊ **۶؎** یہاں اسناد و ارسال سے مراد یا تو حضرت عکرمہ کا ارسال و اسناد ہے کہ کبھی انہوں نے حضرت ابن عباس کا ذکر کیا کبھی ذکر کیا یا حضرت ابن عباس کا ارسال و اسناد مراد ہے کہ بعض روایات میں حضرت ابن عباس نے یہ واقعہ اور صحابی سے نقل فرمایا وہاں اسناد ہوگئی، بعض میں ان صحابی کا ذکر نہ فرمایا ارسال ہوا ارسال صحابی کا بھی ہوتا ہے اور تابعی کا بھی (مرقات) خیال رہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ظہار اوس ابن صامت نے اپنی بیوی خولہ بنت خویلد ابن مالک سے کیا اور خولہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا ❊ **۷؎** اس باب

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدَتْ شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اللّٰهُ فَقَالَتْ فِي السَّمَآءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى

میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری لونڈی میری بکریاں چراتی تھی۱؎ میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم پائی میں نے اسے بکری کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۲؎ میں اس پر بہت غصے ہوا میں آدمی ہوں میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا ہے۳؎ کیا اُسے آزاد کردوں تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں۴؎ پھر فرمایا میں کون ہوں بولی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کردو۵؎ (مالک) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتے ہیں میری ایک لونڈی تھی

کا منشا یہ ہے کہ ہر کفارہ میں مومن غلام ہی آزاد کیا جائے نہ کہ کافر ہمارے امام اعظم کے ہاں مستحب ہے امام شافعی کے ہاں واجب قتل خطا کے کفارہ میں بالاتفاق مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے لئے قرآن میں ایمان کی قید موجود ہے تحریر رقبۃ مومنۃ۔ ۸؎ آپ سلمی ہیں صحابی ہیں مدینہ منورہ میں رہنے سہنے لگے تھے سنہ ۱۷ھ میں وصال ہوا (اکمال و مرقات)۔

۱؎ یعنی لونڈی میری تھی بکریاں بھی میری ہی چراتی تھی کسی اور کی مزدوری نہ کرتی تھی لونڈی پر پردہ لازم نہیں کیونکہ وہ پردے میں رہ کر مولیٰ کی خدمت نہیں کرسکتی۔ ۲؎ یعنی اس نے بڑا قصور یہ کیا کہ مجھے اس واقعہ کی خبر نہ دی بکری بھیڑیا لے گیا میرے پوچھنے پر بتایا ورنہ مجھے اتنا غصہ نہ آتا۔ ۳؎ اس مارنے کی وجہ سے نہیں کسی اور وجہ سے، کفارہ واجب ہو چکا ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر لازم ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے غلام کو مار دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے یہ حکم صرف استحبابی ہے یہاں یہ کفارہ مراد نہیں جیسا کہ علیٰ سے معلوم ہورہا ہے احادیث میں ہے کہ یہ لونڈی گونگی تھی یہ تمام گفتگو اس نے اشارہ سے کی اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارہ میں گونگے غلام کا آزاد کرنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں اشارۃً کلام کرنے کو بھی کہنا کہہ دیتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے۔ فقولی انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا یعنی اے مریم اشارہ سے کہہ دینا کہ میرا چپ کا روزہ ہے میں کسی سے کلام نہ کروں گی۔ ۴؎ یہ سوال و جواب اللہ تعالٰی کی جگہ کے متعلق نہیں وہ تو جگہ میں رہنے سے پاک ہے بلکہ سرکار نے اس چیز کی تحقیق فرمائی کہ یہ لونڈی مشرکہ نہیں بتوں کو خدا نہیں کہتی اگر مشرکہ ہوتی تو ان ہی بتوں کو الٰہ کہہ دیتی۔ ۵؎ کیونکہ یہ مومنہ ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارات وغیرہ میں صرف مومنہ غلام لونڈی آزاد ہوسکتی ہے امام اعظم کے ہاں ہر غلام آزاد کیا جاسکتا ہے خواہ مومن ہو یا کافر سرکار عالی کا یہ امتحان لے کر فرمانا کہ اسے آزاد کردو بیان استحباب کے لئے ہے یعنے مومن غلام کا آزاد کرنا کافر غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ امام اعظم کے نفیس دلائل پہلے عرض کئے جاچکے کہ قرآن کریم نے کفارہ قتل کے سوا کسی کفارہ میں مومن غلام کی قید نہ لگائی اور قرآن شریف کے مطلق احکام کو ان کے اطلاق پر رکھنا ضروری ہے

غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُوْنَ لَكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِيْ بِهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا أَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ ۞ بَابُ اللِّعَانِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

جو میری بکریاں احد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی [۱] ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا [۲] اور میں اولاد آدم سے ایک شخص ہوں جیسے سب غمگین ہوتے ہیں میں بھی غمگین ہوتا ہوں لیکن میں نے اُسے صرف ایک تھپڑ مار دیا [۳] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجھ پر بڑا جرم قرار دیا [۴] میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اسے آزاد نہ کردوں [۵] فرمایا اسے میرے پاس لاؤ تو میں اسے لایا تو آپ نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں فرمایا میں کون ہوں بولی آپ رسول اللہ ہیں فرمایا اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے [۶] ۞ لعان کا بیان [۷] ۞ پہلی فصل

[۱] احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جو مدینہ پاک سے تین میل فاصلہ پر ہے اور جوانیہ احد کے قریب جنگل کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے احد سے متصل۔ [۲] میرے سامنے نہ لے گیا بلکہ بکریاں شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بکری کم ہے، لونڈی سے پوچھنے پر پتہ لگا کہ بھیڑیا لے گیا لہذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں۔ [۳] لکن سے پہلے ایک مختصر سی عبارت پوشیدہ ہے یعنے دل تو چاہا کہ لونڈی کو سخت سزا دوں کیونکہ میرا بہت نقصان ہوگیا تھا مگر میں نے ایک تھپڑ مارنے پر ہی کفایت کی۔ [۴] یعنے آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑا گناہ کیا کیونکہ بے قصور لونڈی کو تھپڑ مار دیا یہ حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوسکتا، مگر قصاص دینے کا حکم نہ فرمایا کیونکہ مولٰے سے لونڈی کا قصاص نہیں لیا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ بے قصور کو سزا دینا گناہ ہے اگرچہ استاذ یا پیر یا مولٰے یا آقا ہی کیوں نہ دے اس سے موجودہ زمانہ کے حکام، آقاؤں کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔ [۵] تاکہ یہ آزاد کرنا میرے اس گناہ کا کفارہ بھی ہوجائے اور میرے ذمہ ایک دوسرا کفارہ ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر واجب ہے وہ بھی ادا ہوجائے لہذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں یہ مطلق، گزشتہ مقید پر محمول کیا جائے گا(مرقات)، خیال رہے کہ غلام کو بلاقصور مار دینے پر اس کا آزاد کرنا واجب نہیں، نہ کوئی اس کا کفارہ ہے صرف مستحب ہے لہذا اس روایت پر یہ اعتراض نہیں کہ دو کفاروں میں ایک غلام کیسے آزاد کرایا گیا (مرقات)۔ [۶] اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اجمالی معتبر ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے ایمانیات کی تفصیل نہ پوچھی صرف توحید و رسالت کے اقرار کو تمام ایمانیات کا اقرار مانا۔ [۷] لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مادہ لعن ہے بمعنے لعنت یعنے رحمت الٰہی سے دور ہوجانے کی بددعا لعان کے معنے ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا شریعت میں لعان یہ ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو ایسی تہمت لگائے کہ اگر اجنبی عورت کو لگاتا تو حد قذف واجب ہوجاتی اس پر حاکم مجمع کے سامنے ان دونوں خاوند و بیوی کو کھڑا کرکے چار چار قسمیں ایک ایک لعنت یا غضب کی بددعا کرائے پھر ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کردے کہ پھر یہ عورت اس مرد کے نکاح میں کبھی نہ سکے مگر لعان توڑنے پر کہ مرد کہے میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی اس پر اسے تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائے جائیں پھر نکاح میں آئے ہمارے امام صاحب کے ہاں گواہیاں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اَنَّ عُوَيْمِرَا لْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانی نے عرض کیا [1] یارسول اللہ فرمایئے تو ایک شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے [2] کیا وہ اسے قتل کردے تو مسلمان اسے قتل کردینگے [3] کیا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کردی گئی [4] تم جاؤ اسے لے آؤ [5] سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا [6] میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جب وہ

ہیں جن کی تاکید قسم سے کی گئی ہے۔ امام شافعی کے ہاں لعان قسمیں ہیں جن کی تاکید گواہیوں سے کی گئی ہے لہذا امام صاحب کے ہاں لعان وہ ہی کرسکتا ہے جس کی گواہی قبول ہوسکتی ہے جو گواہی کا اہل نہیں وہ لعان کرسکتا ہے اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے: خیال رہے کہ کسی گنہگار مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ کیسا ہی گنہگار ہو سوائے لعان کے، لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ یزید یا حجاج یا فلاں زانی قاتل پر لعنت ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسین کے قاتل یا قتل سے راضی ہونے والے پر لعنت ہے کہ یہ لعنت بالوصف ہے دیکھو شامی باب اللعان: [1] سہل ابن سعد کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں آپ مدینہ منورہ میں آخری صحابی ہیں جو تمام صحابہ سے آخر میں فوت ہوئے ان کی وفات پر مدینہ سے صحابہ کا دور ختم ہوا، عویمر صحابی ہیں عجلان قبیلہ سے ہیں عجلان انصار کا ایک قبیلہ ہے عجلان ابن زید انصاری کی اولاد (اشعہ مرقاۃ) [2] یا زنا کرتے ہوئے پائے یا علامات سے معلوم ہو کہ اس نے زنا کیا ہے فارغ ہوکر بیٹھا ہے: [3] مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یقتلون ی سے ہے یعنی مقتول کے وارث سے قتل کردیں گے بعض میں تقتلون ت سے ہے یعنی اے محبوب پاک اور آپ کے صحابہ اسے قصاصًا قتل کردیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھے اور اسے قتل کردے تو اسے بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا، ہاں اگر اس زنا پر چار گواہ قائم ہوجائیں اور زانی محصن بھی ہو تو اس قاتل پر قصاص نہیں، یا مقتول کے ولی اس زنا کا اقرار کرلیں تب بھی قصاص نہیں یہ شرعی حکم ہے عنداللہ اس قاتل پر کوئی گناہ نہیں: عویمر نے صاف نہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو زنا کراتے دیکھا بلکہ اشارۃً اگر مگر سے سوال کیا تاکہ حد قذف ان پر جاری ہوجائے۔ [4] آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ یہ آیت شعبان ۹ھ میں نازل ہوئی، یا تو عویمر کے متعلق ہی نازل ہوئی یا ہلال ابن امیہ کے متعلق اتری مگر حق یہ ہے کہ ان دونوں کے واقعات قریب قریب ہوئے ان دونوں پر آیت اتری، پہلے ہلال ابن امیہ نے لعان کیا پھر عویمر نے لہذا یہ درست ہے کہ اسلام میں پہلا لعان ہلال ابن امیہ نے کیا درست ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ تیرے متعلق یہ آیت آگئی یہ بھی درست ہے احادیث میں تعارض نہیں: [5] اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے وقت دونوں خاوند و بیوی کا حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ضروری ہے بلکہ مسلمانوں کے مجمع میں حاکم کے سامنے لعان چاہیے: [6] بعد نماز جب مسلمان جمع تھے اس زمانہ پاک میں مسجد ہی کچہری تھی:

قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلٰى أُمِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

زوجین فارغ ہوچکے تو عویمر بولے کہ میں نے اس پر جھوٹ ہی لگایا یارسول اللہ اگر اس کو روک رکھوں چنانچہ اسے تین طلاقیں دے دیں[1] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو خیال رکھنا اگر وہ عورت جنے بچہ سیاہ رنگ بڑی آنکھ والا بڑے سرین والا بڑی پنڈلیا نوالہ تو میں عویمر کو اس عورت پر سچا ہی گمان کرتا ہوں[2] اور اگر وہ عورت بچہ جنے سرخ رنگ والا گویا وہ بامنی ہے[3] تو میں سمجھتا ہوں کہ عویمر نے اس پر جھوٹ ہی بولا[4] پھر اس عورت نے بچہ اس صفت پر جنا جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عویمر کو سچا فرمایا تھا[5] پھر وہ بچہ بعد میں اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا[6] (مسلم بخاری)

[1] یعنے اب میرا اس بیوی کو اپنے پاس رکھنا اپنی تکذیب ہے لہذا میں اسے علیحدہ کرتا ہوں۔ [2] اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لعان خود، طلاق نہیں بلکہ اس کے بعد طلاق دینی چاہیئے بعض مالکی حضرات نے فرمایا کہ لعان خود ہی طلاق ہے مگر حاکم کے فیصلہ کے بعد ابھی چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ نہ فرمایا تھا اس لیئے ان کی طلاق درست ہوگئی یہ حضرات اس سے ثابت کرتے ہیں کہ یک وقت تین طلاقیں دیدینا مکروہ بھی نہیں کیونکہ عویمر نے یکدم تین طلاق دیں سرکار نے منع نہ فرمایا مگر حق یہ ہے کہ بعد لعان حاکم کا فیصلہ نکاح ختم کردیتا ہے طلاق کی ضرورت ہی نہیں عویمر کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لیئے انہیں نے طلاقیں دیں لعان والی عورت لعان کے بعد حاکم کے فیصلہ سے بالکل خارج ہوجاتی ہے طلاق کی محل نہیں رہتی اور تاقیام لعان نکاح میں نہیں آسکتی چنانچہ دارقطنی نے بروایت حضرت عمر مرفوعًا حدیث نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین جدا ہوچکنے کے بعد کبھی جمع نہیں ہوسکتے صاحب تنقیح نے فرمایا کہ اس کی اسناد جید ہے المتلاعنان لا یجتمعان بھی وارد ہے (فتح القدیر و مرقات) یہاں مرقات نے اس مسئلہ پر بہت سی احادیث پیش فرمائیں کہ لعان خود ہی تفریق ہے مگر حضرت امام اعظم و صاحبین و ابن مبارک کا قول یہ ہے کہ لعان کے بعد حاکم کی تفریق سے نکاح ختم ہوتا ہے لعان خود فسخ نہیں۔ [3] کیونکہ جس مرد سے الزام نکاح لگایا گیا تھا وہ اسی شکل و صورت کا تھا اور اکثر بچہ باپ کے ہم شکل ہوتا ہے چونکہ یہ ہمشکلی یقینی نہیں اکثری ہے اسلیئے اس طرح ارشاد فرمایا کہ ہمارا خیال ہے کہ عویمر کا الزام درست ہے۔ [4] بامنی ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو سرخ رنگ سانپ کی طرح ہوتا ہے اسے اردو میں سانپ کی خالہ بھی کہتے ہیں بامنی بھی میں نے بارہا دیکھا ہے۔ [5] کیونکہ عویمر خود تیلے سرخ رنگ والے تھے یہ حکم بھی تخمینی ہے۔ [6] لعان کا یہ بھی حکم ہے کہ لعان کا بچہ باپ کی میراث نہیں پاتا صرف ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ واقعہ اس عقیدے کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں کیونکہ لعان میں کسی کو فاسق نہیں کہا جاسکتا معاملہ مشکوک رہتا ہے نیز حضرات صحابہ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر کوئی گناہ پر قائم نہیں رہا سب کو بعد میں توبہ کی توفیق ملی ان کی عدالت پر قرآن کریم گواہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیافہ یعنے بچہ کی ہم شکلی پر احکام

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَیْنَ رَجُلٍ وَّامْرَاَتِہٖ فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِھَا فَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ حَدِیْثِہٖ لَھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَظَہٗ وَذَکَّرَہٗ وَاَخْبَرَہٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ دَعَاھَا فَوَعَظَھَا وَذَکَّرَھَا وَاَخْبَرَھَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ دَعَاھَا فَوَعَظَھَا وَذَکَّرَھَا وَاَخْبَرَھَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ۞ وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَیْنِ حِسَابُکُمَا عَلَی اللّٰہِ اَحَدُکُمَا کَاذِبٌ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْھَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کیا تو وہ مرد الگ ہوگیا اس کے بچہ سے[1] پس جدائی کردی ان کے درمیان[2] اور بچہ کو ماں سے منسوب کیا[3] (مسلم بخاری) اور مسلم بخاری کی ان کی ہی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کی اور ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے[4] پھر عورت کو بلایا اور اسے نصیحت کی ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے[5] ۞ روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین سے فرمایا کہ تم دونوں کا حساب اللہ کے ہاں ہے[6] تم میں سے ایک جھوٹا ہے اب تم کو اس عورت پر کوئی حق نہیں[7] یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا مال[8]

مرتب نہیں ہوتے اس کی بحث آگے ہوگی انشاء اللہ۔ [1] اس طرح کہ اپنی بیوی کے بچہ کا اپنے سے انکار کردیا کہہ دیا کہ میرا نہیں بلکہ حرام کا ہے، یہ بھی تہمت زنا کی ایک صورت ہے کہ زنا کا الزام نہ لگائے بچے کا انکار کردے۔ [2] لعان کراکر اس طرح کہ پہلے دونوں سے لعان کرایا پھر فسخ نکاح فرمادیا اس سے معلوم ہوا کہ لعان میں عورت و مرد کی علیحدگی حاکم کے فیصلہ سے ہوگی نہ کہ خاوند کی طلاق سے امام اعظم کا یہی مذہب ہے امام زفر و امام شافعی کے ہاں خود لعان ہی طلاق یا فسخ نکاح کا سبب ہے لعان کیا تو علیحدگی ہوئی مگر امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے اولًا تو اس لئے کہ اگر لعان ہی طلاق ہوتا تو حضور تفریق کیوں کراتے جیسا کہ یہاں فرق سے معلوم ہو رہا ہے کہ لعان کے بعد حضور نے علیحدگی کا حکم دیا دوسرے اس لئے کہ پہلے گزر چکا کہ عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں اگر لعان سے نکاح ختم ہوچکا تھا تو طلاق سے کیا فائدہ تھا وہ طلاقیں ہوا یہ تفریق جاری ہے کہ لعان فسخ نکاح نہیں (مرقات)۔ [3] اس طرح کہ یہ بچہ اس عورت کا کہلایا کہ مرد کا نیز اس کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوا، نیز اس بچہ کو صرف عورت کی میراث ملی نہ کہ مرد کی لعان کا یہی حکم ہے۔ [4] یہاں دنیا کی سزا سے مراد حد قذف تہمت کی سزا ہے یعنی اسی کوڑے یعنی اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اقرار کرلے اسی کوڑے کھاکر تیری رہائی ہوجائیگی آخرت کا عذاب رسوائی و دوزخ کی آگ بہت سخت ہے۔ [5] یہاں عذاب سے مراد رجم یعنی سنگسار کرنا اور دنیا کی بدنامی ہے کہ اگر عورت زنا کا اقرار کرلے تو رجم کی جائے گی دنیا سے بری ہوگی مگر یہ تکلیف چند منٹ کی ہے آخرت میں رسوائی اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے عقلمند وہ ہے جو دشوار سزا کے مقابل آسان کو اختیار کرے۔ [6] کہ وہ ہی تم میں سے جھوٹے کو سزا دیگا

قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ وَاَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ

تو فرمایا مال تجھے نہ ملے گا اگر تو نے اس پر سچ بولا ہے تو مال اس عوض میں رہا کہ تو نے اس کی شرمگاہ میں تصرف کرلیا ۱ اور اگر تم نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو یہ تجھ سے بہت بہت دور ہے ۲ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ہلال ابن امیہ نے ۳ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی بیوی کو شریک ابن سحماء سے تہمت لگائی ۴ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ میں سزا ہے ۵ وہ بولے یا رسول اللہ جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈتا پھرے ۶ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی ۷ ہلال بولے اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں

ہم صرف ظاہر پر عمل کرتے ہیں اگر تم میں سے کسی کا جھوٹ ظاہر نہ ہو تو کسی کو سزا نہیں دیتے۔ ۷ اس جملہ کی وجہ سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ خود لعان ہی فسخ نکاح ہے حاکم کے فیصلہ پر فسخ موقوف نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تفریق کے بعد لاعن کا ملاعنہ پر کوئی حق نکاح باقی نہیں رہتا تاکہ یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔ ۸ مال پوشیدہ فعل کا فاعل ہے یعنی مہر مال کہاں گیا مال سے مراد دیا ہوا مال ہے یعنی مہر جو تم جتنے تھے کہ مہر واپس دلایا جائے۔ ۱ یعنی تیرا مہر صحبت سے گیا اس سے معلوم ہوا کہ صحبت یا خلوت سے مہر مؤکد ہوتا ہے اگر بغیر خلوت طلاق دے دی گئی تو نصف مہر واجب ہوگا۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ ۲ یعنی جب تجھے سچا ہوتے پر مال واپس نہ ملا تو جھوٹا ہونے پر تو مل سکتا ہی نہیں۔ خیال رہے کہ دوسرا ابعد تاکید کے لئے ارشاد فرمایا گیا یعنے بہت بہت دور ہے اس سے معلوم ہوا کہ ملاعنہ عورت کو مہر پورا اور اپنے کا لعان سے مہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۳ ہلال ابن امیہ وہ ہی صحابی ہیں جو حضرت کعب ابن مالک کے ساتھ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہ تین حضرات کعب ابن مالک ہلال ابن امیہ مرارہ ابن ربیع ان تین صاحبوں کی توبہ کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا الآیہ۔ ۴ حضرت شریک انصار کے حلیف تھے سحماء ان کی والدہ کا نام ہے آپ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں جیسے عبداللہ ابن ام مکتوم۔ اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہوا اور یہ لعان بھی پہلا لعان تھا۔ اسی واقعہ پر آیت لعان نازل ہوئی۔ ۵ یعنے یا تو چار گواہ عینی پیش کرو جنہوں نے تمہاری بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو ورنہ تم کو حد قذف اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ ۶ خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر کسی کو دیکھے تو اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ چار گواہ جمع کرے اور انہیں اس حالت کا مشاہدہ کرائے یہ تکلیف طاقت سے زیادہ ہے۔ ۷ سرکار عالی کا یہ فرمان قرآن کی اس آیت کے بنا پر ہے کہ زنا کے تو چار گواہ پیش کئے جائیں ورنہ الزام لگانے والے کو تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائی جائے یہ پابندی اسلئے ہے تاکہ لوگ تہمت زنا میں دلیر نہ ہوجائیں۔

فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَآءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا وَقَالُوْا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ

تو اللہ تعالٰی ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچالیں گی [1] لہٰذا تشریف لائے جبریل اترے اور آپ پر یہ آیت اتاری [2] اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنی بیویوں کو پھر پڑھی حتی کہ ان کان من الصادقین تک پہنچ گئے پھر ہلال آئے گواہی دی [3] اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یقینًا اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرلیگا [4] پھر عورت کھڑی ہوئی پس گواہی دی جب پانچویں پر پہنچی [5] تو لوگوں نے اسے ٹھہرالیا اور بولے کہ یہ واجب کرنے والی ہے [6] ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ٹھہری اور رکی حتی کہ ہم نے گمان کرلیا کہ یہ رجوع کرلے گی [7] پھر بولی میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہ کروں گی پھر گذر گئی [8]

چونکہ ابھی لعان کے احکام آئے نہ تھے اس لئے فرمایا گیا۔ [1] یہ ہے مومن کی فراست کہ آئندہ آنے والے احکام کے متعلق قسم کھائی کہ ایسے احکام ضرور نازل ہوں گے۔ لطف یہ ہے کہ انشاءاللہ بھی نہ کہا یعنی مجھے اپنے رب کی رحمت سے یقین ہے کہ وہ سچے کو تہمت کی سزا نہ لگنے دیگا مجھے ضرور بچالیگا۔ [2] فنزل کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال مجلس شریف میں موجود تھے اور دربار عالی گرم تھا کہ آیت لعان نازل ہوگئی حضرت ہلال کا اندازہ سچا ہوگیا کیونکہ ف تعقیب بلا تراخی کے لئے آتی ہے۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ جاء سے مراد ہے حضور کی بارگاہ میں قسم کے لئے کھڑا ہونا کیونکہ ہلال وہاں ہی تھے ابھی غائب نہ ہوئے تھے اور ہوسکتا ہے کہ ہلال چلے گئے ہوں اور اس آیت کے نزول پر بلائے گئے ہوں مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں گواہی سے مراد ہلال کا قسم کھانا ہے چونکہ یہ قسم گواہی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے اس قسم کو گواہی فرمایا قرآن کریم نے بھی اسے گواہی فرمایا۔ [4] اب بھی مستحب ہے کہ حاکم اس قسم کے الفاظ لعان کرنے والوں سے کہے خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے خفیہ حالات پر مطلع فرمایا ہے مگر ساتھ ہی پردہ پوش بنایا ہے اس لئے نہ تو رب تعالٰی نے کوئی آیت اتاری کہ فلاں سچا ہے نہ حضور نے اس کی خبر دی لہٰذا یہ فرمان پردہ پوشی کی بناء پر ہے نہ کہ بے علمی کی بناء پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ عبداللہ ابن حذافہ نے حضور سے پوچھا تھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم مولٰی شیبہ (بخاری شریف) اور باپ بیٹا ہونا وہ ہی جان سکتا ہے جو اندرونی حالات سے خبردار ہو لہٰذا ان کلمات سے حضور کی بے علمی ثابت کرنا محض غلط ہے۔ [5] یعنے چار بار اشہد باللہ کہہ چکی جب پانچویں کی باری آئی صحابہ کرام نے اسے روک کر تبلیغ کی۔ [6] یا سزا کو یا دوزخ کی آگ کو اگر یہ پانچویں قسم توڑ کھائے تو رجم و سنگسار کی جائے گی اور اگر جھوٹی قسم کھائی تو عذاب نار کی مستحق ہوگی لہٰذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ اس سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ حضور کو خبر تھی کہ مرد سچا ہے عورت سے خطا ہوئی ہے دیکھو صحابہ کرام نے ہلال کو یہ تبلیغ نہ کی صرف عورت کو کی۔ [7] معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی علامات سے معلوم ہوچکا تھا کہ ہلال سچے ہیں عورت خطاکار ہے مگر چونکہ اسلام میں ان جیسی علامات کا اعتبار نہیں خصوصًا حدود میں اس لئے ان علامات پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے۔ [8] یعنے پانچویں قسم بھی کھالی اور چھوڑ دی گئی اس رو کنے لوٹنے کے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہ کی

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَاْنٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُّ مَعَ اَهْلِيْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهٗ حَتّٰى اٰتِيَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهٗ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھنا اگر یہ سُرمگین آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے ۱؎ پھر وہ ایسا بچہ لائی فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گذر گیا نہ ہوتا ۲؎ تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اسے چھوڑوں حتّٰی کہ چار گواہ لاؤں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ۴؎ بولے ہرگز نہیں قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں تو اسے اس سے پہلے تلوار سے جلد مار دوں ۵؎ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

گئی کہ تو پہلے رکی کیوں تھی؟ ۱؎ یعنے حرامی ہے غالبًا شریک ابن سحماء اسی شکل کے ہونگے اور بچہ اکثر باپ کی شکل پر ہوتا ہے یہ قاعدہ اکثریہ ہے مگر حضور کے فرمان عالی سے وہ یقینی ہوگیا مگر اس یقین پر شرعی سزا جاری نہیں ہوتی اس لئے عورت سے پھر بھی کچھ نہ کہا گیا۔ ۲؎ اس حکم سے مراد لعان کے احکام ہیں جو اس موقعہ پر قرآن کریم میں نازل ہوچکے تھے یعنے اگر یہ احکام لعان نہ آگئے ہوتے اور صرف علامات پر حدود شرعیہ جاری ہوجاتیں تو ہم اس کو سنگسار کردیتے۔ ۳؎ کہ ہم اس عورت کو سنگسار کردیتے: خیال رہے کہ حضور نے اس عورت کو خاوند سے علیحدہ کردیا مگر عدت کا خرچہ نہ دلوایا کیونکہ یہ علیحدگی طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ یہ بچہ زندہ رہا بعد میں مصر کا حاکم ہوا مگر اپنی ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (مرقات)، مگر بعض روایات میں ہے کہ دو سال کی عمر پاکر فوت ہوگیا واللہ اعلم یہ عورت اور شریک بھی برے حال میں مرے (مرقات) خیال رہے کہ لعان کی صورت میں شرعًا کوئی فاسق نہیں کہا جاتا اسی لعان کرنے والے کی گواہی قبول ہے عنداللہ جو کچھ ہو وہ رب جانے لہذا شرعًا ان دونوں بلکہ تینوں میں کوئی فاسق نہیں نہ خاوند نہ یہ عورت نہ شریک لہذا یہ مسئلہ بالکل حق ہے کہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں سب جنتی ہیں۔ ۴؎ یعنے ہاں تم اس عورت و مرد سے کچھ تعرض نہ کرو تمہارا صرف یہ کام ہے کہ چار گواہ ان کے زنا پر بلالو اور ہم پر پیش کرو ہم بعد تحقیق انہیں زنا کی سزا دیں گے اس سے معلوم ہوا کہ قصاص اور رجم وغیرہ صرف حاکم جاری کرسکتا ہے کسی دوسرے کو حق نہیں کہ خود قانون ہاتھ میں لے کر یہ کام کرے۔ ۵؎ اس عرض و معروض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی تردید نہیں ہے بلکہ اپنی انتہائی غیرت کا اظہار ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر غصہ کی وجہ سے ایسی مدہوشی طاری ہوگی کہ مجھے گواہ لانے آدمیوں کو ڈھونڈنے کا دھیان ہی نہ رہیگا اس جنون میں اسے قتل ہی کردونگا اسی لئے سرکار عالی نے

وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا اِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَيُوْرٌ وَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَاَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِيْ لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ

سنو جو تمہارا یہ سردار کہتا ہے[1] یہ بڑا ہی غیرت مند ہے[2] اور میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھوں تو اسے ماردوں تلوار سے چوڑائی سے نہیں[4] یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو[5] اللہ کی قسم میں ان سے بڑھ کر غیرت مند ہوں[6] اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ کی غیرت کی وجہ سے کہ اللہ نے ظاہر باطن فحش چیزیں حرام فرمادیں[7] اور اللہ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں[8] اسی لئے اللہ نے

ان کی عرض کی تردید نہ فرمائی بلکہ تعریف کی۔ [1] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں سیدنا ہے یعنی ہمارے سردار کی بات سنو، ہمارے سردار سے مراد ہے ہمارے مقرر کئے ہوئے سردار جیسے بادشاہ کسی امیر کی طرف اشارہ کرکے کہے ہمارا امیر یعنے ہمارا مقرر کردہ امیر سیدکم کے معنے بالکل ظاہر ہیں غالبًا انصار سے خطاب ہوگا اور اگر تمام صحابہ سے خطاب ہو تو خصوصی سرداری مراد ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت سعد جناب صدیق و فاروق سے افضل ہوں۔ [2] یعنے جو کچھ سعد کہ رہے ہیں اپنی غیرت کے جوش میں کہہ رہے ہیں نہ کہ ہمارے کلام عالی کی تردید میں اور جوش غیرت سرداری کی بنا پر ہے معلوم ہوا کہ سردار قوم غیرت مند ہی چاہیئے [3] اس فرمان عالی میں حضرت سعد کی غیرت کی تعریف ہے ان کے اس عمل کی تائید نہیں کیونکہ خود قتل کردینا خلاف حکم شرع ہے اس کی تائید کیسی جب لفظ غیور اللہ رسول کی صفت ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے زجور سخت روکنے والا یعنے ہم اور رب تعالٰی ان بے حیائیوں کو نہایت سختی سے روکنے والے ہیں اسی لئے زنا کی سزا ایسی سخت رکھی ہے کہ رب کی پناہ قصاص قتل میں تلوار سے مارا جاتا ہے مگر سزائے زنا میں سنگسار کیا جاتا ہے[4] یعنے میں اسے چوڑی تلوار نہ ماروں جس سے صرف چوٹ لگے بلکہ دھار کی طرف سے ماروں جس سے وہ قتل ہی ہوجائے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ غیر صیغہ اضرب کے فاعل کا حال ہے یعنے میں اس زانی سے درگذر نہ کروں بلکہ مار ہی دوں مگر پہلے معنے نہایت ہی موزوں ہیں۔ [5] سارے صحابہ کرام ہی غیرت مند تھے مومن بے غیرت نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرات صحابہ مگر حضرت سعد بے حد غیور و غیرت مند تھے اس لئے یہ فرمایا گیا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [6] معلوم ہوا کہ حضور تمام صفات کمالیہ میں تمام خلق سے افضل ہیں غیور بادشاہ اپنے نوکروں سے بھیک نہیں منگاتے بڑھاپے میں ان کی پنشن کردیتے ہیں حضور ایسے غیور ہیں کہ اپنے نام لیواؤں دین کے خدمتگاروں اپنے نوکروں چاکروں کو ذلیل نہیں ہونے دیتے ناکاروں کو ایسا نبھاتے ہیں کہ سبحان اللہ دیکھو ہم جیسے ناکارہ جنہیں کوئی ہنر نہ آئے ان کے نام پر کیسے مزے سے پل رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم [7] تری غیرت کے نثار اے مرے غیرت والے ۔ آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردہ تیرا [7] رب تعالٰی کی غیرت کے یہی معنے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی شرم غیرت

ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا يَاْتِىَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِىْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنِّىْ اَنْكَرْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ

ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجے اور ایسا کوئی نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ تعریف پسند ہو[۱] اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالٰی غیرت فرماتا ہے اور یقینًا مومن غیرت کرتا ہے[۳] اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام نہ کرے جو اللہ نے حرام کیے[۴] (مسلم بخاری) روایت[۵] ان ہی سے کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میری بیوی نے سیاہ لڑکا جنا اور میں نے اسکا انکار کردیا ہے[۶] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس

کے ظاہری معنے سے پاک ہے ایسے الفاظ میں رب تعالٰی کے لیے ان کے نتائج مراد ہوتے ہیں ۵ یعنے رب تعالٰی کو بندے کی توبہ بہت ہی پسند ہے۔ اسی لیے بذریعہ انبیاء کرام پیغام بھیجا کہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ گنہگارو اللہ کی طرف بھاگ آؤ پناہ پالو گے۔ اسی صفت کے مظہر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضور نے حضرت وحشی ہندہ، ابوسفیان وغیرہم کو معافی دے دی ان حضرات کو معاف کردینا طاقت انسانی سے باہر ہے ان کے دروازے پر آنے والا محروم نہیں جاتا ؎

نج پال پریت کو توڑت ناہیں ÷ جو بانہہ پکڑیں پھر چھوڑت ناہیں ÷ گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں۔

[۱] معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی بعثت کا اصل منشاء بھاگے ہوؤں کو بلانا ہے۔ [۲] چنانچہ خود رب تعالٰی نے اپنی حمد و ثنا کی حضرات انبیاء و اولیاء حمد الٰہی کرتے رہے بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ حمد الٰہی کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ یہ سب اس پسندیدگی کا نتیجہ ہے حمد الٰہی بہترین عبادت ہے۔ اس کے نبیوں ولیوں کی تعریفیں بھی بالواسطہ حمد الٰہی ہی ہے کہ جسے جو ملا اس کی عطا سے ملا نعت و مناقب حمد الٰہی کی طرح عبادت الٰہی ہے۔ [۳] یعنے دنیا میں حمد الٰہی کرنے والوں سے رب تعالٰی نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے خود جنت میں سوائے حمد الٰہی کے اور کوئی عبادت نہ ہوگی جنتی لوگ جب آپس میں کلام و گفتگو کریں گے تو آخر میں کہا کریں گے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [۴] کیونکہ مومن اخلاق الٰہی سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیا و غیرت صفات الٰہیہ سے ہے۔ جسے یہ نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالٰی کی غیرت فرمانے کے کیا معنے ہیں اس کے لیے ہماری تفسیر نعیمی آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔ [۵] یعنے بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولٰی کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیر نہ کرے یہ حدیث باب اللعان میں اسلیے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔ [۶] انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں گورا ہوں میرا بچہ کالا کیسے ہوسکتا ہے اس لیے میں نے کہہ دیا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں میری بیوی زنا[illegible]

مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنّٰى تُرٰى ذٰلِكَ جَاءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْإِنْتِفَاءِ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلٰى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ

اونٹ ہیں بولا ہاں فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں بولا سرخ فرمایا کیا ان میں کوئی چتکبرہ بھی ہے بولا اس میں چتکبرے ہے[1] فرمایا اسے تو کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا[2] بولا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا[3] فرمایا تو شاید ایسے بھی رگ نے کھینچ لیا[4] اور اس نے اپنے سے انکار کی اجازت نہ دی[5] (مسلم بخاری) ❊ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے[6] اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ مجھ سے ہے تو تم اس پر قبضہ کر لینا[7]

کالے آدمی سے زنا کرایا ہوگا اس کا یہ بچہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں انکار سے مراد دل سے انکار کرنا ہے زبانی انکار کا ارادہ کرنا اگر زبان سے انکار کر دیتا تو لعان کرنا پڑتا ❊ [1] سفید و سیاہ دھبے والے کو چتکبرہ کہتے ہیں سرخ اونٹ رفتار اور طاقت میں بہت اچھا ہوتا ہے مگر چتکبرہ اونٹ کا گوشت بہت نفیس ہوتا ہے اہل عرب سرخ اونٹ بہت پسند کرتے ہیں چتکبرے کو اچھا نہیں سمجھتے (مرقات) مطلب یہ ہے کہ ان سرخ اونٹوں سے کوئی اونٹ چتکبرہ بھی پیدا ہوا ہے وہ بولا ہاں کہ ماں باپ سرخ ہیں اور ان کا بچہ چتکبرہ۔ [2] جاء کا فاعل سرخ اونٹ ہیں اور ہا کا مرجع چتکبرہ رنگ والا بچہ یعنے سرخ اونٹ چتکبرہ بچہ کہاں سے لے آئے وہاں بچہ کا رنگ ماں باپ کے رنگ کے خلاف کیوں ہوگیا۔ [3] یعنے اس بچہ کے دادا پردادا، نانا پرنانا میں کوئی نر یا مادہ اونٹ چتکبرہ گذرا ہوگا وہ دور والا رنگ اس بچہ میں آگیا ہوگا۔ مرقات نے فرمایا یہ لفظ عرق درخت کی جڑ کی رگوں سے ماخوذ ہے جو دور تک زمین میں پھیلی ہوتی ہیں جیسے ان جڑ کی رگوں کا اثر درخت میں پہنچتا ہے ایسے ہی آباؤ اجداد کے رنگ بیماریاں اولاد میں پہنچ سکتی ہیں اس بدوی نے بہت تحقیقی بات کہی۔ [4] یعنے یہی احتمال اس بچہ میں بھی ہے کہ تیرے باپ دادوں میں کوئی سیاہ فام گذرا ہوگا جس کا اثر اس بچہ میں آگیا ہوگا جو تاویل تو اونٹ کے بچہ میں کرتا ہے آدمی کے بچہ میں کیوں نہیں کرتا سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے۔ خیال رہے کہ بطور الزام یہ جواب دیا گیا ہے ورنہ بچے کے رنگ روپ میں یہ ضروری نہیں کہ اس کے باپ دادوں کا اثر ہی آئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے اصول گورے بچہ کالا اور کبھی سارے اصول کالے بچہ گورا یہ تو رب کی قدرت ہے جیسا چاہے بنا دے۔ [5] مقصد یہ ہے کہ رنگ روپ وغیرہ علامات ضعیف ہیں ان وجوہ سے بچہ کے نسب کا انکار نہ کرنا چاہیئے کہ ثبوت زنا قوی علامات سے ہو سکتا ہے مثلًا کوئی عورت نکاح کے پانچ ماہ بعد بچہ جن دے یا جس کا خاوند پردیس ہی میں ہے اور عورت اتنا بچے جنے یا خاوند نے عرصہ سے صحبت نہ کی ہو مگر بچہ پیدا ہو جائے ان صورتوں میں انکار کی گنجائش قوی ہے شریک ابن سحماء کی حدیث میں جو گذرا کہ اگر بچہ اسی شکل کا ہے تو وہ غیر باپ کا ہوگا وہاں رنگت و حلیہ سے زنا ثابت نہ فرمایا گیا تھا نہ اس کا رنگ پر زنا کے احکام جاری کیئے گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے لیئے صریحی انکار اولاد ضروری ہے اس بدوی نے صاف صاف انکار نہ کیا تھا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ [6] یہ عتبہ وہ ہی ہے جس نے احد کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید کیا تھا یہ کافر ہی مرا رب کی شان ہے کہ ایک بھائی اول نمبر کا کافر اور دوسرا بھائی حضرت سعد ابن ابی وقاص

إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ إِنَّهُ ابْنُ أَخِي وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَخِي كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

پھر جب فتح مکہ کا سال ہوا تو اسے سعد نے لے لیا بولے کہ یہ میرا بھتیجا ہے[۱] اور عبداللہ ابن زمعہ نے کہا یہ میرا بھائی ہے[۲] یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مقدمہ لے گئے[۳] سعد نے کہا یا رسول اللہ میرے بھائی نے اس بچہ کے بارے میں مجھ سے عہد کیا تھا اور عبد ابن زمعہ بولے کہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا[۴] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد ابن زمعہ وہ بچہ تمہارا ہے[۵] بچہ مستحق والے کا ہوتا ہے زانی کے لئے پتھر[۶]

اعلےٰ درجہ کے مومن جن سے حضور نے فرمایا تم پر میرے ماں باپ قربان پھر ان ہی سعد کا بیٹا عمرو ابن سعد ایسا منحوس جس نے کربلا کے میدان میں اہل بیت اطہار پر پہلا تیر چلایا۔ [۶] یعنے زمعہ کی لونڈی سے میں نے زنا کیا تھا اس سے بچہ پیدا ہوا تھا وہ بچہ اس ہی زنا کا ہے لہذا وہ بچہ میرا ہے جب تم کو موقعہ ملے اس بچہ کو لے لینا اور اس کی پرورش کرنا کہ تمہارا بھتیجا ہے۔ [۱] کیونکہ میرے بھائی عتبہ کے زنا سے پیدا ہوا ہے زمانہ جاہلیت میں زنا سے نسب ثابت مانا جاتا تھا اگر زانی اس نسب کا دعویٰ کرتا۔ [۲] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنی لونڈیوں سے زنا کرا کر زنا کی آمدنی وصول کرتے تھے اور اس زنا سے جو بچے پیدا ہوتے ان میں جھگڑے ہوتے تھے۔ زانی کہتا تھا کہ میرا بچہ ہے مالک کہتا کہ میرا ہے یہ بچہ بھی اسی قسم کا تھا سعد کا دعوے یہ تھا کہ یہ بچہ میرے بھائی کے نطفے سے ہے لہذا میرا بھائی ہے عبد ابن زمعہ کا کہنا تھا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے لہذا میرا بھائی ہے (مرقات)۔ [۳] تساوق تساوق سے بنا بمعنے چلانا، ہانکنا، تساوقا تثنیہ ہے کہ اس کا فاعل دونوں ہیں یہاں مراد مقدمہ بارگاہ عدالت تک لے جانا ہے۔ [۴] فراش کے لفظی معنے ہیں بستر پھر بستر پر لیٹنے لٹانے والے کو فراش کہنے لگے اصطلاح میں مستحق ولد کو فراش کہا جاتا ہے خاوند، مولیٰ صاحب فراش ہیں یہاں یہ ہی معنے مراد ہیں۔ [۵] یعنے تمہارا باپ شریک بھائی ہے کہ تمہارے باپ کی مملوکہ لونڈی سے پیدا ہوا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مالی دعووں کی طرح نسب کا دعویٰ بھی ہوسکتا ہے دوسرے یہ کہ لونڈی اپنے مولےٰ کی فراش ہے جبکہ مولیٰ اس سے وطی کرے کہ اس کا بچہ مولیٰ کا مانا جائے گا تیسرے یہ کہ جب بچہ مولیٰ کا ہوسکتا ہو تو اگرچہ لونڈی سے صحبت کسی دوسرے نے کی ہو مگر بچہ مولےٰ کا ہوگا جب مولیٰ اس کا دعویٰ کرے۔ چوتھے یہ کہ نسب میں وارث کا اقرار مولےٰ کے اقرار کی طرح ہے۔ خیال رہے کہ اگر خاوند یا مولےٰ مشرق میں ہو اور بیوی یا لونڈی مغرب میں، اور کبھی خاوند بیوی کے پاس نہ آیا ہو بیوی خاوند کے پاس نہ گئی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے خاوند یا مولیٰ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے کہ امام شافعی و مالک کے ہاں اس کی بات نہ مانی جائے گی کہ یہاں اس نسب کا امکان نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس کا دعویٰ قبول ہوگا اور بچہ اسی کا ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مرد یا عورت ولی اللہ ہو بطور کرامت ان کا قرب و صحبت واقع ہوگئی ہو کرامات اولیاء برحق ہیں، مرقات، علامہ شامی نے بھی مسئلہ اسی طرح بیان فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حضرات اولیاء اللہ عالم کی سیر کرسکتے ہیں دور کی جگہ حاضر و ناظر ہوسکتے ہیں ہم نے بھی یہ مسئلہ جاء الحق بحث حاضر ناظر میں بیان کیا۔ [۶] یعنے اسلام میں زانی سے نسب ثابت نہیں بلکہ مسلمان محصن زانی سنگسار کئے جانے کے لائق ہے لہذا اس

ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِيْ مِنْهُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُوْرٌ فَقَالَ اَيْ عَائِشَةُ اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَاٰى اُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَاَبِيْ بَكْرَةَ قَالَا

پھر سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ اس بچہ سے پردہ کرنا کیونکہ اس کی مشابہت عتبہ سے دیکھی۱؎ چنانچہ اس لڑکے نے سودہ کو نہ دیکھا حتی کہ اللہ سے مل گیا۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے عبد ابن زمعہ وہ تمہارا بھائی ہے اس لئے کہ وہ ان کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خوش تشریف لائے فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجزز مدلجی آیا تھا۴؎ جب اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا حالانکہ ان دونوں پر کمبل تھا کہ انہوں نے سر ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے قدم کھلے ہوئے تھے تو بولا کہ یہ قدم ان کے بعض بعض سے ہیں۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں

پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ ابن ابی وقاص کو یا اس لونڈی کو سنگسار کیوں نہ کیا۔ ۱؎ ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اس فیصلہ کی بنا پر یہ بچہ حضرت سودہ کا علاتی بھائی ہوا اور بھائی سے پردہ نہیں یہ ہے فتویٰ مگر تقویٰ وہ ہے جو اس جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس بچہ کی شکل و شباہت عتبہ سے ملتی جلتی ہے احتمال یہ ہے کہ عتبہ کا بچہ ہو لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اے سودہ تم اس بچہ سے پردہ کرو کہ شاید یہ تمہارا اجنبی ہو۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا حرامی بچہ زانی باپ کی میراث نہیں پاتا مگر حرمت زنا سے بھی آجاتی ہے کہ زانی پر مزنیہ عورت کی اولاد اس کی ماں نانی وغیرہ حرام ہو جاتی ہے مگر امام شافعی و مالک کے ہاں زنا سے حرمت بھی نہیں آتی زانی شخص مزنیہ عورت کی ماں وغیرہ سے نکاح کر سکتا ہے (مرقات) بعض شوافع کے ہاں تو خود زانی کا اس بچی سے بھی نکاح درست ہے جو اس کے نطفہ سے پیدا ہوئی (مرقات)۔ ۲؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ وہ بچہ پہلے فوت ہوا حضرت سودہ بعد میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے مرتے دم تک نہ اس نے بی بی سودہ کو دیکھا نہ بی بی سودہ نے اس کو لہذا حدیث واضح ہے ۳؎ یہ کلام راوی کا ہے نہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسی لئے ابیہ غائب کی ضمیر وارد ہوئی ابیک مخاطب کی ضمیر نہ آئی۔ خیال رہے کہ لونڈی کا بچہ مولیٰ سے جب مانا جاتا ہے جبکہ مولیٰ اس بچہ کا دعویٰ کرے صرف وطی کے اقرار سے نسب ثابت نہ ہوگا یہی امام اعظم کا مذہب ہے حضرت عمر و زید ابن ثابت کا یہی قول ہے مگر امام شافعی کے ہاں صرف اقرار وطی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ مولیٰ عزل کا مدعی ہو (مرقات)۔ ۴؎ مدلجی میم کے پیش لام کے کسرہ سے مدلج ایک قبیلہ تھا بنی اسد کا یہ شخص اس قبیلہ سے تھا بڑا قیافہ لگانے والا تھا کہ فلاں کی شکل فلاں سے ملتی جلتی ہے اس لئے اس کا بھائی یا بیٹا ہے کفار عرب اس کے قیافہ پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے اس پر احکام نسب صادر کر دیا کرتے تھے۔ ۵؎ زید

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِیْہِ فَقَدْ کَفَرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَقَدْ ذُکِرَ حَدِیْثُ عَائِشَۃَ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْیَرَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ بَابِ صَلٰوۃِ الْخُسُوْفِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَۃُ الْمُلَاعَنَۃِ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَّیْسَ مِنْھُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ وَّلَنْ یُّدْخِلَھَا اللّٰہُ جَنَّتَہٗ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے کو نسبت کرے اپنے غیر باپ کی طرف حالانکہ جانتا ہو تو اس پر جنت حرام ہے [1] (مسلم بخاری) ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے باپ دادوں سے منہ نہ پھیرو [2] جو اپنے باپ سے اعراض کرے اس نے کفران کیا [3] (مسلم بخاری) اور حضرت عائشہ کی حدیث خدا سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نماز خسوف کے باب میں ذکر ہوا [4] ۔ دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب لعان کی آیت اتری جو عورت کسی قوم پر ایسے داخل کرے جو ان میں سے نہیں [5] تو وہ اللہ کی رحمت میں سے کسی حصہ میں نہیں [6] اور اسے اللہ اپنی جنت میں ہرگز داخل نہ کریگا [7]

ابن اسامہ بہت سیاہ فام تھے اور ان کے والد اسامہ بہت گورے چٹے اس لئے کفار عرب حضرت زید کے نسب پر طعن کرتے تھے کہتے تھے کہ زید اسامہ کے بیٹے نہیں اس قیافہ نے باوجود رنگ کے اختلاف کے سب کفار کے روبرو یہ کہدیا کہ یاؤں والے باپ بیٹے ہیں تو کفار پر اس کا قول حجت ہوگیا اسی لئے اب کفار کو ان کے نسب میں طعنہ کرنے کا موقعہ نہ رہا اس لئے سرکار خوش ہوئے لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ شریعت میں قیافہ سے نسب ثابت ہوجاتا ہے یہی امام اعظم کا فرمان ہے کہ قیافہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا خیال رہے کہ حضرت زید کی ماں حبشی سیاہ فام عورت تھیں ان کا نام برکت کنیت ام ایمن تھا شریعت میں نجومیوں کے قول رویت ہلال قیافہ کے قول سے نسب ثابت نہیں ہوتے۔ اس جگہ مرقات نے قیافہ پر بہت مفصل گفتگو فرمائی [1] یعنے جو دیدہ دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لئے یا اپنی عزت و آبرو بڑھانے کے لئے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولًا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جاسکیگا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہتے کہلواتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابوداؤد و ابن ماجہ احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر مولے کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تاقیامت اللہ کی لعنت ہے پے در پے (مرقات)۔ [2] اگر وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو اپنے کو ان کی اولاد کہنے سے شرم و غیرت نہ کرو۔ [3] جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جانکر یہ حرکت کرے وہ کافروں کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالٰی کا ناشکرا بہرحال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام (مرقاۃ)۔ [4] یعنے وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی میں نے تکرار سے بچنے کے لئے یہاں سے ۔۔۔

وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَہٗ وَھُوَ یَنْظُرُ اِلَیْہِ اِحْتَجَبَ اللّٰہُ مِنْہُ وَفَضَحَہٗ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ اِمْرَاَۃً لَا تَرُدُّ یَدَ لَامِسٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلِّقْھَا قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّھَا قَالَ فَاَمْسِکْھَا اِذًا رَوَاہُ

اور جو شخص اپنے بچہ کا انکار کرے وہ اُسے دیکھتا ہو۱ تو اللہ اس سے حجاب فرمائے گا۲ اور اس کو مخلوق کے سامنے اگلے پچھلوں میں رسوا کرے گا۳ (ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ رد نہیں کرتی۴ تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دیدے۵ وہ بولا میں اس سے محبت کرتا ہوں۶ تو فرمایا تو اسے روک رکھو۷

کردی (مرقات) ۵ یعنے کسی سے زنا کرے کیونکہ زنا کی وجہ سے زنا کا بچہ اپنی قوم میں داخل کرے گی حالانکہ وہ اس قوم سے نہ ہوگا۔ ۶ اس طرح کہ دنیا میں اللہ کی رحمت پائے نہ آخرت میں خیال رہے کہ دنیا میں اسے رزق وغیرہ مل جانا اللہ کی رحمت کی علامت نہیں یہ تو کفار کو بھی مل جاتا ہے کیونکہ فسق و فجور کے باوجود دنیاوی عیش ملنا عذاب ہے۔ ۷ اگر حلال جانکر زنا کرے تو کافرہ ہے اور کافر پر جنت حرام ہے اور اگر حرام جانکر کرے تو فاسقہ ہے فاسق آدمی دخول کے مستحق نہیں۔ ۱ یعنے وہ بچہ اسے میٹھی نگاہوں سے تکتا ہو مگر یہ شقی القلب سخت دل اس کی بھولی صورت امیدوار نگاہوں کی پرواہ نہ کرے اس کا انکار کر دے کہ میرا بیٹا نہیں حرام کا ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص جانتا ہو کہ یہ بچہ میرا ہی ہے پھر انکار کرے مگر پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اب جاننے کے معنے یہ ہیں کہ اس شخص کے پاس بچہ کے حرامی ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو محض بدمعاشی یا محض خبط سے بچہ کا انکار کرتا ہو۔ ۲ یعنے اسے اپنا دیدار نہ دکھائے کہ جنت نہ دیگا کیونکہ دیدار الٰہی کی اصل جگہ جنت ہی ہے۔ ۳ یعنے قیامت میں اسے تمام مخلوق کے سامنے رسوا کریگا جب اولین و آخرین جمع ہوں گے خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہوں کی پردہ پوشی ہوگی علانیہ گناہوں کی رسوائی ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مسلمان کی پردہ دری کیوں ہوئی۔ ۴ یعنے فاجرہ زانیہ ہے کہ جو بدمعاش اس سے زنا کرنا چاہے اسے منع نہیں کرتی کرا لیتی ہے یا جو کوئی میرے مال کو ہاتھ لگائے اسے روکتی نہیں مال لے جانے دیتی ہے گھر کی حفاظت نہیں کرتی عام شارحین نے پہلے معنے کو ترجیح دی ہے غالبًا صاحب مشکوٰۃ نے بھی حدیث کے یہ ہی معنے سمجھے ہیں اسی لئے یہ حدیث باب اللعان میں لائے لیکن دوسرے معنے کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس کو لعان کا حکم دیا نہ اسے حد قذف یعنے تہمت کی سزا دی اگر وہ زنا کا الزام دیتا تو ان دونوں چیزوں میں سے کچھ کرنا پڑتا (مرقات، ولمعات وغیرہ)۔ ۵ معلوم ہوا کہ فاسقہ بدکار بی بی کو طلاق دیدینا بہتر ہے اسی طرح جو عورت گھر کو نہ سنبھال سکے اسے طلاق دیدینا بہتر ہے جیسا کہ پہلے جملہ کی دو شرحوں سے معلوم ہوا۔ ۶ یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس لئے کہ اس سے میرے بچے ہیں اسے علیحدہ کر دینے سے بچے برباد ہونگے مجھے اپنے متعلق خطرہ ہے کہ گناہ میں پھنس جاؤں۔ ۷ یعنے اسے بدکاری یا لاپرواہی گھر برباد کرنے سے روک اور طلاق نہ دے معلوم ہوا کہ فاسقہ عورت کو طلاق دے دینا واجب نہیں خصوصًا جبکہ خاوند اس کے بغیر صبر نہ کر سکے اس کو طلاق دے دینے پر اپنے فسق و فجور میں گرفتار ہو جانے کا قوی خطرہ ہو

أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ النَّسَائِيُّ رَفَعَهُ أَحَدُ الرُّوَاةِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَحَدُهُمْ لَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِثَابِتٍ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى أَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اُسْتُلْحِقَ بَعْدَ أَبِيْهِ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ ادَّعَاهُ وَرَثَتُهٗ فَقَضٰى أَنَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ أَصَابَهَا فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهٗ وَلَيْسَ لَهٗ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْءٌ وَمَا أَدْرَكَ مِنْ مِيْرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهٗ نَصِيْبُهٗ وَلَا يُلْحَقُ إِذَا كَانَ أَبُوْهُ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ أَنْكَرَهٗ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا

(ابوداؤد، نسائی) اور نسائی نے فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت ابن عباس تک مرفوع کہا اور بعض نے اسے مرفوع نہ کہا اور کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں [۱]۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر ملایا ہوا شخص جو ملایا گیا ہو اس باپ کے بعد جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا دعویٰ کیا اس کے وارثوں نے [۲] پس فیصلہ فرمایا [۳] کہ جو اس لونڈی سے ہو جس کا مالک تھا اس دن جب اس سے صحبت کی تو وہ مل گیا اس سے جس نے اسے ملایا [۴] اور اسے اس میراث سے کچھ نہ ملیگا جو اس سے پہلے تقسیم کی جاچکی [۵] اور جو میراث پالی کہ اب تک تقسیم نہ کی گئی تھی تو اس کے لئے اس کا حصہ ہے [۶] اور نہ ملایا جاسکے گا جبکہ اس کے اس باپ نے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا انکار کردیا ہو [۷] پھر اگر اس لونڈی سے ہو جس کا وہ مالک نہ تھا

لہذا حدیث بالکل بے غبار ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاسقہ بیوی اسی طرح فاسق اولاد کو ہر ممکن تدبیر کے ذریعہ گناہوں سے روکنا ضروری ہے۔ [۱] یعنی حدیث کا اتصال حضرت ابن عباس تک ثابت نہیں حدیث منقطع ہے یہ مطلب نہیں کہ اصل حدیث ہی ثابت نہیں یہ حدیث امام شافعی نے اپنی مسند میں سفیان ابن عیینہ عن ہارون ابن زیاب عن عبداللہ ابن عبید اللہ ابن عمیر کچھ مختلف الفاظ سے نقل فرمائی (مرقاۃ و اشعہ)۔ [۲] شریعت میں اسے تقریر بالنسب علی الغیر کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا نسب مجہول ہے پتہ نہیں کہ کس کا لڑکا ہے کس خاندان کا ہے اس کے متعلق ایک یا چند آدمی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا بھائی یا بھتیجہ ہے یعنی ہمارے باپ یا بھائی کا بیٹا ہے ان مدعی حضرات کا باپ یا بھائی جس سے وہ لوگ اس موجودہ شخص کا نسب مان رہے ہیں وہ فوت ہوچکا ہے اس کا حکم آگے آرہا ہے۔ [۳] یعنی ایسے شخص کے متعلق حضور نے یہ فیصلہ فرمایا جو آرہا ہے یہ جملہ یا تو انّ کی خبر ہے تو ف جزائیہ ہے یا انّ کی خبر پوشیدہ ہے اور یہ جملہ اس پوشیدہ خبر کی تفصیل تب ف تفصیلیہ ہے۔ [۴] یعنی وہ مرحوم شخص جس سے اس شخص کا نسب یہ لوگ ثابت کررہے ہیں اگر کسی لونڈی کا مالک تھا اس طرح کہ صحبت کے وقت وہ لونڈی اس مرحوم کی ملکیت میں تھی یہ اسی کا بچہ ہے تب تو اس کا نسب اس مرحوم سے ثابت ہوگیا اور یہ بھی دوسرے وارثوں کی طرح میراث پائے گا کیونکہ اس صورت میں ان مدعیوں کا دعویٰ دلیل سے ثابت ہے۔ [۵] یعنی اگر زمانہ جاہلیت میں اس مرحوم کی میراث تقسیم کی جاچکی ہے اور اس تقسیم میں اس منقر لہ کو محروم رکھا جاچکا ہے تو اسلام میں وہ تقسیم قائم رکھی جائے گی اسے بدلا نہ جائیگا اور اب اسے وارث نہ بنایا جائیگا کیونکہ اسلام میں زمانہ جاہلیت کے اس قسم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں۔ [۶] یعنی اس دعویٰ کے بعد تقسیم میراث کی جائے تو اس شخص کو میراث سے حصہ دیا جائیگا۔ [۷] یعنی اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں کہدیا تھا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے بعد میں اس کے وارثوں نے کہا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اب ان وارثوں کی بات نہ مانی جائے

اَوْمِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَبِهَا فَاِنَّهٗ لَا يُلْحَقُ وَلَا يَرِثُ وَاِنْ كَانَ الَّذِيْ يُدَّعٰى لَهٗ هُوَادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ اَوْ اَمَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ نَبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَاِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللّٰهُ فَاَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُ

یا لونڈی سے ہو جس سے زنا کیا ہو تو وہ اس سے نہ ملیگا اور نہ وارث ہوگا اگرچہ اس کا دعویٰ وہ ہی کرے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ وہ زنا کا بچہ ہے آزاد سے ہو یا لونڈی سے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے [۲] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے [۳] لیکن وہ شرم جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ مشکوک چیزوں میں شرم ہے [۴] اور لیکن وہ شرم جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ غیر مشکوک چیز میں شرم ہے [۵] اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے [۶] اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے لیکن وہ ناز جسے اللہ پسند کرتا ہے [۷] وہ کسی کا ناز کرنا

گی اور یہ شخص اس مرحوم کا بیٹا نہ ہوگا کیونکہ مرحوم کا انکار ہوتے ہوئے ان لوگوں کا اقرار معتبر نہیں۔ [۱] یعنے جس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ یہ شخص مرحوم کا زنا کا بچہ ہے خواہ اس طرح کہ پہلے اس نے کسی کی لونڈی سے زنا کیا پھر اسے خرید لیا یا اس طرح کہ اس مرحوم نے کسی آزاد عورت سے زنا کیا اس صورت میں اگر خود مرحوم بھی کہہ جاتا کہ یہ میرا بیٹا ہے جب بھی اس سے نسب ثابت نہ ہوتا کہ یہ بچہ زنا کا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوا کرتا چہ جائیکہ اب اس کے مرے بعد اس کے عزیز و اقارب کہہ رہے ہیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے بہرحال ایسے بچہ کا نسب مرحوم سے ثابت نہیں۔ [۲] عتیک بروزن عتیق آپ جلیل الشان صحابی ہیں بدر اور تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے بعض مورخین نے فرمایا کہ بدر کے سواء باقی تمام غزوات میں شامل ہوئے مگر حق یہ ہے کہ بدر میں بھی شامل ہوئے کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں اکیانوے سال عمر ہوئی ۶۱ھ میں وفات پائی۔ [۳] یعنے مومن کی بعض شرم و حیا رب کو پیاری ہیں اس پر اُسے ثواب ملیگا اور بعض غیرتیں رب کو ناپسند ہیں جن سے بندہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ حیا ایمان کا رکن ہے یعنے رب تعالٰے کو پیاری حیاء رکن ایمانی ہے۔ [۴] یعنے تہمت و شک کی جگہ جانے سے غیرت کرنا اس کا انجام اعلےٰ درجہ کا تقویٰ ہے مثلاً غیر مرد کا گھر میں آنا اپنی بیوی کو اس سے کلام کرتے دیکھنا اس پر غیرت کھا جانا قوت ایمانی کی دلیل ہے اسی طرح خود اجنبی عورت سے خلوت کرنے پر غیرت کرنا کہ اس سے دوسروں کو ہم پر شبہ ہو سکتا ہے یہ غیرت خدا کی پیاری ہے۔ [۵] یعنے بلاوجہ کسی پر بدگمانی کرنا غیرت نہیں بلکہ فتنہ و فساد کی جڑ ہے بعض خاوندوں کو اپنی بیویوں پر بلاوجہ بدگمانی رہتی ہے جس سے ان کے گھروں میں دن رات جھگڑے رہتے ہیں یہ غیرت رب تعالٰے کو ناپسند ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ [۶] غیرت کے ذکر میں پہلے محبوب غیرت کا بیان فرمایا کیونکہ اکثر غیرتیں محبوب ہیں کم غیرتیں مردود مگر فخر میں پہلے مردود فخر کا ذکر فرمایا بعد میں محبوب فخر کا کیونکہ فخر اکثر مردود ہوتے ہیں بہت تھوڑے محبوب۔ [۷] لف و نشر غیر مرتب ہے کہ اجمال میں مردود فخر کا ذکر پہلے تھا مگر تفصیل میں محبوب فخر کا ذکر پہلے ہے کیونکہ درجہ اور قبولیت اس محبوب فخر کو ہے۔

الرَّجُلِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَاَمَّا الَّتِیْ يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُهُ فِی الْفَخْرِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الْبَغْیِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ؂ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؂ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا اِبْنِیْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَادَعْوَةَ فِی الْاِسْلَامِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؂

ہے جہاد کے وقت [1] اور اس کا ناز ہے خیرات کے وقت [2] اور لیکن وہ ناز جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ فخر پہ ناز ہے۔
[3] اور ایک روایت میں ہے وہ سرکشی میں ناز ہے [4] (ابوداؤد، نسائی) ؛ تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں ایک شخص کھڑا ہوا بولا یا رسول اللہ کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے میں نے اس کی ماں سے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا [5] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں ایسا دعویٰ جائز نہیں [6] جاہلیت کے دور کی باتیں گئیں بچہ فراش کا ہے زانی کے لئے پتھر ہیں [7]۔ (ابوداؤد)

[1] اس طرح کہ کفار کے مقابل جہاد میں اپنے کو بہت بہادر سمجھے اور اپنے مقابل کافر کو حقیر و ذلیل و کمزور جانے اور اس کے سامنے اپنی بہادری قول و عمل سے ظاہر کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد میں کفار سے فرماتے تھے اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ ، میں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے حیدر معنے شیر کرار یعنے پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں کفار کو للکار کر فرمایا اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ : اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں جھوٹا نبی نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں یہ ناز و فخر رب تعالےٰ کو پیارا ہے ؛ [2] یعنے خیرات خصوصًا چندہ دیتے وقت اپنے کو بہت امیر سمجھنا اور جو کچھ دے رہا ہے اسے کم سمجھنا اور خوش ہو کر شکر کرتے ہوئے دینا یہ صدقہ کے وقت کا فخر ہے رب تعالےٰ فرماتا ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا اللہ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ گھمنڈ کی، گھمنڈ کے لئے فرماتا ہے لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین شیخی نہ مارو اللہ تعالےٰ شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا ؛ [3] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے فی الفخر کے فی الفقر ہے یعنے فقیری میں تکبر کرنا مردود ہے کہ ؞ تو اپنے پاس کچھ بھی نہیں مگر شیخی کے مارے پاجامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں لیکن امیروں کے مقابل فخر کرنا کہ اپنے کو ان سے غنی جانتا اپنے کو محض اللہ رسول کا محتاج سمجھنا یہ بہت ہی بہتر ہے کہ یہ قناعت کی قسم ہے (مرقات) ؎

اے قناعت توانگرم گرداں ؛ کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

[4] بغی کے معنے ظلم، بغاوت، سرکشی، حسد وغیرہ ہیں سارے معنے بن سکتے ہیں، اس فخر کی بہت سی قسمیں ہیں ہر قسم بری رب تعالےٰ ان سے بچائے ؛ [5] اسلام سے پہلے عرب میں عمومًا زنا کو عیب نہیں سمجھتے تھے اس لئے علانیہ اس کا اقرار و اظہار کر دیتے تھے بلکہ زیادہ زنا پر فخر کرتے تھے فخریہ قصیدے لکھتے تھے دیکھو سبعہ معلقہ وغیرہ نیز اس زمانہ میں زنا سے نسب ثابت ہو جاتا تھا اسی بنا پر یہ عرض و معروض ہے تو حضور انور کی طاقت ہے کہ ایسے ملک میں تہذیب پھیلائی جانوروں کو انسان گر بنا دیا۔ ؎

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَاءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَیْنَهُنَّ النَّصْرَانِیَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْیَهُوْدِیَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْکِ وَالْمَمْلُوْکَةُ تَحْتَ الْحُرِّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلًا حِیْنَ اَمَرَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ اَنْ یَّتَلَاعَنَا اَنْ یَّضَعَ یَدَهٗ عِنْدَ الْخَامِسَةِ عَلٰی فِیْهِ وَقَالَ اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

روایت ہے ان ہی سے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چار عورتیں جن میں لعان نہیں ۱ عیسائن مسلمان کے نیچے یہودی مسلمان کے نیچے ۲ اور آزاد عورت غلام کے نیچے اور لونڈی آزاد کے نیچے ۳ (ابن ماجہ) ۴ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دو لعان والوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص کو حکم دیا کہ پانچویں قسم پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لے ۵ اور فرمایا کہ یہ قسم واجب کرنے والی ہے ۶ (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے ؛ بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

اب نئی تہذیب کے دلدادہ اسی وحشت و بے حیائی کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان کے ہاں بے پردگی غیر مردوں سے اپنی بیویوں کا ملنا جلنا باعث فخر ہے اسی بے حیائی کو مٹانے اسلام آیا تھا جسے اب پھیلایا جا رہا ہے۔ ۶ یعنے اسلام میں زنا کی بنا پر نسب کا دعویٰ کرنا درست نہیں نہ اس سے نسب ثابت ہو سکتا ہے۔ ۷ لہذا اب زنا کی سزا آجانے کے بعد جو زنا کرے گا سنگسار کیا جاویگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس شخص کو اقرار زنا کی وجہ سے رجم کیوں نہ کیا اس لئے کہ یہ زنا دور جاہلیت میں ہو چکا تھا جبکہ نہ اسلام دنیا میں تشریف لایا تھا نہ اسلامی احکام حرمت زنا اور حدود شرعیہ۔

۱ یعنے اگر ان عورتوں کے خاوند انہیں زنا کا الزام دیں تو ان کے اور ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہ ہوگا یہاں بَیْنَ اَزْوَاجِهِنَّ پوشیدہ ہے۔ ۲ خیال رہے کہ اگر الزام زنا لگانے والا خاوند غلام یا کافر ہو یا کبھی تہمت کی سزا پا چکا ہو جسے محدود فی القذف کہتے ہیں تب تو لعان نہ ہوگا مگر خاوند کو تہمت کی سزا اسی کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ ان صورتوں میں خاوند گواہی کا اہل نہیں اور اگر خاوند تو گواہی کا اہل ہو مگر بیوی اہل نہ ہو مثلاً بیوی لونڈی یا کافرہ یا چھوٹی لڑکی یا مجنونہ یا زانیہ ہو اسے کبھی تہمت کی سزا لگ چکی ہو تو نہ تو لعان ہوگا نہ خاوند کو تہمت کی سزا لگے کیونکہ اس صورت میں لعان کی رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ اور مرقات غرضکہ لعان میں شرط یہ ہے کہ دونوں خاوند بیوی گواہی کے اہل ہوں کیونکہ لعان میں دونوں کی قسمیں مثل گواہی کے ہوتی ہیں۔ ۳ معلوم ہوا کہ آزاد عورت غلام سے نکاح کر سکتی ہے مگر اپنے غلام سے نہیں دوسرے کے غلام سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرد یہودی یا عیسائی ہو اور عورت مسلمان کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہیں ہو سکتا۔ ۴ یہ حدیث دار قطنی نے بھی متعدد اسنادوں سے روایت کی اگر تمام اسنادیں ضعیف بھی ہوں تب بھی حدیث لائق عمل ہے کہ تعدد اسناد سے ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے (مرقات)۔ ۵ یعنے جب لعان والا مرد چار قسمیں کھا چکا پانچویں کا ارادہ کیا تب دوسرے شخص کو یہ حکم دیا گیا تا کہ وہ پانچویں قسم

مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَرَاٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَالَكِ يَا عَائِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ وَمَالِيْ لَا يَغَارُ مِثْلِيْ عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَعِيَ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اَعَانَنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ بَابُ الْعِدَّةِ ﴿ اَلْفَصْلُ

ایک رات تشریف لے گئے فرماتی ہیں کہ میں نے اس پر غیرت کی[۱] پھر آپ تشریف لائے تو دیکھا جو میں کر رہی تھی[۲] فرمایا اے عائشہ کیا حال ہے کیا غیرت کھا گئیں میں بولی مجھے کیا ہوا کہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے پر غیرت نہ کرے[۳] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آگیا[۴] کہ بولیں یارسول اللہ کیا میرے ساتھ شیطان ہے فرمایا ہاں[۵] میں نے کہا اور آپ کے ساتھ یارسول اللہ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی حتّٰی کہ وہ مومن ہوگیا[۶] (مسلم) ﴿ عدت کا بیان[۱] ﴿ فصل

سوچ سمجھ کر کھائے کہ اس قسم پر فیصلہ ہے یہ منبر پر ہاتھ رکھنا خوف دلانے کے لیئے ہے کہ اگر جھوٹا ہو تو اس قسم کی ہمت نہ کرے مگر صرف مرد کے منبر پر ہی ہاتھ رکھا کر عورت کے کیونکہ اجنبی کے منبر پر اجنبی مرد ہاتھ نہیں رکھ سکتا اس کا جسم چھوتا ہے حرام ہے، اگر اس کام کے لیئے کوئی عورت مقرر کردی جائے جو لعان والی عورت کے منبر پر ہاتھ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ [۵] یعنے اس قسم سے یا گناہ و سزا یا تفریق واجب ہوجائے گی لہذا سوچ سمجھ کر یہ قسم کھاؤ۔

[۱] شعبان کی پندرھویں شب تھی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا حضور رات کے آخری حصہ میں قبرستان دعا وغیرہ کے لیئے تشریف لے گئے جناب ام المومنین سمجھیں کہ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے گئے آپ کو اس چیز کی غیرت آئی کہ میری باری میں دوسری زوجہ کے پاس کیوں تشریف لے گئے یہ غیرت بمعنے رشک ہے نہ بمعنے شرم کہ اس پر شرم کیسی (اشعہ)۔ [۲] اس طرح کہ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے گئی اور آگے آگے دوڑتی ہوئی آگئی، جب حضور تشریف لائے تو میری سانس پھولی ہوئی تھی یہ واقعہ پندرھویں شعبان کی عبادات کے موقعہ پر مذکور ہوچکا وہ ہی یہاں مراد ہے (اشعہ) [۳] سبحان اللہ کیا ایمان افروز پیارا جواب ہے یعنے مجھ جیسی محبت والی بی بی آپ جیسے سیدالمرسلین خاوند پر غیرت یا رشک کیوں نہ کرے، بخل برا ہے مگر آپ پر بخل اچھا ہے ؎

نیناں میں جو آن بسو تو نیناں جھانپ ہی لوں ﴿ نا میں دیکھوں اور کو نا تو تمے دیکھن دوں

اللہ تعالٰی اس مبارک ماں کے صدقے سے ہم گنہگاروں کو بھی عشق رسول کی رتی عطا فرمائے ؎

ذرۂ عشقِ نبی از حق طلب ﴿ سوز صدیق و علی از حق طلب

[۴] یعنے تمہاری یہ غیرت شیطانی اثر سے ہے کیونکہ ہم سید الانبیاء ہیں کسی بیوی پر ظلم نہیں فرماتے اگرچہ ہم پر بیویوں کی باریاں واجب نہیں مگر پھر بھی کسی کی باری میں دوسری بیوی کے یہاں بغیر اس کی اجازت نہیں جاتے حضور کا عدل تو اس حد تک ہے کہ مرض وفات شریف میں دوسری بیویوں کی اجازت سے آخری ایام زندگی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں گذارے: ام المومنین عائشہ صدیقہ کی شان یہ ہے کہ حضور انور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرے میں تا قیامت آرام فرمایا ؎

اَلْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنِ حَفْصٍ طَلَّقَھَا الْبَتَّۃَ وَھُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْھَا وَکِیْلُہُ الشَّعِیْرَ فَسَخِطَتْہُ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَالَکِ عَلَیْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ لَیْسَ لَکِ نَفَقَۃٌ

پہلی، روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس [1] سے راوی کہ ابو عمرو ابن حفص نے انہیں طلاق بات دے دی [2] جبکہ وہ غائب تھے [3] تو ان کے وکیل حضرت فاطمہ کو کچھ جو بھیجے وہ ان پر ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا اللہ کی قسم تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں [4] تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا تمہارے لئے خرچہ نہیں [5]

ان کا سینہ نبی کی آخری آرامگاہ ؛ ان کے حجرے میں نبی ہیں تاقیامت جاگزیں

[5] اس شیطان سے مراد قرین ہے جو ہر وقت ہر ایک شخص کے ساتھ رہتا ہے ہر ایک انسان کا علیحدہ شیطان ہے آگیا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو اس نے قریب دیدیا ؛ [6] اس عبارت کا یہ ترجمہ نہایت ہی قوی ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ اسلم میم کے پیش سے ہے متکلم مضارع یعنے میں اس کے شر سے سلامت رہتا ہوں بعض نے فرمایا کہ اسلم ہے تو میم کے فتح سے واحد غائب ماضی مگر معنے کرتے ہیں کہ وہ میرا مطیع ہوگیا اس نے مجھے نیکی سے روکا، لیکن یہ معنے فقیر کے نزدیک قوی نہیں کہ یہ بات تو بہت سے اولیاء اللہ اور عام صحابہ کرام بلکہ عائشہ صدیقہ کو بھی میسر تھی کہ رب کے فضل سے شیطان انہیں بہکا نہیں سکتا بہیاں ایسے خصوصی معنے مراد ہیں جو حضور کی خصوصیات سے ہوں دوسرے کو میسر نہ ہوں وہ یہ ہی ہیں کہ حضور کا قرین شیطان حضور کی صحبت کی برکت سے مومن صالح ہوگیا۔ جب شیطان جس کی سرشت میں طغیان ہے وہ حضور کے ساتھ رہنے کی برکت سے مومن صالح بن گیا تو تمام صحابہ کرام خصوصًا خلفاء راشدین خصوصًا سفر و حضر، قبر گھر حشر کے ساتھی ابو بکر صدیق کے ایمان و تقویٰ کا کیا پوچھنا محض رب تعالٰے حضور کا ساتھ فرما رہا ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ و علیہم اجمعین ؛ [7] لغت میں عدت عین کے کسرہ یعنے شمار و گنتی ہے عین کے پیش سے یعنی تیاری اور شریعت میں اس انتظار کرنے کو عدت کہتے ہیں جو نکاح یا شبہ نکاح کے زائل ہونے کے بعد کیا جائے کہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنا ممنوع ہو، عدت عورت پر واجب ہے نہ کہ مرد پر ہاں مقام دو ہیں جہاں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے جیسے مطلقہ بیوی کی بہن بھانجی خالہ وغیرہ سے اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک وہ عدت میں ہے، خیال رہے کہ عورت کی عدت تین قسم کی ہے وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے طلاق وغیرہ کی عدت حاملہ کے لئے حمل جن دینا غیر حاملہ بالغہ کے لئے تین حیض غیر حاملہ نابالغہ اور بہت بوڑھی کے لئے تین ماہ طلاق کے علاوہ فسخ نکاح میں بھی عدت واجب ہے خواہ فسخ خاوند کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے عدت بہرحال ہوگی (شامی، مرقات) ؛

[1] آپ ابو سلمہ ابن عبدالرحمان ابن عوف مدنی ہیں جلیل القدر تابعی مدینہ پاک کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں اور فاطمہ بنت قیس قرشیہ ہیں۔ حضرت ضحاک کی بہن ہیں بہت جمال عقل و کمال والی بی بی ہیں، مہاجرین اولین سے ہیں، پہلے ابو عمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اسامہ ابن زید سے کیا رضی اللہ عنہم اجمعین ؛ [2] طلاق بات وہ طلاق ہے جو نکاح کو بالکل ہی ختم کردے جس کے بعد بغیر حلالہ نکاح نہ ہوسکے یعنے تین طلاقیں یا تیسری طلاق، یہاں پہلے معنے مراد ہیں یعنے تین طلاقیں (لمعات اور مرقات) [3] یعنے ابو عمرو کے وکیل نے عدت کے خرچ کے لئے تھوڑے سے جو بھیج دیئے جو حضرت فاطمہ نے ناپسند کئے کہ جو تھے وہ بھی تھوڑے

فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِیْ بَیْتِ اُمِّ شَرِیْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِیْ اِعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِیْنَ ثِیَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِیْنِیْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهٗ اَنَّ مُعَاوِیَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِیْ فَقَالَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا یَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعٰوِیَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ اِنْكِحِیْ اُسَامَةَ

پھر انہیں حکم دیا کہ ام شریک کے گھر عدت گذاریں[۱] پھر فرمایا کہ وہ ایسی بی بی ہیں جن کے پاس ہمارے صحابہ گھیرے رہتے ہیں[۲] تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت گذارو وہ نابینا آدمی ہیں[۳] تم اپنے یہ کپڑے اتار دو[۴] پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہوگئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابو سفیان اور ابو جہم نے پیغام دیا[۵] تو فرمایا کہ ابو جہم[۶] نے اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں[۷] رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں[۸] تم اسامہ ابن زید سے

وکیل نے کہا کہ یہ بھی ہماری مہربانی ہے ورنہ تم اس کی بھی حقدار نہیں ہو کیونکہ تم حاملہ نہیں اور عدت کا خرچہ مطلقہ حاملہ کو ہے۔ ف یعنی تم کو وہ خرچہ نہیں ملے گا جو تم چاہتی ہو معمولی خرچہ مل چکا اس حدیث کی بنا پر حضرت ابن عباس و احمد نے فرمایا کہ غیر حاملہ مطلقہ کو نہ عدت میں خرچہ ملیگا نہ گھر امام مالک و شافعی نے فرمایا گھر تو ملیگا مگر خرچہ نہ ملیگا ہمارے امام اعظم کا فرمان ہے کہ خرچہ و گھر دونوں ملیں گے، یہ ہی فرمان ہے حضرت عمر کا، جناب عمر نے فرمایا کہ ہم قرآن و حدیث کے مقابل صرف ان فاطمہ کا قول قبول نہیں کر سکتے، قرآن فرماتا ہے واسکنوھن من حیث سکنتم اور میں نے سرکار کو فرماتے خود سنا کہ ہر مطلقہ کے لیئے گھر بھی ہے خرچہ بھی: یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں فاطمہ کے مطلوبہ خرچہ کی نفی ہے اور گھر سے منتقل کر دینا کسی مجبوری سے تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے امام شافعی کی دلیل یہ آیت ہے وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن، جس سے معلوم ہوا کہ صرف حاملہ مطلقہ کو عدت کا خرچہ ملے گا غیر مطلقہ کو نہیں ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر حاملہ کو خرچہ نہ ملنا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا یہاں حاملہ کا ذکر اس لیئے ہے کہ کبھی حمل کی مدت دراز ہو جاتی ہے فرمایا گیا خواہ کتنا ہی لمبا زمانہ حمل ہو خرچہ دیئے جاؤ (مرقات)۔ ف[۱] اس کی وجہ آگے آرہی ہے کہ حضور نے فاطمہ کو ان کے خاوند کے گھر سے کیوں منتقل فرمایا:

ف[۲] صحابہ سے مراد ام شریک کے بال بچے عزیز و قرابتدار ہیں (مرقات) کیونکہ ام شریک غنیہ سخیہ مہمان نواز بی بی تھیں۔ ف[۳] تم کو دیکھ نہیں سکتے اور دوسرے گھر والے ہوں گے گھر کے بیچ جانتے نہیں لہذا تمہاری وہاں بے پردگی نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ یہاں حضرت فاطمہ کو یہ اجازت نہ دی گئی کہ وہ ابن ام مکتوم کو دیکھیں، لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے یغضضن من ابصارھن اور نہ اس حدیث ام سلمہ کے خلاف ہے افعمیاوان انتما عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی۔ ف[۴] یہ نیا حکم ہے یعنی زمانہ عدت میں زینت کا لباس اتار دو یا گذشتہ کا حال یعنی تم وہاں آزاد ہوگی وہاں کوئی جاتا آتا نہیں تمہیں کوئی دیکھیگا نہیں۔ ف[۵] یعنی عدت گذر چکنے کے بعد مجھے ان دو شخصوں نے پیغام نکاح دیا ہے حضور کی رائے کیا ہے۔ ف[۶] آپ کا نام عامر ابن حذیفہ ہے صحابی ہیں تنگی میں ترخی دینا انہی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کیلئے سادہ کپڑا خریدا تھا انجانیہ ابو جہم۔ ف[۷] یعنی بیشتر سفر ہی میں رہتے ہیں گھر بہت ہی کم بیٹھتے ہیں یا اپنی بیوی کو مارتے بہت ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ آگے آرہا ہے فضراب للنساء وہ روایت اس کی تفسیر ہے خیال رہے کہ یہ غیبت نہیں بلکہ حضرت فاطمہ کی خیرخواہی ہے پیغام نکاح کے موقعہ پر دو میں سے ایک دوسرے

بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهٗ ثُمَّ قَالَ انْكِحِيْ اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهٗ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا وَّاغْتُبِطْتُ
وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهَا فَاَمَّا اَبُوْجَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِّلنِّسَآءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ زَوْجَهَا
طَلَّقَهَا ثَلٰثًا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ
حَامِلًا وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِيْ مَكَانٍ وَّحْشٍ فَخِيْفَ عَلٰى نَاحِيَتِهَا

نکاح کر لو میں نے انہیں ناپسند کیا حضور نے پھر فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کر لو میں نے ان سے نکاح کر لیا تو اللہ نے اس نکاح میں بہت خیر دی کہ مجھ پر رشک کیا گیا[۲]
اور ان ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجہم بیویوں کو بہت مارنے والے ہیں (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں
دیدیں[۳] تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور نے فرمایا تمہارے لئے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں[۴]
روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ ایک سنسان مکان میں تھیں[۵] ان کے آس پاس پر خوف کیا گیا[۶]

کے عیوب کی خبر دینا جائز ہے تاکہ آئندہ خانہ جنگی نہ ہو غیبت حرام میں بہت سی قیود ہیں جو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیں۔ ۸ اور ان کے باپ ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں جو اپنے بچوں کو خرچ نہیں دیتے تمکو کیا دینگے اللہ اکبر یہ وہ معاویہ ہیں جو بعد میں اتنے غنی ہو گئے کہ ان کا وہ لقب امیر معاویہ ہوا رضی اللہ عنہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ عورت کو اچھا مشورہ دیا جائے اور جو بیوی کے نفقہ دینے پر قادر نہ ہو اس سے نکاح کرنا بہتر نہیں اگرچہ جائز ہے رب تعالٰے فرماتا ہے وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ایسے غریب آدمی کو روزہ رکھنا بہتر ہے، وہ جو حدیث پاک میں آتا کہ حضور نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جو صرف کمبل کا مالک تھا اس کے گھر میں کچھ نہ تھا وہ بیان جواز کے لئے تھا اور وہ عورت ایسی صابرہ شاکرہ تھی کہ مرد کے ساتھ فقر و فاقہ برداشت کر سکتی تھی نیز وہ صاحب بعد میں بہت جلد مالدار ہو گئے۔ ۱ کیونکہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور مشہور تھا کہ وہ غلام زادے ہیں اور میں قرشیہ عالی نسب تھی مگر حضرت اسامہ حضور کے محبوب اور نہایت متقی عالم تھے۔ ۲ یعنے اللہ تعالٰے نے ہم دونوں میاں بیوی میں ایسا اتفاق و سلوک بخشا کہ دوسری عورتوں نے مجھ پر رشک کیا خیال رہے کہ ایسے امور میں رشک جائز ہے حسد حرام: اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے عورت کو پیغام پر پیغام دینا جائز ہے جبکہ پہلے سے بات چیت طے نہ ہوئی ہو غیر کفو سے نکاح درست ہے جبکہ عورت کے ولی راضی ہوں کفایت میں مال کا بھی اعتبار ہے حتی کہ امام شافعی کے ہاں نفقہ سے عاجز شوہر کی بیوی فسخ نکاح کرا سکتی ہے (مرقات) نکاح میں بزرگوں سے مشورہ کر لینا بہتر ہے مشورہ ہمیشہ اچھا دینا چاہیئے پیغام و سلام کی حالت میں فریقین کے واقعی عیوب کا بیان کر دینا اچھا ہے تاکہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں بیوی کو مارنا جائز ہے مگر اچھا نہیں۔ ۳ یہ عبارت طلاق بتہ کی شرح ہے کہ اس سے مراد تین طلاقیں تھیں نہ کہ تیسری طلاق۔ ۴ یہاں نفقہ سے مراد بہت عرصہ تک نفقہ ہے یعنے حاملہ مطلقہ کو عرصہ دراز تک نفقہ ملتا ہے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور جننے کے بعد بھی بعض صورتوں میں بچہ کی پرورش کا نفقہ ملتا رہتا ہے غیر حاملہ کو تھوڑی مدت صرف تین حیض تک نفقہ ملتا ہے لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے، اس کی بحث ابھی ہو چکی۔ ۵ وحش کے معنے ہیں خالی اجاڑ جہاں رہنے سے وحشت و دہشت طاری ہو، اسی سے ہے وحشی جانور یعنے لوگوں سے متنفر اور انسانوں سے الگ رہنے والا۔

۶ یعنے چونکہ وہ گھر بستی اور آبادی میں نہ تھا اس لئے چوری وغیرہ کا خطرہ تھا۔

فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي النُّقْلَةِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ تَعْنِي فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَةُ لِطُوْلِ لِسَانِهَا عَلٰى اَحْمَائِهَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ

اس لئے انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی یعنی منتقل ہو جانے کی [1] اور ایک روایت میں ہے فرماتی ہیں کیا ہوا فاطمہ کو کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مطلقہ کو نہ مکان ہے نہ خرچ [2] (بخاری) ۞ روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں کہ فاطمہ منتقل کی گئیں اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے [3] شرح سنہ روایت کی ۞ حضرت جابر سے فرماتے ہیں میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں [4] تو انہوں نے اپنے کھجوروں کے پھل توڑنا چاہے تو ایک شخص نے انہیں باہر جانے سے منع کیا [5]

[1] یعنی حضرت فاطمہؓ بنت قیس کو زمانہ عدت میں جو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر چلے جانے کی اجازت دی گئی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت گزارنے کے لئے خاوند کی طرف سے گھر نہیں ملتا گھر تو ملا تھا مگر خطرناک تھا اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں عورت ان مجبوریوں میں دوسرے گھر منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے ۞ [2] یعنی فاطمہ جو فتویٰ دیتی ہیں کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت کے زمانے میں نہ خرچ ملے نہ مکان اور اس فتویٰ کی سند میں اپنا مذکورہ واقعہ بیان کرتی ہیں اور اس حکم کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتی ہیں غلط ہے ان کے منتقل ہونے کی وجہ کچھ اور تھی وہ پوری بات بیان نہیں کرتیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ام المومنین کا مذہب بھی یہی ہے کہ طلاق کی عدت میں گھر اور خرچ دونوں خاوند کے ذمہ ہے یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے لہذا حدیث فاطمہؓ امام اعظم کے خلاف نہیں ۞ [3] یعنی فاطمہ اکیلے گھر میں تھیں اور ان کے دیور وغیرہ ان کے پاس تھے مگر تھیں سخت طبیعت سخت زبان جب انہیں طلاق ہو گئیں تو دیوروں نے ان کے پاس رہنا گوارا نہ کیا ان کی سختی کی وجہ سے اب بالکل اکیلی رہ گئیں تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں سے منتقل ہو جانے کی اجازت دی بلکہ حکم فرمادیا لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہ سنسان مکان میں تھیں بہرحال جناب فاطمہ کا گھر سے منتقل ہو جانا کسی مجبوری و معذوری کی وجہ سے تھا ورنہ عدت کا خرچ و مکان خاوند کے ذمہ ہے ۞ اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فاطمہ کی یہ حدیث رد فرمادی اور فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر انہیں یاد رہا یا بھول گئیں عدت طلاق میں گھر اور خرچ ملنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے ۞ حضرت اسامہ نے جناب فاطمہ سے نکاح کر لیا مگر ان کی یہ حدیث انہوں نے بھی قبول نہ کی حضرت ابن مسعود جابر عائشہ صدیقہ اسامہ ابن زید حضرت عمر وغیرہم جمہور صحابہ کا یہی مذہب ہے کہ عدت طلاق میں خرچہ و مکان ملیگا حدیث فاطمہؓ مضطرب ہے بعض روایات میں ہے فاطمہ کے خاوند نے طلاق دی پھر سفر کو گئے بعض میں ہے کہ سفر میں جا کر طلاق بھیجی بعض روایات میں ہے کہ خود فاطمہ نے مسئلہ حضور سے پوچھا بعض میں ہے کہ خالد ابن ولید نے پوچھا بعض روایات میں ہے کہ ان کے خاوند ابو عمرو ابن حفص نے طلاق دی بعض میں ہے کہ ابو جعفر ابن مغیرہ نے انہیں طلاق دی اس وجہ سے یہ حدیث ناقابل عمل ہے اسے حضرت عمر زید ابن ثابت مروان ابن حکیم سعید ابن مسیب شعبی حسن بصری اسود ابن یزید سفیان ثوری امام احمد ابن حنبل نے رد کر دیا لہذا یہ حدیث ناقابل عمل ہے (مرقات) ۞ [4] یا یکدم یا علیحدہ دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں ۞

فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّهٗ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿۲﴾ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَآءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ﴿۳﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا

وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضور نے فرمایا ہاں اپنے کھجوروں کے پھل توڑو ممکن ہے تم خیرات کرو یا بھلے کام کرو ۵ (مسلم) ﴿۲﴾ روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے کہ سبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند ۱ کی وفات کے چند دنوں بعد نفاس والی ہو گئیں ۲ تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے نکاح کر لینے کی اجازت مانگی حضور نے انہیں اجازت دیدی تو انہوں نے نکاح کر لیا ۳ (بخاری) ﴿۳﴾ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں یا رسول اللہ میری اس بچی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا ہم اس سے سرمہ لگائیں ۵ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں دو بار یا تین بار ہر دفعہ یہ ہی فرماتے تھے نہیں ۶

۵ اس خیال سے کہ بحالت عدت عورت کو گھر سے نکلنا ممنوع ہے۔ ۱ یعنے تمہارے لئے دن میں گھر سے نکل کر باغ جانا وہاں پھل توڑنا جائز ہے کہ اس پھل سے تم نیک کام کرو گی زکوۃ دو گی صدقہ خیرات اور ہدیہ وغیرہ خیال رہے کہ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لئے گھر سے باہر نہیں جاسکتی کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں اور عدت وفات میں عورت مزدوری کے لئے دن میں باہر جاسکتی ہے رات گھر میں گزارے کیونکہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں، یہاں مزدوری کے واسطے نکلنا نہ تھا بلکہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے تھا اس مجبوری میں اب بھی نکلنا درست ہے بشرطیکہ رات گھر میں آکر گزارے۔ ۲ اس کے خاوند سعد ابن خولہ تھے جو حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ میں وفات پاگئے بدر میں حاضر ہوئے تھے مسور ابن مخرمہ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ یہ عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور ۸ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ ۳ یعنے حاملہ تھیں اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہو گیا تھا نفاس آنے سے یہ ہی مراد ہے۔ ۴ اس پر امت کا اجماع ہے کہ حاملہ کی عدت حمل جن دینا ہے خواہ مطلقہ ہو یا وفات والی، اگرچہ طلاق یا وفات کے ایک منٹ بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنے چار ماہ دس دن اور وضع حمل ہی سے جو بعد میں ہو وہ عدت ہے۔ ۵ یعنے عورت پر عدت میں سوگ واجب ہے ترک زینت اور سرمہ بھی زینت میں داخل ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اس مجبوری میں سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں ۶ یعنے وہ بار بار سوال دہراتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انکار فرمادیتے تھے اس حدیث کی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ سیاہ سرمہ جس میں زینت ہوتی ہے عدت وفات میں ہرگز جائز نہیں خواہ بیماری ہو یا نہ ہو امام مالک کے ہاں بیماری میں جائز ہے امام شافعی

ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

پھر فرمایا اب تو چار ماہ دس دن ہی ہیں زمانہ جاہلیت میں تو تم میں سے ہر ایک پورے سال پر مینگنی پھینکتی تھی[1] (مسلم بخاری)۞ روایت ہے حضرت ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے[2] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نہیں حلال کسی ایسی عورت کو جو اللہ و قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو[3] یہ کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے اس پر چار ماہ دس دن[4] (مسلم بخاری)۞ روایت ہے ام عطیہ سے[5] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے بجز خاوند کے کہ اس پر چار ماہ

کے اس بیماری میں رات کو لگائے دن میں صاف کردے ہمارے ہاں بھی بیماری میں دوا ء لگانا درست ہے بشرطیکہ سرمہ کے سوا اور کوئی دوا مفید نہ ہو یہاں دوسری دوا مفید ہوگی اس لئے منع فرمادیا۞ 1 اسلام سے پہلے عرب میں بیوہ عورت خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک برے مکان برے لباس میں رہتی اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی سال کے بعد اس کے قرابتدار جمع ہوتے اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے جسے وہ اپنی شرمگاہ سے لگاتی تھی کہ وہ جانور مرجاتا تھا پھر اس کے قرابتدار اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی یہ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا۔اس ارشاد عالی میں اس جانب اشارہ ہے یعنے اب تو تم چار ماہ دس دن کی عدت میں صبر نہیں کرسکتیں مگر زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں۔خیال رہے کہ اسلام میں بھی پہلے وفات کی عدت ایک سال تھی۔رب تعالٰی فرماتا ہے "مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ" پھر یہ حکم منسوخ ہوکر چار ماہ دس دن ہوا۔اب بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے خواہ صحبت و خلوت ہوئی ہو یا نہ بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو حاملہ بیوہ کی عدت حمل جن دینا ہے عدت کے پورے مسائل ہمارے فتاوٰی نعیمیہ میں ملاحظہ کیجئے۞ 2 یہ دونوں بیبیاں امہات مومنین میں سے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کے حالات پہلے بیان ہوچکے۞ 3 لا یحل' اور اللہ قیامت پر ایمان فرمانا آئندہ حکم کی تائید کے لئے ہے یعنے یہ حکم اشد ضروری ہے اس پر عمل ہر مومن عورت کو چاہیئے 4 یعنے عورت کسی عزیز و قرابتدار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فوت ہوجائے اس پر تین دن تک سوگ یعنے ترک زینت کرسکتی ہے مگر خاوند کی موت پر پوری عدت کے زمانہ میں سوگ کرے کہ نہ خوشبو لگائے نہ زینت کا لباس پہنے یہ مدت غیر حاملہ کیلئے ہے حاملہ کی عدت تو حمل جن دینا ہے وہ اس وقت تک سوگ کرے اس حدیث سے ان نادان سنیوں کو عبرت لینی چاہیئے جو محرم میں دس دن تک کوٹتے پیٹتے ہیں چار پائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے کالے کپڑے پہنتے ہیں یہ سب حرام ہے اور روافض کی پیروی حضرات اہل بیت اطہار نے کبھی نہ کئے۞ 5 آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے کنیت ام عطیہ اکثر غزوات میں حضور

وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ اَبُوْدَاوُدَ وَلَا تَخْتَضِبُ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَّهِيَ اُخْتُ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ اَعْبُدٍ لَهٗ اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ

دس دن کرے اور رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے سوائے بناوٹی رنگین کپڑے کے[1] اور نہ سرمہ لگائے[2] نہ خوشبو لگائے مگر جبکہ پاک ہو تو ایک ٹکڑہ قسط یا اظفار کا[3] (مسلم بخاری) ابوداؤد نے زیادہ فرمایا کہ نہ خضاب کرے[4] ۔ فصل دوسری: روایت ہے حضرت زینب بنت کعب سے[5] کہ فریعہ بنت مالک ابن سنان جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں انہوں نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے اپنے گھر لوٹ جانے کے متعلق پوچھتی تھیں جو بنی خدرہ میں تھا[6] کیونکہ ان کے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کے پیچھے گئے غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ فرماتی ہیں

صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں بیماروں کی دوا زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں آخر میں بصرہ میں رہیں وہاں ہی انتقال فرمایا۔ [1] عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے مرقات نے فرمایا کہ عصب ایک گھاس ہے جو عموماً یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنے بھکا چونکہ یہ رنگ زینت میں داخل نہیں اس لئے اس کی اجازت دی گئی، اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے مگر اشعۃ اللمعات و لمعات میں فرمایا کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت رنگ لیا جائے بعد میں بنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا زینت ہے۔ امام شافعی کے ہاں ایسا کپڑا پہننا مطلقاً جائز ہے باریک ہو یا موٹا امام مالک کے ہاں موٹا جائز باریک ممنوع ہمارے امام صاحب کے ہاں بہتر یہ ہے کہ عدت میں ایسے لباس سے بھی بچے۔ [2] زینت کے لئے سیاہ سرمہ نہ لگائے سفید سرمہ جس سے زینت نہ ہو یوں ہی علاج کے لئے ضرورت کے موقعہ پر سرمہ لگا لینا جائز ہے جبکہ آنکھ میں بیماری ہو اور سوا سرمہ کے اور کوئی علاج نہ ہو بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر سرمہ کو مطلقاً ممنوع قرار دیا۔ [3] قسط اور اظفار مشہور خوشبودار لکڑیاں ہیں اظفار کی لکڑی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے کٹے ہوئے ناخن کے مشابہ اس لئے اسے اظفار کہتے ہیں یعنے عدت والی عورت جب حیض سے فارغ ہو تو یہ خوشبو شرمگاہ پر مل سکتی ہے کہ اس سے صرف بدبو کا دفع کرنا مقصود ہے نہ کہ جسم کا مہکانا۔ خیال رہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہی ہے کہ ہر وفات والی معتدہ عورت پر سوگ واجب ہے بعض احناف فرماتے ہیں کہ مومنہ بالغہ معتدہ پر عدت میں سوگ ہے کتابیہ یا نابالغہ پر سوگ نہیں وہ حضرات اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو عورت اللہ تعالٰے اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو وہ سوگ کرے واللہ اعلم۔ [4] یعنے نہ بالوں میں مہندی یا وسمہ لگائے نہ ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے اور زینت اس کیلئے ممنوع۔ [5] آپ زینب بنت کعب ابن عجرہ انصاریہ ہیں بنی سالم ابن عوف قبیلہ سے ہیں تابعیہ ہیں بڑی عالمہ زاہدہ فقیہ تھیں۔ [6] یعنے اپنے خاوند کی وفات کی خبر اور گھر میں ملی تھی آپ چاہتی تھیں کہ اپنے میکہ جا کر عدت گذاریں، ان کے میکہ کا گھر بنی خدرہ میں تھا اسی وجہ سے ان کے بھائی کو ابوسعید

فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِىْ فَاِنَّ زَوْجِىْ لَمْ يَتْرُكْنِىْ فِىْ مَنْزِلٍ يَمْلِكُهٗ وَلَا نَفَقَةٍ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِى الْحُجْرَةِ اَوْفِى الْمَسْجِدِ دَعَانِىْ فَقَالَ امْكُثِىْ فِىْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُّ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِىُّ ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے گھر لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے مجھے کسی ایسے گھر میں نہ چھوڑا جس کا وہ مالک ہو نہ خرچہ میں ۱؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاں ۲؎ چنانچہ میں لوٹ گئی حتیٰ کہ جب میں حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو مجھے بلایا ۳؎ اور فرمایا اپنے گھر میں رہو حتیٰ کہ قرآنی حکم اپنی میعاد کو پہنچ جائے ۴؎ فرماتی ہیں کہ میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن عدت گذری ۵؎ (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) ۶؎ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ

خدری کہا جاتا ہے یعنے قبیلہ بنی خدرہ میں رہنے والے۔ ۷؎ یہ قتل کا واقعہ مقام قدوم میں ہوا جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ہے۔ اس قتل کی خبر مدینہ میں ان بی بی صاحبہ کو پہنچی۔ ۱؎ نفقۃ مجرور ہے کیونکہ منزل پر معطوف ہے یعنے میرے خاوند نے نہ تو اپنا مملوکہ مکان چھوڑا ہے جس میں اپنی عدت کا زمانہ گذار لوں، اور نہ خرچہ چھوڑا ہے جو وہاں بیٹھ کر کھاؤں، معلوم ہوتا ہے کہ کرایہ کے مکان میں تھیں یا کسی نے اپنا مکان انہیں عاریۃً دیا ہوگا۔ ۲؎ یعنے جب ایسی مجبوری ہے تو اپنے میکے چلی جاؤ وہاں ہی عدت گذارو۔ ۳؎ یا خود ہی مجھے آواز دے کر بلا لیا یا کسی خادم کو حکم دیا جس نے مجھے واپس بلایا۔ ۴؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری فرمان عالی پہلے حکم کا ناسخ ہے، اولًا ان بی بی کو منتقل ہونے کی اجازت دی پھر اس اجازت کو منسوخ فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل سے پہلے بھی حکم منسوخ ہوسکتا ہے۔ شب معراج میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا مگر پنتالیس نمازیں عمل سے پہلے ہی منسوخ ہوگئیں امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ پہلا حکم جواز کے لئے تھا دوسرا استحباب کے لئے کیونکہ ان کے ہاں معتدہ کو مکان سکنیٰ ملتا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ معتدہ اپنے اسی مکان میں، عدت گذارے جہاں خاوند کی موت کی خبر پائے۔ ہوسکتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد میں پتہ لگا ہو کہ مکان والا ان بی بی صاحبہ کو مکان سے نکالے گا نہیں تب یہ حکم دیا ہو، ورنہ اگر معتدہ کرایہ یا عاریۃً کے مکان میں ہو اور مالک مکان اب نہ رہنے دیتا ہو تو عورت کو منتقل ہوجانے کی اجازت ہے۔ ۵؎ زمانہ عثمانی میں حضرت عثمان غنی نے ان بی بی صاحبہ کو بلا کر یہ حدیث ان سے سنی اور اس پر ہی عمل کا حکم دیا کہ معتدہ وفات کو عدت میں مکان سے نہ نکالا جائے۔ یہ ہی قول ہے حضرت عمر، عثمان، عبداللہ ابن عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا (مرقات)۔ ۶؎ یہ حدیث ابن حبان و حاکم نے بھی نقل کی، حاکم نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح و محفوظ ہے۔ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معتدہ جہاں چاہے غسل کرے اس کی اسناد میں ابو مالک نخعی اور محبوب ابن محرز ہیں یہ دونوں ضعیف ہیں۔ نیز اس میں عطاء ابن صائب مختلط ہے اور ابوبکر ابن مالک ضعیف تر ہے اسی لئے اسے دار قطنی نے ہی معلل فرما دیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ أَبُوْ سَلَمَةَ وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَيَّ صَبْرًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ قُلْتُ إِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ لَيْسَ فِيْهِ طِيْبٌ فَقَالَ إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيْهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ وَتَنْزِعِيْهِ بِالنَّهَارِ وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ فَإِنَّهُ خِضَابٌ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِيْنَ بِهِ رَأْسَكِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ

علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ایلوا لگا رکھا تھا[۱] تو فرمایا اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں بولی وہ ایلوا ہے جس میں خوشبو نہیں[۲] تو فرمایا کہ یہ چہرے کو رنگین تو کرتا ہے لہذا یہ نہ لگاؤ مگر رات میں[۳] اور دن میں چھوڑ دو اور نہ خوشبو دار تیل اور نہ مہندی لگاؤ کہ مہندی خضاب ہے[۴] میں بولی کہ پھر کنگھی کس چیز سے کروں یا رسول اللہ؟[۵] فرمایا بیری سے کہ اس سے اپنے سر کا لیپ کر لو[۶] (ابوداؤد، نسائی)[۷]؛ روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ نہ تو زعفرانی کپڑے پہنے اور نہ سرخ رنگ کے[۸] اور نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے نہ سرمہ لگائے[۹] (ابوداؤد، نسائی)؛ تیسری فصل روایت ہے

غرضکہ وہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں (مرقات)؛ **۱** یعنے کسی وجہ اپنے چہرے پر ایلوا کا لیپ کیا ہوا تھا، ایلوا مصبر مشہور کڑوی دوا ہے؛ **۲** یعنے عدت میں خوشبو لگانا منع ہے اور ایلوے میں خوشبو ہے نہیں اس وجہ سے میں نے اس کا لیپ کر لیا ہے؛ **۳** یعنے عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں بلکہ زینت بھی ممنوع ہے ایلوا خوشبودار تو نہیں مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے اسے رنگین بھی کر دیتا ہے لہذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو تو رات میں لگا لیا کرو کہ وہ وقت زینت کا نہیں، دن میں دھو ڈالا کرو لیشب شبوب سے بنا بمعنے آگ بھڑکا دینا اسی لئے جوانی کو شباب کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں شہوت بھڑکی ہوتی ہے (اشعہ)؛ **۴** یعنے زمانہ عدت میں خوشبودار تیل بدن کے کسی حصہ خصوصًا سر میں استعمال نہ کرو اور ہاتھ پاؤں اور سر میں مہندی نہ لگاؤ کہ مہندی میں بھینی خوشبو بھی ہے رنگت بھی؛ **۵** یعنے عورت کو سر دھونے کنگھی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب یہ چیزیں مجھے ممنوع ہوگئیں تو یہ ضرورت کیسے پوری کروں؛ **۶** تغلفین غلف سے بنا بمعنے پردہ و غلاف یعنے بیری کے پتے اتنی تھوپ سکتی ہو کہ تمام بال چھپ جائیں اور بیری سر کا غلاف بن جائے؛ **۷** یہ حدیث احمد نے بھی نقل کی مگر یہ اسناد ضعیف خیال رہے کہ خوشبودار تیل لگانا معتدہ کے لئے بالاجماع ممنوع ہے مگر بغیر خوشبو کا تیل امام اعظم و شافعی کے ہاں ممنوع ہے امام احمد و مالک کے ہاں جائز وہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ اس تیل سے زینت حاصل ہو جاتی ہے ضرورۃً جائز ہے (مرقات)؛ **۸** ممشقہ مشق سے بنا مشق سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں اور گیرو کو بھی مطلب یہ ہے کہ عدت وفات والی عورت سرخ کپڑے نہ پہنے کہ یہ زینت ہے؛ **۹** سیاہ سرمہ لگانا اسے منع ہے جس سے آنکھ میں زینت ہوتی ہے علماء فرماتے ہیں کہ خارش وغیرہ عذر کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہن سکتی ہے امام مالک کے ہاں اونی ریشمی سیاہ کپڑا پہننا بہر حال جائز ہے؛

سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ حِيْنَ دَخَلَتْ اِمْرَاَتُهٗ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا فَكَتَبَ مُعٰوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا لَا يَرِثُهَا وَلَا تَرِثُهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ

حضرت سلیمان ابن یسار سے[1] کہ حضرت احوص شام میں فوت ہوگئے[2] جبکہ ان کی بیوی تیسرے حیض میں داخل ہوئیں وہ انہیں طلاق دے چکے تھے[3] تو حضرت معاویہ ابن ابوسفیان نے زید ابن ثابت کو خط لکھا ان سے اس کے متعلق دریافت کرتے تھے[4] تو حضرت زید نے انہیں لکھا کہ وہ جب تیسرے حیض میں داخل ہوگئیں تو اپنے خاوند سے علیحدہ ہوچکیں اور وہ ان سے علیحدہ ہوگئے[5] نہ یہ ان کی وارث ہوں نہ وہ ان کے[6] (مالک) ؛ روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت عمر

[1] آپ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں عظیم الشان تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ [2] احوص ابن حجاب اجنبی اہل کوفہ سے ہیں تابعی ہیں آپ کا انتقال ۱۲۲ھ میں شام میں ہوا (مرقات)۔ [3] صورت مسئلہ یہ تھی کہ احوص ابن حجاب نے اپنی بیوی کو طلاق دی وہ عدت طلاق حیض سے گزار رہی تھیں تیسرا حیض تھا کہ احوص کی وفات واقع ہوگئی ان کی بیوی پر دو عدتیں جمع ہوگئیں ایک طلاق کی عدت جس کا تیسرا حیض گزر رہا تھا۔ دوسری وفات کی عدت چار ماہ دس دن۔ [4] یہ مقدمہ حضرت معاویہ کے ہاں پیش ہوا کہ احوص کی بیوی عدت کس طرح گزاریں صرف عدت طلاق گزاریں یا عدت وفات بھی اور یہ ان بیوی صاحبہ کو احوص کی میراث ملے گی یا نہیں کیونکہ عدت کے دوران احوص کا انتقال ہوگیا ہے عدت حکمی نکاح ہے تو شاید میراث مل جائے امیر معاویہ جواب و فیصلہ میں حیران ہوئے تو حضرت زید ابن ثابت کو خط لکھا مسئلہ پوچھنے کے لیے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا عالم بھی مسئلہ پوچھنے میں شرم نہ کرے جو مسئلہ معلوم نہ ہو ضرور دریافت کرے دیکھو حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں مگر جو مسئلہ معلوم نہ تھا وہ اپنے سے بڑے عالم سے دریافت کرلیا خیال رہے کہ حضرت زید ابن ثابت میراث کے بڑے عالم تھے۔ [5] یعنے جب احوص کی بیوی نے تیسرے حیض کا خون دیکھا تو ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی اور احوص کی وفات عدت طلاق پوری ہوچکنے کے بعد واقع ہوئی لہذا وہ اس حیض کی حالت میں اپنا نکاح دوسرے سے کرسکتی ہیں اور خاوند احوص کی میراث نہیں پائیں گی کیونکہ ان کی وفات عدت گزر چکنے پر ہوئی ہے خیال رہے کہ یہ مسئلہ حضرت زید ابن ثابت کے مذہب پر ہے کیونکہ ان کے ہاں عدت طلاق تین طہر ہیں تیسرے حیض پر تین طہر پورے ہوچکے تھے۔ [6] خبر نہیں کہ جناب امیر معاویہ نے حضرت زید کا یہ فتویٰ مانا یا نہیں: خیال رہے کہ حضرت عائشہ و ابن عمر و زید ابن ثابت کا قول یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین طہر ہیں یہ ہی امام شافعی کا مذہب ہے رضی اللہ عنہم اجمعین، اور خلفائے راشدین و عبداللہ ابن مسعود و ابن زبیر و ابن عباس و ابی ابن کعب و معاذ ابن جبل و ابوالدرداء و عبادہ ابن صامت و ابوموسیٰ اشعری کا مذہب یہ کہ عدت طلاق تین حیض ہیں یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے رضی اللہ عنہم اجمعین خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت زید ابن ثابت سے یہ روایتیں بھی منقول ہیں کہ عدت طلاق تین حیض ہیں ان دونوں بزرگوں کے اقوال مختلف ہیں حضرت سعید ابن مسیب ابن جبیر، عطاء، طاؤس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ، ضحاک، حسن ابن حی، مقاتل، شریک قاضی، سفیان ثوری، امام اوزاعی، ابن شبرمہ، ربیعہ، سدی، ابوعبید و اسحاق رحمہم اللہ

بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَیْضَۃً اَوْ حَیْضَتَیْنِ ثُمَّ رَفَعَتْھَا
حَیْضَتُھَا فَاِنَّھَا تَنْتَظِرُ تِسْعَۃَ اَشْھُرٍ فَاِنْ بَانَ بِھَا حَمْلٌ فَذٰلِکَ وَاِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ
التِّسْعَۃِ الْاَشْھُرِ ثَلٰثَۃَ اَشْھُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ رَوَاہُ مَالِکٌ ۝ بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ ۝ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ ۝ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَۃٍ مُجِحٍّ

ابن خطاب نے کہ جو عورت طلاق دی جائے پھر ایک یا دو حیض آ جائیں پھر اس کے بعد حیض
بند ہو جائیں ۱؎ تو وہ نو مہینے انتظار کرے ۲؎ پھر اگر اس کو حمل ظاہر ہو جائے ۳؎ تو فبہا ورنہ نو
مہینے کے تین ماہ عدت گذارے پھر وہ حلال ہو جائے گی ۴؎ (مالک) ۝ استبراء کا بیان ۵؎ ۝
پہلی فصل ۝ روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک حاملہ عورت پر گذرے ۶؎

تابعین و تبع تابعین تمام بزرگوں کا یہی مذہب ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں اس قول کی بنا پر تیسرے حیض سے فراغت پر عدت پوری ہوتی ہے مگر چونکہ اس دوران
میں خاوند کی وفات ہوگئی اس لئے اب دراز عدت گذارنی ہوگی یعنی چار ماہ دس دن بھی گذارنی ہوگی۔ ۶؎ اگر عدت حیض سے ہو اور خاوند نے مرض وفات میں طلاق
دی ہو تو ایسی صورت میں عورت کو خاوند کی میراث ملے گی اسے شریعت میں فار بالطلاق کہتے ہیں۔ ۱؎ رفعتہا دراصل رفعت عنہا تھا عن پوشیدہ ہوگیا اور ھا ضمیر
منصوب ہوگئی جسے منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ ۲؎ صورت مسئلہ یہ ہوئی کہ طلاق کی عدت تھی تین حیض، دو حیض آچکے تھے تیسرا حیض نہ آیا لہذا عدت پوری نہ
ہوئی یہ عورت نو ماہ اور انتظار کرے کہ شاید اس کو زنا کا حمل رہ گیا ہو یا خاوند کا ہی حمل ہو اور دوبارہ استحاضہ کا خون آگیا ہو جسے یہ حیض سمجھتی ہو۔ ۳؎ اگر حمل ظاہر ہوگیا
تو مسئلہ ظاہر ہے کہ حمل جننے سے اس کی عدت پوری ہوگی، خیال رہے کہ اگر عدت طلاق کے دوران میں عورت کو حرام کا حمل رہ جائے تو عدت حمل جننے سے پوری
ہوتی ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴؎ صورت مسئلہ یہ ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں اور حاملہ کے لئے حمل جن دینا، اور چھوٹی نابالغ بچی اور آئسہ بوڑھی جنہیں
حیض نہیں آتا ان کی عدت تین مہینہ۔ اس عورت کا حال یہ ہوا کہ طلاق کے بعد اسے دو حیض آئے پھر بند ہوگئے، اشتباہ ہوا کہ شاید یہ حاملہ تھی اس لئے نو ماہ کا انتظار کیا
حمل بھی ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ آئسہ ہوگئی اب فتوے دیا گیا کہ آئسہ کی عدت تین ماہ گذارے۔ اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے ایک مذہب وہ بھی ہے جو یہاں
مذکور ہوا۔ خیال رہے کہ اگر عورت کو کسی بیماری یا بچہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے حیض نہ آئے ہوں تو وہ بغیر تین حیض آئے عدت سے باہر نہ ہوگی علاج کرا کر حیض
جاری کرائے، پھر عدت پوری کرے اور اگر دوران حیض میں عورت آئسہ ہو جائے تو اس کی عدت تین حیض ہیں ۵؎ استبراء کے معنے برأت و علیحدگی معلوم کرنا،
شریعت میں استبراء کے معنے یہ ہیں کہ جب کسی کی لونڈی خرید، ہبہ، میراث، وصیت وغیرہ کے ذریعہ اپنے قبضہ میں آئے تو اس سے صحبت یا بوس و کنار وغیرہ کرنے سے پہلے
معلوم کرے کہ حاملہ نہیں ہے ایک حیض اور اگر حائضہ نہ ہو تو ایک ماہ تک انتظار کرکے پھر صحبت کرے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے قریب نہ جائے
یہ ہے حقیقت استبراء۔ خیال رہے کہ کنواری لونڈی سے بھی استبراء واجب ہے اگرچہ اس کا پردۂ بکارت قائم ہو کیونکہ آگے حدیث میں مطلقًا استبراء کا حکم آ رہا ہے
جس سے ہر لونڈی مقبوضہ سے استبراء واجب ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ ۶؎ مجح میم کے پیش جیم کے کسرہ ح کے شد سے، حاملہ عورت قریب الولادۃ (مرقات) ۝

فَسَأَلَ عَنْهَا فَقَالُوْا اَمَةٌ لِفُلَانٍ قَالَ اَيُلِمُّ بِهَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهٗ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهٗ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ اَمْ كَيْفَ يُوَرِّثُهٗ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ۔ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ سَبَايَا اَوْطَاسٍ لَا تُوْطَأُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيْضَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ۔ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ

تو اس کے متعلق دریافت کیا[1] لوگوں نے کہا کہ فلاں کی لونڈی ہے[2] فرمایا کیا وہ اس سے صحبت کرتا ہے؟ لوگ بولے ہاں[3] فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں جائے[4] اس سے خدمت کیسے لے سکتا ہے حالانکہ وہ اسے حلال نہیں بلکہ اسے وارث کیسے کرسکتا ہے اور وہ اسے حلال نہیں[5] (مسلم)۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ حضور نے اوطاس کی لونڈیوں[6] کے متعلق فرمایا کہ کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے حتی کہ حمل جن دے اور نہ غیر حاملہ سے صحبت کی جائے حتی کہ اسے حیض آجائے[7] (احمد، ابوداؤد، دارمی)۔ روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت انصاری سے[8] فرماتے ہیں فرمایا

[1] کہ یہ آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے اگر لونڈی ہے تو فی الحال کس کی ملک میں آئی ہے یا پہلے سے ہی اس کی مملوکہ تھی۔ [2] جو قید ہوکر آئی اور چند روز سے اس کی مملوکہ بنی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ [3] غالبًا اس شخص نے ان لوگوں پر اپنی صحبت کا اظہار کردیا ہوگا کہ میں اس سے صحبت کرتا ہوں یا لونڈی نے خبر دی ہوگی۔ [4] یعنی ایسی سخت لعنت کروں جس کا اثر اس پر بعد موت بھی رہے کیونکہ اس نے استبراء کے بغیر صحبت شروع کردی معلوم ہوا کہ استبراء واجب ہے اور ترک واجب پر لعنت ہوسکتی ہے مگر حضور نے اس پر لعنت کی نہیں کہ وہ اس مسئلہ سے بے خبر تھا۔ [5] ام منقطعہ ہے بمعنی بلکہ اور ہو کا مرجع یہ عمل ہے کہ لونڈی مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دو جرم کرتا ہے ایک تو استبراء سے پہلے اس لونڈی سے صحبت کرنا دوسرے غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنانا یا اپنے بچہ کو اپنا غلام بنانا اس طرح کہ اگر اب سے چھ ماہ بعد لونڈی کے بچہ پیدا ہو تو پتہ نہ لگے گا کہ یہ بچہ اس کے پہلے مالک یا خاوند کا ہے یا اس کا اپنا اب اگر یہ اس بچہ کو اپنا بیٹا سمجھے تو اسے اپنی میراث دے گا اور ممکن ہے کہ اس کا نہ ہو پہلے مالک کا ہو تو غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنادیا یہ حرام ہے اور اگر غیر کا بچہ سمجھ کر اسے اپنا غلام بنائے تو احتمال ہوگا کہ اس کا اپنا بیٹا ہو اور اپنے بیٹے کو اپنا غلام بنانا حرام ہے بہرحال اس میں خلط نسب ہے۔ [6] جو غزوہ اوطاس میں گرفتار ہوکر آئی تھیں اوطاس مکہ معظمہ سے تین منزل فاصلہ پر ایک جگہ ہے یہ غزوہ فتح مکہ کے فورًا بعد ہوا۔ [7] اس سے معلوم ہوا کہ جو لونڈی اپنی ملک میں آئے اگر حاملہ ہو تو حمل جننے تک اس کے پاس نہ جائے اگر غیر حاملہ ہو تو ایک حیض کا انتظار کرے اگر بحالت حیض مالک بنی تو اس حیض کا اعتبار نہیں اس کے علاوہ ایک اور حیض کا انتظار کرے اگر اسے کم عمری یا زیادتی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو جمہور علماء کے نزدیک ایک ماہ کا انتظار کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر زوجین میں سے ایک ہمارے ہاں گرفتار ہوکر آجائے تو نکاح ٹوٹ جائیگا لیکن اگر دونوں گرفتار ہوکر آجائیں تو ان کا نکاح باقی رہیگا اور ہر نئی ملکیت میں استبراء واجب ہوتا ہے مرد سے خریدے یا عورت سے لہذا مکاتبہ جب اپنے کو ادائے کتابت سے عاجز کردے یا فروخت کردہ لونڈی جب عیب یا فسخ بیع کی وجہ سے واپس ہوجائے تو بھی استبراء کرے (مرقاۃ)۔ [8] صحابی ہیں انصاری ہیں مصریوں میں شمار کئے جاتے ہیں امیر معاویہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ لَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّسْقِیَ مَآءَہٗ زَرْعَ غَیْرِہٖ یَعْنِیْ اِتْیَانَ الْحُبَالٰی وَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّقَعَ عَلَی امْرَاَۃٍ مِّنَ السَّبْیِ حَتّٰی یَسْتَبْرِئَہَا وَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّبِیْعَ مَغْنَمًا حَتّٰی یُقْسَمَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ اِلٰی قَوْلِہٖ زَرْعَ غَیْرِہٖ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ مَالِکٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْمُرُ بِاسْتِبْرَاءِ الْاِمَاءِ بِحَیْضَۃٍ اِنْ کَانَتْ مِمَّنْ تَحِیْضُ وَثَلٰثَۃِ اَشْہُرٍ اِنْ کَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِیْضُ وَیَنْہٰی عَنْ سَقْیِ مَآءِ الْغَیْرِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا وُہِبَتِ الْوَلِیْدَۃُ الَّتِیْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن فرمایا[1] کہ کسی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کا کھیت سینچے یعنی حاملہ سے صحبت کرنا[2] اور جو شخص اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسے یہ حلال نہیں کہ کسی قیدی عورت سے بغیر استبراء کئے صحبت کرے[3] اور جو شخص اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے یہ حلال نہیں کہ تقسیم سے پہلے غنیمت فروخت کرے[4] (ابوداؤد) ترمذی نے غیرہ تک روایت کی ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے[5] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لونڈی سے استبراء کرنے کا حکم دیتے تھے ایک حیض سے اگر وہ حائضہ میں سے ہو اور تین مہینوں سے اگر ان میں سے ہو جنہیں حیض نہیں آتا[6] اور منع فرماتے تھے دوسرے کے پانی سے سیرابی سے[7] ؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے فرمایا کہ جب وہ لونڈی جس سے

نے انہیں طرابلس المغرب کا حاکم بنایا ۵۶ھ میں انہوں نے ۴۷ھ میں افریقہ پر جہاد کیا ۵۶ھ میں شام میں وفات پائی۔ [1] حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک جنگل کا نام ہے فقیر نے اس کی زیارت کی ہے فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا۔ [2] یہ تفسیر یا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی یا راوی نے کی غیر کی حاملہ سے صحبت کرنا حرام ہے کہ اس میں اپنا نسب مشکوک مخلوط کرنا ہے حمل اگرچہ زنا کا ہو جب بھی صحبت حرام ہے اس لئے حاملہ بالزنا سے نکاح حلال ہے مگر صحبت حرام۔ [3] حاملہ ہو یا نہ ہو اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ کنواری باکرہ لونڈی سے بھی بغیر استبراء صحبت درست نہیں کیونکہ سبی مطلق ارشاد ہوا۔ [4] کیونکہ غنیمت تقسیم سے پہلے کسی کی ملک نہیں ہوتی اس وقت اس کی بیع ایک قسم کی خیانت ہے۔ [5] امام مالک تبع تابعین سے ہیں لہذا اس حدیث میں تابعی و صحابی دونوں کا ذکر نہیں یا یہ حدیث مرسل ہے یا مسند مگر اسناد کا ذکر نہیں چونکہ امام مالک بڑے پایہ کے محدث ہیں اس لئے ان کی بغیر اسناد والی حدیث بھی قبول ہے جیسے تعلیقات بخاری مقبول ہیں۔ [6] اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ استبراء میں حیض تو ایک ہی کافی ہے اختلاف اسی میں ہے کہ استبراء کے لئے مہینہ ایک کافی ہے یا تین ضروری بعض علماء تین ماہ مانتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر جمہور علماء ایک مہینہ کافی مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مہینہ حیض کے قائمقام ہے جب حیض ایک کافی ہوا تو مہینہ بھی ایک ہی کافی ہونا چاہیئے واللہ ورسولہ اعلم۔ [7] یعنے دوسرے کے پانی دیئے ہوئے کھیت میں اپنا پانی نہ دو کہ دوسرے کی حاملہ عورت سے تم صحبت نہ کرو تاکہ بچہ دو باپوں کا مخلوط نہ ہوجائے

تُوْطَأُ اَوْ بِيْعَتْ اَوْ اُعْتِقَتْ فَلْتَسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَآءُ رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ ۞ بَابُ النَّفَقَاتِ وَحَقِّ الْمَمْلُوْكِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ

وطی کی جاتی تھی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کا استبراء رحم ایک حیض سے کر لیا جائے اور کنواری کا استبراء نہ کیا جائے ۵ رزین۔ خرچوں اور مملوک کے حق کا بیان ۱ پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا ۲ یا رسول اللہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اس قدر خرچہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر یہ کہ میں ان کی بے خبری میں ان سے لے لوں ۳ تو فرمایا جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو

کیونکہ حاملہ عورت سے صحبت کی جائے تو بچہ کے بال وغیرہ میں اس پانی کی آمیزش ہوتی ہے۔ ۵ یہ حضرت ابن عمر کی رائے شریف ہے کہ کنواری لونڈی جو پہلے کسی کے نکاح میں نہ تھی یا جس کا خاوند بہت چھوٹا بچہ تھا جو صحبت نہیں کر سکتا تھا یا ابھی اس کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اس کے استبراء کی ضرورت نہیں کیونکہ استبراء تو یہ معلوم کرنے کو ہوتا ہے کہ لونڈی حاملہ ہے یا نہیں ان صورتوں میں حمل کا احتمال ہی نہیں تو استبراء کی کیا ضرورت ہے مگر تمام علماء فرماتے ہیں کہ استبراء کے وجوب کا سبب ملکیت حاصل ہونا ہے لہذا ایسی لونڈی سے استبراء کیا جائے دیکھو اگر عورت کا خاوند خلوت سے پہلے فوت ہو جائے تو بھی عدت واجب ہے حالانکہ وہاں حمل کا احتمال ہی نہیں، گزشتہ احادیث میں ہر لونڈی کے استبراء کا حکم دیا گیا نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس کی تمام لونڈیوں سے استبراء کا حکم دیا حالانکہ ان میں بعض کنواریاں بھی تھیں، غالبًا حضرت عمر کو وہ احادیث نہ پہنچی ہیں، اور قیاس صحابی حدیث مرفوع کے مقابل معتبر نہیں۔ ۱ نفقہ یا نفوق بمعنی ہلاکت سے بنا، یا نفاق بمعنی خرچ ہو جانا سے بنا، امام محمد زمخشری فرماتے ہیں کہ عربی میں جس کا ف کلمہ ن ہو اور عین کلمہ ف اس میں جانے نکلنے کے معنی ضرور ہوتے ہیں جیسے نفق، نفر، نفد، نفذ، نفخ، نفس، نفی وغیرہ، اصطلاح میں نفقہ خرچہ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ختم ہوتا رہتا ہے خیال رہے کہ کسی کا نفقہ واجب ہونے کی تین وجہیں ہیں، زوجیت، قرابت، ملکیت چونکہ نفقے بہت سی قسم کے ہیں، اولاد کا خرچہ، ماں باپ کا، بیوی کا، غلام و لونڈی کا، مملوک جانوروں کا، اس لیے نفقات جمع فرمایا، مملوک کے مالک پر تین حق ہیں کھانا، کپڑا، اور طاقت سے زیادہ کام نہ لینا (از مرقات و اشعہ)۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں مملوک سے مراد مملوک لونڈی غلام ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مملوک جانور بھی اس میں داخل ہوں۔ ۲ آپ کا نام ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے یعنے عبد مناف میں حضور سے مل جاتی ہیں، عتبہ کفار مکہ کا سردار تھا، ہند ابو سفیان کی بیوی اور امیر معاویہ کی والدہ ہیں، فتح مکہ کے سال ابو سفیان کے بعد ایمان لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح قائم رکھا ان کے زمانۂ کفر کے حالات سب کو معلوم ہیں ایک دن بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگیں یارسول اللہ پہلے مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ناپسند تھے اب مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ہی محبوب معلوم ہوتے ہیں حضور نے فرمایا وایضًا یعنے ابھی تم کو مجھ سے محبت اور بھی زیادہ ہوگی جس قدر تمہارا ایمان کامل ہوتا جائے گا اسی قدر میری محبت بڑھتی جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم پہلے تم سے نفرت کرتے تھے اب محبت کرتے ہیں آپ کی وفات زمانۂ فاروقی میں ابو قحافہ والد ابوبکر الصدیق کے وفات کے دن ہوئی بڑی عاقلہ فصیحہ تھیں زمانۂ فاروقی میں بہت جہادوں میں شریک

بِالْمَعْرُوْفِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَعْطَى اللّٰهُ أَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ
مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيْقُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ

بقدر معروف لے لو[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تم میں سے کسی کو مال دے تو وہ اپنے نفس اور اپنے گھر والوں سے شروع کرے[۲] (مسلم)[۳] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام کے لئے اس کا کھانا کپڑا ہے[۴] اور اسے اس قدر کام کی تکلیف نہ دے جس کی وہ طاقت نہ رکھے[۵] (مسلم)[۶] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے تمہارے قبضہ میں دے دیا[۷] تو جسے اللہ اس کے بھائی کا مالک بنا دے تو اسے اس میں کھلائے

ہوئیں اور بڑے کارنامے کئے رضی اللہ عنہا۔ **۸** یعنے ان کی جیب یا ان کے گھر سے ان کی بے خبری میں جو کچھ لے لوں وہ تو مجھے آسانی سے مل جاتا ہے وہ خود اپنی خوشی سے کافی خرچہ نہیں دیتے۔ **۹** یعنے تم کو اجازت ہے کہ بقدر ضرورت ابوسفیان سے بغیر پوچھے ان کا مال لے سکتی ہو۔ خیال رہے کہ یہ فتویٰ ہے فیصلہ یعنے قضا نہیں ورنہ ابوسفیان کو بلا کر جواب دعوے سنا جاتا فیصلہ بغیر دوسرے فریق کے بیان لئے نہیں ہوتا اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے بیوی کا خرچہ خاوند پر لازم ہے اگرچہ بیوی غنی ہو چھوٹی اور ضرورتمند اولاد کا خرچہ باپ پر لازم ہے اہل قرابت کا خرچہ بقدر ضرورت لازم ہے، فتویٰ اور فیصلہ کے وقت اجنبیہ عورت سے کلام کرنا مفتی و قاضی کو جائز ہے، فتوے یا فیصلہ لینے کے لئے حاکم و عالم کے سامنے کسی کے عیب بیان کرنا جائز ہے حق والا اپنا حق بغیر اس کی اجازت بلکہ بغیر اس کے علم کے بھی لے سکتا ہے۔ فتوے میں شرط کا بیان ضروری نہیں بغیر شرط فتویٰ دیا جا سکتا ہے یعنی یہ لازم نہیں کہ مفتی کہے کہ اگر تو سچا ہے اور صورت حال وہ ہی ہے جو تو کہتا ہے تو حکم یہ ہے بلکہ اس کے بغیر بیان کئے ہوئے حکم شرعی سنا دینا جائز ہے اگرچہ تعلیق افضل ہے۔ بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے لہذا وہ خاوند کا مال اس پر خرچ کر سکتی ہے۔ بہت سی باتیں عرف و عادت پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ خرچہ وغیرہ بیوی ضرورت کے موقعہ پر حاکم یا عالم کے پاس جا سکتی ہے۔ غائب خاوند کے مال سے اس کی بیوی بچوں کا خرچہ دلوایا جائے جبکہ وہ روزی نہ دے گیا ہو یا نہ بھیجتا ہو بعض علماء نے اس حدیث سے قضا علی الغائب جائز مانی وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کا فیصلہ تھا جو ابوسفیان کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دیا گیا مگر حق یہ ہے کہ یہ فتوے تھا (مرقات) ورنہ گواہی ضرور لی جاتی، بیوی ضرورت پڑنے پر خاوند کا مال فروخت کر سکتی ہے۔ کیونکہ ہندہ روپیہ پیسہ بھی ابوسفیان کی جیب سے نکال سکتی تھیں اور روپیہ پیسہ فروخت ہو کر ہی کام آتا ہے۔ **۲** یعنے اپنا مال پہلے اپنے پر خرچ کرو پھر اپنے گھر والوں پر، اہل بیت میں بیوی اور نابالغ اولاد اور بالغ حاجتمند اولاد ماں باپ وغیرہ سب داخل ہیں۔ **۳** یہ حدیث امام احمد و نسائی نے حضرت جابر سے مرفوعًا کچھ اختلاف سے بیان کی **۴** یعنے مولی پر لونڈی غلام کا بقدر ضرورت درمیانی کھانا کپڑا واجب ہے اس کھانے کپڑے میں عرف کا

مِمَّا يَاكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ أَعْطَيْتَ الرَّقِيقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَأَعْطِهِمْ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَى بِالرَّجُلِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ

جو خود کھائے، اور اُس پہنائے جو خود پہنے[1] اور اس کام کی تکلیف نہ دے جو اُس پر غالب آجائے، اور اگر غالب کام کی تکلیف دے جو اُس پر اُسکی مدد کرے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے[3] کہ اُنکے پاس ایک خزانچی آیا[4] تو آپنے اس سے فرمایا کہ تم نے غلاموں کو اُن کا کھانا دیدیا، بولا نہیں، فرمایا جاؤ انہیں دے دو[5] کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کیلئے یہی گناہ بہت ہے کہ مملوک سے اس کا کھانا روکے[6] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انسان کیلئے کافی گناہ ہے کہ اسے ہلاک کر

لحاظ ہے شریعت نے حد مقرر نہیں فرمائی (مرقات)۔ [2] یعنی ہمیشہ کیلئے مشکل کام کا حکم نہ دو اگر ضرورۃً ایک دو دن مشکل کام کرالیا جائے تو جائز ہے خصوصًا جبکہ مولیٰ خود کام میں شریک ہو جائے (مرقات)۔ [1] اخوانکم یا تو پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے انسانی یا دینی بھائی ہیں، یا یہ مبتدا ہے اور جعلہم اللہ خبر، مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم اور وہ دونوں اولادِ آدم اور مسلمان ہیں، رب تعالیٰ اسکے عکس پر بھی قادر تھا کہ انھیں مولیٰ اور تمھیں غلام بنادیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اس کو غلام بنادیا، اسکا شکر یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔

[1] یہ حکم استحبابی ہے خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعًا واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مما یاکل جنس کے بیان کیلئے ہے نہ کہ نوع کیلئے، یعنی مولیٰ کو چاہیئے کہ اپنی طرح غلام کو بھی پائجامہ کرتہ، ٹوپی یا عمامہ دے اگرچہ اسکا اپنا یہ لباس اعلیٰ قیمتی ململ کا ہو غلام کا معمولی گاڑھے کا اگرچہ پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ [2] یعنی اگر غلام سے بھاری و مشکل کام کرائے تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کردے اگر بھاری شہتیر اٹھوانا ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جائے یا اپنے کسی ماتحت کو لگادے۔ [3] عمرو کا واو دیا تو اپنا ہے اور یہ واقعہ عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کا ہے یا عمرو بن العاص کے بیٹے سے ہے اور واقعہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب کا رضی اللہ عنہم اور واو حالیہ ہے (مرقات)۔ [4] قہرمان فارسی لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا ہے اسکے معنے ہیں خزانچی، وکیل، گھر کا مختار و منتظم کار۔ [5] قوت سے مراد خرچ ہے، اکثر کھانے پر بولا جاتا ہے، کھانے کا وقت تھا آپ نے اپنے کھانے سے پہلے اپنے لونڈی غلاموں کو کھانا دلوایا، پھر خود کھایا، یوسف علیہ السلام زمانۂ قحط میں پہلے مہمانوں کو کھلاتے تھے پھر خود کھاتے تھے اور دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے، ایسے مولیٰ و غلام دنیا کے لیئے اللہ کی رحمت ہیں، ایسے حکام کے زمانہ میں زمین پر آسمان سے برکتیں اُترتی ہیں۔ [6] یا اس طرح کہ انھیں کھانا نہ دے حتےٰ کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انھیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دُبلے کمزور ہو جائیں در جار تا تے کر کر ایک وقت دیدے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی، غلام پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اسی لیئے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتی کہ وہ مرگئی، آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھا لو کھلا لو۔

يَقُوْتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَآءَهٗ بِهٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْيَاْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِیْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جس کو روزی دیتا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا خادم اس کیلئے کھانا تیار کرے، پھر وہ کھانا لائے، اور اس کی گرمی اور دھواں برداشت کرچکا ہو ۲؎ تو اسے اپنے ساتھ بٹھالے کہ وہ بھی کھائے ۳؎ لیکن اگر کھانا تھوڑا ہو ۴؎ تو اس میں سے خادم کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے ۵؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مولیٰ کی خیرخواہی کرے ۶؎ اور اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے ۷؎ تو اسے ڈبل ثواب ہے ۸؎ (مسلم،بخاری) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

۱؎ علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کس سے کہے اس کا اللہ کے سوا فریاد سننے والا کون ہے، بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایات کیں اور سرکار نے انکے علاج انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم شعر

خلق کے دادرس سب کے فریاد رس ؎ کہف روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، آج ہم سگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا، میاں صاحب مشکوۃ سے غلطی ہوئی کہ آخر میں رواہ مسلم فرمادیا، مسلم کی روایت قوتہ پر ختم ہوگئی اور کفی بالمرء سے ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے (مرقات)۔ ۲؎ یہاں خادم میں لونڈی غلام بلکہ نوکر چاکر سب شامل ہیں۔ ۳؎ یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلائے اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر و غریب، آقا و غلام یکجا ہوجاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہوں تو کیا حرج ہے۔ ۴؎ مشفوہ شفۃ سے بنا بمعنے ہونٹ، مشفوہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہوجائیں، بہت سے منہ کھائیں، اب تھوڑے کو بھی مشفوہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے، یا مشفوہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے۔ ۵؎ یہ حکم استحبابی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہوگا نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے۔ ۶؎ خیرخواہی یہ ہے کہ مولیٰ کا ہر جائز حکم مانے، اس کی چیز برباد نہ ہونے دے۔ اس کے پس پشت اسکے مال و اولاد کی نگرانی کرے۔ ۷؎ کہ اللہ رسول کے احکام پر پابندی سے عمل کرے مولیٰ کی خدمت کی وجہ سے ان سے بے پرواہ نہ ہوجائے۔ ۸؎ کیونکہ اس کی محنت بھی ڈبل ہے خلق کی خدمت خالق کی عبادت، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دار کی عبادت

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعما للمملوک ان یتوفاہ اللہ بحسن عبادۃ ربہ وطاعۃ سیدہ
نعما لہ متفق علیہ وعن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابق
العبد لم تقبل لہ صلوۃ وفی روایۃ عنہ قال ایما عبد ابق فقد برئت منہ
الذمۃ وفی روایۃ عنہ قال ایما عبد ابق من موالیہ فقد کفر حتی یرجع الیہم
رواہ مسلم وعن ابی ہریرۃ قال سمعت ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قذف
مملوکہ وھو بریء مما قال جلد یوم القیمۃ الا ان یکون کما قال متفق علیہ وعن ابن

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے لئے یہ بہت اچھا ہے[1] کہ اللہ تعالٰی اُسے اس حال میں موت دے کہ اپنے رب کی عبادت اور مولا کی
اطاعت کرتا ہو یہ اس کیلئے بہت اچھا ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جریر[3] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جب کوئی غلام بھاگ جائے، تو اسکی نماز قبول نہیں ہوتی[4] اور اُن سے دُوسری روایت میں ہے فرماتے ہیں جو غلام بھاگ جائے، تو
اُس کا ذمہ بری ہو گیا[5] اور انہیں کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا جو غلام اپنے مولاؤں سے بھاگ جائے، وہ کافر ہو گیا[6]
حتی کہ اُن تک لوٹ آئے[7] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو
مولٰی اپنے مملوک کو تہمت لگائے[8] وہ اس سے بری ہو تو قیامت کے دن اُسے کوڑے لگائے جائیں گے[9] مگر یہ کہ واقعہ ویسا ہی ہو جو اس نے کہا[10] (مسلم، بخاری) روایت ہے

تارک الدنیا کی عبادت سے افضل ہے، خیال رہے کہ یہاں مولی کی اطاعت کا ذکر رب کی عبادت سے پہلے فرمایا گیا کیونکہ معاملات بمقابلہ عبادات زیادہ اہم ہیں حقوق العبد کی حفاظت حقوق
اللہ سے زیادہ ہے کہ بندہ محتاج ہے رب غنی ہے۔ [1] نعما اصل میں نعم ما تھا نعم کی میم ما کی میم میں مدغم ہو گئی۔ [2] دوبار نعما فرمانا تو تاکید کیلئے ہے یا پہلے نعما سے دنیا کی بہتری مراد تھی اور دوسرے
نعما سے آخرت کی بہتری مراد ہے یعنی اگر غلام مرتے دم تک اپنے مولی کی اطاعت اور رب تعالٰی کی عبادت کرتا رہے تو یہ اس کیلئے بہت اچھا ہے، یا یہ دنیا میں بھی اچھا ہے اور آخرت میں بھی اچھا، کسی
غلام کو اسکے مولی نے آزاد کر دیا، غلام بہت رویا اور بولا کہ آپ نے میرے لیے خیر کا دروازہ بند کر دیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کامل نیکی وہ ہے جو مرتے دم تک کی جائے اسی پر موت
آئے۔ [3] آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں کنیت ابو عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے مقام قرقیسیا ۵۴ھ میں وفات پائی
مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں (اکمال)۔ [4] یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعاً درست ہو جائے گی مگر اللہ کے ہاں قبول نہیں شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ
اور۔ [5] اس جملہ کا مطلب یا یہ ہے کہ اگر غلام مرتد ہو کر کفار کے ملک میں چلا جائے تو اسلام کی امان سے نکل جاوے گا اسکا قتل جائز ہو گا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر دارالسلام میں
رہے تو اس سے اللہ کی امان اٹھ جاتی ہے اسکو مارا پیٹا جا سکتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ بھاگنے کے زمانہ کا خرچہ مالک پر نہیں اور اس زمانہ کی قباحت و جرم کا اثر مولے پر نہ ہوگا۔ [6] کافر
سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ [7] حتی کا تعلق یا تو تمام روایات سے ہے اور یہ جملہ ان تینوں
جرموں کی انتہا ہے یا فقط آخری جملہ سے ہے یعنی کافر و ناشکرا رہیگا لوٹ آنے تک۔ [8] غالباً مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں خیال رہے
کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسّی کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی، سرکار فرما رہے ہیں کہ اُسے یہ سزا

عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَّمْ يَاْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے غلام کو وہ حد مارے[1] جو جرم اُس نے کیا نہیں یا اُسے طمانچہ مارے تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کردے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے[3] فرماتے ہیں میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، کہ میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی[4] کہ اے ابو مسعود سوچو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنے تم اس پر ہو[5] میں نے پیچھے پھر کر دیکھا، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے[6] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آزاد ہے اللہ کی راہ میں[7]

قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزایاب بھی۔ ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں، تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو، جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں [9] یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ترمذی نے بھی روایت کی، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر کوئی کسی کو یا زانیہ کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ انکی ماں کو تہمت ہے۔ زبان قابو میں رکھنی چاہیئے۔

[1] یعنی بے قصور مارے پیٹے، حد سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ ہر سخت مار پیٹ ہے۔ [2] اس طمانچہ سے مراد ظلمًا طمانچہ مارنا ہے، ادب سکھانے پڑھانے پر طمانچہ مارنا درست ہے یہی حکم شاگرد، مرید، بچے یا رعایا کو مارنے کا ہے کہ بلاقصور مار پر پکڑ ہے، اس کا کفارہ غلام کیلئے تو اُسے آزاد کردینا ہے، اور باقی لوگوں کیلئے انہیں کچھ دے کر خوش کر دینا ہے، یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو اُن سے معافی مانگ لینا ہے۔ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کی ہم پرواہ نہیں کرتے، مگر ہیں بڑی خطرناک۔ میں نے سنا ہے کہ اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مزدور کام کر رہا تھا کسی نے اُسے کہہ دیا او حرامی! اعلیحضرت نے فرمایا اسکی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ، وہ حیران ہوگیا، آخر کار اُس نے مزدور سے معافی مانگی اُسے پانچ روپے دیئے، اللہ تعالٰی توفیق خیر دے۔ انسان اپنی زبان اور اعضاء پر پورا کنٹرول رکھے۔ [3] مشہور صحابی ہیں بعض نے انہیں اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنے سے اہل بدر ہیں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، آخر عمر میں کوفہ قیام رہا اکتالیس ۴۱ھ میں وفات ہوئی (اکمال)۔ [4] یعنے یہ آواز کلام سنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [5] کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالٰی کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی، جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔ [6] جو یہ فرما رہے تھے آپ کی نظر کیمیا اور نصیحت کی تاثیر کا وہ اثر ہوا کہ میرا سارا غصہ ختم ہوگیا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔ [7] تاکہ یہ آزادی میرے اسی قصور کا کفارہ ہو جائے۔

فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَالًا وَّ اِنَّ وَالِدِیْ یَحْتَاجُ اِلٰی مَالِیْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْیَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَیْسَ لِیْ شَیْءٌ وَّ لِیْ یَتِیْمٌ

تب حضور نے فرمایا، اگر تم یہ نہ کرتے، تو تم کو آگ جلاتی یا آگ پہنچتی [1] (مسلم) ٭ دوسری فصل - روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی، کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد میرے مال کے محتاج ہیں [2] فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے ہیں [3] یقیناً تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے، اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ [4] (ابوداؤد، ابن ماجہ [5]) روایت ہے انہیں سے وہ اپنے والد سے وہ انکے دادا سے راوی کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، بولا میں محتاج ہوں [6] میرے پاس کچھ نہیں اور میرے پاس ایک یتیم ہے

[1] کیونکہ تم نے اسے بےقصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہذا یہ مارنا جرم ہوا اور حقوق العباد اس لیے خطرہ تھا، علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر آزاد کردینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہوجانے پر کوئی نیکی کردینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے ان الحسنات یذھبن السیاٰت [2] تو میرا مال میرا والد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں خصوصًا حاجت کے وقت۔ [3] ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور طبرانی نے حضرت سمرہ و ابن مسعود سے مرفوعًا یوں روایت فرمائی انت ومالک لابیک مطلب ایک ہی ہے یعنی تم بھی اپنے باپ کے ہو تمہارا مال بھی لہذا تمہارے باپ کو حق ہے کہ تم سے جانی خدمت بھی لیں اور مالی خدمت بھی۔ [4] اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، غنی اولاد پر فقیر ماں باپ کا خرچہ واجب ہے اور اگر ماں باپ غنی ہوں انہیں اولاد کے مال کی ضرورت نہ ہو تو ہدیہ دیتے رہنا مستحب ہے اگر باپ اولاد کے مال کی چوری کرے تو اسکا ہاتھ نہ کٹے گا، اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے تو اس پر حد زنا نہیں، اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہیں؛ خیال رہے کہ بچہ کو ماں خون پلاکر پالتی ہے باپ مال کھلاکر یعنی جانی خدمت ماں کرتی ہے اور مالی خدمت باپ، اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور یہاں ارشاد ہوا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے جیسی پرورش ویسا اس کا شکریہ، یہ ہے اس سرکار سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا انصاف، خیال رہے کہ بوقت حاجت ہر ذی رحم قرابت دار کا نفقہ مالدار عزیز پر واجب ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وات ذی القربی حقہ والمسکین وابن السبیل: یہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں سوائے ماں باپ کے کسی عزیز کا خرچہ واجب نہیں، امام احمد کے ہاں ہر محتاج عزیز کا خرچہ واجب ہے ذی رحم ہو یا نہ ہو ان تمام مسائل کے دلائل کتب فقہ یا مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ فرمایئے؛ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کا نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے [5] یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مختلف الفاظ سے نقل فرمائی جو مختلف محدثین نے مختلف اسنادوں سے بیان کئے چنانچہ ترمذی و ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ بہترین روزی وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے ترمذی نے اسے حسن فرمایا، مرقات [6] یہاں فقیر بمعنی مسکین ہے۔

فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَأَثِّلٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَرَوَى أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ، وَعَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

تو فرمایا اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ، نہ فضول خرچی کرکے نہ جلدی کرکے اور نہ مال جمع کرتے ہوئے[۱] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ حضور اپنے مرض میں فرماتے تھے نماز[۲] اور غلاموں کی نگرانی کرو[۳] (بیہقی، شعب الایمان)، اور احمد و ابوداؤد نے حضرت علی سے اسی طرح[۴] روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا، جنت میں داخل نہ کیا جاوے گا،

کچھ نہیں، احناف کے ہاں فقیر وہ ہے جسکے پاس مال ہو مگر نصاب سے کم کہ اس پر نہ زکوۃ واجب ہو نہ فطرہ نہ قربانی مگر مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، امام شافعی کے ہاں اسکے برعکس مگر ان دونوں اماموں کے ہاں ہر ایک لفظ دوسرے کی جگہ استعمال ہوجاتا ہے، یہاں فقیر بجائے مسکین استعمال ہوا۔ یعنی جس کے پاس وراثت سے ملا ہوا مال ہے اور وہ میرا عزیز قرابتی ہے میری پرورش میں ہے میں اسکا قیم و منتظم ہوں۔

[۱] یعنی چونکہ تم اسکی خدمت و پرورش کرتے ہو اور نادار ہو، اس لئے اس کے مال سے اپنا حق الخدمت لے سکتے ہو مگر تین قسم کی پابندی سے، ایک یہ کہ ضرورت سے زیادہ مال نہ لو، دوسرے یہ کہ ضرورت سے پہلے مال نہ لو ضرورت کے وقت لو، یا ولا مبادر کے معنے یہ ہیں کہ اس یتیم کے بلوغ سے پہلے اسکا مال ختم کردینے کی کوشش نہ کرو، رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تاکلوھا اسرافا وبدارا ان یکبروا تیسرے یہ کہ صرف وقتی طور پر استعمال کرو آئندہ کیلئے جمع نہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا ولی اگر مسکین غریب ہو تو اس کے مال سے بقدر ضرورت استعمال کرے، اور بلا ضرورت ہاتھ نہ لگائے۔ [۲] ظاہر یہ ہے کہ الصلوۃ منصوب ہے الزموا پوشیدہ فعل کا مفعول ہے یعنی نماز کی پابندی و حفاظت کرو مرتے دم تک نہ چھوڑو، معلوم ہوا کہ نماز بڑا ہی اہم فریضہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اسکی وصیت فرمائی، سعادتمند اولاد باپ کی وصیت سختی سے پوری کرتی ہے، سعادتمند امتی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر سختی سے پابندی کرے، اللہ تعالٰی توفیق دے، مومن مرنے کے بعد قبر میں بھی نماز پڑھتا ہے۔ [۳] یعنی اپنے لونڈی غلاموں سے اچھا برتاؤ کرو ان کے حقوق ادا کرو، بعض شارحین نے فرمایا کہ ما ملکت ایمانکم سے مراد مملوکہ مال ہیں یعنی اپنے مملوکہ مالوں کا حساب رکھو ان کی زکوۃ، قربانی، فطرہ وغیرہ دیتے رہو، نماز بدنی عبادت ہے زکوۃ مالی عبادت، مگر پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں کہ اس سے لونڈی غلاموں پر مہربانی مراد ہے، ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد تمام مملوکہ جاندار ہوں، لونڈی غلام، جانور وغیرہ، یہ حدیث بہت جامع ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ صلوۃ سے تمام حقوق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور ما ملکت ایمانکم سے تمام حقوق خلق کی جانب اشارہ ہے یعنی خالق و مخلوق کے حقوق ادا کرو حتی کہ علماء، شاگرد، مرید، نوکر چاکر، لونڈی غلام، جانور سب پر ہی مہربانی کرو اور سب کے حقوق ادا کرو۔

[۴] جامع صغیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت دو بار فرمائی یعنی الصلوۃ اور ما ملکت ایمانکم دو بار ارشاد کئے تاکید کیلئے، یہ حدیث احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان نے مختلف راویوں سے روایت کی چنانچہ احمد و ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ سے، طبرانی نے ابن عمر سے، ابن حبان نے حضرت انس سے

سَيِّئُ الْمَلَكَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَلَمْ اَرَ فِيْ غَيْرِ الْمَصَابِيْحِ مَا زَادَ عَلَيْهِ فِيْهِ مِنْ قَوْلِهِ وَالصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ وَالْبِرُّ زِيَادَةٌ فِي الْعُمْرِ، وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ لٰكِنْ

بدخلق ہے[1] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت رافع ابن مکیث سے[2] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خوش خلقی برکت ہے، اور بدخلقی نحوست ہے[3] (ابوداؤد) اور میں نے سوائے مصابیح کے وہ نہ دیکھا جو اس حدیث میں اس پر زیادہ ہے[4] آپ کا فرمان کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے، اور نیکی عمر بڑھاتی ہے[5] روایت ہے حضرت ابوسعید سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے تو وہ اللہ کا ذکر کردے تو اپنے ہاتھ اٹھالو[6] (ترمذی، بیہقی شعب الایمان) لیکن ان کے نزدیک

رضی اللہ عنہم مرقات)۔ [1] یعنی بدخلق بدخواولاً جنت میں نہ جائیگا پہلے بدخلقی کی سزا پائیگا پھر جنت میں جائیگا یا جنت کے اعلیٰ مقام نہ جائیگا یا خوش خلق لوگوں کے ساتھ نہ جائیگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہر مسلمان جنتی ہے اگرچہ بڑا گنہگار ہو، اور ہوسکتا ہے کہ یہاں بدخلق سے وہ شخص مراد ہو جس کے اخلاق اللہ رسول کے ساتھ بھی خراب ہوں، ظاہر ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہ جائیگا۔ [2] آپ صحابی ہیں صلح حدیبیہ میں شریک تھے بنی جہینہ کے قبیلہ سے ہیں۔ [3] اسکا تجربہ بارہا ہوا ہے کہ خوش خلق کی دنیا درست ہوتی ہے بدخلق کے سب دشمن، گھروالے بھی اور باہروالے بھی، خوش خلق کی گھروباہروالے سب تعظیم اور خدمت کرتے ہیں، بدخلق ہرجگہ سزا ہی پاتا ہے یہاں برکت و نحوست سے یہی مراد ہے۔ [4] یعنی تمام محدثین کی روایتیں شوم پر ختم ہوگئیں، مگر مصابیح میں اگلی عبارت اور بھی ہے کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر بڑھاتی ہے کسی محدث نے نہ بیان کی، نہ معلوم مصابیح میں کہاں سے لی گئی، یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے مگر مرقات نے بحوالہ شیخ جزری بیان فرمایا کہ یہ زیادتی احمد و طبرانی میں موجود ہے لہذا صاحب مصابیح پر کوئی اعتراض نہیں، صاحب مشکوٰۃ کو ملی نہیں۔ [5] یعنی سخی آدمی اچانک اور غفلت کی موت سے یونہی بے صبری وفسق وفجور وظلم کی موت سے محفوظ رہتا ہے انشاء اللہ اس کی موت ذکروفکر نیک اعمال کی حالت میں آتی ہے بعد موت لوگ اُسے اچھائی سے یاد کرتے ہیں، یوں ہی نیکیاں عمر بڑھاتی ہیں اس طرح کہ حکم الٰہی یوں ہے کہ فلاں بندہ اگر گناہ و بدکاری کرتا رہے تو اس کی عمر پچاس سال ہے اور اگر نیکیاں کرے تو اس کی عمر سو سال، یہ زیادتی عمر ایسی ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا مرض دفع کرتی ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خدا کا حکم کوئی ٹال سکتا اور موت آگے پیچھے نہیں ہوسکتی، تقدیر بدلنے کی بحث اور عمر گھٹنے بڑھنے کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کیجئے۔ [6] یعنی اگر تم اپنی نافرمانی یا تعلیم و تربیت کیلئے اپنے غلام، نوکر، شاگرد، بیٹے، بیوی کو مارو، اور وہ کہہ دے کہ اللہ کو ضامن کرتا ہوں اب یہ قصور نہ کروں گا اور اب خدا کے لیئے مجھے چھوڑ دو تو تم اللہ کے نام کا ادب کرتے ہو چھوڑ دو، شرعی حدود اس حکم سے خارج ہیں وہ تو مجرم پر پوری جاری کی جائیں گی۔

عِنْدَهٗ فَلْيُمْسِكْ يَدَاكَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَّوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَهَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رُدَّهٗ رُدَّهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

یوں ہے کہ اپنا ہاتھ روک لو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ اٹھالو[۱] روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے[۲] تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی کردیگا[۳] (ترمذی، دارمی)[۴] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلام جو آپس میں بھائی تھے[۵] عطا فرمائے، میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی تمہارا غلام کیا ہوا میں نے آپ کو یہ خبر دی[۶] تو فرمایا اسے واپس لے لو واپس لے لو[۷] (ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوہریرہ اسی حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ چہرہ پر نہ مارو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ چہرہ تمام اعضاء سے اشرف ہے اسے نہ بگاڑو۔ [۲] اس تفریق کی بہت صورتیں ہیں اور سب ممنوع لونڈی اپنے پاس رکھنا اس کا چھوٹا بچہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردینا، دوسرے کو ہبہ کردینا، ماں کو اور جگہ رکھنا بچہ کو اور جگہ رکھنا، یہ حکم ماں بیٹے، باپ بیٹے، دادا پوتے وغیرہ سب کو شامل ہے مگر یہ حکم چھوٹے بچے کیلئے ہے جو بغیر ماں نہ رہ سکے اور اسکے بغیر ماں بے چین رہے، بڑے بچے کی تفریق جائز ہے، امام شافعی کے ہاں سات سال کا بچہ بڑا ہے، امام اوزاعی کے ہاں جب بچہ پیشاب پاخانہ سونا کھانا علیحدہ کرسکے ہمارے امام اعظم کے ہاں بلوغ کی عمر کو پہنچ جانا ہے، بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ جانوروں پر بھی یہ ظلم نہ کرو کہ بہت چھوٹے بچے کو اس کی ماں سے جدا نہ کرو۔ [۳] یعنی قیامت کا دن جامع المتفرقین ہے جس دن سارے اگلے پچھلے جمع ہوں گے اور خویش و اقارب کی شفاعت کام آئے گی مگر ایسا ظالم آدمی اس دن اپنے عزیزوں کی ملاقات اور ان کی شفاعت سے محروم ہوگا، خیال رہے کہ قیامت کے اول دن میں تو کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور آخر میں حالات اس کے برعکس ہوں گے وہاں ہر دوست اپنے دوست کو یاد کرکے امداد کریگا اسی لیئے قیامت کا نام یوم حشر بھی ہے اور یوم التناد بھی۔ [۴] یہ حدیث احمد و حاکم نے بھی نقل فرمائی، طبرانی نے حضرت معقل ابن یسار سے یوں روایت کی من فرق فلیس منا جو ماں بچہ میں جدائی کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں (مرقات)۔ [۵] اور دونوں چھوٹے تھے یا ایک بڑا اور سمجھدار تھا دوسرا چھوٹا ناسمجھ جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا جب دونوں بڑے ہوں تو ان میں علیحدگی کی جاسکتی ہے۔ [۶] کہ میں نے اسے فروخت کردیا ہے دوسرا میرے پاس ہے۔ [۷] یعنی بیع فسخ کرکے اسے واپس لے لو یہ مطلب نہیں کہ وہ بیع منعقد ہی نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی بیع مکروہ ہے کہ منعقد ہو چکنے کے بعد اسکا توڑ دینا بہتر ہے دو بار فرمانا کہ واپس لے لو واپس لے لو تاکید کے لیئے ہے کہ ایسی بیع کا فسخ کردینا بہت ضروری ہے۔ بعض روایات میں ہے ادرکہ ادرکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ماں اور بچے میں ہی جدائی ممنوع نہیں، بلکہ ہر دو ذی رحم قرابتداروں میں جدائی نہ کرے، یہ ہی مذہب امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا ہے (مرقات)۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَّوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَرَدَّ الْبَيْعَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مُنْقَطِعًا ❁ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ❁ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَاِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَقَدْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِي الْمُجْتَبٰى لِلدَّارِقُطْنِيِّ اَنَّ عُمَرَ

روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچے میں جدائی کردی [1] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمادیا، تو بیع لوٹالی، ابوداؤد، منقطعًا [2] روایت ہے حضرت جابر سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جسمیں تین خصلتیں ہونگی اللہ اسکی موت آسان کردیگا [3] اور اُسے اپنی جنت میں داخل کردیگا [4] کمزور پر نرمی [5]، اور ماں باپ پہ شفقت [6] غلام سے اچھا سلوک [7] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک غلام دیا، تو فرمایا اسے مارنا مت [8] کیونکہ مجھے نمازی کی مار سے منع کیا گیا ہے [9] اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے [10] یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دارقطنی کے مجتبیٰ میں ہے کہ حضرت عمر

[1] اس طرح کہ ان میں سے ایک کو فروخت یا ہبہ کردیا، خیال رہے کہ ایک کو آزاد کردینے سے جدائی کرنا ممنوع نہیں لہذا ایک عزیز غلام کو آزاد کرسکتے ہیں یوں ہی اگر ان دونوں قریبی بچے غلاموں میں سے ایک اس مالک کا ذی رحم ہو دوسرا نہ ہو تو یہ ذی رحم تو اسکی ملک میں آتے ہی آزاد ہو جائیگا دوسرا نہ ہوگا۔ [2] یعنی اسکی اسناد کے بعض راوی چھوٹ گئے لہذا یہ حدیث منقطع ہے متصل نہیں۔ [3] حتف ح کے فتح ت اور ف کے سکون سے بمعنی موت و ہلاکت و سکرات موت، اسی سے ہے حتف انف یعنی بستر پر مرنا اہل عرب کا خیال تھا کہ زخمی کے زخم سے جان نکلتی ہے اور غیر زخمی کی ناک سے نکلتی ہے اسی لیے وہ قتل کے مقابل موت کو حتف انف کہتے تھے یعنی جس شخص میں یہ تین صفات جمع ہوں اللہ تعالٰی اسکی جانکنی آسان فرمادے گا۔ [4] شروع سے ہی بغیر سزا دیے، ورنہ ہر مومن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو آخر جنت میں ضرور جائیگا۔ [5] کمزور خواہ جسمانی حیثیت سے کمزور ہو یا مالی حیثیت سے یا عقل سے کمزور جیسے بچے اور دیوانے بے وقوف ان پر مہربانی کرو، یوں ہی ماں باپ کی خدمت بھی کرو اور انکی ناراضی سے خوف بھی۔ [6] شفقت شفق سے بنا بمعنی خوف و ڈر، شفقت اور محبت یا مہربانی کو کہتے ہیں جس میں ڈر بھی ہو۔ [7] مملوک میں لونڈی غلام جانور وغیرہ سب داخل ہیں یہ الفاظ بہت ہی جامع ہیں، احسان سے مراد حقوق سے زیادہ اُن پر مہربانی کرنا۔ [8] یعنی اگر تمہارا کوئی ذاتی قصور کرے تو حتی الامکان اُسے نہ مارنا معاف کردینا یا جھڑک دینا۔ [9] یعنی مجھے میرے رب نے اپنے ذاتی معاملات میں نمازی کو مارنے سے منع فرمادیا ہے اس مار سے مراد شرعی حدود و تعزیرات کے سوا کی مار ہے، نمازی سے شرعی سزائیں معاف نہ ہوں گی تہمت کے اسّی کوڑے مارے ہی جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ [10] مطلب یہ ہے کہ ان شاء اللہ نمازی آدمی کو نماز ہی درست کردیتی ہے اسے مار پیٹ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی رب تعالٰی فرماتا ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" اگر کسی وقت اتفاقًا اس سے کوئی قصور ہو جائے تو اُسے مارتے کیوں ہو وہ ان شاء اللہ نماز کی برکت سے ٹھیک ہو جائیگا یہ حدیث ہم گنہگاروں کیلیے

ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّيْنَ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ٭ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوْكِيْكُمْ فَاَطْعِمُوْهُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُ مِمَّا

ابن خطاب سے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا[1] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے[2] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا یارسول اللہ ہم خادم کو کتنی بار معافی دیں حضور خاموش رہے[3] اس نے پھر وہ سوال دہرایا، آپ خاموش رہے پھر جب تیسری بار سوال ہوا[4] تو فرمایا اسے ہر دن میں ستر بار معافی دو[5] (ابوداؤد) ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمرو[6] روایت ہے ابوذر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے غلاموں سے جو تمہارے موافق ہوجاوے[7] تو انہیں سے اسے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور پہناؤ اس سے جو خود

بہت ہی امید افزا ہے، اللہ تعالٰی نماز کی پابندی اور جماعت کی توفیق دے تو ان شاء اللہ دنیا کی مار سے بھی بچیں گے اور رب تعالٰی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی سزا سے بھی بچالیں گے، جب یہاں شفاعت ہورہی ہے تو وہاں بھی شفاعت ہوگی شعر

جو میاں عیب کسی کے نہیں کھلنے دیتے ٭ کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

[1] امام جزری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور دوسرے اسناد صحیح ہے، امام احمد نے اپنی مسند میں اسی طرح روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے حضور کے پاس دو غلام تھے ایک حضرت علی کو عطا فرمایا اور انہیں تاکید فرمائی کہ اسے مارنا مت یہ نمازی ہے ہم نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس کی اسناد میں ابو غالب بصری ہیں وہ صحیح الحدیث ہیں ترمذی نے ان کی روایات کی تصحیح کی ہے لہذا حدیث صحیح ہے (مرقات)۔ [2] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عمرو واؤ کے ساتھ ہے مگر صحیح عبداللہ ابن عمر کی یہ روایت ہے [3] یا تو اسلیے خاموش رہے کہ اس کا یہ سوال پسند نہ آیا کیونکہ یہ بات پوچھنے کی نہیں نفسیاتی چیز ہے کہ اگر زیادہ معافی دینے سے غلام بگڑتا ہے تو کبھی کچھ سرزنش کردو یا اسلیے خاموش رہے کہ وحی الٰہی کا انتظار تھا یا اسلیے خاموشی اختیار فرمائی تاکہ حضور کا جواب سائل کے دل میں بیٹھ جائے کہ جو چیز بہت انتظار کے بعد ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے فقیر کے نزدیک یہ تیسری وجہ قوی ہے، اشعہ و مرقات نے پہلی دو وجہیں بتائیں۔ [4] یہ تینوں بار سوال ایک ہی مجلس میں ہوئے بعض شارحین نے ثُمَّ سے سمجھا کہ ان سوالوں میں کئی دن کا فاصلہ تھا کہ وہ شخص دو چار دن کے وقفہ سے آتا اور یہ سوال کرتا تھا مگر یہ صحیح نہیں، ثُمَّ اسلیے کہا گیا کہ سائل نے کچھ دیر جواب کا انتظار دیکھ کر پھر سوال کیا مسلسل نہ کیا۔ [5] عربی میں ستر کا لفظ بیان زیادتی کیلیے ہوتا ہے یعنی ہر دن اسے بہت دفعہ معافی دو، یہ اس صورت میں ہے کہ غلام سے خطا غلطی ہوجاتی ہے خباثت نفس سے نہ ہو اور قصور بھی مالک کا ذاتی ہو شریعت کا یا قومی و ملکی قصور نہ ہو کہ یہ قصور معاف نہیں کیے جاتے۔ [6] یہ حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن یونس نے تاریخ مصر میں بھی نقل فرمائی، بخاری نے اپنی تاریخ میں عباس ابن خلید کی اسناد سے نقل کی اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے (مرقات)۔ [7] لَاءَمَ بنا ہے باب مفاعلہ سے بے ملائمت بمعنے موافقت اسی سے ہے لائم بمعنے موافق، ملائمت بمعنے موافقت و مناسبت

تَكْسُوْنَ وَمَنْ لَّا يُلَائِمُكُمْ مِّنْهُمْ فَبِيْعُوْهُ فَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ
وَعَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهٗ
بِبَطْنِهٖ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً
رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ . اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ

پہنتے ہو[۱] اور جو موافق نہ ہو اُسے بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو[۲] (احمد، ابوداود) روایت ہے حضرت سہیل ابن حنظلیہ
سے[۳] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ پر گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی[۴] تو فرمایا، ان
بے زبان جانوروں میں اللہ سے ڈرو[۵] اُن پر سوار ہو جب وہ لائق سواری ہو[۶] اور انہیں چھوڑ دو لائق سواری کی حالت میں[۷]
(ابوداود) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، جب اللہ تعالٰی کا یہ فرمان نازل ہوا کہ

یعنی جس غلام کی طبیعت تم سے مل جائے وہ تمہارے مزاج کے موافق و مناسب ہو۔
[۱] یعنی ایسے غلام کی قدر کرو جو تمہارا خدمت گار ہو کوتاہی نہیں کرتا تم اس کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرو، موافق انسان مشکل سے ملتا ہے، مردم شناسی بڑا جوہر ہے جس گھر میں مردم
شناسی نہ ہو وہ گھر ویران ہو جائیگا اور جس ملک میں مردم شناسی نہ ہو وہ ملک برباد ہو جائیگا، عہد فاروقی اور صدیقی میں مردم شناسی تھی جس سے ملک و ملت میں رونق لگ گئی
اپنے کھانے و لباس میں سے اُسے کھلانا پہنانا حکم استحبابی ہے جس سے غلام خوش ہو کر اور زیادہ خدمت کریگا۔ [۲] یعنی اسے اپنے پاس رکھو مت اور پیٹو کہ اس سے تم کو بھی
تکلیف ہوگی اسکو بھی علماء فرماتے ہیں کہ یہی حکم موافق اور ناموافق جانور کا ہے کہ پسند آئے تو اس کی خدمت کرو نرمی سے کام لو، ناپسند ہو تو فروخت کر دو۔ [۳] سہیل کے والد کا
نام ربیع ابن عمرو ہے حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام، حضرت سہیل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا، امیر معاویہ کی
شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی (اشعۃ و مرقات)۔ [۴] یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ سے پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ [۵] علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم
کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کرسکتا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب
ہے، بعض ائمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ [۶] یعنی جو جانور سواری کے لائق ہوا اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور یا چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ
بوجھ لادو یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور کی رحمت علی الخلق، آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں، ظالم ہکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے
[۷] اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑو بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اُسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھا پی لیں اس سے جانور کی تندرستی اور
قوت خراب نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا ناکارہ کر کے محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اُس سے کام لینا موقوف کر دو، گائے بھینس وغیرہ
ہے تو انہیں ذبح کرا دو، گھوڑا وغیرہ ہے تو اُسے کام سے آزاد کر دو، پیٹ کھانا جاری رکھو اس سے اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائیگا اور تمہارے گھر میں برکت دیگا یہ بہت آزمایا
ہوا عمل ہے، بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کر دیتے ہیں ان کا پانی جاری رکھتے ہیں یہ ہی غلاموں نوکروں سے برتاؤ کرو بڑھے نوکروں کو پنشن دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ
حدیث ہو سکتی ہے شعر

رسم است کہ مالکان تحریر ✽ آزاد کنند بندۂ پیر

اے بار خدائے عالم آرا ✽ بر سعدی پیر خود بہ بخشا

لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اَلْاٰيَةَ اِنْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ فَاِذَا فَضَلَ مِنْ طَعَامِ الْيَتِيْمِ وَشَرَابِهٖ شَيْءٌ حَبَسَ لَهٗ حَتّٰى يَاْكُلَهٗ اَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو اچھا ہو ۱؎ اور یہ فرمان نازل ہوا کہ جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں ۲؎ تو جن کے پاس یتیم تھے، وہ چلے اُن کا کھانا اپنے کھانے سے اور اُن کا پانی اپنے پانی سے علیٰحدہ کر دیا، تو جب یتیم کے کھانے پینے سے کچھ بچ رہتا تو اُسی کیلئے رکھ لیتے، حتی کہ یا تو یتیم کھا ہی لیتا یا وہ چیز بگڑ جاتی، ان لوگوں پر یہ بہت گراں گذرا ۳؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنہوں نے یہ عرض کیا ۴؎ تب یہ آیت اللہ نے اتاری کہ لوگ آپ سے یتیموں سے متعلق پوچھتے ہیں، فرمادو اُن کی اصلاح بہتر ہے، اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملالو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں، تب انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور اُنکا پانی اپنے پانی سے ملا لیا ۵؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ قریب جانے سے منع فرمانا مبالغہ کیلئے ہے یعنی یتیم کا مال کھانا تو درکنار اسکے قریب بھی نہ جاؤ اُسے ہاتھ بھی نہ لگاؤ جیسے رب تعالٰی نے حضرت آدم و حوا سے فرمایا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔ ۲؎ اگرچہ آیت کریمہ میں ظلماً کی قید تھی مگر صحابہ کرام نے خوف الٰہی کے باعث ادھر نظر ہی نہ کی وہ سمجھے کہ شاید یتیم کا مال ملانے کی صورت میں اسکا جو ٹکڑا یا قطرہ ہمارے پیٹ میں پہنچ جائے وہ بھی آگ ہی ہو یا ہم اسے ظلم نہ سمجھیں اور واقعہ میں وہ ظلم ہو لہٰذا یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضرات صحابہ کلام الٰہی کے منشا سے بے خبر تھے تقوٰی کچھ اور ہی چیز ہے۔ ۳؎ اس صورت میں یتیم کا خرچ بھی زیادہ ہونے لگا اور ان کے والیوں کو تکلیف بھی زیادہ کیونکہ ایک آدمی کیلئے الگ کھانا پکانے میں بہت خرچ پڑتا ہے اور کام بھی دوگنا ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ نمک مرچ لکڑی وغیرہ الگ رکھی جائے اور بچی چیز سنبھالنا، خراب ہو جانے پر پھینکنا تکلیف دہ ہے۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو جو کچھ رب تعالٰی سے عرض کرنا ہوتا وہ حضور سے عرض کرتے تھے حکم قرآن کی وجہ سے انکو دشواری ہوئی تو بارگاہ رسالت میں گزارش کی اور رب تعالٰی بھی اس عرض و معروض پر انکی دلداری فرماتا تھا۔ ۵؎ مطلب یہ ہے کہ یتیم کا مال بُرے ارادہ سے ظلماً کھانا ممنوع ہے تم اس حکم سے خارج ہو کہ تمہاری نیت اصلاح ہے اسی آیت کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ اگر سفر میں کوئی ساتھی بیمار یا فوت ہو جائے تو دوسرے ساتھی اسکا مال اسکے علاج یا کفن دفن پر خرچ کر سکتے ہیں حضرت امام محمد سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ حج کو جا رہے تھے کہ ایک ساتھی فوت ہو گیا ہم نے اسکا مال فروخت کر دیا اسکا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو فقیہ نہ ہوتے، اس وقت مصلحت اسی میں تھی ورنہ اسکا وزنی مال و اسباب برباد ہو جاتا، خود امام محمد نے اپنے ایک شاگرد کی کتابیں فروخت کرکے اسکے کفن دفن پر خرچ کیں، لوگوں نے پوچھا کہ اس نے مرتے وقت وصیت تو نہ کی تھی آپ نے یہی آیت پڑھی کہ واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح (مرقات و فتح القدیر)۔

مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِہٖ وَبَیْنَ الْاَخِ وَبَیْنَ اَخِیْہِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِالسَّبْیِ اَعْطَا اَھْلَ الْبَیْتِ جَمِیْعًا کَرَاھِیَۃَ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَھُمْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ، وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِشِرَارِکُمُ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَحْدَہٗ وَیَجْلِدُ عَبْدَہٗ وَیَمْنَعُ رِفْدَہٗ رَوَاہُ رَزِیْنٌ، وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اُس پر جو باپ کو اس کے بچہ سے اور بھائی کو اسکے بھائی سے جُدا کرے[1] (ابن ماجہ، دارقطنی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب قیدی لائے جاتے تو آپ سارے گھر والے ایک کو اکھٹے دیتے[2] یہ ناپسند فرماتے ہوئے کہ اُن میں جُدائی ڈالیں[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تم میں بدترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہے جو اکیلا کھائے[4] اور اپنے غلام کو کوڑے مارے اور وہ اپنی عطا روکے[5] (رزین) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

[1] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ صرف باپ بیٹے میں جدائی ڈالنا ممنوع نہیں بلکہ ہر ذی رحم عزیز و قرابتداروں کو جدا کرنا ممنوع ہے، یہ حکم بہت چھوٹے بچے کے متعلق ہے جو دوسرے عزیز کے بغیر گذارہ نہ کرسکے، اسکی صورتیں پہلے گذر چکیں ماں بیٹے یا بھائی بھائی ایک شخص کی ملکیت میں ہوں وہ ان میں سے کسی ایک کو ہبہ کردے یا فروخت کردے یہ حرام ہے یا دونوں اپنے پاس رکھے یا دونوں ایک ہی کو دے تاکہ وہ ساتھ رہیں، جانور کے چھوٹے بچے کو اسکی ماں سے جدا کردینا حرام ہے۔ [2] اس جملہ کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ اہل البیت اعطی کا مفعول اول ہو اور مفعول دوم پوشیدہ یعنی غلاموں کا پورا کنبہ ماں بچے بھائی بہن وغیرہ ایک ہی مسلمان کو عطا فرماتے، یہ نہ کرتے کہ ماں کسی کو بچہ کسی کو، دوسرے یہ کہ اہل البیت مفعول دوم ہو اور اعطی کا پہلا مفعول وہ قیدی ہوں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی وہ قیدی ایک گھر والے مومن کو عطا فرماتے پہلے معنے اشعۃ اللمعات نے اختیار کیے، دوسرے معنے مرقات نے، مقصد ایک ہی ہے کہ قیدی غلاموں کو اکٹھا رکھتے۔ [3] یہ عمل شریف اس صورت میں تھا کہ ان قیدیوں میں بعض بہت چھوٹے ناسمجھ بچے ہوتے کہ جدائی ڈالنے سے انکی پرورش مشکل ہوجاتی اور ماں کو تکلیف ہوتی، جوان لونڈی غلاموں میں علیحدگی کرنا جائز ہے اس سے تکلیف نہیں ہوتی۔ [4] یا تو بخل کی وجہ سے اکیلا کھائے بچے اور گھر والے اسکا منہ تکیں اور یہ عمدہ غذا بھی اکیلا کھالے انھیں معمولی کھلائے، یا تکبر و غرور کی وجہ سے کسی کے ساتھ کھانا گوارا نہ کرے، اگر غربت و ضرورت کی وجہ سے اکیلا کھائے تو ممنوع نہیں، ایک شخص گھر کا بوجھ اٹھاتا ہے، محنت کرتا ہے، اس لیئے کچھ مقوی غذا کھاتا ہے تاکہ کام کاج کرسکے، وہ چیز ہے تھوڑی سی، سب کو کافی نہیں تو مضائقہ نہیں، اس صورت میں علیحدگی ہی میں کھانا چاہیئے، سب کے سامنے کھانا بے مروتی ہے (از مرقات مع زیادت)۔ [5] یعنی بے قصور غلاموں ماتحتوں کو مارے پیٹے اور گھر والوں، مہمانوں اور نوکروں کو اُن کا حق نہ دے، بخیل بھی ہو بدخلق بھی ایسے بدترین اس لیئے فرمایا گیا کہ بندوں کے حقوق مارتا ہے، رب تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَیَتَامٰی قَالَ نَعَمْ فَاَکْرِمُوْھُمْ کَکَرَامَۃِ اَوْلَادِکُمْ وَاَطْعِمُوْھُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَنْفَعُنَا الدُّنْیَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُہٗ تُقَاتِلُ عَلَیْہِ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَمَمْلُوْکٌ یَکْفِیْکَ فَاِذَا صَلّٰی فَھُوَ اَخُوْکَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ

بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِیْرِ وَحِضَانَتِہٖ فِی الصِّغَرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُرِضْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ سَنَۃً فَرَدَّنِیْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَیْہِ عَامَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ

بدخلق آدمی جنت میں نہ جائیگا[1] لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ نے ہم کو یہ خبر نہ دی کہ یہ اُمت تمام امتوں سے زیادہ غلاموں اور یتیموں والی ہے[2] فرمایا ہاں تم ان پر اپنی اولاد کی طرح مہربانی کرو، اور انہیں اس سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو[3] لوگوں نے عرض کیا، کہ ہم کو کتنی دنیا نفع دیگی[4] فرمایا وہ گھوڑا جسے تم پالو، جس پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اور ایک غلام تمہیں کافی ہے[5] جب وہ نماز پڑھے، تو تمہارا بھائی ہے[6] (ابن ماجہ)

بچہ کی جوانی، اور لڑکپن میں اُس کی پرورش[7] کا بیان

پہلی فصل - روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد کے سال پیش کیا گیا، جب کہ میں چودہ سال کا تھا، تو مجھے قبول نہ فرمایا[8] پھر خندق کے سال پیش کیا گیا، جبکہ میں پندرہ برس کا تھا

[1] سیئ الملکۃ اسے کہتے ہیں جو اپنے مملوک غلاموں لونڈیوں سے بدخلقی کرے اُن سے بُرا برتاؤ کرے یہ حدیث اسی باب میں پہلے بھی گذر چکی ہے مگر یہاں زیادتی کے ساتھ ہے۔ [2] سوال کا مقصد یہ ہے کہ حضور نے خبر دی ہے کہ اس اُمت کو رب تعالٰی ملکوں کی فتوحات بہت دیگا جن سے اُن کو غلام لونڈیاں بہت ہاتھ لگیں گی اور سب غلاموں سے اچھا برتاؤ مشکل ہے تو ہم لوگ جنت میں کیسے جاسکیں گے حالانکہ حضور نے خبر دی ہے کہ میری امت زیادہ جنتی ہے جنکہ جنتیوں کی کل ایک سو بیس صف ہونگی اسّی میری اُمت کی باقی چالیس ساری امتوں کی۔ [3] جواب کا خلاصہ یہ ہے بڑوں کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں خدا پاک تمہیں لونڈی غلام بہت دیگا تم ان سے برتاؤ اچھا کرو دیکھا بہت بال بچوں والا آدمی بچوں کی نگرانی نہیں کرتا ضرور کرتا ہے تم بھی ان غلاموں کے حقوق پورے کرو، اس سوال میں یتیموں کا ذکر تبعًا ہے۔ [4] یعنی دنیا کی بہت قسمیں ہونگی گھر بار، جائداد، دکانیں، کھیتی باڑی، جانور وغیرہ ان میں سے زیادہ نافع کون کون سی چیزیں ہیں۔ [5] سبحان اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے یعنی ایک گھوڑا جو جہاد کی نیت سے پالو اور ایک غلام جو جہاد وغیرہ کے موقعہ پر خدمت کیلئے رکھو تمہاری بخشش کیلئے کافی ہے کہ اس صورت میں یہ دونوں چیزیں دنیا میں بھی نافع ہیں آخرت میں بھی بخشش کا ذریعہ، غلام تمہارا دنیا کا کاروبار چلائے تم فارغ ہو کر رب کی یاد کرو، اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے۔ [6] یعنی نمازی مسلمان غلام کو اپنا غلام نہ سمجھو اپنا بھائی سمجھو اور اس سے برادرانہ برابری کا سلوک کرو، یہ ہے اسلامی اخلاق اب تو لوگ اپنے سگے بھائی کو بھائی نہیں سمجھتے، باپ کو ستاتے مارتے پیٹتے ہیں رب تعالٰی اس پر عمل کی توفیق دے۔ [7] یعنی اس باب میں دو چیزیں بیان ہونگی ایک یہ کہ بچے کے بلوغ کی حد کیا ہے، دوسرے یہ کہ بچہ کی پرورش کا حق کس کو ہے، حضانت حضن سے بنا بمعنی گود یا مرغی کے پَر حضانت بچہ کو گود میں لینے یا مرغی کے اپنے بچے یا انڈے کو اپنے پَروں میں ڈھکنے کو کہتے ہیں، اصطلاح میں بچہ کی پرورش کو حضانت کہا جاتا ہے (لمعات واشعہ ومرقات) خیال رہے کہ بلوغ کی عمر لڑکی کیلئے نو برس سے پندرہ برس تک ہے لڑکے

عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِیْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ هٰذَا فَرْقُ مَا بَیْنَ الْمُقَاتِلَةِ وَالذُّرِّیَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَشْیَاءَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ رَدَّهٗ اِلَیْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرُدُّوْهُ وَعَلٰی اَنْ یَّدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَیُقِیْمَ بِهَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَی الْاَجَلُ

تو مجھے قبول فرما لیا[۱] حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہ ہی غازیوں اور بچوں کے درمیان فرق ہے[۲] (مسلم، بخاری)

روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن[۳] تین چیزوں پر صلح فرمائی، اس پر کہ مشرکین میں سے جو آپ کے پاس آئے حضور اسے لوٹا دیں کفار کی طرف[۴] اور جو مسلمان ان کے پاس چلا جائے وہ اسے واپس نہ کریں[۵] اور اس پر کہ سال آئندہ مکہ میں داخل ہوں، اور وہاں تین دن قیام فرمائیں[۶] پھر جب حضور مکہ تشریف لائے اور مدت گزر گئی

کیلئے بارہ برس سے پندرہ برس تک ہے اسی پر فتوٰے ہے اور بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے اگرچہ طلاق یافتہ ہو، ماں نہ ہو تو نانی پڑنانی کو یہ بھی نہ ہوں تو دادی پڑدادی کو یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہن کو پھر خالہ پھوپھی کو، پرورش کا حق اسوقت تک ہے کہ بچہ خود کھا پی سکے استنجا کر سکے، لڑکے کیلئے سات سال اور لڑکی کیلئے حیض آنے تک، اسکی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔[۸] یعنی ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھرتی کے لیے پیش کیا گیا کہ میرا نام بھی غازیوں کی فہرست میں ہو اور مجھے سپاہیانہ حیثیت سے غزوہ میں جانے کی اجازت ملے تو حضور نے انکار فرمادیا کہ ابھی یہ نابالغ بچے ہیں۔

[۱] یعنی ۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا تب میری عمر پندرہ سال ہو چکی تھی تب میں اسلامی فوج میں بھرتی کیلئے پیش ہوا تو مجھے بھرتی کر لیا گیا۔ [۲] خیال رہے کہ لڑکی کے بلوغ کی عمر کم از کم نو سال ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال، اور لڑکے کے بلوغ کی عمر کم از کم بارہ سال، زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہے مگر ایک روایت میں اسکی انتہائی عمر پندرہ سال ہے فتوٰی اسی پر ہے، یہ تو سنہ کے لحاظ سے بلوغ کا ذکر تھا، علامت بلوغ لڑکی کیلئے حیض یا حاملہ ہوجانا یا زیر ناف بال آجانا یا احتلام ہے، لڑکے کیلئے علامات بلوغ احتلام، حاملہ کردینا، زیر ناف بال ہیں، یہاں بلوغ کی انتہائی عمر کا ذکر ہے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس عمر سے پہلے لڑکا بالغ ہو سکتا ہی نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر پندرہ سال کی عمر میں بھی یہ کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا بالغ مانا جائیگا (مرقات و اشعہ وغیرہ)۔ [۳] حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک کنوئیں کا نام ہے اس کنوئیں کی وجہ سے اس جنگل کا نام بھی حدیبیہ ہوگیا ہے، یہ جدہ منزل کے قریب ہے جسے اب بیر شمیس کہتے ہیں یہ جگہ حرم شریف کی انتہاء پر واقع ہے، حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے کچھ حصہ حرم سے خارج، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے، جب یہاں پہنچے تو کفار نے روک دیا آخر کار ان باتوں پر مسلمانوں اور کفار میں صلح ہوئی جس کا ذکر یہاں ہے، اسکا واقعہ ان شاء اللہ کتاب الجہاد میں آئیگا۔ [۴] یعنی اگر مشرکین مکہ میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حضور کے پاس پہنچ جائے اور مشرکین اسکا مطالبہ کریں تو سرکار اسے روکیں نہیں بلکہ ان مشرکوں کے پاس بھیج دیں۔ [۵] یعنی جو مسلمان مرتد ہو کر کفار مکہ کے پاس پہنچ جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس بلانے کا حق نہ رکھیں، بظاہر یہ شرط بہت سخت معلوم ہوتی تھی مگر اس شرط نے سارے مکہ کی کمر توڑ دی اور آخر کار فتح مکہ ہوگئی، یہ ہے حضور کی بے مثال سیاست۔ [۶] یعنی اس سال بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں، سال آئندہ عمرہ کیلئے مکہ معظمہ آئیں اور یہاں تین دن قیام کرکے واپس ہو جائیں۔

خَرَجَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ أَخِي فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ

تو وہاں سے روانہ ہوئے[۱] تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کے پیچھے ہولی پکارتی ہوئی چچا جان چچا جان[۲] تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا اس کا ہاتھ پکڑ لیا[۳] اس بچی میں جناب علی، زید، جعفر، جھگڑے[۴] حضرت علی نے فرمایا کہ اسے میں نے لیا ہے وہ میری چچا زاد ہے[۵] اور حضرت جعفر بولے میری چچا زاد ہے اسکی خالہ میرے پاس ہے[۶] حضرت زید بولے میری بھتیجی ہے[۷] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اسکی خالہ کے لئے کیا، اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہے[۸] اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے[۹] اور جناب جعفر سے فرمایا

[۱] یعنی عمرہ کر کے تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر مدینہ منورہ واپس ہونے لگے۔ [۲] اس بچی کا نام عمارہ تھا اسی کی وجہ سے جناب حمزہ کی کنیت ابو عمارہ تھی اگرچہ حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اسی رشتہ سے یہ بچی حضور کی چچا زاد بہن تھی مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ و زید ابن حارث تینوں نے بی بی ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسی لیے جناب حمزہ کے رضاعی بھائی تھے، نیز اہل عرب بزرگوں کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں ان وجوہ سے اس بچی نے حضور کو چچا جان چچا جان کہہ کر پکارا، مطلب یہ تھا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ چلوں گی۔ [۳] اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے یہ مدینہ لے آنا اس شرط کے خلاف نہ تھا کہ جو گذشتہ سال صلح کے وقت لکھی گئی تھی کیونکہ حضور نے اس بچی کو بحق اسلام نہ لیا بلکہ بحق قرابت، نیز وہ شرط مردوں کیلئے تھی کہ جو مرد مسلمان ہو کر مدینہ آجائے اسے واپس کیا جائے، یہ بچی تھی اسی لیے اہل مکہ نے نہ تو اس بچی کیلئے جانے پر اعتراض کیا اور نہ اسکی واپسی کا مطالبہ کیا۔ [۴] یہ بچی باپ کے سایہ سے محروم ہو چکی تھی کہ جناب حمزہ آج سے پانچ سال پہلے غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے اسی کی والدہ یا فوت ہو چکی تھیں یا مکہ معظمہ رہ گئی تھیں اسلئے اب اسکی پرورش کا سوال پیدا ہوا چنانچہ یہ مناظرہ پیش آیا کہ ان بزرگوں میں سے ہر صاحب چاہتے تھے کہ اس بچی کی پرورش کی سعادت ہم کو میسر ہو جیسے حضرت مریم کی پرورش پر بنی اسرائیل میں جھگڑا ہوا تھا۔ [۵] جناب علی نے اپنے استحقاق کے دو دلائل پیش فرمائے ایک یہ کہ یہ بچی گویا لقیطہ ہے اٹھائی ہوئی ہے اور لقیطہ کی پرورش پانے اٹھانے والا کرتا ہے، دوسرے جناب حمزہ میرے چچا ہیں یہ میری چچا زاد بہن ہے۔ [۶] حضرت جعفر جو جناب علی کے بڑے بھائی ہیں آپ سے دس سال عمر میں زیادہ ہیں انہوں نے اپنے استحقاق کی دو وجہیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے کہ حمزہ ابن عبدالمطلب میرے چچا ہیں یعنی میرے والد ابو طالب کے بھائی دوسرے یہ کہ اس بچی کی خالہ اسماء بنت عمیس میری بیوی ہے اور خالہ کو اپنی بھانجی کی پرورش کا حق ہوتا ہے میں بھی حقدار ہوا میری بیوی بھی (اشعہ)۔ [۷] حضرت زید ابن حارث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر آزاد کردہ تھے یہ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حمزہ کو عقد مواخاۃ کے موقعہ پر حضرت زید کا بھائی بنایا تھا اس ڈبل بھائی ہونے کی وجہ سے یہ مدعی استحقاق پرورش تھے (مرقات واشعہ)۔ [۸] یعنی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو حق پرورش دیا کیونکہ بچی کی خالہ انکی زوجہ تھیں وہ انھیں پالیں گی، اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ ماں، نانی کے بعد خالہ کو بچی کی پرورش کا حق ہے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے، پھر سب کی تسلی فرماتے ہوئے فرمایا۔ [۹] یعنی تم میں مجھ میں انتہائی اتحاد و یگانگت ہے تم اس بچی کے نہ ملنے پر ملول ہو تم کو میرا قرب حقیقی تو حاصل ہے میں نے تمہارے گھر میں پرورش پائی تم میرے گھر اور میری گود میں تربیت پائی میں خاتم الانبیاء تم خاتم الخلفاء میں مصدر نبوت تم منبع ولایت گویا ہم تم ایک ہی ہیں

اَشْبَهْتَ خُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ لَهٗ وِعَاءً وَثَدْيِيْ لَهٗ سِقَاءً وَحِجْرِيْ لَهٗ حِوَاءً وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِيْ وَاَرَادَ اَنْ يَّنْتَزِعَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ

تم میری ہم صورت ہم سیرت ہو[1] اور حضرت زید سے فرمایا، تم ہمارے بھائی ہمارے پیارے ہو[2] (مسلم، بخاری)

دوسری فصل

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ میرا بچہ ہے کہ میرا پیٹ اسکا برتن تھا، اور پستان اسکے مشکیزے[3] اور میری گود اسکی آرام گاہ[4] اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دیدی اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مستحق تو ہے، جبتک اپنا نکاح نہ کرو[5] (احمد)[6]

سبحان اللہ یہ کلمات حضرت علی کی انتہائی عظمت بتا رہے ہیں۔

[1] یعنی اے جعفر تم کو اس بچی کے ملنے پر خوشی ہوئی اور بڑی خوشی یہ ہے اللہ تعالٰی نے تمہیں بڑی نعمت بخشی ہے کہ تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو میری ہم شکل و مناسبت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ [2] یعنی تم بھی اس بچی کے نہ ملنے پر رنجیدہ نہ ہو تم ہمارے اسلامی بھائی ہو ہمارے پیارے ہو، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو اپنا بھائی فرمادیں یہ ان کا کرم ہے مگر کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ اپنے کو حضور کا بھائی کہے یا بھائی کہہ کر پکارے، اس حدیث کی بنا پر امام مالک نے فرمایا کہ بچہ کی خالہ اسکی نانی سے زیادہ پرورش کی حقدار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو ماں قرار دیا، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا خالہ ماں ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے خالہ کو ماں سے تشبیہ دینا حق پرورش کیلئے ہے نانی پر ترجیح اس سے ثابت نہیں ہوتی، نانی تو احکام شرعیہ میں بھی ماں کی طرح ہے اسی لیئے وہ ماں کی سی میراث یعنی چھٹا حصہ باقی ہے (مرقات)۔ [3] کہ میں نے اسے نو مہینہ اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اسے اپنے پستان چوسائے دودھ پلایا۔ [4] حواء ح کے کسرہ سے بمعنی خیمہ جو جنگل میں عارضی قیام کیلئے لگایا جائے، چونکہ ماں کی گود بچہ کا عارضی مقام ہے اسلیئے اسے خیمہ سے تشبیہ دی، یہ بی بی بڑی فصیحہ تھیں۔ [5] یہ بچہ بہت چھوٹا تھا جس میں عقل و ہوش و تمیز نہ تھی اسلیئے اُسے اختیار نہ دیا گیا بلکہ ماں کو مرحمت ہوا، اگلی آنے والی حدیث میں بچہ سمجھدار تھا اسلیئے اُسے اختیار دیا گیا لہذا حدیث میں تعارض نہیں حالات کے اختلاف سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹے بچہ کی پرورش کی مستحق ماں ہے، دوسرے یہ کہ اگر ماں بچے کے اجنبی شخص سے نکاح کرے تو اسکا یہ استحقاق جاتا رہے گا پھر بچہ باپ کو ملے گا ہاں اگر اس نے بچہ کے چچا وغیرہ ذی رحم سے نکاح کیا تو اسکا حق پرورش باقی رہیگا دیکھو کتب فقہ۔ [6] یہ حدیث حاکم نے بھی نقل فرمائی اور اسے صحیح کہا، خیال رہے کہ یہ عمرو، عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں، اگر جد سے مراد محمد ہوں تو حدیث مرسل ہوتی ہے اور اگر جد سے مراد عبداللہ ابن عمرو ہوں تو حدیث متصل، کیونکہ محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی، اسی لیئے جہاں فقط جدہ ہوتا ہے وہاں ارسال و اتصال دونوں کا احتمال ہوتا ہے، یہاں چونکہ عبداللہ کی تصریح ہے لہذا حدیث متصل ہے، یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ چھوٹے بچہ کی پرورش ماں کا حق ہے، چنانچہ موطا امام مالک اور عبدالرزاق و بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی ایک انصاری بیوی کو طلاق دی ان کے بطن سے ایک بچہ عاصم تھا حضرت عمر نے اُسے لینا چاہا، نانی نے انکار کیا مقدمہ بارگاہ صدیقی میں پیش ہوا تو آپ نے نانی کے حق میں فیصلہ فرمایا،

وَاَبُوْدَاؤُدَ؞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؞ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ سَقَانِيْ وَنَفَعَنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ؞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؞ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِیْ مَيْمُوْنَةَ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو۱؎ اس کے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا۲؎ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی بولی کہ میرا خاوند۳؎ میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے، یہ بچہ مجھے پانی پلاتا ہے مجھے نفع پہنچاتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے۔ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑلے تو بچے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ اسے لے گئی۴؎ (ابوداؤد، نسائی، دارمی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ہلال ابن اسامہ سے۵؎ وہ ابومیمونہ سلیمان سے راوی۶؎ جو اہل مدینہ کے مولیٰ ہیں، فرماتے ہیں کہ اس حال میں کہ میں حضرت ابوہریرہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت

بچہ سمجھ دار تھا اسے کھیلتے ہوئے حضرت عمر نے اٹھالیا، یہ حدیث بہت طریقوں سے منقول ہے۔

۱؎ لڑکے سے مراد بالغ لڑکا ہے مجازًا اسے غلام فرمایا گیا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے "وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ" یا ہوش سمجھ دار بچہ مراد ہے (مرقات)۔ ۲؎ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے انکے ہاں سمجھ دار بچے کو اختیار دیا جاتا ہے، ہمارے ہاں سات سال کا سمجھ دار بچہ باپ کو ملے گا کیونکہ اب اس کی تربیت و تعلیم کا زمانہ ہے یہ کام باپ ہی کرسکتا ہے، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں، باپ نماز کا حکم اسے جب ہی دے سکتا ہے جب بچہ اسی کی پرورش میں ہو ہمارے ہاں یہ حکم خصوصی ہے یا منسوخ ہے۔ ۳؎ یہاں خاوند مجازی معنی میں ہے یعنی جو میرا خاوند تھا ورنہ اب تو یہ عورت مطلقہ ہوچکی تھی۔ ۴؎ اس کی تحقیق ابھی ہوچکی کہ یہ حدیث امام شافعی و احمد کی دلیل ہے کہ ہوش مند بچہ کو ان کے ہاں اختیار ملتا ہے، ماں باپ میں سے جس کے پاس چاہے رہے ہمارے ہاں نہیں، بلکہ چھوٹا بچہ جو محتاج پرورش ہو ماں کو ملے گا، سمجھ دار بچہ جو حد پرورش سے نکل چکا ہو اور تعلیم و تربیت کا حاجت مند ہو باپ کو ملے گا، کیونکہ پرورش ماں اچھی کرتی ہے تربیت باپ، یہ حدیث یا منسوخ ہے اس حدیث سے جو ابھی مذکور ہوئی یا یہ خصوصی حکم ہے، بہرحال امام اعظم کا قول قوی ہے۔ ۵؎ ہلال ابن اسامہ تبع تابعی ہیں ثقہ ہیں اور ابومیمونہ تابعی ہیں، ان کے نام میں اختلاف ہے یا سلمان ہے بغیر ی کے یا سلیمان ہے ی کے ساتھ یا سلیم ہے یا سلمہ یا اسامہ، صاحب مشکوٰۃ کے نزدیک سلیمان ہے ی سے۔ ۶؎ خیال رہے کہ ہلال کے والد کا نام علی ابن اسامہ ہے تو اسامہ ہلال کے دادا ہیں، یہاں دادا کی طرف منسوب ہیں قبیلہ بنی فہر سے ہیں (مرقات وغیرہ)۔

فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَادَّعَيَاهُ فَرَطَنَتْ لَهُ تَقُوْلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ رَطَنَ لَهَا بِذٰلِكَ فَجَاءَ زَوْجُهَا وَقَالَ مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِي ابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ قَاعِدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ نَفَعَنِيْ وَسَقَانِيْ مِنْ بِئْرِ اَبِيْ عِنَبَةَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ عَذْبِ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِيْ وَلَدِيْ

فارسی انکے پاس آئی، جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا اور اُسے اسکے خاوند نے طلاق دیدی تھی، ان دونوں نے بچہ کا دعوٰی کیا، عورت نے فارسی میں کلام کیا[1] بولی اے ابوہریرہ میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچے کو لیجائے، تو ابوہریرہ نے فرمایا اس پر قرعہ ڈال لو آپ نے فارسی میں یہ فرمایا[2] پھر اُس کا خاوند آیا، بولا کہ میرے بچہ میں مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے[3] تو ابوہریرہ نے فرمایا، الٰہی میں نہیں کہتا[4] مگر اس لیے کہ میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، کہ آپکی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی، بولی! یارسول اللہ میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچہ کو لیجائے[5]، حالانکہ یہ بچہ مجھے آرام پہنچاتا ہے، مجھے ابوعنبہ کے کوئیں سے پانی پلاتا ہے[6] اور نسائی کے ہاں کہ میٹھا پانی پلاتا ہے[7] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر تم دونوں قرعہ ڈال لو، تو خاوند بولا میرے بچہ کے متعلق مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے[8]

[1] رطنت رطانۃ سے رطانۃ وہ کلام کرنا جو عام طور پر سمجھا نہ جا سکے یعنی غیر ملکی زبان میں گفتگو اسی لیے عرب لوگ عجمی بول چال کو رطانۃ کہتے ہیں، یہاں فارسی گفتگو مراد ہے کہ عرب کیلئے وہ غیر ملکی زبان ہے، غالب یہ ہے کہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے یہ عورت مدینہ پاک میں رہتی تھی مگر گفتگو فارسی میں کرتی تھی یا عربی فارسی ملی جلی بولتی تھی۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ رطن کا فاعل جناب ابوہریرہ ہیں مدینہ منورہ میں فارسی لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے صحابہ کرام فارسی سمجھ بھی لیتے تھے اور کچھ بول بھی لیتے تھے جیسے آج وہاں کے باشندے عمومًا اُردو بولتے سمجھتے ہیں بعض نے فرمایا کہ درمیان میں ترجمان تھا رطن کا فاعل وہ ترجمان ہی ہے۔ [3] یعنی اس کے خاوند کو دعوے کا پتہ چلا تو جوابِ دعوے کے لیے وہ حضرت ابوہریرہ کے پاس آیا جبکہ اُسکی بیوی وہاں ہی موجود تھی اسکا کہنا یہ تھا کہ قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے بچہ باپ کا ہوتا ہے کہ اس سے نسب چلتا ہے لہذا میں ہی اس کا مستحق ہوں۔ [4] آپ کا اَللّٰھُمَّ فرمانا رب تعالٰے کو گواہ بنانے کیلئے تھا گویا ایک طرح کی قسم تھی یعنی خدایا تو گواہ ہے میں تیری قسم کھاتا ہوں۔ [5] یعنی آج کا یہ واقعہ بالکل اسی واقعہ کی مثل ہے جو بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا تھا وہی صورت ہے وہی نوعیت۔ [6] عِنَبہ عین کے کسرہ نون و ب کے زبر سے کوئی خاص کنواں تھا مدینہ منورہ میں جس کا پانی بہت اچھا تھا اب وہ کنواں نہیں، مقصد یہ ہے کہ اگر یہ بچہ میرے پاس نہ رہا تو مجھے کوئی پانی لاکر دینے والا بھی نہیں ہے، مجھے اس بچہ کی سخت ضرورت ہے۔ [7] عذب الماء میں صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہے، اصل میں ماءٌ عذبٌ تھا۔ [8] یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر ناراضی نہیں بلکہ اپنی مطلقہ بیوی پر ناراضی ہے لہذا اس شخص کو اس عرض معروض پر کافر یا مجرم نہیں کہہ سکتے مقدمہ میں فریقین اپنے دلائل بیان کیا ہی کرتے ہیں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ لٰكِنَّهٗ ذَكَرَ الْمُسْنَدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ

كِتَابُ الْعِتْقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے، اور یہ تیری ماں ہے، تو ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے اُس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا[1] (ابوداؤد، نسائی) لیکن نسائی نے مسند کا ذکر کیا، اور دارمی نے ہلال ابن اسامہ سے روایت کی۔

آزادی کا بیان[2]

پہلی فصل

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان گردن کو آزاد کرے[3] تو اللہ تعالٰی اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے

[1] بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اختیار دے کر بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی کہ مولٰی بچہ اسی کو اختیار کرے جس کے پاس رہنا بچہ کو مفید ہو ابوداؤد میں کتاب الطلاق میں اور نسائی نے کتاب الفرائض میں عبدالحمید ابن جعفر عن ابیہ عن جدہ رافع ابن سنان سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوگیا اور میری بیوی کافر رہی، اسلام سے انکاری ہوگئی تب اسی بچہ کا واقعہ پیش ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کو علیحدہ بٹھایا ماں کو علیحدہ اور بچہ کو اختیار دیا اور دعا کی الٰہی اس بچہ کو توفیق دے کہ اپنے باپ کو اختیار کرے، پھر فرمایا کہ دونوں اس بچہ کو بلاؤ چنانچہ ان دونوں نے بلایا تو بچہ نے باپ کو اختیار کیا، دار قطنی نے فرمایا کہ یہ بچی تھی اور اسکا نام عمیرہ تھا مگر یہ واقعہ دوسرا ہوگا کیونکہ بالغہ لڑکی کو پردہ کی بنا پر اور چھوٹی بچی کو کنویں میں گر جانے کے خطرہ سے کنویں پر نہیں بھیجا جاتا، صحابہ کرام نے بچہ کو اختیار نہ دیا (مرقات)۔ [2] ع ت ق کی ترکیب آگے ہونے اور تقدم کیلئے ہے کہ ان حرفوں میں آگے ہونیکے معنے ملحوظ رہتے ہیں چنانچہ کندھے کے اگلے حصہ کو عاتق کہتے ہیں پرانی چیز کو عتیق کہا جاتا ہے اسی لیئے بیت اللہ کو بیت العتیق کہتے ہیں، ابوبکر صدیق کا لقب عتیق ہے کہ ابوبکر کے معنے اولیت والے، ابو معنے والے بکر معنے اولیت، عتیق کے معنے بھی پرانے یا اول ہوئے اب اس کا استعمال چند معنے میں ہوتا ہے کرم، جمال، شرافت، آزادی و حریت، مگر ان سب میں تقدم کے معنے بھی ہیں، یہاں حریت یعنی آزاد کرنے کے معنے میں ہے، غلام حکمًا مردہ ہوتا ہے کہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر گویا موت ہے، قرآن کریم میں کافر کو مردہ فرمایا گیا ہے، اسی لیئے غلام نہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے نہ اپنی اولاد کا ولی ہوسکتا ہے نہ اپنے مال میں تصرف کرسکے نہ قاضی یا گواہ بن سکے نہ اس پر نماز جمعہ عیدین حج جہاد وغیرہ واجب، گویا بالکل مردہ ہے اسے آزاد کرنا گویا مردہ زندہ کرنا ہے، اسی لیئے اعتاق کے بہت فضائل ہیں، غلام آزاد کرنا عمومًا مستحب ہے مگر کبھی واجب بھی ہوجاتا ہے جیسے کفارات میں کبھی ممنوع بھی جبکہ خطرہ ہو وہ آزاد ہوکر مرتد یا چور ڈاکو وغیرہ بن جائیگا، اعتاق کی شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا خود آزاد ہو بالغ ہو غلام کا مالک ہو، عتق یعنی آزادی اختیاری بھی ہوتی ہے غیر اختیاری بھی چنانچہ جو شخص ذی رحم قرابتدار کا مالک ہوجائے تو وہ فورًا آزاد ہوجائیگا۔ [3] مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل، حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ، سورۂ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل بیان فرمارہی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے، غرضکہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلٰے، اسی لیئے اولادِ اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں، یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔

النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى

آزاد فرمائے گا[1] حتی کہ شرمگاہ کے بدلہ شرمگاہ[2] (مسلم، بخاری)[3]۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل اچھا ہے؟[4] فرمایا اللہ پر ایمان لانا، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا[5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کونسی گردن افضل ہے؟ فرمایا زیادہ قیمتی اور مالک کے نزدیک نفیس[6] میں نے عرض کیا، کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں، فرمایا کام والے کی مدد یا بیکار کا کام کر[7] میں نے عرض کیا، اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں، تو فرمایا کہ لوگوں کو اپنی شر سے بچائے رکھ[8] کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تو اپنے نفس پر صدقہ کرتا ہے[9] (مسلم، بخاری) ۞ دُوسری فصل۔ روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے، فرماتے ہیں، کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ

[1] یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائیگا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں، اسی لیئے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولحمہا بلحمہ شعرھا بشعرہ بہرحال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جبکہ رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ [2] شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اسلیئے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء میں خبیث عضو ہے کہ زنا اسی کا عمل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جبکہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہو گیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہو نگے اسی حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ [3] یہ حدیث تمام کتب صحاح میں اور جامع صغیر طبرانی وغیرہ میں مختلف صحابہ سے موقوفًا و مرفوعًا منقول ہے، اسکی تفصیل یہاں مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ [4] یعنی دل دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کونسا عمل افضل ہے اسی لیئے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔ [5] ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بیکار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اور فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا [6] اسی حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مراد قیمتی اور مومن غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔ [7] یعنی جو شخص کاروباری آدمی کہ اسکی کمائی اسے کافی نہ ہو غریب رہتا ہو اسکی بھی مدد کرو اور جو کام کاج کے لائق نہ ہو اسکی بھی دستگیری کرو بعض نسخوں میں بجائے صانعًا کے ضائعًا ہے یعنی برباد شدہ کی مدد کرو کہ اُسے آباد کردو۔ [8] یعنی کوشش کرو کہ تم سے کسی کو نقصان نہ پہنچے مصرع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ [9] کہ اس صورت میں تم اپنے کو گناہ سے بچاتے ہو یہ بھی خود اپنے پر احسان و مہربانی ہے کسی پر ظلم کرنا اس پر وقتی طور پر ہوتا ہے خود اپنے پر دائمی ظلم ہے شعر

پنداشت ستمگر کہ ستم برما کرد ۞ برگردن او بماند و برما بگذشت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ عَمَلًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ قَالَ اَوَلَيْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسَمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكُّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِيْنَ فِيْ ثَمَنِهَا وَالْمِنْحَةُ الْوَكُوْفُ وَالْفَيْءُ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَاِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، بولا مجھے ایسا عمل سکھا ئیے جو مجھے جنت میں پہنچا دے[1] فرمایا اگرچہ تو نے کلام مختصر کیا ہے مگر سوال وسیع کیا[2] غلام آزاد کرو، اور گردن چھوڑو[3] وہ بولا کیا یہ دونوں ایک نہیں[4] فرمایا نہیں، غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اسکی آزادی میں اکیلا ہو، اور گردن چھوڑانا یہ ہے کہ تو اسکی قیمت میں مدد کرے[5] اور بہت دودھ خیرات کرے[6] اور ظالم قرابتدار پر رجوع کرے[7] پس اگر تو اس کی طاقت نہ رکھے، تو بھوکے کو کھانا دے اور پیاسے کو پانی، اور بھلائی کا حکم کر

[1] یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی مجھے اول سے ہی جنت میں پہنچا دے دوزخ کی سزا دے کر نہ پہنچائے یا اسناد مجازی ہے یعنی وہ عمل جنت میں اولی داخلہ کا سبب ہو اس سے معلوم ہوا کہ اسناد مجازی جائز ہے لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ سے بچاتے ہیں جنت میں پہنچاتے ہیں جب ایک عمل جنت میں پہنچا سکتا ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو اس عمل کے کہیں افضل ہیں ضرور پہنچا سکتے ہیں۔ [2] یا تو لئن بمعنے ان ہے بمعنے اگرچہ، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں اختیار کیا، یا لام قسم کا ہے اور ان شرطیہ، اس صورت میں لقد عرضت شرط کی جزا اور پہلی صورت میں تو عبارت کے وہ معنے ہیں جو ہم نے عرض کئے، دوسری صورت میں معنے یہ ہیں قسم ہے کہ تو نے اگر کلام چھوٹا کیا ہے تو مسئلہ بڑا پیش کیا ہے حضور نے سائل کی تعریف فرمائی کہ تو کلام چھوٹا کرتا ہے چیز بڑی مانگتا ہے جنتی ہو جانا معمولی بات نہیں، یہ آخری معنے مرقات نے کئے [3] یہ ہے اس کی عرض و معروض کا جواب اور لئن الخ جملہ معترضہ ہے نسمہ ن و س کے فتحہ سے بمعنے روح و جان، کبھی نفس و ذات کو بھی کہہ دیتے ہیں یعنے روح والی ذات یہاں اسی معنے میں، اس سے مراد غلام یا لونڈی ہے، یوں ہی رقبہ اگرچہ گردن کو کہتے ہیں مگر مراد ہے گردن والا یعنی انسان [4] یعنی حضور نے فرمایا، وفك الرقبة، واو عاطفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عتق اور چیز ہے فک اور چیز مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہیں، ممکن ہے کہ واو بمعنے او ہو یعنی یا غلام آزاد کر یا پھنسی گردن چھڑا [5] سبحان اللہ یہ ہے اس سید الکونین افصح العرب کی فصاحت و بلاغت کہ عتق سے مراد ہے آزاد کرنا، آزاد وہ ہی کریگا جو مالک ہوگا لہذا اسکے معنے ہوئے اپنا غلام آزاد کرنا، اور فک کے معنے ہیں پھنسی گردن چھوڑانا یعنی کسی اور کا غلام ہے اس نے اسے مکاتب کردیا ہے، یہ مال ادا کرنے پر قادر نہیں اس کی گردن پھنسی ہے تو اس کی کل یا بعض قیمت ادا کر کے آزاد کرادے [6] منحہ میم کے کسرہ نون کے جزم سے بمعنے عطیہ، اب اس دودھ والے جانور کو منحہ کہتے ہیں جو کسی کو دودھ پینے کے لیئے عاریۃً دیا جائے اونٹنی یا بکری گائے وغیرہ وکوف وکف سے ہے بمعنے قطرے ٹپکنا، کہا جاتا ہے وكف السقف بارش میں چھت ٹپکی، اس سے مراد بہت دودھ دینے والی اونٹنی بکری وغیرہ ہے جس کا دودھ ٹپکتا ہو زیادتی کی وجہ سے، یہ عبارت مبتدا ہے اس کی خبر پوشیدہ یعنے بہت دودھ والے جانور کا عاریۃً دے دینا بھی بہت ہی اچھا عمل ہے جنت میں پہنچانے والا، یا المنحۃ منصوب ہے فعل پوشیدہ کا مفعول [7] یعنی تیرا عزیز قرابتدار اگر تجھ پر ظلم کرے مگر تو اس پر مہربانی سے رجوع کرے یہ بھی جنتی ہونے کا عمل ہے (اشعہ) یا جو تیرا عزیز قرابتدار دوسروں پر ظلم کرے تو تو اس کی قرابت رغبت واپس کردے اس سے تعلق توڑ دے، تاکہ وہ اس حرکت سے توبہ کرے، محض قرابتداری کی وجہ سے اس کی حمایت نہ کر (مرقات)

وَاَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ○ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِيُذْكَرَ اللّٰهُ فِيْهِ بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَتَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ○ عَنِ الْغَرِيْفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا حَدِيْثًا

اور بُرائی سے منع کرو[1] اگر تو اسکی بھی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کی حفاظت کر سوائے بھلائی کے[2] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے[3] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس لئے مسجد بنائے کہ اسمیں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائیگا[4] اور جو مسلمان نفس کو آزاد کرے تو وہ اُس کا دوزخ سے فدیہ ہوگا[5] اور جو اللہ کی راہ میں بوڑھا ہو[6] تو اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا[7] (شرح السنہ)[8] فصل تیسری - روایت ہے حضرت عریف ابن دیلمی سے[9] فرماتے ہیں کہ ہم واثلہ ابن اسقع کے پاس گئے[10] ہم نے عرض کیا کہ ہم کو وہ حدیث سُنایئے،

[1] یعنے لوگوں پر ظاہری و باطنی احسان کر کھانا پانی ظاہری احسان ہے جس سے جسم کی پرورش ہے اور برائی سے روکنا بھلائی کا حکم دینا باطنی احسان جس سے دل و دماغ کی پرورش ہے۔ [2] اس طرح کہ زبان سے بُری بات جھوٹ غیبت گالی وغیرہ نہ نکالو یہاں خیر شر کا مقابل ہے لہذا اس خیر میں جائز و مباح کلام بھی داخل ہے علماء فرماتے ہیں کہ بہترین عمل یہ ہے کہ کثرت سکوت، لزوم البیوت، قناعت بالقوت، الی ان یموت یعنی بلا ضرورت خاموشی اکثر گھر میں رہنا، تھوڑے پر قناعت کرنا۔ [3] آپ کی کنیت ابو نجیح ہے سلمی ہیں چوتھے مسلمان ہیں آپ کے فضائل بیان کئے جاچکے ہیں۔ [4] مسجد چھوٹی بنائے یا بڑی، اکیلا بنائے یا دوسروں کے ساتھ مل کر اگر نیت میں اخلاص ہے تو انشاء اللہ یہی ثواب ہے، اس سے وقف مسجد مراد ہے نہ کہ گھر کی مسجد جو گھر میں ایک گوشہ نماز کیلئے مخصوص کر لیا جاتا ہے۔ [5] کہ اللہ اس آزاد کرنے کے سبب اُسے دوزخ سے نجات دیگا یہ لازم نہیں کہ اس آزاد کردہ غلام کو ضرور دوزخ ہی میں بھیجے، فدیہ سے یہ مراد نہیں۔ [6] اس طرح کہ اپنی ساری زندگی اسلام میں جہاد میں حج میں طلب علم میں گذارے، فی سبیل اللہ بہت عام ہے، معلوم ہوا کہ پُرانا مسلمان نو مسلم سے اس لحاظ سے افضل ہے۔ [7] اس طرح کہ اس کا مُنہ قیامت کے دن نورانی ہوگا اور وہاں کی تاریکیوں سے نجات پائیگا کیونکہ دنیا میں کبھی کفر و معصیت کی تاریکیوں میں نہیں پھنسا۔ [8] خیال رہے کہ یہ حدیث مجموعی طور پر بروایت عمرو ابن عبسہ صرف شرح سنہ میں ہی ہے مگر متفرق طور پر مختلف راویوں سے مسلم بخاری، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، طبرانی، جامع صغیر وغیرہ میں ہے لہذا صاحب مشکوۃ کا صرف شرح سنہ کا حوالہ دینا مجموعی حدیث کے لحاظ سے ہے۔ [9] آپ کا لقب عریف ابن عیاش ابن فیروز دیلمی ہے نام عبداللہ ہے تابعین میں سے ہیں ثقہ و مقبول الحدیث ہیں۔ [10] آپ مشہور صحابی ہیں واثلہ ابن اسقع لیثی اس وقت ایمان لائے جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے آپ اہل صفہ میں سے ہیں تین سال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی بصرہ میں رہے، آخر عمر میں دمشق سے تین میل دور قریہ بلاط میں رہے، پھر بیت المقدس میں انتقال فرمایا، پورے سو سال عمر پائی۔

لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ وَّلَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَقْرَأُ وَمُصْحَفُهٗ مُعَلَّقٌ فِيْ بَيْتِهٖ فَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ فَقُلْنَا اِنَّمَا اَرَدْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَاحِبٍ لَّنَا اَوْجَبَ يَعْنِي النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ اَعْتِقُوْا عَنْهُ يُعْتِقُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ الشَّفَاعَةُ

جس میں کمی بیشی نہ ہو، تو وہ ناراض ہوگئے، اور فرمایا، تم میں سے کوئی تلاوت کرتا ہے اور اُس کا قرآن اُس کے گھر میں لٹکا ہوتا ہے، تو کیا وہ کمی بیشی کر دیتا ہے[1] ہم بولے کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث سنائیے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو[2] تو فرمانے لگے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے معاملے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کرکے اپنے لئے دوزخ واجب کرلی تھی[3] تو فرمایا اُس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ اُس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد کردے گا[4] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ سفارش ہے۔

[1] مقصد یہ ہے کہ بالکل غلطی نہ ہونا طاقت انسانی سے باہر ہے، دیکھو باوجودیکہ تلاوت قرآن دن رات کی جاتی ہے، اور لکھا ہُوا قرآن گھر میں رکھا رہتا ہے، دن رات دیکھا جاتا ہے پھر بھی اس میں غلطی ہو جاتی ہے، یہ تو حدیث شریف ہے جس کی نہ تلاوت اس قدر اہتمام سے ہو نہ وہ کتابی شکل میں لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے، پھر بالکل زیادتی کمی نہ ہونا کیسے ہوسکتا ہے اس سے معلوم ہُوا کہ روایت حدیث بالمعنٰے اور حدیث میں ایسی زیادتی کمی جس سے مقصد نہ بدلے درست ہے اس پر صحابہ کرام کا عمل ہے (مرقات)۔ [2] یعنی ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس طرح سنائیے کہ اس کے معنے میں قطعی تبدیلی نہ ہوئی ہو یہ مقصد نہیں کہ الفاظ بھی قطعًا نہ بدلیں، آپ ہمارا مقصد سمجھے نہیں۔ [3] لفظ یعنی النار غریف کا ہے، واثلہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روایت یہ ہے اوجب بالقتل، اس کی شرح غریف نے کی، مطلب یہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے کسی کو بغیر عمد قتل کرکے سخت جرم کرلیا تھا، ان پر قصاص تو تھا نہیں، دیت تھی، ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آخرت میں اس قاتل کی جان کیونکر دوزخ سے بچے۔ [4] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بغیر عمد کے قتل میں قصاص نہیں دیت ہے، دوسرے یہ کہ دیت سے دنیاوی معافی ہوجاتی ہے، آخرت کے وبال سے بچنے کے لیئے کوئی نیکی کرنا چاہیئے خیال رہے کہ قتل خطاءً بھی جرم ہے کیوں کہ یہ قتل بے احتیاطی کی سزا دوزخ ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خطاو نسیان پر تو پکڑ نہیں پھر کفارہ کے لیئے غلام کیوں آزاد کرایا گیا، کیوں کہ خطا پر پکڑ نہیں، مگر جس غفلت کی وجہ سے خطا ہوئی، اس غفلت پر پکڑ ہے، اگر کوئی رات کو دیر سے سوئے، جس کی وجہ سے صبح کو آنکھ نہ کھلے اور نماز فجر قضا ہوجائے تو رات کو بلا وجہ زیادہ جاگنے پر پکڑ ہے کہ تم جلد کیوں نہ سوگئے تاکہ جلد آنکھ کھل جاتی۔

بِهَا الَّتِيْ تَفُكُّ الرَّقَبَةَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ◆ بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ وَشِرَى الْقَرِيْبِ وَالْعِتْقِ فِي الْمَرَضِ ◆ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ◆ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَّهٗ فِيْ عَبْدٍ وَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَاءُهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ

جس سے پھنسی گردن چھوٹ جائے۱؎ (بیہقی، شعب الایمان) ◆ مشترک غلام آزاد کرنے۲؎ اور قرابت دار کو خریدنے۳؎ اور بیماری میں آزاد کرنے کا بیان۴؎ پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے، تو اگر اس کے پاس مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے۵؎ تو اس پر غلام کی قیمت لگائی جائے انصاف کی پھر بقیہ شریکوں کو ان کے حصے دیدیئے جائیں، اور غلام اس پر ہی آزاد ہوگا۶؎۔ ورنہ اس غلام میں جتنا

۱؎ یعنی سفارش کرکے کسی کو قرض، غلامیت، قید، بے جا جس سے چھوڑا دینا یا مکاتب کی سفارش کرکے اس کا بدل کتابت کم کرا دینا بہترین صدقہ ہے، خیال رہے کہ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں اللتی ہے تب تو عبارت بالکل واضح ہے، اور بعض نسخوں میں اللتی نہیں، تب یہاں تفك کا جملہ شفاعۃ کی صفت ہے یا اس کا حال، کیونکہ اس صورت میں الشفاعۃ نکرہ ہے، اور نکرہ کی صفت جملہ ہوسکتا ہے، شاعر کہتا ہے

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِيْ

خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کرکے پھنسے آدمی کو چھوڑا دینا بہت افضل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے ومن یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا ۲؎ یعنی ایک غلام چند شخصوں کا مشترک ہو، ان مالکوں میں سے ایک آزاد کردے تو بقیہ مالک کیا کریں، اس میں اختلاف ہے عتق تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں، اس طرح کہ غلام آدھا آزاد ہوجائے اور آدھا غلام رہے، امام ابوحنیفہ کے ہاں ہوسکتا ہے صاحبین کے ہاں نہیں رضی اللہ عنہم اس پر بہت سے شرعی مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ ۳؎ کہ کون قریبی عزیز اپنی ملک میں آنے سے آزاد ہوتا ہے اور کون عزیز آزاد نہیں ہوتا۔ ۴؎ یعنی بیماری موت میں آزاد کرنے اور مدبر کرنے کا حکم۔ ۵؎ شرک شین کے کسرہ رکے سکون سے بمعنے حصہ (مرقاۃ) یعنی اگر چند شخص ایک غلام کے مالک تھے اور غلام ان سب میں مشترک تھا کہ ایک مالک نے اپنا حصہ آزاد کردیا، تو اگر اس آزاد کرنے والے کے بعد کھانے پینے اور لباس اور رہنے کے مکان وخدمت کے غلام غرض ضروریات سے بچا ہوا اتنا مال ہو جو باقی حصہ داروں کے حصوں کی قیمت کے برابر ہو، لہذا اس آزاد کرنے والے کے مکان، جائداد، کپڑے فروخت کرا کر ان شرکاء کو نہ دلوایا جائے گا یہ قیود بہت خیال میں رہیں (مرقات)۔ ۶؎ یعنی آزاد کرنے والا اگر اس قدر مال کا مالک ہے جو اوپر مذکور ہوا تو باقی مالکوں کے حصوں کی انصاف والی قیمت اس سے دلوائی جاوے گی اور غلام پورا آزاد ہوگا، اور یہ اکیلا ہی آزاد کرنے والا مانا جائے گا اس کی ولا ساری کی ساری اسی معتق کی ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس ایک مالک کے آزاد کرتے ہی سارا غلام آزاد ہوجائے گا، ان بقیہ مالکوں کو قیمت دینے پر آزادی موقوف نہ ہوگی، نیز یہ حکم ہر غلام ومعتق کا ہے خواہ مومن ہوں یا کافر، اور اس آزادی سے راضی ہوں یا ناراضی، یہ ہی مذہب ہے صاحبین کا، اسی کو امام طحاوی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔

مَا اَعْتَقَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ
شِقْصًا فِیْ عَبْدٍ اُعْتِقَ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ
عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوْكِيْنَ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ
لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّاَهُمْ اَثْلَاثًا ثُمَّ اَقْرَعَ
بَيْنَهُمْ فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً وَقَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيْدًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَقَالَ

ہوگیا، وہ ہوگیا۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جس نے
غلام میں ایک حصّہ آزاد کیا تو وہ پورا آزاد ہوگیا، اگر اسکے پاس مال ہو اور اگر اسکے پاس مال نہ ہو تو غلام سے محنت کرائی جائے
بغیر اس پر مشقت ڈالے۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ
غلاموں کو آزاد کردیا۳؎ اُس کے پاس سوائے ان کے اور کوئی مال نہ تھا۴؎ تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بلایا، تو ان کے تین حصے کئے، پھر ان میں قرعہ ڈالا۵؎ چنانچہ دو کو آزاد کردیا، اور چار کو غلام رکھا۶؎ اور میت کے لئے
بہت سخت الفاظ فرمائے۷؎ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے، کہ فرمایا

۱؎ یعنی اگر وہ آزاد کرنے والا مالک تنگدست ہے کہ اس کے پاس مذکورہ مال نہیں ہے تو اتنا حصّہ غلام کا آزاد ہوگیا باقی حصّہ غلام ہی ہے، باقی مالکوں کو حق ہے کہ یا غلام سے محنت و مشقت کرا کر اس کی بقیہ قیمت وصول کرکے آزاد کردیں یا غلام ہی رہنے دیں وہ بھی بخوشی بغیر عوض آزاد کردیں، یہ مذہب ہے امام شافعی کا اور یہ حدیث انکی دلیل ہے غرضکہ انکے ہاں غلام کی آزادی کے حصے ہوسکتے ہیں کہ اس غلام کا بعض حصّہ آزاد رہے بعض غلام ہمارے امام اعظم کے ہاں اگرچہ آزادی منقسم ہوسکتی ہے مگر منقسم نہیں ہوسکتی لہذا امام اعظم کے ہاں اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اس وقت تو غلام کا یہی حصّہ آزاد ہوگا مگر باقی مالکوں کو حق ہوگا کہ یا تو وہ بھی آزاد کردیں یا غلام سے مشقت کرا کر اپنے حصوں کی قیمت وصول کرلیں اور غلام یہ قیمت دے کر آزاد ہوجائے، بہرحال تمام اماموں کا اس پر تو اتفاق ہے کہ اگر آزاد کرنے والا غنی ہے تو سارا غلام آزاد ہوجائیگا آزادی منقسم نہ ہوگی، اس پر بھی متفق ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اتنا ہی حصّہ آزاد ہوگا جتنا آزاد کیا گیا، اختلاف اس میں ہے کہ باقی حصّہ غلام رہے گا یا نہیں، امام شافعی کے ہاں رہے گا ہمارے ہاں نہیں صاحبین تقسیم عتق کے قائل نہیں ان کے ہاں بہرحال پورا غلام آزاد ہوگا معتق غنی ہو یا فقیر، ہاں فقیری کی صورت میں غلام آزاد ہو تو چکا مگر محنت کرکے اپنی بقیہ قیمت باقی مالکوں کو دے، سب کے دلائل کتب فقہ میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھو۔ ۲؎ اس حدیث کے معنی صاحبین کے ہاں یہ ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو غلام پورا آزاد ہوگیا مگر کمائی کرکے باقی مالکوں کو اپنے بقیہ حصے کی قیمت ادا کرے اور امام صاحب کے ہاں یہ معنی ہیں کہ ابھی اسکا ایک حصّہ ہی آزاد ہوا، جب کمائی کرکے اپنی بقیہ قیمت ادا کریگا تب باقی آزاد ہوگا امام شافعی کے ہاں یہ معنی ہیں کہ اس صورت میں غلام کا ایک حصّہ آزاد ہوگیا باقی مالک بدستور اپنے اپنے حصوں میں اس سے اپنا کام لیں بلکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ استسعی العبد الخ حضور کا فرمان ہے ہی نہیں یہ قتادہ راوی کا اپنا قول ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ حضور ہی کا فرمان ہے جیساکہ دوسری روایات سے ثابت ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ ان سب سے کہہ دیا تم سب آزاد ہو چلو یہ نہ کہا کہ میرے بعد آزاد ہو جاؤ گے یعنی عتق تنجیزی تھا۔ ۴؎ اگر اس مرنے والے کے پاس ان غلاموں کے سوا اور مال ہوتا کہ یہ غلام اسکا تہائی بن جاتے تو یہ سب آزاد ہوجاتے کہ مرتے وقت اپنے تہائی مال میں تصرف جائز ہے زیادہ میں نہیں۔ ۵؎ یہ چھ غلام زنجی تھے سب کی قیمت برابر تھی اگر قیمت میں کمی بیشی ہوتی تو دو غلام آزاد نہ ہوتے بلکہ تہائی

لَوْشَهِدْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِيْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْكًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ مُتَّفَقٌ

اگر ہم دفن کئے جانے سے پہلے ہوتے، تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا[1] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے بدلہ نہیں دے سکتا[2] مگر اسطرح کہ اسے غلام پائے تو اُسے خرید لے تاکہ آزاد کردے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک انصاری آدمی نے اپنا غلام مدبر کیا[4] اور اسکے پاس اسکے سوا اور مال نہ تھا[5] یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا مجھ سے اسے کون خریدتا ہے[6] چنانچہ اسے نعیم ابن نحام نے آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا[7] (مسلم، بخاری)

مال میں جتنے آتے وہ آزاد ہوتے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مرتے وقت کا آزاد کرنا یوں ہی صدقہ خیرات ہبہ وغیرہ درست ہے دوسرے یہ کہ اسوقت یہ تمام کام اپنے تہائی مال میں کرسکتا ہے کہ باقی دو تہائی مال اس کے وارثوں کا ہے: [6] امام اعظم اور امام شعبی، امام شریح و خواجہ حسن بصری کا فتوٰی یہ ہے کہ اس صورت میں ان چھ غلاموں کا تہائی آزاد ہوگا یعنی ہر ایک غلام کا تہائی حصہ آزاد اور ہر غلام اپنے بقیہ دو تہائی آزاد کرانے کیلئے کمائی کریں قیمت ادا کرکے آزاد ہوجائیں: [7] کیونکہ اس نے ناجائز کام کیا کہ جس مال سے وارثوں کا حق متعلق تھا انھیں آزاد کردیا، معلوم ہوا کہ مردے کو دینی قصور کی وجہ سے برا کہا جاسکتا ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ اپنے مردوں کو بھلائی سے یاد کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی وجہ سے اسے برا نہ کہو (اشعہ):

[1] اس سے معلوم ہوا کہ عبرت کے لیے اگر امام کسی غلطی کرنے والے پر خود نماز نہ پڑھے دوسروں سے پڑھوادے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کرادے تاکہ لوگ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں تو درست ہے یہ تبلیغ کی ایک قسم ہے، شاید اس شخص کی وفات اور دفن کے وقت سرکار مدینہ منورہ سے باہر سفر میں ہونگے ورنہ عموماً حضور صحابہ کرام کے کفن دفن میں شرکت فرماتے تھے: [2] ف تعقیبیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے کیونکہ ماں باپ و دیگر خاص قرابتدار خریدتے ہی آزاد ہوجاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی کتنی ہی خدمت کرے مگر اس کا حق ادا نہیں کرسکتا، اس کا حق ادا کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اگر بیٹا آزاد اور مالدار ہو باپ غلام ہو تو بیٹا اسے خریدے تاکہ وہ باپ اس کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہوجائے، یہ مطلب نہیں کہ پہلے باپ کو خرید کر اس کا مالک بن جائے پھر خود پھر اسے آزاد کرے لہذا یہ حدیث نہ تو اگلی آئندہ حدیث کے مخالف ہے نہ قول فقہاء اس حدیث کے خلاف: [3] یا اس طرح کہ کہا کہ اگر میں فلاں بیماری میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یہ تدبیر مقید ہے اور اس کو مدبر مقید کہتے ہیں یا اسطرح کہ کہا جب میں مرجاؤں، تو تو آزاد ہے اسے تدبیر مطلق کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مدبر مطلق کہا جاتا ہے، یہ فرق خیال میں رہے: [4] یعنی ان انصاری کا کل مال یہ غلام ہی تھا اور کوئی مال نہ تھا لہذا یہ غلام تہائی مال سے نہیں نکل سکتا اور وصیت تہائی مال میں ہی جاری ہوتی ہے: [5] یہ نیلام نہ تھا ورنہ دوسرے بھی بولی دیتے بلکہ ان انصاری کی تدبیر باطل فرمادینے کا اعلان تھا تاکہ لوگوں کو اطلاع ہوجائے: [6] ان خریدار کا نام نعیم ابن عبداللہ ابن اسید ہے قبیلہ بنی عدی سے ہیں جس قبیلہ سے حضرت عمر ہیں، نحام بنا ہے نحمہ سے بمعنی کھانسی یا کھنکار، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نے جنت میں جاتے وقت اپنے آگے کسی کی کھانسی سنی، حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یہ عبداللہ عدوی کی کھنکار ہے اس دن سے انکا لقب نحام پڑ گیا بمعنی کھنکار والے یا کھانسی والے حق یہ ہی ہے کہ یہ لقب نحام عبداللہ کا ہے نہ کہ نعیم کا:

عَلَیْهِ وَفِی رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاشْتَرَاهُ نُعَیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِیُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَیْهَا فَاِنْ فَضَلَ شَیْءٌ فَلِاَهْلِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَیْءٌ فَلِذِی قَرَابَتِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِی قَرَابَتِكَ شَیْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا یَقُوْلُ فَبَیْنَ یَدَیْكَ وَعَنْ یَمِیْنِكَ وَشِمَالِكَ

اَلْفَصْلُ

اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اسے نعیم ابن عبداللہ عدوی نے آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا[1] وہ یہ درہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے وہ درہم انہیں دیئے[2] پھر فرمایا کہ اپنے نفس سے شروع کرو، کہ اس پر خرچ کرو[3] پھر اگر کچھ بچ رہے تو اپنے گھر والوں کو دو، پھر اگر گھر والوں سے کچھ بچ رہے، تو اپنے قرابت والوں کو دو[4] پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے بھی کچھ بچ رہے، تو یوں دو، اور یوں دو، حضور انور اپنے آگے داہنے بائیں اشارہ فرماتے جاتے تھے[5] فصل

[1] اس حدیث کی بنا پر بعض اماموں نے فرمایا کہ مدبر کرنے والے مولی کی زندگی میں مدبر کو فروخت کرسکتے ہیں کہ حضور نے ان انصاری کی زندگی میں ان کا مدبر فروخت کیا۔ امام شافعی کے ہاں مدبر کی بیع مطلقًا جائز ہے مولی کی زندگی میں بھی بعد موت بھی۔ ہمارے ہاں مدبر کی بیع مطلقًا ممنوع ہے مولی کی زندگی میں بھی اس کی موت کے بعد بھی، چنانچہ دار قطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے مرفوعًا و موقوفًا روایت کی کہ مدبر نہ فروخت کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اس حدیث کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجمل ہے جس میں اس بیع کی وجہ بیان نہ ہوئی، یا تو یہ انصاری مقروض تھے یہ غلام ان کے قرض میں گھرا تھا لہذا حضور نے یہ تدبیر جائز نہ رکھی یا انہوں نے تدبیر مقید کی تھی کہ اگر میں اتنے عرصہ یا فلاں بیماری میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور نے انہیں یہ قیمت دے کر یہ بھی فرمایا کہ اس سے اپنا قرض ادا کرو یا حضور نے اس مدبر کی خدمت فروخت کی یعنی اسے کرایہ پر دیا جیسا کہ دار قطنی بروایت عبدالغفار عن ابی جعفر روایت کی، چنانچہ ابو جعفر یعنی امام محمد باقر ابن امام علی زین العابدین نے اس حدیث جابر کی بنا پر مدبر کی خدمات کی بیع جائز قرار دی یا یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب قرض وغیرہ میں آزاد کی بیع بھی درست تھی، تو یہ شخص تو مدبر تھا یعنے آزادی کا مستحق تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، بہرحال مذہب حنفی بہت قوی ہے، حدیث جابر میں بہت سے احتمالات ہیں، ان احتمالات کے ہوتے ہوئے اس سے استدلال درست نہیں، امام شافعی بھی مانتے ہیں کہ ام ولد کی بیع درست نہیں حالانکہ ام ولد بھی گویا مدبرہ ہی ہوتی ہے کہ مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے تو مدبر کی بیع کیونکر جائز ہوسکتی ہے (از مرقات وغیرہ)۔ [2] یعنی نعیم سے آٹھ سو درہم وصول فرما کر ان مدبر فرمانے والے انصاری کو عطا فرمائے اور ان سے وہ کلام فرمایا جو آگے آرہا ہے۔ [3] حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اپنے قرض سے شروع کرو کہ پہلے اس رقم سے قرض ادا کرو، پھر اپنے نفس سے شروع کرو کہ اپنے پر خرچ کرو۔ [4] اہل سے مراد بیوی بچے وغیرہ ہیں جن کا خرچہ انکے ذمہ فرض تھا اور اہل قرابت سے مراد باقی دوسرے عزیز رشتہ دار ہیں جن کا خرچہ دینا مستحب۔ [5] اگر قرابتداروں کو خرچہ دے کر بھی بچ رہے یا ان میں کوئی غریب ہو ہی نہیں تو دوسرے کار خیر میں خرچ کرو، فقراء کو خیرات، مسجد، سبیل، طلباء پر خرچ۔ خیال رہے کہ مدبر مقید مولی کی زندگی میں تو مدبر نہیں ہوتا لیکن اگر مولی اسی شرط پر مرے جس پر مدبر کیا تھا تو اب وہ مدبر آزاد ہوجائے گا گویا یہ تدبیر بالشرط ہے مثلًا کہا تھا کہ اگر میں اسی سال میں یا اسی مرض میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے، تو مولی کے جیتے جی وہ مدبر نہیں لیکن اگر وہ اسی سال یا اسی مرض میں مرگیا تو اب وہ مدبر آزاد ہے کہ شرط آزادی پائی گئی۔

اَلثَّانِیْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَّحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ ۱؎ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَلَدَتْ اَمَةُ الرَّجُلِ مِنْهُ فَهِيَ مُعْتَقَةٌ ۳؎ عَنْ دُبُرٍ مِّنْهُ اَوْ بَعْدَهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ، وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ

دوسری، روایت ہے حضرت خواجہ حسن بصری سے وہ حضرت سمرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ فرمایا جو اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے ۱؎ تو وہ آزاد ہے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جب کسی کی لونڈی اُس سے بچہ جَن دے کہ وہ اُس کے پیچھے یا اُس کے مرے بعد آزاد ہے ۳؎ (دارمی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ام ولد لونڈی کو فروخت کیا ۴؎ پھر جب زمانہ فاروقی ہوا تو انہوں نے ہمیں اس سے منع کردیا، پس ہم باز رہے ۵؎ (ابوداؤد) ۶؎ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا

۱؎ ذی رحم وہ قرابتدار ہے جس سے نسبی رشتہ ہو اور محرم وہ جس سے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو لہذا داماد محرم تو ہے مگر ذی رحم نہیں، اور چچا زاد بھائی ذی رحم ہیں مگر محرم نہیں اور باپ بھائی بھتیجے چچا وغیرہ ذی رحم بھی ہیں محرم بھی۔ ۲؎ یعنی اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کو خرید لے یا کسی اور طرح اسکی ملکیت میں آجائے تو آتے ہی آزاد ہو جائیگا یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے، امام اعظم ابوحنیفہ و احمد کا رضی اللہ عنہم امام شافعی کے ہاں اپنے اصول و فروع کا تو یہ حکم ہے باقی بھائی بہن وغیرہ ذی رحم کا یہ حکم نہیں، مگر قوی قول امام اعظم کا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا۔ ۳؎ اس حدیث کو احمد و حاکم نے باسناد صحیح نقل فرمایا، نیز حضرت عمر سے موقوفًا بھی مروی ہے نسائی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا نقل فرمائی، سنن اربعہ نے حضرت سمرہ سے مرفوعًا روایت کی، طحاوی شریف نے حضرت عمر و ابن عمر سے مرفوعًا روایت کی، بسوط میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میرا بھائی بازار میں فروخت ہو رہا تھا میں نے اُسے خرید لیا میں چاہتا ہوں کہ اُسے آزاد کردوں، حضور نے فرمایا اُسے تو اللہ تعالٰی نے ہی آزاد کردیا، بہرحال یہ حدیث بے شمار اسنادوں سے مروی ہے عام صحابہ کرام کا اس پر عمل ہے (مرقات و لمعات وغیرہ)۔ ۴؎ یعنی جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے صحبت کرے اور اس سے بچی یا بچہ پیدا ہو جائے تو یہ لونڈی مدبر غلام کے حکم میں ہے کہ اس کے مرے بعد آزاد ہو گی عن دبر اَوْ بعدہ کسی راوی کے شک کی بنا پر ہے، یعنے مجھے خیال نہیں کہ حضرت ابن عباس نے عن دبر منہ روایت فرمائی یا فرمایا بعدہ، دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی بیع یا ہبہ یا وصیت جائز نہیں اس پر تمام اُمت کا اجماع ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ام ولد کی بیع کے قائل تھے بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ۵؎ یا تو نسخ سے پہلے یا بعض صحابہ کو ممانعت کی خبر نہ ہوئی اور بے خبری میں وہ فروخت کرتے رہے زمانہ صدیقی میں ایک دو حضرات نے یہ بیع کی، حضرت جابر سمجھے کہ اس بیع کا عام رواج تھا یہاں یہ ذکر نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بیع کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہ فرمایا جبتک یہ مذکور نہ ہو تب تک حجت نہیں۔ ۶؎ حضرت ابوبکر صدیق کا زمانہ خلافت بہت تھوڑا ہے اور بالکل جہادوں میں گھرا ہوا اسلئے یا تو آپکو اس بیع کی نسخ کی خبر نہ پہنچی یا ان لوگوں کی فروخت کی خبر نہ ہوئی، زمانہ فاروقی بفضلہٖ تعالٰی دس سال ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا وَلَہٗ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَہٗ اِلَّا اَنْ یَّشْتَرِطَ السَّیِّدُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ؛ وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ شِقْصًا مِنْ غُلَامٍ فَذُکِرَ ذٰلِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَیْسَ لِلّٰہِ شَرِیْکٌ فَاَجَازَ عِتْقَہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ ؛ وَعَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ کُنْتُ مَمْلُوْکًا لِاُمِّ سَلَمَۃَ فَقَالَتْ اَعْتِقُکَ وَاَشْتَرِطُ عَلَیْکَ اَنْ تَخْدِمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ اِنْ لَّمْ تَشْتَرِطِیْ عَلَیَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا غلام آزاد کرے جس کے پاس مال ہو[۱] تو وہ مال اس کا ہے مگر یہ کہ مولٰی شرط لگائے[۲] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوالملیح[۳] سے وہ اپنے والد سے راوی، کہ ایک شخص نے ایک غلام کا حصہ آزاد کردیا[۴]، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں[۵] پھر اسکی آزادی کو جائز رکھا[۶] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سفینہ سے[۷] فرماتے ہیں کہ میں ام سلمہ کا غلام تھا، وہ بولیں کہ میں تمہیں آزاد کرتی ہوں، اور تم پر یہ شرط لگاتی ہوں کہ جب تک جیو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرو[۸] میں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں، تو بھی میں زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اور اس زمانہ شریف میں شرعی احکام کی بہت چھان بین ہوگئی اسلیئے آپکو ممانعت کی خبر نہ پہنچی اور ان حضرت کی اس بیع کی بھی، اس لیئے اسکی ممانعت کا اعلان فرمادیا اور کسی صحابی نے اختلاف نہ فرمایا، یہ ہوا اجماع صحابہ، اگر یہ حکم مشکوک ہوتا تو صحابہ میں ضرور اختلاف واقع ہوتا؛ [۵] حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح علٰے شرط مسلم ہے، یہ حدیث نسائی وغیرہ نے مختلف الفاظ سے مختلف اسنادوں سے روایت کی، مگر وہ تمام ضعیف ہیں، ام ولد کی بیع کی ممانعت کی روایات بہت ہیں اور صحیح ہیں جو مرقات نے جمع فرمادی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے جناب ابراہیم پیدا ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں انکے اس بچے نے آزاد کردیا چنانچہ حضور کی وفات کے بعد جناب ماریہ آزاد ہوگئیں اور مثل دیگر ترکات کی طرح صدقہ نہ بنیں؛

[۱] یعنی اسکے قبضہ میں مال ہو اگرچہ وہ مال اسکے مولٰے ہی کی ملک ہے، یہاں مال سے مراد غلام کا کمایا ہوا مال ہے مثلًا بندہ ماذون تھا اُسے تجارت کی اجازت تھی اُس نے تجارت کی مال حاصل ہوا ابھی مولٰے کو نہ دیا تھا کہ غلام آزاد کردیا گیا؛ [۲] یعنی آزاد کردہ غلام کا مال آزاد کرنے والے مولٰے کا ہوگا، ہاں اگر مولٰی مہربانی فرماکر کہدے کہ یہ مال تیرا ہی ہے لے جا، تو پھر ویسا ہی ہوگا، یہی قول جمہور علماء کا ہے، خواجہ حسن بصری، عطاء، نخعی بھی یہ ہی فرماتے ہیں؛ [۳] آپ تابعی ہیں آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہذلی ہیں بصری ہیں بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے، آپ کے والد اسامہ ابن عمیر صحابی ہیں؛ [۴] ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص پورے غلام کا مالک تھا مگر آزاد کیا اسکا آدھا یا چوتھائی باقی اپنی ملک میں رکھا، یہ مطلب نہیں کہ اسکے چند شخص مالک تھے ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا؛ [۵] یعنی اس غلام کا کچھ حصہ تو اللہ کے لیئے آزاد ہوگیا اور کچھ حصہ تیرا رہا، یہ صورت رب تعالٰی کے ساتھ شرکت ہے یہ بہتر نہیں، بہتر یہ ہی ہے کہ پورے غلام کو آزاد کر؛ [۶] یعنی اُسے حکم دیا کہ پورا غلام آزاد کردے اُس نے ایسا ہی کیا، یہ حکم استحبابی تھا جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، امام اعظم غلام کی عتق کے تجزیہ و تقسیم کے قائل ہیں یعنی ان کے ہاں ہوسکتا ہے کہ ایک غلام کا بعض حصہ آزاد ہو بعض غلام، بعض علماء فرماتے ہیں کہ عتق کی تقسیم نہیں ہوسکتی بعض کی آزادی کُل کی آزادی ہے لہٰذا وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ استدلال مردود ہے پچھلی احادیث اسکے خلاف گذر چکیں، چنانچہ مسلم بخاری کی روایت گذر چکی عتق منہ ما عتق؛ [۷] آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے فارسی النسل ہیں مشہور ہے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَاَعْتَقَتْنِیْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَیَّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ، وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُکَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِیَ عَلَیْہِ مِنْ مُکَاتَبَتِہٖ دِرْھَمٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ، وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ عِنْدَ مُکَاتَبِ اِحْدٰکُنَّ وَفَاءٌ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْہُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ

وسلم کو نہ چھوڑنا[1] چنانچہ انہوں نے مجھے آزاد کردیا، اور یہ شرط لگادی[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا کہ مکاتب غلام ہے جبتک کہ اس کی بدل کتابت سے ایک درہم بھی باقی رہے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے مکاتب کے پاس جب پورا کرنے کا مال ہو، تو وہ اس سے پردہ کرے[4] (ترمذی، ابوداؤد)

کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ام سلمہ کے غلام ہیں ہوسکتا ہے کہ حضور انور کے غلام ہوں آپ نے جناب ام سلمہ کو مرحمت فرمایا ہو کسی سفر میں ایک شخص تھک گیا تو اس نے اپنی تلوار، ڈھال نیزہ وغیرہ بہت سی چیزیں ان پر ڈال دیں، حضور نے فرمایا تم تو سفینہ یعنے کشتی ہو اس دن سے آپکا لقب سفینہ ہوگیا، آپ کے چار بیٹے ہیں عبدالرحمٰن محمد، زیاد اور کثیر، ان سب سے روایات لیں، آپ ہی کا واقعہ ہے کہ عہد فاروقی میں ایک جنگل میں ایک شیر نے آپ پر حملہ کرنا چاہا، تو آپ نے فرمایا اے ابوسائب میں رسول اللہ کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں تو وہ شیر کتے کی طرح دم ہلاتا آپ کے آگے آگے چل دیا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ باب الکرامات میں آئیگا انشاء اللہ[5] یعنی تم کو آزاد بالشرط کرتی ہوں کہ تم بعد آزادی ہمیشہ حضور کی خدمت کرنا معلوم ہوا کہ عتق بالشرط جائز ہے اس میں اختلاف ہے کہ غلام کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں، اور اگر نہ پوری کرے تو اس پر کچھ تاوان ہے یا نہیں حق یہ ہے کہ ضرور پوری کرے کہ وعدہ کرچکا ہے، وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔

[1] یعنے میں بغیر شرط لگائے بھی اپنی زندگی بھر غلام بے دام ہوں چنانچہ حضرت سفینہ عمر بھر حضور کے بلکہ حضور کے صحابہ کرام کے خادم رہے۔ [2] شارحین فرماتے ہیں کہ یہ شرط یعنے وعدہ ہے ورنہ شرط جزا سے پہلے ہوتی ہے اور یہاں خدمت آزادی کے بعد ہوگی۔ [3] یعنی جس غلام سے اسکے مولیٰ نے کہدیا ہو کہ تو اپنے روپے ادا کردے تو تو آزاد ہے اس نے تمام روپیہ ادا کردیا صرف ایک درہم یعنے چار آنے باقی ہیں تو ابھی پورا غلام ہی ہے یہ نہ ہوگا کہ ادا کردہ رقم کے حساب سے آزاد ہو جائے اور باقی کے حساب سے غلام رہے، حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ کا تعلق دنیا یا اپنی ہستی سے ایک جَو برابر بھی باقی ہے اسے آزادی میسر نہ ہوگی (اشعہ)۔ [4] یعنی اگر بی بی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا غلام کے پاس کتابت کا مال جمع ہوگیا مگر ابھی اس نے ادا نہیں کیا ہے تو اس بی بی کو چاہیئے کہ اس سے پردہ کرنے لگے کیونکہ اب وہ آزاد ہوجانے پر قادر ہوچکا ہے اس کی آزادی قریب ہے، انھی ام سلمہ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے اپنے غلام نبہان سے پوچھا کہ تیری کتابت کے مال سے کس قدر باقی ہے، وہ بولے دو ہزار درہم، فرمایا کیا وہ تیرے پاس ہیں؟ بولے ہاں، فرمایا ادا کردے اور جا تجھے سلام ہے، یہ کہہ کر آپ نے پردہ ڈال لیا وہ رونے لگے کہ میں آپ کے دیدار سے محروم ہوگیا میں تو یہ رقم کبھی ادا نہ کرونگا آپ بولیں بیٹے اب تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے، یہ حکم یا تو ازواج پاک کیلئے خصوصی تھا یا دوسری عورتوں کو بھی استحبابی ہے ورنہ جب تک کہ مکاتب پائی پائی ادا کردے تب تک وہ غلام ہے اس سے مولاۃ کا پردہ واجب نہیں یا یہ مطلب ہے کہ پردہ کرنے کی تیاری کرے (اشعہ و مرقات) خیال رہے غلام اور اس مالکہ بی بی مولاۃ میں پردہ نہیں جب غلام

وَابْنُ مَاجَةَ ‏‏ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهٗ عَلٰى مِائَةِ اُوْقِيَّةٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشْرَةَ اَوَاقٍ اَوْ قَالَ عَشْرَةَ دَنَانِيْرَ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ رَقِيْقٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ ‏‏ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا اَوْ مِيْرَاثًا وُرِّثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ يُوْدَى الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا اَدّٰى دِيَةَ حُرٍّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ

وابن ماجہ) روایت ہے عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے غلام کو سو اوقیہ چاندی پر مکاتب کیا[1] تو اس نے سب ادا کردیا، سوائے دس اوقیہ کے یا فرمایا سوائے دس دیناروں کے[2] پھر وہ عاجز ہو گیا تو وہ غلام ہی ہے[3] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں، جب مکاتب سزا یا وراثت کو پہنچے، تو اس حساب سے وارث کیا جائے گا، جتنا آزاد ہوچکا[4] (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دیت دیا جائے گا مکاتب ادا کئے ہوئے حصہ کی آزاد کی دیت، اور باقی کی غلام کی دیت[5]

آزاد ہوجائے تو اس سے مولاۃ کا پردہ واجب ہے اور جب آزادی کے قریب ہوجائے تو اس حدیث کی رُو سے پردہ بہتر۔

[1] اس طرح کہ اس سے کہہ دیا تو سو اوقیہ چاندی ادا کردے تو تُو آزاد ہے، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، سو اوقیہ چالیس سو یعنی چار ہزار درہم کا ہُوا، ایک درہم ساڑھے چار آنہ کا۔ [2] یا تو یہ شک صحابی کو ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ فرمایا یا دس دینار یا نیچے کے راوی کو شک ہے کہ میرے استاد حدیث نے کیا فرمایا خیال رہے کہ ایک دینار دس درہم یعنی پونے تین روپے کا ہوتا تھا اب تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کہ سونا بہت گراں ہے۔ [3] یا تو خود غلام ہی کہہ دے کہ اب میں بقیہ روپیہ ادا نہیں کرسکتا یا مکاتبت کی مدت گذر جائے، یہ دونوں صورتیں عجز کی ہیں، اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اس صورت میں ادا کیا ہُوا روپیہ مولا کا ہوگا اور یہ مکاتب پہلے کی طرح مکمل غلام ہوجائیگا، معلوم ہُوا کہ کل بدل کتابت کی ادا سے عاجز ہونا یا بعض سے عاجز ہونا حکم میں یکساں ہے کہ ان صورتوں میں یہ پورا غلام بن جائیگا۔ [4] یعنی سزا اور وراثت میں مکاتب آزاد بھی مانا جائیگا اور غلام بھی، جتنا زرِ کتابت ادا کرچکا ہے اُتنا آزاد ہوگا جتنا زر کتابت اُس کے ذمہ ہے اُتنے میں غلام مثلاً ایک شخص ایک ہزار روپیہ پر مکاتب تھا اور پانچ سو ادا کرچکا تھا، اب اس مکاتب کا والد جو آزاد و مالدار تھا فوت ہوگیا اور مکاتب اس کا اکلوتا بیٹا ہے، جو سہارے ترکہ کا وارث ہونا چاہیئے، تو اب یہ مکاتب آدھے ترکہ کا وارث ہوگا کیونکہ یہ آدھا آزاد ہے، اسی طرح اگر اس مکاتب کو کسی نے قتل کردیا قاتل پر دیت واجب ہوئی، اس مکاتب کی قیمت مثلاً ایک سو روپیہ تھی تو قاتل اس مقتول مکاتب کی آدھی دیت یعنے پچاس اُونٹ اُس مکاتب کے وارثوں کو دیں گے، اور آدھی قیمت یعنے پچاس روپیہ مالک کو ادا کرینگے۔ [5] یودیٰ دیت کا مضارع مجہول ہے ودی یدی باب ضرب سے یعنے دیت دیا جائیگا، اور ادی کا تاریت کا ماضی معروف یعنے یودیٰ ی کے پیش واد کے سکون دَ کے فتح سے ہے اور ادّی دال کے شد و فتح سے ہے، اسکا مطلب یہ ہُوا کہ آزاد مقتول کی دیت سو اُونٹ ہے اور غلام مقتول کی دیت پچاس اُونٹ اور یہ مکاتب آدھا زرِ کتابت ادا کرچکا ہے تو اسکی دیت پچھتر اونٹ ہوگی مگر چونکہ مولے کو مقتول غلام کی دیت نہیں ملتی

وَضَعَّفَهٗ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تَعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰی اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ یَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ هَلَكَتْ فَهَلْ یَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ نَوْمٍ نَامَهٗ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَائِشَةُ اُخْتُهٗ رِقَابًا كَثِیْرَةً رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

اور اسے ضعیف کہا[1]۔ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عمر انصاری سے[2] کہ اُن کی ماں نے آزاد کرنا چاہا۔ پھر صبح تک دیر لگائی، وہ فوت ہوگئیں[3] عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے قاسم ابن محمد سے پوچھا کہ اگر میں انکی طرف سے آزاد کردوں، تو کیا انہیں نفع دیگا[4] تو قاسم بولے کہ سعد ابن عبادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ میری ماں وفات پاچکیں، کیا انہیں نفع دے گا یہ کہ میں اُن کی طرف سے آزاد کردوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں[5] (مالک)، روایت ہے حضرت یحیٰی ابن سعید سے[6] فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سوتے میں وفات پاگئے[7] تو انکی بہن عائشہ صدیقہ نے اُن کی طرف سے بہت غلام آزاد کئے[8] (مالک) اور روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے

بلکہ غلام کی قیمت ملتی ہے اس لیئے اُسے آدھی قیمت دی جاوے گی ۔ [1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب جس قدر بدل کتابت ادا کرچکا اتنا آزاد ہے مگر پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک اُس کے ذمہ ایک پیسہ بھی ہے وہ غلام ہے مگر یہ حدیث ضعیف ہے اسلیئے پچھلی حدیث کے متعارض نہیں ہوسکتی، اور سوائے امام نخعی کے کسی امام نے اس پر عمل نہیں کیا سب کے ہاں ایسا مکاتب نہ اپنے کسی عزیز کا وارث ہو اور نہ اسکی دیت وارثوں کو دی جائے بلکہ اسکی پوری قیمت مولیٰ کو دی جائے گی ۔ [2] عبدالرحمٰن تابعی ہیں ثقہ ہیں قاضی مدینہ منورہ ہیں انکی احادیث مضطرب ہوتی ہیں ان کے والد کا نام عمرو ابن حصین ہے یا ثعلبہ ابن عمرو ابن حصین وہ صحابی ہیں (اشعہ ومرقات) ان کی والدہ کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر وہ صحابیہ نہیں تابعیہ ہیں ۔ [3] یعنے شام کے وقت لونڈی یا غلام آزاد کرنا چاہا مگر کہا کہ صبح آزاد کروں گی رات میں اچانک فوت ہوگئیں، اسی لیئے علماء فرماتے ہیں کہ نیکی میں جلدی کرے دیر نہ لگائے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ [4] یعنے میں نے حضرت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق سے مسئلہ پوچھا کہ اگر اب انکی طرف سے میں غلام آزاد کردوں تو کیا انہیں ثواب ملیگا ۔ [5] حضرت قاسم نے مسئلہ نہ بتایا بلکہ مسئلہ کی دلیل بتادی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے صدقہ خیرات و نفل نماز کا ثواب کسی کو بخشنا جائز ہے یوں ہی غلام لونڈی آزاد کرکے اسکا ثواب بخشدینا بھی جائز ہے اور یہ ثواب میت کو ضرور پہنچتا ہے ۔ [6] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں آپ سے امام مالک ہشام ابن عروہ، سفیان ثوری جیسے ائمہ حدیث نے احادیث لی ہیں بڑے عالم متقی صالح شب بیدار عبادت گذار تھے ۔ [7] آپ عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں صلح حدیبیہ کے سال ایمان لائے، اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالکعبہ یا عبدالعزیٰ تھا بعد اسلام عبدالرحمٰن نام رکھا گیا صدیق اکبر کی سب اولاد میں آپ ہی بڑے ہیں سوتے میں اچانک وفات پاگئے ۔ [8] جناب عائشہ صدیقہ کو آپ کی وفات پر بہت صدمہ ہوا کیوں کہ آپ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَلَمْ يَشْتَرِطْ مَالَهٗ فَلَا شَيْءَ لَهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ◆ بَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ ◆ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ◆ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَثِيْرًا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ◆ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا

فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جو غلام خریدے، اُس کے مال کی شرط نہ لگائے، تو اُسے کچھ نہ ملے گا[1] (دارمی) قسموں اور نذروں کا بیان[2] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں، زیادہ قسم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ تھی[3] کہ قسم ہے دلوں کو بدلنے والے کی[4] (بخاری) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالٰی تم کو اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے[5] جو قسم کھانا چاہے،

حضرت عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی تھے حضرت ام رومان کے شکم شریف سے، اچانک وفات پائی، کوئی وصیت وغیرہ نہ کر سکے، اس لیئے آپ نے علاوہ اور صدقات کے ان کی طرف سے بہت سے غلام بھی آزاد فرمائے۔ خیال رہے کہ اچانک موت غافل کیلئے اللہ کی پکڑ ہے کہ اُسے توبہ کا وقت نہیں ملتا، عاقل و نیک کار کیلئے اللہ کی رحمت، کہ رب اُسے بیماری کی تکالیف سے بچا لیتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی بحالتِ نماز جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

[1] غلام کے مال سے مراد اس کا مقبوضہ مال ہے نہ کہ مملوکہ مال کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا وہ خود اپنے مولٰے کا مال ہے یعنے کسی نے کسی شخص کا غلام ماذون خریدا جسے خرید و فروخت کی اجازت تھی اور اس کے مقبوضہ مال کی شرط نہ لگائی، تو یہ سارا مال فروخت کرنے والے مولٰے کا ہوگا اسے صرف غلام ملیگا ہاں اگر یہ خریدار کہہ لیتا کہ میں یہ غلام اور اس کا مقبوضہ مال خریدتا ہوں تب یہ مال خریدار کا ہوتا فَلَا شَيْءَ لَهٗ میں لہٗ کا مرجع خریدار ہے یعنے خریدار کو کچھ مال نہ ملیگا۔ [2] ایمان یمین کی جمع ہے یمین بمعنے داہنی جانب، یسار کی مقابل بمعنے بائیں جانب، چونکہ اہل عرب عموماً قسم کھاتے یا قسم لیتے وقت ایک دوسرے سے داہنا ہاتھ ملاتے تھے اسلیئے قسم کو یمین کہنے لگے یا یمین بنا ہے یمن بمعنے برکت و قوت سے چونکہ قسم میں اللہ تعالٰی کا بابرکت نام بھی لیتے ہیں اور اس سے اپنے کلام کو قوت دیتے ہیں اسلیئے اسے یمین کہتے ہیں بمعنے بابرکت و قوت والی گفتگو، قسم تین قسم کی ہوتی ہیں قسم لغو، قسم غموس، قسم منعقدہ، منعقدہ قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اللہ کے نام کی کھائی گئی ہو اور قسم غموس میں صرف گناہ ہے اور قسم لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ، نذور جمع ہے نذر کی بمعنے ڈرانا اسی سے ہے نذیر، کسی غیر واجب عبادت کو اپنے ذمہ واجب کر لینا نذر ہے خواہ کسی شرط پر معلق ہو یا نہ ہو گناہ کی نذر ماننے میں کفارہ قسم کا ہوتا ہے قسموں اور نذروں کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے ہم بھی آئندہ بقدرِ ضرورت عرض کرینگے، نذر کا ثبوت قرآن کریم سے ہے اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا اور قرآن کریم میں ہے اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ وغیرہ۔ [3] اس عبارت میں کثیر مبتدا ہے ما مصدریہ اور یہاں وقت پوشیدہ ہے کان تامہ ہے یحلف تمام خبر اور لا و مقلب القلوب یحلف کا مفعول بہ جیسے نحوی لوگ کہتے ہیں اخطب ما یکون الامیر قائما غرضکہ جملہ کی ترکیب پیچیدہ ہے۔ [4] لا کسی گذشتہ کلام کی نفی ہے واؤ قسمیہ ہے مقلب القلوب اللہ تعالٰی کا صفاتی نام ہے، معلوم ہوا کہ اسماء صفاتیہ سے بھی قسم کھانا جائز ہے۔ [5] یعنے غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیئے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ یعنے قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہو گیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیئے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے، یا وہ بیانِ جواز کے لیئے ہے یہ حدیث

فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُمْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَائِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ

تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ بتوں کی، اور نہ اپنے باپ دادوں کی[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا کہ جو قسم کھائے اپنی قسم میں کہہ دے کہ لات و عزیٰ کی قسم، تو کہے کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا[4] اور جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں، تو وہ خیرات کرے[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے[6] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے، جو اسلام کے سوائے کسی دین پر جھوٹی قسم کھائے[7] تو وہ

بیانِ کراہت کے لیے (مرقات)۔ [1] اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی نام ہیں لہذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے، قرآن مجید میں زمانہ، انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر (مرقات) [2] آپ عبد شمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا کنیت ابوسعید شمسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں قرشی ہیں فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ [3] طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں اہل عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرمادیا گیا، خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ۔ [4] یعنی اگر بھول کر لات و عزیٰ کی قسم کھائے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹا دیتی ہیں اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، لات و عزیٰ مکہ والوں کے دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے، اب جو گنگا جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔ [5] یعنے جوا کھیلنا تو در کنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ارادۂ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔ [6] آپ ابوزید انصاری خزرجی ہیں، بیعتہ الرضوان میں حاضر تھے بہت کم سن تھے مدنی ہیں بصرہ میں قیام رہا، ۴۵ھ میں وفات ہوئی۔ [7] مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو یہودی ہو جاؤں حالاں کہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا قِلَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَاَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ایسا ہی جیسا کہا[1] اور کسی انسان پر اپنی غیر مملوک میں نذر نہیں[2] اور جو کسی چیز سے اپنے کو قتل کرے دنیا میں تو اُسے اُسی چیز سے قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا[3] اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے تو وہ اُس کے قتل کی طرح ہے[4] اور جو کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگائے تو وہ اُس کے قتل کی طرح ہے[5] اور جو جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اُس سے مال بڑھائے، تو اللہ نہ بڑھائے گا مگر کمی[6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں انشاء اللہ کوئی قسم نہ کھاؤں گا[7] کہ اسکے سوائے کسی کو اس سے اچھا دیکھوں، مگر اپنی قسم کا کفارہ دوں گا[8] اور وہ کام کرونگا جو بہتر ہو[9] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

[1] یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہوگیا یا اسلام سے بری ہوگیا، یہ فرمان تشدد کیلئے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہوگیا، ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہوجائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے بری ہوجاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گذشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔[2] مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہوجائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے، اس صورت میں نہ اُس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اسکی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اسکی ملک میں آ بھی جائیں، تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔[3] مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کرے تو کل قیامت میں چھری اُسکے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔[4] یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اُسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔[5] کیونکہ کفر و ارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلاوجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اُسے لائق قتل کہنا ہے، خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنے ہیں پھینکنا، اصطلاحِ شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔[6] یعنی جو اپنا مال بڑھانے کیلئے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعوے کرے اُسکا مال انشاء اللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کیلئے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔[7] یہاں یمین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حلف اور یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علیٰ یمین کے لیئے؟[8] یعنی قسم توڑ کر کفارہ دونگا یا کفارہ دینے کا ارادہ کرلونگا پھر قسم توڑوں گا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کبھی حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا، وقت سے پہلے نماز اور رمضان سے پہلے روزہ جائز نہیں اسی طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں، خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنث سے پہلے ہوسکتا ہے مگر روزہ سے کفارہ حنث

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سُمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے عبدالرحمٰن ابن سمرہ امیر ہونا نہ مانگو[1] کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اسکی طرف سپرد کردیئے جاؤ گے[2] اور اگر بغیر مانگے دی گئی، تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی[3] اور جب تم کسی چیز پر قسم کھالو پھر اس کے سوا کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے لو، اور جو بہتر ہے وہ کرلو[4] اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا ہے وہ کرلو، اور اپنی قسم کا کفارہ دے لو[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

سے پہلے نہیں ہوسکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے، وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب قسم ہے حنث تو اس کی شرط ہے رب تعالٰے نے فرمایا کفارۃ ایمانکم کفارہ کو قسم کی طرف منسوب فرمایا نسبت سے معلوم ہوا کہ کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز کعبہ کا حج نسبت و اضافت سبب ہونے کی علامت اور حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہوتا شرط پر مقدم ہوسکتا ہے سال سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں ہمارے امام اعظم کے ہاں کوئی کفارہ مالی یا بدنی حنث سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنث ہے نہ قسم، کفارہ کے معنے ہیں گناہ مٹانے یا چھپانے والی چیز، قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسے کہا جاتا ہے اس سال کی زکوٰۃ، دیکھو سال زکوٰۃ کی شرط ہے سبب نہیں مگر اضافت ہورہی ہے پھر شوافع جبکہ قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں مانتے ہیں؟[9] مثلًا اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کرونگا تو چاہیے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے، خیال رہے کہ واو جمع کیلئے ہے ترتیب کیلئے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم وارد ہوا فلیکفر عن یمینہ ثم لیأت بالذی ھو خیر مگر یہ روایت درست نہیں مسلم بخاری میں واو وارد ہے میاں مرقات نے ثم اور واو کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واو کی روایات کو ترجیح دی اگر ثم کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔

[1] یعنی حکومت وسرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو آج کل تو ممبری وزارت حاصل کرنے ووٹ لینے کی جو کوشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے کہ ووٹوں کیلئے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کردیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں دیکھا جارہا ہے سارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو یہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں۔ [2] یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کرسکتا اللہ تعالٰی ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لیگا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا اللہ تعالٰی اس کی مدد نہ کریگا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش عیش دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لیے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس جاکر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لیئے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے جبکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا اجعلنی علی خزائن الارض مجھے خزانوں کا حاکم

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَفْعَلْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّلِجَّ اَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جو کسی پر قسم کھائے پھر اس سے بہتر کچھ دیکھے، تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے[۱] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ بات کہ اڑا رہے تم میں سے کوئی اپنی قسم پر اپنے گھر والوں کے متعلق[۲] زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اس سے کہ اسکا کفارہ ادا کردے جو اللہ نے اس پر فرض کیا[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری قسم اس پر ہے جس پر تیرا ساتھی تیری تصدیق کرے[۴] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بنادو، اگر آپ اس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے ؛ [۳] یعنی اس صورت میں اللہ تعالٰی بذریعہ فرشتے کے تمہاری مدد فرمائیگا کہ وہ فرشتہ تمہارا مشیر رہے گا تمہیں سنبھالے رہیگا ؛ [۴] جو شخص گناہ کرنے یا فرض ادا کرنے کی قسم کھالے مثلًا خدا کی قسم میں شراب پیونگا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کردینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلًا خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا، ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالٰی فرماتا ہے واحفظوا ایمانکم جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤنگا، یہ کپڑا نہ پہنونگا ؛ [۵] مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیئے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دیکر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے ؛

[۱] اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے واو صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کے لیئے ہوگا بعض موقعوں پر استحباب کے لیئے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ؛ [۲] یَلِجَّ ی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاءؔ ولجاجۃ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاجہ کے معنے ہیں اڑجانا، مصر ہوجانا، قائم رہنا یعنے جو شخص اپنے گھروالوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلًا یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کرونگا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کرونگا ؛ [۳] یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس خیال رہے کہ یہاں آثم تفضیل مقابلہ کیلیئے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا سخت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب، کہ اگرچہ رب تعالٰی کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیئے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے ؛ [۴] یعنی جس قسم سے کسی کا حق وابستہ ہو اس میں توریہ یعنے ظاہر معنے کے خلاف کی نیت کرنا درست نہیں لیکن اگر ظالم ظلم کرنے کے لیئے ہم سے قسم لے رہا ہے تو وہاں ضرور توریہ کرکے اپنی جان و آبرو بچالے، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں یعنے دینی بہن، شاہ مصر کے ظلم سے بچنے کیلیئے ہجرت میں صدیق اکبر نے ایک کافر کو جواب دیا رجل یهدینی السبیل یہ صاحب یعنے محمد رسول اللہ مجھے راہ دکھانے والے ہیں یعنی راہ خدا دکھانے

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْیَمِیْنُ عَلٰی نِیَّۃِ الْمُسْتَحْلِفِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَۃَ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ فِیْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللہِ وَبَلٰی وَاللہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ وَقَالَ رَفَعَہٗ بَعْضُھُمْ عَنْ عَائِشَۃَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ وَلَا بِاُمَّھَاتِکُمْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم، قسم لینے والے کی نیت پر ہے[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نازل ہوئی یہ آیت کہ اللہ تم تمہاری پکڑ نہیں فرماتا، تمہاری لغو قسموں پر، انسان کے اس قول کے متعلق نہیں، واللہ ہاں واللہ[۲] (بخاری)، اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں[۳] اور فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت عائشہ سے مرفوع کیا[۴] دوسری فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ، اور نہ اپنی ماؤں کی اور

والے اپنے ہے توریہ حضرت سوید ابن حنظلہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوا میرے ساتھ وائل ابن حجر حضرمی تھے راہ میں دشمن مل گئے، میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم یہ شخص میرا بھائی ہے تاکہ وہ انہیں قتل نہ کردیں، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا ماجرہ عرض کیا، فرمایا تم نے اچھا کیا وائل ابن حجر تمہارے دینی بھائی ہیں[۱] یعنی جب مقدمہ میں مدعی مدعٰی علیہ سے قسم لے تو قسم کے الفاظ میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا مدعٰی علیہ تاویل کرکے دوسرے معنے خلاف ظاہر کی نیت نہیں کرسکتا کہ اس صورت میں مدعٰی علیہ ظلمًا مدعی کا حق مارنا چاہتا ہے اسلئے تاویلیں کرکے قسم کھا رہا ہے اگر بعد تاویل کرکے قسم کھا جائے تو تاویل معتبر نہیں مدعی کی نیت کا اعتبار ہے[۲] قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنے بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آگیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہی تفسیر فرمائی، امام اعظم و امام احمد کا یہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہونگے مثلًا عادت کے طور پر کہدے واللہ میں جاؤنگا واللہ کھاؤنگا، اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمدًا ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح، طلاق اور قسم، امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء و نسیان اٹھا لیئے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے ہ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطاء و نسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام، یہ روزے میں خطاءً پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں، ایسے خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں اسکی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے[۳] یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے وہ الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے وہ یہ ہیں قالت لغو الیمین قول الانسان لا واللہ وبلی واللہ (اشعہ)[۴] یعنی امام بغوی نے شرح سنہ میں فرمایا کہ بعض محدثین نے یہ حدیث عائشہ مرفوعًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی انخیال رہے کہ مجبور کی قسم ہمارے ہاں معتبر ہے اس پر احکام جاری ہیں، امام شافعی و احمد کے ہاں معتبر نہیں ان کی دلیل دار قطنی کی وہ حدیث ہے جو واثلہ ابن اسقع و ابی امامہ سے منقول ہے لیس علی مقھور یمین مگر یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے (مرقات)۔

وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا

نہ بُتوں کی[1] اور اللہ کی قسم نہ کھاؤ، مگر جبکہ تم سچے ہو[2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو کوئی غیرِ خدا کی قسم کھائے، اُس نے شرک کیا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی امانت کی قسم کھائے، وہ ہم میں سے نہیں[4] (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جو کہے میں اسلام سے بَری ہوں، تو اگر وہ جھوٹا ہو[5] تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اُس نے کہا[6] اور اگر سچا ہو، تو اسلام کی طرف سلامت نہ پھرے گا۔[7]

[1] یعنی نہ اپنے اصول کی قسم کھاؤ جن کی اولاد میں تم ہو اور نہ فروع کی قسم کھاؤ جو تمہاری اولاد میں ہیں بیٹے پوتے نواسے وغیرہ نہ مال وغیرہ کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے، انداد جمع ہے ند کی بمعنی مقابل۔ [2] یعنی اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کی قسم کھانا جائز ہے مگر سچی قسم جھوٹی قسم کھانا حرام ہے جس پر گناہ یا کفارہ واجب ہے یہ شرعی قسم کے احکام ہیں، لغوی قسم بمعنی تاکیدِ کلام، یہ ماں باپ اولاد وغیرہ کی بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا افلح وابیہ قرآن کریم میں جو قسمیں مذکور ہوئیں وہ لغوی قسمیں ہیں، بتوں کی قسم نہ لغوی جائز ہے نہ شرعی کہ اس میں انکی تعظیم ہے اور بت کی تعظیم حرام بلکہ کفر ہے۔ [3] اگر بت کی قسم کھائی تو شرک جلی کیا اور اگر ماں باپ اور اولاد کی شرعی قسم کھائی ان کی تعظیم کی بنا پر تو شرک خفی کیا، نبی و کعبہ کی بھی قسم شرعی جائز نہیں مگر جو کہے کہ اگر میں یہ کروں تو نبی یا قرآن یا کعبہ سے بری ہوں تو قسم ہو جائے گی، جس پر کفارہ واجب ہوگا کہ نبی و قرآن سے بری ہونا کفر ہے کفر کی قسم معتبر ہے (مرقات)۔ [4] اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں، قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض یہ قسمیں کفار کھاتے تھے، نماز کی قسم وغیرہ اور اگر مراد امانت اللہ ہے تو قسم معتبر ہے اس پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم اور رب تعالٰی کا نام شریف امین بھی ہے (مرقات و اشعہ) خیال رہے جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگرچہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔ [5] یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری و دُور ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔ [6] یعنے اسلام سے بری و دُور ہو ہی جائیگا، یہ فرمان انتہائی ڈرانے کیلئے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑے اس نے کفر کیا، مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے، خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا، اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار و بری ہو جاؤں اگر حلال کو حرام کرنے کیلئے کہا ہے تو قسم ہو جائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے۔ [7] یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ تھا وہ جھوٹا تب بھی اس

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوسعید الخدری سے، فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم میں مبالغہ فرماتے، تو یوں فرماتے، اُس کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قسم فرماتے، تو آپ کی قسم یہ ہوتی تھی، اور خدا سے معافی چاہتا ہوں[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کسی چیز پر قسم کھائے[3] فوراً کہہ دے انشاء اللہ، تو اُس پر حنث نہیں[4] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

لیے بڑا گناہ کیا، مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے بات کی ہو تو میں اسلام سے دور ہو جاؤں، اسے خیال تھا کہ میں نے بات نہیں کی مگر کی تھی، تب بھی اس کلمہ میں گناہ ہے کہ اس نے اسلام کو معمولی دیکھا سمجھا یہی حکم ہے یہ کہنے کا کہ میں نماز روزہ حج زکوٰۃ سے بری ہوں کیونکہ اسلامی احکام کو ہلکا جاننا بات بات پر ان سے بیزاری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔

[1] یہاں لا یا تو زائدہ ہے جیسے قرآن کریم میں ہے لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ یا لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ یا گزشتہ کسی کلام کی نفی ہے یعنی ایسا نہیں ہوا قسم ہے اس رب کی الخ پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں، اسی معنے پر ہم نے ترجمہ کیا ہے، یہ قسم نہایت مبالغہ کی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت و قبضہ کا بھی ذکر ہے اور اپنی ذات کریمہ کے مقبوض و مقدور ہونے کا بھی تذکرہ یعنے ہم اسکی قسم فرماتے ہیں جس کا ہم پر پورا پورا قبضہ ہے، اور ہم جس کے قبضہ و تصرف میں ہمیشہ اور ہر طرح ہیں، اس عظمت پر خیال رکھتے ہوئے یہ قسم فرما رہے ہیں چونکہ حضور خود تمام مخلوق الٰہی میں اشرف و برتر ہیں اسلئے یہ قسم بھی بہت اشرف و برتر ہے۔ [2] یعنی واقعہ ایسا نہیں ہے میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اس سے کہ یہ واقعہ غلط ہو، یہ فرمان عالی قسم نہیں مگر تاکید کلام میں قسم کے مشابہ ہے اسے قسم کہنا مجازاً ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کلام شریف کو قسم اس لیئے فرمایا کہ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ میں واو عاطفہ ہے جسکا معطوف علیہ پوشیدہ ہے یعنی میں قسم فرماتا ہوں اور رب سے معافی مانگتا ہوں یا یہ قسم لغو ہے جو اگرچہ گناہ نہیں مگر میری شان سے یہ بھی بعید ہے لہٰذا اس قسم سے معافی مانگتا ہوں، اور بھی بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ [3] یمین سے مراد وہ واقعہ ہے جس پر قسم کھائی جائے ورنہ قسم پر قسم نہیں ہوتی حلف قسم ہے وہ یمین پر کیسے واقع ہوگا۔ [4] یعنی قسم سے متصل کہدے انشاء اللہ اسی لیئے ف ارشاد ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ اگر وعدے یا قسم سے متصل انشاء اللہ کہہ دیا جائے تو اسکے خلاف کرنے پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا مگر بعد میں آپ صبر نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہ ہوا، اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ انشاء اللہ متصل کہہ دینے سے قسم ختم ہو جاتی ہے، طلاق، عتاق، نکاح کا یہی حال ہے کہ اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے انشاء اللہ، یا میں نے نکاح قبول کیا انشاء اللہ، یا اے غلام تو آزاد ہے انشاء اللہ کہہ دیا نہ طلاق ہوئی نہ آزادی۔

وَالدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ جَمَاعَةً وَقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ. **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِّي اٰتِيهِ اَسْاَلُهُ فَلَا يُعْطِيْنِي وَلَا يَصِلُنِي ثُمَّ يَحْتَاجُ اِلَيَّ فَيَاْتِيْنِي فَيَسْاَلُنِي وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهُ وَلَا اَصِلَهُ فَاَمَرَنِي اَنْ اٰتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّاُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِي رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي ابْنُ عَمِّي فَاَحْلِفُ لَا اُعْطِيَهُ وَلَا اَصِلَهُ قَالَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ. **بَابُ فِي النُّذُوْرِ** **اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

دارمی اور ترمذی نے ایک جماعت کا ذکر فرمایا جنہوں نے یہ حدیث ابن عمر پر موقوف کی[1] تیسری فصل، روایت ہے حضرت ابوالاحوص عوف ابن مالک سے[2] وہ اپنے والد سے راوی[3] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ میں اپنے چچازاد کے پاس کچھ مانگنے جاتا ہوں وہ مجھے نہیں دیتا، نہ صلہ رحمی کرتا ہے[4] پھر اُسے میری ضرورت پڑتی تو میرے پاس آتا ہے مجھ سے کچھ مانگتا ہے[5] میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اسے کچھ دوں گا نہ صلہ رحمی کروں گا[6] تو مجھے حضور نے حکم دیا کہ جو کام اچھا ہے وہ کروں اور اپنی قسم کا کفارہ دیدوں[7] (نسائی، ابن ماجہ) اور اسکی ایک روایت میں یوں ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ میرے پاس میرا چچازاد آتا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ اسے کچھ دوں گا، نہ صلہ رحمی کروں گا، تو فرمایا کہ اپنی قسم کا کفارہ دو[8] نذروں کا بیان[9] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

[1] یعنی ایسا موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ قیاسی مسئلہ نہیں۔ [2] آپ عوف ابن مالک ابن نضر یا ابن نضلہ ہیں تابعی ہیں آپ سے خواجہ حسن بصری، ابواسحاق و عطاء ابن سائب جیسے بزرگوں نے روایات لیں، آپکے والد مالک ابن نضر یا نضلہ صحابی ہیں۔ [3] یعنی کسی وقت مجھے اپنے اس بھائی کی مدد کی ضرورت پڑجاتی ہے تو نہ وہ مجھے مانگنے پر دیتا ہے نہ صلہ رحمی کے طور پر بغیر مانگے میری مدد کرتا ہے۔ [4] یعنی وہ ہی بھائی قاطع رحم دوسرے وقت میرا حاجتمند ہوجاتا ہے تو مجھ سے مدد مانگنے آتا ہے۔ [5] یعنے اسوقت میں نے قسم کھالی تھی جبکہ اس نے میرا سوال رد کیا تھا کہ میں بھی اسکی ضرورت کے وقت اس کی مدد نہ کرونگا اسکے عمل کا بدلہ کرتے ہوئے۔ [6] سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے یعنی اگرچہ اس نے تمہارے ساتھ قطع رحمی کی ہے اگرچہ تم نے بدلہ لینے کی قسم بھی کھالی ہے مگر اسکی قطع رحمی کا خیال نہ کرو اپنی قسم توڑ دو کفارہ دے دو مگر صلہ رحمی کرو۔ شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا　　　اگر مردی أحسن الٰی من اسا

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے بدلہ نہ لیا، ایذا کے عوض رحم و کرم فرمایا، اللہ تعالٰی اس تعلیم پاک پر عمل کی توفیق بخشے۔ [7] اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ پہلے اپنی قسم توڑ دو، پھر کفارہ دو جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ [8] پہلے قسموں اور نذروں کا مشترک باب باندھا تھا اب نذر کے متعلق خصوصی مسائل بیان کر رہے ہیں اسی لیے فی النذر فرمایا۔ [9] النذور جمع فرمایا چونکہ نذر کی بہت قسمیں ہیں اسلئے اسے جمع فرمایا، نذر کے معنے پہلے بیان ہوچکے کہ غیر واجب عبادت کو اپنے پر واجب کرلینا نذر ہے، نذر شرعی میں یہ شرط ہے کہ ایسی چیز کی نذر مانی جائے جو کبھی نہ کبھی واجب ہو، جو چیز کبھی واجب نہ ہو اسکی نذر شرعی درست نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ وہ کام عبادت ہو، تیسرے یہ کہ خالص اللہ تعالٰی کیلئے ہو کسی بندے کیلئے نہ ہو کیونکہ نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت صرف رب تعالٰی کی ہی ہوسکتی ہے، ہاں نذر لغوی یعنے نذرانہ بندوں کی ہوسکتی ہے مگر اسکا پورا کرنا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذُرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدْرِ شَيْئًا وَّاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

علیہ وسلم نے کہ نذر نہ مانا کرو[۱] کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ دفع نہیں کرتی، بلکہ اس کے ذریعہ کنجوس سے کچھ دلوایا جاتا ہے[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اسکی اطاعت کرے[۳] اور جو اسکی نافرمانی کی نذر مانے، وہ نافرمانی نہ کرے[۴] (بخاری)، روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

شرعًا واجب نہیں فاتحہ بزرگان، گیارھویں شریف کی نذر ماننا شرعی نذر نہیں لغوی نذر ہے یعنے نذرانہ وہدیہ ثواب کا، ایک لونڈی نے نذر مانی تھی کہ جب بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احد سے بخیریت واپس آئے ہوئے دیکھ لوں تو آپ کے سامنے دف بجاؤں، چنانچہ اس نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا، فرمایا اپنی نذر پوری کرو، یہ نذر لغوی تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر خوشی منانا، خیال رہے کہ حرام کام کی نذر تو درست نہیں اور وہ حرام کام ہرگز نہ کرے مگر اس پر کفارہ واجب ہے مثلًا کوئی شخص شراب یا جوئے کی نذر مانتا ہے یہ نذر درست نہیں اس پر ضروری ہے کہ یہ جرم ہرگز نہ کرے مگر کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ آئندہ اسی باب میں اس کے متعلق احادیث آرہی ہیں، یہی احناف کا مذہب ہے۔ [۱] یعنے بات بات پر نذر مان لینے کے عادی نہ بنو کہ پھر نذر پورا کرنا مشکل و بھاری معلوم ہوتا ہے یا نذر میں یہ اعتقاد نہ رکھو کہ نذر سے ارادۂ الٰہی و حکم ربانی بدل جاتا ہے کہ یہ عقیدہ غلط ہے یا صدقہ و خیرات صرف نذر کی صورت میں ہی نہ کیا کرو، کہ جب کوئی اٹکا تو نذر مانی اور کام نکل جانے پر خیرات کی بلکہ یوں ہی صدقہ کرنے کی بھی عادت ڈالو، لہذا یہ نذر سے ممانعت نہیں بلکہ ان چیزوں سے ممانعت ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں جن میں نذر پوری کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے **یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ** اور حضرت حنہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے **اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا** اور حضرت مریم کو نذر کا حکم دینا بیان فرماتا ہے **اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا** صحابہ کرام نے نذریں مانی ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ **لَا تَنْذُرُوْا** نہی ہے، اور نہی حرمت پیدا کرتی ہے، تو چاہیئے کہ نذر ماننا حرام ہو، اور حرام کا پورا کرنا واجب تو کیا مباح بھی نہیں ہوتا، غرضکہ حدیث صاف ہے۔ [۲] یعنی کنجوس لوگ ویسے خیرات نہیں کرتے بلکہ مصیبت پڑ جانے پر معاوضہ کی شکل میں خیرات کرتے ہیں، سخی لوگ ہر حال میں خیرات کرتے رہتے ہیں، وہ رب تعالٰی کی رضا کے لیئے خیرات کرتے ہیں نہ کہ کسی معاوضہ اور بدلہ میں۔ [۳] کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیئے، اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہیئے۔ [۴] خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر، کہ ایسی نذریں باطل ہیں، ان کا پورا کرنا حرام، مگر ان پر کفارہ واجب ہے، کہ یہ کام ہرگز نہ کرے، اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی، مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے، یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوعِ آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت، کہ یہ منت درست ہے، یہی مذہب احناف ہے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَۃٍ وَّلَا فِیْمَا لَا یَمْلِکُ الْعَبْدُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللہِ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَفَّارَۃُ النَّذْرِ کَفَّارَۃُ الْیَمِیْنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْہُ فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَّقُوْمَ وَلَا یَقْعُدَ وَلَا یَسْتَظِلَّ وَلَا یَتَکَلَّمَ وَیَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرُوْہُ فَلْیَتَکَلَّمْ وَلْیَسْتَظِلَّ وَلْیَقْعُدْ وَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو نافرمانی کی منت پوری کرنی چاہیئے نہ اسکی جس کا بندہ مالک نہ ہو[1] (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر نہیں، روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے[2] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ نذر کا کفارہ قسم کا ہی کفارہ ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے، کہ ایک شخص کھڑا ہوا دیکھا[4] حضور نے اسکے متعلق پوچھا، لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے[5] اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے نہ بیٹھے گا، نہ سایہ لیگا نہ کلام کریگا[6] اور روزے رکھیگا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حکم دو کہ کلام کرے سایہ لے لے، اور بیٹھ جائے[7]

[1] مثلًا کہے کہ خدایا اگر میرا یہ کام ہوگیا تو فلاں کے غلام کو آزاد کردونگا یا فلاں کی بکری کی قربانی دے دونگا، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی نے حضرت عمران ابن حصین سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی نذر درست نہیں اور اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (مرقات) جس سے معلوم ہوا کہ معصیت مغیرہ کی نذر معتبر ہے مگر پوری نہ کرے کفارہ ادا کرے یونہی غیر کی مملوک چیز کی نذر درست نہیں مگر اس کا کفارہ واجب ہے۔ [2] آپ صحابی ہیں جہنی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر رہے جبکہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان فوت ہوگئے، پہلے وہ گورنر تھے، آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے احادیث روایت کیں (مرقات و اشعہ)۔ [3] یعنی جو شخص نذر پوری نہ کرے یا شرعًا و عقلًا پوری نہ کرسکے تو اسکا کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کا کھانا یا کپڑا، اگر طاقت نہ ہو تو تین روزے، نذر خواہ مطلق ہو یا معلق سب کا حکم یہی ہے۔ [4] اس طرح کہ سب لوگ بیٹھ کر خطبہ سن رہے تھے مگر یہ صاحب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر سن رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھنا کھڑے ہوکر سنت ہے اور سننا بیٹھ کر سنت اسی لیئے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے کھڑے ہونے پر تعجب فرمایا۔ [5] یہ حضرت بنی عامر ابن لوی کی اولاد سے تھے قریش کے ایک خاندان سے، ان کا نام ابو اسرائیل ہی تھا۔ [6] یعنے نماز کے علاوہ کسی وقت نہ بیٹھے گا اور کسی انسان سے کلام نہ کریگا، یہ مطلب نہیں کہ التحیات میں بھی نہ بیٹھے گا اور نماز میں تلاوت وغیرہ بھی نہ کریگا، عادات کی نفی ہے عبادات کی نفی نہیں۔ [7] یعنی خاموش رہنا سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأۃ فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی، اسی طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیئے اسے پورا کرے۔

خیال رہے کہ ابو اسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے، ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سوا تمام دن روزے رکھے، اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، امام شافعی کے ہاں ان دونوں کی نذر درست ہی نہیں۔

لِیُتِمَّ صَوْمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی شَیْخًا یُّهَادٰی بَیْنَ ابْنَیْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ یَّمْشِیَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِیْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِیٌّ وَاَمَرَهٗ اَنْ یَّرْكَبَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ ارْكَبْ اَیُّهَا الشَّیْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰی اُمِّهٖ فَتُوُفِّیَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِیَهٗ فَاَفْتَاهُ اَنْ تَقْضِیَهٗ عَنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ

اور اپنا روزہ پورا کرلے (بخاری)، روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان چلا جارہا تھا[1] تو فرمایا اس کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ انہوں نے پیدل چلنے کی منت مانی ہے[2] فرمایا اللہ تعالٰی اس کے اپنے نفس کو عذاب دینے سے غنی ہے، اور اسے سوار ہوجانے کا حکم دیا[3] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے، فرمایا اے بوڑھے سوار ہوجا کہ اللہ تعالٰی تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے[4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ سعد ابن عبادہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق پوچھا، جو ان کی ماں پر تھی[5] پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے وفات پاگئیں، تو انہیں فتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے ادا کردیں[6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے[7] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کہ میری قبول توبہ کے شکریہ سے یہ ہے کہ

[1] یعنی چلنے پر قادر نہ تھا اپنے دو بیٹوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے گھسٹتا ہوا جارہا تھا۔ [2] یعنی پیدل حج کرنے کی کہ میقات سے یا حرم شریف سے عرفات تک، پھر وہاں سے حرم شریف تک پیدل چلوں گا۔ خیال رہے کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اس پر واجب ہے کہ اپنے گھر سے پیدل جائے اور حج کرے، بعض نے فرمایا کہ میقات سے پیدل چلے بعض کے نزدیک مقام احرام سے، اگر پیدل نہ چلا سوار ہوگیا تو اس پر قربانی یعنے دم واجب ہے کہ اس نے حج کا ایک واجب چھوڑ دیا جو اس نے خود واجب کرلیا تھا۔ [3] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور سوار ہوکر حج کرے اس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں کہ یہ نذر درست ہی نہیں مگر امام اعظم اور خود امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص دم یعنے قربانی دے کہ اس نے اپنے حج کا واجب ترک کیا اور ترک واجب سے قربانی واجب ہوتی ہے۔ [4] یہاں یہ تو فرمایا گیا کہ مجبور شخص پیدل چلنے کی نذر پوری نہ کرے اس سے خاموشی ہے کہ اس پر کچھ کفارہ وغیرہ ہے یا نہیں، اس کیلئے دوسری روایات ہیں کہ حج کا واجب چھوٹ جانے سے قربانی واجب ہوتی ہے۔ [5] غالب یہ ہے کہ نذر غیر مشروط تھی اور مالی تھی چنانچہ دار قطنی میں یوں ہے کہ حضرت سعد سے حضور نے فرمایا کہ اپنی ماں کی نذر پوری کرو ان کی طرف سے لوگوں کو پانی پلادو، معلوم ہوا کہ کنواں کھدوانے کی نذر تھی۔ [6] خیال رہے کہ میت کی بدنی نذر جیسے روزہ نماز وارث ادا نہیں کرسکتا، مالی نذر اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور اس نذر کے پورا کرنے کی وصیت کی ہے تو وارث پر پورا کرنا واجب ہے، اگر وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا ہے تو وارث پر یہ نذر بھی پوری کرنا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ پوری کردے، یہاں دونوں احتمال ہیں مگر ام سعد نے مال چھوڑا تھا اور وصیت بھی کی تھی تو یہ امر وجوب کیلئے ہے اگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہ تھی تو یہ امر استحبابی ہے۔ [7] آپ مشہور صحابی ہیں بڑے شاعر تھے آپ ان تین صحابہ سے ہیں جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے جن کا بائیکاٹ کرایا گیا اور پھر انکی توبہ قرآن پاک میں نازل ہوئی جسکا نام ہے سورۂ توبہ، یہ تین حضرات مرارہ ابن ربیع، کعب ابن مالک، ہلال ابن امیہ ہیں ان تینوں کے

مِنْ مَالِیْ صَدَقَۃً اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکْ بَعْضَ مَالِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَاِنِّیْ اُمْسِکُ سَھْمِیَ الَّذِیْ بِخَیْبَرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَھٰذَا طَرَفٌ مِّنْ مُطَوَّلٍ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ** ۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَانَذْرَ فِیْ مَعْصِیَۃٍ وَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ الْیَمِیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَّمْ یُسَمِّہٖ فَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ

اپنے مال سے الگ ہو جاؤں[۱] صدقہ کرتے ہوئے اللہ و رسول کی طرف[۲] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنا کچھ مال روک لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے[۳] میں نے عرض کیا کہ میں اپنا وہ حصہ روکتا ہوں جو خیبر میں ہے[۴] (مسلم بخاری) یہ بڑی حدیث کا ایک حصہ ہے[۵]، دوسری فصل، روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں نذر نہیں[۶] اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[۷] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)[۸] روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو نذر مانے اور اسے مقرر نہ کرے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[۹]

ناموں کا پہلا حرف لفظ کمہ میں جمع ہے، میم سے مرارہ، کاف سے کعب، ہ سے ہلال کی طرف اشارہ ہے، یہ حضرات بڑے درجہ والے ہیں۔

[۱] یعنی چونکہ رب تعالٰی نے میری توبہ قبول فرمائی، اس کے شکریہ میں میں اپنے پر لازم کرتا ہوں کہ سارے مال سے علیحدہ ہو جاؤں سب مال خیرات کر دوں، خیال رہے کہ یہ نذر نہیں بلکہ شکریہ ہے مگر مشابہ نذر ہے، اسلئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ [۲] یعنی اللہ و رسول کو راضی کرنے کیلئے اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں معلوم ہوا کہ عبادات میں اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنیکی نیت شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے، دیکھو حضرت کعب حضور کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں اور حضور اس پر فتوے کفر نہیں دیتے بلکہ اسکو جائز رکھتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے **واللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ**۔ [۳] یعنی سارا مال خیرات نہ کرو کچھ اپنی ضروریات کیلئے رکھو کچھ خیرات کرو تاکہ تم آج خیرات دے کر کل خیرات لینے کے لائق نہ ہو جاؤ چونکہ انہوں نے ارادۂ صدقہ کیا تھا اسکی نذر مانی نہ تھی اسلئے سرکار نے انکے ارادہ میں تبدیلی فرما دی جو شخص سارے مال کی خیرات کی نذر مان لے وہ چند دن کا خرچ رکھ کر سب کچھ خیرات کر دے، پھر مال کما کر اس خرچہ کی بقدر بھی خیرات کر دے جو اس نے رکھا تھا۔ [۴] یعنی میری جو زمین وغیرہ خیبر میں ہے وہ اپنی ضروریات کیلئے رکھتا ہوں باقی مال صدقہ کرتا ہوں، خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی قلبی کیفیت سے خبردار ہیں، حضرت ابوبکر صدیق نے سارا مال خیرات فرمایا تو انہیں منع نہ کیا کہ صدیق اکبر مع اپنے بال بچوں کے زہد و قناعت کے اعلٰے درجہ پر تھے، حضرت کعب اور آپکے بال بچے اسی درجہ پر ابھی نہ پہنچے تھے مصرع چشم تو بیندہ مافی الصدور۔ [۵] جو مسلم بخاری وغیرہم نے بہت تفصیل سے بیان کیا قصہ توبہ کعب ابن مالک خود صاحب مصابیح نے اپنی کتاب تفسیر معالم التنزیل نے بہت مفصل نقل فرمایا، یہاں مصابیح میں بقدر ضرورت لائے اور اسے مسلم بخاری کی طرف مسند فرما کر کفایت کی۔ [۶] یعنی گناہ کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ نذر درست ہی نہیں ورنہ کفارہ واجب ہونیکے کیا معنے، خلاصہ یہ ہے کہ وجوب نذر معصیت میں نہیں ہوتا کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ [۷] یہ حدیث امام اعظم کی بڑی قوی دلیل ہے حضرت امام شافعی کے خلاف ہے انکے ہاں حرام چیز کی نذر میں کفارہ بھی نہیں ہوتا امام اعظم کے ہاں ایسی نذر کا پورا کرنا حرام ہے اسکا کفارہ واجب ہے۔ [۸] یہ حدیث امام سیوطی نے جامع صغیر میں احمد اور ائمہ اربعہ نے

وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِيْ مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَهْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا

اور جو گناہ میں منت مانے تو اُس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اور جو ایسی نذر مانے جسکی طاقت نہ ہو، تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[1] اور جو ایسی نذر مانے جسکی طاقت رکھتا ہو، تو اُسے پورا کرے[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) بعض نے یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف کی، روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے، فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نذر مانی کہ مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کریگا[3] پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپکو یہ خبر دی[4] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی تھی، لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا کیا وہاں اُن کے میلوں سے کوئی میلہ لگتا تھا، لوگ بولے نہیں[5] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی نذر پوری کرو[6] کیونکہ نہ تو

عائشہ رضی اللہ عنہا سے، نسائی نے عمران ابن حصین سے نقل کی۔ ف یعنی جو نذر مطلق مانے مثلاً اگر میرے بیمار کو شفا ہوگئی تو مجھ پر اللہ کیلئے نذر ہے یہ نہ کہے کس چیز کی نذر ہے، روزہ حج صدقہ وغیرہ تو اس پر کفارہ دینا واجب ہے کیونکہ وہ اس نذر کے پورا کرنے پر قادر نہیں، امام احمد، شافعی وغیرہم نے حدیث کی اور توجیہیں کی ہیں مگر وہ تمام تکلفات ہیں صحیح توجیہ یہی ہے جو ہم نے عرض کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے، فتح القدیر میں فرمایا کہ نذر مطلق صیغۂ نذر ہوتی ہے کلماتِ قسم ان اگر یہ الفاظ کہتے وقت کسی خاص عبادت کی نیت کرے درست ہے اور اس پر وہی عبادت لازم ہوگی۔ [1] مثلاً کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ کیلئے پہاڑ اٹھالوں گا یا آسمان پر چڑھ جاؤنگا وغیرہ چونکہ یہ کام طاقت سے باہر ہے، یا کہے کہ میں حج کرونگا حالانکہ خرچ پاس نہ ہو یا کہے کہ پیدل حج کرونگا حالانکہ راستہ دراز ہو بیچ میں سمندر حائل ہو ان سب میں کفارہ واجب ہوگا۔ [2] نذر پوری کرنے کے واجب ہونے کی شرائط ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ایسے کام کی نذر مانے جسکی جنس کا کوئی واجب بعینہٖ ہو اور اسکے پورا کرنے پر طاقت بھی رکھتا ہو، لہذا وضو کرنے، بیمار پرسی کرنے، نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی نذر پوری کرنا واجب نہیں کہ وضو وغیرہ واجب بعینہٖ نہیں، اور ایسی نذر میں بھی کفارہ کا اختیار ہوتا ہے مگر پوری کرنا مقدم ہے۔ [3] بوانہ دو ہیں ایک تو مکہ معظمہ کے قریب جگہ ہے یلملم پہاڑ سے متصل دوسرا ملک شام میں مگر یہاں وہ جگہ کا نام بوانہ ہے ینبع کے، واو کے شد سے، یہاں پہلی جگہ مراد ہے (مرقات)۔ [4] اور حضور سے مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر پوری کروں یا نہیں۔ [5] ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ کفار کی مشابہت سے بچے اُن کی مذہبی شعار اور قومی علامات اختیار نہ کرے، کفار کی مذہبی علامت اختیار کرنا کفر ہے اور انکی قومی علامت اختیار کرنا حرام ہے زنار باندھنا سر پر چوٹی رکھنا کفر ہے، ہندوؤں کی دھوتی، عیسائیوں کا ہیٹ استعمال کرنا حرام ہے مگر بوانہ میں بت ہوتا جہاں مشرکین اسکی بھینٹ کیلئے جانور ذبح کرتے ہوتے تو وہاں ان صحابی کو جانور ذبح کرنا کفر ہوتا، اگر وہاں انکا میلہ لگتا ہوتا جہاں وہ جانور ذبح کرتے ہوتے اور یہ ذبح انکا قومی نشان ہوتا تو وہاں ذبح کرنا اُن صحابی کو حرام ہوتا خیال رہے

وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰى رَاْسِكَ بِالدَّفِّ قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٍ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ هَلْ كَانَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ

اللہ کے گناہ میں نذر درست ہے اور نہ اس میں جس کا انسان مالک نہ ہو[1] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی، کہ ایک عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ حضور کے سامنے دف بجاؤں[2]، فرمایا اپنی نذر پوری کرلو[3] (ابوداؤد) اور رزین نے یہ اور زیادہ کیا، کہ بولی اور میں نے یہ نذر مانی تھی، کہ فلاں فلاں جگہ جانور ذبح کروں، جہاں جاہلیت والے ذبح کرتے تھے[4] تو فرمایا کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جسکی پوجا ہوتی ہو؟ بولی نہیں، فرمایا کیا وہاں انکے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا، بولیں نہیں، فرمایا اپنی نذر پوری کرو[5]

کہ عرس بزرگان کفار کے میلے نہیں، یہاں کفار کے میلوں کا ذکر ہے لہذا وہابیوں کا اسے عرس وغیرہ پر چسپاں کرنا حماقت ہے ورنہ پھر جلسوں کے مجمعوں میں جانور ذبح کرنا حرام ہونا چاہیئے۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی خاص جگہ قربانی کرنے یا خاص جگہ کے فقراء پر صدقہ کرنیکی نذر مانے تو اسے پورا کرے (مرقات)، تو جو مسلمان حرمین شریفین کے فقراء پر صدقہ، کسی بزرگ کے مزار کے پاس رہنے والے مسکینوں پر خیرات کرنیکی منت مانے وہ اسے پورا کرے وہاں ہی کے فقراء کو دے، کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کی نذر مانے تو وہاں ہی ذبح کرے۔

۱؎ مگر فرق یہ ہوگا کہ گناہ کی نذر میں کفارہ واجب ہوگا، اور غیر مملوکہ چیز کی نذر میں نہ پورا کرنا واجب نہ کفارہ لازم (مرقات) لہذا اگر کوئی نذر مانے کہ میں فلاں کی بکری قربانی کروں گا تو درست نہیں، اگر وہ اس بکری کو خرید بھی لے تب بھی اسکی قربانی واجب نہ ہوگی نہ کفارہ ہوگا۔ ۲؎ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کسی خطرناک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے جہاں کفار کی یلغار زیادہ تھی تب ان بی بی صاحبہ نے نذر مانی تھی کہ جب حضور بخیریت مدینہ منورہ تشریف لائیں تو آپکے سامنے دف بجاؤں، دف بجانا کوئی عبادت نہیں، اسلیئے مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر درست ہے یا نہیں، دف دال کے فتح سے بھی ہے، اور دال کے پیش سے بھی، پیش زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ۳؎ اسلیئے کہ اگرچہ دف بجانا عبادت نہیں مگر حضور کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار بھی عبادت ہے اور کفار کو جلانا بھی عبادت ہے، دف بجانے میں یہ دونوں باتیں ہیں (مرقات واشعہ) لہذا جو شخص میلاد شریف یا گیارھویں شریف کی نذر مانے وہ ضرور پوری کرے کہ یہ حضور کی ولادت کی خوشی منانے کی نذر ہے، مرقات نے فرمایا کہ نکاح میں اعلان کیلئے دف بجانا اسلیئے ثواب ہے کہ اس میں نکاح کی خوشی، نکاح کا اعلان، زنا و نکاح کے درمیان فرق ہے، چنانچہ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجائی، جنگ احد کا واقعہ دوسرا ہے وہاں ایک لونڈی نے دف بجانے کی نذر مانی تھی۔ ۴؎ مگر وہاں کوئی بت یا میلہ نہ تھا اتفاقًا ذبح کرتے تھے یا کسی اور مقصد کیلئے۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ فقط کفار کا کسی جگہ جانور ذبح کرنا مومن کی نذر کیلئے مانع نہیں جو مانع ہے وہ کچھ اور ہے یعنی بت کی موجودگی یا کفار کا میلہ کہ ان دونوں صورتوں میں ان سے تشبیہ ہے، اور اس تیسری صورت میں جو یہاں پیش ہے محض کفار کے ساتھ اشتراک عمل ہے، تشبیہ بالکفار حرام یا کفر ہے اشتراک درست۔

وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِیَ الَّتِیْ اَصَبْتُ فِيْهَا الذَّنْبَ وَاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ كُلِّهٖ صَدَقَةً قَالَ يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ صَلِّ هٰهُنَا

روایت ہے حضرت ابولبابہ سے[1] کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری توبہ سے یہ ہے کہ میں اپنی قوم کی جگہ چھوڑدوں جہاں میں نے یہ گناہ کیا[2] اور یہ ہے کہ اپنے سارے مال سے علیحدہ ہوجاؤں صدقہ کرتے ہوئے فرمایا تمہیں تہائی کافی ہے[3] (رزین) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ فتح مکہ کے سال ایک شخص کھڑا ہوا عرض کیا یارسول اللہ میں نے اللہ کیلئے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالٰی آپکو فتح مکہ عطا کرے تو میں بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھوں گا[4] فرمایا یہاں ہی پڑھ لو[5]

1 آپ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے مگر کنیت میں مشہور ہیں انصاری اوسی ہیں مدینہ پاک کے نقیبوں میں سے تھے غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہوئے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں رہنے، وہاں انتظام کرنے کا حکم دیا اور غنیمت بدر میں سے انکو حصہ عطا فرمایا، علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی (مرقات، اشعہ، اکمال) 2 حضرت ابولبابہ کے بال بچے بنی قریظہ یہود کے محلہ میں رہتے تھے اسی وجہ سے ابولبابہ کے تعلقات یہود بنی قریظہ سے تھے غزوۂ خندق کے بعد جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا جو پچیس دن رہا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے مشورہ کرلیں، چنانچہ حضور نے ابولبابہ کو وہاں بھیج دیا، وہ لوگ ابولبابہ کو دیکھ کر مرد وعورتیں رونے آہ وفغاں کرنے لگے جس سے ابولبابہ کا دل بھر آیا ان یہود نے پوچھا کہ اگر ہم اپنے قلعوں سے اتر آئیں تو ہم سے کیا برتاؤ کیا جائیگا تو ابولبابہ نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارۃً بتایا کہ تم سب قتل کیے جاؤ گے اشارہ کرتے ہی نادم ہوئے سوچنے لگے کہ میں نے اللہ رسول کی خیانت کی، تب انہوں نے اپنے کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوالیا اور بولے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں بندھا رہوں گا، حضور نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کیلئے دعائے مغفرت کردیتا، وہ براہ راست رب تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اب جب تک وہ حکم نہ دیگا میں نہ کھولوں گا چنانچہ آپ سات دن بندھے رہے ہر نماز کے وقت آپکی بیٹی آتی کھول دیتی اور نماز باجماعت پڑھ لیتے پھر بندھ جاتے، کھانا پینا چھوٹ گیا تب آپکی توبہ قبول ہوئی آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کھولیں تو کھلوں گا چنانچہ حضور نے اپنے ہاتھ سے کھولا، اس ستون کا نام استوانہ توبہ بھی ہے استوانہ ابولبابہ بھی، اب بھی حجاج وہاں کھڑے ہوکر توبہ کرتے ہیں، کھلنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ میں محلہ چھوڑ دوں گا جہاں رہنے کی وجہ سے یہ گناہ ہوا اور اپنا سارا مال خیرات کردوں گا توبہ کی خوشی میں۔ 3 یہ منت و نذر نہ تھی بلکہ قبول توبہ کے شکریہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ تھا اسیلئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف تہائی خیرات کرنے کی اجازت دی، صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے صدقہ کردینا کہ اس صدقہ کی برکت سے گناہ کا اثر دل سے جاتا رہے بہتر ہے انکی دلیل یہ ہی حدیث ہے (مرقات) اب بھی مفتی صاحبان بعض موقعہ پر صدقہ کا حکم دے دیتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے، خیال رہے کہ بابا فریدالدین گنج شکر جو بارہ سال کنوئیں میں لٹک کر عبادت کرتے رہے کہ سوا نماز کے اوقات کے کسی وقت کنوئیں سے باہر نہ آتے اور نماز پڑھتے ہی پھر وہاں لٹک جاتے، اسکا ماخذ یہ حدیث ہی ہو سکتی ہے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ ابولبابہ نے سات دن رات کچھ نہ کھایا حتی کہ غشی طاری ہوگئی بینائی بہت کم ہوگئی، صوفیاء کے فقر فاقہ، ترک غذا وغیرہ اسی سے ثابت ہوتے ہیں، خیال رہے کہ انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ترک سکونت کی اجازت دی اور ترمیم صرف صدقے میں فرمائی۔ 4 مقدس میم کے فتح دال کے کسرہ سے بمعنے بزرگی والا گھر مگر عوام مقدس باب تفعیل کا اسم مفعول بولتے ہیں،

ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ شَاْنُكَ اِذًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَاَنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ اُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بُدْنَةً رَوَاهُ
اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤُدَ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكَبَ وَ
تُهْدِيَ هَدْيًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ

تو انہوں نے پھر سوال دوھرایا، فرمایا یہیں ہی پڑھ لو، پھر سوال دُہرایا، فرمایا اچھا تو تم جانو۱؎ (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ عقبہ ابن عامر کی بہن نے نذر مانی، کہ پیدل حج کریں۲؎ اور وہ اس کی طاقت نہ رکھتی تھیں، تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے، وہ سوار ہو جائیں اور ایک ہدی لے جائیں۳؎ (ابوداؤد، دارمی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں، اور ہدی لے جائیں۴؎ اور انکی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کی اس مشقت سے کچھ نہ کرے گا۵؎

شاید ان صاحب کا خیال یہ ہوگا کہ بیت المقدس کی نماز حرمین شریفین کی مسجد بیت اللہ اور مسجد نبوی شریف کی نماز سے افضل ہے حالانکہ مسجد حرام شریف میں ثواب زیادہ ہے۔ اگر یہ سوال مکہ معظمہ میں تھا تو یہاں سے مراد مسجد حرام شریف ہے، اور اگر مدینہ منورہ میں سوال ہوا ہے تو یہاں سے مراد مسجد نبوی شریف ہے خیال رہے کہ مکہ معظمہ کی مسجد کا ثواب بیت المقدس سے دوگنا ہے کہ وہاں ایک کا ثواب پچاس ہزار ہے اور حرم شریف میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی کا ثواب بیت المقدس کے برابر مگر مسجد نبوی میں نماز کا درجہ زیادہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے، اور اگر کوئی شخص نذر سے اعلٰی عبادت ادا کر دے تو نذر ادا ہو جاتی ہے چونکہ نذر تھی بیت المقدس کی اور یہ صاحب ادا کرتے ہیں مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو وہاں سے اعلٰی ہے لہذا بہر حال نذر پوری ہو جاتی، مساجد میں اعلٰی مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی پھر مسجد قدسی پھر اپنے شہر کی جامع مسجد پھر محلہ کی مسجد پھر گھر کی مسجد، رجانماز۔ امام زفر و ابو یوسف کا مذہب ہے کہ مسجد قدسی کی نماز کی نذر حرم شریف اور مسجد نبوی کی نماز سے ادا ہو جاتی ہے مگر اسکے برعکس درست نہیں یعنی مسجد حرام کی نماز کی نذر مسجد قدسی کی نماز سے ادا نہیں ہوتی مگر امام اعظم و محمد کے نزدیک نماز میں جگہ کی تخصیص معتبر نہیں لہذا اگر مسجد حرام کی نماز کی نذر مانی ہو تو جہاں پڑھ لے درست ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک بھی یہ درست نہیں، نذر یا مساوی میں ادا ہوگی یا اعلٰے میں۔

۱؎ یعنی ہم نے تمکو وہ بات بتائی تھی جو اعلٰے بھی تھی اور آسان بھی، لیکن تمکو اپنی بات پر اصرار ہے تو جاؤ وہاں ہی یعنی بیت المقدس میں ہی پڑھ کر آؤ۔ معلوم ہوا کہ وہ حضور کا مشورہ تھا حکم نہ تھا اور اگر حکم تھا تو استحبابی اسی لیئے اس کے نہ ماننے کا اختیار تھا۔ ۲؎ اسطرح کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پیدل جاکر حج کریں۔ ۳؎ امام شافعی کے ہاں بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں، امام اعظم کے ہاں بدنہ میں اونٹ و گائے بکری سب شامل ہیں یعنے ڈیل دار جانور۔ ۴؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ھدی کا حکم استحبابی ہے اسصورت میں اس پر کفارۂ قسم یا کفارۂ نذر واجب ہے مگر حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ھدی ہی واجب ہے۔ ۵؎ شقاء بمعنے مشقت ہے سعادت کا مقابل نہیں یعنے اسکے معنے بدبختی کم نصیبی نہیں، مطلب یہ ہے کہ تمہاری بہن کی اس مشقت سے رب تعالٰی خوش نہیں۔

شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَحُجَّ وَتُكَفِّرْ يَمِينَهَا، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَأَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَ تَسْأَلُنِي الْقِسْمَةَ فَكُلُّ مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ سوار ہوجائیں حج کریں، اور اپنی قسم کا کفارہ دیں[۱]۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک سے[۲] کہ عقبہ ابن عامر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا[۳] جنہوں نے نذر مانی تھی کہ ننگے پاؤں بغیر دوپٹہ حج کریں گی[۴] فرمایا انہیں حکم دے دو، کہ دوپٹہ اوڑھیں اور سوار ہوجائیں، اور تین دن روزہ رکھیں[۵] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)، روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ دو انصاری بھائی جن کے درمیان کچھ میراث تھی، ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا[۶] دوسرا بولا کہ اگر تم نے دوبارہ مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو میرا سارا مال خانہ کعبہ میں صرف ہو[۷] تو ان سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کعبہ تمہارے مال سے غنی ہے[۸] اپنی قسم کا کفارہ دو، اور اپنے بھائی سے کلام کرو[۹] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

[۱] کفارہ سے مراد کفارۂ قباحت حج ہے ہدی یا اس کے قائم مقام دس روزے لہٰذا یہ عبارت گزشتہ عبارت کے خلاف نہیں، مگر چونکہ یہ کفارہ اسی نذر کی بنا پر واجب ہوا لہٰذا اسے نذر کی طرف منسوب فرمادیا گیا (مرقات)۔ [۲] عبداللہ ابن مالک کی کنیت ابو تمیم ہے جیشانی ہیں تابعی ہیں حضرت عمر و ابوذر غفاری وغیرہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے اور عقبہ ابن عامر جہنی صحابی ہیں۔ [۳] یعنی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک حج کرنے پیدل ننگے پاؤں ننگے سر جائیں گی، خیال رہے کہ عورت کیلئے ننگے سر نکلنا گناہ ہے کہ بے پردگی بلکہ ستر کھولنا ہے گناہ کی نذر منعقد تو جاتی ہے مگر اسکا پورا کرنا حرام ہوتا ہے کفارہ واجب، ننگے پاؤں پیدل چلنا جائز ہے جس کی نذر منعقد ہوجاتی ہے، یہ مذہب ہے امام اعظم کا، دوسرے ائمہ کے ہاں ان کاموں کی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ [۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دوپٹہ اوڑھنے کا حکم اسلیئے دیا کہ عورت کا ننگے سر نکلنا گناہ ہے کہ عورت کا سر ستر ہے سوار ہونے کا حکم اسلیئے دیا کہ وہ پیدل چلنے سے عاجز تھیں تین روزے یا تو اس نذر کا کفارہ ہے یا ہدی کے عوض ہے جیسا کہ پہلے گزرا اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تین روزے حج کے زمانہ میں رکھیں ساتویں آٹھویں نویں بقرعید کے اور سات روزے گھر آکر تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ کا حکم قرآنی ہے۔ [۵] یعنی اس بھائی نے اپنے دوسرے بھائی سے کہا کہ باپ کا متروکہ مال ہم تم تقسیم کرلیں آدھا تم لے لو آدھا مجھے دے دو اگر دوسرے اور وارث بھی ہوں تو ہر ایک کو اس کا حصہ دے دو دراہم و دینار، زمین باغ وغیرہ۔ [۶] رتاج کے کسرہ سے بمعنی زینت، مصلحت (بڑا دروازہ) مگر اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ لفظ زائد ہوتا ہے اظہار عظمت کیلئے جیسے لفظ جناب لہٰذا معنے یہ ہوئے کہ محترم کعبہ کے خرچ میں میرا مال صرف ہو، یہ ایک قسم کی نذر معانی [illegible] جانتے تھے کہ ہم سب بھائی علیحدہ علیحدہ ہی تقسیم کرکے علیحدہ نہ ہوجائیں میراث دینے سے انکار نہ تھا۔ [۷] یعنے کعبہ معظمہ کے خرچ کیلئے رب تعالٰی بہت روپیہ بھیجتا ہے اسکا کوئی خرچ رکا ہوا نہیں ہے۔ [۸] یعنی اب اگر تمہارا بھائی تقسیم میراث کا تم سے مطالبہ کرے تو تم اس سے بے تکلف کلام کرو اور اپنا سارا مال کعبہ معظمہ نہ بھیجو بلکہ اس نذر کا کفارہ دے دو جو کفارہ قسم کی طرح ہے یا تمہارا یہ کلام قسم ہے نذر نہیں قسم توڑ کر بھائی سے کلام

يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ طَاعَةٍ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ فِيْهِ الْوَفَاءُ وَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ اِنَّ رَجُلًا نَذَرَ اَنْ يَنْحَرَ نَفْسَهٗ اِنْ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهٖ فَسَئَلَ

فرماتے سُنا کہ نہ تم پر قسم ہے اور نہ نذر ہے اللہ کی نافرمانی میں، اور نہ قطع رحمی میں، اور نہ اس میں جس کا مالک نہ ہو[۱] (ابوداؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا نذریں دو ہیں[۲] تو جو کوئی فرمانبرداری کی نذر مانے، تو یہ نذر اللہ کیلئے ہے اس میں وفا لازم ہے[۳] اور جو گناہ کی نذر مانے تو یہ نذر شیطان کیلئے ہے اور اسکی وفا نہیں[۴] اس کا کفارہ وہی بنے گا جو قسم کا کفارہ بنتا ہے[۵] (نسائی) روایت ہے حضرت محمد ابن منتشر سے[۶] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی، کہ اگر اللہ تعالٰی اسے دشمن سے نجات دے، تو وہ اپنے آپ کو ذبح کردیگا[۷] پھر اس نے

کرو پھر کفارہ ادا کرو۔ ۱؎ یعنی تم نے یہ قسم قطعیت رحم کی کھائی ہے بھائی سے کلام نہ کرنا قطع رحم ہے اور اسکی قسم منعقد تو ہوجاتی ہے مگر پورا کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہوتا ہے لا یمین کے یہ معنے نہیں کہ قسم منعقد ہی نہ ہوئی ورنہ پھر کفارہ کیسا ہو بلکہ معنے یہ ہیں کہ اس قسم کا پورا کرنا ممنوع ہے، لا یملک یا معروف ہے یا مجہول یعنی جو چیز قسم کھانے والے کی مملوک نہ ہو یا جسکا قسم کھانے والا مالک نہ ہو اسکا کفارہ ہے۔ ۲؎ یعنے دو قسم کی ہیں اور ہر قسم کے تحت بہت سی قسمیں ہیں۔ ۳؎ یعنے عبادت کی نذر سے رب تعالٰی راضی ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے جیسے حج یا صدقہ یا روزہ یا نوافل کی نذر۔ ۴؎ یعنے ایسی نذر سے شیطان خوش ہوتا ہے اسے ہرگز پورا نہ کرے جیسے ظلماً قتل ماں باپ کی نافرمانی یا نماز روزہ چھوڑ دینے کی نذر کہ شیطان تو ایسی حرکتیں کرانا ہی چاہتا ہے جب بندہ اسکی نذر مان لیتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ میرا منشا پورا ہوا۔ ۵؎ یعنے گناہ کی نذر کی ادا نہیں مگر ادا نہ کرنے پر کفارہ واجب ہے۔ ۶؎ خیال رہے کہ احناف اور امام مالک کے ہاں کافر کی نذر لازم نہیں نہ زمانہ کفر میں نہ مسلمان ہوکر کافر خواہ گناہ کی نذر مانے خواہ نیکی کی جیسے بت پرستی کی نذر یا صدقہ و خیرات کی نذر رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ امام شافعی و احمد کے ہاں اگر کافر نے نیکی کی نذر مانی بعد میں مسلمان ہوگیا تو پوری کرے، ان کی دلیل رب تعالٰی کا فرمان ہے وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ اور وہ حدیث ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اسلام لانے سے پہلے مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کی نذر مانی تھی فرمایا پوری کرو، امام اعظم کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے اور اس آیت سے قسم سے مراد صورت قسم ہے، امام اعظم کا قول قوی ہے، کیونکہ امام شافعی بھی کافر کی اس نذر توڑنے پر کفارہ واجب نہیں مانتے اور نذر کا واجب ہونا بغیر کفارہ درست نہیں (از مرقات وغیرہ) خیال رہے کہ کفار کے معتقدات میں ان سے قسم لی جائے گی کہ وہ اپنے اعتقاد میں جھوٹی قسم بُری جانتے ہیں، اس بنا پر ان کی قسم لینے کا مقصد درست ہے۔ ۷؎ آپ تابعی ہیں ہمدانی ہیں حضرت مسروق کے بھتیجے ہیں، بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے، جیسے حضرت عمر و عائشہ رضی اللہ عنہم۔ ۸؎ یہ عجیب نذر ہے کہ دشمن سے چھٹکارے کی لذت کو اپنے نفس کی ہلاکت کی تکلیف سے زیادہ سمجھا، ایک بدوی کا اونٹ کھوگیا اس نے اعلان کیا کہ جو میرا اونٹ لادے تو وہ اونٹ اسی کو دے دونگا، لوگوں نے پوچھا پھر تجھے کیا ملے گا؟ بولا اونٹ پالینے کی لذت، اس لذت کی تمہیں خبر نہیں۔

ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ سَلْ مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ لَا تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُؤْمِنَةً وَإِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ إِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَإِنَّ إِسْحَاقَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَفُدِيَ بِكَبْشٍ فَأَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ هٰكَذَا كُنْتُ أَرَدْتُ أَنْ أُفْتِيَكَ رَوَاهُ رَزِيْنٌ

كِتَابُ الْقِصَاصِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلٰثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ

حضرت ابن عباس سے پوچھا لیے تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ مسروق سے پوچھو اُن سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے کو ذبح نہ کر کیونکہ اگر تو مومن ہے تو تُو نے مومن جان کو قتل کر لیا[۲] اور اگر تو کافر ہے تو تُو نے دوزخ کی طرف جلدی کی[۳] اور تو ایک دُنبہ خرید اسے ذبح کر دے فقراء کیلئے کیونکہ حضرت اسحاق تجھ سے بہتر تھے اور اُن کا فدیہ دُنبہ سے دیا گیا[۴] اُس نے حضرت ابن عباس کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی تجھے یہ ہی فتویٰ دینا چاہا تھا[۵] (رزین) قصاص کا بیان[۶] پہلی فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اُس مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں[۷] مگر تین حرفوں میں سے ایک سے جان، جان کے بدلے[۸]

[۱] یہ ہے فتویٰ میں انتہائی احتیاط، آپ نے خیال فرمایا کہ حضرت مسروق ان مسائل میں مجھ سے بڑے عالم ہیں تو انکے پاس بھیجنے میں شرم نہ فرمائی، مسروق ابن اجدع ہمدانی ہیں حضور کی وفات سے کچھ پہلے ایمان لائے انھیں بچپن میں کسی نے چرا لیا تھا بڑی مشکل سے ملے تب سے آپ کا نام مسروق ہوا، امام شعبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاندان جنت کیلئے پیدا ہوا ہو تو وہ اسود، علقمہ، مسروق ہیں، آپ کی وفات کوفہ میں ہوئی ۶۲ھ کو۔ [۲] اور مومن کو قتل کرنا ظلمًا از روئے قرآن مجید حرام ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ اور فرماتا ہے لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ۔ [۳] اور خود دوزخ کی طرف دوڑنا بھی ممنوع ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ [۴] علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہیں یا حضرت اسحاق علیہم الصلوۃ والتسلیم زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، غالبًا حضرت مسروق جناب اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتے تھے۔ [۵] مگر میں نے فتوے خود نہ دیا کیونکہ جناب مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صحبت یافتہ اور انکے شاگرد خاص ہیں وہ بڑے عالم ہیں (مرقات)

[۶] قصاص قص سے بنا بمعنی کا شانہ برابر کرنا کسی کے پیچھے چلنا، رب تعالٰی فرماتا ہے فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا یہاں بمعنی پیچھے چلنا ہے، حضور فرماتے ہیں قصوا الشوارب مونچھیں کاٹو برابر کرو، اصطلاح میں قتل یا زخم میں برابری کرنے کو قصاص کہتے ہیں، نیز مقتول کا ولی یا مجروح قاتل اور جارح کے پیچھے پڑتا ہے بدلہ لینے کیلئے، لہذا یہ معنی سے بھی یہ درست ہے۔ [۷] یہاں امرء سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں، کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں، کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامتِ کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔ [۸] یعنے اگر کوئی مسلمان کسی کو عمدًا قتل کردے تو مقتول کا ولی اُسے قصاصًا قتل کرا سکتا ہے۔

وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالْمَارِقُ لِدِيْنِهِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهِ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ

شادی شدہ زانی[1] اور اپنے دین سے نکل جانے والا، جماعت کو چھوڑنے والا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان اپنے دین کی وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ کرے[3] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جاوے گا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے[5] کہ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! فرمایئے، تو اگر میں کسی کافر آدمی سے ملوں، پھر ہم جنگ کریں، تو وہ میرے ایک ہاتھ پر

[1] آزاد مسلمان مرد جو ایکبار حلال صحبت کرچکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرے تو اسکو رجم یعنے سنگسار کیا جائے گا۔ [2] دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہو جائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائیگا (از مرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا یہی امام اعظم قدس سرہٗ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے، مارق مروق سے بنا بمعنے نکلنا، اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے، تارک الجماعت فرماکر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنے کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیموا الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے، جو صلوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنے کرے اصلی نبی، اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اُسے حاکم اسلام قتل کریگا۔ [3] یعنے مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا، مگر قاتل ظالم، اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا، کل قیامت میں اسطرح آئیگا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا آئِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مومن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔ [4] یعنی قیامت کے دن معاملات میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ ہوگا بعد میں دوسرے فیصلے اور عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا بعد میں دوسرے حسابات ہوں گے لہذا یہ حدیث اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا کہ یہ حدیث معاملات کے متعلق ہے اور وہ حدیث عبادات کے بارے میں، خیال رہے کہ نماز کے حساب کی اولیت حقیقی ہے اور خون کے حساب کی اولیت اضافی یعنی سب سے پہلے نماز کا حساب ہے معاملات میں پہلے خون کا حساب (از مرقات)۔ [5] آپ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں اور چھٹے مومن ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آپ کے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ کندی

بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَلَمَّا اَهْوَیْتُ لِاَقْتُلَهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَقْتُلُهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُنَاسٍ مِّنْ جُهَیْنَةَ فَاَتَیْتُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَذَهَبْتُ اَطْعَنُهٗ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهٗ

تلوار مار کر اُسے کاٹ دے[۱] پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی پناہ لے لے، پھر کہے کہ میں اللہ کیلئے اسلام لے آیا، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب میں نے اُسے قتل کرنا چاہا، تو وہ بولا لا الٰہ الا اللہ[۲] تو اسکے کہنے کے بعد میں اُسے قتل کردوں؟ فرمایا قتل نہ کرو[۳] وہ بولے یارسول اللہ اُس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے[۴] تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت قتل کرو[۵] اگر تم نے اُسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے درجہ میں ہوگا جو قتل کرنے سے پہلے تھا، اور تم اسکے درجہ میں ہو جو اُس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا[۶] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے[۷] فرماتے ہیں، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کے کچھ لوگوں کی طرف بھیجا[۸] پس اُن میں سے ایک شخص کے سر پر پہنچا، اُسے نیزہ مارنے لگا[۹] تو اُس نے کہہ دیا لا الٰہ الا اللہ مگر میں نے اُس کے نیزہ مار کر

حضرمی ہے چونکہ اسود ابن یغوث زہری کے حلیف تھے اسی لیئے انھیں ابن اسود کہا جاتا ہے۔ ۱؎ یعنی بحالت جہاد میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو جائے وہ موقعہ پاکر میرا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر وہ واقعہ در پیش آئے جو آگے مذکور ہے۔ ۲؎ یعنی وہ مسلمان ہو گیا اور مجھے اسکے اسلام کی خبر ہو گئی اُسکا کلمہ سن کر۔ ۳؎ یعنی نہ تو اسے قتل کرو کہ اب وہ مسلمان ہو گیا اور نہ اپنے ہاتھ کے عوض اس کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اگر کافر حربی بحالت قتال مسلمان کو قتل یا زخمی کردے پھر مسلمان ہو جائے تو اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے جرم کا قصاص نہیں ہوتا رب تعالٰی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا بہرحال یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ ۴؎ یعنی کفر کی وجہ سے نہ سہی اس کے ظلم کی وجہ سے مجھے اجازت دیجئے کہ اس سے بدلہ لے لوں، کلمہ پڑھنے سے کفر ختم ہو گیا ظلم تو اس کے سر پر سوار ہے۔ ۵؎ کیونکہ اس کے کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے اسکے سارے گناہ معاف ہو چکے جو کفر کے زمانہ میں کئے یہ بحالت جنگ جو قتل و زخم کیا وہ بھی معاف ہو گیا۔ خیال رہے کہ کافر کے مومن ہو جانے پر زمانہ کفر کے گناہ تو معاف ہو گئے مگر حقوق اور سزائیں معاف نہ ہوئیں لہذا اسے زمانہ کفر کا قرض ادا کرنا ہوگا اور اُس زمانہ کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائیگا بحالت قتال قتل و زخم کا بدلہ نہ لیا جائیگا یہ فرق خیال میں رہے۔ ۶؎ یعنی جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے مباح الدم مستحق قتل تھا ویسے ہی اب تم اس قتل کی وجہ سے مستحق قتل ہو جاؤ گے حکم یکساں ہے وجہ حکم میں فرق ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدم ہو گیا اور جو ایسے شخص کو قتل کردے تو اسے قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدم تھے ایسے ہی اب وہ محفوظ الدم ہو گیا، یا یہ مطلب ہے کہ اب اس قتل کی وجہ سے تم مستحق عذاب ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق رحمت ہو گیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ گنہگار کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے۔ ۷؎ یعنی قبیلہ جہینہ کے کفار سے جہاد کرنے کو لشکر اسلام بھیجا جس میں میں بھی تھا حضرت اسامہ حضور

فَقَتَلْتُهُ فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَقَتَلْتَهُ وَقَدْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَهٗ مِرَارًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

قتل کر دیا[۱] پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپکو اس واقعہ کی خبر دی[۲] فرمایا کیا تم نے اُسے قتل کر دیا، حالانکہ وہ گواہی دے چکا تھا لا الٰہ الا اللہ کی میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے بچنے کے لیے کہا تھا[۳] فرمایا تم نے اُس کا دل کیوں نہ چیر لیا[۴] (مسلم بخاری) اور جندب ابن عبداللہ بجلی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لا الٰہ الا اللہ کا کیا انتظام کروگے، جب وہ قیامت کے دن آئے گا[۵] یہ کئی بار فرمایا[۶] (مسلم) اور

علیہ السلام کے بہت محبوب صحابی ہیں۔ [۱] کیونکہ میں اپنے اجتہاد سے سمجھا یہ کہ یہ شخص فقط جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے دل سے نہیں پڑھتا، یہ بھی سمجھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں اسلام لانا قتل سے نہیں بچاتا کیونکہ سورۂ سجدہ کی آخری آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے قل یوم الفتح لاینفع الذین کفروا ایمانہم ولاہم ینظرون۔ اس آیت کی بنا پر میں نے اُسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا، یہ ہے خطاء اجتہادی۔ [۲] یہ خبر اسلئے دی کہ مجھے پتہ لگ جائے کہ میں نے اس اجتہاد میں غلطی تو نہیں کی۔ [۳] کیونکہ اس نے دل سے مسلمان ہونا ہوتا تو پہلے ہوا ہوتا یہ کیا کہ جب تلوار سر پر پہنچی تب کلمہ پڑھا، یہ جان بچانے کیلئے تھا یہ ہوئی وجہ اجتہاد۔ [۴] یعنی تمکو کیا خبر کہ اُسکے دل میں کیا ہے اخلاص یا بچانے کا بہانہ ایسی صورت میں ظاہری کلمہ کا اعتبار کرنا چاہیئے تھا، یہاں دل چیرنے سے مراد دل کا حال معلوم کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں ورنہ دنیا سے امان اُٹھ جائے، کسی کافر کے ایمان لانے کی کوئی سبیل نہ ہے کہ اس پر بہانہ بازی کا الزام لگا دیا جائے۔ [۵] یعنی کل قیامت میں اُسکا کلمہ تمہارے خلاف بارگاہ الٰہی میں دعوے کریگا کہ مولٰے میں نے اُسے امان دی تھی مگر اُسامہ نے میری امان توڑی اُسے قتل کر دیا، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد میں ایک کافر کو پچھاڑا اور اُسے قتل کے ارادے سے اُس کے سینہ پر بیٹھے، اُس نے آپ پر تھوک دیا تاکہ غصہ میں مجھے جلد قتل کر دیں، آپ نے اُسے چھوڑ دیا سینے سے اُٹھ گئے، اُس نے وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا کہ تیری اس حرکت سے مجھے غصہ آگیا اب تیرا قتل نفسانی وجہ سے ہوتا نہ کہ ایمانی وجہ سے، اس لیئے میں نے تجھے چھوڑ دیا، وہ آپکا یہ اخلاص دیکھ کر مسلمان ہوگیا (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی سے جو قتل واقع ہو نہ اس پر قصاص ہے نہ دیت، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ پر ناراضی و ناپسندیدگی کا اظہار تو فرمایا مگر قصاص یا دیت کا حکم نہ دیا، موسٰے علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر خطاء اجتہادی سے بہت سختی کی، مارنا، داڑھی کے بال پکڑنا، اپنی طرف کھینچنا، مگر رب نے قصاص کا حکم نہ دیا، پتہ لگا کہ خطاء اجتہادی معاف ہے، اگر باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو مجرم سمجھ کر سزا دے مگر وہ ہو بے قصور، تو استاد و باپ پر نہ گناہ ہے نہ قصاص، لہذا حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگیں کسی صحابی کے فسق کا باعث نہیں۔ [۶] کئی بار فرمانا اظہار ناراضی اور مسئلہ کی اہمیت کے لیئے ہے تاکہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کافر بار بار ایسی حرکت کرے، کہ مسلمانوں کو شہید کرتا رہے اور جب خود گھر جایا کرے تو کلمہ پڑھ لیا کرے، اُس کے کلمہ پڑھنے کا اعتبار نہیں اُسے قتل کر دیا جائے (شامی) یہاں یہ واقعہ بار بار نہ ہوا لہذا یہ حدیث اُس فقہی حکم کے خلاف نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسُمُّهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّاُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا مُتَّفَقٌ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی عہد و پیمان والے کو قتل کر دے[1] وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا[2] حالانکہ اُس کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے محسوس کی جاتی ہے[3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کرے[4] تو وہ دوزخ کی آگ میں چھلانگ لگاتا رہیگا، اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا[5] اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے، تو اس کا زہر اُس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا[6] اور جو اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے تو اُس کا لوہا اسکے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا[7] (مسلم، بخاری)

[1] عہد و پیمان والے کافر سے مراد یا ذمی کفار ہیں مسلمانوں کی رعایا اور مستامن جو کچھ مدت کے لیئے امان لے کر ہمارے ملک میں آئیں، اور معاہدین سے ہماری صلح ہو ان میں سے کسی کو بلا وجہ قتل کرنا درست نہیں، ہاں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے انکا قتل درست ہوجائے تو قتل کیے جائیں۔ [2] یعنی اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت پہنچ تو جائیگا مگر وہاں کی مہک و خوشبو کماحقہ نہ سونگھ سکے گا اسکو اس جرم میں گویا زکام کرا دیا جائیگا (مرقات) یا اولًا جنت میں نہ جائیگا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے۔ [3] چونکہ اہل عرب موسم خریف سے سال شروع کرتے تھے اسی لیے سال کو خریف کہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ جنت کی خوشبو میدانِ قیامت میں پہنچے گی مسلمان اس خوشبو سے لطف اندوز ہونگے۔ [4] تردی کے لغوی معنے ہیں اپنے کو ہلاکت کیلئے پیش کرنا، اب اصطلاح میں مرنے کیلئے کودنے چھلانگ لگانے کو تردی کہا جاتا ہے، یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ [5] یا تو خلود کے معنے ہیں بہت دراز ٹھہرنا، ابدًا اس درازی کی تاکید کیلئے ہے یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو یہ کام حلال سمجھ کر کرے کہ اب وہ کافر ہوگیا، یا یہ مطلب ہے کہ اس طرح خودکشی کرنے والا اس ہمیشگی عذاب کا مستحق ہے اگرچہ اللہ تعالٰی اسے ایمان کی برکت سے رحم فرما کر دوزخ سے نکال دیگا لہذا یہ حدیث اُن آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کتنا ہی گنہگار ہو آخر کار جنت میں پہنچے گا۔ [6] معلوم ہوا کہ جیسے دوزخ میں کھولتا پانی، سانپ بچھو کے زہر عذاب کے لئے مہیا کیے گئے ہیں یوں ہی علیحدہ زہر بھی وہاں موجود ہے، زہر سے خودکشی کرنے والا ہمیشہ زہر کھاتا پیتا رہیگا اور اسے زہر چڑھنے کی تکلیف ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی۔ [7] اس جملہ کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ وہ شخص چھری گھونپتا رہیگا اور اس سے جو تکلیف اُسے دنیا میں ہوئی تھی برابر ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی، خلود کے وہ ہی معنے ہیں جو ابھی عرض کیے گئے۔ خیال رہے کہ ڈاکو، باغی پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی خودکشی کرنے والے پر امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک نماز جنازہ ہے، امام یوسف کے ہاں پڑھی جائے شہید پر نماز جنازہ ہمارے

عَلَیْہِ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَہٗ یَخْنُقُہَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ یَطْعَنُہَا یَطْعَنُہَا فِی النَّارِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ رَجُلٌ بِہٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِکِّیْنًا فَحَزَّ بِہَا یَدَہٗ فَمَا رَقَاَ الدَّمُ حَتّٰی مَاتَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِہٖ فَحَرَّمْتُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ الطُّفَیْلَ بْنَ عَمْرٍو

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا گلا گھونٹ لے[1] تو وہ آگ میں گلا گھونٹتا رہیگا، اور جو اپنے کو نیزہ مارلے تو وہ آگ میں نیزہ مارتا رہیگا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، تم سے پہلے والی اُمتوں میں ایک شخص تھا جسے زخم تھا، وہ گھبرا گیا، اُس نے چھری لی، اُس سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا[3] پھر اُس کا خون نہ تھما، حتی کہ مر گیا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میرے بندے نے مجھ پر[4] جلدی کی، میں نے اس پر جنت حرام کردی[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہے، امام شافعی کے ہاں نہیں، وہ کہتے ہیں اسکے سارے گناہ شہادت سے معاف ہوگئے پھر نماز جنازہ کی کیا ضرورت ہے، ہم کہتے ہیں کہ نماز جنازہ معافی گناہ کے لیے نہیں ہوتی ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوتی بلکہ اظہار شرافت کے لیے ہوتی ہے، شہید اسکا زیادہ مستحق ہے۔ [1] خواہ ہاتھ سے گلا گھونٹے یا پھانسی لگا کر مرجائے یا کسی سے اپنا گلا گھٹوائے یا اپنے کو دوسرے سے پھانسی لگوائے، سب کا یہی حکم ہے، خیال رہے کہ پھانسی کے مجرم کا اپنے کو حاکم کے سامنے پھانسی کے لیے پیش کردینا اور اقرار قتل کرکے پھانسی پر چڑھ جانا اس میں داخل نہیں بعض صحابہ کرام نے بارگاہ میں زنا کا اقرار کرکے اپنے کو رجم کے لیے پیش فرمادیا اور ان کا یہ عمل بہترین توبہ میں شمار ہوا، بعض مردان خدا نے پھانسی کے وقت پھانسی کے پھندے کو چوما ہے کہ یہ پھندا توبہ کی قبولیت کا ذریعہ ہے عشق کے کام نیارے [2] خیال رہے کہ جو شخص شرعًا قتل کا مستحق ہو مگر مروجہ قانون اُسے قتل نہیں کرتا تو وہ شخص خود اپنے کو قتل ہرگز نہ کرے اگر کریگا تو اس سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ سزائے قتل میں حاکم کا فیصلہ ضروری ہے، جیسے زنا کی سزا رجم یعنے سنگسار کرنا ہے مگر موجودہ قانون یہ سزا جاری نہیں کرتا تو کوئی زانی اپنے کو قتل نہ کرے، زبانی توبہ صدقہ وغیرہ کرے، اگر قتل کرے گا تو خودکشی کی حرام موت مرے گا کہ یہ سزا نہیں خودکشی ہے [3] حزّ حطی زے سے بھی ہے اور جیم معجمہ زے سے بھی ہے دونوں کے معنے ہیں کاٹ لینا یعنے اُس نے اپنی نبض پر شگاف دے لیا جس سے سارا خون نچڑ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔ [4] اس طرح کہ اپنی موت کے لیے ہمارے بلاوے کا انتظار نہ کیا، خود بغیر بلائے آنے کی کوشش کی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس کی موت لکھی ہی یوں تھی، جیسے قاتل دوسرے کو قتل کرکے گنہگار ہوتا ہے ایسے ہی اپنے کو قتل کرکے بھی مجرم ہوتا ہے۔ [5] یعنی اس وقت اُس کا جنت میں داخلہ حرام فرمادیا، سزا پاکر دوزخ کی جیل بھگت کر پھر جنت میں جاوے گا اور اگر وہ شخص کافر تھا تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ روش کلام سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ حرام ہونا خودکشی کی وجہ سے تھا نہ کہ کفر کی وجہ سے۔

الدوسی لما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ ھاجر الیہ وھاجر معہ رجل من قومہ فمرض فجزع فاخذ مشاقص لہ فقطع بھا براجمہ فشخبت یداہ حتی مات فراہ الطفیل بن عمرو فی منامہ وھیئتہ حسنۃ وراہ مغطیا یدیہ فقال لہ ما صنع بک ربک فقال غفرلی بھجرتی بنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراک مغطیا یدیک قال قیل لی لن نصلح منک ما افسدت فقصھا الطفیل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم ولیدیہ

نے جب مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرمائی تو طفیل ابن عمرو دوسی نے [1] حضور کی طرف ہجرت کی، اور اُنکے ساتھ اُنکی قوم کے ایک شخص نے ہجرت کی [2] پھر وہ بیمار ہوگئے تو گھبرا گئے، تو انہوں نے اپنے تیر لئے اُن سے اپنے پورے کاٹ لئے تو اُن کے ہاتھ خون بہانے لگے [3] یہانتک کہ وہ مرگئے، تو اُسے طفیل ابن عمرو نے خواب میں دیکھا کہ اُنکی حالت بہت اچھی ہے [4] اور انہیں اپنے ہاتھ ڈھکے ہوئے دیکھا، تو اُن سے پوچھا کہ رب نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ تو بولے کہ مجھے بخش دیا اپنے نبی کی طرف ہجرت کرنے کی برکت سے [5] پھر پوچھا کیا وجہ ہے میں تمہیں ہاتھ ڈھانپے دیکھ رہا ہوں [6] بولے کہ مجھ سے فرمایا گیا کہ جو تم نے خود بگاڑ لیا ہم اسے درست نہ کرینگے [7] یہ خواب طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی اسکے ہاتھوں کو

[1] آپ دوس ابن عبداللہ کے قبیلہ سے ہیں اسلیئے دوسی کہلاتے ہیں، حضور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ آکر مسلمان ہوئے، پھر حضور نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم میں تبلیغ کرو، آپ نے عرض کیا کہ مجھے حقانیت اسلام کی کوئی دلیل عطا فرمائی جائے، حضور نے دعا کی تو اُن کی آنکھوں کے درمیان نور نمودار ہوگیا، پھر وہ نور پیشانی سے منتقل ہوکر آپ کی لاٹھی میں آگیا، اس لیئے آپ کا لقب ذوالنور ہُوا، پھر آپ مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں حاضر رہے آخر حیات شریف تک ساتھ رہے، جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے، بعض نے فرمایا کہ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں آپ کی شہادت ہے (اشعہ)۔ [2] یعنی وہ شخص ان کی تبلیغ پر ایمان لایا اور ان کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگیا۔ [3] لغت میں شخب کے معنے ہیں دوھنے کے وقت دودھ جاری ہو، اب اصطلاح میں خون بہنے کو شخب کہا جاتا ہے، یہی اصطلاحی معنے یہاں مراد ہیں۔ [4] لباس چٹا ہے چہرہ پرنور ہے بخشش کے آثار نمودار ہیں، خیال رہے کہ میت کا سفید لباس چہرہ کی سفیدی دیکھنا بخشش کی علامت ہے۔ [5] معلوم ہُوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور حضور کو دیکھنا ساری عبادات سے افضل ہے اور بخشش کا وسیلہ عظمٰی، دیکھو ان صحابی کے پاس نمازیں روزے تمام عبادات تھیں مگر بخشش ہجرت کی برکت سے ہوئی، یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہجرت میں حضور کی بارگاہ میں حاضری کی نیت کرنا ضروری ہے حالانکہ ہجرت عبادت ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے مہاجرًا الی اللہ ورسولہ۔ جب ہجرت میں حضور کی رضا کی نیت اعلٰے ہے تو دیگر عبادات میں بھی رضائے مصطفوی کی نیت شرک نہیں۔ [6] یعنی باقی جسم کی طرح تمہارے ہاتھ کھلے ہوئے کیوں نہیں۔

[7] ظاہر یہ ہے کہ خود رب تعالٰی نے بلاواسطہ اُن سے یہ فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ بواسطہ فرشتہ یہ کلام ہُوا ہو۔

فَاغْفِرْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْکَعْبِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ یَا خُزَاعَۃُ قَدْ قَتَلْتُمْ ھٰذَا الْقَتِیْلَ مِنْ ھُذَیْلٍ وَاَنَا وَاللہِ عَاقِلُہٗ مَنْ قَتَلَ بَعْدَہٗ قَتِیْلًا فَاَھْلُہٗ بَیْنَ خِیْرَتَیْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ بِاِسْنَادِہٖ وَصَرَّحَ بِاَنَّہٗ لَیْسَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ

بھی بخش دے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو شریح کعبی سے[2] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ فرمایا پھر تم ہو اے خزاعہ کہ تم نے ہذیل کے اس مقتول کو یقیناً قتل کیا ہے[3] اور اللہ کی قسم اس کی دیت میں دونگا[4] اس کے بعد جو کوئی کسی مقتول کو قتل کرے تو اُس کے ورثا کو دو اختیار ہونگے[5] اگر چاہیں تو قاتل کو قتل کردیں، اور چاہیں تو دیت لے لیں[6] (ترمذی، شافعی) اور شرح سنہ میں ان کی اسناد سے ہے[7] اور تصریح فرمائی کہ مسلم بخاری میں ابو شریح سے روایت نہیں[8]

[1] خیال رہے کہ مومن کا خواب وحی الٰہی کا ایک حصہ ہے خصوصًا جبکہ نبوت کی طرف سے اسکی تائید ہوجائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خودکشی کرنے سے دوزخ میں خلود نہیں بلکہ یہ گناہ بھی دوسرے گناہوں کی طرح قابل بخشش ہے یہ حدیث گذشتہ حدیث کی شرح ہے اور یقینًا اس دعا سے انکا یہ قصور بھی معاف ہوگیا یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ جو فوائد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں آپ کی زیارت سے میسر تھے وہ ہی فوائد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے ہیں لہذا مومن کو ان فوائد کی امید رکھنی چاہیے ہر مومن کو اور سب کے صدقے سے مجھ گنہگار کو روضۂ اطہر کی زیارت مسجد نبوی شریف میں اعتکاف نصیب کرے۔ [2] آپکا نام خویلد ابن عمرو کعبی ہے عدوی ہیں خزاعی ہیں فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اپنی کنیت میں مشہور ہیں (اکمال و مرقات)۔ [3] یہ کلام مبارک اس خطبہ شریف کا حصہ ہے جو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں ارشاد فرمایا جو کتاب الحج باب حرم مکہ کی فصل اول میں مذکور ہوچکا قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں بنی ہذیل کے ایک شخص کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو خزاعہ نے فتح مکہ سے کچھ دن پہلے اس خون کا بدلہ لیتے ہوئے ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کردیا تھا یہاں اسی کا ذکر ہے۔ [4] چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے دی تاکہ ان دو قبیلوں میں فتنہ نہ ہو۔ خیال رہے کہ دیت یعنی خون بہا کو عربی میں عقل کہتے ہیں عقل کے معنے ہیں روکنا چونکہ یہ قتل کو روکنے والی چیز ہے لہذا عقل کہلاتی ہے اسی لیے رسی کو عقال کہتے ہیں کہ وہ جانور کو بھاگنے سے روکتی ہے اور دانش و سمجھ کو عقل کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے۔ [5] یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار رہیں گے، خیال رہے کہ یہ اختیار عمدًا قتل میں ہیں خطاءً یا شبہ عمد قتل میں ان وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں صرف دیت ہی لے سکتے ہیں۔ [6] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و احمد و اسحاق نے فرمایا کہ قصاص کی طرح دیت کا اختیار بھی مقتول کے ورثا کو ہے قاتل کو انکار کرنے کا حق نہیں، مگر امام ابو حنیفہ و امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت میں قاتل کی رضا ضروری ہے اگر وہ قبول کرے تو دیت دے، قبول نہ کرے تو قصاص دے یہی قول امام حسن و نخعی کا ہے، یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، خیال رہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے ایک بھی دیت لینے پر راضی ہوجائے تو باقی وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں رہتا، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ان وارثوں میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قصاص واجب نہیں جب تک کہ غائب آنہ جائے اور بچہ بالغ نہ ہوجائے ان وارثوں میں مرد و عورت سب یکساں برابر کے مستحق ہیں۔ [7] یعنی صاحب مصابیح نے اپنی کتاب شرح سنہ میں بروایت شافعی یہ حدیث نقل فرمائی۔ [8] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ باوجودیکہ خود انھوں نے اپنی کتاب شرح سنہ میں صاف بیان فرمایا کہ یہ حدیث مسلم و بخاری کی نہیں مگر پھر بھی

وَقَالَ وَاَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَعْنِيْ بِمَعْنَاهُ، وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَتْ بِرَاْسِهَا فَجِيْءَ بِالْيَهُوْدِيِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ

اور فرمایا کہ مسلم بخاری نے بروایت ابو ہریرہ اسکی یعنی اسکے معنی کی روایت کی[1] روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا[2] تو اس سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی، کیا فلاں نے کی یا فلاں نے حتی کہ اس یہودی کا نام لیا گیا، تو اُس نے سر سے اشارہ کر دیا[3] پھر یہودی کو لایا گیا، اُس نے اقرار کر لیا[4] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، تو اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا[5] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ربیع نے جو انس ابن مالک کی پھوپھی ہیں[6] ایک انصاری عورت کا دانت توڑ دیا[7] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، حضور نے قصاص کا حکم دیا

[1] مصابیح نے فصل اول میں بیان کر دیا حالانکہ پہلی فصل میں مسلم یا بخاری کی روایت آنی چاہیئے۔

[1] یہ عبارت اس اعتراض کی تکمیل ہے کہ یہ حدیث یہاں فصل اول میں نہ آنی چاہیئے۔ [2] رض کے معنی ہیں دلنا یا کچلنا، اسی لیئے دال کو رضاض اور دلیہ کو رضیض کہا جاتا ہے کہ دال تو دلی جاتی ہے دلیہ کچلا جاتا ہے۔ [3] اشارۃً ہاں کا اقرار کیا، معلوم ہُوا کہ لڑکی کے ہوش قائم تھے زبان بند ہو چکی تھی، اب بھی قریب الموت زخمی سے پولیس آخری بیان لیتی ہے، اسکا ماخذ یہ ہے۔ [4] اس اقرار کرانے سے معلوم ہُوا کہ صرف مریض کے الزام سے قصاص نہ ہوگا اس کیلئے یا دو گواہ ہوں یا ملزم کا اقرار، اگر یہودی اسوقت انکار کرتا تو اس سے قسم لی جاتی۔ [5] اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ بھاری چیز سے مار ڈالنے پر قصاص ہے، قصاص کیلئے صرف دھاردار آلہ سے مارنا شرط نہیں، یہی قول ہے امام مالک و شافعی کا اور ہمارے ائمہ میں سے صاحبین کا مگر امام اعظم کے ہاں اس میں قصاص نہیں، قصاص تلوار، چاقو، نیزہ وغیرہ سے قتل کرنے میں ہے، امام صاحب اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ عمل شریف سیاست یعنی ملکی انتظام کے لئے بطور تعزیر تھا قصاص نہ تھا، اب بھی حاکم تعزیرًا یہ کر سکتا ہے، دوسرے یہ کہ قصاص میں نوعیت قتل کا لحاظ رکھا جائے کہ جس طرح قاتل قتل کرے اسی طرح حاکم اُس کو قتل کرکے قصاص لے، یہ بھی قول امام شافعی کا ہے، امام اعظم کے ہاں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا، اُس نے کسی طرح قتل کیا ہو، ورنہ جو شخص چھوٹی بچی کو زنا کر کے قتل کر دے وہاں مساوات قتل کیوں کر ہوگی، یہ قتل قصاصًا نہ تھا بلکہ سیاسۃً تھا اس لیئے نوعیت قتل میں برابری کی گئی، خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں صرف مقتول کے قول پر ہی قصاص لینا جائز ہے جمہور علماء کے ہاں نہیں، یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے۔ تیسرے یہ کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ [6] آپ ربیع، رکے پیش ب کے کسرہ ی کے شد و کسرہ سے، بنت نضر انصاریہ ہیں حارثہ بنت سراقہ کی والدہ صحابیہ ہیں انس ابن مالک ابن نضر کی پھوپھی، مالک ابن نضر کی بہن۔

[7] ثنیہ وہ دانت ہے جو رباعی دانتوں اور کیلوں کے درمیان ہے اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔

فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؕ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَ الَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهْمًا يُعْطٰى رَجُلٌ فِيْ

تو انس ابن نضر نے جو انس ابن مالک کے چچا ہیں عرض کیا یا رسول اللہ! اُس کا دانت واللہ نہ توڑا جائے گا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اللہ کی تحریر قصاص ہے[2] پھر قوم راضی ہوگئی، اور دیت قبول کرلی[3] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں وہ ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں، تو اللہ تعالٰی اُنکی قسم پوری کرے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے[5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں[6] تو فرمایا اُسکی قسم جس نے دانہ چیرا، اور جان پیدا کی، ہمارے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے جو قرآن میں ہے[7]، سوائے اس سمجھ کے جو کسی شخص کو دی جائے

[1] یعنی رب کی قسم مجھے اللہ تعالٰی کے کرم سے امید قوی ہے کہ وہ اس لڑکی اور اس کے وارثوں کو دیت لینے پر راضی کردیگا اُنکے دل میں رحم ڈال دیگا اور میری بہن ربیع قصاص سے بچ جائے گی، اس میں حضور کے فرمان کا انکار نہیں ورنہ کفر لازم آتا اور ان پر سختی کی جاتی۔ [2] یعنی حکم شرعی تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے کہ دانت کے عوض دانت توڑا جائے وہ لڑکی معاف کردے اور اُس کے عزیز راضی ہوجائیں اُنکی خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور فرماتا ہے اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ۔ [3] یہاں مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندوں کی قسم پوری کردیتا ہے ان بزرگ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائیں گے رب تعالٰی نے انکی قسم پوری فرمادی اور دیت پر صلح کرادی، یہ ہے لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ کا ظہور۔ [4] اس میں انس ابن نضر کی تعریف ہے کہ تم اللہ تعالٰی کے ایسے مقبول بندے ہو کہ رب تعالٰی پر قسم کھا جاؤ تو رب تعالٰی تمہاری قسم پوری فرمادے دیکھو تم نے قسم کھائی تھی رب تعالٰی نے پوری کردی، اور ممکن ہے کہ دیت قبول کرلینے والوں کی تعریف ہو کہ یہ لوگ ایسے نیک ہیں اور انھوں نے اسوقت ایسا نیک کام کیا ہے کہ اگر یہ آئندہ رب تعالٰی پر قسم کھالیں تو رب تعالٰی ان کی قسم پوری فرمادے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں شفاعت اور سفارش کرنا بہتر ہے، اور عورت سے بھی قصاص لیا جائیگا، اور اگر دانت پورا توڑ دیا جائے تو اس میں قصاص ہے، دانت کا ٹکڑا توڑ دینے میں ائمہ کا اختلاف ہے، ہڈی توڑ دینے کے قصاص میں بہت تفصیل ہے اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ کا مطالعہ کرو۔ [5] آپ کا نام وھب ابن عبداللہ ہے عامری ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر بہت بچپن میں، حضور کے وصال شریف کے وقت بہت کمسن تھے، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپکی طرف سے افسر مال رہے، وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی، حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے آپ سے بہت روایات ہیں۔ [6] زمانہ حیدری میں روافض پیدا ہوچکے تھے انھوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علی کے پاس قرآن کریم کے علاوہ اور صحیفے اور خصوصی اسرار الٰہیہ ہیں، جو کسی کے پاس نہیں، اسلئے اکثر لوگ جناب علی مرتضٰے سے ایسے سوالات کرتے تھے عِنْدَكُمْ میں خطاب تمام اہل بیت رسول اللہ سے ہے جن کے امیر حضرت علی ہیں (مرقات) یعنی آپ کے خاندان والوں کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے جو عام مسلمانوں کو نہ دی گئی ہو۔ [7] مَا فِي الْقُرْاٰنِ میں حدیث شریف بھی داخل ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح اور اسکی تفسیر ہے۔

كِتَابِهٖ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذُكِرَ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا فِي كِتَابِ الْعِلْمِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَوَقَفَهٗ بَعْضُهُمْ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّ

کتاب اللہ میں[1] اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے[2] میں نے پوچھا کہ صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا دیت[3] اور قیدی کو چھوڑانا[4] اور یہ کہ مسلمان کافر کے عوض نہ قتل کیا جائے[5] (بخاری) اور حضرت ابن مسعود کی حدیث لا تقتل نفس ظلمًا الخ کتاب العلم میں ذکر کردی گئی[6]

دوسری فصل، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا مٹ جانا اللہ کے ہاں آسان ہے مسلمان آدمی کے قتل سے[1] (ترمذی، نسائی) اور بعض نے اسے موقوف بیان کیا[2] وہ ہی زیادہ صحیح ہے اور اسے ابن ماجہ نے براء ابن عازب سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوسعید اور

[1] یعنی رب تعالٰی نے مجھے قرآن مجید کی بہت اچھی فہم عطا فرمائی ہے جس سے میں ایسے قرآنی نکات نکال لیتا ہوں جو تم کو معلوم نہیں ہوتے اس فرمان عالی سے اجتہاد استنباط اور فقہ کا ثبوت ہوا کہ فہم قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ [2] یعنی ان اوراق میں کچھ شرعی احکام ہیں جو شاید تمہارے پاس نہ ہوں، یہ کوئی خاص اسرار نہیں جو کسی کو بتائے نہ جائیں۔ [3] یعنی اس صحیفہ و اوراق میں قتل خطاء وغیرہ کی دیت و خون بہا کے کچھ احکام ہیں کہ کس جرم کی دیت کتنی ہے اور یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہوسکے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرو، مقروضوں کی امداد کرو، مکاتبین کا بدل کتابت ادا کرو کہ یہ سب قیدی چھوڑانے کی صورتیں ہیں۔ [4] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کردے تو اس کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اس کی دیت دلوائی جائیگی مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد حربی کافر ہیں ان کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں، رہے ذمی کفار اور مستامن جو ہماری امان میں ہمارے ملک میں رہتے ہوں یا باہر سے آئے ہوں انکو اگر مسلمان قتل کردے تو قصاص لیا جائیگا کیونکہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدمائنا واموالھم کاموالنا ان ذمیوں مستامنوں کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں اور انکے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں، اسی لیئے اگر مسلمان چور کافر ذمی کا مال چرالے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، نیز عبدالرحمن بن سلمان نے روایت کی کہ حضور کے زمانہ شریف میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا تو حضور نے اسے قتل کرایا، وہ احادیث پاک کی شرح ہے۔ [5] یعنی وہ حدیث کہ نہیں قتل کیا جاتا کوئی نفس مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کا اس میں حصہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے ظلمًا قتل ایجاد کیا مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب العلم کے شروع میں رکھی۔ [1] یہاں مسلم سے مراد مردمومن عارف باللہ ہے یعنی ایک عارف باللہ کا قتل ساری دنیا کی بربادی سے سخت تر ہے کیونکہ دنیا عارفین ہی کیلئے تو بنی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کرکے عرفان میں اضافہ کریں اور یہاں اعمال کرکے آخرت میں کمال حاصل کریں، اور دنیا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے سخت تر ہے کہ مقصود برات دولہا ہی ہے۔ [2] یعنی خود سیدنا عبداللہ ابن عمر کا اپنا قول نقل فرمایا، یہ ہی صحیح تر ہے لیکن ایسی موقوف حدیث حکمًا مرفوع ہوتی ہے کیونکہ محض عقل و قیاس سے ایسی بات نہیں کہی جاسکتی۔

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا يَقُولُ يَا رَبِّ قَتَلَنِي حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا اگر زمین و آسمان والے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوجائیں[1] تو اللہ تعالیٰ انہیں آگ میں اوندھا ڈال دے[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا کہ اس کی پیشانی و سر اس کے ہاتھ میں ہوگا[3] اور مقتول کی رگیں خون بہاتی ہونگی[4] اور عرض کرے گا یا رب اس نے مجھے قتل کیا تھا، حتی کہ اسے عرش کے قریب کردے گا[5] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ ابن سہل ابن حنیف سے[6]

[1] آسمان والوں سے مراد آن انسانوں کی روحیں ہیں جو یہاں فوت ہوچکے یا جو ابھی دنیا میں آئی نہیں، مقصد یہ ہے کہ قتل ایسا جرم ہے کہ ایک قتل کی وجہ سے بہت کو عذاب ہوسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کریں تو سب کو قتل کیا جائیگا، اور دو ہام کے قتل کا اور حکم ہے جہاں جماعتیں لڑیں اور دو طرفہ آدمی مارے جائیں پتہ نہ لگے کہ کون کس کا قاتل ہے جسے عربی میں قتل عمیہ کہتے ہیں، لہذا حدیث واضح ہے، خیال رہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اللہ کے حکم سے جان نکالتے ہیں کسی کو ظلمًا قتل نہیں کرتے لہذا وہ اس حکم سے خارج ہیں، آج حاکم اسلام قانون اسلامی کے ماتحت بہت لوگوں کو قتل کرتا ہے، جلاد حاکم کے حکم سے مجرم کو قتل کرتا ہے۔ [2] بعض روایات میں بجائے لاکبہم لکبہم ہے کیونکہ کب کے معنے ہیں اوندھا ڈالا اور اکب کے معنے ہیں اوندھا گرا، یہ ایسا لفظ ہے کہ مجرد میں متعدی ہے باب افعال میں آکر لازم، ملکیت لغت میں یونہی ہے لیکن اگر حضور کے فرمان میں لاکبہم ہو تو لغت جھوٹی ہے حضور سچے ہیں (اشعہ و مرقات) غرضکہ لغت قرآن و حدیث کے تابع ہیں قرآن و حدیث لغت کے تابع نہیں۔ [3] یہ دونوں ضمیریں قاتل کی طرف لوٹتی ہیں یعنی قاتل کا سر مقتول کے ایک ہاتھ میں ہوگا اور قاتل کی پیشانی کے بال دوسرے ہاتھ میں، جب کسی چیز کو مضبوط پکڑنا ہو تو ایسے ہی دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہیں، یہاں سختی گرفت دکھانے کے لئے یہ ارشاد ہوا۔ [4] اوداج جمع ہے ودجٌ کی یا ودجان کی یہ گردن کے آس پاس وہ رگیں ہوتی ہیں جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے، ذبح میں یہی رگیں کاٹی جاتی ہیں، یہ جمع بمعنے تثنیہ ہے جیسے فقد صغت قلوبکما میں قلوب جمع بمعنے تثنیہ ہے۔ [5] مطلب یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں قتل کا مقدمہ بہت اہتمام سے پیش ہوگا اور خاص طور پر سنا جائیگا، لہذا قتل سوچ سمجھ کر بچو۔ [6] ابوامامہ کا نام سعد ہے، علماء تابعین سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے دو سال پہلے ولادت ہوئی، خود حضور نے ان کا نام اور کنیت تجویز فرمائی، بہت کم عمری کی وجہ سے زیارت نہ کرسکے، اپنے والد سہل اور حضرت ابوسعید خدری سے روایات لیں، ۱۰۰ھ میں وفات پائی، ۹۲ برس عمر پائی۔ آپ کے والد سہل ابن حنیف صحابی ہیں، بدر و احد وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، احد میں حضور کے قریب رہے ثابت قدم، خلافت علی مرتضٰے میں حضرت علی کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے، ۳۸ھ میں وفات پائی (مرقات)۔

اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَشْرَفَ یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ کُفْرٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا زَنَیْتُ فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُّ مُنْذُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَنِیْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَلِلدَّارِمِیِّ لَفْظُ الْحَدِیْثِ ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ رَوَاهُ

کہ حضرت عثمان ابن عفان نے گھر کے محاصرہ کے دن جھانکا[1] پھر فرمایا میں تمکو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں، مگر تین سببوں میں سے ایک سے[2] زنا کرنا بعد محصن ہونے کے، یا اسلام کے بعد کفر کرنا، یا ناحق کسی جان کو قتل کرنا، کہ اسکے عوض قتل کیا جائے، اللہ کی قسم میں نے تو جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام میں[3] اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، کبھی مرتد نہ ہوا، اور نہ میں نے کبھی اس جان کو قتل کیا جسے اللہ نے حرام فرمایا، پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو[4] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور حدیث کے الفاظ دارمی کے ہیں[5] روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مومن آدمی جلدی کرنے والا نیک رہتا ہے[6] جبتک کہ حرام خون نہ کرے، پھر جب حرام خون کرلیتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے[7]

[1] یعنی جب مصری و دیگر باغیوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور آپ مجبوراً گھر میں مقید ہوگئے تب گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف جھانک کر یہ فرمایا۔ [2] اس کلام میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو آپکا گھر گھیرے ہوئے آپکے قتل کے درپے تھے چونکہ یہ حدیث سب میں شائع ہوچکی تھی اس لئے آپ نے فرمایا اتعلمون۔ [3] یہ حضرت عثمان کا بڑا ہی کمال ہے کہ عرب جیسے ملک میں رہ کر بہت مالدار ہو کر اسلام سے پہلے بھی زنا سے محفوظ رہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں تو زنا پر فخر کیا جاتا تھا اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے اس صحابی کو زنا سے پہلے ہی سے محفوظ رکھا۔ [4] یعنی میرے قتل سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کتنا بڑا گناہ کررہے ہو اور رب تعالٰی کے ہاں اسکا کیا جواب دوگے۔ خیال رہے کہ باغی، خارجی کو بھی بغاوت یا خروج کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہے اگرچہ یہ دونوں چیزیں بہت کم واقع ہوتی ہیں اس لئے انکا ذکر اس حدیث میں نہیں آیا، نیز بغاوت و خروج شخصی جرم نہیں قومی جرم ہے، یہاں شخصی جرم کا ذکر ہے لہذا نہ تو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف۔ [5] یعنی الفاظ حدیث دارمی نے نقل فرمائے ورنہ یہ قصہ تو بہت کتب میں مروی ہے۔ [6] صالحًا لفظ معنقًا کی تفسیر ہے یا تفصیل یعنے بندہ مومن کو نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے، خیال رہے کہ توفیق خیر ملنا رب تعالٰی کی خاص مہربانی ہے مولانا فرماتے ہیں

شعر

دستگیر و رہنما توفیق دہ ۔ جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ

[7] یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے، بلح بلوحًا کے معنے ہیں تھک جانا، محروم رہ جانا، حیران ہوجانا، یہ حیرانی دنیا میں تو اسطرح ہوگی

أَبُو دَاوُد ۔ وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ

(ابوداؤد) روایت ہے انہی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے[1] سوائے اس کے کہ جو مشرک مرے یا جو دانستہ مومن کو قتل کرے[2] (ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت معاویہ سے ذکر کی اور روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اللہ کی حدیں قائم نہ کی جائیں[3] اور بیٹے کی وجہ سے باپ سے قصاص نہ لیا جائے[4] (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابو رمثہ سے[5] فرماتے ہیں

کہ اس کے دل کو اطمینان، نیکیوں کی توفیق میسر نہ ہوگی، اور خدشہ ہے کہ جو ابھی تو بالکل برائی رہ جائے اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کے حساب میں حیران و سرگرداں رہے غرضکہ خون ناحق دنیا و آخرت کا وبال ہے، خیال رہے کہ ظلماً قتل کرنا، قتل کرانا، قتل میں مدد دینا، بعد قتل، قاتل کی حمایت کرنا سب ہی اسی سزا کے مستحق ہیں، مرقات میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قتل ناحق میں آدھی بات سے مدد دی وہ قیامت میں اٹھے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آئِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ ۱؎ ہر گناہ سے مراد شرک و کفر کے علاوہ گناہ ہیں کیونکہ یہ دونوں لائق بخشش نہیں، معلوم ہوا کہ حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں کہ رب تعالیٰ صاحب حق سے معاف کرا دے، مگر قتل ناحق لائق بخشش نہیں اس کی سزا ضرور ملے گی الا برحمۃ اللہ۔ ۲؎ قتل مومن سے مراد ظلماً قتل ہے، عمداً قتل کی قید اس لیے لگائی کہ خطاء اور شبہ عمد قتل کا یہ حکم نہیں، اسی لیے ان دونوں قتلوں میں قصاص نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر مانا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ کافر تو نہیں مگر مومن بھی نہیں، فاسق ہے یعنی نہ مومن نہ کافر، بعض نے فرمایا کہ وہ ہے تو مومن مگر دوزخ میں ہمیشہ رہیگا مگر مذہب اہلسنت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مومن ہی ہے اور اس کی نجات ضروری ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے، قتل کو حلال جان کر، یا اس لیے قتل کرے کہ وہ مومن کیوں ہوا، وہ دوزخی دائمی ہے لائق بخشش نہیں کہ اب یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر کی بخشش نہیں یا یہ فرمان ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے کہ یہ جرم اسی لائق تھا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا اور اس کا گناہ بخشا نہ جاتا، اگر یہ توجیہیں نہ کی جائیں تو یہ حدیث بہت آیات و احادیث کے خلاف ہوگی، حضور فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیے بھی ہوگی، رب تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دیگا۔ ۳؎ یعنی مسجد میں مجرموں کے فیصلے تو کرو مگر مسجدوں میں سزائیں نہ دو کہ اس میں مسجدوں کی بے حرمتی ہے کہ سزاؤں میں خون وغیرہ بھی نکلتا ہے جس سے مسجد خراب ہوگی، مسجدیں نماز، ذکر، درس وغیرہ کے لیے ہیں، یہ کام ان کے خلاف ہے۔ ۴؎ یعنی اگر باپ اپنے بیٹے کو ظلماً قتل کردے تو اس کے عوض باپ کو قتل نہ کیا جاوے گا بلکہ اس سے دیت لی جائے گی، ماں، دادا، نانا سب کا یہی حکم ہے، یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد کا، امام مالک کے ہاں ان سب سے قصاص لیا جائے گا، خیال رہے کہ اگر بیٹا باپ کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جاوے گا۔ ۵؎ آپ کا نام رفاعہ ابن یثربی تیمی ہے آپ امرؤ القیس کی اولاد سے ہیں۔

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ مَعَكَ قَالَ ابْنِيْ اِشْهَدْ بِهٖ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِيْ أَوَّلِهٖ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰى أَبِي الَّذِيْ بِظَهْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِيْ أُعَالِجُ الَّذِيْ بِظَهْرِكَ فَإِنِّيْ طَبِيْبٌ فَقَالَ أَنْتَ رَفِيْقٌ وَاللهُ الطَّبِيْبُ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آیا تو فرمایا یہ جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ عرض کیا حضور گواہ رہیں کہ یہ میرا بیٹا ہے۱؎ فرمایا آگاہ رہو کہ نہ وہ تم پر جرم کریگا نہ تم اس پر۲؎ (ابوداؤد، نسائی) اور شرح سنہ میں اسکے اول میں یہ زیادہ فرمایا انہوں نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میرے باپ نے وہ چیز دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ میں تھی۳؎ عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپکی پیٹھ والی چیز کا علاج کردوں کہ میں طبیب ہوں، تو فرمایا کہ تم رفیق ہو اللہ طبیب ہے۴؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ سراقہ۵؎ سے

۱؎ یا اشہد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشہد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے، انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اسلئے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اسکے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔ ۲؎ یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائیگا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤگے، اسکا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائیگا اور اسکے گناہ میں تم گرفتار نہ ہوگے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی خیال رہے کہ بچے کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچے کی تربیت میں کوتاہی کرکے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ ۳؎ مہر نبوت جو پشت پر دو کاندھوں کے درمیان پیدائش شریف سے ہی قدرتی طور پر انڈے کے برابر تھی ابھرا ہوا گوشت تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل تھی، یہ حضرت سمجھے کہ کوئی پھوڑا وغیرہ ہے عارضی بیماری، اسلئے وہ عرض کیا جسکا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۴؎ یعنی یہ چیز قابل علاج نہیں بلکہ تم قابل علاج ہو کہ اس قسم کی گفتگو کر رہے ہو اپنے کو شافی الامراض سمجھے اور کہتے ہو شافی امراض اللہ تعالٰی ہے خیال رہے کہ یہاں طبیب بمعنی شافی مطلق ہے نہ کہ فن طب سیکھا ہوا، لہذا اللہ تعالٰی کو طبیب کہنا شرعًا درست نہیں کہ یہ لفظ طبابت کا پیشہ کرنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اللہ تعالٰی کو معلم نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ خود فرماتا ہے الرحمٰن علم القراٰن کیونکہ معلم عمومًا تنخواہ دار مدرسین کو کہا جاتا ہے اور جو لفظ دو معنے رکھتا ہو اچھے اور برے اس کو اللہ تعالٰی کیلئے استعمال نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالٰی کے نام توقیفی ہیں جو نص میں وارد ہوگئے اُن ہی سے اُسے پکارا جائے (مرقات)۔ ۵؎ آپکا نام سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہے مدلجی کنعانی ہیں مقام قدید میں رہتے تھے بڑے شاعر تھے، انکا واقعہ ہے کہ ہجرت کے دن آپ غار ثور تک بری نیت سے پہنچے تھے اور آپکے گھوڑے کو زمین نے پکڑ لیا تھا، پھر اس جگہ ایمان بھی لائے امان بھی حاصل کی، آپ ہی سے حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں کسرٰی پرویز کے کنگن دیکھتا ہوں، آپ کی وفات ۲۴ھ میں ہوئی شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج ؛ اے مرے غیب داں ترے صدقہ

ابْنِ مَالِكٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَبَ مِنْ اِبْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْاِبْنَ مِنْ اَبِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ، وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَزَادَ النَّسَائِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَمَنْ خَصٰى عَبْدَهٗ خَصَيْنَاهُ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا اُرْفِعَ اِلٰى اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَاءُوْا

ابن مالک سے راوی، فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ باپ کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے، اور بیٹے کا قصاص باپ سے نہ لیتے تھے[1] ترمذی نے اسے ضعیف فرمایا[2] روایت ہے حضرت حسن سے وہ سمرہ سے[3] راوی فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے غلام کو قتل کرے، ہم اُس کو قتل کریں گے[4] اور جو اپنے غلام کے اعضا کاٹے ہم اُس کے اعضا کاٹیں گے، (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور نسائی نے دُوسری روایت میں زیادہ کیا کہ جو اپنے غلام کو خصی کرے، ہم اسے خصی کریں گے[5] روایت ہے حضرت عمر ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو دانستہ قتل کرے، تو وہ مقتول کے ولیوں پر پیش کیا جائے گا[6] اگر وہ چاہیں،

[1] یعنی اگر باپ کو بیٹا قتل کر دیتا تھا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور اگر اس کے برعکس بیٹے کو باپ قتل کر دیتا تو باپ سے قصاص نہ لیتے تھے
[2] وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے مگر خیال رہے کہ قریبًا تمام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے، اس عمل علماء سے حدیث کا ضعف جاتا رہا، اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے [3] خواجہ حسن بصری تابعی ہیں اولیائے امت کے سردار، اور سمرہ ابن جندب صحابی، آپ بصرہ میں رہے، اس لئے خواجہ حسن بصری نے بہت سی روایات آپ سے لیں۔ [4] اس حدیث کی بنا پر حضرت ابراہیم نخعی و سفیان ثوری نے فرمایا کہ آقا سے اپنے غلام کا قصاص لیا جائیگا (مرقات) باقی تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مولے سے غلام کا قصاص نہیں لیا جاتا، وہ حضرات اس حدیث کی تین توجیہیں فرماتے ہیں ایک یہ کہ یہ حکم ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے تاکہ مولے اپنے غلام کو قتل کرنے کی ہمت نہ کرے، جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شراب پیئے اُسے کوڑے مارو، پھر پیئے پھر مارو پھر پیئے پھر مارو، پھر پیئے پھر مارو، پھر پیئے تو قتل کر دو، مگر اس کے باوجود حضور کی خدمت اقدس میں چوتھی بار شراب پینے والا لایا گیا، تو اسے قتل نہ کرایا، معلوم ہو کہ وہ حکم ڈرانے کے لئے تھا، دوسرے یہ کہ اس سے آزاد کردہ غلام مراد ہے، اسے غلام فرمانا پہلے حال کے لحاظ سے ہے، تیسرے یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ الحر بالحر والعبد بالعبد سے، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک مولے سے اپنے غلام کا قصاص نہیں لیا جاتا، مگر دوسرے کا غلام قتل کر دینے سے قصاص لیا جاتا ہے، امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں اس کا بھی قصاص نہیں، انکے ہاں آزاد و غلام میں غلام کا قصاص کسی آزاد سے نہیں لیا جاتا اس کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے (مرقات، اشعہ، لمعات) [5] اس پر سارے علماء حتی کہ ابراہیم نخعی و سفیان ثوری کا بھی اتفاق ہے کہ غلام کے اعضاء کا قصاص آزاد سے نہیں لیا جاتا لہذا اب حدیث

قَتَلُوْا وَاِنْ شَاءُ وْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ حِقَّةً وَّثَلٰثُوْنَ جَذَعَةً وَّاَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَاؤُهُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

تو قتل کریں، اور اگر چاہیں، تو دیت لے لیں، وہ دیت تیس حقہ، تیس جزعہ، اور چالیس خلفہ ہیں[۲] اور جس چیز پر وہ صلح کرلیں، وہ انہیں کی ہے[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا[۴] مسلمانوں کے خون برابر ہیں[۵] اور انکی ذمہ داری ادنیٰ آدمی کرسکتا ہے[۶] اور رد کرسکتا ہے دُور کا آدمی[۷] اور مسلمان اپنے مقابل پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں[۸] خبردار مسلمان کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے[۹] اور نہ معاہد والا اپنے ذمہ میں[۱۰] (ابوداؤد)

سب کے نزدیک واجب التاویل ہے۔ [۱] ولیوں سے مراد وارث قرابت دار ہیں جو دیت لے سکتے ہیں۔

[۲] حقہ وہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے، جزعہ وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں قدم رکھ لے، خلفہ حاملہ اونٹنی جو اپنے پیچھے بچہ چھوڑنے والی ہو، یہ کل سو اونٹنیاں ہوئیں بمقابلہ اونٹ کے اونٹنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے وہ ہی دیت میں دی جائے گی۔ [۳] یعنی اگر اس دیت کے علاوہ کسی اور شئے میں دونوں فریق کی صلح ہو جائے تو وہ دی جائے، یہ دیت ہر قاتل سے لی جائے گی خواہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے یا مولٰی اپنے غلام کو، باپ اور مولٰی پر قصاص نہیں دیت ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے کہ دیت کے تین حصے ہوں گے تیس تیس حقہ و جزعہ اور چالیس خلفہ، مگر ہمارے اور امام مالک کے ہاں دیت کے چار حصے ہوں گے پچیس حقہ، پچیس جزعہ، پچیس بنت لبون پچیس بنت مخاض، ہماری دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث موقوف اور ثابت ابن یزید کی حدیث مرفوع ہے جس میں دیت کی یہ ہی تفصیل ہے جو ہم نے عرض کی، ہمارے ہاں یہ حدیث عمرو ابن شعیب صحیح نہیں اس لئے ناقابل عمل ہے، خیال رہے کہ قتل خطا کی دیت تمام ائمہ کے ہاں قاتل کے عصبہ وارثوں پر واجب ہے خود قاتل پر نہیں۔ [۴] یہ حدیث حضرت علی کی صحیفہ سے لی گئی جو آپ لوگوں کو دکھایا کرتے تھے (مرقات)۔ [۵] یعنی ہر مسلمان کے قتل کا ایک حکم ہے کہ عمد میں قصاص خطا یا شبہ عمد میں دیت خواہ امیر ہو یا غریب، بوڑھا جوان ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت، عالم ہو یا جاہل، چودھری نمبر دار ہو یا معمولی حیثیت کا مسلمان، امیر قاتل سے غریب مقتول کا قصاص لیا جائیگا۔ [۶] یعنے اگر جہاد میں کوئی معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو سب کو اسکی امان کا احترام کرنا ہوگا، کوئی اُسے قتل نہیں کرسکتا۔ [۷] اس جملہ کے بہت معنے ہوسکتے ہیں قریب تر معنے یہ ہیں کہ اگر مقام جہاد سے دور رہنے والا مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو کسی مجاہد کو اُسے قتل کرنے کا حق نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ اگر جہاد کے موقعہ پر مجاہدین کی ایک جماعت دار الحرب میں بہت دور نکل گئی اور دوسری جماعت بہت پیچھے رہ گئی، پھر غنیمت ملی تو اس غنیمت میں ان کا حصہ بھی ہوگا جو پیچھے رہ گئی ہے۔ [۸] کہ مشرقی مسلمان مغربی مسلمان کا مددگار ہے ایک پر مصیبت سب پر مصیبت ہے افسوس کہ اب مسلمانوں کا عمل اس کے برعکس ہے۔ [۹] اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ حربی کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جائیگا۔ [۱۰] یعنے اگر ہمارا ذمی کافر کسی حربی کافر کو قتل کردے تو ہم اس کے عوض اس ذمی کافر کو قتل نہ کریں گے، اس جملہ کے احناف کے ہاں یہ ہی معنے ہیں، لہذا مسلم قاتل کو حربی کافر کے عوض بھی قتل نہ کیا جائے گا اس صورت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت ہوگی، بعض ائمہ کے نزدیک اس کے

وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ وَالْخَبْلُ الْجُرْحُ فَھُوَ
بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلٰثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَۃَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ بَیْنَ اَنْ یَّقْتَصَّ اَوْ
یَعْفُوَ اَوْ یَاْخُذَ الْعَقْلَ فَاِنْ اَخَذَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہُ النَّارُ خَالِدًا
فِیْھَا مُخَلَّدًا اَبَدًا رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ، وَعَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِیْ عِمِّیَّۃٍ فِیْ رِمِّیٍّ یَکُوْنُ بَیْنَھُمْ بِالْحِجَارَۃِ اَوْ جَلْدٍ بِالسِّیَاطِ اَوْ

نسائی، ابن ماجہ، بروایت ابن عباس) روایت ہے حضرت ابو شریح خزاعی سے[1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا خون کیا گیا، یا اُس کو خبل کیا گیا یعنی زخمی[2] تو اُسے تین چیزوں میں سے ایک کا
اختیار ہے، اگر چوتھی چیز چاہے[3] تو اُس کا ہاتھ پکڑ لو، یا وہ قصاص لے لے، یا معافی دے دے، یا دیت لے لے[4] پھر
اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کرے، پھر اس کے بعد زیادتی کرے[5] تو اُس کے لئے آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے
گا[6] (دارمی) روایت ہے حضرت طاؤس سے[7] وہ حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
راوی، فرماتے ہیں جو بلوے میں قتل کیا گیا[8] آپس کے پتھراؤ، یا کوڑے بازی میں، یا

معنے ہیں کہ مستامن و ذمی کو قتل نہ کرو انہیں امان دو مگر اس صورت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت نہیں، نیز یہ معنے بھی مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ ذمی و مستامن
کو قتل نہ کیا جائے اگر کوئی مسلمان اسے قتل کردے تو قصاص ہوگا۔

1 آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، اپنی کنیت میں مشہور ہوئے (مرقات)۔ 2 عمدًا قتل و زخم مراد ہے کیونکہ خطاءً قتل و زخم
میں قصاص نہیں ہوتا، قتل کی صورت میں تو اولیاء مقتول کو اختیار ہے اور زخم کی صورت میں خود مجروح کو اختیار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ 3 مثلًا قصاص بھی لے اور دیت
بھی چاہے یا معاف بھی کرے قصاص بھی لے، یہ اجتماع چوتھی صورت ہے یا مثلًا ظالم نے اس کی انگلی کاٹی تھی، یہ مجروح اس کا پورا ہاتھ کاٹنا چاہے۔ 4 کس زخم
کی کتنی دیت ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ 5 کہ معاف کرچکنے کے بعد قصاص یا دیت لے لے یا دیت کے بعد قصاص یا قصاص کے بعد دیت لے لے۔
6 اگر اس نے یہ ظلم حلال سمجھ کر کیا تو اس کا دوزخ میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہنا ظاہر ہے اور اگر حرام جان کر کیا تو یہاں خلود سے مراد بہت عرصہ تک دوزخ میں رہنا ہے
کیونکہ دوزخ کی ہمیشگی صرف کفار کے لئے ہے۔ 7 آپ کا نام ذکوان ابن کیسان ہے خولانی ہمدانی یمانی ہیں اصل باشندے فارس کے ہیں یمن میں رہنے بسنے لگے تھے بڑے
عابد زاہد مقبول الدعا تابعی ہیں چالیس حج کئے، بہت حسین جمیل تھے اسی لئے آپ کو طاؤس یعنے مور کہتے تھے حضرت عبداللہ ابن عباس کے خاص صحبت یافتہ
ہیں ۱۰۶ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔ 8 عمیۃ عمی سے بنا بمعنے اندھا پن، بلوے اور اژدحام کی قتل کو اس لئے عمیہ کہتے ہیں، کہ
اس میں قاتل معلوم نہیں ہوتا، اندھا دھند مار پیٹ دو جماعتوں میں ہوتی ہے۔

ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ وَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَاءِ وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَمَنْ حَالَ دُوْنَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهُ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ، وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُعْفِيْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَيْءٍ فِيْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ،

لاٹھی کی مار میں[1] تو وہ خطا ہے اور اس کی دیت خطا کی دیت ہے[2] اور جو عمدًا قتل کیا گیا، تو وہ قصاص ہے[3] جو اس کے بیچھے حائل ہو، تو اس پر اللہ کی لعنت اور ناراضگی ہے[4] اس کا نہ نفل قبول ہو نہ فرض[5] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہم اس کو معافی نہ دیں گے جو دیت لینے کے بعد قتل کردے[6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ نہیں ہے کوئی شخص کہ مصیبت پہنچائی جائے اس کے جسم میں، پھر وہ اسے معاف کردے[7] مگر بلند کرے گا اللہ تعالٰی اس کا درجہ اور معاف کرے گا اس کی خطائیں (ترمذی، ابن ماجہ) تیسری فصل۔

۱؎ یہ تفصیل درحقیقت عِمّیہ کا بیان ہے کہ بلوے کی جنگ خواہ لاٹھیوں کی ہو خواہ تیر، گولی کی یا کوڑے ہنٹر کی سب کا حکم یہی ہے۔ ۲؎ یعنے اس قتل کا حکم قتل خطا کا سا ہے کہ اس میں کسی سے قصاص نہ لیا جائے گا صرف دیت لی جائے گی۔ یا یہ آخری جملہ خطا کا بیان ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر ایسی چیز سے کسی کو قتل کیا گیا جو قتل کیلئے متعین نہیں جیسے چھوٹے پتھر اور اس سے قتل واقع ہوگیا تو اس قتل کو شبہ عمد کہتے ہیں اس میں قصاص نہیں ہوتا دیت ہوتی ہے، تو ثابت ہوا کہ قصاص کے لیے عمدًا قتل ضروری ہے عمدًا میں آلہ دھار دار چاہیے۔ خیال رہے۔ ۳؎ اس کے معنے ابھی بیان ہو چکے کہ قتل عمد میں قصاص ہے اور قصاص میں ارادہ قتل بھی چاہیے اور ہتھیار سے بھی قتل کیا جانا چاہیے۔ ۴؎ صرف توبہ کو بھی کہتے ہیں اور نفل عبادت کو بھی یعنے جو عام آدمی یا حاکم یا دلیل ایسے قاتل کو چھڑوادے کہ ولی مقتول کو قصاص وغیرہ نہ لینے دے تو وہ ظالم کا مددگار ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی توبہ و عبادات غیر مقبول ہیں اور وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ۵؎ یعنے جو ولی مقتول قاتل سے دیت لے لے پھر اُسے قتل بھی کردے تو اُسے معاف نہ کیا جائیگا لا اعفی پڑھا گیا ہے میں نہ معاف کرونگا لا اعفی۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے ولی کو جو دیت لے کر بھی قاتل کو قتل کردے قتل کیا جائیگا مگر مذہب جمہور یہ ہے کہ اُسے قتل نہ کیا جائیگا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی۔ اسے لا اُعْفِيْ باب افعال کا ماضی مجہول بھی پڑھا گیا ہے جملہ بددعائیہ یعنی اللہ کرے اسکو معاف نہ کیا جائے مگر خیال رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اس معاف نہ فرمانے سے مراد قتل کردینا نہیں۔ ۶؎ یہاں مصیبت سے مراد کسی انسان مسلمان کی طرف سے زخم یا عضو کاٹنا یا کوئی اور تکلیف پہنچانا ہے آسمانی مصیبت یا قتل مراد نہیں ورنہ معاف کرنے کے کیا معنے۔ معافی سے مراد قصاص نہ لینا ہے خواہ دیت بھی نہ لے یا دیت لے لے مگر دیت بھی چھوڑ دینے کا ثواب زیادہ ہے اور دیت لے لینے کا ثواب کم۔ خیال رہے کہ یہ مسلمان مجرم کے متعلق ہے، کافر مجرم سے ضرور بدلہ لیا جائے اُسے معافی دینا یا اپنی کمزوری ہے یا اس مجرم کے لیے دروازہ کھولنا ہے۔ ۷؎ یعنے اس معافی کی وجہ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ وَاحِدٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَقَالَ عُمَرُ لَوْ تَمَالَاءَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ ❊ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ❊

روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ایک شخص کے عوض پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے اُسے فریب سے قتل کردیا تھا[1] اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر سارے صنعاء والے اس پر مل جائیں تو میں ان سب کو قتل کردیتا[2] مالک اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے اسکی مثل روایت کی روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں نے خبر دی[3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول اپنے قاتل کو قیامت کے دن لائیگا[4] پھر عرض کریگا کہ اس سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں اس نے قتل کیا[5] قاتل کہیگا کہ میں نے اسے فلاں کی سلطنت میں قتل کیا تھا[6] جندب نے فرمایا کہ اس سے بہت ڈرو[7] (نسائی)

سے رب تعالٰی اُسے معافی دیگا کیونکہ اللہ کے بندوں پر رحم کرنا اللہ تعالٰی کو بہت پسند ہے۔ شعر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ❊ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

[1] غیلہ غیل سے بنا بمعنی خفیہ، دھوکہ، فریب یعنی ان چند لوگوں نے خفیہ طور پر سازش کرکے ایک شخص کو قتل کردیا تھا۔ [2] صنعاء یمن کی ایک بستی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ساری بستی والے مل کر اسی ایک شخص کو قتل کردیتے تو اس کے عوض ان سب کو قتل کردیتا، معلوم ہوا کہ چند قاتل ایک قتل میں قتل کیے جائیں گے، کہ سزا سب کی یہی ہے۔ [3] یعنی کسی خاص صحابی کا نام لیا جو راوی کو یاد نہ رہا، مگر اس نام نہ لینے سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں (مرقات)۔ [4] بقاتلہ کی ب یا مصاحبت کی ہے یا تعدیہ کی یعنی اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا یا قاتل کو لائیگا، اگر قاتل چند ہوں تو سب کو لائیگا [5] یعنی اس کا حساب بھی لے اور بعد حساب سزا بھی دے۔ [6] جواب کا مقصد یہ ہے کہ خدایا اگرچہ جرم قتل تو میں نے کیا مگر میرے اس جرم میں فلاں بادشاہ یا فلاں حاکم کی حکومت کا بھی دخل ہے کیونکہ انھوں نے ملک کا انتظام اچھا نہ کیا جس سے ملک میں قتل و خون عام ہوگئے، مجھے بھی اسی بدانتظامی کی وجہ سے قتل کی جرأت ہوئی تو میرے ساتھ انھیں بھی پکڑ چنانچہ وہ بادشاہ و حکام بھی اس قاتل کے ساتھ گرفتار ہوں گے، اس سے موجودہ حکومتوں کو سبق لینا چاہیے، اور ہوسکتا ہے کہ ملک میم کے کسرہ سے ہو یعنی میں نے اُسے قتل کیا فلاں شخص کی ملکیت اور اس کے زیر اثر ہونے کی بنا پر کہ میں فلاں کا نوکر یا ماتحت تھا اس نے مجھ سے اسے قتل کرایا اُسے بھی پکڑ، اس سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والا کرانے والا قتل کی رغبت دینے والا سب ماخوذ ہونگے۔ [7] حضرت جندب کسی بادشاہ یا حاکم کو سمجھا رہے ہیں یہ حدیث سنا کر اُس سے کہہ رہے ہیں کہ قتل کے معاملہ میں بہت احتیاط کرو کوشش کرو کہ تمہارے زمانہ میں قتل واقع نہ ہو ورنہ اس کا انجام یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ كَلِمَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ مَكْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ اٰیِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ یُقْتَلُ الَّذِیْ قَتَلَ وَیُحْبَسُ الَّذِیْ اَمْسَكَ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِیُّ ۔ بَابُ الدِّیَاتِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات سے بھی مدد کرے تو وہ اللہ تعالٰی سے اس حال میں ملے گا کہ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ کی رحمت سے ناامید[۱] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کردے تو قتل کرنے والا قتل کیا جائیگا اور جس نے پکڑ رکھا وہ قید کیا جائیگا[۲] (دارقطنی) دیتوں کا باب[۳] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں یہ اور یہ

[۱] یعنے جس شخص نے کسی سے اقتل امر کا آدھا کلمہ اُق بھی کہدیا اور قاتل نے اس مسلمان کو قتل کردیا تو مرتے وقت یا قبر میں یا قیامت میں اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اسطرح تمام قیامت میں بدنام ہوجائیگا، اگر اس شخص نے حلال جان کر قتل کیا تھا۔ یہ لفظ آئس من رحمة اللہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے لاییئس من رحمة اللہ الا القوم الکافرون اور اگر نفسانی وجہ سے مارا تھا تو مایوس سے مراد انتہائی رحمت سے مایوس ہے، خیال رہے کہ حضور کی امت کی قیامت میں ضرور پردہ پوشی ہوگی مگر جو بندہ دنیا میں خود ہی علانیہ گناہ کرتا رہا ہو اسکی پردہ پوشی نہ ہوگی کہ اس نے خود اپنی پردہ دری کی۔ [۲] حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر پکڑنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص اسے مارے گا مگر قتل نہ کریگا مگر اس نے قتل کردیا تب تو یہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہے کہ حاکم اس پکڑنے والے کو عمر بھر کی قید دیدے یا جب تک چاہے قید کردے، لیکن اگر اس پکڑنے والے کو یقین تھا کہ یہ قتل کردیگا پھر پکڑا تو پکڑنے والا بھی قتل کیا جائیگا لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں، ہمارے امام صاحب کے ہاں ہر صورت پکڑنے والا تعزیرًا قید ہی کیا جائیگا اور یہ قید قاضی کی رائے کے مطابق قید کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو شیر یا سانپ کے آگے ڈال دے وہ جانور اسے ہلاک کردے تو ہمارے ہاں یہ ڈالنے والا قید کیا جائے گا لیکن تعزیرًا قاضی اسے قتل بھی کرسکتا ہے۔ [۳] دیت بنا ہے ودی سے بمعنے بہنا اسی لئے جنگل کو وادی کہتے ہیں کہ وہاں بارش میں پانی بہتا ہے، ودی کا واد گرا کر اس کے عوض کی ت آخر میں لگادی جیسے وزن سے زنتہ اور وعد سے عدة، اب اصطلاح شریعت میں قتل یا زخم یا اعضاء کاٹنے کے عوض جو مال دیا جائے دیت کہلاتا ہے، کیونکہ یہ مال خون بہانے کے عوض ہے، احناف کے نزدیک قتل کی دیت سو اونٹ ہیں، اگر اونٹ نہ ملیں تو ایک ہزار اشرفیاں سونے کی یا دس ہزار درہم چاندی کے ان تین چیزوں کے سوا اور کسی مال سے دیت نہیں، صاحبین کے ہاں گائے بکریوں بلکہ کپڑے کے جوڑوں سے بھی دیت ہوسکتی ہے، دیت کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلُ عَلَى عَصَبَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا

برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان[۲] کی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے متعلق جو کچا گر گیا تھا ایک غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا[۳] پھر وہ عورت جس پر غلام کا فیصلہ کیا گیا تھا مر گئی[۴] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے لڑکوں اور خاوند کی ہے[۵] اور دیت اس کے وارثوں کی ہے[۶]۔ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں لڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مارا[۷] تو اسکو اور اسکے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا

۱؎ یعنے ہاتھ یا پاؤں کی ہر ایک انگلی میں پوری دیت کا دسواں حصہ واجب ہے دس اونٹ مگر انگلیوں کے احکام یکساں ہیں کہ اگرچہ چھنگلیا چھوٹی ہے انگوٹھا بڑا مگر دیت دونوں کا برابر ہے، دس دس اونٹ، اگر کوئی شخص انگلی کا پورا کاٹے تو ایک انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں لہذا ایک پورے میں دس اونٹ کا تہائی ۳ ⅓ اونٹ، ہاں انگوٹھے میں دو ہی پورے ہیں لہذا اس کا ایک پورا کاٹنے پر دس اونٹ کا آدھا پانچ اونٹ واجب ہوں گے (اشعہ و مرقات)۔ ۲؎ لحیان قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے، اسی لحیان کی ایک حاملہ عورت کے پیٹ پر کسی نے لات یا گھونسا یا لکڑی ماری جس سے اس کے پیٹ کا مُردہ بچہ گر گیا، اگر بچہ زندہ گر کر پھر مرتا تو مارنے والے پر پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی کہ بچے اور بڑے کی دیت برابر ہے مگر یہاں مُردہ بچہ گرا تھا اور عورت نہ مری تھی۔ ۳؎ غرہ کے معنے ہیں چمک و روشنی اسی لیے چاندنی راتوں کو غرہ کہا جاتا ہے، قوم کے بڑے آدمی کو غرہ اور انسان کی پیشانی اور چہرے کی سفیدی کو غرہ کہتے ہیں، یہاں غرہ زائد ہے مراد غلام ہے خواہ کالا ہو یا سفید (اشعہ) اگر عورت بچہ ڈال کر مرتی تو عورت کی پوری دیت اور بچہ کے عوض غلام قاتل پر لازم ہوتا، اور اگر عورت مر کر بچہ ڈالتی تو صرف عورت کی دیت واجب ہوتی بچہ کا کچھ نہیں (مرقات)۔ ۴؎ یعنے مجرم مارنے والی عورت ادائے غلام سے پہلے مر گئی۔ ۵؎ کیونکہ اس عورت کے وارث صرف اس کا خاوند اور لڑکے ہی تھے۔

۶؎ یعنی اس قاتلہ عورت کی میراث اس کے خاوند بچوں کو ملے گی اور جو اس پر غلام دینا واجب تھا وہ اس کے دوسرے عصبہ وارث دیں گے، دیت کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ عقل کے معنے ہیں روکنا، باندھنا چونکہ قاتل دیت کے اونٹ مقتول کے دروازے پر باندھتا تھا یا دیت قاتل کو قتل سے روکتی ہے اس لیے اسے دیت کہتے ہیں۔ اس جملہ کے مرقات نے اور بھی معنے کئے، مگر ہم نے جو عرض کیا یہ ظاہر ہے

واللہ اعلم و رسولہ

۷؎ دونوں عورتیں آپس میں سوت تھیں قبیلہ ہذیل کی تھیں سوت عورتوں کی دشمنی تو مشہور ہے پتھر بڑا تھا جو قتل کے ارادے سے مارا گیا۔

فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْاَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ وَجَعَلَهُ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ هٰذِهٖ رِوَايَةُ التِّرْمِذِيِّ وَفِىْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ ضَرَبَتِ امْرَاَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَهِىَ حُبْلٰى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَاِحْدٰهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے[1] اور عورت کی دیت کا فیصلہ اسکے وارثوں پر فرمایا[2] اور دیت کا وارث اسکے بچہ کو اور ساتھیوں کو بنایا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ دو عورتیں سوکنیں تھیں تو ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمہ کی چوب ماری[3] تو اس نے اپنے پیٹ کا بچہ ڈالدیا[4] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے کے متعلق غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا اور اسے عورت کے وارثوں پر مقرر فرمایا[5] یہ ترمذی کی روایت ہے[6] مسلم کی روایت یوں ہے کہ فرمایا ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ چوب ماری وہ تھی حاملہ اسے قتل کردیا فرمایا ان میں سے ایک بنی لحیان کی تھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] چونکہ جرم دو ہوئے تھے اس لئے اس کی سزائیں بھی دو ہوئیں، بچہ کے عوض لونڈی یا غلام خود اس قاتلہ کے مال سے جیسا کہ اوپر گذرا اور خود عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر مقرر فرمائی، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بغیر دھار والے ہتھیار سے قتل کردینے کی صورت میں قاتل پر قصاص نہیں ہوتا دیت واجب ہوتی ہے، دیکھو یہاں پتھر سے عورت کو قتل کیا مگر قصاص نہ واجب ہوا۔ [2] حق یہ ہے کہ ورثھا کی ضمیر دیت کی طرف ہے اور ولدھا کی ضمیر مقتولہ عورت کی طرف یعنی قاتلہ کے عصبہ وارثوں سے جو دیت دلوائی گئی اس دیت کا وارث مقتولہ کی اولاد اور اسکے دوسرے وارثوں کو قرار دیا گیا، بعض لوگوں نے یہ دونوں ضمیریں قاتلہ عورت کی طرف راجع کیں یہ غلطی ہے کہ اس میں مضاف پوشیدہ ماننا پڑیگا، معھم سے مراد اس مقتولہ کا خاوند وغیرہ وارثین ہیں، چونکہ ولد اسم جنس ہے اسلئے اسکی طرف ضمیر جمع بھی لوٹ سکتی ہے اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے عصبہ وارثوں پر ہے اس میں اختلاف ہے کہ خود قاتل بھی اس دیت میں داخل ہوگا یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ داخل ہوگا بقدر حصہ وہ بھی دیگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وارثین سے دیت پوری نہ ہوسکے تو قاتل سے بھی حصہ لو ورنہ نہیں امام احمد کے ہاں قاتل پر مطلقًا نہیں، اگر دیت وارث پوری نہ کرسکیں تو بیت المال سے پوری کی جائے، یہ مسئلہ کہ کس وارث پر کتنی دیت ہوگی اور کتنے عرصہ میں ادا کی جائیگی اور اسکے متعلق علماء کرام کے کیا اختلافات ہیں یہ کتب فقہ میں یا اسی جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے یہاں اس کی گنجائش نہیں یہ بہت دراز گفتگو ہے۔ [3] فسطاط چھوٹا خیمہ جو سفر میں اکثر کام چلانے کے لیئے لگایا جاتا ہے اس کی چوب کافی بھاری ہوتی ہے۔ [4] اس طرح کہ بچہ گرنے سے پہلے مرچکا تھا یا ابھی اس میں جان نہ پڑی تھی، اسکے متعلق عرض کیا جاچکا ہے کہ قاتلہ مقتول کو ایک غلام یا لونڈی دے، اگر زندہ پیدا ہوکر مرتا تو پوری دیت واجب ہوتی کیونکہ اب وہ قتل کے حکم میں ہوتا۔ [5] یعنی بچہ کی ماں مرگئی تو اس کی دیت قاتلہ کے وارثوں پر مقرر فرمادی۔ [6] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انھوں نے پہلی فصل میں غیر صحیحین کی روایت درج کی حالانکہ انکا قاعدہ ہے کہ فصل اول میں مسلم بخاری۔

اللّٰہ علیہ وسلم دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلٰى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِيَةَ الْخَطَاءِ شِبْهِ الْعَمَدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَفِيْ

نے مقتولہ کی دیت قاتلہ عورت کے وارثوں پر لازم کی اور پیٹ کے بچہ پر غلام [۱] فصل دوسری. روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کہ خطا شبہ عمد کی دیت [۲] جو کوڑے اور لاٹھی سے ہو [۳] ایک سو اونٹ ہیں جن میں چالیس وہ ہوں جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں [۴] (نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور اسے ابوداؤد نے ان ہی سے اور حضرت ابن عمر سے روایت کیا اور

کی روایت لائیں: [۵] پہلے کہا جاچکا ہے کہ لحیان قبیلہ ہذیل کا ایک خاندان ہے یعنی ایک عورت تو بنی لحیان کی تھی دوسری کا پتہ نہ چلا:

[۱] یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے یعنی اس کے پیٹ بچہ کچا گر گیا اور وہ خود بھی مر گئی، تو بچہ کے عوض قاتلہ عورت پر غلام واجب فرمایا جو بچہ کا عوض تھا اور عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر لازم فرمائی: [۲] یہاں شبہ العمد یا تو خطا کی صفت کاشفہ ہے کہ الخطا بھی معرفہ ہے اور شبہ العمد بھی معرفہ بالخطا جنس ہے اور شبہ العمد اسکی ایک قسم نوع یا شبہ العمد لفظ الخطاء کا بدل ہے بہر حال مطلب یہ ہی ہے کہ یہاں خطا سے مراد شبہ عمد ہے اور قتل خطاء اس جگہ مراد ہے: [۳] اس عبارت میں ما یا موصولہ ہے یا موصوفہ اور یہ عبارت خطاء اور شبہ عمد دونوں کی تفسیر ہے انکی خبر نہیں خبر تو آگے آرہی ہے، خیال رہے کہ احناف کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں قتل عمد قتل شبہ عمد قتل خطاء، قتل عمد یہ ہے کہ دھار دار آلہ مار دینے والے اوزار سے بارادۂ قتل حملہ کیا جائے اور اس سے قتل واقع ہو اس کی سزا قصاص ہے، شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل بارادۂ قتل ایسے اوزار سے حملہ کرے جو قتل کے لئے بنا نہیں اور اس سے قتل کردے جیسے قتل کے ارادے سے زور سے کیل یا لوہے کا قلم آنکھ میں گھونپ دے جو دماغ تک پہنچ کر مقتول کا کام تمام کردے یا بارادۂ قتل پوٹے پر زور سے گھونسہ یا لکڑی مار دے اور موت واقع ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا اور قتل خطاء ہے جیسے بغیر ارادۂ قتل کسی کے تھپی یا گھونسہ مارا، اتفاقًا نازک جگہ لگ گیا موت واقع ہو گئی یا جانور کے گولی ماری تھی کسی آدمی کے لگ گئی، امام مالک کے ہاں قتل کی صرف دو قسمیں ہیں قتل عمد اور قتل خطاء وہ شبہ عمد کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہاں شبہ عمد کو خطا کی تفسیر بتایا گیا اسے علیحدہ قسم نہ مانا گیا، امام صاحب کے ہاں یہاں لاٹھی سے ہر ہلکی لکڑی بھاری لاٹھی مراد ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قتل غیر عمد خواہ شبہ عمد ہو یا قتل خطاء بھاری لاٹھی سے ہو یا پتلی قمچی سے ان میں قصاص نہیں دیت ہے، امام مالک کے ہاں یہاں لاٹھی سے مراد صرف ہلکی لکڑی ہے جس کو عمومًا قتل کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کہ یہاں عصا مطلق ہے: [۴] تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ قتل عمد میں مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں اور قصاص چھوڑ دیں تو اس کی دیت مغلظہ (سخت) ہے اور قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی مگر قتل شبہ عمد میں دیت مغلظہ (سخت) ہے مگر قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی ادا کریں گے اور قتل خطاء میں دیت مخففہ (ہلکی) ہے جو قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی دیں گے، دیت کا ہلکا یا سخت ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ امام یوسف اور... کے ہاں دیت غلیظہ یہ ہے کہ سو اونٹوں کی چار قسمیں کی جائیں پچیس ایک سالہ اونٹنیاں پچیس دو سالہ پچیس تین سالہ اور پچیس چار سالہ، اور دیت خفیفہ میں ... اونٹنیاں

شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيحِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ وَكَانَ فِي كِتَابِهِ أَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا فَإِنَّهُ قَوَدُ يَدِهِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ وَفِيهِ أَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ وَفِيهِ فِي النَّفْسِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَارٍ وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي الْأَسْنَانِ الدِّيَةُ وَفِي الشَّفَتَيْنِ

شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ حضرت ابن عمر سے مروی ہیں، روایت ہے حضرت ابوبکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم[1] سے وہ اپنے والد وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کو فرمان عالی لکھا اور اس کتاب میں تھا کہ جس نے کسی مسلمان کو بلا قصور قتل کیا[2] یا تو وہ اپنے ہاتھ کے قصاص میں گرفتار ہوگا مگر یہ کہ مقتول کے وارثوں کو راضی کرے[3] اور اس میں یہ تھا کہ مرد عورت کے عوض قتل کیا جائیگا[4] اور اسمیں یہ تھا کہ جان میں دیت ہے سو اونٹ[5] اور سونے والوں پر ہزار دینار[6] اور ناک میں جب پوری کاٹ دی جائے پوری دیت سو اونٹ ہیں[7] اور دانتوں میں دیت ہے[8] اور ہونٹوں میں

کی پانچ قسمیں کردی جائیں بیس یک سالہ بیس دو سالہ اونٹنیاں، بیس یک سالہ اونٹ نر، بیس تین سالہ بیس چار سالہ اونٹنیاں، یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعارض ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت سائب ابن یزید کی حدیث سے لہذا یہ حدیث مشکوک ہے وہ احادیث متیقن ہم نے یقینی احادیث کو لیا، اس کی تفصیل یہاں مرقات و اشعۃ اللمعات میں اور کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

[1] آپ کا نام محمد ابن ابی بکر ابن عمرو ابن حزم انصاری ہے صاحب مشکوۃ نے باب الفرائض میں ان کا نام یوں ہی بیان کیا ہے یہاں اُلٹا فرما گئے ابوبکر ابن محمد اور محمد ابن ابوبکر تابعی ہیں عمرو ابن حزم صحابی ہیں انکا لقب ضحاک ہے انصاری ہیں غزوہ خندق میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نجران کا حاکم بنایا (مرقات، اشعہ نے اس اختلاف بیان کی اور وجہ بیان فرمائی [2] عبط و اعتباط کے معنے ہیں جانور کو بغیر کسی بیماری وغیرہ کے ذبح کردینا، یہاں مراد ہے بلا قصور مسلمان کو قتل کردینا عمداً یعنے دیدہ دانستہ [3] قود کے معنے ہیں اطاعت و فرمانبرداری، اسی لیے مطیع اونٹ کو منقاد کہتے ہیں اور ہر اطاعت کو انقیاد، اب قصاص کو قود اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قاتل اپنے کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کردیتا ہے مطلب یہ ہے کہ قتل عمد میں قاتل پر قصاص واجب ہے۔ لیکن اگر مقتول کے وارث دیت قبول کرلیں تو دیت ہے اور اگر بالکل معاف کردیں تو نہ قصاص ہے نہ دیت تو یہ بھی کرسکتے ہیں۔ [4] اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ قصاص میں عورت و مرد کا فرق نہیں قاتل مرد ہو مقتولہ عورت یا برعکس قصاص واجب ہے۔ [5] کہ قتل عمد میں اگر دیت دی جائے تو سو اونٹ اور قتل خطا و شبہ عمد میں تو سو اونٹ ہی واجب ہیں کہ ان میں قصاص نہیں، کی تفصیل ابھی گذر گئی۔ [6] یعنے واجب تو سو اونٹ ہی ہیں لیکن اگر وہ قاتل بجائے اونٹ کے دینار دے تو ایک ہزار اشرفیاں دے اگر اونٹ دینے پر قادر ہو جب بھی سونا دے سکتا ہے۔ یہ امام اعظم کا مذہب ہے امام مالک کے ہاں سونے والا دینار ہی دیگا اونٹ نہ دیگا، امام شافعی کے ہاں اونٹ ہی دیگا سونا نہ دیگا، ہاں اگر وارثین مقتول سونا لینے پر راضی ہوجائیں تو سونا دے، یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کر رہی ہے۔ [7] خیال رہے کہ اگر کسی عضو کے کٹ جانے سے نفع یا جمال جاتا رہے تو اس میں

اَلدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ

دیت ہے[1] اور فوطوں میں دیت ہے[2] اور آلہ تناسل میں دیت ہے[3] اور پیٹھ میں دیت ہے[4] اور آنکھوں میں دیت ہے[5] اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے[6] اور مغز تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے[7] اور پیٹ میں پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے[8] اور ہڈی منتقل کر دینے والے زخم میں پندرہ اونٹ ہیں[9] اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں[10] اور دانت میں پانچ اونٹ ہیں[11] (نسائی، دارمی) اور امام مالک

پوری دیت واجب ہوتی ہے جان کی دیت کی برابر یعنے سو اونٹ کیونکہ یہ ایک معنے سے جان ضائع کر دیتا ہے۔ [12] یعنی اگر کسی کے تمام دانت توڑ دے تو اس کی پوری دیت سو اونٹ دیگا کہ اس صورت میں منفعت و جمال دونوں ختم کر دے ایک دانت میں دیت کا بیسواں حصہ یعنے پانچ اونٹ واجب ہیں جو دانت توڑے یا داڑھ یا کیل یہ حکم خطاءً توڑنے کا ہے عمدًا توڑے گا تو قصاص واجب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ اگر ایک ایک کرکے سارے دانت توڑ دے تو ان کی دیت سولہ ہزار درہم ہے یعنے جان کی دیت سے زیادہ، یہ دانتوں کی خصوصیت ہے کہ ان کی دیت جان کی دیت سے بڑھ جاتی ہے، ہاں اگر کوئی بچے کے دانت توڑ دے تو چودہ ہزار واجب ہے کہ اس کے اٹھائیس دانت ہوتے ہیں امام شافعی کے ہاں بیس دانت توڑنے میں پوری دیت ہے زیادہ توڑنے میں زیادتی پر کچھ نہیں (مرقات)۔

[1] یعنے اگر کسی کے دونوں ہونٹ یا دونوں فوطے یا ذکر کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں منفعت پوری ضائع کر دی۔ [2] یعنے اگر کسی کی پیٹھ توڑ دی اور اس کا پانی یعنے منی خشک ہوگئی تو پوری دیت واجب ہے۔ [3] یعنے اگر دونوں آنکھیں نکال دیں یا پھوڑ دیں تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں دیکھنے کی منفعت بالکل جاتی رہی اگر ایک آنکھ پھوڑ دی آدھی دیت، زمانہ فاروقی میں ایک شخص نے کسی کو ایسی چوٹ ماری کہ اس کی نظر، سننے کی طاقت، عقل، کلام سب زائل ہوگئی تو حضرت عمر نے اس پر چار دیت لازم کیں (مرقات و اشعہ)۔ [4] یوں ہی ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک کان ضائع کر دینے میں آدھی دیت واجب ہے۔ [5] یعنے اگر پیٹ میں ایسا زخم لگا یا جو آر پار ہوگیا یا دماغ میں ایسی چوٹ لگائی کہ زخم ام الدماغ تک پہنچ گیا تو تہائی دیت یعنے ۳۳⅓ اونٹ واجب ہے۔ [6] یعنے ایسی چوٹ ماری کہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی تو اس میں پندرہ اونٹ واجب ہیں، یہ احکام تعبدی ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں۔ [7] یعنے ہاتھ یا پاؤں کی چھنگلی توڑے یا انگوٹھا سب کی دیت یکساں ہے دس اونٹ چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں۔ [8] دانت کی دیت کی تفصیل ابھی عرض کی جا چکی ہے، ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہیں دانت خواہ کوئی سا ہو (اشعہ)۔

مَالِكٍ وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْيَدِ خَمْسُوْنَ وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسًا خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ خَمْسًا خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَصَابِعُ سَوَاءٌ وَالْاَسْنَانُ سَوَاءٌ الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

کی روایت میں ہے کہ آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ہاتھ میں پچاس اونٹ اور پاؤں میں پچاس اونٹ[1] اور ہڈی کھول دینے والے زخم میں پانچ[2] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کھول دینے والے زخموں میں[3] پانچ پانچ اونٹوں کا اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا[4] ابوداؤد نسائی دارمی اور ترمذی و ابن ماجہ نے پہلی صورت بیان فرمائی[5] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں پاؤں کی انگلیاں برابر قرار دیں[6] ابوداؤد و ترمذی، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انگلیاں برابر ہیں[7] اور دانت برابر ہیں چنانچہ کچلی اور داڑھ برابر ہیں[8] یہ اور یہ برابر ہے[9] ابوداؤد، روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے

[1] یعنی جو اعضاء بدن میں دو دو ہیں اگر ان میں سے ایک کو بیکار کردے تو اس پر آدھی دیت ہے، اگر دونوں کو بیکار کردے تو پوری دیت۔ [2] یعنی اگر ایسا زخم لگایا کہ اس سے کھال و گوشت کٹ گیا ہڈی کھل گئی تو اس میں پانچ اونٹ لازم ہیں، خیال رہے کہ زبان کاٹ دینے یا داڑھی مونڈ دینے میں پوری دیت یعنی سو اونٹ واجب ہیں (اشعہ و مرقات) مگر افسوس کہ اب تو مسلمان خود ہی داڑھیاں منڈاتے ہیں ان سے خود ان کی اپنی داڑھیوں کی دیت کون لے، داڑھی میں مرد کا جمال ہے جس کے زائل کردینے پر پوری دیت واجب ہے۔ [3] مواضح جمع ہے موضحہ کی، موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کھول دے اس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ [4] یعنی اگر ایک ایک دانت علیحدہ علیحدہ توڑے تو فی دانت پانچ اونٹ واجب ہیں لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا گیا تھا کہ دانتوں میں پوری دیت یعنی سو اونٹ واجب ہیں کہ وہاں یکدم سارے دانت توڑنا مراد تھا۔ [5] یعنی ابن ماجہ و ترمذی نے مواضح زخموں والی روایت فرمائی دانتوں کا ذکر نہ کیا، ابھی عرض کیا گیا کہ یہ تمام تفصیل خطاءً توڑ دینے میں ہے، خیال رہے کہ شجاج اور جراحت میں قصاص نہیں، شجاج سر کا وہ زخم جو آر پار نہ ہو جراحت باقی جسم کا معمولی زخم جس سے ہڈی نہ کھلے نہ منتقل ہو (مرقات) چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت حسن و عمر ابن عبدالعزیز سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے موضحہ سے کم زخم میں کوئی فیصلہ نہ فرمایا نیز ایسے زخم کے قصاص میں برابری غیر ممکن ہے (مرقات)۔ [6] یعنی ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دسواں حصہ یکساں ہے یعنی دس اونٹ، اگرچہ یہ انگلیاں جوڑ، نام بلکہ خاص کام میں کچھ مختلف ہیں مگر دیت سب کی برابر ہے کہ جیسے چھنگلی کاٹ دینے کی دیت دس اونٹ ہے ویسے ہی انگوٹھا کاٹ دینے کی دیت

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً اَلْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ يُرَدُّ

وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! اسلام میں حلیف بنانا کچھ نہیں۱؎ اور جو حلف زمانہ جاہلیت میں ہوچکا ہو تو اسلام اس کی پختگی ہی بڑھائے گا۲؎ مسلمان آپس میں دوسروں کے مقابل مددگار ہیں۳؎ کہ ان پر ان کا ادنیٰ آدمی بیان دے سکتا ہے۴؎ اور ان کا دور کا آدمی غنیمت واپس کرسکتا ہے۵؎

دس اونٹ۔ ۸؎ عربی میں دانتوں کی چار قسمیں ہیں سامنے کے چار دانت، دو اوپر کے دو نیچے کے ثنایا کہلاتے ہیں اس کا واحد ثنیہ ہے کہ یہ آپس میں ملے ہوتے ہیں ان کے برابر کے دانت رباعیہ، ان کے برابر کے دانت انیاب ناب کی جمع یعنی کیل، ان کے بعد اضراس ضرس کی جمع یعنی داڑھ، اردو میں اگلے چار دانتوں کو چوکڑی، ان سے متصل کو کچلی ان سے متصل کو کیلیں، ان سے متصل کو داڑھ کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ دانت چھوٹا ہو یا بڑا دیت فی دانت پانچ اونٹ ہی ہے۔ ۹؎ یہاں اشارہ انگلیوں کی طرف ہے یعنی یہ چھنگلی اور یہ انگوٹھا دیت میں برابر ہے، انگلیوں کے بھی پانچ نام ہیں کلمے کی انگلی مسبحہ یا سبابہ کہلاتی ہے بیچ کی انگلی وسطیٰ اس سے متصل بنصر اس سے ملی ہوئی یعنی چھنگلی خنصر اور انگوٹھا ابہام۔

۱؎ حلف ح کے کسرہ سے ہے بمعنی معاہدہ، اسی سے ہے تحالف، زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ یا بعض قومیں دوسرے لوگوں یا قوموں سے معاہدہ کرلیتے تھے کہ آج سے تیرا خون میرا خون ہے تیری جان میری جان ہے تیرا مال میرا مال ہے کہ ہم میں سے جس پر حملہ ہو دوسرا مدد کرے یا ہم میں سے جو بھی کسی سے لڑے تو دوسرا امداد دے جس سے صلح کرے دوسرا صلح میں شریک ہو ہر ایک دوسرے کا بعد موت وارث ہوگا میری دیت تو دیگا تیری میں دونگا میرا بدلہ تو لیگا تیرا میں لونگا، ایسے لوگوں یا ایسی قوموں کو حلیف کہتے تھے شروع اسلام میں اس قسم کے معاہدے جاری رہے کہ ان کے ذریعہ لوگوں کے جان و مال محفوظ تھے ان کے بغیر کوئی شخص یا قوم محفوظ نہ رہ سکتے تھے، فتح مکہ کے سال اس کو منسوخ کردیا گیا کہ ملکی حالات بدل چکے تھے لوگوں کے مال و جان محفوظ ہوگئے تھے۔ ۲؎ یعنی نئے معاہدے و حلف کرو مت، پچھلے معاہدے پورے کرو کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ اصل حلف اب بھی باقی ہے مگر حلف کی دو چیزیں منسوخ ہوگئیں ایک میراث کہ یہ رشتہ داروں کو ملے گی نہ کہ حلیف کو، اور ایک تناصر کہ اپنے حلیف کی ظلم پر مدد کرنا کہ اگرچہ وہ ظالم ہو اس کو مدد دینا یہ ممنوع ہے (مرقات) بہرحال مظلوم کی اعانت پر معاہدہ اچھا ہے، قتل و غارت و ڈکیتی ظلم پر معاہدہ سخت جرم ہے اس جملہ آخری کا یہ ہی مطلب ہے کہ جاہلیت کے معاہدہ کا اتنا حصہ باقی ہے کہ مظلوم کی اعانت ہو، دوسرا حصہ ممنوع۔ ۳؎ یعنی اسلام خود ایک حلف و معاہدہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان مظلوم کی مدد کرے، اسلام نے مشرقی مغربی جنوبی شمالی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا کر ان میں عالمگیر اخوت پیدا فرمادی، اس سے بہتر کونسا حلف ہے اور کونسا معاہدہ، رب تعالٰی فرماتا ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"۔ ۴؎ یعنی اگر معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس کی امان کا احترام لازم ہے کہ پھر اسے نہ قتل کریں نہ لوٹیں، خیال رہے کہ بحالت جنگ اگر سپہ سالار اعلان کردے کہ بغیر میری اجازت کسی کافر کو امان نہ دی جائے تو پھر کسی سپاہی وغیرہ کو امان دینے کا حق نہیں ورنہ پھر تو کفار نواز مسلمان تمام کفار کو امان دے کر مسلمانوں کو تباہ کرادیں گے۔ ۵؎ یعنی دوران جنگ اگر لشکر اسلام بحالت جنگ غنیمت حاصل کرے تو اس غنیمت میں اس لشکر کا بھی حصہ ہوگا جو یہاں سے دور ہے کہ وہ ان کی پشت و پناہ تھا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کفار سے چھینا ہوا مال غنیمت معمولی مسلمان واپس کرسکتا ہے کہ غنیمت تو تمام غازیوں کی ملک ہوچکی ہے۔

سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَعَدَتِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا يُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاءِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ

ان کے لشکر ان کے بیٹھے ہوؤں پر رد کریں گے[1] نہ قتل کیا جائے مومن کافر کے عوض[2] اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے[3] نہ منگانا ہے اور نہ دور لے جانا ان کے صدقات[4] وصول کیے جائیں مگر ان کے گھروں میں[5] اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ ذمی کی دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہے[6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت خشف ابن مالک سے[7] وہ حضرت ابن مسعود سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاء کی دیت میں یہ فیصلہ فرمایا کہ بیس سالہ اونٹنیاں[8] اور بیس یک سالہ نر اونٹ

۱؎ یعنے جنگ کرنے والا لشکر جو غنیمت حاصل کریگا اس میں اس لشکر کو بھی حصہ دیگا جو اِن کفار کے ملک میں بیٹھا ہوا ہے اگرچہ جنگ نہ کر رہا ہے کیونکہ یہ لشکر ان مجاہدوں کی پشت و پناہ ہے بوقت ضرورت ان کی مدد کرتا۔ قعدہ کے معنے ہیں بیٹھے ہوئے سپاہی سورچوں میں۔ ۲؎ احناف کے نزدیک یہاں کافر سے مراد کافر حربی ہے یعنے حربی کافر کو اگر مسلمان قتل کر آئے یا قتل کر ڈالے تو اس پر قصاص نہیں (امام شافعی کے ہاں ذمی و مستامن کافر کو قتل کر دینے پر بھی مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائیگا ان کے ہاں کافر سے مراد مطلقًا کافر ہے مگر امام اعظم کا فرمان قوی ہے حضور ذمی کفار کے متعلق فرماتے ہیں دماءهم كدمائنا ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں۔ ۳؎ امام مالک و احمد کے ہاں کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے یعنے پچاس اونٹ (امام شافعی کے ہاں تہائی ہے یعنے ۳۳ اونٹ، مگر امام اعظم کے ہاں پوری دیت ہے سو اونٹ (امام اعظم کی دلیل وہ ہی حدیث ہے دماءهم كدمائنا حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے ذمی کی دیت ہزار دینار دلوائی یعنے پوری دیت حضرت علی نے فرمایا کہ ذمی کفار نے جزیہ اسی لیے دیا کہ ان کا خون ہمارے خون کی مثل ہو جائے دارقطنی نے ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت صدیق و فاروق، یہودی عیسائیوں کی دیت مسلم مقتول کے برابر دلواتے تھے۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ربیعہ ابن عبدالرحمن سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے کفار ذمیوں کی دیت مسلمان کے برابر رکھی۔ حضرت معاویہ نے اپنی شروع امارت میں یوں ہی کیا پھر بعد میں آپ نے آدھی دیت مقتول کے وارثوں کو دلوائی اور آدھی بیت المال میں داخل فرمائی (مرقات و اشعہ) ابن ابی شیبہ نے علقمہ، مجاہد، عطاء، شعبی، نخعی، زہری وغیرہم سے یہی روایت کی کہ ذمی کافر کی دیت مسلم کے برابر ہے، یہ حدیث منسوخ ہے (مرقات)۔ ۴؎ اس کی شرح کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی کہ عامل نہ تو یہ کرے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور مال والوں کے جانور وغیرہ وہاں ہی منگا کر ان کی زکوٰۃ وصول کرے نہ مال والے عامل کی خبر سن کر اپنے مال دور بھیج دیں تاکہ عامل کو زکوٰۃ وصول کرنے میں دشواری ہو بلکہ مال و جانور اپنی جگہ رہیں عامل وہاں ہی پہنچ کر زکوٰۃ وصول کرے۔ ۵؎ یعنے ذمی غلام کی دیت آزاد ذمی یا آزاد مسلمان کی دیت سے آدھی ہے لہذا یہ فرمان امام اعظم کے خلاف نہیں کہ غلام کی دیت آزاد سے آدھی ہوتی ہے اور اگر معاہد سے مراد ذمی آزاد ہے تو اس کے جواب وہ ہی ہیں جو ابھی گزر گئے۔ ۶؎ آپ طائی ہیں تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت عمر و ابن مسعود سے روایات لیتے ہیں نسائی نے آپ کا ذکر کیا (مرقات) خشف، خ کے کسرہ اور ش کے سکون سے ہے۔ ۷؎ لفظ بنت مخاض کبھی نر و مادہ دونوں اونٹوں پر بولا جاتا ہے مگر یہاں مادہ یکساں اونٹنی مراد ہے کیونکہ نر کا ذکر آگے آرہا ہے۔

وَعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّعِشْرِيْنَ جِذْعَةً وَّعِشْرِيْنَ حِقَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَخِشْفٌ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدٰى قَتِيْلَ خَيْبَرَ بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَلَيْسَ فِيْ اَسْنَانِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ ابْنُ مَخَاضٍ اِنَّمَا فِيْهَا ابْنُ لَبُوْنٍ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيْمَةُ الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ

اور بیس دو سالہ اونٹنیاں اور بیس تین سالہ اور بیس چار سالہ[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے[2] اور خشف مجہول آدمی ہیں صرف اس حدیث سے پہچانے گئے ہیں[3] اور شرح سنہ میں یوں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مقتول کی دیت صدقہ سے سو اونٹ دیئے اور صدقہ کے اونٹوں کی عمروں میں کوئی ایک سالہ نر اونٹ نہیں ہوتا اس میں دو سالہ اونٹ ہی ہوتے ہیں[4] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیت کی قیمت آٹھ سو اشرفیاں یا آٹھ ہزار درہم تھے[5] اور اس زمانہ میں اہل کتاب کی دیت

[1] یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ قتل خطاء کی دیت سو اونٹ ہیں مگر پانچ حصوں سے جو یہاں مذکور ہیں امام شافعی کے ہاں بھی پانچ ہی حصے ہیں مگر ان کے ہاں بجائے بیس ابن مخاض کے بیس ابن لبون ہیں یہ حدیث ہماری دلیل ہے۔ [2] الحمد للہ کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موقوف کو صحیح مانا ہے اور اس قسم کی موقوف حدیث حکم میں مرفوع حدیث کے ہے کیونکہ تعداد و مقدار اپنی رائے سے نہیں مقرر کی جاسکتی ضرور حضرت ابن مسعود نے یہ تعداد حضور سے سن کر بیان فرمائی ہے۔ [3] خشف ہرگز مجہول نہیں کیونکہ یہ خشف اپنے والد مالک طائی و ابن مسعود سے روایت لیتے ہیں اور جب اُن سے یہ حدیث مروی ہوئی تو اگرچہ وہ مشہور تو نہ ہوئے مگر مجہول بھی نہ رہے نیز خشف کی توثیق نسائی ابن حبان نیز ابو حجر تیمی اور ابن معین نے کی ہے (مرقات) بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ خشف ابن مالک نے حضرت عمر اور ابن مسعود سے احادیث سنی ہیں نیز جب یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے تو مرفوعاً یہ جرح مضر نہیں۔ [4] مقصد یہ ہے کہ خطاء کی دیت میں ابن مخاض نہ چاہیے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر جبکہ ایک مسلمان خیبر میں شہید کیا گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہ لگا تھا تو مقتول کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا فرمائی تھی مقتول کے وارثوں کو اور مسئلہ فقہیہ ہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں ابن مخاض لیا جاتا ہی نہیں تو اگر دیت میں ابن مخاض یعنے یک سالہ نر اونٹ ہوتا تو آپ زکوٰۃ کے اونٹ سے کیسے ادا فرماتے کہ زکوٰۃ اونٹ میں ابن مخاض ہوتا ہی نہیں۔ مگر اس دلیل پر دو بحث ہیں ایک یہ کہ یہ دیت نہ تھی محض کرم و مہربانی تھی ورنہ دیت قاتل پر ہوتی ہے نہ کہ بیت المال پر وہاں قاتل کا پتہ لگا ہی نہ تھا پھر دیت کیسی دوسرے یہ کہ وہاں خیبر میں قتل خطاء نہ ہوا تھا قتل عمداً تھا اور واقعی قتل عمد کی دیت میں ابن مخاض نہیں لیا جاتا ہماری گفتگو قتل خطاء کی دیت میں ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ اس موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سو اونٹ فقراء کی تملیک کے بعد دیت میں دیئے تھے ورنہ صدقہ و زکوٰۃ کے اونٹ فقراء کا حق ہے یہ دیت میں نہیں دیئے جاتے (از مرقات مع زیادہ)۔ [5] یعنے حضور

يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِيْنَارٍ وَعَلٰى اَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا وَعَلٰى اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ وَعَلٰى اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَيْ شَاةٍ وَعَلٰى اَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ قَالَ وَتَرَكَ دِيَةَ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ

مسلمانوں کی دیت سے آدھی تھی [1] فرماتے ہیں کہ یوں ہی رہا حتیٰ کہ حضرت عمر خلیفہ بنے تو خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے فرمایا کہ اونٹ مہنگے ہوگئے [2] فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے سونے والوں پر ایک ہزار اشرفیاں اور چاندی والوں پر بارہ ہزار اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں اور جوڑے والوں پر دو سو جوڑے مقرر فرمائے [3] فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ذمیوں کی دیت یونہی چھوڑ دی جیسے اور دیت بڑھائی تھی انکی نہ بڑھائی [4]۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی لہٰذا سو اونٹ آٹھ سو دینار کے ہونے اور دینار دس درہم کا ہوتا ہے درہم تقریباً چار آنہ کا تو دینار ڈھائی روپیہ کا ہوا۔

[1] اس کی بحث ابھی ہو چکی کہ یہاں اہل کتاب سے مراد غلام کتابی ہے اور مسلمان سے مراد آزاد مسلمان ہے یعنی غلام کافر کی دیت آزاد مسلمان سے آدھی تھی کیونکہ غلام کی دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے لہٰذا یہ خبر اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ذمیوں کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا دماءھم کدماءنا ان کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت تین چیزوں سے ادا ہو سکتی ہے یا سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم امام شافعی کا پہلا قول تو یہی تھا مگر ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ دیت میں اصل تو اونٹ ہیں باقی درہم و دینار اونٹ کی قیمت کے برابر ہونگے یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ [2] بعض روایات میں عرف غلت ہے بغیر شد کے یہ غلاء سے بنا ہے یعنے قیمت چڑھ جانا اسی لئے مہنگی چیز کو غالی اور سستی کو رخیص کہتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب اونٹوں کی قیمت زیادہ ہوگئی قال کا فاعل عمرو ابن شعیب کے دادا عمرو ابن عاص ہیں دیکھو مرقات یہی مقام۔ [3] یعنے حضرت عمر نے دیت میں سو اونٹ کی قیمت بجائے آٹھ سو دینار کے ایک ہزار دینار لگائی اور چاندی کے بجائے آٹھ ہزار درہم کے دس ہزار لگائی کیونکہ اب سو اونٹوں کی یہی قیمت تھی ایک اونٹ دس دینار کا یا ایک سو بیس درہم کا خیال ہے کہ دیت میں یا ایک ہزار اشرفیاں واجب ہیں یا دس ہزار درہم کیونکہ ایک اشرفی دس درہم کی ہوتی ہے یہاں بارہ ہزار وہ درہم ہیں جو دس۔ ماشہ کے ہوتے ہیں یہ درہم ہزار دینار میں بارہ ہزار ہوتے ہیں لہٰذا حدیث میں تعارض نہیں اور درہم مختلف قیمت کے ہیں۔ [4] خیال رہے کہ بعض اماموں نے فرمایا کہ دیت میں سو اونٹ واجب ہیں اور اگر دینار یا دراہم سے دیت دینا ہے تو جو اس وقت سو اونٹ کی قیمت ہو وہ دی جائے مگر ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ دیت اونٹ، سونے، چاندی ادا کی جائے یا سو اونٹ دیئے جائیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم امام مالک کے ہاں حکم یہ ہے کہ اگر قاتل دیہاتی ہے جانوروں والا تو سو اونٹ دلوائے جائیں اگر شہری ہے اور اس شہر میں سونے کا سکہ چلتا ہے تو ہزار دینار دلوائے جائیں اور اگر شہر میں چاندی کے سکہ کا عام رواج ہے تو بارہ ہزار درہم دلوائے جائیں امام احمد اور صاحبین کا قول ہے کہ دیت اونٹ، سونا، چاندی، گائے بکری، جوڑے سب سے ادا کی جاسکتی ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل بیہقی کی روایت ہے جو یہاں مرقات نے نقل فرمائی لہٰذا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر قاتل نے مقتول کے وارثوں سے بکریوں یا جوڑوں یا گائوں میں کم و بیش پر صلح کرلی تو درست ہے صاحبین کے ہاں درست نہیں۔ [5] لہٰذا ذمیوں کی دیت وہی چار سو دینار یا چار ہزار درہم ہی اس حساب سے ذمی کی دیت چاندی سے مسلمان کی دیت سے تہائی ہوئی، یہ ہی بعض علماء کا قول ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے تہائی ہے، ہمارے ہاں مسلمان

رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ جَعَلَ الدِّیَۃَ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَوِّمُ دِیَۃَ الْخَطَاءِ عَلٰی اَھْلِ الْقُرٰی اَرْبَعَ مِائَۃِ دِیْنَارٍ اَوْ عِدْلَھَا مِنَ الْوَرِقِ وَیُقَوِّمُھَا عَلٰی اَثْمَانِ الْاِبِلِ فَاِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِیْ قِیْمَتِھَا وَاِذَا ھَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِیْمَتِھَا وَبَلَغَتْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ اَرْبَعِ مِائَۃِ دِیْنَارٍ اِلٰی ثَمَانِ مِائَۃِ دِیْنَارٍ وَعِدْلُھَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِیَۃُ اٰلَافِ دِرْھَمٍ قَالَ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَۃٍ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے دیت بارہ ہزار فرمائی[1] (ترمذی ابوداؤد نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے[2] راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاؤں والوں پر خطاء کی دیت کی قیمت چار سو اشرفیاں یا انکے برابر چاندی لگاتے تھے[3] اور یہ قیمت اونٹ کی قیمت پر تھی پھر جب اونٹ مہنگے ہوجاتے تو ان کی قیمت میں زیادتی فرمادیتے اور جب سستے ہوجاتے[4] تو ان کی قیمت میں کمی فرمادیتے[5] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیمت چار سو اشرفیوں سے آٹھ سو اشرفیوں کے درمیان رہی اور اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم فرماتے ہیں[6] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے والوں پر دو سو گائیں

وزی دونوں کی دیت برابر ہے ہماری دلیل وہ حدیث ہے فی ملکھم کدمائنا الخ یعنے مسلمانوں اور ذمی کافروں کے خون و مال کا یکساں حکم ہے، اسی لئے اگر کوئی مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

[1] یعنے چاندی سے بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے، پہلے آٹھ ہزار درہم کا ذکر ہوا وہ درہم سات مثقال والے تھے یہ چھ مثقال والے درہموں کی قیمتوں مالیتوں میں فرق ہوتا ہے، آج ہم نے خود دیکھا کہ عراقی دینار کی قیمت گیارہ ریال چار قرش سعودی ہے اور اردنی، فلسطینی دینار کی قیمت بارہ ریال بارہ قرش قیمت مدینہ منورہ کے صرافہ سے اسی سال ہم نے خود دونوں دینار خریدے، کیونکہ ہم نے اردن، فلسطین وعراق کا سفر کرنا تھا۔ [2] عدل ع کے فتح اور کسرہ سے بمعنے برابر اور ہم قیمت یعنے چار سو دینار یا اس کے برابر اور ہم قیمت درہم۔ [3] ھاجت ہیج سے بنا بمعنے ظہور، رخص بمعنے ارزانی یعنے جب اونٹوں میں ارزانی ظاہر ہوتی اور ان کی قیمت گرجاتی۔ [4] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ دیت صرف اونٹ سے ہے اگر کسی اور چیز سے ادا کی جائے تو اونٹ کی ہی قیمت کا لحاظ ہوگا، یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پرانا قول تھا جس سے انہوں نے رجوع فرمالیا۔ [5] عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص۔

وَعَلٰی اَھْلِ الشَّاءِ اَلْفَیْ شَاةٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَقْلَ مِیْرَاثٌ بَیْنَ وَرَثَةِ الْقَتِیْلِ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَقْلَ الْمَرْاَۃِ بَیْنَ عَصَبَتِھَا وَلَا یَرِثُ الْقَاتِلُ شَیْئًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْہِ الْعَمَدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمَدِ وَلَا یُقْتَلُ صَاحِبُہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریوں کا فیصلہ فرمایا[1] اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیت مقتول کے وارثوں کے درمیان میراث ہے[2] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ وارثوں کے درمیان ہے[3] اور قاتل کسی چیز کا وارث نہیں[4] (ابوداؤد و نسائی) روایت ہے ان ہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت عمد کی دیت کی طرح سخت ہے[5] اور قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا[6] (ابوداؤد)۔ روایت ہے ان ہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] یہ جملہ حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل ہے کہ دیت صرف اونٹ یا سونے چاندی سے نہیں بلکہ گایوں، بکریوں سے بھی ہوتی ہے یہ اختلاف ہم ابھی پچھلی حدیث کی شرح میں عرض کر چکے ہیں وہاں مطالعہ فرمایئے۔ [2] یعنے دیت کا مال جو قاتل کی طرف سے وصول ہوگا وہ مقتول کے ورثاء کو بقدر میراث ملیگا جیسے اس کے دوسرے اموال میراث تھے۔ [3] اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قاتلہ عورت پر جو دیت واجب ہوگی وہ اس کے عصبہ وارث ادا کریں گے، جیسے قاتل مرد کی دیت کا حال ہے دوسرے یہ کہ مقتولہ عورت کی دیت جو قاتل کی طرف سے وصول ہوگی وہ اسی مقتولہ کے وارثوں میں بقدر میراث تقسیم ہوگی جیسے مقتول مرد کی دیت کا حال ہے غرضکہ مسئلہ دیت میں عورت بالکل مرد کی طرح ہے، خیال رہے کہ یہ آزاد مرد و عورت کا ذکر ہے غلام و لونڈی کا یہ حکم نہیں، قاتل غلام و لونڈی کی دیت ان کے مال فروخت کرکے ان کی قیمت سے ادا کی جائے گی ان کے رشتہ دار و ورثاء سے وصول نہ کی جائے گی، یوں ہی مقتول غلام و لونڈی کی دیت ان کا مالک وصول کریگا نہ کہ اس کے رشتہ دار و ورثاء لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ [4] یہ اسلام کا قانون کلی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے عزیز قرابتدار کو قتل کردے تو وہ اس کی میراث سے یکسر محروم ہے، چند چیزیں محرومی کا سبب ہیں اختلاف دین، غلامیت اور قتل، کفار کے لئے اختلاف دارین یعنے ملکوں کا اختلاف بھی ہے اس کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب علم المیراث کا مطالعہ فرمایئے۔ [5] قتل شبہ عمد کی تعریف اور اس کے احکام فصل ثانی کے شروع میں بیان ہو چکے کہ ارادۃً ایسی چیز سے قتل کرنا جو قتل کے لئے نہ بنی ہو شبہ کہلاتا ہے مثلًا کسی کو قمچی یعنے چھڑی، کوڑے سے مارڈالنا شبہ عمد ہے اور دیت کا مغلظہ یا مخففہ یعنے سخت و ہلکا ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے قتل عمد کی دیت سخت ہے اور قاتل کے مال سے فورًا دلوائی جائے گی قتل شبہ عمد کی دیت ہے تو سخت مگر قاتل کے عصبہ وارثوں سے تین سال کی مدت میں دلوائی جائے گی، یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ [6] یعنے قتل عمد کے سوا دوسرے قتل خطاء اور قتل شبہ عمد میں قاتل کو قتل نہ کیا جاویگا بلکہ دیت ہی واجب ہوگی، موجودہ حکومتیں بھی قتل خطا میں پھانسی نہیں دیتیں جرمانہ دلواتی ہیں دن رات موٹروں سے آدمی ہلاک ہوتے رہتے ہیں مگر ڈرائیوروں کو پھانسی نہیں ہوتی۔

فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِيْنِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَخَالِدُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَذْكُرَا اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ

اس آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ قائم رہے تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا[۱] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو سے[۲] وہ ابوسلمہ سے[۳] وہ ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچے بچے کے متعلق[۴] غلام یا لونڈی[۵] یا گھوڑے یا خچر[۶] کا فیصلہ فرمایا (ابوداؤد) فرمایا یہ حدیث حماد ابن سلمہ اور خالد واسطی نے محمد ابن عمرو سے[۷] روایت کی اور گھوڑے کا ذکر نہ فرمایا[۸] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علاج کرے اور

[۱] یعنے اگر کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی چوٹ ماری جس سے آنکھ کی بینائی تو جاتی رہی مگر وہ آنکھ اپنی جگہ ویسے ہی قائم رہی جیسے پہلے تھی جتنے کہ آنکھ کی شکل نہ بگڑی جیسا کہ سادۃ سے معلوم ہوا اس صورت میں اس مارنے والے پر تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا، پہلے گزر چکا کہ دونوں آنکھیں نکال دینے میں پوری دیت واجب ہے یعنے سو اونٹ اور ایک آنکھ میں آدھی دیت ہے یعنے پچاس اونٹ مگر یہاں تہائی دیت یعنے ۳۳ اونٹوں کا ذکر ہوا اولًا تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں سوا اسحاق کے کسی نے اس پر عمل نہ کیا اگر صحیح بھی ہو تو یہاں حکم شرعی کا ذکر نہیں بلکہ ایک خصوصی واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک اسی قسم کا مجروح حاضر بارگاہ ہوا، تو چونکہ اس کی آنکھ اپنی جگہ قائم بھی تھی اور درست بھی تھی صرف روشنی جاتی رہی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اس طرح مصالحت کرادی کہ اگر یہ مجروح شخص غلام ہوتا تو اس چوٹ سے اس کی تہائی قیمت کم ہو جاتی لہذا تو اسے تہائی دیت دے کر آپس میں مصالحت کرلے، لہذا یہ خصوصی واقعہ ہے قاعدہ شرعیہ نہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ نصوص دیت والی کے مخالف نہیں۔ [۲] محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب، آپ تابعی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے ان سے احادیث روایت کیں۔ [۳] آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں زہری ہیں قرشی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں تابعین میں سے ہیں حضرت ابن عباس ابوہریرہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ملاقات ہے آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔ [۴] یعنے اگر کوئی کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ایسی چوٹ مار دے جس سے اس کے پیٹ کا بچہ گر جائے۔ [۵] لفظ غرہ کے لغوی معنے ہیں چمکدار چیز پھر ہر اعلےٰ چیز کو غرہ کہا جانے لگا اب غرہ سے مراد انسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، یہاں غرۃ مبدل منہ ہے اور عبد اوامۃ بدل۔ [۶] امام نووی شارح مسلم نے اور مرقات شرح مشکوٰۃ نے اس جگہ فرمایا کہ حدیث امۃ پر ختم ہوگئی لفظ فرس او بغل کی زیادتی عیسیٰ ابن یونس راوی کی طرف سے ہے یہ زیادتی باطل محض ہے کیونکہ لفظ غرہ صرف انسان پر بولا جاتا ہے گھوڑے خچر وغیرہ کو غرہ نہیں کہتے۔ [۷] حماد ابن سلمہ علماء بصرہ میں سے بڑے پایہ کے عالم ابی حمید طویل کے بھانجے ہیں حضرت شعبہ امام مالک ابن مبارک اور وکیع کے استاذ حدیث ہیں ۱۶۷ھ میں وفات پائی اور خالد واسطی طحان حافظ حدیث بہت متقی پرہیزگار ہیں آپ نے تین بار اپنے وزن کی چاندی خیرات کی (اشعۃ اللمعات)۔ [۸] یہ زیادتی شاذ ہے اور یہ حدیث ضعیف (مرقات)۔

يَعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا أُنَاسٌ فُقَرَاءُ فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ دِيَةُ شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثًا ثَلٰثٌ وَثَلٰثُونَ حِقَّةً وَثَلٰثٌ وَثَلٰثُونَ جَذَعَةً وَأَرْبَعٌ وَثَلٰثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ

اسے علم طب معلوم نہ ہو تو وہ ضامن ہے[1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ فقیروں کے ایک غلام نے[2] امیروں کے ایک غلام کا کان کاٹ لیا اس کے والی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے[3] بولے ہم لوگ تو فقیر ہیں تو ان پر حضور نے کچھ نہ مقرر فرمایا[4] (ابوداؤد، نسائی)[5] تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت علی سے انہوں نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت تہائی کے حساب سے ہے ۳۳ حقے[6] اور ۳۳ جذعے اور ۳۴ ثنیے[7] بازل عام تک[8] جو سب کی سب حاملہ ہوں[9]

اور ایک روایت میں ہے

[1] یعنے جو شخص علم طب نہ رکھتا ہو اور یوں ہی کسی کا علاج کرے جس سے مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا حکم قتل خطا کا ہے کہ اس کے وارث عصبات پر دیت خطا واجب ہوگی قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس نے ارادۂ قتل نہ کیا بلکہ مریض کا علاج بھی اس کے کہنے پر کیا، فی زمانہ ہر شخص بیمار کو دوا بتاتا ہے اس سے احتیاط چاہیئے، اس حدیث سے سبق لازم ہے، علاج میں انسانی جان کی ذمہ داری ہے۔ [2] یہاں غلام سے مراد یا تو نابالغ آزاد بچہ یا نابالغ مدبر غلام جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا یعنے ایک ایسا آزاد بچہ جس کے عصبہ وارث فقیر و مساکین تھے دیت نہیں دے سکتے تھے یا ایسا غلام مدبر جس کے مولیٰ اور مولے وارث فقراء تھے اس نے ایک ایسے لڑکے یا غلام کا کان کاٹ دیا جس کے عصبہ وارث یا مولے امیر تھے اور یہ مقدمہ بارگاہِ رسالت میں دائر ہوا۔ [3] یعنے مظلوم نے یا اس کے وارثوں نے دعوے دائر کر دیا، ظالم اور اس کے وارث جواب دعوے کے لیے حاضر ہوئے۔ [4] حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ظالم غلام کے مولے یا ظالم بچہ کے عصبہ وارثوں پر دیت لازم فرمادی کیونکہ اگرچہ عمدًا کان کاٹا گیا تھا مگر بچہ کا ارادہ کامل نہیں اسی لئے قاتل بچہ پر قصاص نہیں بلکہ اس کے وارث عصبہ پر دیت واجب ہوتی ہے اس عمد کا حکم خطا کا ہے۔ [5] اس سے معلوم ہوا کہ ظالم نابالغ غلام نہ تھا ورنہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت سے دیت دلوائی جاتی، غلام دیت اس کی قیمت سے ادا کی جاتی ہے بلکہ یا تو آزاد تھا یا غلام تھا تو مدبر تھا جو ناقابل فروخت ہوتا ہے جس کی دیت مولیٰ پر ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجرم کے وارث عصبات فقراء ہوں تو دیت بھی واجب نہیں ہوتی بلکہ وہاں مظلوم سے معافی دلوادی جاتی ہے۔ [5] امام شمنی فرماتے ہیں کہ بچہ، دیوانہ، بیہوش، مخبوط الحواس کا عمد بھی خطا ہے کہ اس کے قتل عمد پر قصاص نہیں، بیہقی نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی ان عمد المجنون والصبی خطا (مرقات)۔ [6] قتل شبہ عمد کی صورت ابھی پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ بارادۂ قتل ناقابل قتل آلہ سے ہلاک کرنا شبہ عمد ہے جیسے قمچی وغیرہ سے قتل، اس کی دیت سخت تر ہے یعنے سو اونٹ مگر ان کے تین حصے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے خفیف دیت ہم حصہ والی دیت نہیں جو کہ قتل خطا میں ہوتی ہے۔ [7] اونٹ کا تین سالہ بچہ حقہ کہلاتا ہے کہ اب وہ سواری کا حقدار و لائق ہوگیا اور چار سالہ بچہ جو پانچویں سال میں داخل ہو جائے جذعہ ہے اور پانچسالہ بچہ جو چھٹے سال میں داخل ہو جائے ثنیہ۔ [8] اونٹ کا آٹھ سالہ بچہ جو نویں سال میں داخل ہو جائے بازل کہلاتا ہے، اس کے بعد اس

قَالَ فِی الْخَطَاءِ اَرْبَاعًا خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَّخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ جَذَعَةً وَّخَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ بَنَاتُ لَبُوْنٍ وَّخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ بَنَاتُ مَخَاضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَضٰی عُمَرُ فِیْ شِبْهِ الْعَمَدِ ثَلٰثِیْنَ جَذَعَةً وَّاَرْبَعِیْنَ خَلِفَةً مَا بَیْنَ ثَنِیَّةٍ اِلٰی بَازِلِ عَامِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِی الْجَنِیْنِ یُقْتَلُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِیْدَةٍ فَقَالَ الَّذِیْ قُضِیَ عَلَیْهِ کَیْفَ

کہ خطاء میں ۱؎ چار حصہ فرمائے پچیس حقہ، پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مجاہد سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے شبہ عمد میں تیس جذعہ اور چالیس خلفہ کا فیصلہ فرمایا جو عمر میں ثنیہ اور بازل کے درمیان ہوں[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے[۴] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ کے بچے میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں قتل کردیا جائے[۵] ایک غلام یا لونڈی کا پیشانی کا فیصلہ فرمایا[۶] تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ اسے

کی عمر کا کوئی نام نہیں، بازل بنا ہے بزل سے بمعنے کمال اور قوت چونکہ اس عمر میں اونٹ کی کیلیں نکل آتی ہیں اور وہ اپنی پوری قوت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے اسے بازل کہتے ہیں، اس کے بعد اسے بازل عام اور بازل عامین وغیرہ کہتے ہیں۔ ۹؎ کلھا کی ضمیر ثنیہ کی طرف ہے یعنی یہ ساٹھ تمام حاملہ اونٹنیاں ہوں جن کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حقہ حاملہ نہیں ہوتی۔

۱؎ یعنی اگر کوئی شخص کسی کو خطاءً قتل کردے تو اس کی دیت قتل شبہ عمد سے ہلکی ہوگی کہ سو اونٹ تو واجب ہوں گے مگر تین کی بجائے چار حصہ ہوکر دیت کا ہلکا بھاری ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ۲؎ اونٹ کے عمر کے لحاظ سے چھ نام ہیں ایک سالہ اونٹنی بنت مخاض، دو سالہ بنت لبون[۲]، تین سالہ حقہ[۳]، چار سالہ جذعہ[۴]، پانچ سالہ ثنیہ[۵] اور آٹھ سالہ بازل[۶] عام، پھر اس کے بعد کوئی نام نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں بازل عام، بازل عامین اور بازل ثلث اعوام وغیرہ، یعنی قتل خطاء میں قاتل کے وارثوں پر سو اونٹ لازم ہوں گے جو مقتول کے وارثوں کو دیئے جائیں گے مگر ان کے چار حصہ ہوں گے پچیس ایک سالہ اونٹنیاں اور پچیس دو سالہ، پچیس تین سالہ، پچیس چار سالہ۔ ۳؎ آپ مجاہد ابن جبر ہیں کنیت ابوحجاج عبداللہ ابن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ معظمہ کے مشہور عالم وقاری وفقیہ ومحدث ہیں، اپنے زمانہ میں تفسیر کے امام مانے جاتے تھے بہت جماعت محدثین آپ کی شاگرد ہے، اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر آپ کے گھوڑے کی رکاب تھاما کرتے تھے ۱۰۳ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ ۴؎ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے ان کے ہاں قتل شبہ عمد کی دیت اسی طرح واجب ہوتی ہے بہرحال شبہ عمد کی دیت میں صحابہ کرام کا عمل مختلف رہا ہے ابھی پچھلی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اس کے خلاف گزرا۔ ۵؎ آپ کی کنیت ابومحمد ہے قرشی مخزومی اصلی ہیں خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے حدیث، فقہ، عبادت، تقویٰ کے جامع تھے بہت سے صحابہ کرام سے ملاقات ہے چالیس حج کئے ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۶؎ یعنی حاملہ عورت کو مارا گیا جس سے اس کا پورا کچا بچہ گر گیا یا پختہ بچہ تھا جو پیٹ میں مرگیا پھر گر گیا کیونکہ باہر آکر مرے تو پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی ہے (اشعہ و مرقات)۔ ۷؎ یعنی قاتل کے وارثوں پر لازم فرمایا کہ جس عورت کا بچہ گر گیا ہے اس کو ایک غلام یا لونڈی دیں جس کی قیمت پانچسو درہم تھی یعنی پچاس دینار، ہر دینار دس درہم کا، یہ تفسیر اس لئے کی گئی کہ حضرت عبداللہ ابن بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے پانچ درہم

اَغْرَمُ مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَکَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْكُهَّانِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ عَنْهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مُتَّصِلًا ٭ بَابُ مَا لَا يُضْمَنُ مِنَ الْجِنَايَاتِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ

تاوان کیونکر دوں جس نے نہ کھایا پیا نہ گفتگو کی اور نہ چیخا پکارا ان جیسی چیز بے ضائع کی جانی چاہیئے[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کاہنوں کے بھائیوں سے ہے[۲]، مالک نسائی ارسالاً[۳] اور ابوداؤد نے انہیں سعید ابن مسیب سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے متصلاً روایت کیا[۴] باب ان جرموں کا جن کا ضمان نہیں دیا جاتا[۵] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایہ کا زخم باطل ہے[۶] اور کان باطل ہے اور کنواں باطل ہے[۷] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے[۸] فرماتے ہیں کہ میں نے

واجب فرمائے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت زید اسلم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے معاملہ میں پچاس دینار کا فیصلہ فرمایا لہذا تینوں روایات درست ہیں، خیال رہے کہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی حکم یہ ہی ہوگا، اگر ماں بھی مرجائے تو ماں کی دیت سو اونٹ لازم ہوگی۔

[۱] اس کا مقصد یہ تھا کہ دیت تو جان کی ہوتی ہے اور یہ گرا ہوا بچہ بالکل بے جان ہے کہ پیدا ہو کر جیتا بھی نہیں، کھایا پیا بھی نہیں پھر یہ دیت کیوں واجب ہوئی تو گویا اس نے نص کا مقابلہ عقل سے کیا یہ قیاس باطل ہے کہ نص کے مقابل ہے۔ [۲] یعنی یہ کاہنوں کا بھائی ہے کہ اپنی عقل تیز زبانی مقفے عبارت سے نص شرعی کا مقابلہ کررہا ہے تو جیسے کہانت بری چیز ہے ایسے ہی اس کا یہ قول برا ہے۔ [۳] کیونکہ حضرت سعید ابن المسیب تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا اسی کا نام ارسال ہے۔ [۴] لہذا یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر آگیا خیال رہے کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ زندہ گر کر مرے تو اس کی دیت پوری ہے یعنی سو اونٹ مگر اس میں اختلاف ہے کہ بچے کی زندگی ثابت کس چیز سے ہوتی ہے ہم احناف کے ہاں رونا، دودھ چوسنا، سانس لینا، چھینکنا علامت زندگی ہیں ہاں صرف بعض اعضاء کا حرکت کرنا علامت زندگی نہیں مگر امام شافعی کے ہاں صرف رونا علامت زندگی ہے دلائل فریقین کے اسی جگہ مرقات میں مذکور ہیں۔ [۵] جنایات جنایۃ کی جمع ہے مادہ جنی ہے یعنی حادثہ، اسی سے جنی الثمر یعنی درخت سے پھل لینا۔ [۶] عجماء اعجم کا مؤنث ہے یعنی گونگا یعنی جو کلام و بات نہ کرسکے عرب لوگ دیگر ملکوں کو عجم کہتے ہیں کہ وہ کلام پر قادر نہیں یہاں چوپایہ مراد ہے جیسے گھوڑا گدھا بھینس گائے وغیرہ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے چوپایہ سے زخمی ہوجائے تو اس کا ضمان چوپایہ والے پر واجب نہیں خواہ چوپایہ لات مارے یا سینگ یا پاؤں سے روند دے، نیز اگر اس کے معمولی چلانے سے سوار گر کر چوٹ کھا جائے تو بھی چلانے والے پر ضمان نہیں خواہ دن میں یہ واقعہ ہو یا رات میں، یہ ہی احناف کا قول ہے، امام شافعی کے ہاں اگر رات کو کسی کا جانور کھل جائے اور کسی کو نقصان پہنچائے تو اس پر ضمان ہے، نیز اگر کھلا جانور کسی کا کھیت خراب کردے تب بھی یہ ہی اختلاف ہے، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔ [۷] یعنی اگر

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنَ الْعَاضِّ فَانْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَالْفَحْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کیا[1] اور میرا ایک مزدور تھا[2] وہ ایک شخص سے لڑا[3] تو ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ لیا[4] جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کی ثنیہ گرادی[5] وہ گر گئی[6] تو یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسکی ثنیہ باطل فرمادی اور فرمایا کہ کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اونٹ کی طرح چباتا[7] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے[8] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی وجہ سے مار دیا جائے وہ شہید ہے[9] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے

کسی کی کان یا کسی کے کنویں میں کوئی شخص یا جانور گر کر ہلاک ہو جائے تو کان اور کنویں والے پر تاوان نہیں بشرطیکہ کنواں اس نے اپنی زمین میں کھودا ہو اور بیچ راہ میں نہ ہو، اگر مباح زمین میں کھودا جب بھی یہی حکم ہے۔ [8] آپ تمیمی حنظلی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے، غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شریک ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں رہے اسی میں شہید ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا۔

[1] غزوہ تبوک کا نام جیش عسرۃ ہے یعنی تنگی والا لشکر کیونکہ اس غزوہ میں گرمی سخت تھی اور لشکر کے پاس کھانا پانی بہت ہی کم، تبوک خیبر سے پانچسو کیلو ہے یہ گنہگار خیبر کی زیارات سے مشرف ہوا مگر تبوک پر سے ہوائی جہاز میں سوار گذر گیا، خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو ساٹھ کیلو ہے آٹھ کیلو کے ہمارے ۵ میل ہوتے ہیں اس غزوہ کے موقعہ پر حضرت عثمان نے اس لشکر کو بہت سامان دیا اور مجہز جیش عسرۃ کا لقب پایا جنت خریدی، اسی غزوہ میں مسلمانوں نے درختوں کے پتے کھائے اور اونٹ سے پانی حاصل کیا (اشعہ)۔ [2] جو مزدوری پر میرے ساتھ اس جہاد میں گیا تھا۔ [3] یا اس مزدور نے اس شخص کا یا اس شخص نے اس مزدور کا۔ [4] یعنی کاٹنے والے اس زور سے اس کے ہاتھ میں اپنے دانت گڑا دیئے تھے کہ جب اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو ثنیہ گر گئی، خیال رہے کہ انسان کے سامنے کے دانت رباعیہ کہلاتے ہیں یعنی چوکڑی اور ان کے متصل دائیں بائیں جو دانت ہیں وہ ثنیہ کہلاتے ہیں۔ [5] اور دعویٰ کیا کہ میرے دانت کی دیت دلوائی جائے کیونکہ اس نے میرا دانت گرا دیا۔ [6] مقصد یہ ہے کہ اس نے تیرا دانت توڑا نہیں بلکہ اپنی حفاظت کے لئے اور اپنے کو بچاتے ہوئے تیرے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا اس لئے وہ ظالم نہیں بلکہ ظالم تو ہے کہ تو نے اسے کاٹا لہذا اس کی کوئی دیت نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے جبراً زنا کرنا چاہے اور وہ عورت اپنے بچاؤ کیلئے اُسے قتل یا زخمی کر دے تو عورت پر کچھ قصاص، یا دیت نہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کا مال یا جان جبراً لینا چاہے اور وہ اپنے دفاع کیلئے اُسے ہلاک کر دے تب بھی یہی حکم ہے۔ [7] یعنی چور یا ڈاکو یا کسی اور ظالم نے اسکا مال چھیننا چاہا اس نے دفاع کے طور پر اس سے جنگ کی اور مارا گیا تو یہ شخص شہید ہوگا کہ ظلماً قتل ہوا ہے۔ [9] اس حدیث کو ابن حبان، ترمذی، نسائی، ابوداؤد نے بھی حضرت سعید ابن زید کی روایت سے نقل فرمایا (مرقات)۔

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي قَالَ فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ شَهِيدٌ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ هُوَ فِي النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **وَعَنْهُ** أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ **وَعَنْ** سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ

فرماتے ہیں ایک شخص حاضر ہوا بولا یارسول اللہ فرمایئے اگر کوئی شخص آئے اور میرا مال لینا چاہے[1] تو فرمایا اسے اپنا مال نہ دے[2] وہ بولا حضور فرمادیں اگر وہ مجھ سے جنگ کرے فرمایا تو اس سے جنگ کر[3] عرض کیا فرمایئے اگر وہ مجھے قتل کردے فرمایا تو تو شہید ہے[4] عرض کیا تو اگر میں اسے قتل کردوں فرمایا وہ دوزخ میں ہوگا[5] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر کوئی تیرے گھر میں جھانکے[6] اور تو نے اسے اجازت نہ دی[7] پھر تو اسے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں[8] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے[9] کہ ایک شخص سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے میں جھانکا اور رسول اللہ کے پاس سلائی تھی[10] جس سے آپ اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے

[1] یعنے ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو ضرور دیدے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [2] یعنے اس صورت میں اسے اپنا مال نہ دے کیونکہ اپنے کو ظلم سے بچانا اچھا ہے، اسی طرح سود، رشوت، مالی جرمانہ میں اپنا مال نہ دے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں خیال رہے کہ یہ نہی حرمت کی نہیں نیز حالت مجبوری اس سے مستثنے ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرانے کے لئے حرام مگر رشوت لینا ہر حال حرام ہے اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمایئے۔ [3] یہ حکم بھی اجازت و اباحت کا ہے وجوب کا نہیں لہذا اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں۔ [4] کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظلمًا مقتول شہید ہے۔ [5] یعنے نہ تو گنہگار ہے نہ تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو حکومتیں ایسے بہادری سے مار دینے والوں کو انعام اور تمغے دیتی ہیں۔ [6] خواہ دروازے کے جھروکوں سے یا دیوار پر چڑھ کر یا اونچے مکان والا نیچے مکان والے کو تاکے جھانکے، یہ جملہ ان سب صورتوں کو شامل ہے۔ [7] یعنے اگر تو نے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی بعد اجازت وہ جھانکتا ہے تو وہ مجرم نہیں کہ آنے کی اجازت دیکھنے کی بھی اجازت ہے، اسی طرح اونچے مکان والا نیچے والوں سے اجازت لے کر چڑھتا ہے اگر بغیر اجازت چڑھے تو نیچے والوں کے پردہ کا ضرور خیال رکھے نگاہ نیچی رکھے۔ [8] امام شافعی اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں اور اس صورت میں اس کی آنکھ کا ضمان مطلقًا واجب نہیں فرماتے، بعض امام فرماتے ہیں کہ اگر منع کرنے کے باوجود وہ تاکتا ہے تو اس کی آنکھ کا ضمان نہیں، امام اعظم فرماتے ہیں کہ ہر حال ضمان ہے، یہ فرمان عالی تاک جھانک سے سخت ممانعت کے لئے ہے یا اس میں گناہ کی نفی ہے دیت وغیرہ کی نفی نہیں، بہت دفعہ گناہ نہیں ہوتا مگر ضمان ہوجاتا ہے جیسے قتل خطاء، قرآن کریم فرماتا ہے العین بالعین، معلوم ہوا کہ آنکھ کے عوض آنکھ پھوڑی جائے۔ [9] آپ انصاری ساعدی ہیں آپ کا نام شریف حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل

فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِیْ عَیْنَیْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا یَّخْذِفُ فَقَالَ لَا تَخْذِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا یُصَادُ بِهٖ صَیْدٌ وَّلَا یُنْكَاُ بِهٖ عَدُوٌّ وَّلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَاُ الْعَیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِیْ مَسْجِدِنَا وَفِیْ سُوْقِنَا وَ

تو فرمایا اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں یہ سلائی تیری آنکھ میں گھونپ دیتا[1] طلب اجازت نگاہ کی حفاظت ہی کے لیئے تو مقرر کی گئی ہے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے[3] کہ انہوں نے ایک شخص کو کنکر پھینکتے دیکھا[4] تو فرمایا کنکر نہ پھینک کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نہ تو اس سے شکار ہوتا ہے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے[5] لیکن یہ کبھی دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے[6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں گزرے[7] اور

کر سلائی رکھا آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں مدینہ پاک میں انتقال ہوا[8] سر میں سرمہ لگانے کی یا سر کی مانگ نکالنے کی جیسا کہ صراح میں ہے۔

[1] یعنی اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تو ارادۃً تاک جھانک رہا ہے تو اس سلائی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا، اس سے معلوم ہوا کہ بغیر قصد و ارادہ اگر کسی کے گھر نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں جیسے گزرتے ہوئے اتفاقًا کسی کے کھلے دروازہ میں نظر پڑ جائے (مرقات)۔ [2] یعنی بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا وہاں بلا اجازت داخل ہو جانے کی طرح ہے جیسے وہ ممنوع ہے ایسے ہی یہ ممنوع، کہ اس میں گھر والوں کی بے پردگی ہے، اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فرمان عالی ڈانٹ ڈپٹ جھڑک کے لئے ہے آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت کے لئے نہیں کیونکہ کسی کے گھر میں بلا اجازت چلے جانے پر اس کا قتل یا آنکھ پھوڑ دینا جائز نہیں کر دینا، جیسے جان جان کے عوض ہے ایسے ہی آنکھ آنکھ کے عوض اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ لہذا مذہب احناف بہت قوی ہے

[3] آپ مزنی ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، اولًا مدینہ منورہ میں رہے پھر بصرہ میں خواجہ حسن بصری اور العالیہ وغیرہم نے آپ سے احادیث لیں، ۶۰ھ میں وفات پائی۔ [4] یعنی یونہی بطور شغل کنکر وغیرہ پھینکتے دیکھا جیسا کہ بعض لڑکوں کی عادت ہے۔ [5] یعنی یہ کام عبث بھی اور نقصان دہ بھی اس کا فائدہ کوئی نہیں۔ [6] لہذا مضر ہے، اور مضر چیز سے بچنا ضروری ہے۔ [7] یعنی مسلمانوں کے بازار یا مسجد سے گذرے جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو، مسلمانوں کا ذکر یا تو احترام کے لئے ہے یا کفار حربی کے بازاروں کو نکالنے کے لئے کہ حربی کفار کو زخمی کر دینا جائز بلکہ ثواب ہے، خیال رہے کہ حربی کفار کا اور حکم ہے اور ذمی مستامن کفار کا حکم کچھ اور ہے، یہاں بازار و مسجد کا ذکر ہے مگر مراد تمام اجتماعات ہیں جیسے منیٰ، عرفات مزدلفہ، عرس اور میلے وغیرہ۔

مَعَهٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَضَعَهَا وَاِنْ كَانَ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ

اس کے پاس تیر ہوں[1] تو اس کے پیکان (نوک) کو تھام لے[2] ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کچھ لگ جائے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے[4] کیا خبر شاید شیطان اس کے ہاتھ میں کھینچے[5] تو یہ آگ کے گڑھے میں گر جائے[6] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے[7] تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں[8] حتی کہ اسے رکھ دے اگرچہ اس کا سگا بھائی ہو[9] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جس نے ہم پر[10] ہتھیار اٹھایا[11]

1 نبل بمعنی تیر، یہ جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں، اسہم کے معنے بھی تیر ہیں جمع سہام ہے۔ 2 نصال جمع ہے نصل کی، نصل تیر کی نوک کو کہتے ہیں جس کے نیچے پر ہوتے ہیں، یہ نہایت تیز ہوتی ہے یہی شکار وغیرہ کے جسم میں پیوست ہوجاتی ہے، تھام لینے سے مراد ہے اس پر ہاتھ رکھ لینا یا کوئی غلاف وغیرہ چڑھا دینا۔ 3 ان یصیب میں ان کے بعد لا پوشیدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفاہ عام کی چیزوں میں مسلمانوں کو نفع پہنچانے یا مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت کرے اگرچہ دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھالیں لہذا مسافر خانہ، ہسپتال، سایہ دار درخت، کنواں وغیرہ ان سب میں یہی نیت ہونی چاہیئے گو ان سے نفع سب اٹھالیں۔ 4 نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔ 5 یعنے ہوسکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقًا لگ جائے اور سامنے والا مرجائے، ایسے واقعات بہت دیکھے گئے ہیں کہ مذاق دل لگی میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والوں کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہوگیا، خدا کی پناہ۔ 6 اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے، اور دوزخ میں جائے، معلوم ہوا کہ ایسا قتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے قاتل پر تاوان بھی ہے۔ 7 خواہ ڈرانے دھمکانے کے لیے خواہ مذاق میں، لوہے سے مراد قتل کا ہر ہتھیار ہے، تلوار، چھری، آجکل پستول، بندوق وغیرہ۔ 8 یا تمام فرشتے یا حافظین فرشتے یا کاتبین یا سائرین جو ذکر الہی کی تلاش میں زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ 9 یعنے ظاہر ہے کہ کوئی اپنے سگے بھائی کو قتل نہیں کرتا، تو اس پر ہتھیار اٹھانا یقینًا ڈرانے یا مذاق کے لیے ہوگا مگر یہ بھی لعنت کا باعث ہے، یا مطلب یہ ہے کہ سگے بھائی پر ہتھیار اٹھانا لعنت کا باعث ہے تو اجنبی پر ہتھیار اٹھانے کا کیا پوچھنا۔ 10 ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا، علینا جمع ارشاد فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ 11 اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقًا اٹھانا ہے خواہ ظلمًا قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔

فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْبَاطِ وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ هِشَامٌ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

وہ ہم سے نہیں[1] (بخاری) اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ جو ہم سے ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں[2] روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہم پر تلوار سونتے وہ ہم میں سے نہیں[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ہشام ابن عروہ سے[5] وہ اپنے باپ سے راوی[6] کہ ہشام ابن حکیم[7] شام میں کچھ کسان آدمیوں پر گزرے[8] جو دھوپ میں کھڑے کیے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا گیا تھا[9] تو آپ نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا گیا یہ لوگ ٹیکس کے بارے میں عذاب دیئے جارہے ہیں تو ہشام نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

۱؎ یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہماری اہل طریقہ و اہل سنت سے نہیں لہذا اس سے کفر مراد نہیں۔ ۲؎ ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کردینا یا اصل میں نقل ملادینا غرضکہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے، اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں یا اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو یا اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائیگا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی۔ ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، آپ کی کنیت ابو مسلم ہے اسلمی مدنی ہیں بڑے بہادر صحابی ہیں اسی سال عمر ہوئی ۷۴ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۴؎ یعنی جو شخص کسی مسلمان پر تلوار سونتے اگرچہ اس کے قتل کا ارادہ نہ بھی کرے تب بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں کا سا کام نہ کیا، مسلمان پر ظلماً ہتھیار اٹھانا بھی حرام ہے، خیال رہے کہ اس جیسی تمام احادیث میں ظلماً ہتھیار اٹھانا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں مسلمان کا قتل واجب ہوجاتا ہے جیسے باغی، خارجی، ڈاکو، قاتل، زانی۔ ۵؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضرت حسین کی شہادت کے سال آپ کی ولادت ہے ۱۴۶ھ میں وفات پائی، حضرت عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ ۶؎ ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن عوام ہے آپ بھی تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے، صائم الدہر تھے ۹۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۷؎ آپ ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی اسدی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کے والد حکیم ابن حزام ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی ۵۴ھ میں وفات پائی ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو غلام آزاد کیے (مرقات)۔ ۸؎ نبط یا نبیط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لئے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔ ۹؎ یعنی حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کرکے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کردیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَنْ تَرَى قَوْمًا فِيْ أَيْدِيْهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللّٰهِ وَيَرُوْحُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَرُوْحُوْنَ فِيْ لَعْنَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں[1] (مسلم)[2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے اگر تمہاری عمر دراز ہوئی[3] کہ تم ایسی قوم دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسی چیز ہوگی[4] صبح کریں گے اللہ کے غضب میں اور شام کریں گے اللہ کے غضب میں[5] اور ایک روایت میں ہے کہ شام کریں گے اللہ کی لعنت میں[6] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو قسم کے دوزخی لوگ وہ ہیں جنہیں ہم نے دیکھا نہیں[7] ایک وہ قوم جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے[8] اور دوسری وہ عورتیں جو پہن کر ننگی ہوں گی[9] مائل کرنے والیاں مائل ہونے والیاں[10] ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے

[1] یعنی آگ، کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دیگا، کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔ [2] اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، بیہقی نے بھی عیاض ابن حکم سے روایت کیا اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ کسی کو خدا کا عذاب نہ دو۔ [3] یہ خطاب یا حضرت ابوہریرہ سے ہے یا کسی اور صحابی سے جو حضرت ابوہریرہ سے مل رہے تھے۔ [4] یعنی چمڑے کے کوڑے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے مگر ناحق یا حکام کے دروازوں پر یہ کوڑے لئے بیٹھے ہوں گے تاکہ لوگوں کو مار مار کر وہاں سے ہٹائیں کسی کو فریاد کرنے کے لئے حکام تک نہ پہنچنے دیں گے (مرقات)۔ [5] یعنی ہر وقت اللہ کے غضب میں رہیں گے صبح شام وقت کے دو کنارے ہیں ان کناروں کا ذکر فرمایا مراد ہر وقت ہے جیسے آل فرعون کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ایسا ہی یہاں ہے۔ [6] کیونکہ اس قسم کے لوگ دیوانے کتوں کی طرح ہیں جو مخلوق خدا کو ستاتے ہیں لہذا خدا کی لعنت کے مستحق ہوں گے مخلوق کو ستانا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے۔ [7] یعنی ایسے ظالم فاسق لوگ ہمارے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ ہمارے بعد ہوں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں۔ [8] ظلماً ماریں گے، حق پر کوڑے مارنا درست ہے رب تعالیٰ کنوارے زانی کے متعلق فرماتا ہے فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑے ساتھ لئے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے ماریں گے، کسی نے انہیں سلام نہ کیا یا ان کی تعظیم کے لئے نہ اٹھا یا ان کے ظلم کی تائید نہ کی اسے بے تحاشہ پیٹ دیا خدا کی پناہ۔ [9] یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئیگا، یہ دونوں عیوب آج دیکھے جا رہے ہیں یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی

الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ

کوہانوں کی طرح ہوں گے[4] وہ جنت میں جائیں نہ اس کی ہوا پائیں[5] حالانکہ اس کی ہوا اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے[6] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب تم میں کوئی لڑے تو چہرے سے بچے[7]، کہ اللہ تعالٰی نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا[8] (مسلم بخاری) فصل دوسری روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے پردہ کھولا پھر گھر میں نظر ڈالی اس سے پہلے کہ اسے اجازت دی جائے پھر گھر والوں کا ستر دیکھ لیا تو اس نے ایسی سزا کا کام کیا جو کرنا اسے درست نہ تھا[1]

خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقوے سے ننگی ہوں گی یا ایسے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، خود ان کی طرف مائل ہوں گی، یہ سب باتیں آج دیکھنے میں آرہی ہیں، قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں، نیچی نظریں، کل کی خبریں۔

۴؎ اس جملہ مبارکہ کی بہت تفسیریں ہیں بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے، یہ حدیث پڑھو اور آجکل کی عورتوں کو دیکھو۔ یہ اسی غیب داں محبوب کی غیبی خبریں ہیں شعر

اپنے مالک کو دی بشارتِ تاج ؛ اے مرے غیب داں ترے صدقے

۵؎ یہاں لَا یَجِدْنَ اور لَا یَدْخُلْنَ میں دونوں جماعتیں مراد ہیں کوڑے والے ظالموں کی جماعت اور ان بے حیا عورتوں کی جماعت، مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولًا جنت میں نہ جائیں گی وہاں سے دور رہیں گی اپنی ان حرکتوں کی سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگرچہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، یا مطلب یہ ہے کہ جو ان کاموں کو حلال جان کرے وہ کافر ہے پھر جنت میں کیسے جائے، یا مطلب یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں کی طرح اولًا جنت میں نہ جائیں گی۔ ۶؎ اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلًا سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ ان احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بے پردگی کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی حاکم چاہے تو تعزیر کے طور پر سزا دے۔ ۷؎ یعنی کسی کو لڑائی میں چہرے پر نہ مارو اگرچہ کافر سے ہی جہاد کرو کہ اسے قتل کردو مگر اس کا چہرہ نہ بگاڑو، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ زانی کے چہرہ پر کوڑا نہ مارو اپنی اولاد، خادم کو تصور پر سزا دو تو چہرے پر نہ مارو۔ ۸؎ یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں اسے حسین و جمیل بنایا، خود فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اللہ تعالٰی تو صورت

بَابَتِہٖ وَلَوْاَنَّہٗ حِیْنَ اَدْخَلَ بَصَرَہٗ فَاسْتَقْبَلَہٗ رَجُلٌ فَفَقَاَ عَیْنَہٗ مَا غَیَّرْتُ عَلَیْہِ وَ اِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰی بَابٍ لَا سِتْرَ لَہٗ غَیْرِ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِیْئَةَ عَلَیْہِ اِنَّمَا الْخَطِیْئَةُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ؕ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّتَعَاطَی السَّیْفُ مَسْلُوْلًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ؕ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّقَدَّ السَّیْرُ بَیْنَ اُصْبُعَیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ؕ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

اور جب کہ اس نے نظر ڈالی تو کوئی سامنے آگیا اور کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اسے شرم نہ دلاؤں گا[۱] اور اگر کوئی شخص بے پردہ دروازے کھلے پر گزرے پھر دیکھ لے تو اس پر گناہ نہیں[۲] خطا تو صرف گھر والوں پر ہے[۳] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے[۴] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ننگی تلوار لی دی جائے[۵] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ دو انگلیوں کے درمیان تسمہ کاٹا جائے[۶] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سے پاک ہے پھر اس کی صورت کیسی یا یہ اضافت شرف کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا ناقۃ اللہ، بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو صورت رحمان پر پیدا فرمایا اگر وہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب بھی یہی ہوگا، خیال رہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی بڑی کامل مخلوق ہے اسے رب نے سننے دیکھنے بولنے اور سوچنے سمجھنے کی طاقت بخشی، اگر یہ ترقی کرے تو فرشتوں سے افضل ہو جائے اگر نیچے گرے تو ابلیس سے بدتر بن جائے اور اس کی ساری قوتیں سر اور چہرے میں جمع ہیں اسلئے اس پر مارنے سے منع فرمایا گیا، اسی جگہ مرقات نے بہت نفیس تقریر کی ہے۔ ٹ یعنے جو شخص کسی کے گھر کے دروازے کا لٹکا ہوا پردہ یا بند کواڑ بغیر صاحب خانہ کی اجازت کے کھولے اور گھر میں جھانک لے جس سے گھر کی چھپی چیزیں یا چھپی عورتیں یا کسی مرد کا ستر دیکھ لے تو اس نے بدترین گناہ کیا کہ حق اللہ بھی تلف کیا حق العبد بھی برباد کیا۔

[۱] یعنے اس آنکھ پھوڑ دینے والے کو نہ تو کوئی سزا دونگا نہ ملامت کرونگا کیونکہ یہاں قصور اس جھانکنے والے کا ہے، اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کے متعلق ائمہ دین کا اختلاف پہلے بیان ہو چکا کہ احناف کے نزدیک یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے ورنہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے آنکھ کا قصاص ضرور لیا جائیگا رب تعالٰی نے فرمایا "اَلْعَیْنَ بِالْعَیْنِ" آنکھ تو آنکھ کے بدلے ہی پھوڑی جا سکتی ہے نہ کہ تاک جھانک کے عوض۔ [۲] یعنے اب اس دیکھنے والے پر یہ جرم نہیں جو ابھی مذکور ہوا اگرچہ نیچی نگاہ رکھنا بہتر ہے۔ [۳] اس سے معلوم ہوا کہ گھر کا دروازہ بلا ضرورت کھلا رکھنا گناہ ہے یہ جب ہے جبکہ دروازے کے آگے یا پیچھے پردہ کی دیوار نہ ہو کہ اس صورت میں دروازہ کھلا رہنے سے گھر والوں کی بے پردگی ہوتی ہے اس کا بہت خیال چاہیئے لوگ اس سے غافل ہیں۔ [۴] یہ حدیث احمد اور ترمذی نے بھی اسی راوی سے کچھ فرق کے ساتھ نقل فرمائی۔ [۵] یعنے تلوار ایکدوسرے کو میان میں دینا چاہیئے، ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ[۱] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْقَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَلرِّجْلُ جُبَارٌ ذُكِرَ فِيْ بَابِ الْغَصَبِ، بَابُ الْقَسَامَةِ

جو اپنے دین کے لیے شہید کیا گیا تو وہ شہید ہے[۱] اور جو اپنے خون کے لیے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے اور جو اپنے مال کیلئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کیلئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے[۲] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں[۳] ان میں سے ایک دروازہ اس کیلئے ہے جو میری امت پر تلوار سونتے[۴] یا فرمایا محمد مصطفیٰ کی امت پر (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابوہریرہ کی حدیث کہ پاؤں[۵] ساقط ہے باب الغضب میں ذکر کی گئی[۶] قسم لینے کا باب[۷]

یہ نہی تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کالین دین بلاکراہتہ درست ہے (از مرقات)۔[۱] یعنے جب جوتے کیلئے تسمہ کاٹتا ہو احتیاط سے کاٹو پاؤں یا ہاتھ کی دو انگلیوں میں چیڑا لے کر کاٹنا ممنوع ہے کہ اس میں ہاتھ پاؤں کی گاہی کے کٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ سبحان اللہ کیسے رحیم و کریم نبی ہیں کہ اپنی اُمت کے بھلے کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے اور شفقت کی بنا پر (مرقات و اشعہ)۔

[۱] یعنے کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کلمہ گو بے دین سے کسی دینی مسئلہ میں اس سے لڑائی ہوگئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے[۲] اس طرح کہ کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اسکا مال چھیننے آیا، یہ شخص اپنی جان، عزت، مال کی حفاظت کے لیے اُنکے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلماً مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا کیونکہ بغیر قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر اس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجودہ حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں۔[۳] قرآن کریم فرماتا ہے لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ دوزخ کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے مجرموں کی خاص جماعت ہے لہٰذا یہ حدیث اس قرآنی آیتہ سے موید ہے اور نہایت درست ہے۔[۴] یعنی ظلماً قتل کرنے کیلئے کسی مسلمان پر تلوار اٹھائے اور یہ دروازہ بمقابلہ دوسرے دروازوں کے زیادہ خطرناک ہوگا کہ یہ جرم بھی سخت ہے۔[۵] کہ اگر کسی کا گدھا یا گھوڑا کسی کو لات مار کر زخمی یا ہلاک کردے تو گھوڑے گدھے کے مالک پر تاوان نہیں یوں ہی اگر کسی کی گائے بھینس سینگ مار کر زخمی کردے اسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی کا کتا کسی کو کاٹ کر زخمی کردے تو اسکا یہ حکم نہ ہونا چاہیئے کیونکہ بلا ضرورت کتا پالنا ہی ممنوع ہے اور ایسے ظالم کتے کو آزاد چھوڑنا سخت ہے ضرورۃً کتا پالا جائے تو اسے باندھ کر رکھے واللہ و رسولہٗ اعلم۔[۶] یعنے مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے یہ حدیث باب الغضب میں بیان کردی۔[۷] قسامت کے لغوی معنے ہیں قسم کھانا یا قسم لینا مگر احناف کے نزدیک قسامت کے معنے شرعی یہ ہیں کہ کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا گیا قاتل کا پتہ نہیں چلتا تو مقتول کے ورثاء اس محلہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لیں ہر ایک یہ قسم کھائے کہ نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے نہ ہم کو قاتل کا پتہ ہے اان پچاس آدمیوں کے چھٹنے میں مقتول

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عن رافع بن خديج وسهل بن ابي حثمة انهما حدثا ان عبد الله بن سهل ومحيصة بن مسعود اتيا خيبر فتفرقا في النخل فقتل عبد الله بن سهل فجاء عبد الرحمن بن سهل وحويصة ومحيصة ابنا مسعود الى النبي صلى الله عليه وسلم فتكلموا في امر صاحبهم فبدا عبد الرحمن وكان اصغر القوم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم كبر الكبر قال يحيى بن سعيد يعني ليلي الكلام

پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج[1] اور سہل ابن حثمہ سے[2] انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ ابن سہل[3] اور محیصہ ابن مسعود دونوں خیبر پہنچے تو وہ دونوں باغات میں متفرق ہوگئے[4] عبداللہ ابن سہل قتل کر دیئے گئے تو عبدالرحمن بن سہل اور حویصہ اور محیصہ یعنی مسعود کے بیٹے[5] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے ساتھی کے معاملہ میں انہوں نے گفتگو کی[6] تو عبدالرحمن نے ابتدا کی اور تھے یہ ساری قوم میں چھوٹے تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے کا بڑاپن رکھو[7] یحیی ابن سعید فرماتے ہیں مقصد یہ تھا کہ

کے ورثار کو اختیار ہوگا کہ محلہ میں سے جن سے چاہیں قسم لیں مگر آزاد عاقل بالغ مردوں سے قسم لیں، خیال رہے کہ قسامت کے بعد قصاص کسی پر واجب نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی خواہ مقتول کے وارث قتل عمد کا دعوے کریں یا قتل خطاء کا، نیز قسم صرف ملزمین پر ہوگی مقتول کے ورثار پر نہ ہوگی جیسا کہ تیسری فصل میں آرہا ہے یا مقتول کے ورثار دو عینی گواہ پیش کریں ورنہ ملزمین قسمیں کھائیں، قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا جسے اسلام نے بھی باقی رکھا، قسامت کے تفصیلی احکام کتب فقہ میں اور اسی جگہ لمعات، اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ملاحظہ فرمایئے۔

[1] آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے حارثی انصاری ہیں بدر میں بہت چھوٹے تھے اسلیئے شریک نہ ہوئے، پھر غزوہ احد اور باقی غزوات میں شریک، غزوہ احد میں آپکو تیر لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرے اس زخم کی گواہی دونگا، اس وقت زخم اچھا ہوگیا، پھر یہی زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں جاری ہوگیا اس سے آپکی وفات ہوئی ۷۴ھ میں چھیاسی سال عمر پائی مشہور صحابی ہیں (مرقاۃ)۔ [2] آپ بہت کم عمر صحابی ہیں ۳ھ میں ولادت ہے۔ [3] آپ بھی انصاری حارثی ہیں عبدالرحمن ابن سہل کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے ہیں آپ ہی خیبر میں قتل کئے گئے۔ [4] سیر و تفریح کیلئے خیبر گئے اور وہاں باغوں میں متفرق ہوگئے ایک کسی باغ میں چلا دوسرا کسی اور باغ میں، فقیر نے خیبر کی سیر اور زیارات کی ہے، وہاں اب بھی سات قلعے ہیں اور باغات تو بہت ہی ہیں اہل مدینہ وہاں تفریح کے لئے جاتے ہیں مدینہ طیبہ سے تبوک و عمان کے راستہ پر ایک سو ساٹھ کیلو ہے، اب وہاں تک بلکہ تبوک تک سڑک پختہ ہے۔ [5] عبدالرحمن ابن سہل تو مقتول عبداللہ ابن سہل کے بھائی تھے اور حویصہ و محیصہ مقتول کے چچازاد تھے۔ [6] یعنے گفتگو کرنی چاہی جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ [7] یعنے تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا، بڑے حویصہ تھے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیئے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے، بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے رشتہ کی بڑائی، علم کی بڑائی، تقوی کی بڑائی، عمر کی بڑائی، یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔

الْاَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَحِقُّوْا قَتِيْلَكُمْ اَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ
بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُوْدُ فِيْ اَيْمَانِ
خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَفَدَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ قِبَلِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ فَوَدَاهُ

بڑا گفتگو کرنے چاہیے تو انہوں نے بات چیت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے آپس کی پچاس قسموں سے اپنے مقتول کے یا فرمایا اپنے ساتھی کے مستحق ہوسکتے ہو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں تو فرمایا پھر یہود اپنی پچاس پچاس قسموں کے ذریعہ تم سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے عرض کیا یارسول اللہ وہ کافر قوم ہے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فدیہ دیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھالو اپنے قاتل کے حقدار ہوجاؤ یا ساتھی کے پھر اس کا فدیہ

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے مقدمہ میں کسی کو وکیل کرنا جائز ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ موکل کی موجودگی میں بھی وکیل کام و کلام کرسکتا ہے کیونکہ عبدالرحمن ابن سہل تو اس مقتول کے حقیقی بھائی تھے یہ ہی دراصل مقتول تھے، یہ ہی مدعی تھے، حویصہ اور محیصہ چچا زاد تھے یہ ولی مقتول نہ تھے بلکہ اب مدعی کے وکیل ہوئے۔ ۲؎ اس طرح کہ بڑے نے بات چیت کی مقدمہ پیش کیا چونکہ وکیل کا کام موکل کا کام ہوتا ہے، اس لئے اس گفتگو کو سب کی طرف منسوب کیا گیا۔ ۳؎ یعنے تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں کہ فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو تم اس سے بدلہ لے سکتے ہو احناف کے ہاں دیت ملے گی شوافع کے ہاں قصاص، خیال رہے کہ یہ حضور کا فتویٰ تھا فیصلہ نہ تھا کیونکہ مدعی علیہ کی بغیر موجودگی فیصلہ نہیں ہوسکتا، فیصلہ کیلئے فریقین کے بیانات لینا ضروری ہیں، اسی لئے حضور انور نے یہاں خلاف ترتیب قسم کا ذکر فرمایا ورنہ قسامت میں صرف ملزم پر قسم پیش ہوتی ہے (مرقات) اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس مقدمہ میں پہلے قسم مدعیان سے لی جائیگی اگر یہ انکار کریں تو مدعی علیہ سے ہم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ تھا حکم نہ تھا نیز یہ حدیث قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور احادیث متواترہ کے بھی لہذا ناقابل عمل ہے مدعی پر گواہ لازم ہیں قسم نہیں اور گواہ صرف دو چاہئیں، ہماری دلیل آگے آرہی ہے۔ ۴؎ تو بغیر دیکھے ہم کیسے قسم کھالیں کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ یہود خیبر پچاس شخص قسم کھالیں گے کہ نہ ہم قاتل ہیں نہ قاتل کی ہم کو خبر ہے اور دیت سے بچ جائیں گے، معلوم ہوا کہ قسامت میں ایک فریق کے انکار قسم پر اس کے خلاف فیصلہ نہ ہوگا بلکہ فریق آخر پر پیش ہوگی بخلاف دیگر مقدمات کے۔ ۶؎ یعنے یہود کی قسموں کا ہم کو اعتبار نہیں وہ جھوٹی قسمیں کھاسکتے ہیں۔ اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ مسلمان کے خلاف کافر کی قسم معتبر نہیں کہ قسم گواہی کے قائم مقام ہے جب انکی ایسی گواہی معتبر نہیں تو قسم کیسے معتبر ہوگی۔ ۷؎ تاکہ مقتول کا خون ضائع نہ جائے اور فتنہ فرو ہوجائے کیونکہ یہود پر سوا قسم کے اور کوئی شے واجب نہ ہوسکتی تھی اور مدعیان اس قسم پر راضی نہ تھے اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم دیت نہ عطا فرمادیتے تو یہ مسلمان نہ معلوم کتنے یہود کو قتل کرڈالتے، ایسا بے مثال عدل کہیں دیکھنے میں نہ آیا کہ ذمی کفار کو بچانے کیلئے اپنی گرہ سے سو اونٹ دے دیئے، خیال رہے ایسے موقعہ پر کفار کی قسم معتبر ہے کیونکہ وہ قسم مسلمان کے مقابل نہیں بلکہ اپنے سے رفع مقدمہ کے لئے ہے۔ ۸؎ مدعیان کی یہ قسم عینی نہ ہوگی کیونکہ دو دیکھنے والوں کی گواہی سے قتل ثابت ہوجاتا ہے، پھر گواہ پر قسم نہیں ہوتی بلکہ ظن و گمان کی قسم ہوگی، کہ گمان غالب ہے کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ بِمِائَةِ نَاقَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلًا بِخَيْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِيَاءُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَلَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلٰى قَاتِلِ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّمَا هُمْ يَهُوْدُ وَقَدْ يَجْتَرِءُوْنَ عَلٰى اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارُوْا مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَحْلِفُوْهُمْ فَاَبَوْا فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ بَابُ قَتْلِ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَالسُّعَاةِ بِالْفَسَادِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹنیاں دیں[1] (مسلم بخاری) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص خیبر میں مقتول ہو گئے[2] تو ان کے اولیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے[3] پھر یہ واقعہ حضور سے عرض کیا تو فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے ساتھی کے قاتل پر گواہی دیں[4] وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کوئی مسلمان نہ تھا اور وہ لوگ یہود ہیں جو اس سے بڑے جرم پر بھی جرأت کر لیتے ہیں[5] تو فرمایا کہ تم ان میں سے پچاس شخص چن لو پھر ان سے قسم لو تو ان حضرات نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت دے دی[6] (ابوداؤد)

مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب[7]

[1] یہ صورۃً فدیہ تھا مگر حقیقۃً عطیہ شاہانہ تھا جس کا مقصد ہم پہلے بیان کر چکے۔ [2] یہ مقتول وہی عبداللہ ابن سہل تھے جن کا واقعہ ابھی فصل میں گزر چکا۔ [3] یعنے مقتول کے حقیقی بھائی اور چچازاد جیسا کہ ابھی گزرا۔ [4] یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے کہ احناف کے ہاں اگر کوئی مقتول کسی گاؤں میں پایا جائے جس پر قتل کا اثر ہو جیسے خون یا زخم کا نشان یا گلا گھونٹنے کے آثار تب اولًا اولیاء مقتول سے گواہ طلب کئے جائیں گے اگر دو گواہ قتل عمد کے مل گئے تو قاتل پر قصاص لازم ہوگا ورنہ اہل محلہ سے پچاس آدمیوں کی قسم لی جائے گی لیکن اگر اثر قتل نہیں ہے کہ غالبًا وہ شخص خود ہارٹ فیل (HART FIL) سے مرا ہے یہاں حضور نے مدعیان سے گواہ مانگے اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے فرماتا ہے واشہدوا ذوی عدل منکم اور حدیث متواتر سے بھی حضور فرماتے ہیں البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے بھی اس کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل فرمایا پہلی فصل کی حدیث اگرچہ متفق علیہ ہے مگر حکم قرآنی اور احادیث متواترہ اقوال صحابہ کے خلاف ہے اسی لئے امام ابوحنیفہ نے اس پر عمل نہ فرمایا اس کی پوری بحث اسی جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے۔ [5] کیونکہ تمہارے پاس قتل کے گواہ عینی موجود نہیں اگر دو گواہ عینی مل جائیں تو قسامت نہیں ہوتی۔ [6] یہ دیت دینا حکم شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ کیلئے ہے آئندہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو محلہ والوں سے قسم لی جائے گی خواہ مسلمان ہوں یا کافر ذمی۔ [7] یعنے مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب شریعت میں مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے، اسی طرح اسلامی فرقوں میں سے وہ فرقہ جس کی بدعقیدگی کفر تک پہنچ گئی ہو جیسے قادیانی، وہابی، خوارج اور

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ

پہلی فصل روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ جناب علی کے پاس کچھ بے دین لائے گئے[1] آپ نے انہیں جلا دیا[2] تو یہ خبر حضرت ابن عباس کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ سے[3] کہ فرمایا کسی کو اللہ کا عذاب نہ دو[4] میں انہیں قتل کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو[5]

تبرائی روافض حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بدگو گستاخ وہابی، یہ بھی مرتد ہیں کیونکہ جب یہ بچپن میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں کہ بچہ کا اسلام معتبر ہے مگر اپنی قومی بدعقیدگیوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتے کہ بچہ کا کفر معتبر نہیں، پھر جب بالغ ہو کر وہ عقیدے اختیار کرتے ہیں تو اب اسلام کے بعد کافر ہوتے ہیں، ان فرقوں کے ارتداد کی تصریح فتاوٰی عالمگیری باب المرتدین میں ہے، فسادی وہ لوگ ہیں جو مملکت اسلامیہ میں شر انگیزی کریں جیسے ڈاکو اور باغی وغیرہم، مرتد کیلئے مستحب یہ ہے کہ اسے غور کرنے کی کچھ مہلت دی جائے اگر اسے اسلام کے متعلق کچھ شبہات ہوں تو دور کر دیئے جائیں، اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے اور ڈاکو وغیرہ کو سُولی دی جائے یہ دونوں قتل قرآن کریم سے ثابت ہیں اور احادیث شریفہ سے بھی، قرآن کریم نے مرتدین بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا: "فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم" جو بنی اسرائیل بچھڑا پوج کر مرتد ہو گئے انہیں قتل کیا گیا، اور فسادیوں کے متعلق فرماتا ہے "انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا" الآیہ۔[1] زنادقہ زندیق کی جمع ہے، زندیق ملحد و بے دین کو کہتے ہیں مجوس جو کہتے تھے کہ زند کتاب آسمانی ہے اُن کے لیے یہ لفظ وضع ہوا پھر ہر بے دین کو زندیق کہنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قوم سائبہ کے لوگ عبداللہ ابن سبا کے مطیع ہو گئے جو حضرت علی کو خدا کہنے لگے دیگر صحابہ پر تبرّا کرنے لگے، وہ حضرت علی کی کچہری میں پکڑ کر لائے گئے، رفض کی اصل یہاں سے قائم ہوئی، اب بھی روافض میں ایک فرقہ نصیری ہے جو جناب علی کو خدا کہتی ہے، ہم نے مرثیوں میں یہ شعر سنا ہے شعر

دکھا دو یا علی جلوہ نصیری کے خدا تم ہو ∴ یہ آنکھیں طالبِ دیدار ہیں حاجت روا تم ہو

دیکھو لمعات، مرقات، اشعۃ اللمعات۔[2] اس طرح کہ پہلے حضرت علی نے انھیں توبہ کا حکم دیا مگر انھوں نے انکار کیا آپ نے خندق کھدوا کر اس میں آگ جلوائی پھر جلتی آگ میں ان زندوں کو ڈال دیا جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے (مرقات، اشعہ، لمعات)۔[3] یعنی اگر بجائے علی مرتضٰی کے میں خلیفہ ہوتا یا اس وقت حضرت علی کے پاس میں موجود ہوتا، پہلے معنے زیادہ قوی ہیں، کیونکہ فرما رہے ہیں میں نہ جلاتا یہ نہ فرمایا کہ میں نہ جلانے دیتا۔[4] معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا صرف قتل ہے، کسی جاندار کو زندہ نہ جلایا جائے، بعض لوگ مجوں، کھٹمل، بھڑ کو زندہ آگ میں ڈال دیتے ہیں، وہ اس سے عبرت پکڑیں۔[5] فی زمانہ بعض لوگ قتل مرتد کے انکاری ہیں حالانکہ قتل مرتد قرآن کریم سے بھی ثابت ہے فرماتا ہے "فاقتلوا انفسکم" نیز حکومت کا باغی لائق قتل ہے، تو حکومت الٰہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہیئے، مرتد ربانی حکومت کا باغی ہے، خیال رہے کہ یہاں "دینہ" سے مراد اسلام ہے کیونکہ انسان کا اصلی اور روحانی دین اسلام ہی ہے، دوسرے دین تو دنیا میں آکر بُری صحبتوں سے ملتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اپنا دین یعنی اسلام ترک کر کے دوسرا دین اختیار کرے اُسے قتل کر دو، شاید حضرت علی کو یہ روایت پہنچی نہ تھی، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت علی کو حضرت ابن عباس کے اس فرمان

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ

(بخاری)[1] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی آگ سے عذاب نہ دے سوا اللہ تعالٰی کے[2] (بخاری) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آخر زمانہ میں قوم نکلے گی[3] نوعمر عقل کے ہلکے[4] کلام کرینگے مخلوق کے قول کے بہتر ین سے[5] انکا ایمان ان کے گلے سے نہ اترے گا[6] دین سے ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے[7] تو تم انہیں جہاں کہیں پاؤ قتل کردو کہ ان کے قتل میں قیامت کے دن ثواب ہے اُسے

جو انہیں

کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا دیکھو مرقات واشعۃ اللمعات ۲؎ اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا خیال رہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اُسے قید کیا جائیگا حتی کہ توبہ کرے ۲؎ یعنے زندہ کو آگ میں جلانا صرف رب تعالٰی کیلئے سزاوار ولائق ہے کہ وہ کفار اور بعض گنہگاروں کو دوزخ میں زندہ جلادیگا، خیال رہے کہ آگ میں جلانے کی بہت صورتیں ہیں آگ میں ڈال دینا، گرم کھائی میں ڈالنا، تپتے لوہے پر لٹا کر ہلاک کردینا وغیرہ ۳؎ غالبًا آخر زمان سے مراد خلافت راشدہ کا آخری دور ہے اور اس قوم سے مراد خوارج ہیں کیونکہ خوارج حضرت علی کی خلافت میں پیدا ہوئے، اور ہوسکتا ہے کہ آخر زمانہ سے مراد قریب قیامت ہو اور اس قوم سے مراد وہابی ہوں کہ انکا خروج بارھویں صدی میں ہوا، علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج فرمایا ہے، یہ بھی تقریبًا خوارج ہیں ۴؎ یعنے اُن میں اکثر نوعمر لڑکے عقل کے کوتاہ ہونگے احداث جمع ہے حدیث کی بمعنے نیا اور سفہاء جمع ہے سفیہ کی بمعنے ہلکا پن یا بے عقل جیسے صغیر کی جمع صغراء ہے ۵؎ یعنے مخلوق جو بہترین کلام بولتی یا پڑھتی ہے وہ کلام کیا کرینگے یعنے قرآن مجید بہت پڑھیں گے ہر ایک کو دعوت قرآن دینگے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے، من قول خیر البریہ اس صورت میں خیر البریہ سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے قول سے مراد حدیث شریف و قرآن مجید دونوں ہیں یعنے ہر ایک کو کتاب وسنت کی طرف دعوت دینگے اور قال اللہ قال الرسول اُن کی زبان پر رہیگا مرقات، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین خلق ہیں یہ بدنصیب کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں دیکھو بخاری باب الخوارج اور مرقات یہی مقام، آج دیوبندیوں وہابیوں کی تقریریں تحریریں دیکھو کہ یہ لوگ ہمیشہ بتوں کی آیات حضرات انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور کفار و مشرکین کی آیات مسلمانوں پر پڑھتے ہیں ۶؎ یعنے کلمہ اور اسلام اُن کے صرف منہ میں ہوگا دل میں کفر اور حضرات انبیاء و اولیاء اور تمام مسلمانوں سے عناد و بغض بھرا ہوگا، حناجر جمع ہے حنجرہ کی بمعنے حلقوم ۷؎ دین سے مراد اسلام ہے نہ کہ محض طاعت بادشاہ یعنے جیسے شکاری کا تیر شکار کے جسم میں داخل ہوکر ایسے نکل جاتا ہے کہ اس میں خون گوشت چربی کچھ بھی نہیں لگا ہوتا بالکل صاف ہوتا ہے ایسے ہی یہ لوگ دعوئے اسلام کے باوجود اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ انکے دلوں میں اسلام کا

الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ اُمَّتِيْ فِرْقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِيْ قَتْلَهُمْ اَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

قتل کرے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت دو جماعتیں ہو جائے گی[2] تو ان دونوں سے ایک خارجی فرقہ نکل جائیگا[3] اسکے قتل کا اہتمام وہ فرقہ کریگا جو حق سے قریب ہوگا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت جریر سے[5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے موقعہ پر[6] کہ میرے بعد کافر ہو کر نہ لوٹ جانا[7] کہ تم سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے[8] وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ

شائبہ بھی نہ ہو گا اللہ کی پناہ۔ [1] یا اس لیے قتل کرو کہ وہ مرتد ہیں یا اسلئے کہ وہ سلطان اسلام کے باغی ہیں مگر یہ قتل سلطان اسلام کریگا نہ کہ عام مسلمان کسی نے حضرت علی سے پوچھا کیا خوارج کافر ہیں فرمایا وہ کفر ہی سے تو بھاگے ہیں پوچھا کیا یہ منافق ہیں فرمایا منافق لوگ ذکر اللہ کم کرتے ہیں پوچھا پھر ہم انھیں کیا کہیں فرمایا فتنہ میں مبتلا ہو کر بہرے گونگے ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خوارج یا باغی یا مرتد کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ کار ثواب ہے۔ [2] یہاں دو فرقوں سے مراد مذہبی فرقے نہیں بلکہ سیاسی جماعتیں ہیں اس سے اشارہ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کی طرف ہے کہ یہ دونوں مذہبًا مسلکًا ایک تھے ان میں اختلاف سیاسی تھا۔ [3] خیال رہے کہ خارجی فرقہ حضرت علی کی جماعت سے نکلا تھا نہ کہ امیر معاویہ کی جماعت سے پھر بینہما فرمانا تعلیقًا ہے قرآن کریم فرماتا ہے یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان حالانکہ موتی صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں یا بینہما کا مطلب یہ ہے کہ وہ خارجی فرقہ ان دونوں جماعتوں سے الگ ہوگا کسی کے ساتھ نہ ہوگا۔ [4] یعنی خارجی فرقہ کو ان دونوں جماعتوں میں سے وہ قتل کریگی جو حق پر ہوگی یا حق تعالے سے قریب تر ہوگی چنانچہ خارجی فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا یہ لوگ کل دس ہزار تھے حضرت عبداللہ ابن عباس کے سمجھانے پر پانچ ہزار نے توبہ کرلی پانچ ہزار ذو الفقار حیدری سے مارے گئے ابت سے مارے گئے کچھ بچے جو حضر موت اور بحرین میں تتر بتر ہو گئے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت امیر معاویہ و علی دونوں مومن صالح ہیں کہ ان دونوں کی جماعت کو حضور نے امتی فرمایا دوسرے یہ کہ اس اختلاف میں حضرت علی امام برحق تھے امیر معاویہ کی جماعت باغی تھی، تیسرے یہ کہ خارجی ان دونوں جماعتوں سے خارج ہیں بد دین گمراہ ہیں واجب القتل ہیں، باغی خارجی کا فرق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھئے۔ [5] آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں بہت حسین و جمیل اور خوش اخلاق تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لائے پھر کوفہ میں رہے پھر قرقیسیا بستی آ گئے وہاں ہی ۵۱ھ میں وفات پائی آپ سے اکثر محدثین نے احادیث روایت لیں۔ [6] دسویں ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ شریف کے خطبہ میں یہ فرمایا (اشعہ)۔ [7] کافر سے مراد ناشکرہ یا عملی کافر ہے جو کافروں کے سے کام کرے ورنہ مسلمان کو قتل کرنا سخت حرام ہے مگر کفر نہیں رب تعالے فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا دیکھو قتال کرنے والوں کو مومنین فرمایا گیا یہاں مرقات نے کفار کی سات توجیہیں فرمائیں۔ [8] آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام نفیع ابن حارث ہے، آپ غزوہ طائف میں ایمان لائے آپ اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد فرمایا (مرقات)۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَخِيهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِي جُرُفِ جَهَنَّمَ فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا جَمِيعًا وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ فَأَسْلَمُوا فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا فَارْتَدُّوا وَقَتَلُوا رُعَاتَهَا وَ

وسلم سے راوی فرمایا جب دو مسلمان ملیں کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے[۱] تو وہ دونوں دوزخ کے کنارہ میں ہوتے ہیں[۲] پھر جب ان میں سے ایک اپنے صاحب کو قتل کردیتا ہے تو وہ دونوں دوزخ میں داخل ہوجاتے ہیں[۳] انہیں سے دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مل پڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دوزخ میں جاتے ہیں[۴] میں نے عرض کیا یہ تو قاتل ہے تو مقتول کا کیا حال ہے فرمایا وہ اپنے صاحب کے قتل پر حریص تھا[۵] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں قبیلہ عکل کے کچھ لوگ[۶] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے مسلمان ہوگئے انہوں نے مدینہ کو ناموافق محسوس کیا[۷] تو انہیں حضور نے حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں جائیں ان کے پیشاب اور دودھ پئیں[۸] انہوں نے یوں ہی کیا تو تندرست ہوگئے پھر مرتد ہوگئے اور ان کے چرواہوں کو قتل

۱؎ قتل یا زخمی کرنے کے ارادے سے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، ہتھیار سے مراد عام ہتھیار ہے تلوار ہو یا نیزہ یا پستول و بندوق، خیال رہے کہ احد سے مراد کل واحد ہے یعنے ہر ایک دوسرے کے مقابل ہتھیار اٹھائے۔ ۲؎ یعنے دوزخ کے قریب ہوتے ہیں کہ قتل ہوں یا کریں اور دوزخ میں جائیں۔ ۳؎ یہ جب ہے جبکہ دونوں باطل پر ہوں اور اگر ان میں سے کوئی حق پر ہو تو باطل والا دوزخی ہے نہ کہ حق والا جیسے ڈاکو یا چور کے مقابلہ میں۔ ۴؎ یہ جب ہے جبکہ دونوں ایک دوسرے کے قتل کا ارادہ کریں اگر ان میں سے ایک مدافع ہو کر دفاعاً دوسرے کو قتل کرے تو حملہ آور دوزخی ہوگا نہ کہ یہ دفاع کرنے والا۔ ۵؎ یعنے یہ بھی ارادۂ قتل سے ہی آیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ارادۂ گناہ بھی گناہ ہے ہاں خیال گناہ گناہ نہیں، لہذا یہ حدیث دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ کے خلاف نہیں، چور چوری کرنے نکلا اگر اتفاقاً نہ کرسکا گنہگار ہوگیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ ارادۂ کفر بھی کفر ہے۔ ۶؎ یہ حدیث ابوداؤد ونسائی نے حضرت ابو بکرہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی (مرقات)۔ ۷؎ نفر تین سے لے کر دس تک کو کہتے ہیں، یہ لوگ آٹھ آدمی تھے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ سات آدمی تھے چار تو قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے، اسی لئے بعض احادیث میں ہے کہ عرینہ کے تھے بعض میں ہے کہ عکل کے تھے، یہ دونوں روایات درست ہیں کہ وہ دونوں قبیلوں کے تھے۔ ۸؎ اجتوا بنا ہے جوا سے بمعنی مرض و بیماری یعنی انکو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور بیمار ہوگئے، اصل میں مدینہ منورہ کی سرزمین نے انکو نکالنا چاہا تھا ورنہ مدینہ پاک کی سی آب و ہوا روئے زمین میں کسی جگہ نہیں۔ ۹؎ چونکہ یہ لوگ مسافر بھی تھے غریب و مسکین بھی، اسلئے ان کو صدقہ کے اونٹ کے دودھ پینے کی اجازت دے دی گئی اور چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرمالیا تھا کہ انکی شفا اس دودھ و پیشاب میں ہے اسلئے انھیں پیشاب پینے کی اجازت دے دی گئی، اس حدیث کی بنا پر امام مالک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ حلال جانوروں کے پیشاب پاک ہیں، مگر قوی یہ ہے کہ

اسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتّٰى مَاتُوْا وَفِي رِوَايَةٍ فَسَمَرُوْا أَعْيُنَهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ أَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کردیا اور اونٹ ہانک لیگئے[1] پھر حضور نے انکے پیچھے سپاہی بھیجے[2] وہ لوگ لائے گئے پھر انکے ہاتھ پاؤں کاٹے اور انکی آنکھیں پھوڑ دی گئیں[3] پھر انکو داغا حتی کہ وہ مرگئے[4] اور ایک روایت میں ہے پھر انکی آنکھیں اندھی کردی گئیں[5] اور ایک روایت میں کہ سلائیوں کا حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ انکی آنکھوں میں پھیر دیں[6] اور انہیں حرہ میں ڈالدیا پانی مانگتے تھے تو نہ پلائے جاتے تھے حتی کہ مرگئے[7] (مسلم بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[8] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو صدقہ کی رغبت دیتے تھے اور ہم کو مثلہ سے منع فرماتے تھے[9] (ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کی روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبداللہ سے[10] وہ اپنے والد راوی فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ناپاک ہیں سرکار فرماتے ہیں کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کہ عموماً عذاب قبر اس سے ہوتا ہے یہ ارشاد عالی ایک اونٹ کے چرواہے کے متعلق ہوا تھا بعض علماء نے فرمایا کہ دوا نجس یا شراب پینا جائز ہے مگر حق یہ ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ ان کی حرمت تو یقینی ہے مگر ہمارے لئے ان سے شفا یقینی نہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی شفا بذریعہ وحی یقینًا معلوم فرمالی تھی ہم کو یہ یقین کیسے میسر ہوگا امام ابویوسف کے نزدیک طبیب حاذق کے کہہ دینے پر جائز ہے، امام شافعی کے ہاں ہر نجاست سے علاج جائز ہے بشرطیکہ نشہ والی نہ ہو مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے (مرقات و اشعہ)۔ [1] یعنی یہ لوگ مرتد بھی ہوگئے ڈاکو بھی قاتل بھی لہذا سخت سزا کے مستحق ہوئے۔

[2] صحابہ کی ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت علی بھی تھے رضی اللہ عنہم حضور انور کا سپاہی بننا ملائکہ کے لئے فخر ہے، جنگ بدر میں فرشتے پانچ ہزار اترے، یہ سب حضور کے سپاہی تھے، اللہ کے لئے مجھے تو حضور اپنے در کا جھاڑو والا بنا کر رکھ لیں شعر

پس مردن مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی ۔ میسر گر مجھے دو گز مدینہ میں زمیں ہوتی

[3] بعض شارحین نے فرمایا کہ سمر اور سمل دونوں کے معنے ہیں آنکھیں بیکار کردینا مگر سمر کے معنے ہیں آنکھ میں لوہے کی گرم سلائی پھیر کر اس کی روشنی ختم کردینا اور سمل کے معنے ہیں سوئے یا میخ سے آنکھ پھوڑ دینا مگر حق یہ ہے کہ دونوں کے ایک ہی معنے ہیں یعنے گرم سلائی پھیر کر روشنی ضائع کردینا۔ [4] یعنے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کے زخموں کو گرم لوہے سے داغ نہ دیا تاکہ خون بند ہوجاتا اور وہ بچ جاتے بلکہ یوں ہی خون بہنے دیا حتی کہ تمام خون نچڑ گیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔ [5] روایت میں سمل لام سے ہے اور اس روایت میں سمر رے سے ہے ہم عرض کرچکے کہ دونوں کے معنے قریبًا ایک ہی ہیں۔ [6] حتی کہ ان کی آنکھوں کی روشنی بالکل

فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ

ایک سفر میں تھے حضور قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے [1] ہم نے ایک لالی دیکھی جس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اسکے چوزے پکڑ لیے [2] کہ لالی آئی تو وہ بچھی جانے لگی [3] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اسے کس نے غمگین کیا اسکے بچوں کی وجہ سے اسکے بچے اسے لوٹا دو [4] اور ایک چیونٹیوں کا جنگل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا [5] فرمایا یہ کس نے جلایا ہم نے عرض کیا ہم نے فرمایا یہ لائق نہیں کہ

جاتی رہی: [8] خیال رہے کہ اب شریعت میں مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ دینا آنکھیں پھوڑ دینا ممنوع ہے حضور کا یہ عمل یا تو مثلہ کی ممانعت سے پہلے تھا بعد میں مثلہ سے منع فرمایا یا اس لیے تھا کہ ان لوگوں نے حضور کے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا تو قصاصًا حضور نے بھی ان سے یہی سلوک فرمایا یا اس لئے تھا کہ انھوں نے بہت جرم کئے تھے مرتد ہو جانا، چرواہوں کو مار ڈالنا، مال لوٹ لینا وغیرہ، لہٰذا ان کو یہ سزا دی گئی اگر مجرم کئی قسم کے جرم کرے تو حاکم تمام قصاصوں کو جمع کر سکتا ہے (مرقات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر مرتد پیاس سے مر رہا ہو اور کسی کے پاس بقدر وضو پانی ہو تو اسے پانی نہ دے بلکہ وضو کرے اور اگر ذمی کافر یا جانور پیاس سے مر رہا ہو تو وضو نہ کرے اسے پلائے، مرتد کسی رحم کا مستحق نہیں: خیال رہے کہ اسلام بہت رحمت والا دین ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ہیں، مگر اسلام میں سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ سخت سزا سے ہی جرم بند ہوتے ہیں اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے عرب جیسے ملک میں امن ان ہی سختیوں سے قائم ہوا اور آج ہمارے ملکوں میں امن اسیلئے نہیں کہ یہاں سزائیں نرم ہیں ہم کو اپنے ہاں کی بدامنی دیکھ کر ان سزاؤں کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ آج بازار میں ایک دو چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں ایک دو زانیوں کو رجم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ ہمارے ہاں بھی عرب جیسا امن ہو سکتا ہے کہ وہاں لوگ شب کو گھروں کے دروازے بند نہیں کرتے، قیمتی دکان کھلی چھوڑ کر مسجد میں نماز کے لیے آجاتے ہیں اسلام کی خوبیاں کفار بھی ماننے لگے ہیں: [8] مثلہ کے لغوی معنے ہیں سخت سزا اب اصطلاح میں میت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک ذکر وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں اب قصاصًا مثلہ جائز ہے سزاءً مثلہ ممنوع ہے (اشعۃ اللمعات) گذشتہ حدیث کا مثلہ اگر قصاصًا تھا تو وہ حدیث محکم ہے اور اگر سزاءً تھا تو اس حدیث سے منسوخ ہے: [9] آپ عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن مسعود ہیں (اشعہ) مرقات نے عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن بہار فرمایا، آپ تابعی ہیں، عبدالرحمٰن کی ملاقات اپنے والد سے نہیں ہوئی کیونکہ ان کے والد آپ کے لڑکپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، عبدالرحمٰن ۹۹ھ میں سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہوئے:

[1] استنجا کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور: [2] لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے:

[3] اس طرح کہ زمین کے قریب آکر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی اُسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں:

[4] ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے، فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورۃً جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا اُنکا ضرر دفع کرنا:

[5] کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بچھا دی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی:

لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ❁ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَّفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُّحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

آگ کے رب کے سوا کوئی اور آگ سے عذاب دے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میری امت میں بڑا اختلاف و افتراق و جدائی ہوگا [۲] ایک قوم ہوگی جو کلام اچھا کریگی اور کام بُرے کریگی [۳] وہ لوگ قرآن پڑھیں گے انکے گلے سے نیچے نہ اتریگا [۴] دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے واپس نہ ہونگے [۵] حتی کہ تیر اپنے چلہ پر لوٹ آئے [۶] وہ تمام انسانوں اور تمام مخلوق میں بدتر ہیں [۷]

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے دیکھو کچھ دیر کیلئے حضور غائب ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہو گئیں۔ [۲] اختلاف سے مراد خیالات کا جدا ہونا ہے اور افتراق سے مراد جسمانی جدائی یعنے جنگ و جدال، کشت و خون یعنے میری اُمت میں رائے کا اختلاف بھی ہوگا اور جنگ و جدال بھی، رائے کے اختلاف میں عقائد کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے اسلام کے بہتر فرقوں کا اختلاف اور صرف رائے کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے حضرت علی و معاویہ یا حضرت عائشہ و علی کا اختلاف رضی اللہ عنہم اجمعین، خیال رہے کہ جب حضرت علی و امیر معاویہ نے جنگ بند کرنے کیلئے دو حکم مقرر کرلئے، حضرت ابو موسےٰ اور عمرو ابن عاص تو حضرت علی کی فوج میں سے دس ہزار آدمیوں نے سرکشی کردی بولے کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے کیونکہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم مان لیا رب تعالٰے فرماتا ہے ان الحکم الا للہ۔ حضرت علی نے ان کی فہمائش کیلئے حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا آپ نے انکے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ رب تعالٰے زوجین کے اختلاف کے متعلق فرماتا ہے فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا جب جھگڑنے والے زوجین اپنے اختلاف کو مٹانے کیلئے پنچ و حکم مقرر کرسکتے ہیں تو اگر علی و معاویہ نے حکم مقرر کرلئے، تو کیوں شرک ہوا اس جواب پر پانچ ہزار خارجی توبہ کرگئے پانچ ہزار ضد پر اڑے رہے جو ذوالفقار حیدری سے جہنم میں پہنچے، اس حدیث کا ظہور اس طرح ہوا، یہ شرک شرک کا سبق آج کا نہیں بڑا پرانا ہے وہی پرانا سبق آج وہابی پڑھ رہے ہیں۔ [۳] قوم کو جو پوشیدہ کا نائب فاعل ہے یا یکون پوشیدہ کا فاعل ہے قیل اور قول دونوں کے معنے ہیں کلام و گفتگو، قرآن کریم فرماتا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا یعنے باتیں بہت اچھی کریں گے ہر وقت قال اللہ و قال الرسول انکی زبان پر ہوگا مگر عقائد و اعمال بہت گندے ہونگے، اس میں اشارہ خارجی فرقہ کی طرف ہے، فقیر نے اس بار حج کے موقعہ پر مسجد نبوی شریف میں خارجی دیکھے، بڑے نمازی بڑے پرہیزگار معلوم ہوتے ہیں۔ [۴] یعنے انکے دل نور قرآنی سے روشن نہ ہونگے یا انکی تلاوت بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ صرف لوگوں کو پھانسنے کے لئے قرآن پڑھیں گے، تراقی ترقوۃ کی جمع ہے بروزن فعلوت بمعنے گھانٹی فارسی میں چنبرہ کہتے ہیں، آج بھی نجدی وہابی ہر ایک کو قرآن کی طرف بلاتے ہیں اپنی جماعتوں کتابوں کے نام تک قرآن پر رکھے ہیں اشاعۃ القرآن تعلیم القرآن ان کے اکثر علماء و مبلغین سر منڈے ہوتے ہیں۔ [۵] یعنے پہلے وہ مسلمان ہونگے بعد میں اسلام سے ایسے نکلیں گے، ان میں اسلام کا کوئی اثر و نشان نہ باقی رہے گا جیسے تیر شکار میں سے کہ شکار کے جسم میں داخل ہو کر نکل جاتا ہے مگر اس میں گوشت و خون گوبر پیشاب وغیرہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا

وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِيْ شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ اَلتَّحْلِيْقُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ فَاِنَّهٗ يُرْجَمُ وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اَوْ يُصْلَبُ اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ اَوْ يَقْتُلُ

خوشخبری ہے اسے جو ان لوگوں کو قتل کرے اور اسے جن کو وہ لوگ قتل کریں[1] کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے[2] وہ کسی چیز میں ہمارے نہیں[3] اور جو انہیں قتل کرے وہ بقیہ لوگوں سے زیادہ قریب الی اللہ ہوگا[4] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا سر منڈانا[5] (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اس مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور محمد مصطفی اللہ کے رسول ہیں[6] مگر تین جرموں میں سے ایک کی وجہ سے نکاح کے بعد زنا کہ وہ سنگسار کیا جائیگا[7] اور وہ شخص جو اللہ رسول سے جنگ کرنے نکلا وہ یا قتل کیا جائیگا یا سولی دیا جائیگا یا زمین سے نکال دیا جائیگا[8]

یعنے جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر کمان پر واپس نہیں آتا آگے ہی کو جاتا ہے ایسے ہی یہ لوگ اسلام میں واپس نہیں آئیں گے اس کی آزمائش بھی ہو چکی کہ جو پختہ خارجی ہو گئے تھے وہ شمشیر حیدری سے تہ تیغ ہوئے بقیہ تتر بتر ہو گئے مگر دوبارہ اسلام میں نہ آئے جو پانچ ہزار حضرت ابن عباس کا وعظ سن کر توبہ کر گئے وہ خارجی پختہ نہ ہوئے تھے بلکہ خوارج کے بہکانے سے وہم و شبہات میں پڑ گئے تھے لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ یا تو خلق سے مراد انسان اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں یا دونوں ہم معنے ہیں تاکیدًا دو لفظ ارشاد ہوئے، معلوم ہوا کہ بے دین تمام مخلوق سے بدتر ہے حتی کہ کتے سور گدھے سے بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے اولٰئک ھم شر البریہ جیسے کہ مومن کامل تمام مخلوق حتی کہ فرشتوں سے بھی اعلے ہے رب تعالے فرماتا ہے۔

١ یعنے جو مسلمان ان خوارج کو قتل کرے وہ بہترین غازی ہے اور جو جنگ میں ان کے ہاتھوں شہید ہو وہ اعلے درجہ کا شہید ہے۔ ٢ یعنے یا تو حدیث کے منکر ہونگے صرف قرآن کو ماننے کے مدعی ہونگے یا اگرچہ دعوے تو کرینگے حدیث ماننے کا بھی مگر ہر وقت پڑھیں گے قرآن ہی اور ہر ایک کو قرآن کے نام پر بلائیں گے جیسے اس زمانہ کے کچھ وہابی دیوبندی جو قرآن قرآن کی رٹ لگاتے ہیں۔ ٣ یعنے ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے کوئی تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ جس کا تعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹ جائے وہ قرآن یا نماز وغیرہ کے ذریعہ مسلمان نہیں ہو سکتا فرسٹ کلاس کا ڈبہ بغیر انجن سے تعلق رکھے سفر نہیں کر سکتا نہ اس کی کچھ قدر و قیمت ہے نہ اس میں کوئی مسافر بیٹھتا ہے قدر و قیمت تو انجن کے ساتھ مل جانے کی ہے۔ ٤ یعنے دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مقبول ہوگا۔ ٥ یعنے بہت زیادہ سر منڈانا اور سر منڈانے کا عادی ہونا ورنہ حج میں قریبًا سارے حاجی سر منڈاتے ہیں، بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سر منڈانے کی عادت کو برا سمجھتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ ٦ اس کلمہ خوانی سے مراد تمام عقائد اسلامیہ کا ماننا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد للہ پڑھنا واجب ہے یعنے پوری سورۃ ولا الضالین تک پڑھنا واجب ہے ورنہ صرف کلمہ تو قادیانی چکڑالوی اور تمام باطل فرقے بھی پڑھتے ہیں۔ ٧ یہاں احصان کے معنے ہیں آزاد بالغ مسلمان کا صحیح نکاح کے ذریعہ صحبت کر لینا یہ رجم کے لئے شرط ہے لہذا کافر و نابالغ اور غلام اور کنوارے زانی کو سنگسار نہیں کیا جا سکتا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بعض یہود کو زنا کی بنا پر سنگسار

نَفْسًا فَيُقْتَلُ بِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَسِیْرُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ اِلٰی حَبْلٍ مَعَهٗ فَاَخَذَهٗ فَفَزِعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِجِزْیَتِهَا فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهٗ وَمَنْ نَزَعَ

یا کسی جان کو قتل کردے تو اسکے عوض قتل کیا جائے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن ابی لیلیٰ[2] سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خبر دی[3] کہ وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے[4] ان میں سے ایک صاحب سو گئے تو ان میں سے بعض صحابی اپنی رسی کی طرف چلے[5] اسے پکڑ لیا جس سے وہ گھبرا گئے[6] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیئے درست نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے[7] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابی درداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو کوئی زمین مع اس کے جزیہ کے لے لے[8] تو اس نے اپنی ہجرت ختم کر دی[9] اور جس نے کسی کافر

کرنا ان پر توریت کا حکم جاری فرمانے کے لئے تھا نہ کہ اسلامی حکم کی بنا پر۔ ۸ اس سے مراد ڈاکو ہیں یا باغی، رب تعالٰے ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا۔ ۹ اگر ڈاکو صرف قتل کرے کسی کا مال نہ لے تو قتل کیا جائیگا اور اگر قتل بھی کرے مال بھی لوٹے تو سولی دیا جائیگا اور اگر صرف مال لوٹے قتل نہ کرے تو دیس نکالے کی سزا دی جائیگی یعنے کالا پانی یا آج پاکستان میں کالا باغ، بعض نے فرمایا کہ اگر ڈاکو قتل و لوٹ نہ کر سکے، صرف لوگوں کو ڈرا تا دھمکا تا راستہ روکتا پکڑا جائے تو اُس کو کسی شہر یا گاؤں میں ٹھہرنے نہ دیا جائیگا یوں ہی آوارہ گرد رکھا جائیگا حتّٰے کہ مر جائے یا صحیح توبہ کرے، بعض نے فرمایا کہ امام کو ان چاروں سزاؤں کا اختیار ہے ان میں سے جو چاہے دے (مرقات واشعہ)۔

۱ یہاں قتل سے مراد قتل عمد ہے کیونکہ قصاص صرف قتل عمد میں ہے قتل خطا یا قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں صرف دیت ہے جیسا کہ گذر چکا۔ ۲ آپکا نام عبدالرحمٰن ابن قاسم ابن ابی لیلیٰ یسار انصاری ہے تابعی ہیں ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات ہے جب حضرت عمر کی حیات شریف کے چھ سال باقی تھے آپ پیدا ہوئے ۸۲ھ میں وفات پائی آپ کے بیٹے محمد ابن عبدالرحمٰن کو بھی اسی نام ابن ابی لیلے سے یاد کیا جاتا ہے جو کوفہ کے فقیہ قاضی تھے مگر جب ابن ابی لیلے مطلقًا بولا جاتا ہے تو آپ یعنے عبدالرحمٰن ہی مراد ہوتے ہیں۔ ۳ چونکہ حضرات صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اسلیئے انکے نام معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کیلئے مضر نہیں یعنے ہم کو بہت صحابہ کرام نے یہ خبر دی ہے۔ ۴ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یُسْرُوْنَ ہے سُرٰی یعنے رات میں چلنا رب تعالٰے فرماتا ہے سبحان الذی اسری بعبدہ عام نسخوں میں یسیرون ہے سیر سے مشتق یعنے چلنا اور جانا، رب تعالٰے فرماتا ہے قل سیروا فی الارض غالب یہ ہے کہ یہ سفر کسی جہاد کے لئے تھا۔ ۵ یعنے اس سونے والے کے پاس رسی تھی یا اس جانے والے کے پاس تھی اس نے یہ رسی سانپ کی طرح اس پر ڈالی وہ سونے والے اُسے سانپ سمجھ کر ڈر گئے اور لوگ ہنس پڑے۔ ۶ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا تو یہ فرمایا اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں کسی کو ڈرانا جائز نہیں کہ کبھی اس سے ڈرنے والا مرجاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے خوش طبعی وہ چاہیئے جس سے

صِغَارٌ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهٖ فَجَعَلَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ◆
وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً اِلٰى خَثْعَمَ
فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُوْدِ فَاَسْرَعَ فِيْهِمُ الْقَتْلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيْمٍ بَيْنَ اَظْهُرِ

کی ذلت کو اپنی گردن سے نکال کر اسے اپنی گردن میں ڈال لی تو اس نے اسلام سے پیٹھ پھیر لی ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر خثعم کی طرف بھیجا ۱؎ تو ان کے بعض نے سجدہ کے ذریعہ بچنا چاہا ۲؎ ان حضرات نے ان میں قتل تیز کر دیا ۳؎ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی ۴؎ تو حضور نے انکے لیئے آدھی دیت کا حکم دیا ۵؎ اور فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو کفار میں رہے بسے ۶؎

سب کا دل خوش ہو جائے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی دل لگی ہنسی کسی سے کرنی جس سے اس کو تکلیف پہنچے مثلاً کسی کو بیوقوف بنانا اس کے چپت لگانا وغیرہ حرام ہے ۲؎ یہاں جزیہ سے مراد زمین کا ٹیکس ہے جو کفار مالکوں پر لازم ہوتا ہے جسے خراج کہتے ہیں عشر یا خراج وغیرہ جو کفار پر ہوتے ہیں ان کی تفصیلی بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۵؎ یعنی اس نے اپنی ہجرت کی عزت ختم کر دی کہ یہ مہاجر غازی تھا یہ تو کفار سے خراج وصول کرنے والوں میں سے ہونا چاہئے تھا نہ کہ اب خود ہی خراج ادا کریگا، اس سے معلوم ہوا کہ خراجی زمین مسلمان کی ملک میں آکر بھی خراجی ہی رہتی ہے عشری نہیں بن جاتی یہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں اس مسئلہ کی بہت تفصیل ہے، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، خیال رہے کہ اگر کافر کسی مسلمان سے عشری زمین خریدے تو وہ زمین کافر کے پاس پہنچ کر بجائے عشری کے خراجی بن جاتی ہے لیکن زمین ایکبار خراجی بن جائے وہ ہمیشہ خراجی ہی رہتی ہے خواہ کافر کے پاس رہے یا مسلمان کے پاس آجائے۔

۵؎ یہ جملہ پچھلے جملہ کی تفصیل ہے اور یہاں ذلت سے مراد وہی ادائے خراج ہے جواب اس مسلمان کو ادا کرنا پڑیگا، غور کرو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کیسی عزت چاہتے ہیں۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج اندھا دھند عیسائیوں انگریزوں کی سیرت کو پسند کرتے ہیں ان کے نقال بنتے ہیں کفار ذلیل ان کی سیرت ذلت دنیوی ہے انکا نقال خود اپنی ذلت اپنے گلے میں ڈالتا ہے۔ ۱؎ خثعم یمن میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کے دامن میں جو لوگ آباد ہیں انکو خثعمی کہا جاتا ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ خثعم یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے، ہو سکتا ہے کہ اس قبیلہ کا نام بھی خثعم اسی لئے پڑا ہو کہ وہ اس پہاڑ کے پاس آباد ہے، سریہ وہ لشکر کہلاتا ہے جس میں حضور انور خود بنفس نفیس تشریف نہ لے جائیں اس کی تعداد چار سو نفری تک ہوتی ہے (اشعہ) ۲؎ یعنے ان خثعمی لوگوں نے چاہا کہ اپنا اسلام ظاہر کریں تو انھوں نے ان مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے نماز شروع کر دی لہذا سجود سے مراد نماز ہے (اشعہ و مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی اطاعت ظاہر کرنے کے لیے ان مسلمانوں کو سجدہ کیا ہو کہ ہم تمہارے ذمی بنتے ہیں تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ۳؎ اسلیئے کہ مسلمان سمجھے کہ یہ لوگ اپنی جان بچانے کے لیے ہم کو دھوکہ دیتے ہوئے نماز پڑھنا دکھا رہے ہیں در اصل ہیں کافر۔ ۴؎ اس طرح کہ ان غازیوں نے خود جا کر یہ واقعہ عرض کیا۔ ۵؎ یہ قتل خطا تھا جس میں قاتل کے عصبات پر مقتول کی پوری دیت لازم ہوتی ہے مگر چونکہ اس خطا میں ان مقتولین کی اپنی غلطی بھی ہے کہ وہ مشرکین و کفار کے ملک میں رہے جس سے نہ تو اپنا اسلام صحیح طور پر ظاہر کر سکے نہ غازی مسلمان انھیں پہچان سکے اسلیئے اس قتل میں انکی اپنی غلطی بھی ہے اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی دیت آدھی رہ گئی اگر کوئی شخص کسی کے سامنے دشمن یعنے چور وغیرہ کی شکل میں آئے اور مارا جائے تو اس کی دیت بالکل واجب نہیں ہوتی اگر مسلمان جن سانپ کی شکل میں ہو اور کوئی مسلمان آدمی اسے مار دے

الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ قَالَ لَا تَتَرَاءٰى نَارَاهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِيْمَانُ قَيْدُ الْفَتْكِ لَا يُفْتِكُ مُؤْمِنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ اِلَى الشِّرْكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ،

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟[1] فرمایا چاہیئے ان دونوں کی آگیں نہ دکھائی دیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ایمان شب خونی سے آڑ ہے مومن اچانک نہیں مارتا[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب غلام بھاگ جائے دارالحرب کی طرف تو اس کا خون حلال ہوگیا[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور آپ کی بدگوئی میں مشغول رہتی تھی[5] تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مرگئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل فرمادیا[6] (ابوداؤد)

تو بھی کچھ نہیں: یہ فرمان عالی اس دیت کے آدھے رہ جانے کی علت ہے لفظ اظہر ترجمہ اور مشرکین سے مراد حربی کفار ہیں جن سے مسلمانوں کی جنگ ہوتی رہتی ہے بیزار ہوں یعنے ان کی محبت سے بیزار ہوں یا اُن کے خون سے بیزار ہوں، خیال رہے کہ اگر مسلمان کفار پر شب خون ماریں جس سے وہاں کے بعض مسلمان بھی بے خبری میں مارے جائیں تو کچھ لازم نہ ہوگا یہاں چونکہ انھوں نے اسلام ظاہر کیا جسے مسلمان سمجھے نہیں اس لئے نصف دیت لازم فرمائی:

[1] یعنے حضور ایسے مسلمانوں سے کیوں بیزار ہیں یا ان لوگوں کی آدھی دیت کیوں واجب فرمائی پوری کیوں نہ واجب کی؟ لِمَ اصل میں لِمَا تھا الف گرادیا گیا:[2] یہ جملہ نیا ہے جس میں اس فرمان عالی کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے یعنے ان مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ کفار سے اتنی دور رہتے کہ ایک دوسرے کی آگ روشنی یا دھواں نہ دکھائی دیتا، انھوں نے یہ نہ کیا اس لئے یہ حکم جاری ہوا؛ اس لئے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حتی الامکان مسلمان مشرک کے گھر مہمان ہوکر بھی نہ رہے کہ خطرہ ہے، دوسرے یہ کہ مسلمان کفار کی سی شکل یا لباس یا وضع قطع اختیار نہ کریں ورنہ لڑائی کے موقعہ پر ممکن ہے کہ مسلمان کے ہی ہاتھ سے مارے جائیں جیسا کہ ہندوستان میں بارہا ہوا کہ قربانی گائے یا محرم کے موقعہ پر جب ہندو مسلم فساد ہوئے تو بہت سے ہندو نما مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں، مارے گئے، تیسرے یہ کہ کفار کے ہاتھوں میں مسلمان قیدی جب موقعہ پائے تو نکل کر بھاگ جائے وہاں ٹھہرے نہیں کہ خطرہ ہے (مرقات):[3] یعنے مسلمان کسی کو بغیر تحقیق کیے اچانک نہیں قتل کرتا اسلام اس سے منع فرماتا ہے پہلے تحقیق کرے کہ مومن ہے یا کافر، اور اگر کافر ہے تو ذمی یا مستامن یا حربی، جب پتہ لگ جائے کہ حربی کافر ہے تب اسے قتل کرتا ہے، خیال رہے کہ اگر پہلے سے کسی کا کافر حربی ہونا معلوم ہو اور اسے قتل کی خبر دینے میں نقصان ہو تو اچانک قتل جائز ہے جیسے کعب ابن اشرف اور ابورافع وغیرہ کا قتل، یہاں نفی بمعنے نہی ہے:[4] یعنے اگر مسلمان غلام مرتد نہ بھی ہو مسلمان ہی رہے مگر بھاگ کر دارالحرب پہنچ جائے پھر اُسے کوئی قتل کردے تو اس قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا کہ اس قتل میں خود غلام کا قصور ہے:[5] اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں ذمیہ ہوکر رہتی تھی مگر پھر بھی یہ حرکت کرتی تھی:[6] یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ ذمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائیگا

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ خَرَجَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اُمَّتِيْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَعَنْ شَرِيْكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنْتُ تَمَنّٰى اَنْ اَلْقٰى رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِيْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ

روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جادوگر کی سزا تلوار سے مار دینا ہے[1] (ترمذی) تیسری فصل، روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سلطان اسلام پر خروج کرے اور میری امت میں پھوٹ ڈالے تو اس کی گردن مار دو[2] (نسائی) روایت ہے حضرت ابن شہاب شریک سے[3] فرماتے ہیں کہ میں آرزو کرتا تھا کہ کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اور ان سے خارجیوں کے متعلق پوچھوں[4] میں عید کے دن ابو برزہ سے[5] انکے ساتھیوں کی جماعت میں ملا تو میں نے ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خارجیوں کے متعلق کچھ ذکر فرماتے ہوئے

اور وہ حربی ہو جائیگا لہذا اس کے قتل پر نہ قصاص ہوگا نہ دیت ہمارے ہاں اس حرکت سے ذمہ باطل نہ ہوگا کیونکہ حضور کی اہانت کفر ہے جب وہ پہلے سے ہی کافر ہے جبکہ خدا کو مانتا ہے مگر رہتا ہے ذمی تو اس کفر سے بھی ذمی ہی رہیگا یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا اسکا قتل ذمہ ٹوٹنے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مسلمان کی دینی غیرت کی بنا پر تھا جس بنا پر یہ حکم جاری ہوا۔

۱؎ اگر جادوگر مسلمان ہو اور وہ جادو کرے جس میں کلمات کفریہ ہیں تب تو بوجہ مرتد ہو جانے کے قتل کے لائق ہے، اور اگر کسی کو ہلاک کر دے تو قصاصًا قتل کیا جائیگا جادو کرنے اور جادو سیکھنے کے احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے ہم نے بھی اپنی تفسیر نعیمی پارہ اول میں بہت تفصیل سے عرض کئے ہیں، خیال رہے کہ قائل جادوگر ڈاکو کے حکم میں ہے اور جادوگر کی توبہ قبول ہے، دیکھو موسٰے علیہ السلام کے جادوگروں کی توبہ قبول ہوئی جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ۲؎ اس سے مراد باغی ہے یعنے جو بغاوت کرے تو اولًا اس کو سمجھایا جائے پھر بھی باز نہ آئے تو قتل کیا جائے، اگر باغیوں کی باقاعدہ جماعت ہو تو ان سے جنگ کی جائے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے جنگ کی، باغی وہ ہے جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہ اسلام کی مخالفت کرے، باغی اور خارجی کا فرق اور ان کے احکام کی تفصیل ہماری کتاب یعنے امیر معاویہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۳؎ ایک غیر مشہور تابعی ہیں بصری ہیں حرثی ہیں آپ سے صرف ایک یہ حدیث مروی ہے آپ سے ازرق ابن قیس نے روایت کی۔ ۴؎ کہ اس فرقہ کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں یہ فرقہ نمودار ہوا تھا اس کی تردید کے لئے اس قسم کی احادیث کی ضرورت تھی۔ ۵؎ ابو برزہ کا نام نضلہ ابن عبید ہے اسلم قبیلہ سے ہیں پرانے صحابہ سے ہیں فتح مکہ کے دن ابن خطل کو آپ نے ہی قتل کیا حضور کی وفات تک حضور کے ساتھ رہے سرکار عالی کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے پھر فتح خراسان میں شرکت فرمائی ۶۰ھ میں بمقام مرو میں وفات پائی، اُس وقت حضرت ابو برزہ کے

الخوارج قال نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم باذني ورأيته بعيني أتي
رسول الله صلى الله عليه وسلم بمال فقسمه فاعطى من عن يمينه ومن عن شماله
ولم يعط من وراءه شيئا فقام رجل من وراءه فقال يا محمد ما عدلت في القسمة
رجل اسود مطموم الشعر عليه ثوبان ابيضان فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم
غضبا شديدا وقال والله لا تجدون بعدي رجلا هو اعدل مني ثم قال
يخرج في اخر الزمان قوم كان هذا منهم يقرءون القران لا يجاوز تراقيهم يمرقون
من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية سيماهم التحليق لا يزالون يخرجون حتى يخرج

سنا ہے[1] فرمایا ہاں میں نے حضور کو اپنے کانوں سے فرماتے اور اپنی آنکھوں سے حضور کو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا[2] آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا تو اپنے داہنے بائیں والوں کو دیا اور اپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا[3] تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص کھڑا ہو بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہ کیا[4] کالا شخص تھا منڈے ہوئے بال اس پر دو سفید کپڑے تھے[5] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے[6] پھر فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی شاید یہ بھی ان میں سے ہے[7] جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نہ اترے گا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے[8] ان کی علامت سر منڈانا ہے[9] یہ نکلتے ہی رہیں گے[10] حتی کہ ان کا

ساتھ ان کے ہمراہی تھے جو تابعین سے تھے صرف آپ صحابی تھے باقی حضرات صحابی نہ تھے (مرقات)

۱ مقصد یہ ہے کہ آپ خوارج کے متعلق وہ حدیث مجھے سنا دیں بذات خود آپ نے جو سنی ہو تاکہ مجھے اس سے پوری تسلی تشفی ہو۔ ۲ یا مال غنیمت یا کسی جگہ سے ٹیکس وغیرہ کا مال جو قابل تقسیم تھا۔ ۳ شاید پیچھے والوں کو اس تقسیم میں حصہ نہ دینا اس لیے تھا کہ اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ۴ کیونکہ اس مال میں سب کا حصہ تھا آپ نے بعض کو دیا بعض کو نہ دیا۔ ۵ مطموم بنا ہے طم سے بمعنے جڑ سے اکھیڑ دینا اس سے مراد ہے منڈے ہوئے بال (اشعہ و مرقات) سفید کپڑے فرما کر اس کا ظاہر صاف باطن گندا بتایا کہ کپڑے سفید تھے دل و دماغ سیاہ تھا (مرقات) شعر

تن اجلا من کالا بگلے کے سے بھیک ؛ اس سے تو کاگا بھلے کہ باہر بھیتر ایک

اللہ تعالیٰ دل سفید نصیب فرمائے۔ ۶ مگر اس کے باوجود صبر و تحمل فرمایا کہ نہ اس کے قتل کا حکم دیا نہ اس پر کوئی اور سختی فرمائی، ورنہ یہ مرتد لائق قتل تھا کیونکہ حضور اقدس کے کسی فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور آپ پر ظلم کا الزام لگانا کفر ہے اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ آگے آرہی ہے۔ ۷ یہاں بعد بمعنے سوا ہے لہذا یہ پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور کے بعد کیا حضور کے برابر عادل نہ حضور کے زمانہ میں تھا نہ بعد۔ ۸ حضور کا یہ شاید فرمانا یقین کے لئے ہے جیسے رب

اٰخِرُھُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ ھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ
وَعَنْ اَبِیْ غَالِبٍ رَاٰی اَبُوْ اُمَامَةَ رُءُوْسًا مَنْصُوْبَةً عَلٰی دَرَجِ دِمَشْقَ فَقَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ
کِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰی تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ خَیْرُ قَتْلٰی مَنْ قَتَلُوْہُ ثُمَّ قَرَاَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ
وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اَلْاٰیَةَ قِیْلَ لِاَبِیْ اُمَامَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ

آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا[۱] تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں[۲] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوغالب سے[۳] کہ حضرت ابوامامہ نے[۴] کچھ سر دمشق کے راستہ پر لٹکے دیکھے[۵] تو ابوامامہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہیں[۶] آسمان کی وسعت کے نیچے بدترین مقتولین ہیں، بہترین مقتول وہ ہیں جس کو یہ قتل کریں[۷] پھر پڑھا کچھ منہ اس دن سفید ہوں گے اور کچھ منہ پوری آیت[۸] ابوامامہ سے پوچھا گیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

تعالٰی فرماتا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا یعنے یہاں لوگوں کے سرداروں امیروں میں سے ہے۔ [۹] جو لوگ خوارج کو کافر نہیں کہتے صرف گمراہ کہتے ہیں وہ یہاں اسلام کے معنے کرتے ہیں سلطان کی اطاعت مگر یہ ضعیف ہے کیونکہ دوسری روایت میں بجائے اسلام کے دین ارشاد ہوا ہے یعنی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے، اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے۔ [۱۰] خدا کی پناہ ہر گز خوارج کی پہچان سر منڈانا ارشاد ہوئی جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ [۱۱] اور دنیا میں فساد پھیلاتے ہی رہیں گے یہ کبھی فنا نہ ہوں گے اور ان کی فساد انگیزی ختم نہ ہوگی (مرقات)۔

[۱] یعنے یہ ہمیشہ مسلمانوں سے لڑتے رہیں گے اور کفار و مشرکین کے ساتھی رہیں گے حتی کہ جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھی اس کے حمایتی یہی لوگ ہوں گے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی اب تک ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہابیوں کے حملے ہمیشہ مسلمانوں پر ہوئے اور کانگریس کے حمایتی ہندوؤں کے دوست ہمیشہ یہی حضرات رہے، نجدیوں نے مسلمانوں بلکہ صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبور ڈھادیں مگر جواہر لعل نہرو کو رسول السلامۃ کا خطاب دیا، اس کی اور گاندھی کی شان میں عربی کتابیں لکھیں چھاپیں اور حرمین طیبین میں درسا پڑھائیں خبر ملی ہے کہ یوپی میں بریلی میں ایک وہابی صاحب نے ہندوؤں کیلئے مندر تعمیر کرایا ہے جس پر اپنی جیب سے قریبًا اسی ہزار روپیہ خرچ کیا ہے، پاکستانی اخبارات نے یہ خبر چھاپی ان بزرگوں کو شرک سے ظاہری نفرت مگر مشرکوں سے محبت ہے یہ ہے اس حدیث پاک کا ظہور۔ [۲] فَاِذَا کی خبر یا تو فَاقْتُلُوْا ہے یا فَاقْتُلُوْا ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، خیال رہے کہ یا تو خلق اور خلیقہ ایک ہی معنے میں ہیں یا خلق سے مراد انسان ہیں اور خلیقہ سے مراد دوسری مخلوق یعنے یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں قرآن کریم فرماتا ہے اولٰئک ھم شر البریۃ۔ [۳] آپ تابعی ہیں بصری باھلی ہیں آپ کا نام حزور ہے آپ کو عبد الرحمٰن حضرمی نے آزاد کیا، بعض محدثین نے آپ کو ضعیف کہا بعض نے قوی کہا۔ [۴] آپ مشہور صحابی ہیں اولًا مصر میں پھر حمص میں رہے وہاں ہی انتقال فرمایا شام کے آخری صحابی آپ ہیں یعنے سب سے آخر وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ [۵] یہ سر خارجیوں کے تھے جو غالبًا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے، یہ حضرت علی، امام حسنین، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم، امیر معاویہ کے بدترین دشمن ہیں۔ [۶] یعنے یہ خارجی دوزخ میں کتوں کی شکل میں جائیں گے یا وہ دوزخیوں کے نزدیک بھی ذلیل کتوں کی طرح ذلیل و خوار ہوں گے، پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں (مرقات)۔ [۷] یعنے جو غازی انہیں مارے وہ بہترین غازی ہے

سَلَّمَ قَالَ لَوْلَمْ اَسْمَعْهُ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ ، كِتَابُ الْحُدُوْدِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ يَا

فرمایا اگر میں نے حضور کو ایکبار یا دوبار یا تین بار حتی کہ سات بار گنا فرماتے نہ سنا ہوتا تو میں تم سے روایت نہ کرتا (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے، مقررہ سزاؤں کا بیان، پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور زید ابن خالد سے کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا تو ان میں سے ایک بولا کہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمادیجئے [۳] اور دوسرا بولا ہاں:

اور جو شہید ان کے ہاتھوں شہید ہو وہ بہترین شہید اور یہ خود بدترین مقتول ہیں: [۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوامامہ کے نزدیک خارجی لوگ مرتد خارج از اسلام اور کفار ہیں بعض نے انہیں بدعتی گمراہ اہل ہوا فرمایا (مرقات):

[۱] یعنے ابوغالب نے حضرت ابوامامہ سے پوچھا کہ آپکا یہ ارشاد اپنا ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ خوارج دوزخ کے کُتّے وغیرہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دوسری احادیث تو میں نے حضور انور سے دو ایکبار سُنی ہونگی مگر یہ فرمان عالی خوارج کے متعلق سات بار سُنا ہے تب میں یہ روایت کر رہا ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں ان مردودوں کی بُرائیاں اکثر بیان ہوتی تھیں: [۲] حدود جمع ہے حد کی، لغت میں حد کے معنے ہیں آڑ یا منع، اسی لئے دربانی یعنے بواب کو عربی میں حداد بھی کہتے ہیں اصطلاح میں جرم کی شرعی مقررہ سزا کو حد کہتے ہیں کہ یہ بھی لوگوں کو جرموں سے روکتی ہے کبھی حرام چیزوں کو بھی حدود کہا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے تلك حدود الله فلا تقربوها کیونکہ یہ محرمات سزاؤں کا سبب ہیں، اسلام میں زنا کی رجم ہے یا سَو کوڑے، چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا، شراب پینے کی سزا اسّی کوڑے، پاکدامن آزاد عورت کو تہمت لگانے کی سزا بھی اسّی کوڑے، ڈکیتی کی سزا سولی وغیرہ ہے، قتل کی سزا قصاص حد شرعی ہیں باقی جوئے وغیرہ جرموں میں حد نہیں تعزیر ہے کہ حاکم جو چاہے سزا دے، حق یہ ہے کہ شرعی حدود اس گناہ کا کفارہ نہیں اور ان سے اخروی عذاب دفع نہ ہوگا چنانچہ قرآن کریم ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے لهم خزی فی الدنیا و لهم فی الاخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا معلوم ہوا کہ ڈاکو کی سُولی دنیاوی رسوائی ہے اُخروی سزا اس کے علاوہ ہے جو توبہ سے دفع ہوسکتی ہے، بخاری شریف وغیرہ میں جو ہے کہ جسے ان جرموں کی سزا دنیا میں دے دی گئی فهو كفارة له وہ اسکا کفارہ بن گئی، وہاں وہ سزا مراد ہے جو توبہ کے ساتھ ہو، مجرم خود حاکم کے سامنے سزا لینے حاضر ہوجائے (از مرقات وغیرہ) جیسے صحابہ کرام جرم کے بعد خود آکر عرض کرتے تھے طهرنی یا رسول الله حضور مجھے پاک فرمادو، خیال رہے کہ حاکم کسی مجرم کو اپنے خصوصی علم کی بنا پر سزا نہیں دے سکتا جب تک کہ گواہی یا اقرار سے اسکا ثبوت نہ ہوجائے، رب تعالٰی فرماتا ہے فاذ لم یاتوا بالشهداء فاولٰئك هم الکاذبون یہی احناف اور جمہور علماء کا مذہب ہے: [۳] آپ جہنی ہیں مشہور صحابی ہیں پچاسی سال عمر پائی عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں [۷۸ھ] میں وفات پائی کوفہ میں فوت ہوئے وہاں ہی قبر شریف ہے (اشعہ) [۴] شاید یہ دونوں حضرات کہیں باہر کے تھے جو آداب دربار عالیہ سے واقف نہ تھے اس لیئے یہ عرض کیا ورنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِّيْ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَأَتِهٖ فَأَخْبَرُوْنِيْ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّجَارِيَةٍ لِّيْ ثُمَّ إِنِّيْ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُوْنِيْ أَنَّ عَلَى ابْنِيْ جَلْدَ مِائَةٍ وَّ تَغْرِيْبَ عَامٍ وَّإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَأَمَّا

یارسول اللہ پس ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجئے[۱] فرمایا بولو عرض کیا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا[۲] تو اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرلیا مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم (سنگساری) ہے[۳] تو میں نے اس کی طرف سو بکریاں اور ایک اپنی لونڈی کا فدیہ دیدیا[۴] پھر میں نے علماء سے پوچھا[۵] انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا ہے اور سنگساری اس کی بیوی پر ہے[۶] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا[۷] رہیں تیری بکریاں اور لونڈی وہ تجھ پر واپس ہوں گی[۸] لیکن

حضور کا فیصلہ کتاب اللہ پر موقوف نہیں جو زبان شریف سے نکلے وہ ہی فیصلہ شرعیہ ہے۔

۱؎ شاید یہ شخص دوسرے سے زیادہ قادر الکلام تھا یا اس کے بیٹے نے زنا کا اقرار کرلیا تھا اور دوسرے کی بیوی نے اقرار نہ کیا تھا اس لئے اس نے خیال کیا کہ بیان جرم کیلئے میں ہی موزوں ہوں۔ ۲؎ علٰی ہٰذا کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرچکا تھا اور اس کی مزدوری اس کے ذمہ لازم ہوچکی تھی، اگر لہٰذا ہوتا تو یہ معنی حاصل نہ ہوتا (مرقات)۔ ۳؎ یعنی بعض صحابہ نے میرے کنوارے بیٹے پر زنا کی وجہ سے رجم کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے دیکھو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس نے صحابہ سے مسئلہ پوچھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مسئلہ میں غلطی ہوجائے تو افضل اس کی اصلاح کردے، دیکھو یہ مسئلہ غلط بتایا گیا تھا جس کی اصلاح حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔ ۴؎ یہ ان صحابی کا اپنا اجتہاد تھا یہ سمجھے کہ جیسے قتل میں قاتل سو اونٹ فدیہ دے کر قصاص سے بچ سکتا ہے میرا بیٹا بھی اس فدیہ کی بنا پر رجم سے بچ سکے گا۔ ۵؎ یعنی بڑے بڑے علماء صحابہ سے پوچھا۔ ۶؎ کیونکہ ان کا بیٹا کنوارا تھا اور دوسرے کی بیوی شادی شدہ، محصنہ کنوارے زانی کی سزا کوڑے ہیں اور شادی شدہ محصنہ کی سزا رجم ہے۔ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید میں رجم کی آیت تھی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم پھر بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوئی حکم باقی رہا کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن سے فیصلہ فرمائیں گے پھر رجم کا حکم دیا، بعض نے فرمایا کہ حکم رجم اس آیت سے حضور نے نکالا والذان یاتیانہا منکم فاٰذوھما جو زنا کریں انہیں ایذا دو، ایذا میں رجم بھی داخل ہے (مرقات) مگر فقیر کے نزدیک یہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم زانی لڑکے پر سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کے دیس نکالے کی بھی سزا دے رہے ہیں یہ قرآن کریم میں نہ تھا نہ اب ہے حق یہ ہے کہ حضور کا ہر حکم درحقیقت حکم قرآنی ہے کہ رب نے فرمایا ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم قرآنی حکم ہے حضور ناطق قرآن ہیں۔ ۸؎ غالبًا اس شخص نے یہ بکریاں اور لونڈی خیرات نہ کی تھیں ورنہ صدقہ وخیرات دے کر واپس نہیں ہوسکتی، بلکہ عورت کے خاوند اور اس کے عزیزوں کو دی ہونگی

اِبْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ فَاغْدُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبَ عَامٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ

تیرا بیٹا تو اس پر سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا ہے اور اے انیس کل صبح تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو تو اس نے اقرار کرلیا چنانچہ اسے رجم کیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت زید ابن خالد فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اس کے متعلق جو بغیر محصن ہوئے زنا کرے ایک سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا کا حکم دیتے تھے (بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالٰی نے حضور محمد کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اتاری تو اُن

کیونکہ ان کی آبروریزی ہوئی جیسے قاتل مقتولوں کے ورثاء کو دیت دیتا ہے۔ سو کوڑے تو حد کے طور پر ہیں اور ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر کہ اگر امام اس میں مصلحت دیکھے تو یہ سزا بھی دے ایسے ہی ہمارا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں یہ بھی حد ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایکبار زانی کو دیس نکالا دیا وہ کفار سے جا ملا تو آپ نے پھر یہ سزا نہ دی، اگر یہ بھی حد ہوتی تو آپ اسے بند نہ کرتے دیکھو طحاوی شریف، نیز کبھی دیس نکالا مضر بھی ہوتا ہے کہ زانی باہر جاکر اور آزاد ہوجاتا ہے اسلیے اگر مفید ہو تو یہ سزا دی جائے۔ ۲؎ انکا نام انس ابن ضحاک اسلمی ہے صحابی ہیں پیار میں انیس تصغیر سے فرمایا۔ ۳؎ اقرار سے مراد شرعی اقرار ہے یعنے چار بار۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اقرار نامہ زنا سلطان اسلام کے سامنے ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کے نائب کے سامنے بھی ہوسکتا ہے دوسرے یہ کہ زانی کے رجم کے وقت سلطان کی موجودگی ضروری نہیں، نائب سلطان کی حاضری گویا سلطان ہی کی حاضری ہے۔ تیسرے یہ کہ فریقین میں سے ایک کے بیان پر بھی قاضی کفایت کرسکتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس ایک شخص کا بیان سنا عورت کے خاوند کا بیان نہ لیا ہاں دوسرے ملزم کو سزا اس کے اقرار پر دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جب فرشتے مدعی و مدعٰی علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کا بیان سن کر فرمادیا کہ یہ دوسرا ظالم ہے جو اپنے پاس ننانوے بکریاں ہوتے ہوئے تیری ایک بکری مانگتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہندہ کا بیان سن کر حکم دیا کہ ابوسفیان کی جیب سے بقدر ضرورت خرچ لے لیا کرو۔ بعض نے فرمایا کہ فتوٰی اور قضاء میں فرق ہے، فتوے ایک بیان پر ہوسکتا ہے، امام شافعی نے اسی حدیث کی بنا پر فرمایا کہ چوری و قتل کی طرح زنا میں بھی ایک اقرار کافی ہے کیونکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اقراروں کی شرط نہ لگائی، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حضرت ماعز کی روایت میں چار اقراروں کی تصریح ہے اور یہاں ایک اقرار کی تصریح نہیں لہذا یہاں بھی شرعی اقرار مراد ہے یعنے چار بار، مذہب حنفی بہت قوی ہے۔ ۴؎ شریعت میں محصن وہ ہے جو مسلمان آزاد عاقل بالغ ہو اور بذریعہ نکاح صحیح صحبت کرچکا ہو اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو غیر محصن ہے غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔ ۵؎ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر ہے حد صرف سو کوڑے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"۔ کوڑا کیسا ہو اور کس طرح مارا جائے، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اس سزا میں زانی کو مرنے نہ دیا جائیگا اگر بہت کمزور

فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى إِذَا أَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

آیات میں جو اللہ نے اتاریں رجم کی آیت تھی[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا[۲] اور رجم کتاب اللہ میں بر حق ہے[۳] زنا کرنیوالے مردوں عورتوں پر جبکہ محصن ہوں جب کہ گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو[۵] اللہ تعالٰی نے ان عورتوں کے لیے طریقہ مقرر فرمادیا[۶] کنوارا کنواری سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا[۷] بیاہا بیاہی سے کرے تو سو کوڑے اور رجم (مسلم)

ہو کر کوڑوں سے مرجانے کا خطرہ ہو تو نرم مار ماری جائیگی اور دماغ دل شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں گے کہ اس سے مرجانے کا خطرہ ہے، اسی طرح حاملہ بازنا کنواری کو بحالت خطرہ حمل کوڑے نہ مارے جائیں حمل جننے کے بعد قوت آجانے پر مارے جائینگے۔

۱؎ وہ آیت یہ تھی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم، شیخ اور شیخہ سے مراد محصن اور محصنہ ہیں، پھر یہ آیت حضور کے زمانہ میں ہی تلاوت میں منسوخ ہو گئی حکمًا باقی رہی۔ ۲؎ یعنی رجم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ، اجماع امت سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے۔ ۳؎ اس جملہ کے چند معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آیت رجم قرآن مجید میں تھی یہ حق و صحیح ہے، دوسرے یہ کہ حکم رجم اب بھی قرآن مجید میں ہے حق ہے کیونکہ آیت رجم کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے حکم منسوخ نہیں ہوا، تیسرے یہ کہ اب بھی بعض آیات سے حکم رجم نکل سکتا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فاذوھما دونوں زانی و زانیہ کو ایذا دو، تو رجم بھی ایذا ہے، چوتھے یہ کہ حدیث شریف میں اب بھی رجم کا حکم موجود ہے اور حضور کا فرمان قرآن مجید کا ہی فرمان ہے۔ ۴؎ یعنی زانی محصن کو رجم کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا زنا شرعی طریقے سے ثابت ہو، چار مرد مسلمانوں کی گواہی جو زنا کا مشاہدہ کریں یا غیر خاوند والی عورت کو حمل قائم ہو جائے خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ خواہ خاوند والی مگر خاوند مفقود یا غائب شرعی ہو یا شرعی اقرار ہو چار بار، اس کے بغیر رجم نہیں کیا جاسکتا، خیال رہے کہ جیسے نمازوں کی رکعتیں زکوٰۃ کی مقدار قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے اس کا انکار کفر ہے ایسے ہی رجم اگرچہ اب قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے، خیال رہے کہ خوارج کے سوا کسی فرقہ اسلامیہ نے رجم کا انکار نہ کیا ان کا انکار محض باطل ہے مردود ہے۔ ۵؎ یعنی زنا کی سزا کا حکم مجھ سے حاصل کرو۔ ۶؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا یعنی جس راہ نکالنے کا رب تعالٰی نے وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرمادیا، خیال رہے کہ زنا میں اصل داعی عورت ہے اس لیے قرآن کریم نے بھی اور حدیث پاک نے بھی لفظ فرمایا ان عورتوں کی سزا کے بغیر نہیں ہو سکتا لہذا یہ فرمان عالی بالکل حق ہے۔ ۷؎ امام اعظم کے ہاں سو کوڑے تو محض زنا کی سزا ہے اور دیس نکالا تعزیر، اگر قاضی مناسب جانے تو نکالے ورنہ نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ
اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِى
التَّوْرَاةِ فِىْ شَاْنِ الرَّجْمِ قَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ
فِيْهَا الرَّجْمَ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا
وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے[1] تو ذکر کرنے لگے کہ ان میں ایک مرد و عورت نے زنا کرلیا[2] تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجم کے متعلق تورات میں کیا پاتے ہو وہ بولے ہم انہیں رسوا کریں اور ان کو سو کوڑے مارے جائیں[3] عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو یقیناً اس میں رجم ہے چنانچہ وہ تورات لائے اسے کھولا تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کے آگے پیچھے پڑھ دیا[4] تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اٹھایا تو وہاں رجم کی آیت تھی بولے

گیا ۔ ؎ اسی پر جمہور علماء ہیں کہ کوڑے اور رجم جمع نہیں ہوسکتے لہذا یہ حدیث منسوخ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو صرف رجم کیا کوڑے نہ لگائے خیال رہے کہ یہاں زنا کی دو صورتیں بیان ہوئیں اور دو کا ذکر نہیں ہوا، کنوارا کنواری سے زنا کرے یا بیاہا بیاہی سے زنا کرے، پہلی صورت میں دونوں کو کوڑے، دوسری صورت میں دونوں کو رجم، کنوارا بیاہی سے یا بیاہا کنواری سے ان کا ذکر نہ ہوا کیونکہ ان کا حکم بالکل ظاہر ہے کہ کنوارے کو کوڑے اور بیاہے کو رجم جیسا کہ ابھی مزدور کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کنوارے لڑکے کو سو کوڑے لگوائے، عورت شادی شدہ کو رجم کرایا، اسی حدیث کی بنا پر حضرت علی اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ محصن زانی کو کوڑے بھی لگائے جائیں اور رجم بھی کیا جائے مگر جمہور علماء صرف رجم کے قائل ہیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو، غامدیہ کو، مزدور والی عورت کو رجم کرایا، احصان میں چند شرطیں ہیں، مسلمان ہونا آزاد ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، نکاح صحیح سے ایکبار صحبت کر چکنا، لہذا کافر، بچہ، دیوانہ، غلام اور کنوارا محصن نہیں، کافر میں امام شافعی کا اختلاف ہے، ہمارے ہاں دیس نکالا سزا شرعی نہیں امام شافعی کے ہاں شرعی سزا ہے، اگر حاکم عورت زانیہ کو دیس نکالا دے تو کسی محرم کے ساتھ بھیجے گا اس کا خرچ اس عورت پر ہوگا، اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ زانی و زانیہ کیلئے دیس نکالا بڑے فتنہ کا باعث ہے، عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے روایت کی کہ حضرت عمر نے کسی شرابی کو مدینہ سے نکال کر خیبر بھیجدیا تو وہ مرتد ہو کر روم چلا گیا، آپ نے فرمایا کہ آئندہ میں کسی مسلمان کو دیس نکالا نہ دونگا (مرقات)۔

۱؎ یعنے زانی مرد بھی یہودی ہے اور زانیہ عورت بھی اشاید یہ لوگ ان کا فیصلہ کرانے حضور کی بارگاہ میں آئے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲؎ یعنے بحکم توریت رسوا کرنے کی صورت ہم مقرر کریں گے اور کوڑے رب کی طرف سے مقرر ہیں اسی لئے نفضح متکلم معروف کہا اور یجلدون مجہول غائب

۳؎ آپ مشہور صحابی پہلے پایہ کے علماء یہود سے تھے آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، اس لئے یہود میں آپ کی بڑی عزت تھی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لاتے ہی آپ ایمان لے آئے آپ نے ۴۳ھ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی (اکمال) ۴؎

صَدَقَ یَا مُحَمَّدُ فِیْهَا اٰیَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِرْفَعْ یَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِیْهَا اٰیَةُ الرَّجْمِ تَلُوْحُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ فِیْهَا اٰیَةَ الرَّجْمِ وَلٰكِنَّا نَتَكَاتَمُهٗ بَیْنَنَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحّٰی لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِیُّ

اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت ہے[۱] تو ان کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ رجم کیے گئے[۲] اور ایک روایت میں ہے فرمایا اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت چمک ہی تھی تو وہ بولا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بیشک اس میں رجم کی آیت ہے لیکن ہم لوگ آپس میں اسے چھپاتے تھے[۳] چنانچہ ان کے متعلق حکم دیا وہ رجم کیے گئے[۴] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تھے تو پکارا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے[۵] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ آپ کے چہرہ انور کے اس رُخ کی طرف آیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا عرض کیا میں نے زنا کیا پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا پھر جب چار گواہیاں دے چکا[۶] تو اسے نبی کریم

یہ حرکت عبداللہ ابن صوریا یہودی کی تھی غالبًا توریت شریف میں رسوا کرکے رجم کرنے کا حکم ہوگا اس نے رسوا کرنے کی آیت تو سنا دی مگر رجم کی آیت اپنے ہاتھ تلے چھپالی
[۱] نہایت بے غیرتی سے اقرار کرلیا بعض روایات میں ہے کہ اس نے صاف مان لیا کہ ہم لوگ غریب کو رجم کردیتے ہیں امیر کو رجم سے بچالیتے ہیں [۲] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ احصان کے لئے اسلام شرط نہیں دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان یہودی زانیوں کو رجم کرایا حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو رجم کرانا بحکم اسلام نہ تھا بلکہ بحکم توریت تھا حاکم اسلام کفار ملزمین پر انکے دین کے احکام جاری کرسکتا ہے چنانچہ کفار کی میراث انہی کے مذہب کے مطابق تقسیم کریگا ورنہ بقاعدہ اسلام اس زنا کے ثبوت کے لئے چار شرعی گواہ چاہیئے تھے یعنی مسلمان متقی پرہیزگار گواہ بھی نہ لئے گئے اور ان سے توریت لانے کا مطالبہ فرمایا گیا اگر بحکم اسلام رجم ہوتا تو توریت منگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور بھی اس قسم کی توجیہیں کی گئی ہیں مگر فقیر کے نزدیک یہ توجیہ قوی ہے اسحاق ابن راہویہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا روایت کی مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُحْصَنٍ، کافر محصن نہیں، دارقطنی نے یہی روایت موقوفًا نقل فرمائی (مرقات) [۳] یعنی آیت رجم توریت سے نکالی نہیں بلکہ چھپالی تھی تاکہ جو مالدار نہ دے اُسے یہ آیت دکھا کر رجم کردیں اور جو مال دیدے اُسے رجم سے بچالیں [۴] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ ذمی کافر اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائیگا، امام اعظم کے نزدیک اسے صرف کوڑے مارے جائیں گے رجم نہ کیا جائیگا خیال رہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنا سیاسی حکم ہے اسلئے ذمی کفار اگر چوری کریں تو انکے بھی ہاتھ کٹیں گے مگر رجم کفارہ گناہ بھی ہے اسلئے کفار زانی کو رجم نہ کیا جائیگا۔ [۵] لہذا مجھے رجم کردیجئے تاکہ میں اس گناہ سے پاک ہوجاؤں سبحان اللہ یہ ہے خوف خدا، ہم لوگ اپنا جرم چھپانے کی کوشش کرتے ہیں وہ حضرات معافی کی کوشش کرتے تھے اس ندا سے معلوم ہوا کہ رجم صرف حاکم اسلام کرسکتا ہے

صلے اللہ علیہ وسلم فقال أبك جنون قال لا فقال أحصنت قال نعم یا رسول اللہ
قال اذهبوا به فارجموه قال ابن شهاب فأخبرني من سمع جابر بن عبد الله
يقول فرجمناه بالمدينة فلما أذلقته الحجارة هرب حتى أدركناه بالحرة فرجمناه
حتى مات متفق عليه وفي رواية للبخاري عن جابر بعد قوله قال نعم فأمر به فرجم
بالمصلى فلما أذلقته الحجارة فر فأدرك فرجم حتى مات فقال له النبي صلى الله عليه

صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا فرمایا کیا تجھے دیوانگی ہے[1] بولا نہیں فرمایا کیا تو محصن ہو چکا ہے عرض کیا ہاں یارسول اللہ[2]
فرمایا اسے لے جاؤ رجم کردو[3] ابن شہاب نے فرمایا[4] کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت جابر ابن عبداللہ کو فرماتے سنا
کہ پھر ہم نے اُسے مدینہ میں رجم کیا جب اُسے پتھر لگے تو بھاگ گیا[5] تا آنکہ ہم نے اسے حرہ میں پکڑ لیا[6] پھر رجم کیا حتی
کہ وہ مرگیا (مسلم، بخاری) اور بخاری کی روایت میں حضرت جابر سے قال نعم کے بعد ہے کہ اسکے متعلق حکم دیا وہ جنازہ گاہ میں
رجم کیا گیا[7] پھر جب اُسے پتھر لگے تو بھاگ گیا پھر پکڑ لیا گیا رجم کیا گیا[8] حتی کہ مرگیا پھر اسکے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

دوسرا نہیں کہ ان حضرات نے کسی اور صحابی سے نہ عرض کیا سیدھے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ [1] یہاں گواہی سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ اقرار گواہی کے
قائمقام ہے چونکہ زنا میں چار گواہیاں درکار ہیں اس لئے اقرار بھی چار بار لازم ہے، اب بھی حاکم کو یہی چاہیے۔ اس حدیث کی بنا پر ہمارے امام اعظم فرماتے
ہیں کہ زنا میں چار اقرار چار جگہ میں چاہئیں بعض ائمہ کے نزدیک چار اقرار ایک میں ہی کافی ہیں، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس سے چار جانب چار اقرار کرائے [2] مرقات نے فرمایا کہ یہاں دعا بمعنی سوال ہے یعنی ان چار اقراروں کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس سے دو سوال فرمائے، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں ایک روایت میں ہے کہ فرمایا دیکھو یہ نشہ میں تو نہیں ہے اس کا منہ سونگھا
گیا تو نشہ میں نہ تھا کیونکہ مدہوش بیہوش کا بھی اقرار غیر معتبر ہے۔ [3] امام نووی نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام رجم کے شرائط کی تحقیق کرے اور احصان
بھی اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے اگر اقرار زنا کے بعد ملزم اپنے اقرار سے پھر جائے تو رجم نہیں کیا جائیگا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اقرار زنا کے لئے مزنیہ عورت کا نام لینا ضروری
نہیں نہ امام اس سے یہ پوچھے اور اگر وہ کسی عورت کا نام لے بھی، تب بھی وہ اس ملزم کے اقرار سے رجم نہیں کی جائیگی کیونکہ ہر شخص کا اقرار اپنے متعلق ہو سکتا ہے عورت خود اقرار کرے
تو سزا پائیگی [4] معلوم ہوا کہ محصن زانی کو صرف رجم کیا جائیگا کوڑے نہ مارے جائینگے، یہ حدیث اس گذشتہ حدیث کی ناسخ ہے جس میں کوڑوں کا بھی حکم ہے۔ [5] ابن شہاب کا
نام امام زہری ہے آپ تابعی ہیں یعنی میں نے حضرت جابر سے خود نہ سنا کسی اور صحابی یا تابعی سے سنا ہے چونکہ امام زہری بڑے پایہ کے محدث ہیں اسلئے انکا یہ ابہام حدیث کو ضعیف
نہ کریگا کہ اتنا بڑا محدث ثقہ سے ہی روایت کریگا امام بخاری کی تعلیق بھی معتبر ہے۔ [6] اس سے معلوم ہوا کہ مرد زانی کو باندھ کر یا گاڑھ کر رجم نہ کیا جائیگا ورنہ وہ بھاگ سکتا
البتہ عورت کا نصف حصہ گاڑھ کر رجم کیا جائے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت کو گاڑھ کر رجم فرمایا تھا کیونکہ مرد کی رجم کی شہرت چاہیے اسی لئے شہر میں بلکہ بازار میں رجم کیا جائے
عورت کے پردہ کا لحاظ رکھا جائے، کوڑے بھی سب کے سامنے مارے جائیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ولیشہد عذابھما طائفۃ من المومنین۔ [7] حرہ کے معنے ہیں پتھریلی زمین
منورہ میں مدینہ پاک کے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین حرہ کہلاتی ہے یہ جگہ شہر سے متصل ہے۔ [8] یہ جنازہ گاہ جنت البقیع قبرستان میں تھا

وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَتٰى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنِكْتَهَا لَا يَكْنِيْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَآءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكَ اِرْجِعْ

کلمہ خیر فرمایا اور اس پر نماز پڑھی [۱] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماعز ابن مالک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے [۲] تو آپ نے ان سے فرمایا شاید تو نے بوسہ لے لیا ہوگا یا اشارہ کیا ہوگا [۳] یا دیکھ لیا ہوگا عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا تو کیا تو نے اس سے صحبت کر لی کنایۃً نہیں [۴] عرض کیا ہاں تو اس وقت انکے رجم کا حکم دیا [۵] روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ ماعز ابن مالک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے بولے یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو [۶] تو فرمایا افسوس ہے اے لوٹ جا

معلوم ہوا کہ جنازہ گاہ پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے دیکھو مسجد میں رجم حرام ہے کہ اس سے مسجد خون سے لتھڑ جائیگی مگر جنازہ گاہ میں جائز ہے اسی طرح جنازہ گاہ میں جنبی آسکتا ہے یہاں مصلی سے مراد نماز جنازہ کی جگہ ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ جنازہ گاہ مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترا تھا جو نماز جنازہ کے لئے مقرر تھا مگر مرقات کا قول قوی ہے [۵] خیال رہے کہ اقراری زانی اگر رجم کے دوران میں بھاگ جائے تو ہمارے امام کے نزدیک اسے چھوڑ دیا جائیگا کہ یہ بھاگنا اپنے اقرار سے پھر جانا ہے اور اقرار زنا میں پھر جانا قبول ہے امام شافعی کے ہاں اس صورت میں رجم بند کر دیا جائیگا پھر اس سے پوچھا جائیگا اگر اپنے اقرار پر قائم رہے تو رجم کیا جائیگا اگر اقرار سے پھر جائے تو چھوڑ دیا جائیگا، ہماری دلیل وہ حدیث ابو داؤد کی ہے کہ اس موقعہ پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلا ترکتموہ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ مگر چونکہ حد کا ثبوت صراحۃً اقرار سے ہو چکا تھا اور رجوع اقرار صراحۃً نہ تھا اس لئے وہ رجم کر دینے والے صحابہ معذور سمجھے گئے اور ان پر قصاص یا دیت لازم نہ فرمائی، امام مالک نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ ایسی حالت میں بھاگ جانے پر بھی رجم کیا جائیگا وہ اس حدیث کے ظاہر سے دلیل لیتے ہیں۔

[۱] یعنی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اس کی نماز جنازہ خود پڑھی یا صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا، اس جملہ کی اور بھی شرحیں ہو سکتی ہیں مگر یہ شرح ظاہر ہے [۲] آپ اہل مدینہ سے ہیں صحابی ہیں اسلمی ہیں آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے حق تعالٰے نے ان کو اعلٰے درجہ کی توبہ کی توفیق بخشی، ان کے طفیل رب تعالٰی ہمیں بھی توبہ مقبول کی توفیق بخشے [۳] ہاتھ سے اشارہ کیا ہوگا یا ہاتھ سے اس کا جسم دبا کر چھوڑ دیا ہوگا اور اس حرکت کو زنا سمجھ کر تم نے یہ اقرار کر لیا ہو گا [۴] نکت بنا ہے نیک سے، ضرب کا ماضی ہے ناک۔ ینیک، اسم فاعل نائک ہے۔ مبالغہ نیاک عربی میں صحبت وجماع، وطی وغیرہ تو کنایہ کے الفاظ ہیں مگر یہ لفظ اسی کام کے لئے صریح ہے جیسے اردو میں چودنا اور فارسی میں گائیدن۔ چونکہ حد میں یقینی جرم چاہیئے کنایات میں شبہ ہوتا ہے اس لئے حضور انور نے یہ ہی لفظ اس سے اقرار کرایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم اقراری زانی کو اقرار سے پھر جانے کی اشارۃً تلقین کرے کیونکہ حدود حتی الامکان دفع کئے جائیں اور حقوق حتی المقدور ادا کرائے جائیں جیسے زکوٰۃ کفارہ قرض وغیرہ (مرقات)

[۵] ابوداؤد، نسائی اور عبدالرزاق نے اس روایت میں یہ زائد فرمایا کہ حضور انور نے انکتہا کے ساتھ فرمایا کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہو گیا ماعز نے عرض کیا ہاں، جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی داخل ہو جاتی ہے پھر پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے کہ زنا کہتے کسے ہیں۔ ماعز

فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ
فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً
ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ

اللہ سے معافی مانگ لے اور توبہ کر لے [۱] فرماتے ہیں وہ تھوڑی دور لوٹے پھر آگئے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو [۲]
تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا حتی کہ جب چوتھی بار ہوئی تب اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں [۳] عرض کیا زنا سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
کیا اسے دیوانگی ہے [۴] خبر دی گئی کہ اسے دیوانگی نہیں پھر فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے [۵] تو ایک شخص اٹھا اس نے
اس کے منہ کی بو سونگی تو اس سے شراب کی بو نہ پائی [۶] تب فرمایا کیا تو نے زنا کیا ہے عرض کیا ہاں تو رجم کیا گیا لوگ دو تین دن
ٹھہرے [۷] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا ماعز ابن مالک کے لئے دعاء مغفرت کرو [۸] اس نے ایسی شاندار

نے عرض کیا حضور جو کام خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے وہ ہی کام میں نے اس سے حرام کیا فرمایا تو یہ باتیں کیوں کرتا ہے ماعز بولے تاکہ آپ مجھے پاک
فرمادیں تب آپ نے رجم کا حکم دیا بعد رجم دو شخصوں کو کہتے سنا کہ ماعز کتے کی موت مارا گیا، حضور نے فرمایا تم اس مقبول بارگاہِ الٰہی کی غیبت کر رہے ہو اور وہ جنت
کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے (مرقات) کریم کے کرم کے قربان۔ [۲] سزا قائم فرما کر زنا کی پلیدی سے پاک فرما دو، معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے
پاکی مانگنا شرک نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے ویزکیھم، تزکیہ اور طہارت کا فرق بارہا بیان ہو چکا۔ [۳] لفظ ویحک یا دیحک الک رحم یا تعجب یا تعریف کے موقعہ پر بولا جاتا
ہے یہاں تینوں معنی ہو سکتا ہے حضور نے ماعز سے گناہ نہ پوچھا تاکہ اس کی پردہ دری نہ ہو، استغفار سے مراد زبانی توبہ ہے اور توبہ سے مراد دلی توبہ سے
جو یہاں عیب کسی کے نہیں کھلنے دیتے وہ کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو۔ [۴] یعنی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو توبہ کی طہارت پر صبر نہ آیا تیمم سے وضو کو افضل
جانا اس لئے پھر لوٹے [۳] اللہ اکبر یہ ہے حضور انور کی شانِ ستاری کہ تین بار پردہ ڈالا جب ماعز نے اصرار کیا تب حد جاری کرنے کیلئے صراحۃً اقرار زنا کرایا کہ اس صریح اقرار کے بغیر یہ
سزا دینا درست نہ ہوتا تھا دیکھا کرم یہ ہے قانون، فیم میں فی بمعنی من ہے یا بمعنی ب سببیہ۔ [۴] یہ ارشاد عالی حاضرین بارگاہ سے ہے جو حضرت ماعز کے حالات سے
خبردار تھے۔ [۵] معلوم ہوا کہ دیوانے اور نشہ والے کا اقرار زنا معتبر نہیں۔ [۶] اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نشہ والے کا اقرار معتبر نہیں خواہ
کوئی اقرار ہو، دوسرے یہ کہ شراب پینے کا ثبوت باقی ہے جس میں شراب نکلے یا منہ کی بو ہے یا بے ڈھنگی چال ہے کہ انسان سیدھا نہ چل سکے مگر ان سب
میں منہ کی بو بڑا ثبوت ہے۔ [۷] اس دوران میں ماعز کا کوئی تذکرہ بارگاہ عالی میں نہ ہوا۔ [۸] کہ اس کے گناہ کی معافی تو رجم سے

تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ جَآءَتْهُ اِمْرَأَةٌ مِّنْ غَامِدٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَقَالَتْ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكِ اِرْجِعِيْ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ
تُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّدَنِيْ كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ اِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَ اَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ
قَالَ لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَا فِيْ بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ اِذًا لَّا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ
وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَيْسَ لَهٗ مَنْ يُّرْضِعُهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِلَيَّ رَضَاعُهٗ

توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت کے درمیان وہ بانٹ دی جائے تو انکو شامل ہوجائے [۱] پھر حضور کی خدمت میں ازد کے قبیلہ غامد کی عورت آئی [۲]
بولی یارسول اللہ مجھے پاک فرمادو فرمایا افسوس تجھ پر لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر [۳] بولی کیا آپ چاہتے ہیں کہ مجھے ایسے
لوٹا دیں جیسے ماعز ابن مالک کو لوٹایا تھا یہ بندی تو زنا سے حاملہ ہے [۴] تب فرمایا کہ تو بولی ہاں تب اس سے فرمایا حتی
کہ تو اپنے پیٹ کے بچہ کو جن دے [۵] راوی نے کہا کہ اس کا ایک انصاری مرد کفیل وضامن ہوگیا [۶] حتی کہ اس نے جن دیا تب وہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا کہ غامدیہ نے بچہ جن دیا [۷] فرمایا تب تو ہم اس کو رجم نہ کریں گے اس کے چھوٹے
بچے کو یوں ہی نہ چھوڑیں گے [۸] کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو تو ایک انصاری مرد کھڑا ہوا عرض کیا کہ اس کا دودھ میرے ذمہ ہے

ہی ہوگئی اب اس عمل سے اسکی ترقی درجات ہوگی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دعائے خیر سے خصوصًا حضور کی دعا سے مستغنی نہیں اور دعائے مغفرت صرف گناہ کی معافی کیلئے نہیں بلکہ بلندی درجات کے لئے بھی ہوتی ہے رب تعالٰی نے فرمایا لیغفرلک اللہ (مرقات) [۱] اس سے معلوم ہوا کہ زانی کا رجم اسکی توبہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رجم کو توبہ قرار دیا اور چونکہ اس نے خود اقرار گناہ کرکے رجم قبول کیا، اسلئے اس کا یہ عمل شاندار توبہ بنا، یہاں توبہ کو مادی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کیلئے تقسیم کا ذکر فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ تقسیم توبہ سے مراد اسکے ثواب کی تقسیم ہو اس دوسری توجیہ کو مرقات نے ترجیح دی [۲] ازد بڑے قبیلہ کا نام ہے اور غامد اسکے بطن کا نام جیسے پٹھانوں میں یوسف زئی، کمال زئی وغیرہ خیال رہے کہ ازد ابن الغوث اس قبیلہ ازد کے مورث اعلٰی کا نام ہے ان ازد کی اولاد میں تمام انصار ہیں انکا لقب ازد شنوءہ ہے (اشعۃ اللمعات) [۳] اس سے معلوم ہوا کہ اگر زانی کا زنا ثابت نہ ہو اور وہ خفیہ ہی توبہ کرلے تو مغفرت کی امید ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ویغفر مادون ذلک لمن یشآء: کفر وشرک کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے: دیکھو یہاں بھی حضور نے اس کا گناہ نہ پوچھا، یہ ہے شان ستاری: [۴] اس بی بی نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کیا کیونکہ اس نے اپنے کو بارگاہ عالی کی حاضری کے لائق نہ سمجھا گویا اب میں اس بارگاہ سے غائب ہوچکی ہوں (اشعہ) مقصد یہ تھا کہ میں تو اپنے اقرار سے پھر سکتی نہیں کہ میرا حمل میرے جرم کی دلیل ہے ماعز پھر سکتے تھے کہ وہاں کوئی دلیل نہ تھی [۵] کیونکہ اس حالت میں تجھے رجم کرنے سے حمل کی جان بلاوجہ ضائع ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ حاملہ کو قتل یا رجم نہیں کیا جاسکتا نہ حق اللہ میں نہ حق العباد میں لہذا قاتلہ حاملہ سے بچہ جننے کے بعد قصاص لیا جائیگا کیونکہ ماں کے قصور سے بچہ ہلاک نہیں کیا جاسکتا [۶] یعنی اس بی بی کی حفاظت حمل جننے کے خرچہ وغیرہ کا میں کفیل ہوں، یہ ملزم کو حاضر کرنے کی کفالت وضمانت نہیں ہے کہ شرعی حد میں ضمانت جائز نہیں۔ آج بھی قتل کے ملزم کی ضمانت

يَا نَبِيَّ اللهِ قَالَ فَرُجِمَهَا وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهُ قَالَ اِذْهَبِي حَتّٰى تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ اِذْهَبِي فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِيَّ اللهِ قَدْ فَطَمْتُهُ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا اِلٰى صَدْرِهَا وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَاْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یانبی اللہ فرماتے ہیں تب اسے رجم کیا گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جا حتٰی کہ بچہ جن دے پھر جب جن چکی تو فرمایا جا اسے دودھ پلا حتی کہ اس کا دودھ چھڑائے پھر جب اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچہ کو لے کر آئی اسکے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا بولی یانبی اللہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب بچہ کھانا کھانے لگا ہے تب حضور نے بچہ ایک مسلمان کے سپرد کیا پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس کیلئے سینہ تک گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا انہوں نے اسے رجم کیا خالد ابن ولید پتھر لائے تھے وہ اسکے سر میں مارا تو خالد کے چہرے پر خون کی چھینٹیں پڑ گئیں اسے خالد نے برا کہا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حکومت نہیں لیتی بلکہ اسے دوران مقدمہ میں حوالات میں رکھتے ہیں۔ ۵ یعنی اس کفیل نے عورت کے بچہ جن دینے کی خبر دے کر دریافت کیا کہ اب اس کیلئے کیا حکم ہے رجم کی جائیگی یا اسے مہلت دی جائیگی۔ ۵ یعنی ابھی ہم اسے رجم نہ کرینگے کیونکہ اب بھی ماں کو رجم کردینے سے بچہ ضائع ہو جائیگا ۱ لہذا اسے فی الفور رجم فرما کر پاک فرما دیجئے، غالبًا یہ سب کچھ اس بی بی کے کہنے سے عرض کیا ہوگا تب حضور نے رجم کا حکم دیا۔ ۲ یہ ٹکڑا دینا علامت اس کی تھی کہ اب بچہ محض ماں کے بغیر بھی رہ سکتا ہے بہرے دودھ کا محتاج نہیں اس سے پتہ چلتا ہے اس بی بی کی استقامت اور خوف خدا کی پختگی کا، کہ اتنا دراز عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس کا جوش توبہ کم نہ ہوا برابر حاضر ہوتی ہے اور رجم کی درخواست کرتی رہی۔ ۳ یہ روایت گذشتہ روایۃ کے خلاف ہے پہلی روایت سے معلوم ہوا تھا کہ بچہ جنتے ہی رجم کردی گئی اور بچہ کی شیرخوارگی کسی نے اپنے ذمہ لے لی، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی، شاید یہ واقعہ دوسری عورت کا ہے اسی لئے پہلی عورت کو ازدیہ کہا گیا ہے اور یہ عورت جہنیہ تھی یا پہلی روایت سے یہ روایت زیادہ قوی ہے کہ اس پہلی روایت میں بشیر ابن مہاجر راوی ہے اور اس دوسری روایت میں مقاتل راوی ہے یا پہلی حدیث کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی وہاں علی رضاعتہ میں رضاعت سے مراد پرورش ہے واللہ اعلم (مرقات ونودی)۔ ۴ تاکہ ملزم عورت پتھروں کی تکلیف پاکر بھاگ سکے اور اس کی پردہ دری نہ ہو، یہ امر استحبابی تھا وجوبی نہیں عورت کو رجم کرتے وقت گڑھے میں داب دینا مستحب ہے واجب نہیں (ہدایہ۔ فتح القدیر۔ مرقات) ظاہر یہ ہے کہ گڑھا کھودنے کا حکم خود سرکار عالی نے دیا۔ ۵ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور خود بھی وہاں تشریف فرما ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے، فقہاء فرماتے ہیں اگر زنا کا ثبوت گواہوں سے ہو تو پہلے گواہ پتھر ماریں پھر حاکم پھر دوسرے لوگ اور اگر ثبوت خود ملزم کے اقرار سے ہو تو پہلے حاکم پتھر مارے پھر دوسرے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے۔ ۶ یقبل حال ہے مگر ماضی کے معنی میں کبھی یقینی ماضی کو حال کے صیغہ سے بیان کر دیتے ہیں یہ ظاہر کرنے کو کہ مجھے اس واقعہ کا ایسا یقین ہے جیسے ابھی میرے سامنے ہو رہا ہے اظہار تعجب کے لئے بھی ایسا کیا جاتا ہے، خواب بیان کرتے وقت

مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَلَهٗ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ

ٹھہر جا اے خالد اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے ۱ کہ اگر یہ توبہ ٹیکس لینے والا کرتا تو اسکو بھی بخش دیا جاتا ۲ پھر حکم دیا تو اس پر نماز پڑھی گئی اور وہ دفن کردی گئی ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے پھر اسکا زنا ظاہر ہوجائے تو اسے سزا کوڑے لگائے ۴ صرف برا بھلا نہ کہے اگر پھر زنا کرے تو اسے سزا کوڑے لگائے اور صرف سرزنش نہ کرے ۵ اگر تیسری بار زنا کرے ۶ اس کا زنا ظاہر

ہے کہ میں نے سال پہلے خواب دیکھا کہ میں فلاں جگہ جارہا ہوں وغیرہ۔ ؎ یعنی برے الفاظ سے یاد کرکے فرمایا کہ اس نے میرے کپڑے خراب کردیئے نہ یہ زنا کرتی نہ رجم کی جاتی نہ اس کے خون سے میرے کپڑے نجس ہوتے۔ ؎ اور اسے برا نہ کہو کیونکہ اس کی شاندار مغفرت ہوچکی ہے۔ ؎ معلوم ہوا کہ اپنے جرم کا اقرار کرنا اس کی سزا لے لینا بھی توبہ ہے اگرچہ منہ سے توبہ کے الفاظ نہ کہے، ندامت و شرمندگی آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا عہد بھی توبہ ہے۔ ؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا حکم کرنے کا محکمہ بدترین محکمہ ہے اور وہاں کے ملازمین بدترین قسم کے مجرم ہیں کیونکہ جتنا ظلم اس محکمہ میں ہوتا ہے اتنا دوسرے محکموں میں نہیں ہوتا کہ ناجائز طریقوں سے رعایا کا مال نہایت بے دردی سے وصول کیا جاتا ہے۔ ؎ ظاہر یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز نہ پڑھی بلکہ لوگوں کو اس کا حکم دے دیا تاکہ آئندہ کے لئے عبرت ہو جیسے مقروض پر بعض دفعہ حضور نے نماز نہ پڑھی، اس جملہ کے معنی یہ بھی کئے گئے کہ حضور نے اس کے غسل وکفن کا حکم دیا پھر نماز پڑھی یعنی امر کا مفعول غسل وکفن ہے اور فصل بصیغہ معروف ہے اسی وجہ سے ائمہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سلطانِ اسلام مرجوم پر نماز نہ پڑھے، بعض فرماتے ہیں کہ پڑھے۔ خیال رہے کہ ان لوگوں کا صرف زبانی توبہ نہ کرنا اور اصرار سے اپنے کو رجم کرالینا اسی لئے تھا کہ اس توبہ کا قبول ہونا مشکوک تھا اور اس توبہ کا قبول ہونا یقینی۔ ؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مولٰے اپنی لونڈی کو خود حد لگا سکتا ہے سلطانِ اسلام کا فیصلہ شرط نہیں، مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حد کے لئے فیصلہ حاکم شرط ہے اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ حاکم کا فیصلہ کراکر کوڑے لگائے، یہاں نسبت سببیت کی ہے یعنے حد لگانے کا سبب بن جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ اس کے لئے زنا کی سزا پچاس کوڑے ہیں یعنی آزاد عورت کی سزا آدھی ات رجم نہیں کیا جائیگا رب تعالٰی لونڈیوں کے متعلق فرماتا ہے فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ اس آیت میں عذاب سے مراد کوڑے ہیں نہ کہ رجم کیونکہ رجم آدھا نہیں ہوسکتا۔ ؎ اس جملہ کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ زانیہ لونڈی کو کوڑے ضرور لگائے صرف برا بھلا کہہ کر ٹال نہ دے، دوسرے یہ کہ کوڑے مارنے کے بعد برا بھلا نہ کہے کہ یہ کوڑے اس کی پوری سزا ہوگئی۔ ؎ خیال رہے کہ لونڈی غلاموں کے متعلق اتفاق ہے کہ انہیں دیس نکالا نہ دیا جائے کہ اس میں سخت خطرات ہیں۔ ؎ یعنے گذشتہ سزا میں اس کے

زَنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا عَلٰى اَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ يُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَجْلِدَهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ اَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ دَعْهَا حَتّٰى يَنْقَطِعَ دَمُهَا ثُمَّ اَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ وَاَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ**: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

ہو جائے تو اسے بیچ دے اگرچہ بال کی رسی کے عوض[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا اے لوگو اپنے غلاموں پر حد قائم کرو[۲] ان میں سے جو شادی شدہ ہوں اور جو شادی شدہ نہ ہوں[۳] کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کرلیا تھا[۴] تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ اس کے کوڑے ماروں[۵] تو ناگاہ وہ زچگی کے قریب ہی ہے تو میں نے خوف کیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو اسے قتل ہی کردونگا[۶] تو میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا حضور نے فرمایا تم نے اچھا کیا[۷] (مسلم) اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اسے مہلت دو حتی کہ اس کا خون بند ہو جائے پھر اس پر حد قائم کرو[۸] اور حدود ان پر قائم کرو جن کے تم مالک ہو[۹] دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔

لئے فائدہ مند نہ ہوں اور وہ زنا سے باز نہ آئے معلوم ہوا کہ جرم کی تکرار سے کوڑوں کی بھی تکرار ہوگی۔ [۱] یعنی اس مرد کے ہاتھ فروخت کردے جس سے وہ بار بار زنا کراتی ہے کیونکہ وہ اس پر فریفتہ ہے اس بیع کر دینے سے اس کیلئے حلال ہو جائیگی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کردے جو اسے زنا سے روک سکے تو اس حکم کے ہیں کا سبب نہ ہو لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جو اپنے لئے ناپسند ہو دوسرے کو کیوں دو، نہ یہ اعتراض ہے کہ عیب والی چیز فروخت کرنا ممنوع ہے کیونکہ عیب چھپا کر بیچنا ممنوع ہے کہ جسکا خیال ہے کہ اس بار زنا کی سزا مولی نہ دلوائے بلکہ جو خریدیگا وہ دلوائیگا اس لیے بعد کہ اسکو کوڑے لگوا دینا، اسی لئے یہاں سزا کا ذکر نہ فرمایا، اس افصح الفصحاء کی فصاحت پر قربان، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیمتی چیز بہت سستی بیچ دینا درست ہے، یہ مال کی بربادی نہیں۔ فقہاء نے بہت سستی چیز خریدنے سے وہاں منع کیا ہے جہاں بائع اپنی سخت مفلسی کی وجہ سے سستے داموں مال بیچنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ مجبور کی بیع ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔ [۲] ارقاء سے مراد مسلمان ہیں اور غلام سے مراد ہر غلام ہے مسلمان ہو یا کافر۔ [۳] یہاں احصان سے مراد شادی شدہ ہونا ہے اصطلاحی احصان مراد نہیں کہ اس میں اسلام اور حریت یعنی آزاد ہونا دونوں شرط ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب۔ یہاں بھی احصان بمعنی نکاح ہے۔ [۴] اس لونڈی کا نام نہ معلوم ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ لونڈی مومنہ تھی یا کافرہ۔ [۵] پچاس کوڑے خواہ وہ شادی شدہ تھی یا کنواری کہ ہر زانیہ لونڈی کی یہ ہی سزا ہے۔ [۶] یعنی وہ ابھی بچہ جن چکی ہے کمزور ہے پچاس کوڑوں کی تاب نہ لاسکے گی مر جائے گی۔ [۷] اس سے معلوم ہوا کہ جن زانی کی سزا کوڑے ہیں انہیں کوڑوں سے مرنے نہ دیا جائے لہذا بیمار کو یوں ہی سخت سردی سخت گرمی میں کوڑے نہ لگائے جائیں جبکہ مر جانے کا خطرہ ہو، اور اگر یہ زانی مدقوق یا سل کی بیماری میں مبتلا ہو جس سے شفاء کی امید ہو تو سو شاخول

جَآءَ مَاعِزٌ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّہِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّہِ الْاٰخَرِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَدْ زَنَا فَاَمَرَ بِہٖ فِی الرَّابِعَۃِ فَاُخْرِجَ اِلَی الْحَرَّۃِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَۃِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَۃِ فَرَّ یَشْتَدُّ حَتّٰی مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَہٗ لَحْیُ جَمَلٍ فَضَرَبَہٗ بِہٖ وَضَرَبَہُ النَّاسُ حَتّٰی مَاتَ فَذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ فَرَّ حِیْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَۃِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلَّا تَرَکْتُمُوْہُ رَوَاہُ

کہ ماعز اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا انہوں نے زنا کیا ہے[۱] حضور نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ دوسری جانب آگئے[۲] بولے انہوں نے زنا کیا ہے حضور نے پھر ان سے منہ پھیر لیا پھر دوسری طرف سے آگئے بولے یارسول اللہ انہوں نے زنا کیا ہے تب چوتھی دفعہ میں حکم دیا تو انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا رجم کیا گیا پتھروں سے پھر جب انہیں پتھروں کی تکلیف پہنچی دوڑتے ہوئے بھاگ گئے[۳] حتی کہ ایک شخص پر گذرے جس کے پاس اونٹ کی ہڈی تھی[۴] اس نے یہ ہڈی ان کے ماری اور لوگوں نے بھی انہیں مارا حتی کہ مر گئے[۵] لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ماعز نے جب پتھر اور موت کی تکلیف پائی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا[۶]

والی لکڑی اس کے جسم پر اس طرح ماردی جائے کہ جان نہ نکلے، اس پر بھارا اور شوافع کا اتفاق ہے، حاملہ کو بھی کوڑے نہ لگائے جائیں کہ مر جانے کا اندیشہ ہے اور جس کی سزا رجم ہو اسے بہرحال رجم کر دیا جائے کہ وہاں تو موت ہی دینی ہے۔ ۳؎ جبکہ وہ طاقتور ہو کر کوڑے جھیل سکے۔ ۴؎ بذریعہ حاکم اسلام حد قائم کراؤ کیونکہ حد قائم کرنا حاکم اسلام کا کام ہے صرف مولٰی قائم نہیں کرسکتا۔ ۱؎ یہ روایت بالمعنی ہے انہوں نے کہا تھا انی زنیت میں نے زنا کرلیا ہے، راوی نے اس طرح غائب کے صیغہ سے روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ خود ماعز نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے بیان کیا ہو یعنی اس فقیر گنہگار حقیر نے زنا کرلیا ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ اولًا یہاں سے چلے گئے پھر غیرت ایمانی کے جوش میں حاضر ہوئے مگر دوسری جانب ذکر یہاں بیٹھتے ہوئے، لہذا یہ حدیث گذشتہ کے خلاف نہیں جہاں ان کا مجلس شریف سے چلا جانا مذکور ہے ہر دفعہ وہ آتے جاتے رہے۔ ۳؎ یہ بھاگنا غیر اختیاری تھا جیسے ذبح کے وقت جانور کا تڑپنا لہذا اس سے ماعز کا ثواب کم نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ہر مرد کے رجم کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے بلکہ ویسے ہی کھلے میدان میں رجم کیا جائیگا۔ ۴؎ لحی لام کے فتحہ کے جزم سے جبڑے کی ہڈی جس پر دانت اُگے ہوتے ہیں، مرد کی اس ہڈی پر نیچے داڑھی ہوتی اندر دانت۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ہی ضروری نہیں بلکہ اینٹ، روڑے ہڈی سے بھی مارا جاسکتا ہے۔ ہاں لاٹھی یا تلوار سے نہیں مارا جائے گا کہ پھر وہ قتل ہے رجم نہیں، اگر لاٹھی ڈنڈا پھینک کر مارا تو درست ہے، کہ یہ قتل نہیں رجم ہی ہے۔

۶؎ کیونکہ اس بھاگنے میں اقرار زنا سے رجوع کا احتمال تھا کہ شاید ماعز اپنے اقرار سے پھرنے کے لیے بھاگ رہے تھے اور زنا کا اقراری اگر حد سے پہلے رجوع کرے تو حد ختم ہوجاتی ہے اور اگر حد کے دوران رجوع کرے تو باقی حد معاف ہوجاتی ہے اور اس کا رجوع درست ہوتا ہے اگر بعد رجوع بھی اسے ماردیا گیا تو مارنے والوں پر قتل خطا کی دیت واجب ہوتی ہے جو ان کے وارث مرحوم کے وارثوں کو ادا کرینگے اسلئے حضور انور نے فرمایا

التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةٍ هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ فَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي قَالَ بَلَغَنِي أَنَّكَ قَدْ وَقَعْتَ عَلَى جَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَاعِزًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ وَقَالَ لِهَزَّالٍ لَوْ سَتَرْتَهُ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ قَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ إِنَّ هَزَّالًا أَمَرَ مَاعِزًا أَنْ يَأْتِيَ

(ترمذی، ابن ماجہ، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرما لیتا[1] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز ابن مالک سے فرمایا کہ تمہارے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے کیا وہ سچ ہے[2] عرض کیا میرے متعلق کیا خبر حضور کو پہنچی فرمایا یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں قبیلہ کی لونڈی سے زنا کیا ہے[3] بولے ہاں پھر ماعز نے چار گواہیاں دیں[4] تب حکم دیا گیا وہ رجم کیے گئے (مسلم)؛ روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم سے وہ اپنے باپ سے راوی[5] کہ ماعز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے پاس چار بار اقرار کیا تب آپ نے ان کے رجم کا حکم دیا اور ہزال سے فرمایا[6] کہ اگر تم انہیں اپنے کپڑے سے ڈھک لیتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا ابن منکدر کہتے ہیں کہ ہزال نے ماعز کو مشورہ دیا تھا کہ

کہ تم کو چھوڑ دینا چاہیے تھا[1] خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مارنے والوں پر نہ دیت واجب کی نہ ناراضی فرمائی کیونکہ ماعز نے صراحۃً رجوع نہ کیا تھا احتمال تھا کہ شاید رجوع کرتے ہوئے بھاگے یا تکلیف سے بے اختیار بھاگے، اگر صراحۃً رجوع کر لیا ہوتا پھر وہ ہی حکم ہوتا جو عرض کیا گیا اس جملہ مبارکہ اور فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زانی اگر رجم نہ ہو صرف یہی توبہ کرے جب بھی معافی کی امید ہے مگر رجم سے معافی یقینی ہے اس لئے وہ حضرات اصرار سے رجم ہوتے تھے رضی اللہ عنہم: مرقات نے یہاں فرمایا کہ اگر اقراری زانی یا اقراری شرابی یا اقراری چور جس کی چوری شراب خوری صرف اس کے اقرار سے ثابت ہو اور کوئی ثبوت نہ ہو اگر حد جاری کرنے سے پہلے یا دوران حد میں اقرار سے پھر جائیں تو حد ختم ہو جائے گی[2] خیال رہے کہ یہ حدیث گزشتہ اور آئندہ احادیث کے مخالف نہیں بلکہ ان میں اجمال ہے اور اس حدیث میں تفصیل، واقعہ یہ ہوا کہ اولًا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز سے یہ پوچھا تاکہ ماعز انکار کرکے حد سے بچ جائیں، انہوں نے بجائے انکار کے اقرار کر لیا تب حضور انور نے ان سے منہ پھیر لیا، اُن احادیث میں پورا واقعہ بیان نہیں ہوا یہاں پورا بیان ہوا لہذا تعارض نہیں اور حضور انور کا یہ سوال بھی دفع حد کے لیے تھا اور منہ پھیرتے رہنا بھی اسی لئے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں؛[3] مرقات نے فرمایا یہاں جاریہ بمعنے بیٹی و لڑکی ہے آل زائدہ ہے، اشعہ نے فرمایا کہ جاریہ بمعنی لونڈی ہے، بہرحال محصن مرد خواہ محصنہ عورت سے زنا کرے یا کنواری سے یا لونڈی سے بہرحال اسے رجم کیا جائے کہ وہ خود تو محصن ہے، اشعہ کی روایت درست ہے؛[4] یہاں گواہیوں سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ چار اقرار چار گواہیوں کے قائمقام ہوتے ہیں اس لئے اسے گواہیاں فرمایا گیا جیسے آیت لعان میں الزام زنا اور برأت زنا کو شہادت فرمایا گیا ہے؛[5] آپ یزید ابن نعیم ابن ہزال اسلمی ہیں تابعی ہیں اور آپ کے والد نعیم صحابی ہیں؛[6] ھُزال ھ کے ضمہ اور ز کے شد سے ہے، ان کی لونڈی فاطمہ سے ماعز نے زنا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرُهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافَوا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْاٰتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں حضور کو یہ خبر دیں ۱؎ (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جرموں کی آپس میں معافی کرلو ۲؎ ورنہ جو جرم ہم تک پہنچ جائیگا وہ لازم ہوجائے گا ۳؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مروّت والوں کی غلطیوں سے درگذر کرو ۴؎ سوا حد والے جرموں کے ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک کرسکو

کرلیا تھا، ہزال سے اس کا ذکر خود کیا تو ہزال نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر اقرار کرو تب ماعز بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے اس لئے ہزال سے یہ فرمایا ۞ ۱؎ خیال رہے کہ جناب ہزال نے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض نہ کیا بلکہ ماعز کو بھیجا کیونکہ اس واقعہ پر زنا کی شہادت کا نصاب یعنی چار عینی گواہ موجود نہ تھے، اگر ہزال کہتے تو گواہ طلب ہوتے، گواہ پیش نہ ہونے پر اگرچہ انہیں تہمت نہ لگتی کہ مزینہ لونڈی تھی مگر عتاب میں ضرور آجاتے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا وجہ جرم ہے جس کا اظہار نہ ہونے دینا خفیہ توبہ کرادینا افضل ہے، فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان نے اپنے بھائی کا عیب لوجہ اللہ چھپایا تو اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں اس کے عیب چھپائیگا، مگر جب ملزم زنا کا عادی ہوجائے تو اس کا اظہار کردینا، سزا دلوا دینا بہتر ہے، کہ زمین کو فساد و گناہ سے پاک صاف کرنا بہتر ہے خواہ توبہ کے ذریعہ یا سزا کے ذریعہ سے اسکی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں مطالعہ فرمایئے کہ کہاں حاکم کو گناہ کی خبر دیکر ملزم کو سزا دلوانا بہتر ہے اور کہاں چھپا لینا افضل ۞ ۲؎ تعافوا میں خطاب عام پبلک کو ہے نہ کہ حکام یا بادشاہوں کو، اور حدود سے مراد وہ جرم ہیں جو سبب حد ہیں یعنی حقوق العباد کے جرم حکام تک پہنچاؤ، آپس میں ایک دوسرے سے معافی چاہ لو جیسے چور چوری کرکے مالک کو مال واپس کرکے اس سے معافی چاہ لے حکومت تک نوبت نہ جانے دے ۞ ۳؎ یعنی حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جانے پر معافی نہ ہوسکے گی، اس سے معلوم ہوا کہ شرعی سزا صرف حاکم دے سکتا ہے دوسرا نہیں دے سکتا، نیز حاکم کے پاس جرم پہنچنے سے پہلے لازم سزا نہیں مگر پہنچ جانے کے بعد لازم ہوجاتا ہے معاف نہیں ہوسکتا نہ حاکم کے معاف کرنے سے نہ صاحب حق کے معاف کرنے سے، خیال رہے کہ یہ امر استحبابی ہے اور چھپانا یا معاف کردینا وہاں ہی بہتر ہے جہاں اس سے فساد نہ ہو ورنہ سزا دلوا دینا نہایت ضروری ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں کہ ایک حد قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید ہے۔

۴؎ یہاں خطاب حکام و بادشاہ و رعایا سب سے ہے اور غلطیوں سے مراد وہ جرم ہیں جو حد کا باعث نہ ہوں صرف تعزیر کے لائق ہوں، اور مروت والوں سے مراد متقی و پرہیزگار لوگ ہیں جن کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو یعنے اگر کوئی متقی و پرہیزگار آدمی غلطی سے کوئی ایسا جرم کر بیٹھے جو حد کے لائق

عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ قَدْ رُوِيَ عَنْهَا وَلَمْ يُرْفَعْ وَهُوَ أَصَحُّ۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اسْتُكْرِهَتِ امْرَأَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَأَ عَنْهَا الْحَدَّ وَأَقَامَهٗ عَلَى الَّذِيْ أَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهٗ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا

مسلمانوں سے حدود دفع کرو[۱] تو اگر اس کے لئے کوئی راہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دے[۲] کیونکہ حاکم کا معافی میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے[۳] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ روایت ام المومنین سے مرفوع نہیں وہی زیادہ صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت مجبور کردی گئی[۴] تو حضور نے عورت سے حد دفع فرمادی[۵] اور زنا کرنے والے پر قائم فرمادی اور یہ ذکر نہ کیا کہ اس عورت کے لئے مہر مقرر فرمایا[۶]

نہ ہو تعزیر لگ سکتی ہو تو پہلی بار میں معافی دے دو اس کا رسوا ہونا ہی اسکے لئے کافی سزا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ مروت والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے آج پہلی بار غلطی ہوئی ہے وہ جرم کے عادی نہیں۔ [۵] یعنی حدود الٰہیہ قائم کرنے میں کسی کا لحاظ نہ کرو۔ فرمایا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرلیتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا، یہ فرماکر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوادیا: خیال رہے کہ حدود سے مراد مطلق حدود ہیں خواہ حقوق الٰہیہ کی ہوں یا حقوق عباد کی، لہٰذا ہر زانی کو حد اور چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائیگی خواہ غریب ہو یا چودھری نمبردار۔ [۱] اسی لئے شبہات سے حدود دفع ہوجاتی ہیں لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ مجرم کو شک شبہ کا فائدہ دے مگر خیال رہے کہ خود رشوت کا فائدہ نہ اٹھائے اس صورت میں یہ حکام سے خطاب ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ حتی الامکان حکام تک مجرم کو نہ لے جاؤ نہ اسے سزا دلواؤ، اب یہ خطاب عوام سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے آئندہ مضمون اسی کی تائید کررہا ہے [۲] یعنی اے حکام اگر وجہ جواز سے مجرم حد سے بچ سکتا ہے تو اس پر حد جاری نہ کیجئے یا اے مسلمانو اگر کسی صورت سے مجرم بغیر سزا دلوائے درست ہوسکتا ہے تو اسے عدالت میں نہ لے جاؤ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلی عبارت سے واضح ہے [۳] اس جملہ کے دو معنے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر امام وحاکم تمہارے معاف کردینے کے بعد طریقہ خطا اختیار کرے کہ خطاءً اسے تعزیر بھی نہ دے یہ بہتر ہے اس سے کہ حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جائے اور پھر وہ حد جاری کرنے میں غلطی کرے کہ غلطی سے حد چھوڑ دے، اس صورت میں یہ خطاب عوام سے ہے، دوسرے یہ کہ حاکم مقدمہ سننے کے بعد خطاءً ملزم کو سزا نہ دے اسے شک کی بنا پر چھوڑ دے حالانکہ وہ سزا کے لائق تھا یہ اس سے بہتر ہے کہ بے قصور کو سزا دیدے کیونکہ سزا نہ دینے کی صورت میں اللہ کی معافی کی امید ہے کہ مجرم توبہ کرکے نیک بن جائے مگر بے قصور کو سزا دینے میں ظلم بھی ہے اور آئندہ استغفار کی امید بھی نہیں مثلاً محصن زانی کو حاکم کہے کہ شاید تو نے بوسے لیا ہوگا یا چھولیا ہوگا وغیرہ اور ملزم کہے جی ہاں میں نے یہ ہی کیا تھا اور رجم سے بچ جائے تو اگرچہ رجم کے لائق تھا مگر حاکم گنہگار نہیں اور مجرم کے توبہ کی امید ہے لیکن اگر اسے بغیر تحقیق رجم کردیا گیا اور واقعہ میں وہ رجم کے لائق نہ تھا تو اب تلافی کیسے ہوسکے گی اب بھی حکومتیں قتل کی سزائیں بڑی تحقیق کرتی ہیں کبھی شک کا فائدہ دے کر بری کر دیتی ہیں، یہ ہی توجیہ قوی ہے (مرقات واشعہ) حتی کہ اگر زانی مجرم کو زنا حرام ہونے کا پتہ نہ ہو تو حد نہ لگے گی۔ [۴] اس طرح کہ کسی نے جبراً زنا کرلیا۔ [۵] معلوم ہوا کہ جبراً زنا پر حد نہیں مگر یہ حکم عورت کے متعلق ہوسکتا ہے زانی مرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے مجبوراً زنا کیا تھا فلاں شخص نے مجھے زنا

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهٗ مِنْهَا فَصَاحَتْ وَانْطَلَقَ وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ فَاَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَّوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يُقْبَلُ مِنْهُمْ

(ترمذی): روایت ہے ان ہی سے کہ ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے ارادہ سے نکلی[۱] کہ ایک مرد اسے ملا تو اس پر چھا گیا[۲] اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی[۳] وہ چیخی مرد چلا گیا مہاجرین کی ایک جماعت گذری وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا[۴] لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ نے بخش دیا[۵] اس شخص سے فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا اسے رجم کردو[۶] اور فرمایا یقینًا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان سب کی قبول ہو جاتی[۷]

کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ۵ کیونکہ یہ صحبت محض زنا تھی، اور زنا حرام ہے، تو حرام شئے کا مہر یا اجرت نہیں جن احادیث میں وارد ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مہر دلوایا وہاں وطی بالشبہ کی صورت تھی کہ مرد کسی اجنبی کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کرے یا نکاح فاسد سے صحبت کرے وہاں مہر دینا لازم ہوتا ہے۔

۱ یعنے اپنے گھر سے مسجد نبوی شریف کی طرف جا رہی تھی نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے، زمانۂ رسالت میں عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کا حکم تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت فرمائی حالاتِ زمانہ کو ملاحظہ فرما کر اب چونکہ عورتیں بازاروں سینماؤں اسکولوں کالجوں اور بے دینوں کے جلسوں سے نہیں رکتیں لہذا انہیں مسجدوں کی جماعت سے بھی نہ روکو کہ یہاں آکر کچھ شرعی احکام تو سُن جائیں گی۔ ۲ تجلل بنا ہے جلؔ سے بمعنے جھول یعنے وہ مرد جھول کی طرح اس کو لپٹ گیا جیسے گھوڑے پر جھول پڑ جاتی۔ یہ کہ عورت اس سے چھوٹ نہ سکی ۳ یعنی اس سے زنا کر لیا: خیال رہے کہ تمام صحابہ معصوم یا محفوظ نہیں بلکہ عادل یا مستور ہیں، عادل وہ جو گناہ اگرچہ کرے مگر اس پر قائم نہ رہے، فاسق وہ جو علانیہ گناہ کبیرہ کرے یا گناہ صغیرہ کا عادی ہو جائے، مستور وہ جس کا گناہ ظاہر نہ ہو، مستور فاسق نہیں ہوتا لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ تم تمام صحابہ کو عادل کہتے ہو، حالانکہ ان میں سے بعض سے ایسے گناہ سرزد ہوئے، صحابہ کی عدالت پر قرآنی آیات شاہد ہیں، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

۴ یعنی جبرًا زنا کیا، کذا وکذا کنایہ یا تو اس بی بی کا قول ہے یا بی بی نے تو صراحۃً زنا کہا تھا راوی نے اسے اس طرح روایت کیا پہلے کذا سے چھا جانا مراد ہے، دوسرے کذا سے زنا مراد۔ ۵ یہاں بخشنے سے مراد پکڑ نہ فرمانا ہے یعنی اس زنا پر قیامت میں تیری پکڑ نہ ہوگی کیونکہ تو مجبور و معذور تھی راضی نہ تھی اور دنیا میں تجھ پر حد قائم نہ ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بخشش تو گناہ کی ہوتی ہے جب وہ عورت گنہگار ہی نہ ہوئی تو اس کی بخشش کے کیا معنے۔

۶ یہ شخص محصن تھا اور اس نے چار بار زنا کا اقرار کر لیا تھا تب اس کے رجم کا حکم دیا ورنہ اس زنا پر چار عینی گواہ نہ تھے صرف عورت کے کہنے سے مرد کو زنا کی سزا نہیں دی جا سکتی، یہ اقرار زنا کرکے اپنے کو رجم کرا لینا اعلےٰ درجہ کی توبہ ہے۔ ۷ اس فرمان عالی سے اس کی توبہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے ورنہ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ: وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنَا بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ اَنَّهٗ مُحْصَنٌ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ: وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيْمٍ فَوُجِدَ عَلٰى اَمَةٍ مِّنْ اِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ

(ترمذی، ابوداؤد): روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم دیا اسے کوڑے مارے گئے۱؎ پھر خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے تو حکم دیا رجم کیا گیا۲؎ (ابوداؤد): روایت ہے حضرت سعید ابن سعد ابن عبادہ سے کہ سعد ابن عبادہ۳؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لائے جو قبیلہ میں تھا ناقص الخلقہ بیمار۴؎ وہ ان کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر بدکاری کرتے پایا گیا۵؎ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بڑی شاخ لو جس میں سو چھوٹی شاخیں ہوں۶؎ ایک بار مار دو۷؎ (شرح سنہ) اور

توبہ کی تقسیم نہیں ہوتی یعنی اگر یہ توبہ قابل تقسیم ہوتی اور اس کے حصے اہل مدینہ کی تعداد کے برابر کئے جاتے اور ہر ایک کو اس توبہ کا ایک حصہ نصیب ہو جاتا تو سب کی بخشش ہو جاتی اللہ اکبر۔ ۱؎ یا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے غیر محصن ہونے کی غلط خبر ملی یا اس زمانہ میں مقدمہ کی زیادہ تحقیقات نہ کی جاتی تھی اس لئے گمان پر کوڑے مارے گئے (مرقات) خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے علوم غیبیہ بخشے، مگر ان علوم کا ہر وقت حضور نہیں ہوتا کبھی وہ حضرات عالم کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر، شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ؎

گہے بر طارم اعلٰی نشینیم ؎ گہے بر پشت پا خود نہ بینیم

نیز حاکم اپنے علم خصوصی پر کسی کو سزا نہیں دے سکتا، ثبوت شرعی پر سزا دی جاتی ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے بجائے رجم کے کوڑے مار دیئے گئے تو یہ کوڑے رجم کے قائمقام نہ ہونگے رجم علیحدہ کیا جائیگا لیکن اگر بجائے کوڑوں کے رجم کر دیا گیا، تو یہ رجم کوڑوں کا نائب ہو جائیگا اور محصن ہونے کی خبر دینے والوں پر اسکی جان کا تاوان ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۳؎ حق یہ ہے کہ سعید ابن سعد تابعین میں سے ہیں اگرچہ بعض محدثین نے انہیں صحابی مانا اور سعد ابن عبادہ مشہور صحابی انصاری خزرجی ہیں بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے نقیب مقرر ہوئے آپ کو غسل خانہ میں جنات نے قتل کیا بہت دیر کے بعد آپ کی موت کا پتہ لگا (مرقات) آپ کی وفات مقام حوران ملک شام میں ۱۵ھ؁ میں عہد فاروقی میں ہوئی (اکمال)۔ ۴؎ اور بیماری ناقابل علاج جس کے بعد صحت کی امید نہیں، اگر صحت کی امید ہوتی تو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے جاتے، جیسے حاملہ زانیہ کو حمل جننے کے بعد حد لگائی جاتی ہے (لمعات)۔ ۵؎ یا تو چار شخصوں نے اسے زنا کرتے دیکھا جن کی عینی گواہی سے حد قائم ہوئی، یا دیکھا تو تھا ایک دو نے مگر اس نے خود اقرار کر لیا پہلی بات زیادہ قوی ہے۔ ۶؎ عثکال اور شمراخ دونوں کے معنے ہیں شاخ مگر عثکال بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی شاخیں اور ہوں ان چھوٹی شاخوں کو شمراخ کہا جاتا ہے جیسے اردو میں ڈال اور ٹہنی عثکال کے معنی گڑھا کرنا غلط ہے کہ وہ بڑے درخت کا ہوتا ہے اور اٹھ نہیں سکتا۔ ۷؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوڑے کی سزا میں شرط

اِبْنِ مَاجَةَ نَحْوَهُ: وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَانُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

ابن ماجہ کی روایت میں اسی طرح ہے: روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جسے قوم لوط کا کام کرتے پاؤ[۱] تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کردو[۲] (ترمذی، ابن ماجہ): روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چوپائے سے صحبت کرے تو اسے قتل کردو[۳] اور جانور کو بھی اس کے ساتھ قتل کردو[۴] ابن عباس سے کہا گیا کہ جانور کا کیا قصور ہے[۵] فرمایا میں نے اس بارے میں رسول اللہ

یہ ہے کہ ملزم مرنے نہ پائے، یہ ایک قسم کا حیلہ ہے کہ حکم قرآنی جاری بھی ہوجائے اور ملزم ہلاک بھی نہ ہو، اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ: اے ایوب اپنی زوجہ کو جھاڑو سے مار دو اپنی قسم نہ توڑو: امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ بیمار زانی کی حد فورًا لگائی جائے دیر نہ کی جائے: امام ابوحنیفہ و مالک و جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر بیمار کے اچھے ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق سل وغیرہ تو دیر نہ لگائی جائے لیکن اگر اچھے ہوجانے کی امید ہو تو ضرور دیر لگائی جائے، اچھے ہوجانے پر باقاعدہ کوڑے لگائے جائیں جیسے حاملہ بالزنا کا حکم ہے (اشعہ، مرقات) [۱] اس جملہ میں مَنْ سے مراد ہر مجرم ہے شادی شدہ ہو یا کنوارا اور پانے سے مراد صرف دیکھنا نہیں بلکہ جاننا ہے یعنی جس شخص کا اغلام ثابت ہوجائے، اغلام ثابت ہونے کیلئے دو گواہ یا ایکبار اقرار کافی ہوگا دوسرے جرموں کی طرح، کیونکہ یہ زنا نہیں، نہ اس کی سزا زنا کی سی ہے: خیال رہے کہ یہاں لڑکے سے بدکاری مراد ہے، اجنبی عورت سے دبر میں بدفعلی کرنے کا حکم یہ نہیں کیونکہ یہ عمل قوم لوط نہیں، اپنی بیوی سے دبر میں وطی حرام ہے مگر اس پر بھی یہ سزا نہیں (از مرقات مع الزیادۃ) [۲] خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک لواطت میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی بطور تعزیر قتل کے لئے ہے صاحبین اور امام شافعی کے ہاں لواطت کا حکم زنا کا سا ہے کہ فاعل اگر محصن ہے تو رجم کیا جائیگا اور اگر غیر محصن ہے تو سو کوڑے کھائیگا، امام مالک احمد کے نزدیک بہر حال رجم کیا جائے گا محصن ہو یا غیر محصن، مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ یہاں سزا قتل تجویز فرمائی گئی، زنا کی سزا قتل نہیں، نیز یہاں قتل کو عام فرمایا گیا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار گرا کر، اسی لئے حضرات صحابہ کرام کا عمل وطی کے قتل میں مختلف رہا، اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعًا سزا مقرر نہیں اور حد میں شرعی تقرر ضروری ہے، بہرحال قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے خود یہ حدیث تائید کررہی ہے نیز یہ فاقتلوا جانور سے بدفعلی کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے مگر تمام کا اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے تو یہاں بھی تعزیر ہی چاہیئے کہ فرمان کے الفاظ عالیہ یکساں ہیں۔ [۳] مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوں ہے وعنہ عن ابن عباس یعنی روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی، مگر ان دونوں میں کوئی فرق نہیں (مرقات)۔
[۴] تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فرمان عالی بطور تعزیر ہے قتل اس کی حد شرعی نہیں، پھر اس میں گفتگو ہے کہ قتل سے یہاں کیا مراد ہے بعض نے فرمایا سخت مارپیٹ، بعض نے فرمایا جان نکال دینا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پہ دیوار ڈھا کر (لمعات، مرقات و اشعہ)۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ أُرَاهُ كَرِهَ أَنْ يُؤْكَلَ لَحْمُهَا أَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَرَّ أَنَّهُ زَنَا بِامْرَأَةٍ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَجَلَدَهُ مِائَةً وَكَانَ بِكْرًا ثُمَّ سَأَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْأَةِ فَقَالَتْ كَذَبَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجُلِدَ حَدَّ الْفِرْيَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ

صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ سنا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ حضور نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے نفع اٹھایا جائے حالانکہ اس کے ساتھ یہ حرکت کی جاچکی ہے [۵] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں[۶] ان میں سے بڑی خوفناک چیز قوم لوط کا کام ہے[۷] ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ قبیلہ بکر بن لیث کا ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[۸] تو اس نے ایک عورت سے زنا کا اقرار چار بار کرلیا[۹] چنانچہ اس کو سو کوڑے لگائے گئے تھا وہ کنوارا پھر اس سے عورت پر گواہ مانگے[۱۰] عورت بولی یارسول اللہ اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا[۱۱] تو اسے بہتان کی حد لگائی[۱۲] ابوداؤد) روایت ہے

[۵] حق یہ ہے کہ یہ حکم ہر جانور کے لئے خواہ حلال ہو جیسے بکری گائے وغیرہ یا حرام ہو جیسے کتیا گدھی وغیرہ بہر حال اسے بھی قتل کردیا جائے قتل فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے کہ جانور کا ذبح صرف کھانے کیلئے ہوتا ہے اسے کھانا نہیں صرف مار کر جلادینا یا دفن کردینا ہے یہ جانور کا قتل یا اس لئے ہے تاکہ اس سے مخلوط بچہ نہ پیدا ہوجائے جو آدمی اور جانور کی مخلوط شکل رکھتا ہو تاکہ اس کی بقا سے اس فعل کا چرچہ نہ ہو اور اس کی بدنامی نہ ہو۔[۶] یعنی اس شخص کا قتل تو عقل میں آتا ہے کہ وہ بڑا سخت مجرم ہے مگر جانور کا قتل عقل میں نہیں آتا کہ وہ بے قصور ہے بے قصور کو سزا کیسی؟۔[۷] یعنی جانور کا قتل سزاءً نہیں بلکہ اس چرچہ کو بند کرنے کے لئے ہے اور جب غذا یا علاج کے لئے جانور کو ذبح کرنا درست، اسی طرح اس فائدے کیلئے بھی اس کا قتل جائز ہے، یہاں اشعہ نے فرمایا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے وجوبی حکم نہیں ہے۔[۲] یعنی میری امت بڑے بڑے گناہ کرے گی وہ سب ہی خطرناک ہیں کہ عذاب الٰہی کا باعث ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک یہ گناہ ہے جو ابھی ذکر ہورہا ہے۔[۳] کہ یہ جرم بدترین بدکاری ہے اور میری امت میں عام پھیل جائیگا اس مخبر صادق دانائے غیوب صلے اللہ علیہ وسلم کی بصارت و بصیرت کے قربان کہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا ہو کر رہا آجکل یہ جرم جس بری طرح پھیلا ہوا ہے مخفی نہیں، اللہ تعالٰی محفوظ رکھے۔[۴] اس شخص کا نام معلوم نہ ہوسکا۔[۵] یعنی اسطرح اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے گذشتہ اقراروں میں کسی عورت کا نام نہ لیا گیا تھا غرضکہ اس اقرار میں اپنے جرم کا اعتراف ہے اور اس عورت پر زنا کا الزام۔[۶] یعنی اسے اپنے اقرار کی وجہ سے کوڑوں کی سزا دی گئی مگر اس اقرار سے عورت پر الزام ثابت نہیں ہوتا اپنا اقرار خود اپنے لئے معتبر ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کیلئے اسلئے اب اس سے اس گواہی کا مطالبہ ہوا۔[۷] جب وہ مرد گواہ پیش نہ کرسکا تو عورت سے سوال ہوا اس نے اپنے متعلق اقرار نہ کیا بلکہ مرد کو جھٹلادیا۔[۸] یعنی اسی کوڑے اس بہتان کی سزا دی عجیب لطف ہے کہ ایک اقرار اپنے لئے اقرار ہے دوسرے کے لئے بہتان:

عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِيْ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ اَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْاَةِ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتّٰى اِقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ

عائشہ سے فرماتی ہیں جب میری پاکدامنی قرآن مجید میں نازل ہوئی [۱] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا اس کا ذکر فرمایا جب منبر سے اترے تو دو مردوں، ایک عورت کے متعلق حکم دیا تو انہیں ان کی سزا دی گئی [۲] (ابوداؤد)۔ فصل تیسری: روایت ہے حضرت نافع سے [۳] کہ صفیہ بنت ابی عبید نے انہیں خبر دی کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک غلام [۴] خمس کی لونڈیوں میں ایک سے الجھ گیا اسے مجبور کردیا حتی کہ اس کی بکارت توڑ دی [۵] تو حضرت عمر نے غلام کے کوڑے لگائے اور لونڈی کے نہ لگائے

نسبت بدلنے سے حال بدل جاتا ہے۔ [۱] یعنی جب مجھ کو لوگوں نے بہتان لگایا اور رب تعالٰی نے میری پاکدامنی کی گواہی دیتے ہوئے سورۂ نور کی سولہ آیات اتاریں، خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی مریم کو بہتان لگے تو بچوں سے گواہی دلوائی گئی، مگر جب محبوب کے گھر کا واقعہ پیش آیا تو رب تعالٰی نے شیر خوار بچوں یا پتھر و درخت سے گواہی نہ دلوائی بلکہ خود براہ راست گواہی دی، یہ ہے اس محبوبہ محبوب کی عزت و عظمت۔ ؎

دی گواہی آپ کی عفت کی سورۂ نور نے مدح کرتا ہے تری عصمت کی خود قرآں ہیں

[۲] وہ مرد حضرت حسان ابن ثابت (نعت خوان رسول اللہ) اور مسطح ابن اثاثہ ہیں اور عورت حمنہ بنت جحش یعنی ام المؤمنین زینب بنت جحش کی بہن چونکہ ان کے منہ سے صراحۃً بہتان کے الفاظ نکل گئے تھے اسلئے انہیں بہتان کی سزا دی۔ عبداللہ ابن ابی اور دوسرے منافقین اگرچہ اس جرم میں پیش پیش تھے مگر صراحۃً بہتان کے الفاظ نہ بولے، اسلئے وہ سزا سے بچ گئے لہذا آیۃ پر یہ اعتراض نہیں کہ عبداللہ ابن ابی منافق کے متعلق تو قرآن کریم فرماتا ہے "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" کہ اس موذی کو دردناک عذاب آخرت میں ہوگی؛ خیال رہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت، عفت، ایمان، تقوی ایسا ہی یقینی ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ایک ہونا یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا کیونکہ ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے "اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ" لہذا اب جو مرتد ان سرکار کو یہ بہتان لگائے وہ بہتان کی سزا کا بھی مستحق ہے اور کافر بھی کہ قرآن کریم کا منکر ہے۔ [۳] حضرت نافع جناب عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں امام القراء ہیں مدینہ منورہ میں آپ کا مزار مبارک ہے اس گنہگار نے بارہا زیارت کی ہے اور صفیہ بنت ابو عبید، مختار ابن ابی عبید کی بہن ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمر کی زوجہ، تابعین میں سے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ، حفصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے، ان کے والد ابو عبید جلیل القدر صحابی ہیں آپ کا بیٹا مختار ابن ابی عبید بڑا فاسق و فاجر ہے اسے محدثین مختار کذاب کہتے ہیں جیسے حجاج کو مبیر یعنی خونخوار ظالم کہا جاتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک مبیر اور ایک کذاب ہوگا مبیر تو حجاج ہے اور کذاب یہی مختار، اللہ کی شان ہے کہ زندوں سے مردے پیدا فرماتا ہے۔ [۴] یہ واقعہ خلافت فاروقی کا ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکومت کے ایک غلام نے۔ [۵] اقتض ف سے بھی آتا ہے اور قاف سے بھی، اس کا مصدر اقتضاض ہے مادہ قَضٌّ یا فَضٌّ دونوں کے معنی ایک ہی ہوتے ہیں یعنی کنواری لڑکی سے صحبت کرکے اس کا پردۂ بکارت زائل کردینا، یہاں مشکوٰۃ شریف میں قاف سے ہے (دیکھئے مغرب لمعات)۔

اِسْتَكْرَهَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ اَبِيْ فَاَصَابَ جَارِيَةً مِّنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهُ اَبِيْ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ وَاِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ مَخْرَجًا فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ حَتّٰى قَالَهَا اَرْبَعَ مِرَارٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَبِمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَاشَرْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ جَامَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ

کیونکہ اس نے اسے مجبور کیا تھا[1] (بخاری) روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم ابن ہزال سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ جناب ماعز میرے والد کی پرورش میں یتیم تھے[2] انہوں نے قبیلہ کی لڑکی سے زنا کرلیا[3] تو ان سے میرے باپ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور جو کچھ تم نے کیا ہے اسکی خبر دو شاید حضور تمہارے لئے دعائے مغفرت فرمادیں[4] اس سے میرے والد کا ارادہ صرف یہ امید تھی کہ انکے لئے کوئی راہ نکل آئے[5] چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں آئے بولے یارسول اللہ میں نے زنا کرلیا تو مجھ پر اللہ کی کتاب قائم فرمائیں[6] تو حضور نے اس سے منہ پھیرلیا وہ پھر لوٹے بولے یارسول اللہ میں نے زنا کیا ہے مجھ پر کتاب اللہ قائم فرمایئے یہاں تک کہ انہوں نے چار بار یہ کہا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ چار بار کہا ہے تو بتاؤ کس سے زنا کیا ہے[7] بولے فلاں عورت سے فرمایا کیا تم اسکے ساتھ لیٹے عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اسے چپٹایا عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اس سے صحبت کی[8] عرض کیا ہاں[9] راوی کہتے ہیں تب ان کو رجم کئے جانے کا حکم فرمایا

[1] اسکی شرح پہلے ہوچکی کہ مجبوراً زنا پر سزا نہیں چونکہ لونڈی مجبور کی گئی تھی اسلئے اسے سزا نہ دی گئی۔ [2] علی بن یزید باپ ہیں اور نعیم ہیں دادا اور میاں ابی ہیں باپ سے مراد ہزال ہیں یعنی حضرت ماعز لاوارث یتیم تھے تو انہیں ہزال نے خدا ترسی سے پال لیا۔ [3] یعنی محلہ کی لڑکی سے زنا کرلیا، بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ وہ لڑکی خود ہزال کی لونڈی تھی۔ [4] اور حضور کی بارگاہ میں جاکر بجے حضور توبہ کروجیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے اس سے پتہ لگا کہ حضرات صحابہ حضور کو مشکلکشا جانتے تھے آپکے آستانہ کو رب تعالٰی کا دروازہ سمجھتے تھے اسی لئے رب تعالٰی کے گناہ کرنے پر حضور کے دروازہ پر بھیجتے تھے کیوں نہ سمجھتے کہ خود رب تعالٰی نے فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ اور بنی اسرائیل سے فرمایا اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ۔ [5] یعنی انہیں یہ امید بھی کہ ان پر حد شرعی جاری ہوگی وہ سمجھے کہ زنا کی سزا اسے دی جاتی ہے جس کا زنا گواہی سے ثابت ہو اقراری مجرم سے توبہ کرائی جاتی ہے اس زنا پر گواہ نہ تھے۔ [6] کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالٰی کا حکم ہے جو بندوں پر لکھا جاچکا ہے قرآن کریم مراد نہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہی ہو اور اسوقت تک رجم کی سزا کی آیت قرآن کریم میں موجود تھی اس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ [7] اس سے معلوم ہوا کہ ماعز مجلس مبارک سے چلے گئے تھے غائب ہوگئے تھے پھر واپس آئے۔ [8] حاکم عورت کا سوال اسلئے کرے کہ کبھی بعض کم عقل لوگ اپنی بیوی سے بحالت حیض صحبت کرلینے کو زنا سمجھ جاتے ہیں یا وطی بالشبہ کو زنا کہدیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہر حرام صحبت زنا ہے حالانکہ یہ غلط ہے لہذا اس سوال پر یہ شبہ نہیں کہ عورت کا راز کیوں فاش کرایا نیز یہاں حد قذف لگنے کا احتمال نہیں کیونکہ رجم کے بعد حد قذف کیسی [9] یہاں مباشرت سے

فَاُخْرِجَ بِهٖ اِلَى الْحَرَّةِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَعَ لَهٗ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا[۱] پھر جب انہیں رجم شروع ہوا انہوں نے پتھروں کی تکلیف پائی تو گھبرا گئے بھاگتے ہوئے نکل گئے[۲] پھر انہیں عبداللہ ابن انیس ملے حالانکہ ان کے ساتھی عاجز آچکے تھے[۳] تو انہوں نے اونٹ کی پنڈلی نکالی اسے انہیں مارا[۴] قتل کردیا[۵] پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے[۶] اور حضور سے اس کا ذکر کیا فرمایا تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کرلیتے تو رب ان کی توبہ قبول فرمالیتا[۷] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن العاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی قوم جس میں زنا پھیل جائے مگر وہ قحط سالی سے پکڑے جاتے ہیں[۸] اور نہیں ہے کوئی قوم جس میں رشوت عام ہوجائے[۹] مگر وہ مرعوبیت سے پکڑے جاتے ہیں[۱۰] (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس و ابوہریرہ سے کہ رسول

مراد صحبت کرنا ہے نہ کہ فقط جسم چھونا کیونکہ یہ تمام سوالات تو پہلے ہوچکے ہیں۔ ۱؎ معلوم ہوا کہ اقرار زنا کیلئے لفظ ہاں کہہ دینا بھی کافی ہے۔ ۱؎ اخرج بذات خود متعدی ہے اور بہ کی ب زائدہ ہے جس سے اخرج کے متعدی ہونے کی تائید مقصود ہے جیسے قرآنی آیت تنبت بالدھن کی ب (مرقات) حرہ بیرون مدینہ کی پتھریلی زمین کا نام ہے معلوم ہوا کہ رجم شہر سے باہر ہونا اچھا ہے، حق یہ ہے کہ انکو مصلے یعنی عیدگاہ کی طرف لے جایا گیا وہاں سے بحالت رجم بھاگ کر حرہ میں پہنچ گئے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں مصلے لے جانے کا ذکر ہے۔ ۲؎ رجم گاہ کے علاقہ سے نکل گئے۔ ۳؎ عبداللہ ابن انیس کے ساتھی جو رجم کر رہے تھے یا ماعز کے ساتھی جو رجم میں شریک تھے وہ عاجز آچکے تھے پکڑ نہ سکتے تھے۔ ۴؎ وظیف لغت میں گھوڑے یا اونٹ کی ہاتھ یا پاؤں کی لمبی ہڈی ہے (قاموس) اور مغرب میں ہے کہ وظیف بعیر اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی یعنی انہوں نے یہ ہڈی لاٹھی کی طرح نہ ماری بلکہ پتھر کی طرح پھینک کر ماری اسی لئے رماہ فرمایا لہذا رجم کے معنے بالکل درست ہیں۔ ۵؎ یہاں قتل سے مراد جان نکال دینا ہے نہ کہ عرفی قتل کرو تو دھار دار آلہ سے ہوتا ہے۔ ۶؎ یعنی عبداللہ ابن انیس حاضر ہوئے، آپ انصاری ہیں، مدنی عقبی ہیں، غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ ۷؎ یعنی اگر سزا نہ بھی پاتے اور خود ہی توبہ قبول کرلیتے ممکن تھا کہ ان کی مغفرت ہوجاتی، اس سے معلوم ہوا کہ زنا کی سزا بفضلہ تعالٰی یقینی کفارہ ہے صرف توبہ میں بخشش کی امید ہے یقین نہیں، مرقات میں ہے کہ پھر غامدیہ عورت نے بھی چار بار اقرار زنا کیا اور وہ بھی رجم کردی گئی۔ ۸؎ یعنی جب قوم میں زنا پھیل جائے کہ لوگ عمومًا کرنے لگیں تو قحط پھیلے گا خواہ اس طرح کہ بارش بند ہوجائے اور پیداوار نہ ہو، یا اس طرح کہ پیداوار تو ہو مگر کھانا نصیب نہ ہو۔ دوسری قسم کا قحط سخت عذاب ہے جیسا کہ آجکل دیکھا جارہا ہے کہ پیداوار بہت ہے مگر قحط و گرانی کی حد ہوگئی، یہ آج کل کی حرامکاری کا نتیجہ ہے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِیًّا اَحْرَقَھُمَا وَاَبَا بَکْرٍ ھَدَمَ عَلَیْھِمَا حَائِطًا ۔ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوِ امْرَاَۃً فِیْ دُبُرِھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۔ وَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ اَتٰی بَھِیْمَۃً فَلَا حَدَّ عَلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ اَنَّہٗ قَالَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنتی ہے وہ جو قوم لوط کا سا کام کرے[۱] (رزین) انہی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے ہے کہ حضرت علی نے ان دونوں کو جلایا اور ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرائی[۲] روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس پر نظر رحمت نہ کرے جو مرد یا عورت کے پاس دُبر میں جائے[۳] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی روایت ہے انہی سے کہ فرمایا جو جانور سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں[۴] (ترمذی، ابوداؤد) اور ترمذی نے ابوسفیان ثوری سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا

۹ رشا کے لغوی معنی ہیں رسی چونکہ رسی کنوئیں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس وسیلہ کو بھی رشا کہتے ہیں جو غلط فیصلہ حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جائے یعنی رشوت، رشوت یا مال ہو یا کچھ اور چیز کے لئے رشوت دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام، انصاف حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے مگر لینا حرام ہے یعنی اگر حاکم بغیر رشوت لئے انصاف نہیں کرتا اور فریادی برحق ہے تو وہ رشوت دے کر اپنے لئے حق فیصلہ کرا سکتا ہے مگر لینے والا حاکم حرام خور اور مجرم ہے اس کا فرض تھا کہ بغیر رشوت لئے انصاف کرتا۔ ۱۰ یعنی رشوت لینے والا شخص مرعوب ہوتا ہے اور رشوت لینے والی قوم پر دوسری قوم کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ آج ہم لوگ کفار سے مرعوب ہیں۔ ۱ یعنی لڑکیوں سے حرامکاری کرے، ملعون سے مراد ہے اللہ تعالٰی فرشتوں انسانوں کا پھٹکارا ہوا: خیال رہے کہ مرد سے بدکاری حرام قطعی ہے اس کا حلال جانے والا کافر ہے کہ قرآن کریم میں اس کی حرمت صراحۃً مذکور ہے اسی بنا پر قوم لوط پر سخت عذاب آیا جامع صغیر میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اپنے باپ کو گالی دے، لعنتی ہے وہ جو اپنی ماں کو گالی دے، لعنتی ہے وہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، لعنتی ہے وہ جو جانور سے بدکاری کرے، لعنتی ہے وہ جو راستے کے نشانات مٹائے (مرقات) ۲ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے بدکاری کے جرم کو فاعل مفعول دونوں کو زندہ جلا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرا کر ہلاک کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لواطت پر حد نہیں ورنہ سزا میں صحابہ کا اختلاف نہ ہوتا، حد تو مقرر ہوتی ہے جیسے زانی کو سو کوڑے یا رجم، چور کے ہاتھ کاٹنا، یا نیک بی بی کو تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے، بہرحال یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ لوطی پر حد نہیں تعزیر ہے، ان حضرات صحابہ نے تعزیرًا جلایا یا دیوار گرا کر ہلاک کیا، باقی صحابہ نے اعتراض نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ لوطی پر حد نہیں۔ ۳ خیال رہے کہ لڑکے سے بدفعلی از روئے قرآن کریم حرام قطعی ہے مگر عورت سے دبر میں صحبت از روئے قیاس حرام قطعی ہے کہ اس کی قطعی حرمت حائضہ و نفساء سے صحبت پر قیاس کی بنا پر ہے لہذا اس حرمت کا منکر بھی کافر ہے، جو کوئی عورت سے اس فعل کو حلال جانے وہ مرتد ہے۔ ۴ بلکہ اس جرم پر تعزیر ہے وہ یہ کہ حاکم ایسے شخص کو قتل کردے اور جانور کو ذبح کرکے دفن کردے

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ وَهُوَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ ٭ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِى الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَاْخُذْكُمْ فِى اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِىْ بِلَادِ اللّٰهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِىُّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ٭

بَابُ قَطْعِ السَّرِقَةِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور یہ پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ جو جانور سے حرام کرے اُسے قتل کردو[1] اور عمل اس پر ہے اہل علم کے نزدیک[2] ٭ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی سزائیں قریبی اور دوری لوگوں میں قائم کرو[3] اور تم کو اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہ ہو[4] ابن ماجہ ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے ایک سزا کا قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے[5] (ابن ماجہ) اور نسائی نے حضرت ابوھریرہ سے روایت کی

چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان[6] ٭ پہلی فصل ٭ روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

[1] یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ موقوف حدیث اس مرفوع حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں فرمایا گیا کہ ایسے شخص کو قتل کردو[2] یعنی تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ [3] یعنی شہر میں رہنے والے مجرموں پر حد قائم کرو جو حاکم سے قریب بستے ہیں اور دیہاتی لوگوں پر بھی حد قائم کرو جو حاکم سے دور بستے ہیں یا جو تم سے رشتہ میں دور ہوں ان پر بھی حد قائم کرو، جو دور نہ ہوں ان پر بھی قائم کرو یا مالدار چودھری مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو مالداری کی بنا پر حکام سے قریب بنتے ہیں اور غریب مسکین مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو اپنی مفلسی کی وجہ سے حکام سے دور رہتے ہیں غرضکہ ہر مجرم پر قائم کرو۔ [4] یعنی شرعی سزائیں دینے میں کسی کا فرمنافق بے دین کی لعنت ملامت کی پرواہ نہ کرو، کسی کی رعایت نہ کرو کہ سخت سزاؤں سے ہی امن امان قائم رہتی ہے ورنہ قوم کا وہ حال ہوتا ہے جو آج ہمارا ہے کہ نہ جان محفوظ ہے نہ مال نہ عزت آبرو یہ صرف اس لئے ہے کہ ہمارے ہاں سزائیں ہلکی ہیں وہ بھی بڑے لوگوں کو نہیں ملتیں، درود ہو اس ذات کریم پر جو ہم کو سب کچھ سکھا گئے اللہ تعالٰی عمل کی توفیق دے ٭

[5] یہاں چالیس رات کی مسلسل موسلا دھار بارش مراد نہیں کہ وہ تو مضر ہے بلکہ چالیس دن کی مفید بارش مراد ہے، جو ٹھہر ٹھہر کر بقدر ضرورت ہو، سزائیں جرموں کی روک، امان کا قیام، آسمانی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ انسانوں کے گناہ کی وجہ سے بیڑیاں اپنے گھونسلوں میں بھوکی مرجاتی ہیں یعنی ان کے گناہوں سے بارش نہیں ہوتی جس سے جانور بھی مصیبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں، بیڑ کا خصوصیت سے ذکر اس لئے فرمایا کہ یہ بہت دور تک چگ آتی ہیں، چنانچہ بصرہ میں بیڑ ذبح ہو تو اس کے پیٹ سے سبز گندم نکلتی ہے حالانکہ بصرہ سے بہت دور گندم کی فصل ہوتی ہے کئی دن کے راہ پر (مرقات) ٭ [6] سرقہ سین کے فتح اور ر کے کسرہ سے مصدر ہے یعنی چوری اور دونوں کے فتح سے سارق یعنی چور کی جمع ہے یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان یا چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان: خیال رہے کہ سرقہ یعنی چوری کے معنی ہیں کسی کی چیز خفیہ طور پر لے لینا، شریعت میں بھی سرقہ کے یہ

قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا بِرُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ سَارِقٍ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ رَافِعِ بْنِ

فرماتے ہیں کہ چور کے ہاتھ[1] چہارم دینار سے کم میں نہ کاٹے جائیں پھر زیادہ میں[2] (مسلم بخاری): روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہاتھ اس ڈھال میں کاٹے جس کی قیمت تین درہم تھی[3] (مسلم بخاری): روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا خدا کی پھٹکار چور پر کہ بیضہ (خود) چرائے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائے اور رسی چرائے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائے[4] (مسلم بخاری): دوسری فصل: روایت ہے حضرت رافع ابن

ہی معنی ہیں ہاں قطع کے لئے اس میں کچھ قیدیں ہیں جیسے چور عاقل بالغ ہو، مال دس درہم قیمت کا ہو، مال جلد خراب ہوجانے والا نہ ہو جیسے ترپھل پھول۔ کسی کی حفاظت سے چرائے، مال خود محفوظ ہو، لہذا چور کے قبضہ سے مال چرانے والا، زوجین میں سے ایک دوسرے کا مال چرانیوالا، ان قرابتداروں کے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہو ان کے گھر سے مال چرانے والا، ان کے ہاتھ نہ کٹیں گے (مرقات وغیرہ) [1] یہاں سارق سے مراد جنس ہے خواہ مرد ہو یا عورت لہذا چور لٹے اور چوٹی کی سزا ایک ہی ہے خواہ چور مومن ہو یا کافر۔ [2] شوافع کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا لہذا چوتھائی دینار تین درہم ہوا لہذا جن احادیث میں تین درہم کا ذکر ہے وہ اس حدیث کی شرح ہیں: خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تین درہم کا مال چرانے پر ہاتھ کٹیگا ان کی دلیل یہ حدیث ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک پورے دینار کی قیمت کا مال چرانے پر ہاتھ کٹیگا، امام اعظم قدس سرہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعًا اور موقوفًا دونوں طرح مروی ہے کہ لایقطع الافی دینار یعنی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا مگر ایک دینار میں: امام اعظم کے ہاں دینار دس درہم کا ہے لہذا دس درہم کی قیمت کے مال کی چوری پر چور کا ہاتھ کٹیگا، خواجہ حسن بصری اور داؤد اور فرقہ خارجیہ اور امام شافعی کی نواسی کا قول ہے کہ مطلقًا چوری پر ہاتھ کٹے گا خواہ ایک پیسہ کی چوری کرے، وہ کہتے ہیں کہ آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما مطلق ہے۔ باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ چوری کے لئے نصاب مقرر ہے اور آیت کریمہ السارق والسارقۃ مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے کیونکہ چور اور چوری اور ہاتھ کی تفصیل نہیں، کہ کس چور کا کس چوری پر کون سا ہاتھ کٹے گا داہنا کہ بایاں اور کہاں سے کٹے گا کلائی سے یا کہنی سے یا کندھے سے، احادیث نے ان اجمالات کی تفصیل فرمائی: [3] مجن میم کے کسرہ اور جیم کے فتحہ سے بمعنے ڈھال ہے جن سے مشتق بمعنی چھپانا چونکہ ڈھال سر چھپانے کا آلہ ہے اس لئے اسے مجن کہتے ہیں ڈھال کی قیمت میں بھی احادیث میں اختلاف ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور چونکہ یہ ہاتھ کاٹنا حد ہے اور حدود شبہات سے دفع ہوجاتے ہیں، اس دینار سے کم کی روایات مشکوک و مشتبہ ہیں اور دینار کی روایت یقینی ہے لہذا حد جیسے نازک مسئلہ میں یہ ہی روایت معتبر ہونی چاہیے یعنی بڑی سے بڑی قیمت کو نصاب بنانا لازم ہے حاکم نے مستدرک میں بروایت مجاہد عن ایمن نقل کیا کہ حضور انور کے زمانہ میں ڈھال سے کم قیمتی مال میں ہاتھ

خَدِیجٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاقَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَّلَاکَثَرٍ رَوَاہُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَالَ مَنْ سَرَقَ مِنْہُ شَیْئًا بَعْدَ اَنْ یُّؤْوِیَہُ الْجَرِیْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَیْہِ

خدیج سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ تو سبز میوے میں ہاتھ کٹتا ہے نہ درخت کی چربی میں [1] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور سے درخت میں لٹکے ہوئے پھلوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جو کھلیان میں جگہ دینے کے بعد اسے چرائے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر

نہ لٹکتے تھے وشمنہٗ یوشئی دینار، اور اس زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی: خیال ہے کہ یہ امین صحابی ہیں انہیں ابن ام ایمن بھی کہا جاتا ہے۔ ایمن تابعی دوسرے ہیں دیکھئے مرقات [4] اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار فاسق مومن پر بغیر نام لئے صرف وصف سے لعنت کرنا درست ہے، نام لے کر لعنت کرنا صرف کفار کے لئے ہے (مرقات) [5] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہر چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے اگرچہ ایک دو پیسہ کی ہی چیز چوری ہو کیونکہ بیضہ کے معنے ہیں انڈا اور حبل کے معنی ہیں رسی، اور ظاہر ہے کہ انڈا اور رسی نہ دینار کے ہوتے ہیں نہ تین درہم کے انڈا ایک دو پیسہ کا، رسی ایک دو آنہ کی مگر یہ دلیل نہایت ضعیف ہے کیونکہ بیضہ خَود کو بھی کہتے ہیں یعنی لوہے کی جنگی ٹوپی اور رسی کشتی اور جہاز کی بھی ہوتی ہے جو ریشمی اور قیمتی ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ یہاں وہ ہی خود اور کشتی کی رسی مراد ہو، اور اگر یہ ہی مرغی کا انڈا اور عام رسی مراد ہو تب بھی حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ چور پر خدا کی پھٹکار، کہ انڈا رسی کی چوری سے چوری کرنا سیکھے، حتی کہ چوری کا عادی ہو کر بڑی چیزیں چرائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے اسی لئے یہاں لفظ یہ نہ ارشاد ہوا لہذا یہ استدلال قوی نہیں۔

[1] امام شافعی کہتے ہیں کہ پھل جب تک درخت میں لگا ہے ثمر کہلاتا ہے، درخت سے ٹوٹنے کے بعد رطب اور جب علیحدہ کرکے خشک کرلیا جائے تو تمر ہے لہذا یہاں ثمر سے مراد ہے درخت میں لگا ہوا پھل جو توڑا نہ گیا ہو: اور کثر کاف وث کے فتحہ سے درخت کھجور کی چربی جو درخت کے اوپر کے حصہ سے سفید رنگ کا نکلتا ہے کھایا بھی جاتا ہے یعنی ان دونوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹتا، حاکم چاہے تو تعزیرًا کچھ سزا دیدے مگر احناف کے نزدیک ثمر سے مراد ہر وہ پھل ہے جو جلد خراب ہوجائے، یوں ہی کثر، لہذا جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں خواہ درخت میں لگا ہو یا توڑ لیا گیا ہو، اور خواہ باغ و درخت محفوظ ہو یا چار دیواری سے گھرا ہو یا غیر محفوظ [2] اس حدیث کو احمد، ابن حبان نے بھی نقل فرمایا، اس حدیث کی بنا پر امام اعظم قدس سرہٗ فرماتے ہیں جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے محفوظ ہوں یا غیر محفوظ، اسی طرح دودھ، گوشت وغیرہ بگڑ جانے والی چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے، امام شافعی کے ہاں اگر درخت غیر محفوظ ہے جیسے کھلے باغ، تو ان کے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں اور اگر باغ کے اردگرد دیوار ہے دروازہ محفوظ ہے تو اس کی پھل کی چوری سے ہاتھ کٹ جائیگا: خیال ہے کہ پرندوں اور مرغی کی چوری میں بھی قطع نہیں چنانچہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی خدمت میں ایک چور لایا گیا جس نے کسی کی مرغی چوری کی تھی، آپ نے حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور

الْقَطْعُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنِ الْمَكِّيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ مُّعَلَّقٍ وَّلَا فِيْ حَرِيْسَةِ جَبَلٍ فَاِذَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ وَالْجَرِيْنُ فَالْقَطْعُ فِيْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ

ہاتھ کٹتا ہے[۱] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عبدالرحمن ابن ابی حسین مکی سے[۲] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو درخت میں لٹکے ہوئے پھل میں ہاتھ کٹتا ہے اور نہ پہاڑ کے جانوروں میں[۳] پھر جب اسے طویلہ[۴] اور کھلیان میں جگہ دیدے تو اتنے میں ہاتھ کٹتا ہے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے[۵] (مالک) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں

صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے پرندوں کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا، چنانچہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے گئے (مرقات) ۲؎ جرین باغ میں وہ جگہ ہے جہاں باغبان پھل توڑ کر جمع کرتے رہتے ہیں پھر وہاں سے بازار یا اپنے گھر لے جاتے ہیں جیسے اناج کیلئے کھلیان ۱؎ یعنی جب تک پھل درخت پر ہے غیر محفوظ ہے لہذا اسکی چوری میں قطع نہیں اور جب توڑ کر یہاں خزانہ میں رکھ لئے گئے محفوظ ہو گئے اب ان کی چوری میں ہاتھ کٹے گا: یہ حدیث امام ابویوسف اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ خراب ہو جانے والے پھل اگر محفوظ ہو گئے ہوں تو انکی چوری میں قطع ہے بشرطیکہ نصاب کے قدر کی چوری ہو یعنی امام شافعی کے ہاں تین درہم کی قیمت اور امام یوسف کے ہاں دس درہم قیمت کا مال، امام اعظم جرین میں جگہ دینے سے مراد لیتے ہیں خشک چھوارے جو خراب نہیں ہوتے ان کی چوری میں قطع ہے اس لئے کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بروایت جریر ابن حازم عن الحسن البصری روایت کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لا اقطع فی الطعام، اور طعام سے مراد جلد بگڑ جانے والی چیزیں ہیں جیسے گوشت دودھ سبز میوے کیونکہ گندم وغیرہ کی چوری میں اجماعًا قطع ہے، غرضکہ جرین میں قطع ہونے کی وجہ امام شافعی کے ہاں حفاظت ہے اور امام اعظم کے ہاں کھجور کا خشک ہو کر پائیدار ہو جانا ہے، امام اعظم کی دلیل قوی ہے کہ ابھی حدیث میں گذر چکا لا قطع فی ثمر ولا کثر، نیز اگر باغ چار دیواری سے گھرا ہوا اور دروازہ باغ بند ہو یا باغ میں مالک باغ موجود ہو تو درخت محفوظ ہے اس کے پھل محفوظ، تو چاہیئے کہ ایسے باغ کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کی چوری سے بھی ہاتھ کٹ جائے گا حالانکہ حدیث شریف نے معلق پھل کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی مطلقًا ممانعت کر دی لہذا امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے کہ معلق پھل کی چوری میں ہاتھ نہ کٹنے کی وجہ اس کا پھل کا جلد بگڑ جانا ہے نہ کہ غیر محفوظ ہونا۔ ۲؎ آپ قرشی نوفلی ہیں یعنی نوفل ابن عبدمناف کی اولاد سے، تابعی ہیں ثقہ ہیں۔ ۳؎ کیونکہ پہاڑ محفوظ جگہ نہیں لہذا یہاں سے بکری وغیرہ چرانے میں قطع نہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو کوئی اونٹوں کی قطار سے ایک دو اونٹ چرالے تو قطع نہیں کہ یہ اونٹ محفوظ جگہ میں نہیں لیکن اگر اونٹ پر لدی ہوئی بوریوں میں سے غلہ وغیرہ چرا لیا تو ہاتھ کٹے گا کہ بوری دانہ کے لئے محل حفاظت ہے۔ ۴؎ مراح میم کے پیش سے وہ جگہ جہاں اونٹ گائے وغیرہ باندھے جاتے ہیں یعنی طویلہ، بکریوں کے بندھنے کی جگہ کو حریرہ۔ ۵؎ یعنی جو جانور طویلہ میں محفوظ کر دیا جائے اور جو پھل درخت سے لوٹ کر کھلیان میں رکھ دیا جائے پھر اس جانور یا اس خشک پھل کی قیمت دس درہم ہو اس کی چوری میں چور کے ہاتھ کٹیں گے: خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جنگل میں جو اونٹوں کی قطار جا رہی ہے جس کے آگے یا پیچھے ایک محافظ ہے اس قطار میں سے اونٹ کی چوری سے ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ یہ شخص صرف اس اونٹ کا محافظ ہے جس پر سوار ہے یا جس کی نکیل پکڑے چل رہا ہے یا جس کو پیچھے سے ہانک رہا ہے باقی کا محافظ نہیں وہ سب غیر محفوظ ہیں باقی اماموں کے ہاں جہاں تک کے اونٹوں کو دیکھ رہا ہے وہاں تک کے اونٹ محفوظ ہیں کہ ان کی چوری سے ہاتھ کٹے گا، نیز احناف کے نزدیک پھلوں کے جرین میں آجانے کے معنی یہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ وَتَوَسَّدَ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لٹیرے پر ہاتھ کٹنا نہیں[1] اور جو ظاہر ظہور لوٹ کرے وہ ہم سے نہیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے اُن ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا خیانت کرنے والے اور لٹیرے اور اُچکے پر ہاتھ کٹنا نہیں[3] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ دارمی اور شرح سنہ میں روایت ہے کہ صفوان ابن امیہ کہ مدینہ منورہ آئے مسجد میں سو گئے اور تکیہ

ہیں کہ وہ خشک ہو کر چھوارے یا کشمش بن جائیں، چونکہ اب وہ جلد نہ بگڑیں گے لہذا ان کی چوری سے ہاتھ کٹیگا، دوسرے اماموں کے نزدیک جرین میں پہنچ جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ محفوظ ہو جائیں لہذا اگرچہ وہ تر پھل رہیں ان کی چوری سے ہاتھ کٹ جائیگا، مذہب حنفی قوی ہے کہ سرکار فرماتے ہیں لاقطع فی ثمر ولا کثر پھل جرین میں پہنچ کر بھی ثمر رہتا ہے پھر اس میں ہاتھ کٹوانا اس حدیث کے خلاف ہے۔ [6] یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن تابعی ہیں انہوں نے صحابی کا ذکر فرمایا اور مرسل حدیث امام ابوحنیفہ کے ہاں مقبول ہے شوافع کے ہاں ناقابل قبول لہذا شوافع اس حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

[1] نہبہ غنیمت کو بھی کہتے ہیں اور کسی کا مال علانیہ زبردستی چھین لینے کو بھی کہتے ہیں، یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی علانیہ زبردستی مال چھین لینے والے کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ ہاتھ کٹتا ہے چوری سے اور چوری میں خفیہ لینا ضروری ہے یا جو غازی غنیمت کے مال میں تقسیم سے پہلے چوری کرے اس کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ اس غنیمت میں چور کا بھی حصہ ہے اور جس مال میں چور کا بھی حصہ ہو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا لہذا ان دو توجیہوں پر اس سے دو مسئلے حاصل ہونگے (اشعہ)

[2] یعنی جو ظالم کھلے بندوں لوگوں کا مال چھین لے اور لوگ منہ تکتے رہ جائیں ایسا ظالم ہمارے طریقہ ہماری جماعت سے خارج ہے اسلام سے نکل جانا مراد نہیں کہ یہ جرم فساد عمل ہے فساد عقیدہ نہیں: خیال رہے کہ ڈاکو کے ہاتھ نہ کٹیں گے بلکہ ڈکیتی کی سزائیں مختلف ہیں بعض صورتوں میں اس کو سولی دی جائے گی۔

[3] خائن وہ جو کسی کی امانت مارے خواہ اس طرح کہ کسی کی چیز عاریۃً مانگ کرلے جائے بعد میں جھوٹ کہدے کہ کھو گئی یا عاریۃً کا انکار کردے یا اس طرح کہ کوئی اس کے پاس بطور ودیعت مال رکھے اور یہ ہضم کرے امین کا مقابل، منتہب وہ جو علانیہ جبراً کسی کا مال چھین لے اور مختلس وہ جو کسی کے ہاتھ سے جلدی سے اچک کر چیز لے کر چلتا بنے ان تینوں کے ہاتھ نہ کٹیں گے خائن چونکہ ایسا مال لیتا ہے جو مالک کی حفاظت میں نہیں بلکہ خود اس کی اپنی حفاظت میں ہے اس لئے یہ مال اس کے حق میں غیر محفوظ ہے لہذا یہ کام چوری نہ بنا اور لٹیرے یا اُچکے کا ہاتھ نہ کٹیگا کہ اگرچہ اس نے مال محفوظ تو لیا مگر خفیہ نہ لیا بہرحال یہ تینوں سارق یعنی چور نہیں لہذا ان کی سزا یہ نہ ہوگی، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے البتہ اسحاق ابن راھویہ کا قول ہے کہ خائن کا ہاتھ کٹے گا کیونکہ مسلم و بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی، مدینہ منورہ میں ایک عورت عاریۃً چیز لے کر انکار کردیتی تھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا، مگر ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا ہاتھ اس خیانت سے نہ کٹا بلکہ اس نے ایک بار چوری بھی کرلی پھر کٹا، حضرت ام المؤمنین نے یہاں اس عورت کا وصف مشہور بیان فرمایا ہے وجہ قطع بیان نہ فرمائی اور اگر خیانت سے ہاتھ کٹوایا گیا تو یہ حدیث اس کی ناسخ ہے۔

رِدَاءَهُ فَجَاءَ سَارِقٌ وَاَخَذَ رِدَاءَهُ وَاَخَذَهُ صَفْوَانُ فَجَاءَ بِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ يَدُهُ فَقَالَ صَفْوَانُ اِنِّىْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِىْ بِهِ وَرَوَى نَحْوَهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ وَالدَّارِمِىُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِىْ فِى الْغَزْوِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ

اپنی چادر کا بنالیا لہ ایک چور آیا، اس نے آپ کی چادر لے لی اور اسے صفوان نے پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لہ تو صفوان بولے کہ میں نے یہ نہ چاہا تھا یہ اس پر صدقہ ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا ہوتا ۴ اور اسی کی مثل ابن ماجہ نے عبداللہ ابن صفوان سے انہوں نے انکے والد سے روایت کی اور دارمی نے ابن عباس سے۔ روایت ہے حضرت بسر ابن ارطاۃ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ۵ کہ جہاد میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں ۶ (ترمذی)

وہ عورت یا تو فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسود تھی یا عمیرہ بنت سفیان ابن الاسود تھی (مرقات) لہ آپ صفوان ابن امیہ ابن خلف جمحی قرشی ہیں فتح مکہ کے دن آپ مکہ معظمہ سے بھاگ گئے تھے پھر عمیر ابن وہب نے آپ کے لئے حضور سے امان حاصل کی حضور نے عمیر کو اپنی چادر عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر امان کی علامت ہے پھر ان کو حضور کی بارگاہ میں لایا گیا، پھر غزوہ طائف میں آپ ایمان لائے اور ان کا اسلام قبول ہوا حضور نے ان کو بہت عطاؤں سے نوازا۔ لہ یعنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت مال دو قسم کی ہے جگہ سے حفاظت اور محافظ سے حفاظت لہذا مسجد جنگل یا راستہ میں اگر مال کے پاس محافظ ہے تو وہ مال محفوظ ہے اس کی چوری سے ہاتھ کٹے گا۔ لہ یا اس لئے کہ اس نے چوری کا اقرار کرلیا تھا یا اس لئے کہ اس کی چوری کا یہ واقعہ گواہوں سے ثابت ہوگیا تھا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف یہ الزام قطع کے لئے کافی نہیں۔ لہ یعنی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ اس معمولی سی چادر چرانے پر بھی ہاتھ کٹ جائیگا میں اس کے ہاتھ کٹوانے کے لئے اسے نہ لایا تھا صرف ڈانٹ ڈپٹ اور تعزیر کے لئے لایا تھا میں یہ چادر اس کو دیتا ہوں فی سبیل اللہ لہذا اب یہ اس کا مالک ہے پھر یا ہاتھ نہ کٹوایا جائے۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ چوری کا معاملہ حاکم کے پیش ہونے سے پہلے حق العبد ہوتا ہے اگر مال والا معاف کردے اور مقدمہ حاکم کے پیش نہ کرے تو ہاتھ نہ کٹے گا لیکن حاکم کے ہاں مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا، یہ ہی قول ہے امام زفر و امام شافعی و احمد کا۔ ۵ بسر ابن ارطاۃ کا نام عمر عامری ہے کنیت ابو عبدالرحمن ہے قرشی ہیں حق یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں تابعین میں سے ہیں کیونکہ آپ کی پیدائش حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل ہے آخر میں دیوانہ ہوگئے تھے امیر معاویہ یا عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعض شامی علماء نے آپکا سماع ثابت کیا ہے شاید صاحب مشکوٰۃ کی یہ روایت شامیوں کے قول پر مبنی ہے کہ فرمارہے ہیں سمعت میں نے حضور سے سنا (اشعہ، مرقات۔ ابن عبدالبر اور مزنی نے بھی آپ کی سماعت کا انکار کیا ہے)۔ ۶ اس فرمان عالی کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ بحالت جہاد جب لشکر اسلام کفار کے ملک میں ہو اگر کوئی چوری کرے تو وہاں اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں یا تو اس

وَالدَّارِمِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ اِلَّا اَنَّهُمَا قَالَا فِی السَّفَرِ بَدَلَ الْغَزْوِ. وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی السَّارِقِ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا یَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا یَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جِیْءَ بِسَارِقٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّانِیَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِقْطَعُوْهُ فَاُتِیَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ اُقْتُلُوْهُ

دارمی، ابوداؤد، نسائی، مگران دونوں نے بجائے جہاد کے سفر فرمایا [۱]: روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے [۲] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو [۳] (شرح سنہ): روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ اُسے لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ کاٹ دیا گیا پھر اسے تیسری بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اسے چوتھی بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو پھر اسے پانچویں بار لایا گیا فرمایا اسے قتل کردو [۴]

لئے کہ وہاں لشکر میں حاکم اسلام موجود نہیں اور شرعی سزائیں حاکم اسلام ہی دے سکتا ہے۔ لشکر کا کمانڈر حاکم اسلام نہیں یا اس لئے کہ وہاں خطرہ ہے کہ چور ہاتھ کٹنے کے خوف سے مرتد ہو کر کفار سے جا ملے۔ دوسرے معنی یہ ہیں جہاد کے مال یعنی غنیمت کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں کیونکہ اس مال میں خود چور کا بھی تو حصہ ہے، ایسے مال کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، دوسرے امام نماز و روزے کی طرح وہاں دارالحرب میں حد قائم کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں مگر وجہ فرق ہم بیان کرچکے۔ [۱] مگر سفر سے مراد بھی سفر جہاد ہے عام سفر نہیں۔ [۲] ابوسلمہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے ہیں نہایت متقی ثقہ تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں باسٹھ سال عمر پائی ۹۴ھ میں وفات پائی (اشعہ و مرقات)۔ [۳] یعنی پہلی چوری میں چور کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹ دو، دوسری چوری میں بایاں پاؤں ٹخنوں سے کاٹ دو، تیسری چوری میں دایاں پاؤں چوتھی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹ دو پہلی دو سزاؤں میں اجماع امت ہے۔ مگر آخری دو سزاؤں میں امام اعظم کا اختلاف ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ تیسری چوری میں اسے قید کردیا جائے حتی کہ یا مر جائے یا سچی توبہ کے آثار اس میں نمودار ہو جائیں۔ امام اعظم کی دلیل حضرت علی کا فرمان ہے کہ میں شرم کرتا ہوں کہ اس چور کے کھانے کے لئے ہاتھ اور چلنے کے لیے پاؤں بالکل نہ چھوڑوں چنانچہ آپ نے تیسری چوری پر قید کیا اور آپ کا یہ عمل تمام صحابہ و تابعین کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس پر اجماع منعقد ہوگیا، اس حدیث ابوسلمیٰ کو امام طحاوی نے ضعیف فرمایا لہذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں (لمعات، مرقات، اشعہ) نیز چور کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ایک قسم کا ہلاک کردینا ہے اور چوری کی سزا ہلاکت نہیں۔ [۴] اس حدیث پر کسی امام کا عمل نہیں کوئی فقیہ چور کے قتل کا حکم نہیں دیتا لہذا یا تو یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کہ کسی مسلمان کا خون سوائے تین وجہوں کے حلال نہیں ارتداد، زنا بعد احصان، قصاص، یا یہ چور مرتد ہوگیا تھا یا یہ فسادی یعنی ڈاکوؤں سے مل گیا تھا ان کی امداد کرتا تھا تو سیاستہً

فَانْطَلَقْنَا بِهٖ فَقَتَلْنَاهُ ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَاَلْقَيْنَاهُ فِیْ بِئْرٍ وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَرُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِیْ قَطْعِ السَّارِقِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْطَعُوْهُ ثُمَّ احْسِمُوْهُ ؞ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِیْ يَدِهٖ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِیْ عُنُقِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

چنانچہ ہم اُسے لے گئے ہم نے اسے قتل کردیا پھر ہم نے اُسے گھسیٹا اُسے ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور اس پر پتھر ڈالے ؎ (ابوداؤد اور نسائی)؎ اور شرح سنہ میں چور کے قطع کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر جلسا دو ؎ روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے ؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر حضور نے حکم دیا تو وہ اس کے ہاتھ میں لٹکا دیا گیا پھر اس کا حکم دیا گیا تو اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا ؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

اسے قتل کرادیا گیا، ظاہر یہ ہی ہے کہ وہ مرتد ہوگیا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہورہا ہے۔ ؎ یعنی ہم نے اس پر نہ نماز جنازہ پڑھی نہ دفن کیا، اس سے معلوم ہورہا ہے کہ وہ مرتد ہوچکا تھا چوری کو حلال سمجھتا تھا ورنہ فاسق مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے، یہاں مرقات نے بحوالہ فتح القدیر ایک عجیب حدیث نقل کی، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا اسے قتل کردو، پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا ہاتھ کاٹ دو، چنانچہ ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ چوری کے جرم میں لایا گیا، فرمایا قتل کردو پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا پاؤں کاٹ دو، تیسری چوتھی بار بھی یہ ہی ہوا آخر کار پانچویں بار میں اسے قتل کردیا گیا، نسائی نے بروایت حارث ابن حاطب نقل فرمایا کہ اس شخص نے پانچویں چوری عہد صدیقی میں کی، تب صدیق اکبر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے انجام سے خبردار تھے، اس لئے پہلی بار میں فرمایا تھا کہ اسے قتل کردو، یہ حدیث طبرانی سے حاکم نے مستدرک میں نقل فرمائی اور کہا صحیح الاسناد ہے ؎ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی۔

مرقات نے اس جگہ چوری کے عجیب واقعات بیان فرمائے۔ ؎ احسموا حسم سے بنا بمعنی داغ دینا یا جھلسانا، یہ جھلسانا اس لئے ہے تاکہ جسم کا تمام خون نہ نکل جائے اور چور کی موت واقع نہ ہوجائے جسم کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لوہا آگ میں سرخ کرکے زخم پر لگا دیا جائے، دوسرے یہ کہ زیتون یا کوئی اور تیل کھولا کر ہاتھ تل دیا جائے، یہ جھلسانا بعض اماموں کے ہاں مستحب ہے ہمارے ہاں واجب، کہ اس میں چور کی جان بچانی ہے، اس کا خرچ دیگر اماموں کے ہاں بیت المال کے ذمہ ہے، ہمارے ہاں خود چور کے ذمہ، کہ تیل اور آگ کے لئے ایندھن چور سے منگوایا جائے گا کیونکہ یہ جھلسانا چور کے اپنے نفع کے لیے ہے (مرقات) ؎ آپ انصاری ہیں بنی عمرو ابن عوف سے ہیں جنگ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شامل ہوئے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے جب امیر معاویہ جنگ صفین کے لیے گئے تو ان کی جگہ دمشق کے نائب خلیفہ رہے ۵۳ھ میں دمشق میں انتقال ہوا وہاں ہی دفن ہوئے۔ ؎ تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی چوری کی جرات نہ کرے دیگر اماموں کے ہاں لٹکانا سنت ہے ہر چور کا ہاتھ کاٹ کر کٹا ہوا ہاتھ ہار کی طرح گلے میں پہنایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقَطَعَهُ فَقَالُوْا مَا كُنَّا نُرَاكَ تَبْلُغُ بِهٖ هٰذَا قَالَ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عُمَرَ بِغُلَامٍ لَهٗ فَقَالَ اقْطَعْ يَدَهٗ فَإِنَّهٗ سَرَقَ مِرْآةً لِامْرَأَتِيْ فَقَالَ عُمَرُ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ وَهُوَ خَادِمُكُمْ أَخَذَ مَتَاعَكُمْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غلام چوری کرے تو اُسے بیچ دو ۱؎ اگرچہ بیس درہم میں ہو ۲؎ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۳؎ تیسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک چور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا حضور نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا لوگوں نے عرض کیا حضور ہم گمان نہ کرتے تھے کہ یہ یہاں تک پہنچ جائیگا ۴؎ فرمایا اگر فاطمہ ہوتیں تو میں انکے ہاتھ کاٹ دیتا ۵؎ (نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس اپنا غلام لایا عرض کیا اسکا ہاتھ کاٹ دیجئے کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے ۶؎ تو حضرت عمر نے فرمایا اس پر قطع نہیں ۷؎ کہ وہ تمہارا خادم ہے جس نے تمہارا سامان لے لیا ۸؎ (مالک)

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول

جائے، ہمارے امام صاحب کے ہاں سنت نہیں بلکہ جائز ہے اگر حاکم مناسب سمجھے تو کرے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چور کا ہاتھ گلے میں نہ ڈالا صرف اس کا ڈالا۔ ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے آقا کے گھر سے کچھ چرائے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ غلام کو گھر میں آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے لہذا اس کے لئے آقا کے گھر کا مال محفوظ نہ رہا جیسے خاوند بیوی ایک دوسرے کا مال چرائیں یا مہمان اپنے میزبان کی جگہ سے کچھ چرالے تو ہاتھ نہیں کٹتا کیونکہ ان کے حق میں یہ مال محفوظ نہیں۔ ۲؎ نش چالیس درہم کا ہوتا ہے لہذا آدھا نش بیس درہم کا ہوا یعنی کتنا ہی سستا بیچنا پڑے بیچ دو، یہ حکم بطور مشورہ ہے اور جس کے ہاتھ فروخت کرے اُسے اس عیب پر مطلع کر دے ممکن ہے کہ وہ کسی تدبیر سے اس غلام کی چوری چھوڑا دے۔ ۳؎ نیز یہ حدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ ۴؎ یعنی ہم حضور عالی کے متعلق یہ گمان نہ کرتے تھے کہ اسے اتنی سخت سزا دیں گے بلکہ ہمارا خیال تھا کہ رحم خسروانہ فرماکر اسے معمولی جھڑک فرمائیں گے وہ حضرات سمجھے تھے کہ شرعی سزائیں معاف ہوسکتی ہیں۔ ۵؎ کیونکہ مجرم پر رحم یہ ہی ہے کہ اسے پوری سزا دیدی جائے کسی کی کسی طرح رعایت نہ کی جائے کہ اس سے ملک میں امان قائم رہتی ہے اور یہ سزائیں حق اللہ ہیں کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے، لوکان وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا مقدم اور تالی دونوں ناممکن ہیں اس سیدہ کا نام لے کر یہ بتانا منظور ہے کہ شرعی سزا میں کسی بڑے سے بڑے درجہ والے کی بھی رعایت نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ۔ ۶؎ اور اس آئینہ کی قیمت ایک دینار یا اس سے زیادہ ہے۔ ۷؎ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ جس کو گھر میں آنے کی دائمی یا عارضی اجازت ہو اگر وہ گھر سے چوری کرے تو اس پر قطع نہیں کہ اس گھر کا مال اس کیلئے محفوظ نہ رہا، اس پر بہیتکی

اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ يَعْنِي الْقَبْرَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ تُقْطَعُ يَدُ النَّبَّاشِ لِأَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْمَيِّتِ بَيْتَهُ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ: بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي

اللہ فرمایا اس وقت تم کیسے ہو گے جب لوگوں کو عام وبائی موت پہنچے گی [۱] کہ اس میں قبر۔ غلام کی عوض ہو گی گھر سے مراد قبر تھی [۲] میں نے عرض کیا اللہ و رسول ہی جانیں [۳] فرمایا تم صبر اختیار کرنا [۴] حماد ابن سلیمان نے فرمایا [۵] کہ کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائیں کیونکہ وہ میت پر اس کے گھر میں گھس گیا [۶] (ابوداؤد)؛ حدود میں سفارش

مسائل مبنی ہیں؛ [۵] خیال رہے کہ اگر غلام مولیٰ کے گھر سے چوری کرے تو احناف کے نزدیک اس کا ہاتھ نہ کٹے گا بعض ائمہ کے ہاں کٹ جائیگا لیکن اگر مولیٰ غلام کے مال کی چوری کرلے تو بالاجماع مولیٰ کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ غلام کا مال مولیٰ ہی کا ہوتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ اگر غلام مولیٰ کے سوا کسی اور کا مال چوری کرے۔ اگرچہ وہ مولیٰ کا عزیز و رشتہ دار ہی ہوں جن کے گھر جانے کی غلام کو عام اجازت نہ ہو تو اس کا ہاتھ کٹ جائیگا کیونکہ ان لوگوں کے مال غلام کے لئے غیر محفوظ نہیں بلکہ محفوظ ہیں اور محفوظ مال کی چوری میں قطع ہے؛ [۱] یعنی ایک وقت تم ایسا دیکھو گے کہ جہاں تم ہو گے وہاں کوئی وبا پھیلے گی جس سے لوگ بہت زیادہ مریں گے تم اس وقت کیا کرو گے وہاں صابر ہو کر رہو گے یا وہاں سے بھاگ جاؤ گے، یہ جگہ مدینہ منورہ کے علاوہ ہو گی کیونکہ مدینہ منورہ میں وبا نہیں پھیلتی؛ [۲] یعنی موت اس قدر عام ہو گی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کے عوض فروخت ہو گی یا ایک قبر کی کھدوائی کی اُجرت ایک غلام کی قیمت ہو گی؛ [۳] یعنی مجھے خبر نہیں کہ اس وقت میرا کیا حال ہو گا صبر یا بے صبری، یہ تو آپ کے رب کو ہی خبر ہے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اگلے پچھلے حالات سے خبردار ہیں، ہم کو اپنے حال کی ایسی خبر نہیں جیسی خبر حضور کو ہے صلے اللہ علیہ وسلم؛ [۴] یہ حکم بھی ہے خبر بھی یعنی تم اس وقت صبر کرو گے اور ایسا ہی کرنا کہ وہاں کی جگہ سے بھاگ جانا بے صبری ہے؛ [۵] حماد تابعی ہیں ثقہ ہیں کوفی ہیں فقیہ مجتہد ہیں حضرت انس اور سعید ابن مسیب و ابراہیم نخعی سے روایات کرتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے استاذِ حدیث ہیں ۱۲۰ھ میں وفات ہوئی، آپکے والد ابوسلیمان کا نام مسلم اشعری ہے وہ ابراہیم ابن موسیٰ اشعری کے مولیٰ ہیں حضرت امام ابوحنیفہ کی احادیث حماد عن ابراہیم النخعی ہوتی ہیں (اشعہ)؛ [۶] یعنی حضرت حماد نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میت کی قبر کو گھر فرمایا اور گھر سے چوری کرنے والا قطع کا مستحق ہے: خیال رہے کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہ کٹے گا، امام ابویوسف و امام شافعی وغیرہم کے نزدیک کٹیگا، ان ائمہ کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے استدلال بہت ضعیف ہے کیونکہ اگرچہ قبر گھر ہے مگر غیر محفوظ ہے اور کفن غیر مملوک ہے۔ غیر محفوظ جگہ سے غیر مملوک مال کی چوری سے قطع نہیں، جس مکان کا دروازہ بند نہ ہو اور کوئی محافظ بھی موجود نہ ہو وہاں سے چوری کرنے والے کا ہاتھ کسی کے نزدیک نہیں کٹتا، حضرت عبداللہ ابن عباس، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام زہری کا یہ قول ہے کہ کفن چور پر قطع نہیں، کفن چور کے قطع کے متعلق جس قدر روایات ہیں وہ تمام ضعیف ہیں اس کی تفصیل اس جگہ مرقات میں دیکھو ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے روایت کی کہ مروان کے پاس ایک کفن چور لایا گیا تو اس نے کوڑے لگوائے تمام صحابہ نے یہ دیکھا اور کسی نے انکار نہ کیا بلکہ مروان نے صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا، تو سب نے رائے دی کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں اور اسے تمام شہر میں گشت کرائی جائے، ہاں امام اعظم کے ہاں اگر حاکم سیاستہً کفن چور کا ہاتھ کٹوا دے تو جائز ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے، یہ

لحدود۔ **اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** ؛ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ

کا بیان لہ ؛ **پہلی فصل** ؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کی حالت نے غم میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی لہ انہوں نے مشورہ کیا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کون عرض کرے تو بولے کہ اس پر کون جرأت کر سکتا ہے سوا اسامہ ابن زید کے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں تہ چنانچہ حضور سے اسامہ نے عرض کیا کہ تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم اللہ تعالٰی کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو شہ پھر قیام فرمایا خطبہ دیا پھر فرمایا تم سے پہلے والے صرف اس وجہ سے ہلاک کئے گئے لہ کہ ان میں جب کوئی عزت والا چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے شہ اور اللہ کی قسم شہ اگر محمد مصطفٰے کی دختر فاطمہ بھی چوری کرتی

بحث اچھی طرح خیال میں رہنی چاہیے ؛ لہ اس باب میں اگرچہ چوری کی سزا میں سفارش کی ممانعت کا ذکر ہے مگر کسی حد میں سفارش جائز نہیں اسی لیے صاحب مشکوۃ نے حدود جمع فرمایا ؛ لہ مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں ؛ تہ یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کردیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے الفتنۃ اشد من القتل ؛ کہ حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر کر کے سفارش کی کہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا، وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جو اب بیان ہو رہا ہے ؛ شہ یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقلمند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے رب تعالٰی فرماتا ہے من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے، اور مقدمہ پیش ہوجانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوچکا تھا ؛ لہ اھلک یا معروف ہے تو اس کا فاعل انہم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے، ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے ؛ شہ یعنی یہود و نصارٰی میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایت کرنا شروع کردیں ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو

لَقَطَعْتُ يَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَتْ اِمْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيْرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا فَاَتٰى اَهْلُهَا اُسَامَةَ فَكَلَّمُوْهُ فَكَلَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ وَمَنْ

تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا[1] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت سامان مانگ لیتی اور اس کا انکار کردیتی تھی[2] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کے گھر والے اسامہ کے پاس آئے ان سے کچھ کہا سنا تو انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق عرض کیا پھر گذشتہ حدیث کی مثل ذکر کیا[3] دوسری فصل: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کے لئے آڑ بن جائے تو اس نے اللہ تعالٰی کا مقابلہ کیا[4] اور جو

کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے رب تعالٰی فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیٰوۃ یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اسلئے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری و غیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے: ۵ بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے الیمن یا یمن سے بمعنی برکت، اور یہاں قسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم، کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی یعنی قسم، بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم: ۶ سبحان اللہ یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے: خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پاگئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اسلئے آپکا نام شریف ہی لیا، ورنہ مراد ساری اولاد ازواج و عزیز و اقارب ہیں صلوات اللہ وسلامہ علٰے ابیہا وبعلہا وعلیہا وابنہا، اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے لوکان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین: ۷ اس عورت کی پہچان کرانے کے لئے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہوچکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لئے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایکبار چوری کرلی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحاق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے، اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر واللہ اعلم مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریح ذکر ہے (اشعہ و مرقات): ۸ یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی: ۹ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے۔ مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جبکہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص، کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرادینے میں حرج نہیں (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری، حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد

خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَّھُوَ یَعْلَمُہٗ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِیْ مُؤْمِنٍ مَّا لَیْسَ فِیْہِ اَسْکَنَہُ اللّٰہُ رَدْغَۃَ الْخَبَالِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبَیْھَقِیِّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَنْ اَعَانَ عَلٰی خُصُوْمَۃٍ لَّا یَدْرِیْ اَحَقٌّ اَمْ بَاطِلٌ فَھُوَ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ :: وَعَنْ اَبِیْ اُمَیَّۃَ الْمَخْزُوْمِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اِعْتِرَافًا وَّلَمْ یُوْجَدْ مَعَہٗ مَتَاعٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

باطل چیز میں جانتے ہوئے جھگڑے وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا حتی کہ اس سے نکل جائے گا[۱] اور جو کسی مسلمان میں برائی بیان کرے جو اس میں نہیں ہے تو اللہ اسے کیچ لہو میں رکھے گا[۲] حتی کہ اپنے کہے سے نکل جائے[۳] (احمد، ابوداؤد) اور بیہقی کی شعب الایمان کی روایت ہے کہ جو کسی جھگڑے میں مدد کرے نہ جانتا ہو کہ وہ حق ہے یا باطل تو وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا حتی کہ نکل جائے[۴] :: روایت ہے حضرت ابوامیہ مخزومی[۵] سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے صریحی اقرار کر لیا تھا اور اس کے پاس سامان پایا نہ گیا[۶] تو اس سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کرکے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں :: [۵] یعنی اگر سفارشی نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جس سے شرعی حد قائم نہ ہو سکی تو یہ سفارشی اللہ کا دشمن ہے اور اگر حاکم نے سفارش قبول کرکے مجرم کو چھوڑ دیا تو سفارشی اور حاکم دونوں اللہ تعالٰی کے دشمن ہیں پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کسی مجرم کی سفارش کرکے حاکم کو چھوڑ دینے پر مجبور کرے اور حاکم چھوڑنا تو نہ چاہتا تھا مگر ان کے دباؤ سے مجبور ہو گیا، اب یہ حکم ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے چھوڑانے والے سفارشی کا تو ذکر فرمایا چھوڑنے والے حاکم کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔

[۱] یہ فرمان عالی بہت وسیع ہے جھوٹے مقدمہ باز، جھوٹے مناظر، جھوٹے جھگڑالو سب ہی اس میں داخل ہیں رب تعالٰی ہدایت دے، اگر اس حدیث پر عمل ہو جائے تو مقدمہ بازیاں مناظرے سب ہی ختم ہو جائیں :: [۲] ردغۃ الخبال ر کے فتحہ، دال کے سکون اور غ اور ب کے فتحہ سے کچا پیپ جسے اردو میں کچلہو کہتے ہیں اس سے مراد دوزخ کا وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا پیپ و خون جمع ہوتا ہے :: [۳] یعنی دنیا میں جتنے روز تک یہ مسلمان بھائی کو عیب لگاتا رہا اتنے روز تک جہنم کے اس طبقہ میں رکھا جائے گا کہ وہاں رہے گا اور یہ کچ لہو ہی پیئے گا اللہ کی پناہ :: [۴] یہ فرمان عالی پہلے فرمان سے زیادہ سخت ہے کہ وہاں باطل پر جھگڑے کا ذکر تھا اور یہاں جس کے متعلق حق ہونے کا یقین نہ ہو باطل ہونے کا شبہ ہو اس میں جھگڑے والے کی مدد کرنے پر وعید ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ یا کسی چیز پر دوسرے سے جھگڑ رہا ہے تم کو یہ پتہ نہ چلا کہ یہ حق پر ہے یا باطل پر تم نے اس کی اندھا دھند مدد کی تو تم بھی غضب الٰہی میں آگئے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض قومیت پر دوسروں سے لڑتے ہیں اپنے ہم قوم کی جھوٹ و ظلم پر مدد کرتے ہیں، نیز وہ بیرسٹر و وکیل عبرت پکڑیں جو کچھ روپیہ کے لئے ظلم کی حمایت و وکالت کرتے ہیں ::

[۵] آپ صحابی ہیں آپ کا نام معلوم نہ ہو سکا صرف کنیت میں مشہور رہیں آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے آپ سے ابوذر غفاری مولٰی ابوالمنذر نے روایت کی رضی اللہ عنہم (مرقات و اشعہ) [۶] لص لام کے پیش یا کسرہ سے ص کے شد سے یعنی ایک ایسا شخص آپ کی خدم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ قَالَ بَلٰى فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَعْتَرِفُ فَأَمَرَ بِهٖ فَقُطِعَ وَجِيْءَ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ فَقَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ثَلَاثًا رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ هٰكَذَا وَجَدْتُّ فِي الْأُصُوْلِ الْأَرْبَعَةِ وَجَامِعِ الْأُصُوْلِ وَشُعَبِ الْإِيْمَانِ وَمَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ أَبِيْ أُمَيَّةَ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ أَبِيْ رِمْثَةَ بِالرَّاءِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ الْهَمْزَةِ وَالْيَاءِ۔ **بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ**

علیہ وسلم نے کہ میں تیرے متعلق خیال نہیں کرتا کہ تو نے چوری کی[1] وہ بولا ہاں حضور نے دو یا تین بار اس سے فرمایا وہ ہر بار اقرار ہی کرتا رہا تو حکم دیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا[2] اور اسے لایا گیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر بولا میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا الٰہی اس کی توبہ قبول فرمالے[3] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) میں نے چاروں اصول اور جامع اصول شعب الایمان اور معالم السنن میں یوں ہی پایا[4] بروایت ابوامیہ اور مصابیح کے نسخوں میں ابورمثہ سے ہے رے اور تین نقطی ث سے بجائے ہمزہ اور ی کے[5]۔ **شراب کی سزا کا بیان**[6]

[1] صحابہ کرام لائے جس کی چوری پر کوئی گواہ نہ تھا نہ چوری کی علامت یعنی مسروقہ مال اس کے پاس تھا لوگوں کے سامنے اس نے چوری کا اقرار کرلیا تھا اس بنا پر اسے بارگاہ عالی میں حاضر کیا گیا۔ اخال ہمزہ کے کسرہ سے ہے اصل میں اخال ہمزہ کے فتحہ سے تھا خال یخال خیال سے بنا صحیح یہ ہے یعنی ہم کو تیرے متعلق یہ خیال نہیں کہ تو نے چوری کی ہو تجھے دھوکا لگا ہے۔

[2] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار زنا کی طرح چوری کے اقرار میں بھی بار بار اقرار کرایا جائے اور اگر یہ چور بھی اقرار کے بعد رجوع کرے تو اسے چھوڑ دیا جائیگا دیگر اماموں یعنی امام اعظم امام مالک امام محمد بلکہ خود امام شافعی کے ایک قول میں صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹیگا امام احمد و امام ابویوسف کے نزدیک صرف اقرار سے ہاتھ نہیں کٹتا۔ امام اعظم وغیرہم کی دلیل وہ حدیث ہے جو طحاوی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی کہ حضور انور نے صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹوایا: اس حدیث میں جو تعدد کا ذکر ہے وہ چوری کے معنے تحقیق کے لئے ہے کہ کبھی چور غلطی سے خیانت وغیرہ کو چوری سمجھ رہا ہو واللہ اعلم (مرقات)

[3] اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد چور سے توبہ بھی کرائی جائے کیونکہ ہاتھ کٹ جانا تو شرعی جرم کا کفارہ ہوا اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی معافی توبہ سے ہوگی۔

[4] یعنی ان کتب میں یہ حدیث ابوامیہ سے مروی ہے نہ کہ ابورمثہ سے: خیال رہے کہ جامع اصول السنۃ امام ابن اثیر کی مشہور کتاب ہے۔

[5] یہ باب تیسری فصل سے خالی ہے: خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے جبکہ چوری کے تمام شرائط پائے جائیں، اس میں اختلاف ہے کہ چور سے مال کا تاوان بھی لیا جائیگا یا نہیں، ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر مسروقہ مال چور کے پاس موجود ہے تو مالک کو دلوا دیا جائے گا۔ اور اگر مال اس کے پاس سے جب تا رہا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِی الْخَمْرِ بِالْجَرِیْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَضْرِبُ فِی الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِیْدِ اَرْبَعِیْنَ ۔ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانَ یُؤْتٰی بِالشَّارِبِ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِمْرَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ عَلَیْہِ بِاَیْدِیْنَا وَنِعَالِنَا وَاَرْدِیَتِنَا حَتّٰی کَانَ اٰخِرُ اِمْرَۃِ عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِیْنَ حَتّٰی

پہلی فصل: روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا میں چھڑیوں اور جوتوں سے پٹوایا ہے[1] اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے لگائے[2] (مسلم بخاری) اور دوسری روایت میں ان ہی انس سے ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شراب کی سزا میں چالیس جوتے اور چھڑیاں لگواتے تھے[3]۔ روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ شرابی لایا جاتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی امارت اور حضرت عمر کی شروع خلافت میں تو ہم[4] اپنے ہاتھوں اپنے جوتوں اپنی چادروں سے اس پر کھڑے ہوجاتے تھے[5] حتی کہ حضرت عمر کی آخری خلافت آئی تو آپ نے چالیس کوڑے لگوائے[6] یہاں تک

یا اس نے خرچ یا ضائع کردیا تو ضمان واجب نہیں صرف ہاتھ کاٹنا سزا کافی ہے دوسرے اماموں کے ہاں مال کا تاوان بھی دلوایا جائیگا، ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو نسائی نے بروایت عبدالرحمن ابن عوف نقل کی کہ جب چوری والے پر حد قائم کردی جائے تو اس پر تاوان نہیں اور دارقطنی کے یہ الفاظ ہیں لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ اور بزاز نے روایت کی لایضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد رب تعالٰی فرماتا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاءً بما کسبا۔ ما کسبا میں ما عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دینا اسکے سارے جرموں کی سزا ہے چوری کی بھی اور مال ضائع کرنے کی بھی (مرقات وہدایہ وکتب اصول)[1]

خمر کے معنی ہیں چھپانا اسی لیے دوپٹے کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر کو چھپالیتا ہے بعض اماموں کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے بعض کے نزدیک صرف انگوری شراب کو خمر کہتے ہیں۔ انگوری شراب کا ایک قطرہ بھی بالاجماع حرام ہے دوسری شرابیں حد نشہ تک بالاجماع حرام ہیں اس سے کم کی حرمت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ بھی مطلقًا حرام ہیں نشہ دیں یا نہ دیں، شراب کی سزا اسی کوڑے ہیں عہد صحابہ میں اولًا اختلاف رہا پھر اسی کوڑوں پر اتفاق ہوگیا، شراب کی سزا کے لیے شرط یہ ہے کہ بحالت نشہ اس کی گواہی یا اقرار حاکم کے پاس ہوجائے، نشہ اتر جانے کے بعد اگر اقرار یا گواہی گذرے تو امام اعظم کے ہاں اس پر یہ سزا نہیں جاری ہوگی: خیال رہے کہ نشہ والے کی طلاق تو واقع ہوجاتی ہے مگر اس کا ارتداد درست نہیں یعنی اگر اس کے منہ سے نشہ میں کلمہ کفر نکل جائے تو اسلام سے خارج نہ ہوگا، ایک صحابی نے بحالت نشہ نماز مغرب میں سورۂ کفرون پڑھی ہر جگہ سے لا چھوڑ گئے تو یہ کلمات کفر بن گئے مگر ان پر حکم ارتداد نہ دیا گیا بعد میں شراب حرام کردی گئی۔ [1] یہ روایت مجمل ہے کہ اس میں تعداد کا ذکر نہیں، دوسری روایتوں میں چالیس کا ذکر ہے، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شاخیں چالیس لگوائیں جس سے اسی ہوگئیں اور ہوسکتا ہے کہ اولًا شراب کی سزا مقرر نہ تھی بعد میں مقرر ہوئی یہ روایت اول زمانہ کی ہو (مرقات)۔ [2] اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ شراب کی سزا چالیس کوڑے ہیں مگر ہمارے ہاں اسی کوڑے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرکے اسی کوڑے مقرر فرمائے اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا لہذا اسی کوڑوں پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا۔ [3] یعنی شرابی کو کچھ تو جوتے اور کچھ کوڑے دونوں کی تعداد مل کر چالیس ہوئی۔ [4] یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور پوری خلافۃ

إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فِي الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهٗ وَلَمْ يَقْتُلْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ وَفِي أُخْرٰى لَهُمَا وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ عَنْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ جب لوگ سرکش اور بے راہ ہو گئے تو اسّی کوڑے لگوائے [۱] (بخاری) ۞ دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو شراب پی لے تو اسے کوڑے مارو اگر پھر لوٹے تو چوتھی بار میں اسے قتل کردو [۲] راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے بعد وہ شخص لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی لی تھی آپ نے اسے مارا تو مگر قتل نہ کیا [۳] (ترمذی) اور ابوداؤد نے حضرت قبیصہ ابن ذویب سے روایت کی [۴] اور دونوں کی دوسری روایت میں اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی کی روایت میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سے مروی ہے

صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے شروع میں شراب کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی ہم اپنی چادر کا کوڑا بنا کر مارتے تھے کچھ جوتے لگا دیتے تھے کچھ چھڑیاں مار دیتے تھے غالبًا یہ سب ملکر بھی چالیس نہ ہوتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ [۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے چالیس کوڑے بھی نہ لگوائے جاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس مقرر کئے۔ [۶] یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اتنی معمولی سزا سے شراب نوشی نہیں رکتی، تو آپ نے اسّی کوڑے مقرر کئے، معلوم ہوا کہ نرم سزائیں جرم کی عادت روکنے کیلئے کافی نہیں، یہ حدیث جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ شرابی کی سزا اسّی کوڑے مقرر ہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سزا حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی رائے سے مقرر کی، تمام صحابہ نے یہ سزا دیکھی اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا بہرحال زمانہ رسالت میں شراب کی سزا ضرور تھی مگر مقرر نہ تھی پھر چالیس کوڑے عہد صدیقی یا عہد فاروقی میں مقرر ہوئی پھر آخری عہد فاروقی میں اسّی کوڑے مقرر ہوئے، جن روایات میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے زمانۂ خلافت میں چالیس کوڑے مارے وہ درست نہیں، مرقات نے اس کی پُرزور تردید فرمائی اور اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا۔ [۲] یا تو قتل سے مراد سخت مارہے یعنی گویا اسے مار ڈالو یا یہ حکم اول اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا کسی امام کا یہ مذہب نہیں کہ شرابی کی سزا قتل ہے بلکہ اس حدیث کا اگلا جملہ بھی یہ ہی بتا رہا ہے کہ قتل کا حکم یا منسوخ ہے یا متاول ہے (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ یہ قتل تعزیرًا ہو نہ کہ حد کے طور پر کہ اگر قاضی عادی شرابی فسادی کے قتل میں مصلحت دیکھے تو اسے قتل کرے۔

[۳] اس عمل شریف سے معلوم ہوا کہ حکم قتل یا منسوخ ہے یا وہاں قتل کے معنی سخت مار ہے فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کا قتل سوا تین جرموں کے اور کسی وجہ سے جائز نہیں ہے ارتداد، قتل عمد، زنا بعد احصان، وہ حدیث بھی اس جملہ کی تائید کرتی ہے، مرقات نے یہاں فرمایا ایک چھوٹی جماعت نے گذشتہ حدیث کی بنا پر حکم دیا ہے کہ شرابی کو چوتھی بار قتل کیا جائے مگر ان کا یہ قول مخالف اجماع ہے یہ حدیث اس کی ناسخ ہے یا اس کا بیان ہے [۴] قبیصہ ابن ذویب ق کے فتحہ سے اور ذویب ذال کے پیش واؤ کے فتحہ سے ہے، قبیصہ کی ولادت یکم ہجری میں ہوئی آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَمُعَاوِيَةُ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ وَالشَّرِيْدُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاقْتُلُوْهُ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَزْهَرِ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِىَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ اِضْرِبُوْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالنِّعَالِ وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالْعَصَا وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالْمِيْتَخَةِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِى الْجَرِيْدَةَ الرَّطْبَةَ ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِّنَ الْاَرْضِ فَرَمٰى بِهٖ فِىْ وَجْهِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِىَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اِضْرِبُوْهُ

جن میں حضرت ابن عمر، معاویہ، ابوہریرہ اور شرید ہیں ۱؎ فاقتلوہ تک ہے۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ازہر سے ۲؎ فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں ۳؎ جبکہ آپکے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی لوگوں سے فرمایا اسے مارو ۴؎ تو بعض نے اسے جوتوں سے مارا اور بعض نے اسے ڈنڈے سے مارا اور بعض نے اُسے چھڑی سے مارا ابن وہب نے فرمایا کہ میتخہ سے مراد تر شاخ ہے ۵؎ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی لی وہ اس کے منہ پر ماری ۶؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی ۷؎ فرمایا اسے مارو

کی گود میں ڈالا گیا، حضور انور نے آپکے لئے دعا کی چنانچہ آپ فقیہ تابعی ہیں اور آپ کی وفات ۱۰۶ھ میں ہے (اشعہ)۔ ۱؎ حضرت شرید کا نام مالک ابن سوید ہے حضور انور نے آپ کو شرید کا لقب دیا شرید کے معنی ہیں بھاگ آنے والا، چونکہ آپ اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کرکے مکہ معظمہ بھاگ آئے مسلمان ہوگئے اس لئے آپ کو یہ لقب دیا گیا، ثقفی ہیں حضرموت میں قیام رہا (اشعہ)۔ ۲؎ آپ صحابی ہیں قرشی ہیں عبدالرحمٰن بن عوف کے بھتیجے ہیں کیونکہ ازہر عوف کے بیٹے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کے ہمراہیوں سے ہیں مقام حرہ میں وفات پائی (مرقات، اشعہ، اکمال)۔ ۳؎ یعنی یہ واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے گویا میں اُسے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس میں اپنی یادداشت اور اپنی یاد پر اعتماد کا اظہار ہے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ شرابی کو سزا حاکم اسلام دے ہر شخص اپنی رائے سے نہیں دے سکتا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سزا کے لئے کوئی خاص آدمی جلاد مقرر کرنا لازم نہیں قوم کے افراد مار سکتے ہیں اگرچہ بعض کی مار ہلکی ہوگی بعض کی سخت۔ ۵؎ لفظ میتخہ میں اختلاف ہے کہ یہ کیسے پڑھا جائے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اولاً میم مکسورہ ہے پھر تے ساکن پھر تے مفتوحہ پھر خ مفتوحہ ہے بعض نے میم مفتوحہ پھر تے مکسورہ پھر ی ساکنہ سے پڑھا بروزن سکینہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا مادہ تیخ بمعنی ضرب ورمار ہے بعض نے میم کے بعد تے مشددہ سے پڑھا، اہل لغت نے یہ لفظ نہیں لیا بہرحال اس کے معنی ہیں مارنے کی چیز خواہ تر شاخ ہو یا چھڑی یا ڈنڈا یا کوڑا۔ (مرقات) ابن وہب اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہوں نے کہا عبدالرحمٰن کی مراد تر شاخ ہے یعنی یہ لفظ آتا ہے تو بہت سے معنی میں مگر یہاں مراد کھجور کی تر شاخ ہے، ابن وہب نہایت ثقہ عالم محدث ہیں انکی ولادت ۱۲۵ھ میں ہے وفات ۱۹۷ھ میں ہے (اشعہ)۔ ۶؎ یا تو مٹی اُسکی طرف پھینکی یا منہ پر ہی ماری، جس سے

فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ثُمَّ قَالَ بَكِّتُوْهُ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ مَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ مَا خَشِيْتَ اللّٰهَ وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ فَلُقِيَ يَمِيْلُ فِي الْفَجِّ فَانْطُلِقَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَاذٰى دَارَ الْعَبَّاسِ اِنْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهٗ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

تو ہم میں سے بعض اپنے ہاتھ سے مارنے والے تھے بعض اپنے کپڑے سے اور بعض اپنے جوتے سے[۳] پھر فرمایا اسے ملامت کرو[۴] تو لوگ اس پر متوجہ ہو کر کہنے لگے تجھے اللہ سے خوف نہ ہوا تو اللہ سے نہ ڈرا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم نہ کی[۵] بعض قوم نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے[۶] فرمایا[۷] یوں نہ کہو نہ اس پر شیطان کی مدد کرو[۸] لیکن یوں کہو خدا اسے بخش دے الٰہی اس پر رحم کر[۹] (ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شراب پی لی نشہ میں ہو گیا تو اسے راستہ میں جھومتے ہوئے پایا گیا[۱] تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر چلا گیا جب وہ حضرت عباس کے گھر کے سامنے آیا تو وہ چھوٹ گیا تو حضرت عباس پر داخل ہو گیا انہیں لپٹ گیا[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا

کا منہ گرد آلود ہو گیا، یہ عمل شریف غضب کے لئے ہے یا اس شراب خوری کی بدتری بیان فرمانے کیلئے ہے پاخانہ وغیرہ نجس چیز ادھر نہ پھینکی تاکہ اسکا جسم نجس نہ ہو جائے مسلمان خواہ کتنا ہی مجرم ہو مگر اس کے ایمان کا احترام ہے ۔ [۲] شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے (مرقات) [۳] ظاہر یہ ہے کہ نجس جوتے سے نہ مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے، جوتے سے مارنا اظہار غضب و اظہار ذلت کیلئے ہے کہ یہ فعل بہت ذلیل ہے ۔ [۴] یعنی اسے زبان سے برا بھلا کہو، یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب سبحان اللہ خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں ۔ [۵] معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر گناہ اللہ تعالٰی کے خوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہیے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں ہمارے گناہوں کو حضور دیکھ رہے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شهیدا، اعلٰی حضرت قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے ؛ شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ہر نیک عمل میں رب تعالٰی کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہئے، رب تعالٰی فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ حضور کو ہماری نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے ۔ [۶] دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی بجائے نصیحت کے فضیحت کی [۷] اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لئے پھیلا ہوا ہے ۔ [۸] کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو ۔ [۹] یعنی یوں کہو کہ الٰہی اس کی گذشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کی

سَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ اَفَعَلَهَا وَلَمْ يَاْمُرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيْدِ النَّخَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ مَا كُنْتُ لِاُقِيْمَ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتَ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهٗ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهٗ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدِّيْلِيِّ قَالَ

تو حضور انور ہنس پڑے اور فرمایا اس نے یہ کیا اور اس کے بارے میں کچھ حکم نہ دیا۵ (ابوداؤد)۔ تیسری فصل: روایت ہے حضرت عمیر ابن سعید نخعی سے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی ابن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ میں کسی پر شرعی حد قائم کردوں وہ مرجائے تو میں اپنے دل میں کچھ غم و رنج محسوس نہ کروں گا۱؎ سوائے شرابی کے کہ اگر وہ مرجائے تو اسکا خون بہا دوں گا۲؎ یہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا مقرر نہ فرمائی۳؎ (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ثور ابن زید دیلمی سے۴؎ فرماتے ہیں

توفیق دے اس پر رحم فرما، یا ارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گذشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے آمین۔ ۵؎ راوی کا شرح فرمانا اپنے گمان کی بناء پر ہے ورنہ اسے شراب پیتے کسی نے دیکھا نہ تھا نہ اس نے شراب پی لینے کا اقرار کیا تھا صرف اس کے جھومنے سے سمجھا گیا کہ اس نے شراب پی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے فج اس وسیع راستہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو اب ہر وسیع راستہ کو کہنے لگے لہذا فج خاص ہے اور طریق و صراط و سبیل عام یعنی ہم اسے گلی کوچوں سے نہ لائے بلکہ شارع عام سے لائے۔ ۹؎ بعض شارحین نے یہاں دھوکا کھایا ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے کیونکہ حضرت عباس کا گھر لب سڑک مکہ معظمہ میں ہی تھا مدینہ منورہ میں نہ تھا بلکہ مدینہ پاک میں ان کا گھر گلی کوچہ میں تھا مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ ہجرت سے پہلے شراب حرام نہ تھی نیز وہاں حکومت اسلامیہ قائم نہ ہوئی تھی کہ مجرم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے جاتے، لہذا حق یہ ہے کہ یہ واقعہ بعد ہجرت کا ہے اور شراب حرام ہوچکنے کے بعد کا ہے ورنہ اُسے پکڑا نہ جاتا، اور حضرت عباس کے گھر کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس گلی کے کنارہ پر پہنچے جہاں حضرت عباس کا گھر ہے محاذات یعنی مقابلہ اس کو شامل ہے۔ ۱۰؎ یعنی بغیر اجازت آپکے گھر میں گھس گیا اور آپ سے لپٹ گیا کہ مجھے ان سے چھڑاؤ اور سزا سے بچاؤ کیوں اسلئے معصرج ہوش میں ہو نہ ہو: یہ نہ رہے یا مر اسے پھر کر لیا گیا۔ ۱۱؎ سرکار عالی صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے تو اس کا یہ عجیب کام سن کر اور سزا اس لئے نہ دی کہ اس کے شراب پینے پر گواہی قائم نہ تھی۔ اس سے حنفی مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ صرف جھومنے سے شراب کی سزا نہیں دی جاسکتی بلکہ عینی گواہی ضروری ہے یا اقرار، جو حضرات صرف جھومنے پر حد لگا دینے کے قائل ہیں وہ یہاں یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی مگر یہ توجیہ درست نہیں ورنہ پھر صحابہ اُسے گرفتار کرکے بارگاہ نبوت میں حاضر نہ کرتے گرفتاری تو سزا کے لئے ہوتی ہے اور سزا جرم پر ہوتی ہے اور شراب پینا جرم جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ شراب حرام ہوچکی ہو۔ ۱۲؎ ماکنت لاقیم کا لام لام جحود ہے جو کنت کی نفی نہیں بلکہ جانے دیتا بلکہ اجد فی نفسی کی نفی کرتا ہے جیسے ماکان اللہ لیعذبہم انما انعم کالام یعنی اگر میں کسی کو زنا کے کوڑے لگاؤں یا تہمت کے کوڑے ماروں وہ مرجائے تو مجھے غم نہیں کہ ایسے موذیوں سے زمین خالی ہونا اچھا ہے۔ ۱۳؎ کہ اگر دوران سزا میں یہ مرجائے تو مجھے بہت غم ہوگا۔ ۱۴؎ یعنی اس مضروب کے وارثوں کو سو اونٹ دیت خون بہا ادا کروں گا ۱۵؎ اس پر ائمہ متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص شرعی حد سے مرجائے تو حاکم یا جلاد یا بیت المال پر خون بہا واجب نہیں لیکن اگر تعزیر سے مرجائے تو اس میں اختلاف ہے امام مالک احمد فرماتے ہیں کہ خون بہا نہیں امام شافعی کے ہاں بیت المال سے دیت ادا کی جائیگی ہمارے ہاں اس کا حکم قتل خطا ہے کہ قاتل کے عصبہ دیت دینگے در قاتل

اِنَّ عُمَرَ اِسْتَشَارَ فِیْ حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ اَرٰی اَنْ تَجْلِدَہٗ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً فَاِنَّہٗ اِذَا شَرِبَ سَکِرَ وَاِذَا سَکِرَ ھَذٰی وَاِذَا ھَذٰی اِفْتَرٰی فَجَلَدَ عُمَرُ فِیْ حَدِّ الْخَمْرِ ثَمَانِیْنَ رَوَاہُ مَالِکٌ۔

بَابُ مَا لَا یُدْعٰی عَلَی الْمَحْدُوْدِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا اِسْمُہٗ عَبْدُ اللہِ یُلَقَّبُ حِمَارًا کَانَ یُضْحِکُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی

کہ حضرت عمر نے شراب کی سزا کے متعلق مشورہ کیا ۱؎ تو حضرت علی نے فرمایا میری رائے ہے کہ آپ اس کو اسی کوڑے لگائیں ۲؎ کیونکہ جب پیئے گا تو نشہ ہوگا اور جب نشہ ہوگا تو بکواس بکے گا اور جب بکواس بکے گا تو جھوٹ گھڑیگا ۳؎ چنانچہ حضرت عمر نے شراب کی سزا میں اسی کوڑے مارے ۴؎ (مالک) باب محدود کی بد دعا نہ کی جائے ۵؎ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن خطاب سے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ لقب حمار تھا ۶؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے ۷؎ اور نبی کریم صلی اللہ

کفارہ ادا کریگا لہذا اگر خاوند اپنی بیوی کو یا استاذ اپنے شاگرد کو یا آقا نوکر کو ادبًا مارے اتفاقًا وہ مرجائے تو اس قاتل کے وارثوں پر دیت اور قاتل پر کفارہ ہے لیکن اگر خاوند کے صحبت کرنے سے بیوی مرجائے تو نہ دیت ہے نہ کفارہ بلکہ مہر واجب، حضرت علی کے اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ اگر شرابی کو اسی کوڑے مارے گئے اور چالیس کے بعد وہ مرگیا تو میں ضمان دونگا کیونکہ حضور انور نے چالیس تک مارے ہیں زیادتی تو ہم لوگوں نے کی ہے شاید یہ زیادتی حد نہ ہو بلکہ تعزیر کا حکم رکھتی ہو۔ ۶؎ مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں دیلمی ہے میم کے ساتھ، دیلم ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے مگر موطا امام مالک میں دیلی ہے بغیر میم کے، دیل ایک مشہور قبیلہ ہے صحیح دیلی ہے بغیر میم کے، یہ تابعی حمصی شامی ہے اس پر قدریہ ہونے کا شبہ کیا گیا چنانچہ مسلمانوں نے اسے حمص سے نکال کر اسکا گھر جلادیا، ثور ابن یزید کلاعی اور شخص ہیں جو تابعی ثقہ تھے ان کی وفات ۱۵۵ھ میں ہوئی (مرقات وغیرہ)

۱؎ کہ کیا شرابی کی سزا چالیس کوڑے رکھی جائے یا زیادہ کی جائے تو کتنی، کیونکہ چالیس کوڑوں سے شراب نوشی پوری نہیں رکتی۔ ۲؎ یہ مشورہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا سب نے قبول کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کا اجماع ہوگیا اور فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو میری اور میرے صحابہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے، اس لیے تمام ائمہ کے نزدیک شراب کی سزا اسی کوڑے مقرر ہے۔ ۳؎ یعنی اکثر نشہ والا مستی میں عورتوں کو ایسی گالیاں بھی دے دیتا ہے جو تہمت میں داخل ہیں اور قذف یعنی تہمت کی سزا از روئے قرآن اسی کوڑے ہیں تو جیسے نیند وضو توڑ دیتی ہے کہ وہ سبب ہے ریح نکلنے کی، یوں ہی شراب سبب ہے قذف کی لہذا شرابی کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا مانا جائے، یہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور بہت درست اجتہاد ہے۔ ۴؎ یعنی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضے کا یہ مشورہ صرف قولًا ہی قبول نہ کیا بلکہ اس پر عمل بھی شروع فرمادیا کہ شرابی کو اسی کوڑے لگانے شروع کردیئے، خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں شرابی کی سزا مقرر نہ تھی عہد صدیقی میں چالیس کوڑے مقرر ہوئے، پھر عہد فاروقی سے تا قیامت اسی کوڑے مقرر ہوگئے۔ ۵؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ما نہیں ہے اور باب کو تنوین ہے جن نسخوں میں ما ہے وہ مصدریہ ہے جس سے لایدعی بمعنی مصدر ہوگیا یعنی سزا یافتہ مجرم کو بد دعا نہ کرنے کا باب۔ ۶؎ چونکہ یہ حضرت نہایت سیدھے سادھے سادہ لوح تھے اسلئے لوگ انہیں حمار کہتے تھے وہ اس سے برا بھی نہ مانتے تھے اسلئے یہ لقب اس آیت کے ماتحت نہ آئے گا وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَہٗ فِی الشَّرَابِ فَاُتِیَ بِہٖ یَوْمًا فَاَمَرَ بِہٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْہُ فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اِضْرِبُوْہُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِہٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِہٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاکَ اللّٰہُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا ھٰکَذَا لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْہِ الشَّیْطَانَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ

علیہ وسلم نے انہیں شراب کے بارے میں کوڑے لگائے تھے [۱] انہیں ایک دن لایا گیا حضور نے حکم دیا تو انہیں کوڑے لگائے گئے تو قوم سے ایک شخص بولا خدایا اس پر لعنت کر کتنا زیادہ اسے لایا جاتا ہے [۲] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر لعنت نہ کرو [۳] خدا کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ رسول سے محبت کرتا ہے [۴] (بخاری) ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی تو فرمایا اسے مارو تو ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھ سے مارا بعض نے اپنے جوتے سے اور بعض نے اپنے کپڑے سے پھر جب فارغ ہوئے تو بعض نے کہا کہ تجھے اللہ رسوا کرے تو فرمایا یوں نہ کہو اور اس پر شیطان کو مدد نہ دو [۵] (بخاری) دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

اب بھی بعض لوگوں کو بلا یا شکرہ کہتے ہیں وہ خود بھی اس لقب پر ہنستے ہیں ہماری اردو زبان میں حمار ذلت کا لفظ ہے لہذا ہم ان کو اس لقب سے نہیں پکار سکتے چترال میں بہتر بادشاہ نواب کو کہتے ہیں لکھنؤ میں جھنگی کو ۔ ہندیاں را اصطلاح ہند مدح ۔ سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح ۔
[۱] یعنی اپنے پرلطف کلام بلکہ کام سے حضور انور کو ہنساتے رہتے تھے شاید اپنا لقب حمار بھی اسی لئے اختیار کیا ہوگا کہ حضور ہنسیں صلے اللہ علیہ وسلم تب تو یہ نام رکھنا اور وہ سارے کام عین عبادت ہوگئے جن احادیث میں ہنسانے کی ممانعت ہے وہ ناجائز باتیں کرکے یا کسی کو تکلیف پہنچا کر ہنسانا مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اشعہ میں فرمایا کہ آپ ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے سبزیاں اور مٹھایاں لایا کرتے تھے رضی اللہ عنہ ۔ [۲] یعنی انہیں کئی بار یہ سزا دی جا چکی تھی (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ جس گناہ کی توبہ ہوتی رہے نہ وہ کبیرہ بنتا ہے اور نہ فاعل فاسق ہوتا ہے ۔ [۳] یہ قائل سمجھے کہ ان کا بار بار یہ سزا پانا رب تعالٰی کے غضب کی بنا پر ہے انہیں حقیقت حال کی خبر نہ تھی، رب کی قسم جس گناہ سے توبہ نصیب ہوجائے شرمندگی حاصل ہوجائے وہ اس عبادت سے افضل ہے جس سے فخر و غرور پیدا ہو حضرت آدم کا گندم کھا لینا شیطان کی ساری عبادات سے افضل ہے [۴] کیونکہ یہ گنہگار ہے غدار نہیں لازم ہے باغی نہیں بغاوت و غداری بدعقیدگی اور اللہ رسول کے مقابلہ سے ہوتی ہے ۔ [۵] مرقات نے فرمایا کہ ما علمت میں ما بمعنی الذی ہے اور یہ موصول صلہ لفظ اللہ کی صفت ہے یعنی اللہ کی قسم جس کو میں جانتا پہچانتا ہوں یہ ملزم اللہ رسول کا محب ہے، یا ما زائدہ ہے یعنی میں یقین و جزم سے جانتا ہوں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے، یا ما نافیہ ہے اور علمت مخاطب کا صیغہ ہے یعنی کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے، اور اللہ رسول کی محبت قربت کا ذریعہ ہے اور قربت پر رحمت ہوتی ہے نہ کہ لعنت ۔ [۵] یہ حدیث گذشتہ باب کی

جَاءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَہِدَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَنَّہٗ اَصَابَ امْرَاَۃً
حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ کُلَّ ذٰلِکَ یُعْرِضُ عَنْہُ فَاَقْبَلَ فِی الْخَامِسَۃِ فَقَالَ اَنِکْتَہَا قَالَ نَعَمْ قَالَ
حَتّٰی غَابَ ذٰلِکَ مِنْکَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْہَا قَالَ نَعَمْ قَالَ کَمَا یَغِیْبُ الْمِرْوَدُ فِی الْمُکْحُلَۃِ وَالرِّشَاءُ
فِی الْبِئْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا الزِّنَا قَالَ نَعَمْ اَتَیْتُ مِنْہَا حَرَامًا مَا یَاْتِی الرَّجُلُ مِنْ
اَھْلِہٖ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِیْدُ بِھٰذَا الْقَوْلِ قَالَ اُرِیْدُ اَنْ تُطَھِّرَنِیْ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ فَسَمِعَ
نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِہٖ یَقُوْلُ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ اُنْظُرْ اِلٰی

کہ اسلمی ۱؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا ۲؎ اس میں ہر دفعہ ان سے حضور منہ پھیرتے رہے ۳؎ پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی ۴؎ بولے ہاں فرمایا حتّٰی کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہوگیا ۵؎ بولے ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں ۶؎ اور رسی کنوئیں میں غائب ہو جاتی ہے ۷؎ بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے ۸؎ فرمایا ہاں میں نے اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے ۹؎ فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں ۱۰؎ تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کئے گئے ۱۱؎ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو

دوسری فصل کے آخر میں گذر چکی، اس کی شرح بھی وہاں ہی ہو چکی: احادیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حدود شرعیہ صرف حاکم اسلام ہی کر سکتا ہے نہ خود مجرم اپنے کو سزا دے اور نہ کوئی اور، دوسرے یہ کہ حاکم جس سے چاہے سزا دلوائے ایک آدمی سے یا ایک جماعت سے جلاد وغیرہ کا مقرر کرنا لازم نہیں، ہاں چور کا ہاتھ اس تجربہ کار سے کٹوائے جو اس کام کو جانتا ہو ورنہ مجرم کا خون بہ کر ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے، تیسرے یہ کہ سزا شرعی کے علاوہ مجرم کو برا بھلا کہنا بھی جائز ہے تاکہ شرمندہ ہو کر آئندہ باز رہے، چوتھے یہ کہ کسی مجرم فاسق گنہگار کو نام لے کر لعنت کرنا یا اخزاک اللہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں شیطان کی خوشی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو بار بار جرم کرتا رہے اور رسوا ہوتا رہے، شیطان یہ ہی تو چاہتا ہے۔ ۱؎ ماعز ابن مالک اسلمی جن کا واقعہ پہلے بارہا کچھ فرق کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ ۲؎ گواہی سے مراد اقرار ہے کہ یہ اقرار گواہی کے قائم مقام ہے نیز یہ اقرار چار دفعہ چار جگہ میں تھا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اب بھی آرہا ہے۔ ۳؎ اس منہ پھیرنے میں چند حکمتیں تھیں ایک یہ کہ ماعز آپ کے منہ مبارک کی طرف آئے تاکہ یہ اقرار پچھلے اقرار کی جگہ نہ ہو اسکی جگہ بدل جائے، دوسرے یہ کہ شاید اب بھی ماعز اقرار سے باز آجائیں اور سزا سے بچ جائیں زنا کے اقرار میں یہ ضروری ہے مگر ماعز پر تو توفیق الٰہی کا رنگ چڑھا ہوا تھا وہ تو جلال پاک ہونے جان فدا کرنے آئے تھے ۴؎ نکت کے معنے پہلے بیان ہو چکے کہ نیک سے بنا اجوف یائی باب ضرب یضرب کا ماضی ہے عربی میں یہ لفظ اس کام کیلئے صریح ہے صحبت جماع وطی وغیرہ کنایہ چونکہ حدود میں صریح اقرار چاہیے اسلئے حضور انور نے یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ ۵؎ یعنی تیرا آلہ عورت کی فرج میں غائب ہو گیا، مراد حشفہ کا غائب ہونا ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے کہ زنا کی سزا کیلئے یہ ہی کافی ہے انزال یا پورا داخل ہونا شرط نہیں۔ ۶؎ مرود میم کے کسرہ رے کے جزم واؤ کے فتحہ سے بمعنی سرمہ لگانے کی سلائی مکحلہ کحل بمعنی سرمہ کا اسم ظرف یعنی سرمہ دانی نکت کے بعد یہ تشریح

هٰذَا الَّذِیْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰی رُجِمَ رَجْمَ الْکَلْبِ فَسَکَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ
سَاعَةً حَتّٰی مَرَّ بِجِیْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَیْنَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ یَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنْزِلَا فَکُلَا مِنْ جِیْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَنْ یَّاْکُلُ مِنْ هٰذَا
قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِیْکُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَکْلٍ مِّنْهُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُ
الْاٰنَ لَفِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ یَنْغَمِسُ فِیْهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتی کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا[۱۲] حضور انور ان دونوں
سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتی کہ مردار گدھے پر گذرے جو ٹانگ اٹھائے تھا[۱۳] تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یا رسول اللہ
ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ[۱۴] انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے[۱۵] فرمایا کہ تم نے جو
اپنے بھائی کی آبروریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھا لینے سے زیادہ بری ہے[۱۶] اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت
کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے[۱۷] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے[۱۸] فرماتے ہیں فرمایا رسول

زیادہ وضاحت کے لئے ہے۔ ۷ پہلی مثال کنواری عورت کیلئے ہے دوسری مثال یعنی کنوئیں میں رسی شادی شدہ کیلئے ہے۔ ۸ یہ تفصیل دریافت فرمانا وطی بالشبہ سے بچنے کیلئے ہے کہ بعض دفعہ وطی
بالشبہ کو زنا سمجھ لیتے ہیں۔ ۹ اہل قرآن مجید کی اصطلاح میں بیوی کو کہتے ہیں دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن، لہذا اس سے بیوی مراد ہے مگر مرقات نے یہاں اہل میں لونڈی کو بھی داخل
فرمایا۔ ۱۰ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماعز عرض کر دیتے کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو شاید حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بجائے حد لگانے کے کوئی راہ
نکال دیتے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ ۱۱ اس رجم کا واقعہ بالتفصیل پہلے گذر گیا کہ دوران رجم میں ماعز بھاگ گئے تھے صحابہ کرام نے بمشکل رجم کیا تو فرمایا کہ تم نے چھوڑ دیا ہوتا، شاید توبہ
اس کی رہائی ہوجاتی۔ ۱۲ اس کلام میں تعجب بھی ہے مردہ کی غیبت بھی اور ماعز کے پرخلوص فعل پر طعنہ بھی، یہ تینوں باتیں ممنوع ہیں: خیال رہے کہ زندہ کی غیبت سے مردہ کی غیبت
زیادہ بری ہے کہ زندہ سے معافی مانگ سکتے ہیں مگر مردہ سے معافی کیسے مانگیں۔ ۱۳ شاید یہ گفتگو کسی سفر میں ہوئی تھی شائل شول سے بنا بمعنی اٹھانا اسی لئے گھڑا اٹھانے
والی عورت کو شائلہ کہتے ہیں اور دم اٹھانے والی اونٹنی کو ناقہ شائلہ کہا جاتا ہے، شائل پوز کے معنے میں بھی ترمذی شریف میں آیا ہے۔ ۱۴ اترنے اور کھانے کے دونوں حکم اظہار
غضب کے لئے ہیں نہ وجوب کے لئے نہ اباحت کیلئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حرام گدھے کے کھانے کا حضور نے حکم کیوں دیا۔ ۱۵ یہ تو حرام بھی ہے مردار بھی اور طبیعت
انسانی بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔ ۱۶ کیونکہ گدھا کھانا مجبوری کی حالت میں جائز ہوجاتا ہے جان بچانے کیلئے مگر غیبت کسی حال میں جائز نہیں نیز بحالت اختیار گدھا
کھانا ہلکا گناہ ہے مگر ایسے طیب طاہر نفس کی غیبت وہ بھی اس کی وفات کے بعد بڑا بھاری گناہ ہے ان وجوہ سے غیبت کو گدھا کھا لینے سے سخت تر فرمایا گیا۔ ۱۷ اس سے
تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ماعز اصلی شہیدوں کی طرح قیامت سے پہلے یعنی مرتے ہی روحانی طور پر جنت میں داخل ہوگئے وہاں کی نعمتیں استعمال فرما رہے ہیں دوسرے
یہ کہ برزخ کا عذاب و ثواب برحق ہے، تیسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جنت کی نہروں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں اور وہاں غوطے لگانے والے حضرت ماعز
کو بھی دیکھ رہے ہیں حضور کی نگاہ سے کوئی چیز مخفی نہیں، جب حضور پر جنت جیسی دور کی دنیا پوشیدہ نہیں تو یقیناً حضور سے ہم اور ہمارے حالات بھی پوشیدہ
نہیں رہ سکتے حضور نے ماعز کو دیکھ کر یہ فرمایا، یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت کی نہروں میں جنتی غوطے بھی لگائیں گے مگر لذت کے لئے نہ کہ میل دھونے کو کہ وہاں میل

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا اُقِیْمَ عَلَیْہِ حَدُّ ذٰلِکَ الذَّنْبِ فَھُوَ کَفَّارَتُہٗ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ ۞ وَعَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُہٗ فِی الدُّنْیَا فَاللّٰہُ اَعْدَلُ مِنْ اَنْ یُّثَنِّیَ عَلٰی عَبْدِہِ الْعُقُوْبَۃَ فِی الْاٰخِرَۃِ وَمَنْ اَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَفَا عَنْہُ فَاللّٰہُ اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یَّعُوْدَ فِیْ شَیْءٍ قَدْ عَفَا عَنْہُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ۞ بَابُ التَّعْزِیْرِ ۞

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو گناہ کو پہنچے اس پر اس گناہ کی سزا قائم کر دی جائے تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے[۱] (شرح سنہ) ۞ روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو سزا کو پہنچا[۲] پھر دنیا میں اسے سزا دے دی گئی[۳] تو اللہ تعالٰی اس سے عادل تر ہے کہ اپنے بندے پر آخرت میں سزا مکرر فرمادے[۴] اور جو سزا کا مستحق ہوا پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی[۵] اور اسے معافی دے دی تو اللہ کریم تر ہے اس سے کہ اس چیز کو لوٹائے جس سے معافی دے چکا[۶] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ غیر مقرر سزا کا بیان[۷]

ہے ہی نہیں ۞ [۸] خزیمہ خ کے پیش ز کے فتحہ سے، آپ انصاری اوسی ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک رہے جب آپ کو حضرت عمار ابن یاسر کی خبر شہادت پہنچی تو بولے عمار کے بعد زندگی بیکار ہے تلوار نکالی میدان میں گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے (اکمال، اشعہ) ۞

[۱] لہذا جب زانی کو رجم یا چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو یہ سزا اس کے اس جرم کا کفارہ بن گئی مگر قانون شرعی توڑنے کی توبہ کرنی پڑیگی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس سے توبہ کرائی، ملکی قانون شکنی کی سزا یہ ہی رجم ہے اور رب تعالٰی کو ناراض کرنے کی معافی کیلئے توبہ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۞ [۲] یعنی اس نے ایسا گناہ کیا جو شرعی حد لازم کرتا ہے جیسے زنا، چوری، شراب خوری معلول بول کر علت مراد لی گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ حد سے مراد حرام کام ہو جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے تلک حدود اللہ فلا تقربوھا یعنی یہ چیزیں اللہ کی محرمات ہیں (مرقات) [۳] یعنی اس پر شرعی حد قائم کر دی گئی، اشعہ نے فرمایا کہ اس میں حد و تعزیر دونوں داخل ہیں ۞ [۴] کہ جب عادل بادشاہ کسی مجرم کو سزا دے کر دوبارہ سزا نہیں دیتے رب تعالٰی تمام عادلوں سے بڑا عادل ہے، وہ ان شاء اللہ آخرت میں اسے سزا نہ دے گا خیال رہے کہ یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا لہذا کہہ سکتے ہیں کہ رب تعالٰی ہم پر رحم کرے عدل نہ کرے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے ۞

[۵] اس طرح کہ اس کے جرم پر کسی کو خبردار نہ ہونے دیا اور مجرم کو توبہ مقبول کی توفیق بخش دی لہذا حدیث صاف ہے ۞ [۶] یہ امید افزا کلام اس صورت میں ہے کہ بندہ کی پردہ پوشی ڈھیل دینے کیلئے ہے تو یہ غضب ہے جس کی سزا آخرت میں سخت تر ہے اگر بندے کو اس پردہ پوشی کے بعد شرمندگی، توبہ کفارہ ادا کرنے کی توفیق مل جائے تو ان شاء اللہ یہ ستر رحمت ہے اور اگر بندہ اس ستر سے غلط فائدہ اٹھائے کہ گناہ پر اور زیادہ دلیر ہو جائے تو یہ ستر غضب ہے اللہ تعالٰی توفیق خیر دے ۞ ۔

دستگیر و رہنما توفیق دہ ۞ جرم بخش و عفو کن بہ کشا گرہ ۞

[۷] تعزیر بنا ہے عزر سے، عزر کے معنے ہیں عظمت، حقارت، مدد اور منع و روک، اس کا استعمال زیادہ تر بمعنی روک اور منع ہے بلکہ مدد کو بھی عزر اور

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِیَارٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ: اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْهَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوبردہ ابن نیار سے [1] وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں مگر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے کسی سزا میں [2] (مسلم بخاری): دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے [3] (ابوداؤد): روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی کسی سے کہے

مدد دینے کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں اس سے مجرم کو ایذا رسانی سے روکا جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" سزا کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے مجرم رکتے ہیں، شریعت میں تعزیر اسکو کہتے ہیں جو شرعًا مقرر نہ ہو حاکم اپنی رائے سے دے، خاوند کا بیوی کو باپ کا بچوں کو استاد کا شاگردوں کو سزا دینا تعزیر ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے "فَاضْرِبُوْهُنَّ" فرمایا نبی کریم نے اپنے بچوں سے ڈنڈا نہ ہٹاؤ نیز فرماتے ہیں اللہ تعالٰی اس شخص پر رحمت کرے جو اپنی قمچی سوٹی ٹانگے رکھے کہ بیوی بچے اسے دیکھتے رہیں اور درست رہیں (مرقات) حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے وہاں ضرور تعزیر دے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں تعزیر دینا واجب نہیں: کسی نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ باجماعت نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا معافی ہوگئی ان الحسنات یذھبن السیئات، اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے، مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دے شریف آدمی کہ جو اتفاقًا گناہ کر بیٹھا تعزیر معمولی بھی کافی ہے:

[1] آپ حضرت براء ابن عازب کے ماموں ہیں بیعت عقبہ میں حاضر تھے بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے ۴۵ھ میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات): [2] ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے امام مالک کے ہاں زمانہ نبوی سے مخصوص ہے بہتر یہ ہے کہ حاکم انتالیس کوڑے تک تعزیر لگا سکتا ہے یعنی غلام کی سزا قذف چالیس کوڑے ہے اس سے کم رکھے امام ابویوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے یعنی آزاد کی سزا تہمت اسی کوڑے ہے اس سے کم رکھے، یہ استحبابی حکم ہے ورنہ اگر ضروری سمجھے تو حد سے زیادہ بھی لگائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن ابن زائدہ کو دھوکا دہی کی سزا میں ایک سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا کچھ روز کے بعد ایک سو کوڑے اور لگائے، کچھ دن بعد ایک سو کوڑے اور لگائے غرضکہ صحابہ کرام کے یہ عمل بتا رہے ہیں کہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ قاضی جنس حد سے سزا دے اور اگر دوسری جنس سے سزا دے تو تعزیر میں قتل بھی جائز ہے:

[3] یعنی تعزیر یا حد میں جب کوڑے لگائے تو مجرم کو منہ پر نہ لگائے تاکہ اس کا منہ بگڑ نہ جائے، انسان کی زینت منہ سے ہے حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر، مگر رجم میں یہ حکم نہیں کہ وہاں تو پتھروں سے ہلاک کردینا ہے پتھر جہاں بھی لگے خیال رہے کہ منہ میں آنکھ ناک کان بھی شامل ہیں دماغ اس سے قریب ہی سر بھی ہے جس میں مغز ہے اگر چہرے پر مار پڑے تو خطرہ ہے کہ ملزم اندھا بہرا یا دیوانہ ہو جائے: اس فرمان عالی

لِلرَّجُلِ یَا یَهُوْدِیُّ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِیْنَ وَاِذَا قَالَ یَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِیْنَ وَمَنْ وَقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ؛ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَجَدْتُّمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ وَاضْرِبُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ؛

بَابُ بَیَانِ الْخَمْرِ وَوَعِیْدِ شَارِبِهَا ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ

اے یہودی [۱] تو اسے بیس کوڑے مارو [۲] اور جب کہے او ہیجڑے (کھسرے) تو اُسے بیس مارو [۳] اور جو اپنی محرم سے زنا کرے اُسے قتل کر دو [۴] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ؛ روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو پاؤ کہ وہ اللہ کی راہ میں خیانت کرے [۵] تو اس کا سامان جلا دو اور اسے مارو [۶] (ترمذی، ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان [۷] ؛ پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول

میں ہزارہا حکمتیں ہیں ہم نے بعض متقی استادوں کو دیکھا کہ وہ شاگرد کی پیٹھ پر چپت وغیرہ مارتے ہیں منہ پر تھپڑ نہیں مارتے اسی حکم عالی کی بنا پر ؛ [۱] یہودی فرمانا بطور مثال ہے ورنہ او عیسائی او کافر کہنے کا بھی یہ ہی حکم ہے چونکہ یہودی کفر و خباثت اور ذلتِ طبع سب میں مشہور رہے اسلئے صرف یہودی ارشاد ہوا ؛ [۲] یہ حکم اباحت یا استحباب کا ہے اور خطاب حکام سے ہے یعنی اس کہنے پر اگر سامنے والا حاکم کے ہاں دعوٰی کر دے کہ اس نے میری توہین کی ہے تو حاکم اتنے کوڑے مار سکتا ہے ؛ معلوم ہوا کہ مسلمان کو کافر کہنا سخت جرم ہے ؛ [۳] مخنث وہ ہے جس کے اعضاء میں نرمی آواز عورتوں کی سی ہو اور بدکاری کراتا ہو ، عورتوں کی طرح رہتا ہو ، چونکہ یہ عمل نہایت ذلت کا ہے اور مخنث نہایت ذلیل ہے اسلئے کسی کو مخنث کہنے میں اس کی اہانت ہے جس پر ہتک عزت کا دعوٰی ہو سکتا ہے اور یہ سزا جاری ہو سکتی ہے ، یوں ہی اگر کسی سے کہا او شرابی او زندیق او لوطی او سود خور او دیوث او خائن او چوروں کی ماں ان سب میں یہ ہی سزا ہو سکتی ہے (مرقات) اگر کسی کو کہا کتے او سور او گدھے تو اگر وہ شخص ذی عزت ہو ، جیسے عالم فقیہ یا سید ، تب تعزیر دی جائے گی عوام میں سے ہو تو تعزیر نہیں کیونکہ یقینًا وہ انسان ہے کتا گدھا نہیں ہے لہذا یہ الفاظ محض گالی ہیں ، گالی کا یہ ہی حکم ہے جو عرض کیا گیا اس کی تفصیل یہاں اشعۃ اللمعات میں ملاحظہ کیجئے ؛ [۴] امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اس جرم کو حلال سمجھ کر کرے تو مرتد ہے قتل کیا جائے ورنہ اس کا حکم زنا کا سا ہے کہ محصن ہے تو رجم کیا جائے غیر محصن ہے تو سو کوڑے مارے جائیں غرضکہ یہ فرمان عالی یا مرتد کے لئے ہے یا دھمکانے کے لئے ؛ [۵] اس طرح کہ جہاد میں غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے ، غلول غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں ؛ [۶] امام احمد نے اسکے ظاہر پر عمل فرمایا ہے انکے ہاں اس خائن کا سارا مال جلا دیا جائے سوائے قرآن مجید اور جانور اور غنیمت کے چرائے ہوئے مال کے یہ نہ جلائی جائیں باقی علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا اب منسوخ ہو چکا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسے مارا ضرور جائے مال نہ جلایا جائے ؛ خیال رہے کہ اس خیانت میں ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ یہ شرعی چوری نہیں جس مال میں خود اپنا بھی حق ہو اُس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا کچھ اور بھی شرائط ہیں جن سے ہاتھ کٹتا ہے ؛ [۷] خمر کے لفظی معنی ہیں ڈھکنا چھپانا ، اسی لئے دوپٹہ کو خمار کہتے ہیں

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَمْرُ مِنْ ھَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ اَلنَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰی مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ نَزَلَ تَحْرِیْمُ الْخَمْرِ وَھِیَ مِنْ خَمْسَةِ اَشْیَآءٍ اَلْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِیْرِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ حِیْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ خَمْرَ الْاَعْنَابِ اِلَّا قَلِیْلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

وَعَنْ عَائِشَةَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں شراب ان دونوں درختوں سے ہوتی ہے کھجور اور انگور[1] (مسلم)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا[2] تو فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہوچکی ہے اور شراب پانچ چیزوں سے ہوتی ہے[3] انگور چھوہارے گیہوں، جو اور شہد سے[4] خمر وہ ہے جو عقل بگاڑے[5] (بخاری)

روایت ہے حضرت انس سے جب شراب حرام کی گئی[6] حالانکہ ہم شراب بہت تھوڑی ہی پاتے تھے ہماری عام شرابیں کچی کھجور و چھوہارے کی تھیں[7] (بخاری)

روایت ہے حضرت عائشہ سے

کر وہ سر ڈھک لیتا ہے شراب کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، دوسرے اماموں کے نزدیک ہر پتلی نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کا پینا حرام نشہ دے یا نہ دے خواہ انگوری ہو یا کھجور وغیرہ کسی اور چیز کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف شراب انگوری کو خمر کہتے ہیں، دوسری شرابیں خمر نہیں کہلاتیں امام اعظم کے ہاں انگوری اور غیر انگوری میں چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا مرتد ہے باقی شرابیں حرام ظنی ہیں جن کا منکر کافر نہیں دوسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری نجس العین نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست غلیظہ، تیسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری کا ایک قطرہ پینے والے کو حد یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے، دوسری شراب حد نشہ تک پینے والے کو حد لگے گی کم والے کو نہیں، چوتھے یہ کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے نشہ دے یا نہ دے' دوسری شرابیں حد نشہ سے کم حرام نہیں بلکہ حد نشہ پر حرام ہوتی ہیں، ہاں جو کوئی لہو و لعب، عیش و طرب کے لئے حد نشہ سے کم پئے تو سخت گنہگار ہے ہر لہو حرام ہے اور لہو والا حرام کا مرتکب امام محمد کے ہاں ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے مگر فی زمانہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے ورنہ فساق اس بہانہ سے شراب خوری کریں گے، کسی نے ابوحفص کبیر سے شراب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے سائل نے کہا آپ نے امام اعظم کے خلاف کہا آپ نے فرمایا فی زمانہ لہو و لعب کے لئے لوگ پیتے ہیں لہذا حرام کے مرتکب ہیں جن کیلئے غیر خمر کا قطرہ حلال تھا، اب وہ لوگ نہ رہے یہ وہ تھے جو صرف کھانا ہضم کرنے نماز پر قوت حاصل کرنے کیلئے استعمال کرتے تھے (اشعۃ اللمعات) افیون بھنگ چرس وغیرہ نشہ آور غیر سیال چیزوں کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ تاحد نشہ حرام ہیں اسلئے کم دواءً حلال، لہو و لعب کے لئے حرام نیز وہ چیزیں نجس نہیں۔

[1] یہاں خمر لغوی معنی میں ہے یعنی عقل بگاڑنے والی چیز اور ان دو چیزوں کا ذکر اس لئے ہے کہ اس وقت عرب میں ان ہی کی شراب عمومًا ہوتی تھی ورنہ شراب اور چیزوں سے بھی بنتی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

[2] اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی شریف میں منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ خطبہ دیا، یا خطبہ جمعہ تھا یا خطبہ وعظ۔ [3] قاموس میں ہے کہ لفظ خمر مذکر بھی ہے مونث بھی، یہاں ہی کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ مونث ہے۔ [4] یعنی آجکل ہمارے ملک میں عمومًا ان پانچ چیزوں سے شراب بنتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

تْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِيَّ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں پوچھا گیا اور وہ شہد کی شراب ہے[۱] تو فرمایا ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے[۲] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے[۳] اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو دنیا میں شراب پیئے پھر اس پر دوام کرتے مر جائے تو وہ آخرت میں نہ پی سکے گا[۴] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک شخص یمن سے آئے انہوں نے نبی کریم

کے زمانہ پاک میں عموماً دو چیزوں سے بنتی تھی انگور اور کھجور، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں؛ [۵] یعنی شراب ان پانچ چیزوں میں منحصر نہیں جو چیز نشہ آور ہو جائے وہ شراب ہے اور حرام ہے حتی کہ تربوز کا پانی اگر گرم ہو کر نشہ دینے لگے تو وہ بھی حرام ہے؛ [۶] اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ شراب رب تعالٰی نے حرام فرمائی اس طرح کہ اس کی حرمت قرآن کریم میں نازل فرمائی اسی لئے حرم رسول اللہ نہ فرمایا (مرقات)؛ [۷] کیونکہ حجاز میں انگور بہت گراں تھے کھجور بہت سستی، اس لئے وہاں شراب انگوری بڑی مہنگی پڑتی تھی، جو امیر لوگ پی سکتے تھے عام لوگ کھجور کی شراب پیتے تھے خیال رہے کہ کھجور جب درخت میں نمودار ہوتی ہے تو طلع کہلاتی ہے کچھ بڑی ہونے پر خلال پھر بلح پھر کچی بسر، پختہ مگر تر رطب کہلاتی ہے، خشک ہو کر تمر یعنی چھوہارا (اشعہ)؛ [۸] اس طرح کہ شہد کو شربت بنا کر برتن میں بھر لیتے ہیں حتی کہ گرم ہو کر جھاگ چھوڑ دیتا ہے نشہ دینے لگتا ہے اسے بتع ب کے کسرہ ت کے سکون یا فتحہ سے [۹] اس کے معنی امام ابو حنیفہ قدس سرہٗ کے نزدیک یہ ہیں کہ غیر انگوری شراب نشہ دے تو حرام ہے غیر منشی تھوڑی سی نشہ کی بنا پر حرام نہیں، باقی ائمہ کے ہاں اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شراب نشہ آور ہوتی ہے وہ مطلقاً حرام ہے تھوڑی ہو یا بہت، انگوری ہو یا کوئی اور مگر یہ حدیث بظاہر امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ یہاں حرمت کو نشہ پر معلق کیا گیا؛

[۱۰] یہاں لغوی معنی کا ذکر نہیں ہے بلکہ حکم شرعی کا ذکر ہے کہ جو شئے نشہ دے وہ حکماً خمر ہے کہ حرام بھی ہے اور اس پر اسی کوڑے حد بھی ہے معلوم ہوا کہ غیر مسکر شراب خمر کے حکم میں نہیں کیونکہ عربی لغت میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں، چنانچہ بخاری شریف نے حضرت ابن عمر کا قول نقل فرمایا حرمت الخمر وما بالمدینۃ منھا شیئ کہ جب خمر حرام کی گئی تو مدینہ میں وہ بالکل نہ تھی کون نہ تھی شراب انگوری دوسری شرابیں تو وہاں اسوقت بہت زیادہ تھیں جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اس وقت مدینہ پاک میں کھجور کی شراب بہت تھی، نیز ابن عوف نے ابن شداد سے بروایت حضرت ابن عباس نقل فرمایا حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا والمسکر من کل شراب (اس کی اسناد نہایت صحیح ہے) یعنی خمر تو تھوڑی ہو یا بہت مطلقاً حرام ہے اس کے سوا دوسری شرابیں نشہ آور ہوں تو حرام ہیں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ خمر اور دوسری شرابوں کے احکام میں فرق ہے (مرقات) خمر کا ایک قطرہ پینے پر حد ہے دوسری شرابوں میں حد نشہ تک پینے میں حد ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فاذا اسکر فاجلدوہ جب نشہ ہو تو کوڑے مارو (مرقات) دار قطنی نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے آپ کے برتنوں سے نبیذ پیا اُسے نشہ ہوگیا تو انہوں نے اسے حد لگائی وہ بولا کہ میں نے تو آپکے برتن سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ اَنْ يَّسْقِيَهٗ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؞ وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ خَلِيْطِ التَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ قَالَ انْتَبِذُوْا كُلَّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؞ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ

صلے اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے متعلق پوچھا جو ان کی زمین میں پی جاتی ہے جوار کی ہوتی ہے اسے مزر کہا جاتا تھا[۱] تو فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا وہ نشہ آور ہے عرض کیا ہاں فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے[۲] بے شک اللہ کے ذمہ ایک وعدہ ہے[۳] اس کے متعلق جو نشہ پیئے گا یہ کہ اسے طینۃ الخبال پلائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ طینۃ الخبال کیا چیز ہے فرمایا دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کا پیپ لہو[۴] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوارے اور کچے کھجور کے ملاوٹی سے اور کشمش و چھواروں کی ملاوٹی سے اور کچے کھجور اور تر کھجور کی ملاوٹی سے منع فرمایا[۱] اور فرمایا کہ ہر ایک کا علیحدہ نبیذ بناؤ[۲] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم

نبیذ پیا تھا انہوں نے فرمایا کہ تجھے سزا نشہ کی وجہ سے دی گئی اس طرح ابن ابی شیبہ نے عبداللہ ابن نمیر عن حجاج عن ابن عوف عن عبداللہ ابن شداد عن ابن عباس روایت کی فی السکر من النبیذ ثمانین بہر حال مذہب امام ابوحنیفہ بہت قوی ہے حد شبہات سے دفع ہو جاتی ہے غیر خمر دوسری شرابیں ہیں اگر مسکر نہ ہوں تو ان کی حرمت میں شک تو ہے پھر اس میں حد کیسی؛ [۴] یعنی اگر حلال جان کر پیتا رہا تو کافر ہوا کافر جنت سے محروم ہے اور اگر حرام جان کر پیتا رہا تو اگرچہ جنت میں پہنچ جائے اور وہاں کی تمام نعمتیں برتے مگر شراب کبھی نہ پائیگا، بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جس مدت تک شراب پیتا رہا ہے اس مدت تک نہ پائیگا یا زیادہ مقدار میں نہ پائیگا بہت تھوڑی ملے گی، بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اول سے شراب طہور نہ ملے گی، غرضکہ اس جملہ کی بہت سی توجیہیں کی گئی ہیں، خیال رہے کہ شراب طہور جنت کی اعلیٰ نعمت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وسقاھم ربھم شرابا طھورا؛ [۱] سائل سمجھا تھا کہ اسلام میں خمر حرام ہے اور خمر کہتے ہیں انگوری شراب کو اور ہمارے ملک میں انگور کی شراب نہیں ہوتی جوار کی ہوتی ہے شاید وہ حلال ہو گی اسلئے یہ سوال کیا؛ [۲] یہ ایسا قاعدہ ہے کہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، جو چیز بھی نشہ دے پتلی ہو جیسے شراب خشک ہو جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ وہ حرام ہے، حتّٰی کہ اگر زعفران زیادہ کھانے سے نشہ ہو جائے اس کا بھی یہی حکم ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ [۳] وعدہ بمعنی وعید ہے [۴] چونکہ زیادہ تر پتلی چیزیں نشہ کیلئے پی جاتی ہیں نیز آگے پلانے کا ذکر ہی آرہا ہے اسلئے بشرب فرمایا ورنہ افیون و بھنگ سے نشہ کرنا بھی حرام ہے علماء فرماتے ہیں کہ جو اذان کا جواب نہ دے اسوقت لاپرواہی سے دنیاوی کام میں مشغول رہے اور جو شخص افیون کا عادی ہو اس کے خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے ان دو چیزوں سے بہت پرہیز کرے؛ [۵] اس پسینہ یا پیپ خون کی بدبو، بدمزگی، خرابی بیان

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ یُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِیِّ اَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَیْدٍ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَہَاہُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُہَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰکِنَّہٗ دَاءٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ؛ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ یَقْبَلِ اللہُ لَہٗ

صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ سرکہ سے بنالی جائے ۱؎ تو فرمایا نہیں ۲؎ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت وائل حضرمی ۳؎ سے کہ حضرت طارق ابن سوید ۴؎ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا تو منع فرمایا وہ بولے کہ دوا کے لئے بناتا ہوں تو فرمایا کہ شراب دوا نہیں لیکن وہ نری بیماری ہے ۵؎ (مسلم) دوسری فصل؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے شراب پی تو اللہ تعالٰی قبول نہ کرے گا، اس کی

نہیں ہوسکتی، سزا جرم کے مطابق ہے اس نے دنیا میں گندی بدمزہ بدبودار چیز پی لہذا اس کے عوض ایسی چیز پلائی گئی ۶؎ یعنی ان دو دو چیزوں کو ملا کر پانی میں بھگو کر ان کا شربت (نبیذ) نہ بناؤ کہ ان دو کے ملانے سے نشہ جلد پیدا ہوجاتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی متغیر ہوگیا تو دوسرے کو بھی خراب کردیگا، یہ حکم احتیاطی ہے اگر دونوں کو ملا کر بھگو یا گیا اور نشہ پیدا نہ ہوا تو پینا حلال ہے؛ ۷؎ امام احمد و مالک نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے ان کے نزدیک اس مخلوط کا نبیذ حرام ہے نشہ دے یا نہ دے، امام اعظم و شافعی کے ہاں اگر نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں؛

۱؎ اس طرح کہ شراب میں پیاز یا نمک ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ دی جائے حتی کہ سرکہ بن جائے؛ ۲؎ یعنی شراب کو کسی تدبیر سے سرکہ نہ بناؤ بلکہ اسے پھینک دو، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اگر شراب سرکہ بنائی گئی تو پاک بھی ہوجائے گی اور حلال بھی، امام احمد کے نزدیک وہ حرام اور ناپاک ہی رہے گی، امام مالک کے نزدیک شراب سرکہ بنانا حرام ہے لیکن اگر بنالی جائے تو پاک ہوجائے گی، امام شافعی کے نزدیک اگر پیاز یا نمک ڈال کر سرکہ بنائی گئی تو نجس رہے گی اور اگر دھوپ میں رکھ کر سرکہ بنائی گئی تو پاک ہوجائے گی، امام ابوحنیفہ و امام اوزاعی اور لیث کے نزدیک یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جبکہ شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی خطرہ تھا کہ اگر لوگوں نے سرکہ بنانا شروع کردیا تو شراب چھوڑیں گے نہیں اس لئے شراب گرادینے کا حکم دیا گیا جیسے اولًا شراب کے برتنوں کا استعمال بھی حرام تھا جبکہ لوگ شراب چھوڑ دینے کے عادی ہوگئے شراب کو بھول گئے تب یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا امام اعظم کی دلیل حضور کا یہ فرمان عالی نعم الادام الخل سرکہ اچھا سالن ہے احادیث میں سرکہ مطلق ہے خواہ اول سے ہی سرکہ ہو یا شراب کا بنایا گیا ہو (مرقات و اشعہ)؛ ۳؎ یہ وہ ہی حضرت وائل ابن حجر حضرمی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں کہ آپ یمن کے شاہزادوں سے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے حضور نے آپکا بڑا احترام فرمایا؛ ۴؎ آپ بھی حضرمی ہیں آپ سے صرف ایک حدیث منقول ہے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ؛ ۵؎ اس حدیث کی بنا پر اکثر علماء نے فرمایا کہ شراب سے علاج حرام ہے، اس میں شفاء ہے ہی نہیں مگر بعض نے فرمایا کہ اگر مسلمان متقی حاذق طبیب کہدے کہ اس بیماری کی دوا سوائے شراب کے اور کچھ نہیں تب دواءً حلال ہوجاتی ہے یعنی جب شراب حرام رہے تو اس میں شفا نہیں مگر جب بحکم شرعی صورۃ مذکورہ میں حلال ہوجائے تو اس سے علاج ہوسکتا ہے لیکن اگر گلے میں لقمہ پھنس گیا ہے پانی موجود نہیں پی کر اتارے جان جارہی ہے شراب موجود ہے تو شراب پی کر لقمہ اتار سکتا ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس معصیت سے چھٹکارا یقینًا ہوجائے گا، بہرحال یہ حدیث قابل غور ہے

صَلٰوۃَ اَرۡبَعِیۡنَ صَبَاحًا فَاِنۡ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ فَاِنۡ عَادَ لَمۡ یَقۡبَلِ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃَ اَرۡبَعِیۡنَ صَبَاحًا فَاِنۡ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ فَاِنۡ عَادَ لَمۡ یَقۡبَلِ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃَ اَرۡبَعِیۡنَ صَبَاحًا فَاِنۡ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ فَاِنۡ عَادَ فِی الرَّابِعَۃِ لَمۡ یَقۡبَلِ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃَ اَرۡبَعِیۡنَ صَبَاحًا فَاِنۡ تَابَ لَمۡ یَتُبِ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَقَاہُ مِنۡ نَّھۡرِ الۡخَبَالِ رَوَاہُ التِّرۡمِذِیُّ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابۡنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو ۔ وَعَنۡ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی

چالیس دن کی نماز[۱] پھر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول فرمائیگا[۲] پھر اگر لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیگا اگر پھر لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا[۳] پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیگا[۴] اگر پھر چوتھی بار لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہ کرے گا[۵] اور اسے خبال کی نہر سے پلائے گا[۶] (ترمذی) اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی ۔ روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ

قرآن کریم نے مخمصہ کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت دی ہے وہ آیت اس قول کی تائید کرتی ہے اس حدیث کے متعلق علماء نے بہت گفتگو کی ہے ۔ [۱] صباح سے مراد دن ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم کی مٹی چالیس صبح خمیر کی گئی یعنی چالیس دن، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد صبح کی نماز یعنی نماز فجر ہی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب پی لے اور توبہ نہ کرے تو چالیس دن تک اس کی عبادت میں لذت حضور قلبی میسر نہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ عبادات اگرچہ ادا تو ہوجائیں گی مگر قبول نہ ہوں گی، نماز فرمایا گیا اور تمام عبادات مراد لی گئیں کہ نماز سب سے افضل عبادت ہے جب وہ ہی قبول نہ ہوئی تو دوسری عبادات بدرجہ اولیٰ قبول نہ ہوں گی کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اور نماز ام العبادات جو ام الخبائث پیئے گا وہ ام العبادات کی قبولیت سے محروم رہیگا، بعض روایات میں ہے کہ جو شراب پیئے گا اس کے سینہ سے نور ایمانی نکل جائے گا (مرقات واشعہ ولمعات) ۔ [۲] توبہ کی حقیقت ہے گزشتہ پر ندامت، آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عہد، اسی طرح شراب سے توبہ چاہئے کہ آئندہ اسکے قریب جانے کا عہد کرے ۔ [۳] یعنی اگر توبہ کرتے وقت کمل عہد کیا کہ اب کبھی نہ پیئونگا پھر شیطان نے بہکا دیا اور پی لی، چالیس کا عدد اس لئے بیان ہوا کہ شراب کا اثر چالیس دن تک بدن میں رہتا ہے" مرقات نے فرمایا کہ ہر غذا اور پانی کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے جو کوئی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو اس کے دل وزبان سے حکمت کے چشمے بہنے لگتے ہیں جو حضور کی چالیس حدیثیں مسلمانوں تک پہنچائے اُسے اللہ تعالیٰ محدثین وفقہاء کے زمرہ میں حشر نصیب فرمائیگا، موسیٰ علیہ السلام سے چالیس کا چلہ کرایا گیا، فرماتا ہے وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰی اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً ۔ غرض چالیس کے عدد کی عبادات اور گناہوں میں عجیب تاثیر ہے (مرقات) چالیس عدد کے برکات ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھئے ۔

[۴] یعنی طاعت کے ساتھ توبہ کرے حق تعالیٰ مغفرت کے ساتھ قبول فرمائیگا ۔ [۵] یعنی جو تین بار شراب سے توبہ کرکے توڑ دے تو اب اُسے توبہ قبول کی توفیق نہ ملے گی، اب صرف زبان سے تو توبہ کریگا دل سے توبہ نہ کرسکے گا لہذا یہ توبہ قبول نہ ہوگی، یہ شراب نوشی کی نحوست ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی کہ جو شخص دن میں ستر بار گناہ کرے اور ستر بار توبہ کرے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی بہت مقدار نشہ دے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس کا ایک فرق نشہ دے اس سے ایک چلو بھی حرام ہے[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گیہوں سے شراب ہوتی ہے اور جَو سے شراب ہوتی ہے اور کھجور سے شراب ہوتی ہے اور کشمش سے شراب ہوتی ہے اور شہد سے شراب ہوتی ہے[4] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا

تو وہ گناہ پر مصر نہیں کہ وہاں توبہ مقبول مراد ہے، قرآن کریم فرماتا ہے ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفرلھم ولا لیھدیھم سبیلا، یہ حدیث اس آیت کریمہ کی اشارۃً شرح فرما رہی ہے، فقیر کی یہ تقریر خوب یاد کرلینی چاہیے۔ [6] خیال دوزخیوں کا خون و پیپ اس کثرت سے بہے گا کہ اس کی نہر بہ جائے گی، شرابی سخت پیاسے اٹھیں گے پانی مانگیں گے تو انہیں بجائے پانی کے یہ دیا جائیگا جو انہیں شدت پیاس کی وجہ سے پینا پڑیگا [7] یعنی یہ حدیث ترمذی نے تو حضرت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے روایت کی اور نسائی ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی۔

[1] کیونکہ تھوڑی شراب بہت شراب کا عادی بنا دیتی ہے اس لئے تھوڑی سے بھی بچنا لازم ہے۔ یہ حدیث ظاہر معنی سے امام شافعی وغیرہم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی افیون، چرس، بھنگ جو دواؤں میں استعمال کی جائے اور نشہ نہ دے تو حرام نہیں، یہاں پتلی اور خشک کی قید نہیں لہذا اس کا وہ ہی مطلب ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ خمر یعنی شراب انگوری کا تو ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے اور دوسری شرابوں کا قطرہ بھی حرام ہے جب لذت یا طرب یا لہو کے لئے پیئے یا اس لئے حرام ہے کہ وہ زیادہ پینے کا ذریعہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ اس کی بحث ابھی کچھ پہلے گذر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمایئے

[2] فرق مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ تھا جس میں سولہ رطل یعنی آٹھ سیر چیز سماتی تھی یہاں مطلقًا زیادتی مراد ہے یعنی جو سولہ رطل ہو تو نشہ دے وہ چلو بھر بھی حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دے کہ یہ ذریعہ ہے زیادہ پینے کا یا شراب خوری کی عادت کا جیسا کہ پہلی حدیث میں گذرا۔

[3] آپ انصاری صحابی ہیں ہجرت کے بعد انصار میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی، کوفہ میں قیام رہا۔ امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے پھر حمص کے حاکم ہوئے وہاں ہی آپ کو ۶۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔

[4] مرقات نے فرمایا کہ ان تمام شرابوں کو خمر فرمانا مجازًا ہے یعنی یہ شرابیں گویا خمر ہی ہیں کہ عقل بگاڑنے بے ہوش و نشہ کر دینے میں خمر کا کام کرتی ہیں اور ان کے نشہ پر بھی خمر کے نشہ کے احکام جاری ہیں ورنہ خمر صرف شراب انگوری کو کہا جاتا ہے جس کے دلائل پہلے عرض کئے گئے۔ خیال رہے کہ

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقُلْتُ اِنَّهٗ لِيَتِيْمٍ فَقَالَ اَهْرِيْقُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اشْتَرَيْتُ خَمْرًا لِاَيْتَامٍ فِيْ حِجْرِيْ قَالَ اَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَيْتَامٍ وَرِثُوْا خَمْرًا قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُهَا خَلًّا قَالَ لَا ۞ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ۞ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی [1] تو جب سورہ مائدہ اتری تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کر دیا کہ وہ شراب یتیم کی ہے [2] فرمایا اسے گرا دو [3] (ترمذی) ۞ روایت ہے حضرت انس سے وہ حضرت ابوطلحہ سے [4] راوی انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے ان یتیموں کیلئے شراب خریدی جو میری پرورش میں ہیں [5] فرمایا شراب بہا دو مٹکے توڑ دو [6] روایت کیا اسے ترمذی نے اور ضعیف کہا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ان یتیموں کے بارے میں پوچھا جو شراب کے وارث ہوئے تھیں فرمایا اسے بہا دو عرض کیا کہ کیا سرکہ نہ بنالیں فرمایا نہیں [7] تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں منع فرمایا رسول اللہ

ان مذکورہ پانچ چیزوں کا ذکر حصر کے لیے نہیں کیونکہ شراب ان کے علاوہ اور چیزوں کی بھی بنتی ہے چونکہ عموماً عرب میں ان ہی پانچ چیزوں کی شراب ہوتی تھی اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا یعنی گیہوں، جو، چھوارے، کشمش اور شہد ۞ [1] کہ ہمارے گھر میں ایک یتیم پرورش پاتا تھا جس کا کوئی عزیز فوت ہوا اس مالوں کا یہ بچہ وارث ہوا ان مالوں میں شراب بھی تھی، چونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اس لئے وہ بھی اس بچہ کو میراث ملی، ابھی اس بچہ کی ملک میں ہی تھی کہ شراب حرام ہوگئی اسکے ضائع کرنے کا حکم صادر ہوگیا ۞ [2] جس میں آیت کریمہ آئی یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۞ اور شراب قطعی حرام کر دی گئی اور شراب کو نجس بھی فرمایا گیا اسے شیطانی کام قرار دیا گیا، اس سے بچنے کا حکم دیا گیا فاجتنبوہ، اس سے بچنے پر فلاح و کامیابی کو موقوف فرمایا گیا کہ لعلکم تفلحون اور شراب خوری کو جوئے، بت پرستی، تیروں سے فال کھولنے کی برابر قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ایسی خبیث چیز قریب جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ اسے پینا یا گھر میں رکھنا ۞ [3] سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس شراب کے ضائع کرنے میں یتیم بچہ کا نقصان ہوگا اگر اجازت ہو تو اس کا سرکہ بنالیں یا کفار کے ہاتھ فروخت کر دیں پینے کی اجازت مانگنا مقصود نہ تھا لہذا حدیث ظاہر ہے ۞

[4] یعنی نہ اسے کفار کے ہاتھ فروخت کرو نہ اس کا سرکہ بناؤ بلکہ اسے بہا دو کیونکہ یہ مال غیر متقوم ہے مسلمان اس کی تجارت بھی نہیں کر سکتا نہ کسی حیلہ سے اسے استعمال کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حرام چیز کو فنا کر دینا چاہئے اگرچہ وہ نابالغ بچہ کی ہو کر یہ بھی ایک قسم کی عملی تبدیلی ہے اسی لئے ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ حرام آلات کی چوری پر سزا نہیں ان کے توڑنے پر ضمان نہیں کہ یہ چوری نہیں تبلیغ ہے ۞ [5] بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوطلحہ جناب انس کے سوتیلے باپ ہیں حضرت انس نے ان ہی کے ہاں پرورش پائی، دونوں باپ بیٹا بڑے مراتب کے مالک ہیں، فقیر نے ان کی قبر مبارک کی زیارت

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ؛ وَعَنْ دَيْلَمٍ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا بِأَرْضٍ بَارِدَةٍ وَنُعَالِجُ فِيهَا عَمَلًا شَدِيدًا وَإِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهِ عَلٰى أَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوهُ قُلْتُ إِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيهِ قَالَ إِنْ لَمْ يَتْرُكُوهُ قَاتِلُوهُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ؛ وَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ اور اعضاء بکھیر دینے والی چیز سے [۱] (ابوداؤد)؛ روایت ہے[۲] حضرت دیلم حمیری[۳] سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ایک ٹھنڈی زمین میں ہیں اور وہاں سخت کام کرتے ہیں[۴] اور ہم اس گیہوں سے شراب بناتے ہیں جس سے اپنے اعمال پر اور اپنے ملک کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں[۵] فرمایا کیا وہ نشہ دیتی ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اس سے بچو[۶] میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑیں گے نہیں[۷] فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو[۸] (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے طبلہ اور جوار کی شراب[۹] سے منع فرمایا اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے[۱۰] (ابوداؤد) [۱۱]؛ روایت

کی ہے؛ [۵] یعنی شراب کی حرمت سے پہلے میں نے بغرض تجارت ان یتیموں کے مال سے شراب خریدی تھی ابھی فروخت نہ کرچکا تھا کہ شراب حرام ہوگئی اب میں کیا کیا کروں، اس سوال کا مقصد بھی وہ ہی ہے جو ابھی اوپر کی حدیث میں عرض کیا گیا یعنی سرکہ بنالینے یا کفار کے ہاتھ فروخت کردینے کی اجازت حاصل کرنا؛ [۶] شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم ابتداء تحریم میں تھا جب شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی تاکہ لوگ اس کے برتن دیکھ کر پھر شراب نہ پینے لگیں؛ [۷] سرکہ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے یعنی شراب کا سرکہ بنانا مناسب نہیں (مرقات) یا یہ ممانعت شروع تحریم کے وقت کی ہے جبکہ شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم بھی تھا اسکی تحقیق گزر چکی؛ [۱] یا تو مسکر سے مراد پتلی نشہ آور چیزیں ہیں اور مفتر یعنی جسم میں گرمی اور ڈھیلا پن پیدا کرنے والی چیز سے مراد خشک نشیلی چیزیں ہیں جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ کہ اسلام میں یہ سب چیزیں حرام ہیں کچھ تفصیل سے یا مسکر سے مراد قوی نشہ آور مفتر سے مراد ہلکا نشہ ہے، نشہ بہرحال نشہ ہے اگرچہ ہلکا ہو، خیال رہے کہ تمباکو سے نشہ لینا بھی حرام ہے اگر حقہ یا تمباکو والے پان سے نشہ ہو تو وہ بھی حرام ہے ورنہ نہیں، ان شاءاللہ اس کی بحث اس فصل کے آخر میں کچھ کی جائے گی، مفتر بہت وسیع فرمان ہے؛ [۲] دیلم دال کے فتح لام کے کسرہ سے ہے حمیری ح کے کسرہ میم کے سکون سے بروزن درہم، حمیر یمن کا ایک شہر ہے جو صنعاء سے غربی جانب واقع ہے؛ [۳] اسلئے ہم کو شراب اور نشہ کی سخت ضرورت ہے کہ ملک میں بغیر شراب کی گرمی اور بغیر نشہ کے بھاری کام نہیں ہو سکتے؛ [۴] لہذا ہم شراب پینے پر مجبور ہیں؛ [۵] کم لے مطلقًا استعمال نہ کرو، نہ بقدر نشہ نہ اس سے کم جیسا کہ فاجتنبوہ کے اطلاق سے معلوم ہوا کیونکہ تھوڑی شراب بہت سی کا ذریعہ ہے؛ [۶] کیونکہ وہ پرانے عادی بھی ہیں اور اس کی انہیں ضرورت بھی ہے ملکی حالات کے لحاظ سے؛ [۷] یعنی اگر حلال سمجھ کر پئیں تو وہ مرتد ہوگئے ان پر جہاد کرو (مرقات) اور اگر حرام سمجھ کر پئیں

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَ لَا مُدْمِنُ خَمْرٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلَا وَلَدُ زِنْيَةٍ بَدَلَ قَمَّارٍ ؛ وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ وَاَمَرَنِي رَبِّي عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ

ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ داخل ہوگا جنت میں[1] ماں باپ کا نافرمان[2] اور نہ جواری اور احسان جتلانیوالا[3] اور نہ شراب کا عادی (دارمی) اس کی دوسری روایت میں بجائے جواری کے حرام زادہ[4] ہے؛ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت اور جہانوں کے لئے ہدایت بھیجا[5] اور مجھے میرے عزت وجلال والے رب نے حکم دیا باجوں، بانسری، الغوزوں[6] اور بتوں اور صلیبوں اور

جائیں تو ان پر سختی کر دو مار پیٹ کر اس سے روکو، لفظ قاتلوا مار پیٹ پر بھی ارشاد ہوا ہے، فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گذرنا چاہے تو اسے روکو نہ رکے تو قاتلہ اسے مار کر روکو، یہاں سائل نے بہت کوشش سے سوال کیا مگر اجازت نہ ملی؛ [8] میسر جوئے کو کہتے ہیں یسر بمعنی آسانی سے بنا چونکہ جواری جیت کر بہ آسانی مال لے لیتا ہے اور ہار کر بہ آسانی دے دیتا ہے اسی لئے اسے میسر کہتے ہیں کوبہ نرد، شطرنج، طبلہ و ستار سب ہی کو کہتے ہیں، یہاں شارحین نے طبلہ کے معنی کئے ہیں، غبیرا جوار کی شراب جو حبشہ میں مروج تھی جسے ان کی زبان میں سکر کہتے تھے (اشعہ)؛ [9] یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر نشہ کی چیز سے نشہ لینا حرام ہے خواہ شراب تاڑی وغیرہ پتلی چیزیں ہوں یا بھنگ چرس افیون وغیرہ خشک چیزیں ہوں اگرچہ ان کے احکام میں تفصیل ہے مگر نشہ مطلقًا حرام ہے؛ [10] یہاں مصنف نے اپنا قاعدہ چھوڑ دیا تینوں حدیثوں کے بعد فرمادیئے کہ ان تینوں حدیثوں کو ابوداؤد نے روایت کیا؛

[1] سابقین کے ساتھ جانیوالا ہی جنت میں پہنچیں بغیر سزا اور بغیر رکاوٹ کے یا جو یہ جرم کرے انہیں حلال سمجھ کر وہ قطعًا جنت میں داخل نہ ہوگا [2] عاق وہ شخص ہے جو ایسا مباح کام کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو بلا ضرورت شرعی کرے اور انہیں دکھ پہنچانے کے لئے (مرقات) یہ قیود خیال میں رہیں لہذا اگر حاکم بیٹا مجرم ماں باپ پر شرعی سزا جاری کرے تو عاق نہیں اور اگر ماں باپ کو ستانے کے لئے شراب نوشی وغیرہ کرے تو وہ بدنصیب عاق سے بدتر ہے ظالم ہے؛ [3] منان بنا ہے من سے، من کے معنی احسان کرنا بھی ہیں احسان جتانا بھی اور توڑنا بند کرنا بھی اس تیسرے معنی میں ہے وان لك لاجرا غیر ممنون: منان رب تعالٰی کی صفت بمعنی بہت ہی احسان فرمانے والا کریم، یہاں دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے یعنی احسان جتانیوالا یا قاطع رحم قرابت داروں کے حقوق نہ ادا کرنے والا، رب تعالٰی فرماتا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی؛ [4] کیونکہ حرامی بچہ جبلی طور پر بدکار بدمعاش ہوتا ہے کہ اس کی سرشت میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور کبھی بدکاری کرتے کرتے کفر تک پہنچ کر دائمی دوزخی ہوجاتا ہے (مرقات) اس لئے حرامی کی نسل میں ولایت نہیں ہوتی، مگر خیال رہے کہ حرامی کے یہ احکام اسلام میں آجانے کے بعد ہیں، مشرکین و مجوسی کی اولاد حرامی نہیں اگرچہ ان کے نکاح شرعی قاعدے کے خلاف ہیں مگر چونکہ ان کے دین کے موافق ہیں لہذا صحیح ہیں، اگر مجوسی مسلمان ہوجائے اور اس کے نکاح میں اس کی ماں یا بہن یا بیٹی ہو تو اب علیحدہ کرادیں گے، یوں ہی اگر مشرک کے نکاح میں سات آٹھ بیویاں ہوں تو بعد اسلام چار سے زیادہ بیویاں علیحدہ کرادینگے

الْجَاهِلِيَّةِ وَحَلَفَ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِي لَا يَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِي جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ إِلَّا سَقَيْتُهُ مِنَ الصَّدِيْدِ مِثْلَهَا وَلَا يَتْرُكُهَا مِنْ مَخَافَتِي إِلَّا سَقَيْتُهُ مِنْ حِيَاضِ الْقُدُسِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي اَهْلِهِ الْخُبْثَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا [۱] اور میرے رب عزوجل نے میری عزت کی قسم فرمائی کہ کوئی بندہ میرے بندوں میں ایک گھونٹ شراب نہ پیئے گا مگر میں اتنی ہی پیپ اسے پلاؤنگا [۲] اور نہ چھوڑے اسے میرے خوف سے مگر اسے پاک حوضوں سے پلاؤں گا [۳] (احمد)۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن پر اللہ نے جنت حرام فرمادی [۴] عادی شرابی ماں باپ کا نافرمان اور وہ بے حیا جو اپنے گھر میں بے حیائی کو قائم رکھے [۵] (احمد، نسائی)۔ روایت ہے حضرت ابوموسے اشعری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

مگر ان کی گذشتہ اولاد حلال ہوگی: اس سے ولید ابن مغیرہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا جسے قرآن کریم نے زنیم یعنی حرامی فرمایا، احمدیث میں زانی وزانیہ پر عتاب ہے کہ وہ زنا کرکے اپنے بچہ بلکہ اس کی نسل کو برباد کرتے ہیں۔ [۵] حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری رحمت کفار کو بھی پہنچی کہ وہ دنیاوی عذاب سے بچ گئے اور حضور کی باطنی رحمت یعنی ہدایت سے کفار نے فائدہ نہ اٹھایا، حضور کی رحمت فرشتوں جنات انسان بلکہ تمام مخلوقات کو ملی، اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کیجئے [۶] معازف جمع ہے معزف کی جس کا مادہ عزف ہے بمعنی کھیل، معزف بروزن منبر کھیل کا آلہ اصطلاح میں ہر باجہ کو معزف کہا جاتا ہے اور مزامیر جمع ہے مزمار کی جس کا مادہ زمر ہے بمعنی گانے کی آواز اصطلاح میں بانسری الغوزہ وغیرہ کو مزامیر کہا جاتا ہے یعنی مجھے رب تعالٰی نے حکم دیا ہے کہ ہر باجہ گانے کو مٹادوں، خیال رہے کہ جھانجھ تو مطلقًا حرام ہے دوسرے باجے اگر غرض صحیح کے لئے استعمال کئے جائیں تو حلال ہیں کھیل تماشہ کے لئے بجائے جائیں تو حرام، چنانچہ غازیوں کا طبل جو جنگ وغیرہ میں اعلان کے لئے بجایا جائے یا دف تاشہ اعلان نکاح کے لئے حلال ہے، یوں ہی عید و شادی کے موقعہ پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا احادیث میں آیا ہے اس کے احکام ان شاء اللہ اپنے موقعہ پر آئیں گے۔

[۱] صلب جمع ہے صلیب کی جس کا مادہ صلب ہے بمعنی صولی، صلیب صولی دینے کا آلہ، یہ عیسائیوں کی معظم چیز ہے جسے وہ پوجتے ہیں، اور جاہلیت سے مراد زمانہ جاہلیت کی ناجائز رسمیں ہیں جیسے نوحہ، ماتم، خاندانی فخر، ستاروں سے بارش مانگنا، خیال رہے کہ جزیرہ عرب میں سوا اسلام کے کسی ملت کی اجازت نہیں اس لئے عرب سے صلیب مٹائی جائیگی عرب کے سوا دوسرے اسلامی ممالک میں ذمی کفار کو مذہبی آزادی دی جائے گی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں اسلام میں تو ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے پھر صلیب مٹانے کے کیا معنی کہ یہ حکم جزیرہ عرب کے لئے ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں سے صلیب وغیرہ کو مٹاؤں کہ انہیں اس کی تعظیم سے دور رکھوں۔ [۲] یعنی بعد قیامت دوزخ میں اسے دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا۔ [۳] قدس کے حوض سے مراد جنت کے حوض ہیں جن میں حوض کوثر بھی داخل ہے یعنی جو شخص شراب کا عادی تھا پھر رحمت خدا نے دستگیری

قَالَ ثَلٰثَةٌ لَاتَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ اِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَعَابِدِ وَثَنٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِى التَّارِيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ۔ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِىْ شَرِبْتُ

فرمایا تین شخص جنت میں نہ جائیں گے عادی شرابی قاطع الرحم ۲ اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۳ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عادی شرابی اگر مرجائے تو اللہ تعالٰی سے بت پرست کی طرح ملے گا ۴ (احمد) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں محمد ابن عبید اللہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور کہا کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں محمد ابن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد کی روایت سے ۵۔ روایت ہے حضرت ابوموسٰی سے آپ فرماتے تھے کہ میں نہیں پرواہ کرتا شراب پیوں

کی کہ محض خوف خدا کی بنا پر توبہ کرلی اسے ان حوضوں سے پلایا جائیگا ترک کے یہ معنی ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہو جو شرابیوں میں پھنس کر شراب سے بچے۔ ۲ یعنی اسے سابقین کے ساتھ جنت میں جانا حرام ہے یا جو ان کاموں کو حلال جان کر کرے وہ جنت سے دائمی محروم ہے کہ جنت تو مومنین کیلئے ہے۔ ۳ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں خبیث سے مراد زنا اور اسباب زنا ہیں یعنی جو اپنی بیوی بچوں کے زنا یا بیحیائی بے پردگی اجنبی مردوں سے اختلاط بازاروں میں زینت سے پھرنا، بیحیائی کے گانے ناچ وغیرہ دیکھ کر باوجود قدرت کے نہ روکے وہ بیحیا دیوث ہے مگر مرقات نے یہاں فرمایا کہ تمام بے غیرتی کے گناہ اس میں شامل ہیں جیسے شراب نوشی، غسل جنابت نہ کرنا وغیرہ اس قسم کے جرم، اللہ تعالٰی دینی غیرت دے ۴ قاطع رحم عام ہے عاق سے کیونکہ عاق ماں باپ کا نافرمان ہے اور قاطع رحم اپنے نسبی عزیزوں پر زیادتی کرنے والا یا ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا باوجود قدرت کے، مسلمان پر ماں باپ، بھائی بہن، خالہ، ماموں وغیرہم بلکہ بیوی اور اس کے والدین کے بھی حقوق ہیں ان حقوق کی تفصیل اعلٰی حضرت قدس سرہ کی کتاب شرح الحقوق لطرح العقوق میں ملاحظہ فرمائیے، مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں سے خبردار رہے کہ میرا کون کون رشتہ دار ہے اور ان سے میرا کیا رشتہ ہے تاکہ ان کے حقوق بقدر قرابت ادا کرے۔ ۵ یعنی جادو کو حق یعنی حلال جانتے والا یا اس کی تاثیر بذاتہٖ کا قائل، جادو کرنا حرام ہے اسے حلال جاننا بے دینی ہے ورنہ جادو میں رب تعالٰی نے تاثیر رکھی ہے جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے رب تعالٰی فرماتا ہے یفرقون بہ بین المرء وزوجہ لہذا جادو کو برحق تاثیر ماننے والا مومن ہے اُسے حلال جاننے والا کافر، یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔ ۶ یعنی بغیر توبہ کئے شرابی رہتا ہوا مرے تو اللہ تعالٰی اس پر ایسا ناراض ہوگا جیسا بُت پرست پر ناراض ہوگا قرآن کریم میں رب تعالٰی نے شراب کو بتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ارشاد فرمایا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام، نیز شرابی نشہ میں بت پرستی کرے تو کوئی تعجب نہیں کہ بے عقل سب کچھ کرلیتا ہے تو شراب بت پرستی کا ذریعہ بن سکتی ہے غرضکہ یہ وعید سخت ہے رب تعالٰی کی پناہ۔ ۷ یعنی بیہقی نے کہا، مقصد یہ ہے کہ تاریخ بخاری میں میں نے خود یہ روایت نہیں دیکھی ہے بلکہ بیہقی کے حوالہ سے بیان کررہا ہوں۔ ۸ یہ محمد ابن

الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُّ هٰذِهِ السَّارِيَةَ دُوْنَ اللهِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ؛ كِتَابُ الْاِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ

یا اللہ کے مقابل اس ستون کو نہ پوجوں [1] (نسائی) ؛ حاکم اور قاضی بننے کا بیان [2] پہلی فصل ؛ روایت
حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی
اطاعت کی [3] اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی [4] اور جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے

عبید اللہ یا محمد ابن عبد اللہ ابن جحش ہیں اور عبد اللہ ابن جحش مشہور صحابی ہیں اور محمد بھی صحابی ہیں کہ ہجرت سے پانچسال پہلے پیدا ہوئے اور اپنے والد کیساتھ اولاً مکہ معظمہ سے حبشہ کو ہجرت کی پھر مکہ معظمہ واپس آ گئے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی (اشعہ) ؛ [1] مقصد یہ ہے کہ میرے نزدیک شراب پینا اور بت پوجنا ایک درجہ کی حماقت و بے وقوفی ہے کہ بت پرستی میں سوا نقصان کوئی فائدہ نہیں یوں ہی شراب نوشی میں صرف نقصان ہے فائدہ کوئی نہیں ؛

خاتمہ، بھنگ، چرس، افیون، تمباکو

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس جگہ دو باتیں بہت ضروری فرمائیں، ایک یہ کہ سوا شراب انگوری کے دوسری تمام شرابیں جمہور علماء کے نزدیک تو مطلقاً حرام ہیں مگر احناف کے نزدیک جب حرام ہیں جبکہ نشہ دیں یا لہو و لعب کے لئے پی جائیں، حق مذہب جمہور ہے کہ ہر شراب مطلقاً حرام ہے نشہ دے نہ دے، مفتی کو اسی پر فتوٰی دینا چاہیے ؛ دوسرے یہ کہ خشک نشہ آور چیزیں جیسے بھنگ، چرس، افیون میں بھی اختلاف ہے، فیصلہ یہ ہے کہ دوا میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نشہ نہ دیں، نشہ دیں تو یہ حرام ہیں نیز ان چاروں کا استعمال لذت کیلئے حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دیں کہ ہر لہو باطل ہے نیز یہ چیزیں پاک ہیں کہ اگر نمازی کے جیب میں افیون وغیرہ کی پڑیا پڑی ہو تو نماز ہو جائیگی، نیز بھنگ افیون وغیرہ کی تجارت جائز تو ہے کہ ان کا استعمال دواءً حلال ہے مگر نہ تو زیادہ کی تجارت کرے نہ نشہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے حتی کہ شراب بنانے والے کے ہاتھ بہت مقدار میں انگور بھی نہ بیچے کہ یہ حرام پر امداد ہے نیز افیون بھنگ چرس کی کاشت جائز ہے جبکہ اس سے کاشتکار کی نیت نشہ کرنے یا نشہ کرانے کی نہ ہو صرف دواءً فروخت کرنے کی ہو، تمباکو کے احکام اس سے بھی ہلکے ہیں کہ تمباکو پینا یا کھانا نشہ کیلئے حرام ہے نشہ نہ دے تو حرام نہیں، جو شخص بھنگ چرس، افیون سے نشہ کرے اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے، علامہ شامی نے شامی جلد پنجم کتاب الاشربہ میں تمباکو کے بہت خصوصی احکام بیان فرمائے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمباکو حلال ہے مگر اس سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے لہذا طبعاً مکروہ ہے، نشہ دے تو حرام ؛

[2] امارت الف کے کسرہ سے امیر و فرماں روا بننا یا فرماں روا بنانا، اور الف کے فتحہ سے بمعنی علامت یہاں الف کے کسرہ سے ہے قضا بمعنی فیصلہ یہاں شرعی فیصلہ مراد ہے یا قضاء کا منصب مراد ہے (مرقات و اشعہ) اس باب میں وہ احادیث آئیں گی جن میں امیر (سلطان) و قاضی بنانے یا ان کی شرائط و صفات کا ذکر ہے ؛ [3] یہ حدیث اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے : من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ : خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام ماں باپ استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہو سکتی ہے نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی، اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھا وہ کرنا، قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لئے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ

أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ

میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی[۱] امیر ڈھال ہے اس کی پناہ میں جہاد کیا جائے[۲] اور اسکی آڑلی جائے پھر اگر اللہ کے ڈر کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کا اسے ثواب ہے[۳] اور اگر اس کے علاوہ کہے تو اسکا اس پر وبال ہے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام الحصین سے[۵] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم پر ناقص الاعضاء غلام حاکم بنا دیا جائے جو تم کو اللہ کی کتاب سے چلائے اس کی سنو اور اطاعت کرو[۶] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے

تین ذاتوں کا ذکر ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور عبادت کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اعبدوا اللہ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا نہ کسی بندے کا فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مطلقًا واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلاوجہ پوچھے بلا سوچے سمجھے اطاعت کی جائے دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جبکہ جائز کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لئے وہ ہی حکم شرع ہے، دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات و احادیث پیش کی گئی۔ [۴] اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم۔

[۱] زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارت سے واقف تھے نہ قضاء سے، اُن کے قبیلوں کے رئیس ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت و قضاء کی اہمیت جانیں (مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے (اشعہ)۔ [۲] یہاں امام سے مراد یا تو سلطانِ اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو، یعنی جہاد کے لئے امیر ضروری ہے اور ملک کے لئے بھی امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر و شمشیر سے بچاتی ہے، ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے (لمعات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فسادیوں سے جنگ ہے۔ [۳] عظیم الشان ثواب جو ہمارے بیان بلکہ اندازے سے باہر ہے۔ [۴] یعنی اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو ہمارے بیان و اندازے سے باہر تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے یہاں علی نقصان کے لئے ہے۔ [۵] آپ ام حصین بنت اسحاق قبیلہ احمس سے ہیں آپ کے بیٹے یحیٰی ابن حصین ہیں آپ صحابیہ ہیں حجۃ الوداع میں حضور انور صلے

كَانَ رَاسَهُ زَبِيبَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَعَلٰى

جس کا سر کشمش کی طرح ہو[۱] (بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان آدمی پر لازم ہے[۲] ہر اس حکم میں جسے پسند کرے یا ناپسند جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ اطاعت[۳] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت صرف بھلائی میں ہے[۴] (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی[۵] سننے اور اطاعت کرنے پر تنگی اور آسانی میں خوشی و ناخوشی میں[۶] اور ہم پر ترجیح دیئے جانے میں[۷] اور اس پر کہ کسی چیز میں اس کے اہل و مستحق سے نہ جھگڑیں[۸] اور اس پر

[۱] یعنی اگر سلطان اسلام کسی حبشی غلام کو تمہارا حاکم بنا دے تب بھی تم اس غلام حاکم کی فرمانبرداری کرو کہ یہ سلطان کی اطاعت ہے یا اگر بالفرض حبشی غلام سلطان بن جائے جسے مسلمان چن لیں تو اگرچہ وہ خلیفہ تو نہیں کہ خلافت اسلامیہ صرف قریش سے خاص ہے مگر سلطان تو ہے تب بھی اس کی اطاعت کرو (از مرقات) خیال رہے کہ یزید پلید نہ سلطان تھا نہ حاکم بلکہ اس کو سلطان بنانے کا مسئلہ درپیش تھا حضرت امام حسین نے اسے سلطان بنانے سے انکار کیا، لہذا یہ حدیث حضرت امام حسین کے عمل کے خلاف نہیں۔ بادشاہ بنانا اور ہے بنے ہوئے بادشاہ کی اطاعت کرنا کچھ اور، فاسق کو نماز کا امام نہ بناؤ لیکن اگر بن چکا ہے تو جماعت نہ چھوڑو اسکے پیچھے نماز پڑھ لو۔ [۲] یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل و حقیر ناقص الخلقت گنجا غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہو جائے تو اس کا حکم بھی قبولیت کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی ثواب ہے۔ خیال ہے کہ یہاں کشمش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور پلپلا ہونے میں اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ [۳] بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو [۴] یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق بہرحال قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر ایسے حکام مانے بھی نہیں اور اس بنا پر بغاوت بھی نہ کرے بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے (مرقات) [۵] یہ فرمان عالی بادشاہ، حاکم، پیر، استاد، ماں باپ وغیرہ سب کو شامل ہے کہ خلاف شرع حکم میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے معروف وہ کام ہے جسے شریعت منع نہ کرے، معصیت وہ کام ہے جسے شریعت منع فرمائے یہ تعریف اچھی طرح یاد رکھی جائے (مرقات) آجکل بعض بے وقوفوں نے سمجھ لیا ہے کہ جو کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ معصیت ہے یہ محض غلط ہے ورنہ زندہ

اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ ہم جہاں بھی ہوں حق ہی کہیں اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کسی چیز میں اسکے اہل سے نہ جھگڑیں مگر یہ کہ تم کھلا کفر دیکھو جس کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے قوی دلیل ہو (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر بیعت کرتے تھے تو حضور انور فرمادیتے کہ اس میں جس کی طاقت رکھو (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ناممکن ہو جائیگی، اس کی بحث ہماری کتاب جاءالحق حصہ اول میں بدعت کی بحث میں ملاحظہ فرمایئے وہاں اس پر بہت دلائل قائم کئے گئے ہیں؛ ۵ اس بیعت سے مراد یا تو بیعت اسلام ہے یا کسی موقعہ پر کوئی خاص بیعت، حضرات صحابہ نے بیعت اسلام کے سوا خاص خاص موقعوں پر اور بھی بیعتیں کی ہیں؛ ۶ یعنی ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بیعت میں یہ عہد کیا کہ ہم سلطان اسلام کی ہر حال اطاعت کرینگے زمانہ تنگی کا ہو یا فراخی کا وہ حکم ہم پر گراں ہو یا آسان، عسر و یسر سے مراد حالات کی تنگی و آسانی مراد ہے اور منشط و مکرہ سے مراد اپنے دل کا حال ہے لہذا عبارت میں تکرار نہیں؛ ۷ اثرہ الف وث کے فتحہ سے بمعنی اختیار کرنا یا ترجیح دینا یعنی اگر اسلامی سلاطین ہمارے دنیاوی حقوق غنیمت، فیئ کا حصہ یا حکومت کے عہدے ہم کو نہ دیں حق ہمارا ہو مگر دوسرے کو دے دیں یا خود لے لیں تو ہم ان کی اطاعت سے قدم باہر نہ نکالیں گے اس حق تلفی پر صبر کرینگے اور سلاطین کے مطیع رہیں گے، اشعہ میں ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد یہ واقعات پیش کئے انصار نے پورے صبر و تحمل سے نکالا رضی اللہ عنہم اجمعین؛ ۸ یہاں امر سے مراد حکومت و امارت ہے یعنی ہم اہل حکومت سے نہ جھگڑا کرینگے تو یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو عہدہ اس کے اہل کو دیا جائے تو ہم سے چھیننے کی کوشش نہ کریں گے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اسلامیہ قریش سے خاص ہی، انصار نے حکم نبوی سُن کر کہ الخلافۃ لقریش بالکل سرتابی نہ کی بلا چون و چرا حکم سرکاری قبول کرلیا، یہ تھا اس بیعت پر عمل؛ ۹ یہ گزشتہ عہدوں کے علاوہ اور دوسرا عہد ہے یعنی ہم مداہنت فی الدین نہ کرینگے ہر چھوٹے بڑے کے سامنے ہر جگہ ہر وقت سچی بات کہیں گے ہر مسلمان بقدر وسعت مبلغ ہے؛ ۱۰ کفر سے مراد کفار کے سے کام ہیں یعنی گناہ و معصیت، عام نسخوں میں بوّا واو سے ہے بعض نسخوں میں براہ رے سے ہے براہ کھلی زمین کو کہتے ہیں؛ ۱۱ یعنی اگر تم اسلامی بادشاہ کا فسق و فجور کھلم کھلا دیکھو، ان کے احکام و افعال واقوال کی کوئی توجیہ نہ ہوسکے تو ان کی اطاعت نہ کرو۔ مگر پھر بھی ان فاسق سلاطین پر خروج نہ کرے کہ ان سے لڑنا بھڑنا باجماع مسلمین حرام ہے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بادشاہ فسق و ظلم کی وجہ سے معزول نہ ہوگا، ہاں کافر سلطان اسلام نہیں بن سکتا، اگر مسلمان بادشاہ کافر ہوجائے تو معزول ہوگا کیونکہ سلطان کا معزول ہونا بڑی تباہی ملک و خون ریزی کا باعث ہے (مرقات) حضرات صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و جابر و فاسق پر خروج نہ کیا بلکہ اس سے قضاء جمعہ و عیدین کی قیام حاصل کیں، خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں فسق کی وجہ سے قاضی تو لائق معزولی ہے مگر سلطان قابلِ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ إِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَدْعُوْا لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰى أُمَّتِيْ بِسَيْفِهٖ يَضْرِبُ

علیہ وسلم نے جو اپنے حاکم سے ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے لے کیونکہ نہیں ہے کوئی جو جماعت سے بالشت بھر الگ ہو پھر مرجائے لہ مگر وہ جاہلیت کی موت مریگا لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمانبرداری سے نکلا اور جماعت سے جدا ہوا لہ پھر وہ مرگیا تو وہ جہالت کی موت مرا لہ اور جس نے اندھا دھند جھنڈے کے نیچے جنگ کی لہ کہ غصہ کرتا ہے تعصب کی بنا پر یا غصہ کرتا ہے تعصب کی طرف یا مدد دیتا ہے عصبیت کی بنا پر لہ پھر وہ مارا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی ہے لہ اور جو میری امت پر تلوار لے کر مارتا ہو

معزولی نہیں کیونکہ سلطان کی معزولی میں بہت فتنہ ہے جو قاضی کی معزولی میں کم مگر احناف کے ہاں نہ قاضی فسق کی وجہ سے لائق معزولی ہے نہ سلطان کیونکہ احناف کے ہاں فاسق اہل ولایت ہے شوافع کے ہاں نہیں دیکھو فاسق باپ اپنی اولاد کا ولی ہے اس کی پوری بحث یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمایئے: لہ چونکہ یہاں بیعت میں عہد کے معنی اور بایعنا میں عہدنا کے معنی ملحوظ ہیں لہذا بیعۃ کا تعدیہ علیٰ سے ہوگیا لہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں کہ امت پر شفقت فرماتے ہوئے بوقت بیعت صحابہ سے فرماتے ہیں کہ مطلقًا اطاعت کا عہد نہ کرو بلکہ بقدر طاقت اطاعت کا عہد کرو تاکہ کبھی تم بدعہدی میں ماخوذ نہ ہو۔ لہ یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہدینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔ لہ یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطانِ اسلام پر متفق و متحد ہوں تھوڑا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔

لہ یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ جماعت نہ ان میں تنظیم تھی، نہ قومی اتفاق (مرقات) اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا؛ خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطانِ اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی، جیسے فاسق کو امام نماز بنانا مکروہ و ممنوع ہے مگر جس مسجد میں فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔ لہ اطاعت سے مراد سلطانِ اسلام کی فرمانبرداری ہے اور جماعت سے مراد جماعت مسلمین ہے جماعت سے جدا ہونے کے معنی ہیں کہ جس کی حکومت پر مسلمان متفق ہوچکے ہیں اسے حاکم نہ مانے اپنے کو جماعت کے فیصلے سے الگ رکھے؛ اس جملہ کے اور معنی بھی ہوسکتے ہیں جو کتاب الاعتصام میں مذکور ہوچکے۔ لہ اس کے معنی ابھی عرض کئے کہ اس سے مراد کفر کی موت نہیں ہے، بلکہ کفار کی سی موت ہے، کفر کی موت اور کفار کی سی موت میں بڑا فرق ہے۔ لہ عمیہ بروزن غنیہ بھی آتا ہے غین کے پیش نون کے سکون سے اور

بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشٰى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِيْ لِذِيْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا

نیک کار کو بھی بدکار کو بھی ۱ اور نہ بچے اس کے مومنوں سے اور نہ پورا کرے عہد والے کے لئے اس کا عہد و پیمان ۲ پس وہ نہ مجھ سے ہے نہ میں اس سے ۳ (مسلم)۔ روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو تم انہیں دعائیں دو وہ تمہیں دعائیں دیں ۴ اور تمہارے بدترین حکام وہ ہیں کہ تم ان سے نفرت کرو وہ تم سے نفرت کریں تم ان پر پھٹکار کرو ۵ وہ تم پر لعنت کریں فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اسوقت ان کو پھینک دیں ۶ فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں ۷ نہیں

عِمِّیَّۃ بھی آتا ہے عین کے کسرہ میم کے شد اور کسرہ ی کے شد سے، یہ لفظ عمی سے بنا بمعنی اندھاپن، اس سے مراد وہ بلوہ یا جنگ ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو کوئی شخص صرف اپنی قوم اپنے دھڑے کی حمایت میں مسلمانوں کے دوسرے دھڑے سے لڑے جیسا کہ آجکل عام دیہاتی پارٹیوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ۴ عصبیۃ مفعول لہ ہے یغضب او یدعو کا یعنی حق و باطل کی تمیز کئے بغیر خود بھی اس اندھا دھند لڑائی میں شریک ہوجاتا ہے اور اپنے دھڑے کے دوسرے آدمیوں کو بھی بلا کر جنگ میں شریک کرتا ہے، عصبیت کے معنی ہیں ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا عصبہ سے بنا بمعنی وارث یا قوم۔ ۵ یعنی ایسی موت مسلمانوں کی سی نہیں کفار کی سی ہے کافر، قوم، ملک، مال وغیرہ کے لئے لڑتے ہیں مگر مومن کی لڑائی صرف اللہ کے لئے چاہیے یہ لڑائی بھی عبادت ہے۔

جنگ شاہاں فتنہ و غارتگری است جنگِ مومن سنتِ پیغمبری است

قومیت کی جنگ فساد ہے للٰہیت کی جنگ جہاد، اسلام نے ہم کو جینا مرنا سب کچھ سکھایا۔ ۱ اس جملہ کی دو شرحیں ہیں ایک یہ کہ امتی سے مراد امت اجابت یعنی مسلمان ہیں اور نیک سے مراد صالح آدمی ہیں اور فاجر سے مراد گنہگار مسلمان ہیں یعنی ہر نیک بد مسلمان کو قتل کرے دوسرے یہ کہ امتی سے مراد امت دعوت ہے یعنی ہر آدمی کافر ہو یا مومن اور برّھا سے مراد مسلمان ہوں اور فاجرھا سے مراد کافر ہو، مرقات نے یہ دونوں شرحیں کیں۔ ۲ اگر گزشتہ جملہ کی پہلی تفسیر کی جائے تو یہ علیحدہ مستقل حکم ہے اور اگر دوسری شرح کی جائے تو یہ جملہ اس کی شرح ہے، عہد والے سے مراد یا ذمی کفار ہیں یا مستامن کفار۔ ۳ یعنی وہ میری امت سے نہیں یا میرے طریقہ سے نہیں اور میں اسکے معاون و مددگاروں سے نہیں یا وہ مجھ سے قریب نہیں میں اس سے قریب نہیں، یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے۔ ۴ یہاں ائمہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔ ۵ یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں اپنے عیش و طرب میں رہیں ملک و رعایا سے لاپرواہ رہیں فساق و فجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں۔ ۶ یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں

مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوۃَ اَلَا مَنْ وُلِیَ عَلَیْہِ وَالٍ فَرَاٰہُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِّنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ فَلْیَکْرَہْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْکِرُوْنَ فَمَنْ اَنْکَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ کَرِہَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰکِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُہُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا اَیْ مَنْ کَرِہَ بِقَلْبِہٖ وَاَنْکَرَ بِقَلْبِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ

جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں خبردار جس پر کوئی امیر والی ہو پھر اس میں اللہ کے گناہوں میں سے کچھ دیکھے تو جو کچھ وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اُسے تو ناپسند کرے[۱] اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم پر کچھ حکام ہوں گے جن کے کچھ کام تم پسند کرو گے کچھ ناپسند کرو گے[۳] تو جو انکار کرے تو وہ بری ہوگیا اور جو ناپسند کرے وہ سلامت رہا[۴] لیکن جو راضی ہوا ان کے ساتھ مل گیا[۵] انہوں نے عرض کیا تو کیا ہم ان سے جنگ کریں[۶] فرمایا جب تک نمازی رہیں جب تک وہ نمازی رہیں[۷] یعنی جو اپنے دل سے انکار کرے جو اپنے دل سے ناپسند کرے[۸] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ

اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ کرے۔ ۵ یعنی جب تک سلاطین و حکام مسلمانوں میں جمعہ و عیدین قائم کریں مسجدوں کا انتظام کریں نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مومن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھیگا اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے رب تعالٰی فرماتا ہے انما یعمر مسجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر۔

۱ اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے بُرا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔ ۲ یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیتوں کی حمایت نہ کرے۔ ۳ اس فرمان عالی میں غیب کی خبر ہے تَعْرِفُوْنَ اور تُنْکِرُوْنَ کا مفعول بہ پوشیدہ ہے یعنی بَعْضَ اَعْمَالِھِمْ، مقصد یہ ہے کہ ان بادشاہوں اور حکام کے اعمال مخلوط ہونگے کچھ اچھے کچھ بُرے کہ نماز بھی پڑھیں گے داڑھی بھی منڈائیں گے، انصاف بھی کرینگے شراب بھی پئیں گے۔ ۴ انکار سے مراد زبان سے انکار کردینا ہے اور بری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پلپلا پن ہے، کَرِہَ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے سلامتی سے مراد گناہ اور وبال فسق سے محفوظ رہنا ہے یعنی ایسے بادشاہوں کے بُرے اعمال کو زبان سے بُرا کہدینے والا پختہ مسلمان ہے اور ان کے اعمال کو صرف دل سے بُرا سمجھنے والا زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہوگا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائیگا۔ ۵ اس جملہ کی جزا پوشیدہ ہے یعنی جو شخص ان فاسق حکام کے بُرے کاموں سے دل سے راضی ہوا اور عمل میں ان کے ساتھ شریک ہوگیا کہ وہ بھی ان کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور وبال میں اُن کے ساتھ شریک ہوگیا۔ ۶ یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ رد کریں جو کہ تبلیغ کی اعلٰی قسم ہے۔ ۷ نمازی ہونے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارق ہے لہذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ و حکام کی بغاوت درست ہے دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے قرآن کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے

ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَآءُ يَسْئَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَّاتَ وَ

ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے[1] اور ایسی چیزیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے عرض کیا تو آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں یارسول اللہ فرمایا تم انکے حق انہیں دیدو اور اپنے حق اللہ سے مانگو[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں سلمہ ابن یزید[3] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یانبی اللہ فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے حکام قائم ہوجائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق ہم سے روکیں تو حضور ہمیں کیا حکم دیتے ہیں[4] فرمایا سنو اور اطاعت کرو[5] کیونکہ ان پر وہی ہے جو ان پر ڈالا گیا اور تم پر وہ ہے جو تم پر ڈالا گیا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمانبرداری سے ہاتھ نکال لے وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس طرح مرا کہ

لم یک من المصلین ہم نمازیوں میں سے نہ تھے یعنی مسلمان نہ تھے۔ خیال رہے کہ سلطان کی بغاوت بڑے فتنوں، خونریزیوں، ملک کی تباہیوں کا باعث ہے اس لیے بڑے اہتمام کے ساتھ اس سے روکا گیا۔ شاید یہ کلام راوی کی طرف سے حدیث کے اسی جملہ یعنی انکر کی تفسیر ہے مقصد یہ ہے کہ انکار سے مراد صرف زبان کا انکار نہیں بلکہ دل کی نفرت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دلی کراہت کے بغیر صرف زبانی انکار بیکار ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ جیسا انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا خود حضرات صحابہ نے فاسق بادشاہ ظالم و بدکام حکام دیکھ لیے۔ [1] کہ تمہارے حقوق بادشاہ دوسروں کو دیں گے تم کو تمہارے حقوق سے محروم کردیا کریں گے۔ [2] یعنی محض اپنا حق لینے کیلئے بغاوت نہ کرنا بلکہ ان سلاطین کی جائز اطاعت کیے جانا اور رب تعالٰی سے دعا کیا کرنا کہ خدایا ان کو ہمارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ [3] بعض شارحین نے ان کا نام یزید ابن سلمہ کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ سلمہ ابن یزید ہیں صحابی ہیں کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ [4] یعنی ایسے بادشاہوں کا ہم بغاوت کریں یا نہیں۔ [5] یعنی قولًا سنو اور عملًا انکی اطاعت کرو یا ظاہرًا سنو اور باطنًا انکی اطاعت کرو (مرقات)۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کیلئے ملک کو ویران نہ کرو بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے قوم پر شخص قربان ہونے چاہئیں اور دین پر تن من دھن فدا ہونے لازم ہیں۔ [6] یعنی ان بادشاہوں اور حکام پر شرعًا عدل و انصاف رعایا پروری ادائے حقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہوگا اور تم سے تمہاری ذمہ داریوں کا حساب ہوگا اگر وہ اپنے فرائض کی ادا میں کوتاہی کرتے ہیں تو تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا علیہم اور علیکم کے مقدم فرمانے سے حصر کا

لَيْسَ فِي عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ ✦ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ✦ وَ

کہ اس کے گلے میں بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے [2] جب کبھی ایک نبی انتقال فرماتے تو دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے [3] اور میرے بعد کوئی نبی نہیں [4] خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے [5] صحابہ نے عرض کیا تو ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں [6] فرمایا اگلے پھر اگلے کی بیعت پوری کرو [7] انہیں ان کا حق دو کیونکہ اللہ تعالٰی ان سے خود پوچھ لیگا ان کے متعلق جن کو ان کی رعایا بنایا (مسلم، بخاری) [8]

فائدہ حاصل ہوا سبحان اللہ کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ اپنے حقوق کی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑ دو۔ [1] اس حدیث میں دلیل سے مراد ضد ہے کے ایمان و تقویٰ کی دلیل و ثبوت ہے، اور بیعت سے اگر خلیفہ و سلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مریگا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعت ارادہ، تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مر جائے اس کی موت کفار کی سی ہے صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے، خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے بیعت اسلام بیعت خلافت بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔ [2] تسوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی و قومی انتظام جس میں دینی انتظام بھی داخل ہے یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی ملی دینی انتظام فرمایا کرتے تھے ان کے جانشین امراء و خلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اخلفنی فی قومی۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی، اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پہلے شریعت و ملک کی حفاظت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔ [4] یعنے نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا عارضی خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے، اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو لہذا میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء و علماء، خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بشان نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہوکر اور خلیفہ امام مہدی ہی ہونگے۔ [5] یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنے اسلامی سلاطین و امراء و خلفاء، خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے، خلافت میں حکومت کیساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لئے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے ان کی بیعت، بیعت ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔ [6] یعنے اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔ [7] یعنے یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْہُمَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَرْفَجَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ ہَنَاتٌ وَّہَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّفَرِّقَ اَمْرَ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَہِیَ جَمِیْعٌ فَاضْرِبُوْہُ بِالسَّیْفِ کَائِنًا مَّنْ کَانَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَایَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاہُ صَفْقَۃَ یَدِہٖ وَثَمَرَۃَ قَلْبِہٖ

روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں دوسرے کو قتل کر دو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عرفجہ سے[2] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فتنہ اور فساد ہوں گے شرارتیں بدخوئیاں ہوں گی[3] تو جو اس امت کا معاملہ جدا کرنا چاہے حالانکہ امت متفق ہو تو اسے تلوار سے مار دو کوئی بھی ہو[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی بادشاہ سے بیعت کرے[5] پھر اسے اپنے ہاتھ کا عقدہ اور اپنے دل کا میوہ دے دے[6]

نے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمائی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہوسکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہوگا آج پاکستان، ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں، امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ اسی حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہوسکتا۔ [1] قتل سے مراد مقابلہ یعنی جنگ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل ہی مراد ہو کیونکہ دوسرا خلیفہ باغی ہے خلیفہ نہیں۔ اس کے متعلق قرآن کریم کا فرمان ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ۔ یہاں مرقات نے بحوالہ نووی فرمایا کہ دارالاسلام وسیع ہو یا غیر وسیع، مسلمانوں کے خلیفہ بیک وقت خلیفہ دو نہیں ہوسکتے، مشرق و مغرب، جنوب و شمال کا خلیفۃ المسلمین ایک ہی ہوگا، امام الحرمین نے اپنی کتاب الارشاد میں فرمایا دور دراز ممالک میں دو خلیفہ ہوسکتے ہیں جیسے آج پاکستان و امریکہ، مگر امام نووی نے اس قول کی بہت مخالفت فرمائی اور فرمایا کہ امام الحرمین کا یہ قول اطلاق حدیث کے بھی خلاف ہے اور سلف و خلف علماء کے بھی خلاف۔ [2] آپ عرفجہ ابن سعد ہیں آپ سے آپ کے بیٹے طرفہ نے روایات لیں آپ وہ ہی عرفجہ ہیں جن کی ناک کٹ گئی تھی جنگ کلاب میں تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوالی تھی مگر وہ بدبودار ہوگئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سونے کی ناک لگوا لینے کا حکم دیا، یہ واقعہ مشکوۃ شریف کتاب اللباس باب الخاتم میں آئیگا، آپ سے روایات بہت کم ہیں۔ [3] ھنات ھن کے جمع ہے جمع ھن کی بمعنے ناقابل ذکر چیز، اسی لئے شرمگاہ کو ھن کہتے ہیں کہ وہ بھی ناقابل ذکر ہوتی ہے، یہاں اس سے مراد ناقابل ذکر فتنے فساد شرارتیں ہیں، مکرر فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ مسلسل اور دراز ہوں گے اور بہت سی قسم کے ہوں گے۔ [4] خواہ عربی ہو یا عجمی عالم ہو یا جاہل صوفی ہو یا پیر درویش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہو یا کسی اور خاندان سے غرضکہ کوئی بھی ہو جب وہ میری امت میں تفریق کی کوشش کرے وہ مستحق قتل ہے (مرقات) اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو نئے مذاہب ایجاد کرکے مسلمانوں کے ٹکڑے کر دینا چاہیں اور جیسے ایک خلیفہ کی اطاعت چاہیے ایسے ہی ایک امام کی تقلید چاہیے۔ [5] امام سے مراد

فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْاٰخَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ
الْاِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ

تو اگر طاقت رکھے اس کی اطاعت کرے[۱] پھر اگر دوسرا اس سے جھگڑا کرتا آئے تو دوسرے کی گردن مار دو[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن سمرہ سے[۳] فرماتے ہیں کہ فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکومت نہ مانگو[۴] کیونکہ اگر تم طلب سے حکومت دیئے گئے تو تم اس کے حوالہ کر دیئے جاؤ گے[۵] اور اگر تم بغیر طلب دیئے گئے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے

دنیاوی امام بھی ہوسکتا ہے یعنی سلطان اسلام اور دینی امام بھی، جیسے امام مجتہد اور شیخ طریقت، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۹؎ صفقۃ بنا ہے صفق سے بمعنی ہاتھ ملانا اسی لئے تالی بجانے کو تصفیق کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہے چونکہ مشائخ یا سلطان کی بیعت کے وقت شیخ یا سلطان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفقۃ یدہٖ ارشاد فرمایا، عرف میں جب کسی سے کوئی پختہ وعدہ کرتے ہیں تو ہاتھ ملا کر کرتے ہیں کہتے ہیں آؤ ہاتھ ملاؤ یہ کام ضرور کرنا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ، مگر یہ بیعت مردوں کے لئے ہے عورتوں سے بیعت صرف کلام سے چاہیے۔ ۱۰؎ یعنی دل کا اخلاص اسے دے کر دل سے اس کی بیعت کرے یا دل کے میوے سے مراد اولاد ہے یعنی اپنے بال بچوں سے بھی اس امام کی بیعت کرائے(مرقات)۔

۱؎ یعنی اس کے ہر جائز حکم کی بھی بقدر طاقت تعمیل کرے۔ ۲؎ یعنی اس دوسرے خواہش مند امامت کو خود یہ بیعت کرنے والے لوگ قتل کردیں، خلاصہ یہ ہے کہ ایک کے ہوکر رہو، خیال رہے آجکل جس جمہوریت کا رواج ہے کہ ہر پانچسال کے بعد ملک کا نیا صدر چنا جائے یہ عیسائیت کی جمہوریت ہے، اسلام میں جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ ایکبار سلطان لوگوں کی رائے سے چن لیا جائے پھر وہ زندگی بھر سلطان رہے جب تک کہ اس سلطان میں معزولیت کا سبب نہ پیدا ہو تب تک وہ اپنے مقام پر قائم رہے چنانچہ حضرت خلفاء راشدین کا چناؤ ایک ایک بار ہوا ہر پانچسال پر نہ ہوا، موجودہ جمہوریت بڑے فسادات کا ذریعہ ہے کہ ہر پانچ سال میں ملک میں زبردست انقلاب آتا ہے، پھر خرابی یہ ہوتی ہے کہ حکام تو وزراء اور صدر کے ماتحت اور صدر اور وزراء ممبران کے ماتحت اور ممبران ووٹروں کے ماتحت لہذا جس کے قبضہ میں کچھ ووٹ ہیں اس سے ممبران دبتے ہیں بلکہ وزراء و صدر تک دبتے ہیں کہ آگے چل کر ان سے پھر ووٹ لینے ہیں اسی بنا پر یہ چودھری لوگ وہ وہ ظلم کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، وہ سمجھتے ہیں کہ راج ہمارا ہے کہ ووٹ ہمارے قبضہ میں ہیں جیسا کہ آج دیکھا جارہا ہے یہ جمہوریت خدا کی لعنت ہے اور یہ انتخاب خدا کا عذاب: صحیح جمہوریت اور صحیح انتخاب اسلامی جمہوریت اور اسلامی انتخاب ہے، عیسائیت والے انتخاب میں بڑی آفت یہ ہے کہ ایک صدر ابھی رعایا پر پورا قبضہ بھی نہ کرسکا کہ اس کی معزولیت کا وقت آجاتا ہے وہ ملک کی فکر کرے یا اپنی صدارت کی۔ ۳؎ سمرہ سین کے فتحہ اور میم کے پیش سے آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بعد میں بصرہ میں رہے وہاں ہی ۵۰ھ میں انتقال ہوا(مرقات) خلافت عثمانی میں سجستان اور کابل، افغانستان آپ ہی نے فتح کیا(اشعہ)۔ ۴؎ دنیاوی امارت و حکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ خداوندا ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا، خیال رہے کہ سلطنت، حکومت، نفسانی خواہش، دنیاوی مال عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالب جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کررہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے

أُعْتِقَتْ عَلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَ بِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي

گی لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ تم حکومت پر عنقریب حرص کروگے لہ اور ہوگی وہ قیامت کے دن شرمندگی کہ دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھوڑانے والی بری (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں عرض کیا یارسول آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنادیتے ؎ فرماتے ہیں کہ حضور انور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا ؎ پھر فرمایا اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت ہے ؎ اور وہ قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے ؎ سوائے اس کے اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے۔

ہوں تو دین وملک کی خدمت کے لئے حکومت چاہنا حاصل کرنا ضروری ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم لہٰذا یہ حدیث ان مذکورہ دونوں آیتوں کے خلاف نہیں کہ اس حدیث میں طمع دنیاوی کے لئے دنیاوی امارت چاہنے کی ممانعت ہے حضرت صدیق اکبر نے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بکوشش ملک کی باگ ڈور سنبھالی تھی اور پھر امیر بن کر دین وملک کی خدمت کی جس سے دنیا خبردار ہے آج تک اسلام وقرآن کی بقا حضرت صدیق کی مرہون منت ہے۔ ؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ طلب سے مراد کوشش اور رب سے دعا دونوں ہیں، جو دعائیں مانگ مانگ کر طمع مال وعزت کے لئے سلطان بنا تو رب تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا وہ جانے اور حکومت جانے۔

لہ یعنی اگر رب کی طرف سے تم کو سلطان بننا پڑ گیا تو رحمت الٰہی تمہاری دستگیری کرے گی تمہارے فیصلے درست ہوں گے ملک کا بوجھ تم سے اٹھ سکے گا سلطنت کرنا آسان کام نہیں بغیر کرم پروردگار یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا اس حدیث کی بنا پر بزرگان دین حاکم بننے سے سخت متنفر تھے، امام ابوحنیفہ نے جان دے دی، مگر قضا قبول نہ کی۔ ؎ اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی آج آنکھوں دیکھی جارہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کیلئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کیلئے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں ؎ کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق ومظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۔ ؎ سبحان اللہ کیسی نفیس عبارت ہے، سلطنت کو رعایا کی ماں قرار دیا گیا، ظالم سلطنت کو دودھ سے محروم کرنے والی ماں فرمایا گیا اور عادل سلطنت کو دودھ دینے والی سگی ماں قرار دیا گیا یعنے رعایا کو حقوق دینے والی سلطنت اچھی ہے اور محروم کرنے والی سلطنت بری ہے۔ ؎ تاکہ مجھے عدل وانصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے آپ کی یہ گذارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لئے تھی اور ابھی وقت تک طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔ ؎ از راہ شفقت ومحبت تاکہ ان کو اس سے منع فرما دینے سے رنج نہ ہو

عَلَيْهِ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّيْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِيْ عَمِّيْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلٰى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّيْ عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَهُ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهُ

جو اس میں ہے[1] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں[2] اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں[3] تم نہ تو دو شخصوں پر بھی حاکم بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں اور میرے چچازاد بھائیوں میں سے دو شخص گئے تو ان دونوں میں سے ایک نے عرض کیا یارسول اللہ بعض ان چیزوں پر ہم کو حاکم بنا دیجئے جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا[5] اور دوسرے نے بھی اسی طرح کہا تو فرمایا واللہ ہم اس منصب پر کسی ایسے کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا طلبگار ہو اور نہ اسکو جو اس پر حریص ہو[6] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا ہم اپنے عمل پر ایسے کو قائم نہیں کرتے جو اسے چاہے

[1] یعنے تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کیلئے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے دیکھو رب تعالٰے نے عابد و زاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الآیہ۔ [2] یعنے حکومت و سلطنت ظالم کے لئے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گذارے۔

[3] یعنے حکومت و سلطنت عادل حاکم کیلئے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے لوگ نااہل ہوں اور ملک و قوم و دین کو اس کی رہنمائی کی ضرورت ہو، دوسرے یہ کہ حقوق رعایا ادا کرے اس کے لئے حکومت اللہ کی رحمت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملیگا ان میں ایک عادل سلطان ہے نیز فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عادل بادشاہ نور کے ممبروں پر ہونگے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سلطان بھی تھے نبی بھی تھے ان کی سلطنت ان کیلئے درجات عالیہ کا ذریعہ ہے یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل حکومت میں دخل دینا نہ چاہیئے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالٰے حکام و سلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ [4] یہ روایت بھی مسلم کی ہے، دیکھنے سے مراد ہے معلوم کر لینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلٰے ہے اس لئے اراک فرمایا۔ [5] یعنے اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے چونکہ ہم کو اللہ تعالٰے نے قوت و طاقت دی ہے کہ نبوت و حکومت دین و دنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اسلئے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [6] یعنے اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لئے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے پنچ بھی نہ ہو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ ہو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو اس حدیث سے آجکل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری و وزارت صدارت کے لئے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔ [7] یعنے نبوت تو حضور کے لئے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہی نہیں مگر اللہ نے آپ کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی، حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنا دیجئے۔ [8] یہ سوال پورا نہ فرمانا عطاء سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر اور مخلوق خدا پر رحم و کرم ہے کیونکہ حکومت کے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِیَ مَسْئُوْلَةٌ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں بہترین شخص اسے پاؤ گے جو اس حکومت سے سخت متنفر ہو حتی کہ اس میں مبتلا ہو جائے[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو تم سب چرانے والے ہو اور تم سب سے اپنے ماتحت چرنے والوں کے متعلق سوال ہوگا[۲] چنانچہ وہ بادشاہ جو لوگوں پر حاکم ہے وہ چرواہا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا[۳] اور مرد اپنے گھر والوں کا چرواہا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اس کی اولاد کی نگران ہے اور وہ ان کے متعلق پوچھی جائے گی۔

خواہشمند حکومت پاکر ظلم و ستم کرکے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں۔اس کی شرح پہلے کی جاچکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی،سوال سے مراد ہے منہ سے مانگنا اور حرص سے مراد ہے منہ سے تو نہ مانگنا مگر اس کی کوشش کرنا۔[۱] دنیا طلبی نفسانی خواہش کیلئے کیونکہ ایسے آدمی کی اللہ تعالٰی مدد نہیں کرتا جس سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔

[۱] اس حتے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تجھ داری کی انتہا ہو دوسرے یہ کہ اشد کراہیتہ کی انتہا ہو لہذا اس فرمان عالی کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بہترین شخص وہ ہے جو حکومت و سلطنت اختیار کرنے سے سخت متنفر ہو اور وہ شخص اس وقت تک بہتر رہے گا جب تک کہ اس سے متنفر رہے،جب اس نے حکومت قبول کرلی تو بہتر نہ رہے گا،دوسرے یہ جو شخص اولًا حاکم بننے سے متنفر ہو بننا نہ چاہتا ہو پھر رب تعالٰی کی طرف سے آسے حاکم یا سلطان بننا پڑ جائے تو پھر متنفر نہ رہیگا کیونکہ رب تعالٰی اس کی غیب سے مدد فرمائے گا،مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں اسی پر شارحین زیادہ اعتماد کرتے ہیں(لمعات مرقات و اشعہ)۔[۲] یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے،نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی و دنیاوی حقوق ادا کئے یا نہیں،راعی کے لغوی معنے ہیں چرواہا،اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے،ایسے ہی رب تعالٰی اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا مثلًا والد سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا،یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا۔[۳] چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لئے اس کا حساب بھی وسیع ہوگا،وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا،وزر بوجھ کو کہتے ہیں چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لئے اسے وزیر کہا جاتا ہے،اسی لئے متقی لوگ حکومت قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۔

عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ

اور مرد کا غلام اپنے مولیٰ کے مال پر ذمہ دار نگران ہے[1] وہ اس کے متعلق پوچھا جائیگا خبردار تم سب حکمران ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے[3] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی والی جو مسلمان رعیت کا والی بنے[4] پھر ان پر خیانت کرتا ہوا مر جائے[5] مگر اللہ اس پر جنت حرام فرمادیگا[6] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جسے اللہ تعالٰی کسی رعیت کا والی بنائے پھر رعایا کی خیرخواہی سے حفاظت نہ کرے مگر وہ جنت کی

۱؎ یعنی مولیٰ سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں اور عورت سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں خاوند کے مال اور اولاد کی خیرخواہی کی یا نہیں، بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لئے ماں پر لازم ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت اچھی کرے، ماں فاطمہ زہرا جیسی پرہیزگار ہے تاکہ اس کی اولاد حسین جیسی ہونہار ہو اسی لئے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ شعر

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں ۔ معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر ۔ کہ در آغوش شبیرے بگیری

۲؎ کہ تو مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیرخواہی کی یا نہیں۔ ۳؎ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنی نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات اپنے حالات اپنے خیالات آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کئے، رب تعالٰی فرماتا ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔ شعر

عقل و ہوش و گوش نعمتہائے عرش ۔ خرچ کردی و چہ آوردی ز فرش

غرضکہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق پرسش ہوگی اللہ تعالٰی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے پردے رکھے لغزشیں معاف کرے۔ ۴؎ معقل میم کے فتحہ اور عین کے کسرہ سے، آپ شجرہ والے صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی بصرہ میں قیام رہا خواجہ حسن بصری آپ کے شاگرد ہیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۵؎ یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم، استاذ ہو یا ماں باپ، مسلمان رعایا کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ اپنے ماتحت کفار رعایا اور کفار نوکر چاکروں کا بھی حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں۔ ۶؎ غاش بنا ہے غش سے بمعنے ملاوٹ و کھوٹ، یہاں غاش سے مراد ہے ان کے حقوق نہ ادا کرنے والا اور یا ان پر حق سے زیادہ بوجھ ڈالنے والا (مرقاۃ) اس میں بھاری ٹیکس وغیرہ سب داخل

رَائِحَةَ الْجَنَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ

خوشبو نہ پائیگا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائذ ابن عمرو سے[۲] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بدترین والی ظالم لوگ ہیں[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی جو میری امت کے کسی کام کا والی ہو پھر وہ ان پر مشقت ڈالے تو اس پر مشقت ڈال[۴] اور جو میری امت کی کسی چیز کا والی ہو پھر ان پر نرمی کرے تو تو اس پر نرمی کر[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انصاف والے حکام[۶] اللہ کے

ہیں ۔ لہٰذا وہ نجات پانے والے مومنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائیگا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائیگا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے ، یہاں موت کا ذکر فرماکر یہ بتایا کہ مرتے دم تک توبہ کا اُسے موقعہ ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ ۔

[۱] حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہے ، اس جملہ کی بھی وہ ہی شرحیں ہیں جو ابھی اوپر کی حدیث میں جنت حرام ہونے کی کی گئیں لہٰذا یہ حدیث مغفرت کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں حضور کے سارے فرمان برحق ہیں ۔ [۲] آپ مدنی ہیں بیعۃ الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں ، آخر عمر میں بصرہ میں قیام فرمارہے وہاں ہی وفات پائی خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث روایت کیں ۔ [۳] رعاء رے کے پیش اور عین کے مدسے ہے راعی کی جمع جیسے تاجر کی جمع تجار اور نحوی کی جمع نحاۃ اور راعی کی جمع رعات ، حطمہ ح کے پیش اور ط کے فتحہ سے حاطم کی جمع ، مشتق ہے حطم سے بمعنے توڑنا ، یکل دینا یعنے بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں مال پر ٹیکسوں گرانیوں ، سخت احکام سے رعایا کو پریشان کردیں جیسا کہ آجکل عموماً دیکھا جارہا ہے ۔ [۴] یہ اس آقائے دو جہاں کی بددعا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے یہ بددعا دونوں شقتوں کو شامل ہے شعر

پنداشت ستم گر کہ ستم برما کرد ؛ برگردنِ او بماند وبرما بگذشت

[۵] یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے حکام و سلاطین کو چاہیئے کہ اپنے پیارے نبی کی دعائیں لیں شعر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ؛ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

[۶] مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے اس کا مادہ قسط ہے بمعنے حصہ ، مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنے ظالم آتا ہے ، یعنے دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنے عادل آتا ہے یعنے لوگوں کو ان کا حصہ دینے والا ، رب تعالٰے فرماتا ہے

اللہِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ عَنْ یَّمِیْنِ الرَّحْمٰنِ وَکِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِہِمْ وَاَہْلِیْہِمْ وَمَا وَلُوْا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللہُ مِنْ نَّبِیٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَۃٍ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَۃٌ تَاْمُرُہٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَبِطَانَۃٌ تَاْمُرُہٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَہُ اللہُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ قَیْسُ بْنُ سَعْدٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ

نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۱ رب کی داہنی طرف اور رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۲ وہ لوگ جو اپنے حکم میں اور اپنے بال بچوں میں اور جن کے حاکم ہوں انہیں انصاف کریں۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بھیجا اللہ نے کوئی نبی اور نہیں خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ۴ مگر اس کے دو مشیر ہوتے ہیں ایک مشیر تو انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا مشیر انہیں برائی کا مشورہ دیتا ہے اس کی رغبت دیتا ہے۵ محفوظ وہ ہے جسے اللہ بچائے۶ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ قیس ابن سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے، باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہذا اقساط کے معنی دفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل، یا قاسط بنا ہے قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالٰی فرماتا ہے ان اللہ یحب المقسطین غرضکہ اس کلام میں عجیب خوبی ہے۔ ۱ منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے منبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ، محشر میں مومنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر، ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنی میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ۲ داہنا فرمانا صرف سمجھانے کیلئے ہے بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں قرب و عزت کے بیان کیلئے یمین فرمایا گیا اور ظاہری معنی سے برات کیلئے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال یعنی بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یُمن سے بمعنی برکت، شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے (از مرقات)۔ ۳ حکم سے مراد ہے سلطنت و حکومت و قضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اھلھم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ماولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے غرضکہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں، مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں، ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل و احسان دونوں جمع کرے۔ ۴ یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری، رب تعالٰی نے آدم کے متعلق فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ اس سے مراد سلطان ہے۔ ۵ بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے بطائنھا من استبرق اس کا مقابل ظہارہ بمعنی ابرہ، اصطلاح میں اندرونی یار، دخیل کار، مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ ۶ یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے نہیں بچ سکتے رب بچائے تو بچ سکتے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے الہام

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَۃِ صَاحِبِ الشُّرْطِ مِنَ الْاَمِیْرِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ٭ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَھْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَّکُوْا عَلَیْھِمْ بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنِ الْحَارِثِ

کے ایسے تھے جیسے امیر کے پولیس والے[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ فارس والوں نے اپنا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنالیا[۲] تو فرمایا وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی رہیشہ ناکام ونامراد رہے گی جنہوں نے اپنے کام کا حاکم عورت کو بنایا[۳] (بخاری) ٭ دوسری فصل ٭ روایت ہے حضرت حارث

مشیر سے مراد قرین شیطان، خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہوگیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے، اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں، معصوم وہ جو گناہ نہ کرسکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے، یہاں معصوم لغوی معنی میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے، ہاروت وماروت فرشتوں سے گناہ اس لئے ہوا کہ ان میں عارضی طور پر بشریت شامل کردی گئی تھی لہذا انکے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوسکتا رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں دیکھئے ٭[۱] قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری خزرجی بڑے مشہور صحابی ہیں صاحب کرم ذہین فطین معاملہ شناس انتظام میں یکتا دراز قد بھاری جسم کم تھے خلافت حیدری میں آپ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں شہید کئے گئے (اکمال)

[۱] شرط شین کے ضمہ سے بمعنی علامت ونشان سپاہی اور حاکم کے احکام نافذ کرنے والے کو شرطی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی نشانی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام نافذ کرتے تھے اور قیس ابن سعد احکام رسول جاری فرماتے تھے قید کرنا فیصلہ سنانا وغیرہ وغیرہ، معلوم ہوا کہ سلطان کے ماتحت ایسے لوگوں کا ہونا سنت ہے جو شاہی فرمان جاری کرے ٭[۲] کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا قیصر شاہ روم کا عزیز شاہ مصر کا۔ تبع شاہ یمن کا کسریٰ معرب ہے خسرو سے بمعنی بڑے ملک والا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ شاہ فارس فوت ہوگیا تو فارسی لوگوں نے اس کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ٭[۳] یعنی جس قوم کی سلطان یا حاکم عورت ہو وہ قوم ناکام نامراد رہے گی، یہاں اشعہ نے فرمایا کہ عورت ولایت اور امارت کے لائق نہیں، مرقات نے فرمایا کہ عورت امام یا قاضی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ عہدے کامل عقل اور آزادی چاہتے ہیں عورت ناقص العقل بھی ہے اور گھر میں مقید بھی، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جن چیزوں میں عورت کی گواہی درست ہے ان میں عورت کی قضاء بھی درست ہے، قضاء سے مراد پنچ ہے نہ کہ جج یعنی عورت خاص شخصوں کی پنچ بن سکتی ہے وہ ناقص کہ جہاں اس کی گواہی درست نہیں وہاں وہ پنچ نہیں بن سکتی لہذا احناف کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں ۱۳۸۴ھ یعنی ۱۹۶۵ء کے جنوری کے پاکستانی صدر کے انتخاب میں اس حدیث کا معجزہ دیکھا گیا کہ یہاں تمام وہابی روافض وغیرہ بدمذہبوں نے ایک عورت کو صدارت پاکستان کے لئے کھڑا کیا اور ان تمام جماعتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا صرف اہل سنت اس کے خلاف رہے، اہل سنت کی دلیل یہ ہی حدیث تھی اللہ تعالٰی نے صرف اس حدیث پاک کی برکت سے اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی کہ ملک عورت کی صدارت اور مخالفین ملک کی شرارت سے محفوظ رہا اور عورت کامیاب نہ ہوسکی الحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ صاحب اللواء المعقود وصاحب المقام المحمود وآلہ واصحابہ وسلم بہرحال اسلام میں سلطان اور حاکم کیلئے مرد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی صـ۲۳۳ میں فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان آزاد عاقل بالغ اور مرد چاہیئے عورتیں ناقص العقل بھی ہیں اور ناقص دین بھی تفسیرات

الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَ
الطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ
خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ يُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ
جُثِيِّ جَهَنَّمَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ زِيَادِ
ابْنِ كُسَيْبٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِ ابْنِ عَامِرٍ وَهُوَ يَخْطُبُ وَ

اشعری سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جماعت کا[2] اور سننے و فرمانبرداری کرنے
اور ہجرت[3] اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا جو جماعت سے ایک بالشت برابر نکل گیا اس نے[4] اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا مگر یہ کہ لوٹ آئے[5]
اور جو جاہلیت کے بلاوے بلائے[6] تو وہ دوزخ کی جماعتوں میں سے ہے[7] اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے[8] (احمد، ترمذی) روایت
ہے حضرت زیاد ابن کسیب عدوی سے[9] فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ پڑھ رہا تھا[10] اور اس پر

احمدیہ میں مولانا احمد جیون فرماتے ہیں کہ نبوت، خلافت، امامت، اذان، خطبہ مردوں کے لئے خاص ہے، بلقیس کا زمانہ سلیمان میں بادشاہ ہونا ایسا ہی تھا جیسے عیسائیوں میں ملکہ وکٹوریہ یا ملکہ الزبتھ بادشاہ ہوئیں، اسلام کے یہ خلاف ہے، سرکار کے لن یفلح قوم فرمانے میں دو عجیب اشارے ہیں ایک یہ کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ہوگی مگر عورت کو حاکم بنانے کی سزا دنیا میں بھی ملے گی آخرت میں بھی اور دوسرے یہ کہ دوسرے گناہوں کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہوتا ہے کہ احکام اسلامی ان پر ہی جاری ہوتے ہیں مگر عورت کو سرداری دینے کی شامت ایسی ہے کہ کفار بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں غرضکہ یہ جرم بہت سخت ہے۔

۱ آپ حارث ابن حارث اشعری ہیں شام میں قیام رہا اس لئے آپ کو شامی بھی کہا جاتا ہے آپ صحابی ہیں اور آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث منقول ہے ابو سلام حبشی کے استاذ ہیں۔ ۲ کہ عقائد و اعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہو جس چیز پر امت مسلمہ کا اجماع ہو جائے اس کا اتباع کرو اور سلف صالحین کی پیروی کرو (مرقات و اشعہ) ۳ علماء و اولیاء کی حق باتیں سنو ان کی اطاعت کرو اور حاکم اسلام کی اطاعت ہر جائز حکم میں کرو اور مکہ معظمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کرو یا جہاں اسلامی آزادی نہ ہو کفار سے جہاد کبھی اور کسی کو نصیب ہوتا ہے مگر نفس سے جہاد ہر وقت ہر مسلمان کو کرنا پڑتا ہے (مرقات)، رب تعالٰی فرماتا ہے قاتلوا الذین یلونکم من الکفار اپنے قریبی کافروں سے جہاد کرو سب سے قریبی کافر اپنا نفس ہے۔ ۴ قید قاف کے کسرہ کے جزم سے بمعنی قدر و برابر اور شبر شین کے کسرہ کے سکون سے بمعنی بالشت، ربقہ رے کے فتحہ سے رسی کا وہ پھندا جو بکری کے گلے میں ہوتا ہے (اشعہ و مرقات) یعنی جو عقائد و اعمال سے تھوڑا سا بھی جماعت مسلمین کے خلاف ہو جائے تو اس نے اسلام کا ذمہ اور رب کا عہد توڑ دیا۔ ۵ یعنی اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرے تو دروازۂ توبہ کھلا ہوا ہے۔ ۶ جیسے اسلام سے پہلے کفار اپنی مدد کے لئے اپنے دشمن کے مقابل اپنے کنبہ یا قوم کو پکارتے تھے اور وہ قوم والے اس کی امداد کو بغیر سوچے سمجھے دوڑ پڑتے تھے خواہ وہ ظالم ہوتا یا مظلوم یعنی قومیت کی جنگ، آجکل ہم لوگوں میں صوبائی ملکی تعصب بہت ہے یہاں اس کی برائی بیان ہو رہی ہے۔ ۷ جثی جمع ہے جثوۃ کی جیم کے فتحہ یا کسرہ یا پیش سے بمعنی جماعت و گروہ، رب تعالٰی فرما

عَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْبِلَالٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ اُسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

باریک کپڑے تھے تو ابو بلال نے کہا[1] کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے[2] تو ابو بکرہ بولے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے[3] اللہ اسے ذلیل کرے[4] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے نواس ابن سمعان سے[5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں[6]

ہے دیکھو ازالۃ المین حول جھنم جثیا۔ جثوۃ لغت میں ریت کے ڈھیر کو کہتے ہیں جہاں ذروں کا اجتماع ہو پھر بڑی جماعت کو جثوہ کہنے لگے کہ اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ ۸ معلوم ہوا کہ پختہ مسلمان ہونے کے لئے عبادات کے ساتھ درستی معاملات بھی ضروری ہے انسان کی جانچ معاملات سے ہوتی ہے ۹ آپ تابعی ہیں مصری ہیں ثقہ ہیں، کُسیب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر (اکمال) ۱۰ عبداللہ ابن عامر ابن کریز اموی حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ و خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

[1] غالباً آپ ابو بردہ ابن سعد ابن ابو موسیٰ اشعری ہیں آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے آپ بصرہ کے حاکم تھے۔ [2] یا تو کپڑے ریشمی تھے یا تھے تو سُوتی مگر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مالداروں کا لباس ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ [3] سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار مسلمانوں کا رعب ملک کا انتظام ہے جب اس کا وقار ہی ختم ہوگیا تو یہ سب کچھ ختم ہوگیا باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقار سلطان بگاڑنا حرام ہے۔ **حکایت** حضرت امام جعفر صادق ایکبار نہایت اعلیٰ جبہ پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لئے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا دیکھا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لئے ہے اور یہ اندرونی لباس خالق کے لئے (مرقات) الناس باللباس آجکل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔ **حکایت** فرقد سنجی جو ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑہ پہنے تھے وہ بنظر اعتراض آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے، پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوگئے ہیں کہ جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے (مرقات) [5] نواس نون کے فتحہ واؤ کے شد سے، سمعان سین کے فتحہ میم کے کسرہ سے، آپ صحابی ہیں شام میں قیام رہا۔ [6] یعنی کوئی بندہ گناہ کا حکم دے یا نیکی سے منع کرے تو اس کی بات نہ مانو اگرچہ وہ باپ، استاذ، مرشد، حاکم یا بادشاہ ہو لیکن اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسی چیز کا حکم دیں جو بظاہر خلاف قرآن و حدیث معلوم ہوتی ہو تو اس کا کرنا واجب ہے کہ اس حکم کے صادر ہونے سے اس شخص کے نام وہ گناہ رہا ہی نہیں نیکی بن گیا، اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں: اگر کسی کو حضور بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر نماز چھوڑنا، فوراً حاضر ہو جانا واجب، رب تعالٰی فرماتا ہے استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم: اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت

رواہ فی شرح السنۃ۔ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امیر عشرۃ الا یؤتی بہ یوم القیمۃ مغلولا حتی یفک عنہ العدل او یوبقہ الجور رواہ الدارمی۔ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل للامراء ویل للعرفاء ویل للامناء لیتمنین اقوام یوم القیمۃ ان نواصیھم معلقۃ بالثریا یتجلجلون بین السماء والارض وانھم لم یلوا عملا رواہ فی شرح السنۃ ورواہ احمد

(شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی کسی دس کا سردار۱ مگر وہ قیامت کے دن طوق میں لایا جائیگا حتی کہ یا تو اسے انصاف چھوڑ دے یا اسے ظلم ہلاک کردے۲ (دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہے حکام کیلئے خرابی ہے سرداروں کیلئے خرابی ہے امانتداروں کی۳ قومیں آرزو کرینگی قیامت کے دن کہ ان کی پیشانیاں ثریا تارے میں لٹکی ہوتیں، آسمان و زمین کے درمیان ہلتے ہوتے اور انہوں نے سرداری نہ لی ہوتی۴ (شرح سنہ، احمد)

مصطفےٰ میں دیکھئے، حضور کے حکم سے بائیکاٹ کے زمانہ میں حضرت کعب پر ان کی بیوی حرام رہیں، حضرت عبداللہ ابن عتیک کے ابورافع کے قتل کیلئے جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی وغیرہ وغیرہ، یہاں مرقات نے عجیب بات فرمائی کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں رسول کے لئے اطیعوا علیحدہ ارشاد ہوا اور اولی الامر کے لئے علیحدہ استعمال نہ ہوا کیونکہ اطاعت رسول مستقلاً واجب ہے مگر اطاعت اولی الامر اس شرط سے واجب ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف حکم نہ دیں، نیز مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تمہاری مثال عیسےٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ یہود نے انہیں بہتان لگائے عیسائیوں نے انہیں حد سے بڑھایا، بعض تمہیں حد سے بڑھا دینگے بعض بہتان لگائیں گے، فرمایا مجھے حد سے بڑھانے والے محب بھی ہلاک ہونگے بہتان لگانے والے دشمن بھی ہلاک ہونگے میں نبی اور صاحب وحی نہیں ہوں، اگر میں تم کو اچھی بات کا حکم دوں تو میری اطاعت کرو، اگر بری بات کا حکم دوں میں یا کوئی اور، تو اطاعت جائز نہیں (مرقات)۔ ۱؎ یہاں سردار سے مراد وہ سردار ہیں جو خواہش نفس کے لئے بخوشی اور بکوشش سردار بنے یعنی ایسے سردار اگرچہ دس آدمیوں کے افسر ہوں مگر قیامت میں طوق بگردن آئیں گے پھر آگے حساب کے بعد یہ طوق اتر جائے یا لازم ہوجائے عادل تھے رہائی پائیں گے ظالم تھے تو پکڑ میں آجائیں گے لہذا یہ حدیث حضرت سلیمان علیہ السلام یا خلفاء راشدین یا یوسف علیہ السلام کے لئے نہیں۔ ۲؎ امراء سے مراد سلطان و حکام ہیں اور عرفاء عریف کی جمع ہے اس سے مراد وہ چودھری و نمبردار ہیں جو حاکم و رعایا کے درمیان واسطہ ہوں کہ رعایا کے معاملات حکومت کو پہنچاتے ہوں، اور امین سے مراد خزانچی وغیرہ ہیں جو حکومت کی طرف سے ٹیکس، خراج وغیرہ کے نگہبان ہوں، اس میں یتیموں کے والی اور وصی بھی داخل ہوں چونکہ ان عہدوں پر پہنچ کر اپنے کو حقوق سے بچانا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے یہ ارشاد ہوا، مگر خیال رہے کہ یہاں بھی روئے سخن ان کی طرف ہے جو نفس کے لئے بکوشش یہ عہدے حاصل کریں۔ ۳؎ اس جملہ نے شرح فرمادی کہ امراء، عرفاء سے وہ ہی مراد ہیں جو کوشش کرکے عیش کے لئے امیر بنیں یعنی ایسے حکام، چودھری تیامہ

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَيَّا يَتَذَبْذَبُوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَكُوْنُوْا عَمِلُوْا عَلٰى شَيْءٍ، وَعَنْ غَالِبِ الْقَطَّانِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عُرَفَاءَ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُمَرَاءُ

اور احمد کی روایت میں ہے کہ انکے گیسو ثریا تارے میں لٹکے ہوتے آسمان و زمین کے درمیان قلابازیاں کھاتے اور کسی چیز پر حکومت اختیار رکھتے[1] روایت ہے غالب قطان سے[2] وہ ایک صاحب سے وہ اپنے والد سے[3] وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری حق ہے[4] اور لوگوں کو سرداروں کی ضرورت ہے لیکن سردار ہوں گے آگ میں[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے[6] فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں احمقوں کی سلطنت سے[7] انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے[8] فرمایا کچھ

عذاب دیکھ کر آرزو کریں گے کہ ہم کو پیشانی کے بالوں سے آسمان سے لٹکا دیا جاتا ہم وہاں ہچکولے کھاتے یہ اچھا ہوتا اس امارت و وزارت سے آج ہمیں ایسی ندامت ذلت، رسوائی اور عذاب نہ ہوتے، اقوام فرما کر اشارۃً فرمادیا کہ سارے بادشاہ سردار یہ تمنا کریں گے بلکہ ان میں سے بعض قومیں یعنی ظالمین یا عیش پرست۔

[1] ظالم عیش پرست حکام کا تو یہ حال ہوگا مگر عادل سلاطین، خلفاء کی یہ عزت ہوگی کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے رب سے بہت قریب ان تمام وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حکومت کے طالب نہ بنیں کیونکہ نفس انسانی حکومت و سرداری کی خواہاں ہے، خیال رہے کہ ملک قوم دین کو سلطان کی بھی ضرورت ہے حکام کی بھی مگر یہ چیزیں ہیں بہت خطرناک الامن عصمہ اللہ۔ [2] آپ تابعین میں سے ہیں آپ غالب ابن ابی غیلان ابن خطاف قطان بصری ہیں ثقہ ہیں خواجہ حسن بصری اور سعید ابن جبیر کے شاگرد ہیں۔ [3] یہ صاحب اور ان کے والد تو مجہول ہیں خبر نہیں کون ہیں ان کے دادا اگرچہ مجہول ہیں مگر صحابی ہیں چونکہ سارے عادل ہیں اسلئے انکا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ [4] یہاں حق بمعنے ضروری و لازم ہے یعنی ملک، قوم، اسلام کو بادشاہ حکام کی ضرورت ہے کہ ان سے دین بھی قائم ہے دنیا بھی برقرار۔ [5] یعنی عموماً سردار ہیں دوزخی کہ اکثر لوگ حکومت پا کر ظلم و تعدی کرتے ہیں لہٰذا جسے سردار بننا پڑ جائے وہ بہت احتیاط سے کام کرے کہ تلوار کی دھار پر ہے۔ [6] عجرہ عین اور جیم کے پیش اور راء کے فتحہ سے ہے آپ صحابی ہیں انصار کے حلیف ہیں بعض نے کہا انصار سے ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے، آپ کے اسلام کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ کا ایک بت تھا جس کی آپ پرستش کرتے تھے، حضرت عبادہ ابن صامت سے آپ کی بڑی پرانی دوستی تھی، ایک دن حضرت عبادہ آپ سے ملنے گئے جب ان کے گھر سے نکلے تو چپکے سے اس بت کے ٹکڑے کر ڈالے، جب آپ نے اپنے بت کی یہ حالت دیکھی تو قریب تھا کہ حضرت عبادہ سے الجھ پڑیں مگر دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت میں خدائی ہوتی تو اپنے کو بچا لیتا جو اپنی مدد خود نہ کرسکا وہ تیری مدد کیا کرے گا اسی وقت مسلمان ہوگئے (اشعہ) آخر میں کوفہ میں قیام رہا مگر مدینہ منورہ میں وفات پائی، پچھتر سال عمر ہوئی، ۵۱ھ میں وصال ہوا مدینہ منورہ میں دفن ہوئے (مرقات)۔ [7] سفہاء جمع ہے سفیہ کی اور سفیہ بنا ہے سفہٌ سے بمعنے خفت و ہلکا پن، سفیہ کے معنے ہیں ہلکی عقل والا

سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَّرِدُوْا عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ وَاُولٰٓئِكَ يَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ

سلاطین میرے بعد ہوں گے[1] جو ان کے پاس گیا ان کے جھوٹ کو سچ کہا اور ظلم پر ان کی مدد کی تو نہ وہ مجھ سے ہے[2] اور نہ میں ان سے[3] اور وہ حوض پر میرے پاس ہرگز نہ پہنچیں گے[4] اور جو ان کے پاس نہ گیا اور نہ سچ کہا ان کے جھوٹ کو اور نہ ان کی ظلم پر مدد کی تو وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ حوض پر میرے پاس پہنچیں گے[5] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو بن باسی ہوا وہ سخت دل ہوگیا[6] جو شکار کے پیچھے رہا وہ غافل ہوگیا[7] جو بادشاہ کے پاس پہنچا وہ فتنہ میں پڑا[8] (احمد)

یعنے کم عقل یعنے تم کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں اس سے کہ تم پر احمق بادشاہوں کا دور آئے یا ایسے کہ تم ان کی طرف مائل ہو، اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تم نا اہل بادشاہوں کا زمانہ پاؤ گے مگر ان شاء اللہ ان کے شر سے محفوظ رہو گے جسے حضور اپنے دامن میں چھپا لیں اس کا کوئی کیا بگاڑے۔ شعر

ڈھونڈھا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی ؛ وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

۵ یعنے یہ سلطنت کیسے ہوگی، کیا کرے گی اور کب ہوگی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

۱ ظالم، جھوٹے، بے عقل جیسے یزید ابن معاویہ، حجاج ابن یوسف وغیرہم، اس میں حضرات خلفاء راشدین داخل نہیں ورنہ پھر حضرت علی بھی اسی وعید میں داخل ہوں گے جو آگے آرہی ہے خود حضرت کعب ابن عجرہ نے بھی یہ خلافتیں پائیں اور ان کی حمایت کی، بہرحال جو ہم نے عرض کیا وہ ہی درست ہے۔ ۲ یعنے وہ مجھ سے بے تعلق ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں اللہ کی پناہ، خیال رہے کہ ظلم پر مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں ان ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا، ان کے ظلمی قانون کو رائج کرنا، ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا، ان کے ظلم کی حمایت کرنا یہ کہنا کہ یہ احکام حق ہیں، غرضکہ اس میں بہت وسعت ہے، کسی درزی نے حضرت سفیان ثوری سے پوچھا کہ ظالم حکام کے کپڑے سینا کیسا تو آپ نے فرمایا کہ جو ظالم سلطان کے کپڑے سینے کے لئے درزی کے ہاتھ سوئی فروخت کرے وہ آیۂ کریمہ میں داخل ہے "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا" الآیہ (مرقات)۔ ۳ یعنے حوض کوثر پر جو جنت میں ہے یا اس کی نہر پر جو میدان محشر میں ہے جہاں حضور کی امت پانی پی کر حشر کی پیاس بجھائے گی، مطلب یہ ہے کہ فائزین کے ساتھ نہ پہنچیں گے۔ ۴ خلاصہ یہ ہے کہ ان ظالموں سے قریب ہونا مجھ سے دور ہونا ہے اور ان سے دور ہونا مجھ سے قریب ہونا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو ظالم کے ظالمانہ حکم سے راضی ہو اگرچہ اس ظالم سے غائب ہو مگر وہ حاضر ہے اور آپ نے یہی آیت پڑھی "ولا ترکنوا" الآیہ۔ ۵ یعنے دیہات کے باشندے اکثر سخت دل ہوتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے "الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر ان لا یعلموا" کیونکہ انہیں علم کی روشنی علماء کی صحبت نہیں نصیب ہوتی، لہذا خود عالم دین جو دیہات میں رہیں،

وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي دَاوُدَ مَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا ؛ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ اِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ اَمِيْرًا وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيْفًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ؛ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ يَعْنِي الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ

(ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے جو بادشاہ سے چپٹ گیا وہ فتنہ میں پڑگیا[1] اور نہیں بڑھاتا کوئی بندہ بادشاہ سے قرب مگر بڑھا لیتا ہے اللہ سے دوری[2] روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے[3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے قدیم[4] تم کامیاب ہو جاؤ گے اگر ایسے مرو کہ نہ حاکم ہو نہ منشی[5] اور نہ سردار[6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ٹیکس وصول کرنے والا نہ جائیگا[7] یعنی جو کہ لوگوں سے عشر لیتا ہے[8]

اور وہ دینیات والے جو علماء سے تعلق رکھیں اور شہر میں آتے جاتے رہیں وہ اس حکم سے خارج ہیں: ۔[1] یعنے جو شکار کا شغل اپنا وطیرہ بنالے کہ محض شوقیہ شکار کھیلتا رہے وہ اللہ کے ذکر نماز و جماعت جمعہ، رقت قلب سے محروم رہتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا رشعہ بعض صحابہ نے شکار کیا ہے مگر شکار کرنا اور ہے اور شکار کا مشغلہ وہ بھی محض شوقیہ کچھ اور شکار کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے یہاں مشغلہ شوقیہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث حکم قرآن کے خلاف نہیں[2] یعنے جو عزت و دولت کمانے کے لیے ظالم بادشاہ کا درباری اور حاضر باش بنا وہ اپنا دین یا دنیا تباہ کرے گا کیونکہ اگر وہ اس کے ظلم کی حمایت کریگا تو اپنا دین برباد کرے گا، اور اگر اس کی مخالفت کریگا تو اپنی دنیا برباد کرے گا،

لہٰذا جو کوئی عادل بادشاہ کا مصاحب بنے اس کے عدل کی حمایت کرنے نیک میں دین کا رواج دینے کو اور اسے اچھے مشورے دے تو وہ اعلےٰ درجہ کا مجاہد ہے یوں ہی ظالم بادشاہ کی اصلاح کے لئے اس کے ساتھ رہے تو وہ غازی ہے مگر ایسا بہت مشکل ہے لہٰذا حضرت علی کو خلفائے راشدین کا مصاحب بننا اور حضرت امام ابو یوسف کا سلطان ہارون رشید کا قاضی القضاۃ بننا گناہ نہ تھا ثواب تھا امام ابو یوسف کی یہ قضاء حنفی مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بنی؛

[2] اس طرح کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہا وہ امید نان اور خوف جان میں مبتلا ہو گیا حضرت عطار نے کیا خوب فرمایا ع قرب سلطان آتش سوزاں بود [3] اس فرمان عالی کا مقصد بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ ظالم بادشاہ سے قرب رب تعالےٰ سے دوری کا ذریعہ ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا

من ازداد علما ولم یزدد فی الدنیا زھدا لم یزدد من اللہ الا بعدا (جو علم بڑھالے دنیا سے بے رغبت نہ ہو وہ اللہ سے دوری میں ہی اضافہ کرے گا

[3] آپ کے حالات بیان ہو چکے کتاپ صحابی ہیں ۹۱ سال عمر پائی [؟] میں وفات پائی [4] کندھے پر ہاتھ رکھنا قدیم تصغیر فرما کر خطاب کرنا کرم و محبت کے لئے ہے؛ [5]

یعنے سلطان یا حاکم کے منشی؛ [6] عریف کے معنے یا تو وہ ہی ہیں جو عرض کئے گئے نمبردار چودھری جو بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطہ ہو، یا اس کے معنے مشہور آدمی جسے سب پہچانیں؛ فقہاء فرماتے ہیں خمول رحمت ہے شمول آفت ہے، مولانا برکات فرماتے تھے کہ شریف وہ ہے جو نہ ہمیں پہنچانے نہ ہم اسے پہچانیں حالانکہ آپ والی مکہ تھے؛ [7] بقیہ

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَشَدَّهُمْ عَذَابًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

(احمد،ابوداؤد،دارمی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں میں اللہ کو زیادہ پیارا اور اللہ سے زیادہ قریب جگہ والا انصاف والا بادشاہ ہے[1] اور قیامت کے دن تمام لوگوں میں اللہ کو زیادہ ناپسند اور بہت سخت عذاب والا اور ایک روایت میں ہے کہ رب سے بہت دور مجلس والا ظالم بادشاہ ہے[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے[3] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا جہاد اس کا ہے[4] جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے[5]

قسم کے فرمانوں کی شرح گزشتہ ہوچکی ہے کہ فائزین کے ساتھ اول ہی سے جنت میں نہ جائے گا کیونکہ ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم اور رشوت خور ہوتے ہیں مگر جسے خدا بچائے،مکس کا ترجمہ ٹیکس نہایت مناسب ہے،آجکل عربی میں مال کے ٹیکس کو جمرک اور آدمی کے ٹیکس کو کوشان کہتے ہیں۔ ۳ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا دسواں حصہ اور خراج اور راستہ کی چونگی باہر سے آنے والے مال کا ٹیکس وغیرہ سب ہے،یہ تفسیر اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق ابن مندہ کی ہے لفظ یعنی فرماکر انہوں نے فرمایا کہ صاحب مکس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عشر لینے والا ہے (مرقات)

۱ قریب جگہ سے مراد عزت اور مرتبہ ہے یعنی دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں عادل بادشاہ اللہ تعالٰی سے زیادہ درجہ و مرتبہ والا ہوگا یا عادل بادشاہ انصاف و عدالت کے لحاظ سے زیادہ قرب والا ہوگا لہذا اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ عادل بادشاہ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم یا دیگر صحابہ کرام سے زیادہ درجہ والا ہوجائے،یہاں مرقات نے فرمایا کہ آجکل کے بادشاہوں کو عادل کہنا کفر ہے،مرقات کا یہ فتوٰی بالکل درست ہے کہ موجودہ بادشاہوں کا حال سب کو معلوم ہے اور ظلم کو عدل کہنا تمام فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔ ۲ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا ظالم بادشاہ ظلم کے اعتبار سے غیر ظالم سے کہیں بدتر ہوگا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسلمان ظالم بادشاہ ابوجہل وغیرہ سے بدتر ہو،خیال رہے کہ ظالم حاکم اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رعایا کے حقوق مارتا ہے اس پر حقوق کا زیادہ بوجھ ہے۔ ۳ یہ حدیث امام احمد نے بھی اپنی موطا میں روایت فرمائی،امام احمد ابن حنبل کے بیٹے نے اپنی کتاب زوائد الزہد میں امام حسن سے مرسلًا نقل فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا پیارا بندہ وہ ہے جو بندوں کا خیر خواہ ہو (مرقات)۔ ۴ یہاں عبارت میں یا تو من سے پہلے جہاد پوشیدہ ہے یا افضل کے بعد اہل پوشیدہ یعنی افضل اہل الجہاد من قال یا افضل الجہاد جہاد من قال لہذا نحوی اعتراض اس پر کوئی نہیں۔ ۵ اگرچہ ایک کلمہ ہی ہو جیسے ہاں یا نہیں مثلًا فاسق بادشاہ آپ سے پوچھے کیا داڑھی منڈانا اچھا ہے؟ وہ کہدے نہیں،یہ نہیں کہنا بڑا جہاد ہے،یہ جہاد اس لئے افضل ہوا کہ کفار پر جہاد کرنے والے کو اپنی موت کا یقین نہیں ہوتا شاید بازآئے یا مارا جائے مگر اس اللہ کے بندے کو اپنی موت یا جانی مالی

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ وَاِذَا اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاَمِيْرَ

(ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ) اور احمد و نسائی نے طارق ابن شہاب سے روایت کی[1]۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالٰی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے سچا وزیر دیتا ہے[2] کہ جب یہ بھول جائے تو اسے یاد دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد کرے[3] اور جب اس کیلئے اس کے سوا کا ارادہ کرتا ہے تو اسے برا وزیر دیتا ہے[4] اگر بھول جائے تو اسے یاد نہ دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے[5] (ابوداؤد،نسائی) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ

نقصان کا یقین ہوتا ہے کیونکہ یہ اس ظالم کے قبضہ میں ہوتا ہے، نیز اگر بادشاہ اس کی اس تبلیغ سے ظلم سے باز آجائے تو ایک مخلوق کو ظلم سے رہائی نصیب ہوجائے گی، قتل کافر سے ایک کافر کم ہوگا مگر اس تبلیغ سے خلق خدا کو فائدہ ہوگا، نیز یہ کلمہ اپنے نفس پر بڑا جہاد ہے کہ ایسے بادشاہ کے سامنے خوشامد کرنے کو نفس چاہتا ہے، امام غزالی نے فرمایا کہ ظالم بادشاہ کو تبلیغ صرف وعظ و نصیحت سے ہوسکتی ہے قہر سے نہیں وہ بھی نرمی سے، کیونکہ اسے ظالم جابر کہہ کر پکارنا گالیاں دینا سخت فتنہ کا باعث ہے (احیاء العلوم،مرقات) شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کرلیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔

1 طارق ابن شہاب صحابی ہیں مگر آپ کی روایات بہت ہی کم ہیں خلافت صدیقی میں آپ نے ۳۴ غزوے کئے، ۸۲ھ میں وفات پائی(اشعہ)۔ 2 یعنی جب اللہ تعالٰی کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے، وزیر کے معنے ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر کے معنے بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے "حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا" اور فرماتا ہے "یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ" چونکہ وزیر پر سلطنت کا بہت بوجھ ہوتا ہے اس لئے اسے وزیر کہتے ہیں۔ 3 کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتادے، یاد شدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو سبحان اللہ اچھا وزیر رب تعالٰی کی رحمت ہے، ایسے ہی اچھی بیوی مرد کے لئے اللہ کی بخشش ہے۔ 4 کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گذشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیریت ہوئی، آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فورًا جواب دیا کہ ان خلفاء کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم، تواریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا، ان ہی لوگوں نے پہلے خود ہی زور دیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو علی مرتضٰی اپنا حکم و پنچ بنالیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہوگئے، کہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم بنالیا، قرآن کریم فرماتا ہے "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" اور پھر حضرت علی سے پھر کر خارجی ہوگئے (دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب ہشت بہشت)۔

مِنْ ذٰلِكَ نَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِي رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰى ظِلِّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا سُئِلُوْهُ بَذَلُوْهُ وَحَكَمُوْا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثَةٌ اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ وَحَيْفُ

صبر کرنا حتی کہ مجھ سے آ ملو[۱] (ابو داؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سایہ کی طرف سبقت کرنے والے کون ہیں[۲] حاضرین نے عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں[۳] فرمایا وہ لوگ کہ جب حق دیئے جائیں تو اُسے قبول کریں[۴] اور جب اُن سے حق مانگا جائے تو دیدیں[۵] اور لوگوں کیلئے ایسے فیصلے کریں جیسے اپنی ذات کے لئے فیصلے[۶] روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اپنی اُمت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں، بُرجوں سے بارش مانگنا اور ظلم

یعنے صبر کرتے رہو تا آنکہ اپنی زندگی کا مشغلہ اُن سے جنگ کو نہ بناؤ گے۔ [۱] یعنے ایسے ظالموں سے جنگ نہ کرنا صبر کرنا اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بادشاہ اپنے فسق یا خیانت کی وجہ سے عزل کا مستحق نہیں فاسق بادشاہ کی بھی اطاعت واجب ہے دوسرے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام اور بعد موت اُن کے ٹھکانے و مقام کی خبر ہے کہ فرماتے ہیں حتی تلقانی تم مجھ سے مل جاؤ آخرت میں حضور سے وہ ملیگا جو مومن و متقی ہوکر مرے پھر قبر وغیرہ کی منزلیں خیریت سے طے کرے۔ [۲] اللہ کے سایہ سے مراد یا تو عرش اعظم کا سایہ ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم مراد ہے ورنہ اللہ تعالےٰ کی ذات سایہ سے پاک ہے کہ سایہ کثیف جسم کا ہوتا ہے وہ جسم اور کثافت دونوں سے پاک ہے یعنے قیامت کے دن پہلے عرش اعظم کے سایہ یا اللہ کی رحمت میں کون پہنچیں گے۔ [۳] صحابہ کرام کا ادب یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے سوال کے جواب میں یہی عرض کرتے تھے کہ اللہ رسول جانیں حج کے دن سوال فرمایا کہ آج کیا دن ہے یہ کون سی جگہ ہے سب کے جواب میں یہی عرض کیا گیا کہ اللہ رسول جانیں معلوم ہوا کہ حضور کو رب سے ملا کر ذکر کرنا [illegible] جائز ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو علوم غیبیہ بخشے ہیں کہ حضرات صحابہ نے اس غیبی چیز کے متعلق یہ عرض نہیں کیا کہ اللہ جانے بلکہ کہا آپ اور آپ کا رب جانے۔ [۴] ظاہر یہ ہے کہ الذین سے مراد حکام و بادشاہ ہیں، حق سے مراد وہ حقوق جو رعایا پر واجب ہیں جیسے عشر و خراج و اطاعت یا حق سے مراد کلمہ حق اور سچی بات ہے یعنے وہ بادشاہ و حکام جو رعایا سے صرف اپنا حق ہی لیں حق سے زیادہ رشوت وغیرہ نہ لیں یا جب انہیں کوئی حق بات سنائے تو اُسے قبول کریں اور سنانے والے کا احسان مانیں اسے قبول کرنے میں اپنی عار محسوس نہ کریں اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح قوی ہے۔ [۵] یعنے اگر رعایا اُن سے اپنا حق مانگے تو خوشی سے دیں کسی قسم کا پس و پیش نہ کریں یا جب اُن سے حق بات پوچھی جائے تو اس کے بتانے میں دریغ نہ کریں اگرچہ وہ بات اُن کے خلاف ہی ہو۔ [۶] یعنے جیسا فیصلہ اپنے یا اپنے عزیزوں کیلئے چاہتے ہیں فیصلہ حق ایسا ہی فیصلہ وہ دوسروں کے لئے کریں، سبحان اللہ [illegible] صرف اس حدیث پر عمل کی توفیق راعی و رعایا کو مل جائے تو ملک میں نہ ہڑتالیں ہوں نہ فتنے و فساد نہ بد امنی شعر

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو کلام ایسا ۔ کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

السُّلْطَانِ وَتَكْذِيْبٌ بِالْقَدَرِ ✽ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَيَّامٍ اِعْقِلْ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا يُقَالُ لَكَ بَعْدُ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ السَّابِعُ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِيْ سِرِّ اَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِهٖ وَاِذَا اَسَاْتَ فَاَحْسِنْ وَلَا تَسْاَلَنَّ اَحَدًا شَيْئًا وَاِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ وَلَا تَقْبِضْ اَمَانَةً وَلَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ ✽ وَعَنْ اَبِيْ

بادشاہ کا اور تقدیر کا انکار [1] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر چھ دنوں کا خیال رکھو [2] اس کے بعد تم سے کچھ کہا جائے گا [3] پھر جب ساتواں دن ہوا تو فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں خفیہ و علانیہ میں اللہ سے ڈرنا [4] اور جب تم گناہ کر بیٹھو تو بھلائی کرو [5] اور ہرگز کسی سے کچھ نہ مانگو اگرچہ تمہارا کوڑا ہی گر جائے [6] اور امانت نہ رکھو اور دو کے درمیان فیصلہ نہ کرو [7] روایت ہے حضرت ابو

ش۱ آپ مشہور صحابی ہیں حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کرتے ہیں اپنے والد سے بھی اور حضرت عمرو علی سے بھی رضی اللہ عنہم (اشعہ) ۔ ش۲ انوار جمع ہے نوء کی، نوء کے معنے ٹھہرنا بھی ہیں اور گر پڑنا و نکل جانا بھی اب اصطلاح میں چاند کی منزلوں کو نوء کہتے ہیں یہ کل اٹھائیس ہیں کیونکہ ہر رات چاند ایک منزل میں رہتا ہے اہل عرب سمجھتے تھے کہ بارشیں چاند کی خاص منزلوں میں رہنے سے آتی ہیں اور کہا کرتے تھے کہ بارش فلاں منزل سے ہوئی رب تعالٰے کا نام نہ لیتے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر قرار دیا ہے اگر کوئی بارش کو رب تعالٰے کا عطیہ سمجھے اور ان چیزوں کو اسباب یا علامات مانے جانے تو حرج نہیں جیسے بادل کو بارش کی علامت مانا جاتا ہے مرقات اگر بہتر یہ ہے کہ ایسے الفاظ اچھی نیت سے بھی استعمال نہ کرے جو ایسے معانی کا وہم پیدا کریں رب تعالٰے فرماتا ہے وینزل الغیث رب جب چاہے بارش بھیجے، اسباب اس کے محتاج ہیں وہ اسباب کا پابند نہیں۔

ـا یعنے مجھے اس کا بھی خطرہ ہے کہ میرے بعد بادشاہ ظلم کیا کریں گے اور رعایا بغاوت کیا کرے گی جس سے امن قائم نہ ہوگا اور تقدیر کا انکار کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے قربان جاؤں اس غیوب داں صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ جو کچھ فرمایا وہ ہو ہو آج تک دیکھنے میں آرہا ہے، یہ فقیر بہت سے ممالک اسلامیہ میں گیا عراق، کویت، فلسطین، شام، ایران وغیرہ ہر جگہ راعی و رعایا میں جھگڑے ہی دیکھے مسلمان کہیں بھی چین سے نہیں ہیں یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ دیا اللہ تعالٰی ہم کو پھر بھولا سبق یاد دلادے۔ ش۲ ستۃ ایام مفعول ہے اعقل کا یعنے تم چھ دن گنتے رہو اور انتظار کرو ہم ساتویں دن تم سے ایک بات کہیں گے، یہ انتظار اس لئے کرایا گیا کہ جو بات انتظار کے بعد ملے وہ خوب یاد رہتی ہے اور اس کی قدر ہوتی ہے حضور حکیم ہیں جو کچھ فرماتے ہیں، پھر جو نصیحتیں فرمائی ہیں قسم رب تعالٰے کی اگر صرف پہلی ہی بات پر عمل کی توفیق مل جائے تو دین و دنیا سنبھل جائیں۔ ش۳ یعنے خلوت و جلوت تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے خوف خدا کرو یا اپنے اعمال ظاہری و باطنی سے خوف خدا کرتے رہو نہ اعمال بڑے کرو نہ نیت بری رکھو (مرقات)۔ ش۴ کہ اگر بتقاضائے بشری تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ کے لئے کوئی نیکی کرو گناہ کے بعد توبہ مقبول کرو نافرمانی کے بعد اطاعت کرو، اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے زیادہ اسے آرام پہنچاؤ فرض نماز رہ گئی ہے تو قضا بھی کرو کچھ نوافل بھی پڑھ لو، غرضکہ یہ فرمان عالی دریائے ناپیدا کنار ہے۔ ش۵ یعنے کسی سے مانگنا ذلت ہو اور توکل کے خلاف اس سے کچھ نہ مانگو۔

أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَلِي أَمْرَ عَشَرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ إِلَّا أَتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَغْلُولًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَدُهُ إِلٰى عُنُقِهِ فَكَّهُ بِرُّهُ أَوْ أَوْبَقَهُ إِثْمُهُ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَأَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَآخِرُهَا خِزْيٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيتُ

امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا نہیں ہے کوئی شخص جو دس یا اس سے زیادہ شخصوں کے کا کا والی بنے مگر اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اس طرح لائیگا کہ اُس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوگا[1] پھر یا اسکی نیکی کھول دے یا اسکا گناہ اسے ہلاک کردے اسکی ابتدا ملامت ہے اس کا بیچ شرمندگی ہے اور اسکی انتہا قیامت کے دن رسوائی[2] روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے معاویہ اگر تم حکومت کے والی بنائے جاؤ تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا[3] فرماتے ہیں کہ پھر میں گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا ہونگا نبی کریم کے فرمان کی وجہ سے یہانتک کہ مبتلا کیا گیا[4]

اللہ تعالٰے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگنا تو ہماری عزت ہے شعر

وہ ہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ؛ ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا ؛ تجھے حمد ہے خدایا

حضرت امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے اللّٰھم کما صنت وجھی عن سجود غیرک فصنّی وجھی عن مسئلۃ غیرک خدایا جیسے تو نے میرے چہرے کو اپنے غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی اپنے غیر سے مانگنے سے بچالے : بعض احادیث میں ہے کہ اگر مانگنا پڑ جائے تو صالحین سے مانگو (ابوداؤد، نسائی، عن الفراسی، مرقات) :[4] کیونکہ امین کو اکثر خیانت کی تہمت لگ جاتی ہے اور بیچ پر طرفداری یا رشوت خوری کا بہتان لگتا ہے اس لئے ان بکھیڑوں میں نہ پڑنا تم سے یہ بوجھ نہ اٹھ سکے گا :

[1] یعنے حاکم عادل ہو یا ظالم آئے گا اس ہی حالت میں یہ اُن حکام کے لئے ہے جو نفسانی طور پر حکومت کے خواہشمند ہوں کہ یہ طلب جرم ہے جس کی سزا یہ ہے، پھر عادل چھوٹ جائیں گے اور ظالم جوتے کھائیں گے، لہذا حدیث بالکل واضح ہے اسے حضرت خلفاء راشدین یا حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سے کوئی تعلق نہیں، دیکھو یہاں یلی ارشاد ہوا اوتی نہ فرمایا گیا؛ [2] یعنے اس قسم کی حکومتوں کی ابتداء مخلوق کی ملامت ہے اور درمیان میں خود حاکم کا نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے اور اس کا نتیجہ قیامت کی رسوائی، بعض ناتجربہ کار لوگ حکام کی ظاہری شان و شوکت و تنخواہ دیکھ کر بکوشش حاکم بن جاتے ہیں، لوگ بلکہ خود اُن کے قرابتدار انہیں ملامت کرتے ہیں، دنیا گالیاں دیتی ہے یہ تو دنیا کے انعام ہیں آخرت میں جو ہوگا وہ ناقابل برداشت ہے، یزید، حجاج، مروان، اس حدیث کی زندہ جاوید شرح ہیں شعر

نہ ماند ستمگار بد روزگار ؛ بماند برو لعنت پائدار

[3] اِن اگرچہ شک کے لئے آتا ہے مگر اللہ رسول کے ایسے فرمانوں میں یقین کے لئے ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم یا جیسے ۔ کان من عند اللّٰہ ثم کفرتم بہ ۔ چنانچہ جناب معاویہ سلطان اسلام بنے وہ اس خبر کا ظہور تھا جو کچھ مبارک مُنہ سے نکلتا ہے حق ہوتا ہے :[4] یہاں بھی ظن بمعنے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَاسِ السَّبْعِیْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ رَوَى الْاَحَادِیْثَ السِّتَّةَ اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَیْهَقِیُّ حَدِیْثَ مُعٰوِیَةَ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ ۞ وَعَنْ یَحْیٰى ابْنِ هَاشِمٍ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ كَذٰلِكَ یُؤَمَّرُ عَلَیْكُمْ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کی ابتداء۱؎ اور لونڈوں کی سلطنت سے اللہ کی پناہ مانگو۲؎ ان چھ حدیثوں کو احمد نے روایت کیا، اور حدیث امیر معاویہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا۳؎۔ روایت ہے حضرت یحیی ابن ہاشم سے وہ یونس ابن ابی اسحٰق سے وہ اپنے والد سے راوی۴؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جیسے تم ہوگے ویسے ہی حکام تم پر حاکم بنائے جائیں گے۵؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ

اتقی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم یعنی مجھے اس فرمان عالی کی بنا پر یقین ہوگیا تھا کہ مجھے حکومت یقیناً ملنی ہے تقدیر الٰہی یوں ہی ہے چونکہ تقوے اور عدل دونوں چیزیں اور ان کا اجتماع بہت اہم ہے اس لیئے آپ نے حکومت ملنے کو مبتلا ہونا یعنے آزمائش کیا جانا فرمایا۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ ستر کا عدد وقت ہجرت سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے ہو یا اس فرمان عالی کے وقت سے پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اور ستر سے مراد ستر کے عشرہ کی ابتداء ہے یعنے ۶۰ھ سے یہ زمانہ شروع ہوتا ہے چنانچہ امیر معاویہ کی وفات ۶۰ھ میں ہے اسی سال یزید تخت نشین ہوا (از مرقات) حضرت ابوہریرہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں ۶۰ھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں چنانچہ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ۶۰ھ بڑا ہی خطرناک ثابت ہوا کہ ستر کے عشرہ کی ابتداء یہاں سے ہوئی (اشعہ) ۲؎ ان لونڈوں سے مراد قریش کے نوعمر بادشاہ ہیں جیسے یزید ابن معاویہ اور حکم کی اولاد۔ ایکبار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حکم کے لونڈوں کو اپنے منبر کے پاس بندروں کی طرح کھیلتے دیکھا تو آپ بہت مغموم ہوئے، بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنۃ للناس کی تفسیر اسی خواب سے کی ہے (مرقات) ۳؎ ابن عساکر نے بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ ایکبار میں اور حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان و معاویہ حضور کی خدمت میں تھے کہ حضرت علی آگئے رضی اللہ عنہم تو حضور نے جناب معاویہ سے فرمایا کہ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا تمہاری ان کی جنگ ہوگی عرض کیا کہ جنگ کے بعد کیا ہوگا فرمایا رب کی طرف سے معافی و رضا تو آپ نے فرمایا رضینا بقضاء اللہ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری ولو شاء اللہ ما اقتتلوا الآیۃ (مرقات) ۴؎ یحیی اور یونس کے حالات معلوم نہ ہوسکے، ابواسحاق کا نام عمرو ابن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی ہے تابعی ہیں، سے ہیں حضرت علی، ابن عباس، براء ابن عازب اور زید ابن ارقم صحابہ سے ملاقات کی لہذا آپ تابعی ہیں خلافت عثمانی میں پیدا ہوئے ۱۲۷ھ میں وفات پائی آپ کے بیٹے یونس، سفیان، اسفیان میں پچانوے یا چھیانوے سال کی عمر ہوئی (مرقات واشعہ) ۵؎ یعنے جیسے تمہارے اعمال ہونگے ویسے تم پر بادشاہ و حکام مقرر ہوں گے تم اللہ کے مطیع ہو تو تم پر حکام رحمدل منصف ہونگے تم رب کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو تم پر ظالم و جابر بادشاہ و حکام مسلط ہوں گے، شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا شعر

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے ؛ نہد ملک در پنجہ ظالمے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يَاْوِيْ اِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُوْمٍ مِّنْ عِبَادِهٖ فَاِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَاِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْاِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ + وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ رَفِيْقٌ وَاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَظَرَ اِلٰى اَخِيْهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے[1] جس کی طرف اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے تو اگر انصاف کرے تو اس کے لئے ثواب ہے اور رعایا پر شکر واجب ہے[2] اور جب ظلم کرے تو اس پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے[3] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں میں افضل بندہ اللہ کے نزدیک درجہ میں قیامت کے دن انصاف والا نرم دل بادشاہ ہے[4] اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ والا ظالم سخت دل بادشاہ ہے[5] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف[6]

خیال رہے کہ اس میں لوگوں کی عام حالت مراد ہے کہ اگر عوام عموماً بدعمل ہوجائیں تو حکام ظالم ہوں گے اگرچہ خاص خاص لوگ صالحین بھی ہوں، لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر امام حسین نیک ہوتے تو یزید پلید کیوں مسلط ہوتا۔ حدیث کی فہم صحیح ضروری ہے۔

[1] سایہ سے مراد رحم و کرم ہے کہ جیسے درخت کے سایہ میں دھوپ سے پناہ لی جاتی ہے ایسے ہی لوگوں کی شر سے سلطان کی پناہ لی جاتی ہے دنیا میں سلطان پناہ ہے آخرت میں عرش اعظم کا سایہ پناہ ہوگا۔ [2] کیونکہ رحمدل منصف حاکم اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے اور ظاہر ہے کہ شکر بقدر نعمت چاہیے، شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ [3] یعنی ظالم سلطان سایہ شیطان ہے مگر یہ ارادۂ رحمان ایسے ظالم بادشاہ کی بغاوت کرنے کی بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کرو کیونکہ بغاوت سے بڑا فساد ہوتا ہے۔ [4] رفیق یا توف سے ہے یا ق سے، رفق کے معنی ہیں نرمی و ہمراہی یعنی اہل قرابت، اجنبی شریف، ضعیف سب کے ساتھ رہے یا رقیق القلب ہو دل میں اس کے سختی نہ ہو ایسے بادشاہ کے زیر سایہ رعایا آرام سے رہے گی اور ملک میں امن و امان رہے گی، اس وجہ سے یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوگا۔ [5] خرق خ کے فتح اور ر کے کسرہ سے صفت مشبہ ہے خرق سے خرق رفق کا مقابل ہے یعنی سخت دل ظالم، اسی لئے خرق پھٹنے کو بھی کہتے ہیں، چونکہ سخت دلی کا نتیجہ ظلم ہے اسی لئے اسے جور کے ساتھ جمع فرمایا یعنی قیامت بدترین آدمی ظالم اور سخت دل بادشاہ ہے کہ اس سے اللہ کے بندوں کو دکھ پہنچتے رہتے ہیں۔ [6] بھائی سے مراد مسلمان بھائی ہے یعنی جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصور تیز نظر سے گھورے ڈرائے اور خواہ مخواہ منہ کو گھورنا ڈرانا ضروری ہے۔

نَظْرَةً يُخِيْفُهُ أَخَافَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ فِي حَدِيْثِ يَحْيٰى هٰذَا مُنْقَطِعٌ وَرِوَايَتُهُ ضَعِيْفٌ، وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ وَمَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِي يَدِيْ وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا أَطَاعُوْنِيْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّأْفَةِ وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا عَصَوْنِيْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنِّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا أَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ

ڈرانے کیلئے گھورے اُسے اللہ تعالٰی قیامت کے دن ڈرائے گا۱؎ یہ چاروں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، اور یحیی کی حدیث کے متعلق فرمایا کہ یہ منقطع ہے۲؎ اور اسکی روایت ضعیف ہے۳؎ روایت ہے ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۴؎ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں، اور بیشک بندے جب میری فرمانبرداری کریں گے تو میں انکے بادشاہوں کے دل اُن پر رحمت و الفت سے پھیر دوں گا۵؎ اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو اُن کے دل ناراضی و سزا کے ساتھ پھیر دوں گا۶؎ کہ وہ انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۷؎ تو تم اپنے کو بادشاہوں پر بددعا کرنے میں مشغول نہ کرو۔

۱؎ یہ حدیث اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کو بلا قصور گھور کر ڈرانا اتنے بڑے وبال کا ذریعہ ہے تو جو ظالم حاکم لوگوں کو ستائے وہ کتنا بڑا مجرم ہوگا اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو رحمت کی نظر سے دیکھنا ثواب ہے کہ اللہ تعالٰی اسے عنایت کی نظر سے دیکھے گا یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان حکومت و سلطنت پا کر فرعون نہ بن جائے اپنی مسلمان رعایا کو اپنا دینی بھائی سمجھے اور کافر رعایا کو اپنے دامن کرم میں چھپائے۔ ۲؎ یہاں منقطع سے مراد مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں ہے وہ صحابی ابوبکرہ ہیں مگر صرف ارسال مضر نہیں کیونکہ مرسل حدیث جمہور کے نزدیک مقبول ہے (مرقات)۔ ۳؎ مرقات میں یہاں فرمایا کہ روایات یحیی موضوع ہیں، خیال رہے کہ روایت مؤنث ہے مگر چونکہ فعیل صفت مشبہ میں مذکر مؤنث یکساں ہیں اس لئے ضعیفۃ کہنا ضروری نہیں ضعیف بھی جائز ہے۔ ۴؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ مالک کے بعد ملک فرمانے میں اعلیٰ کی طرف ترقی ہے کیونکہ مالک سے ملک یعنی بادشاہ قوی ہے کہ بادشاہ کی حکومت ہوتی ہے مالک کی حکومت نہیں نیز مالک ہر چیز کا ہوتا ہے مگر بادشاہ انسانوں کا مگر حق یہ ہے کہ یہاں اعلیٰ سے نزول ہے بادشاہ سے مالک کا قبضہ زیادہ ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" اور فرماتا ہے "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ" مطلب یہ ہے کہ میں بادشاہوں کے ظاہر و باطن کا بادشاہ اور مالک ہوں وہ سب مجبور و محکوم ہیں ان کے دل و زبان و قلم سب میرے قبضہ میں ہیں۔ ۵؎ یعنی اگر عام لوگ اور اکثر رعایا میری مطیع ہو جائے تو میں بادشاہوں کے دل میں رحمت و الفت پیدا کردوں گا خیال رہے کہ رأفت رحمت سے قوی ہے مہربانی کو رحمت کہتے ہیں اور بہت ہی زیادہ مہربانی کو رأفت، رب تعالٰی فرماتا ہے "بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"۔ ۶؎ یہاں بھی سخط سے نقمۃ سخت تر ہے نقمت سے انتقام ہے یعنی بدلہ لینا، معلوم ہوا کہ بادشاہوں کی سختی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ۷؎ یہ قاعدہ اکثریہ ہے اکثر ہمارے بداعمال کی سزا حاکم کا ظلم ہوتا ہے جب اکثریت بدعمل ہو جائے تو سلطان و حکام ظالم ہوتے ہیں، پھر اُن کے ظلم کا شکار

عَلَى الْمُلُوْكِ وَلٰكِنْ اَشْغِلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَیْ اَكْفِیَكُمْ مُلُوْكَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ ؀ بَابُ مَا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّیْسِیْرِ ؀ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؀ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِهٖ فِیْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ؀ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۱؎ لیکن اپنے کو ذکر و عاجزی میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں بادشاہوں سے کفایت کروں ۲؎ (ابو نعیم حلیہ میں)؛ باب اس کا بیان کہ والیوں پر آسانی کرنا واجب ہے ۳؎ پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو اپنے بعض کاموں کے لیے بھیجتے تھے ۴؎ تو فرماتے تھے کہ خوشخبریاں دو متنفر نہ کرو ۵؎ اور آسانی کرو سختی و تنگی نہ کرو ۶؎ (مسلم، بخاری)؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

نیک لوگ بھی ہوجاتے ہیں، کبھی رب تعالٰی کی طرف سے آزمائش کے طور پر بھی حاکم ظالم مسلط ہوجاتے ہیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب خلیل اللہ کو نمرود سے اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے اور حضرت حسین کو یزید سے تکالیف کیوں پہنچیں ؛ وہ حضرات تو بہت ہی نیک تھے، یہ ایسے ہی جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے . وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ۱؎ یعنے ظالم بادشاہوں کی معزولی یا موت کی دعائیں نہ کرو ممکن ہے اس ظالم کے بعد کوئی اور بڑا ظالم تم پر مسلط ہوجائے وجہ ظلم کو دور کرو یعنے گناہوں سے توبہ کرو ؛ ۲؎ یعنے تم میری اطاعت کرنے لگو حکام تم پر رحم ہوجائیں گے **شعر** سائیں تیری روٹھ سے میرا آور کرے نہ کوئے ؛ دُر دُر کریں سہیلیاں ہیں مُڑ مُڑ دیکھو توئے

سائیں انکھیاں پھیریاں میرا ویری ملک تمام ؛ ذرا سی جھاتی مہر کی تو لاکھوں کریں سلام

۳؎ ولاۃ جمع ہے والی کی جیسے راعی کی جمع رعاۃ یا قاضی کی جمع قضاۃ یا ناجی کی جمع نجاۃ ، یہاں والی سے مراد بادشاہ اور حکام سب ہی ہیں آسانی سے مراد قوانین نرم بنانا، فیصلے درست کرنا ہیں (مرقات واشعہ)؛ ۴؎ یعنے کسی کو کہیں کا حاکم بناکر بھیجنا چاہتے تھے تو اُسے حسب ذیل ہدایات فرماتے تھے روایات میں آیا ہے کہ اس حاکم کو کچھ دُور تک پہنچانے بنفس نفیس خود تشریف لے جاتے تھے اس طرح کہ وہ جانے والے حاکم سوار ہوتے تھے اور سرکار انور پیدل جہاں تک پہنچاتے تھے اس جگہ اب مدینہ پاک میں مسجد بنی ہوئی ہے جو سلع پہاڑ کے راستہ میں ہے اُسے اب مسجد وداع کہتے ہیں، فقیر نے وہاں نوافل ادا کئے ہیں ؛ ۵؎ یعنے لوگوں کو گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے پر حق تعالٰی کی بخشش و رحمت کی خوشخبریاں دو، ان گناہوں کی پکڑ پر اس طرح نہ ڈراؤ کہ انہیں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہوکر اسلام سے نفرت ہوجائے بہر حال انذار اور ڈرانا کچھ اور ہے اور مایوس کرکے متنفر کردینا کچھ اور لہٰذا یہ حدیث ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن میں اللہ کی پکڑ سے ڈرانے کا حکم ہے جیسے ولینذروا قومھم الخ وغیرہ کہ یہاں مایوس کردینے ، نفرت پھیلا دینے کی ممانعت ہے اور وہاں ڈرا کر رب کے دروازے پر لے آنے کا حکم ہے ؛ ۶؎ اس طرح کہ آسانی کے ساتھ انہیں نماز روزہ زکوۃ وغیرہ احکام شرعیہ کا پابند بنادو، زکوۃ ، عشر، خراج وغیرہ آسانی سے وصول کرو بقدر حق وصول کرو ، سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے ، خیال رہے کہ اس مقدس زمانہ میں حکام کے ذمہ تھا کہ لوگوں کو پابند صوم و صلوۃ ، نمازی وغیرہ بنائیں اُن کی اصلاح کریں آج کی طرح حکام صرف جرمانے کرنے سختیاں کرنے کے لیے نہ ہوتے تھے وہ حکومت محمدیہ اسلامیہ ہوتی تھی نفسانی یا

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ
يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ
هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آسانیاں کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو بھڑکاؤ نہیں ۱؎ (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابوبردہ سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا ابوموسیٰ کو ۳؎ اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم دونوں آسانی کرنا تنگی نہ کرنا اور خوشخبری دینا نفرت نہ پھیلانا ۴؎ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا آپس میں جھگڑنا مت ۵؎ (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدعہد کے لیے قیامت کے دن جھنڈا گاڑا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بدعہدی ہے ۶؎ (مسلم بخاری)؛ روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا

شیطانی نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالٰی کبھی ہم کو بھی اسلام کا راج دکھائے۔ مسلمانوں کا راج تو دیکھ لیا۔ ۱؎ یعنی میٹھی و نرم باتیں سُنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود سچے پکے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے ہی بھڑک جائیں، مقولہ ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہو جاتا ہے۔ بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علٰی دین ملوکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں، مولویوں کے ہزار وعظ ایک طرف اور سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف۔ حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔ ۲؎ مصنف سے یہاں دھوکا ہو گیا ابن ابی بردہ کی بجائے ابوبردہ فرما دیا جیسا کہ ابھی معلوم ہو گا ان کا نام عبداللہ ابن ابوبردہ ابن ابوموسیٰ اشعری ہے (مرقات)۔ ۳؎ صاحب مشکوٰۃ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ ابوبردہ کے دادا ہیں حالانکہ وہ ابوبردہ کے والد ہیں لہذا راوی عبداللہ ابن ابوبردہ ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت مسلم ابن ابراہیم ہے خیال رہے کہ ابوبردہ کے بیٹے عبداللہ اور یوسف، سعید اور بلال ہیں کل چار، بلال ابن ابوبردہ بصرہ کے حاکم ہے ان سے روایات بہت کم ہیں ابوبردہ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے عبداللہ ابن قیس کی کنیت ابوموسیٰ ہے، قاضی شریح کے بعد عامر یعنے ابوبردہ کوفہ کے حاکم رہے جن کو حجاج نے معزول کر دیا، اور ابوموسیٰ اشعری مکہ معظمہ میں ایمان لائے، پھر حبشہ کی طرف پھر مدینہ منورہ ہجرت کی، حضرت عمر نے ۲۰ھ میں بصرہ کا حاکم مقرر کیا آپ نے اھواز فتح کیا، حضرت عثمان نے منتقل کر کے کوفہ کا حاکم کر دیا آپ قتل عثمانی تک کوفہ رہے پھر مکہ معظمہ چلے آئے حضرت علی کے پنچ بننے کے بعد مکہ معظمہ میں رہے ۵۲ھ میں وفات پائی (مرقات وغیرہ) چونکہ ابوبردہ کے سارے بیٹے ثقہ ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک کی روایت مقبول ہے، جہالت نام مضر نہیں۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کو سامنے بٹھا کر یہ نصیحت فرمائی یا تو ان دونوں کو ایک جگہ کا حاکم مقرر کیا علیحدہ علیحدہ محکموں کا یا مختلف علاقوں کا حاکم مقرر کیا یمن پورے صوبہ کا نام ہے۔ ۵؎ کیونکہ تم دونوں کا آپس میں جھگڑا رعایا کے جھگڑے و اختلاف کا سبب ہو گا۔ خیال رہے کہ یہاں اختلاف سے مراد جھگڑا و فساد ہے نہ کہ اجتہادی اختلاف، وہ تو صحابہ میں ہوا اور وہ اختلاف رحمت ہے، فرماتے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اختلاف امتی رحمۃ ۶؎ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے واقعی بدعہد کے چوتڑوں پر جھنڈا لگا ہوگا یا

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعٰوِيَةُ

ہر بدعہد کے لیے جھنڈا ہوگا قیامت کے دن جس سے وہ پہچانا جائیگا[۱] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر بدعہد غدار کا جھنڈا اس کے چوتڑوں کے پاس ہوگا[۲] قیامت کے دن اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہر غدار کا جھنڈا قیامت کے دن اس کی غداری کے مطابق اونچا کیا جائیگا[۳] ہوشیار رہو کہ عوام کے سلطان کی غداری سے بڑھ کر کوئی غدار بدعہد نہیں[۴] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن مرۃ سے[۵] کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے فرمایا[۶] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے اللہ مسلمین کی کسی چیز کا والی وحاکم بنائے پھر وہ مسلمانوں کی حاجت وضرورت ومحتاجی کے سامنے حجاب کردے[۷] تو اللہ اس کی حاجت وضرورت ومحتاجی کے سامنے آڑ فرمادے گا[۸] چنانچہ حضرت معاویہ نے

جہاں بدعہد لوگ کھڑے کئے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو خیال رہے کہ اُمت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں،لہذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔

۱؎ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں کے جرم نشانات سے معلوم ہوں گے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی پھر سزائیں بعد کو ہوں گی۔ ۲؎ لوا بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایۃ ہر جھنڈے کو،ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چپٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پھرے گا،چوتڑوں کا ذکر اہانت کے لیے ہے است کا ترجمہ ہے دبر،عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے۔ ۳؎ یعنی دنیا میں بدعہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کمیت ودرازی،معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی۔ ۴؎ اس فرمان عالی کے تین معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر اُن کا امیر عام بن جائے جیسے متغلب وباغی۔ دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نااہلوں کو عہدے سونپے۔انہیں آگے بڑھائے جو اہل استحقاق پر مسلط کردے۔ تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص کہ جو امیر عام یعنی بادشاہ اسلام سے بدعہدی کرے اُس سے کئے ہوئے وعدے پورے نہ کرے،چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بدعہدی کا اثر دین،ملک،قوم پر پڑتا ہے ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لیے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اول درجے کے بدعہد قرار دیئے گئے،ہمارا ترجمہ ان معنے کا حامل ہے۔ ۵؎ مرہ میم کے پیش رکے شد وفتحہ سے ہے۔عمرو ابن مرہ کی کنیت ابو مریم ہے آپ جہنی ہیں

رَبُّ لَا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَحْمَدَ اَغْلَقَ اللّٰهُ لَهٗ اَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِي الشَّمَّاخِ الْاَزْدِيِّ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰى مُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وُلِّيَ مِنَ النَّاسِ شَيْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْذِي الْحَاجَةِ

لوگوں کی حاجت پر ایک آدمی مقرر فرما دیا [۱] (ابوداؤد، ترمذی) احمد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس کی ضرورت وحاجت محتاجی کے سامنے آسمان کے دروازے بند فرمادے گا [۲] ۔ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوشماخ ازدی سے وہ اپنے چچازاد سے راوی [۳] جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں کہ وہ جناب معاویہ کے پاس گئے [۴] پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو لوگوں کی کسی چیز کا والی بنایا گیا [۵] پھر اس نے مسلمانوں یا مظلوموں یا حاجت مندوں پر اپنا دروازہ بند کرلیا [۶]

یا ازدی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں شامل رہے، شام میں قیام رکھا، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی ۵ جبکہ امیر معاویہ سلطان بن چکے تھے تاکہ وہ اس حدیث پر عمل کریں۔ ۵ اس طرح کہ نہ مظلوموں حاجتمندوں کو اپنے تک پہنچنے دے اپنے دروازے پر سخت پہرہ بٹھادے، نہ ان کی ضروریات کی پرواہ کرے، ان سے غافل رہے، ان کی حاجت روائی کا کوئی انتظام نہ کرے، اپنی حکومت سنبھالنے اپنے عیش وآرام میں منہمک رہے۔ ۶ یعنے اس سے اللہ تعالٰی اپنے ان مجبور بندوں کا بدلہ لے گا کہ اس کی حاجتیں ضرورتیں پوری نہ فرمائے گا اس کی دعائیں قبول نہ کرے گا اس سزا کا ظہور کچھ دنیا میں بھی ہوگا اور پورا پورا ظہور آخرت میں ہوگا: خیال رہے کہ حاجت، خلت اور فقر تینوں قریبًا ہم معنے ہیں مبالغہ وتاکید کے لیے ارشاد ہوئے بعض شارحین نے فرمایا کہ حاجت معمولی ضرورت ہے جو انسان کو متفکر تو کردے مگر پریشان نہ کرے، خلت وہ ضرورت ہے جس سے انسان کے کام میں خلل واقع ہوجائے مگر حد بیقراری اضطرار تک نہ پہنچے، فقر وہ ضرورت ہے جو انسان کے فقرے یعنے کمر توڑ دے حالت اضطرار تک پہنچ جائے جس سے زندگی دوبھر ہوجائے اسی لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فقر سے اللہ کی پناہ مانگی ہے، فقیر ومسکین کا فرق اور اس میں احناف وشوافع کا اختلاف کتب فقہ میں دیکھیے: خیال رہے کہ جیسے عادل بادشاہ قیامت میں نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالٰی سے قریب ہوں گے، ایسے غافل اور ظالم بادشاہ ذلت کے گڑھے میں اور رب تعالٰی سے حجاب میں ہوں گے۔

۱ یعنے امیر معاویہ نے یہ فرمان عالی سن کر ایک محکمہ بنادیا جس کے ماتحت ہر بستی میں ایک وہ افسر رکھا گیا جو لوگوں کی معمولی ضرورتیں خود پوری کرے اور بڑی ضرورتیں امیر معاویہ تک پہنچائے پھر ہمیشہ اس افسر سے بازپرس کی کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی تو نہیں کرتا۔ ۲ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا، چونکہ آسمان میں لوگوں کے رزق بھی ہیں ان کی ضروریات بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اس لیے آسمان کے دروازے بند ہونے کا ذکر فرمایا گیا بہرحال مطلب ایک ہی ہے۔ ۳ ظاہر یہ ہے کہ ابوشماخ تابعی ہیں اور ان کے چچازاد بھائی صحابی، ان کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر کوئی حرج نہیں تمام صحابہ عادل ثقہ ہیں۔ ۴ ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دوران سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لیے اور یہ حدیث تذکرۃً سنادی یا یہ حدیث ہی سنانے کے لیے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

اَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ وَفَقْرِهٖ اَفْقَرَ مَا يَكُوْنُ اِلَيْهِ ؎ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا بَعَثَ عُمَّالَهٗ شَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَا تَاْكُلُوْا نَقِيًّا وَلَا تَلْبِسُوْا رَقِيْقًا وَلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ لَكُمُ الْعُقُوْبَةُ ثُمَّ يُشَيِّعُهُمْ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؎ بَابٌ

تو اللہ اُس کی محتاجی اُس کی فقیری کے وقت اُس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کرے گا ؎ جبکہ اُسے اُن سے سخت محتاجی ہوگی ؎ ؛ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ آپ جب اپنے حکام کو بھیجتے تھے ؎ تو ان پر شرط لگاتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا ؎ اور میدہ نہ کھانا اور باریک لباس نہ پہننا ؎ اور اپنے دروازے لوگوں کی ضرورتوں سے بند نہ کرنا ؎ اگر تم نے ان میں سے کچھ کیا تو تم پر سزا واقع ہوگی ؎ پھر انہیں پہنچانے جاتے تھے ؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں ؛ باب

؎ کہ بادشاہ بنادیا گیا یا حاکم وَلّی ماضی مجہول ہے لام کے شد سے یا فقط کسرہ سے یعنے باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے ؛ ؎ مظلوم اور ذوی الحاجت کے عموم میں ذمّی اور مستامن کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ و حکام پر تمام رعایا کی دادرسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر ؛

؎ دنیا و آخرت میں، اگر لوگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالٰی کا حاجت مند ہے ؛ ؎ یعنے جب ایسے بادشاہ کو لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوگی تو اللہ اُس پر رحمت کے دروازے بند کرے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے، اس حدیث کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو ؛ ؎ عمال ع کے پیش میم کے شد سے جمع عامل کی بمعنے حاکم اور حکومت کا کارکن، رب تعالٰی فرماتا ہے والعاملین علیہا ؛ ؎ برذون ب کے کسرہ رکے سکون اور ذال کے فتحہ سے بمعنے ترکی گھوڑا جو عربی گھوڑے سے گھٹیا ہوتا ہے، اس کی مؤنث برذونہ ہے جمع براذین یعنے اے حاکمو! تم اپنے مقام حکومت میں عربی گھوڑا تو کیا ترکی گھوڑے کی سواری کے عادی نہ ہو جانا، ضرورۃً سوار ہونے کی ممانعت نہیں تھی بلکہ اظہار شان کے لیے گھوڑا پالنا اور فخریہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلنے کی ممانعت تھی، اور اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں تھیں ؛ ؎ کیونکہ ان چیزوں سے طبیعت عیش پسند ہو جاتی ہے اور عیش پسند حاکم صحیح طور پر حکومت نہیں کرسکتا اور رعایا کے دکھ درد سے خبردار نہیں رہ سکتا نیز جب حاکم زیادہ خرچ کرنے کا عادی ہوگا تو وہ خرچ پورا کرنے کے لیے رشوت ستانی حرام خوری کرے گا کیونکہ اس کی تنخواہ ان خرچوں کی متحمل نہیں ہوسکے گی، سادے خود اور رعایا کو سادہ بناؤ تاکہ زندگی و موت اچھی ہو، کہاں گئے وہ خلفاء اور کہاں گئے وہ حکام ؛ ؎ یعنے اپنے کو رعایا سے ایسے چھپا کر نہ رکھنا کہ لوگ تم تک پہنچ کر فریاد نہ کرسکیں بلکہ تمہارے دروازے مظلوموں کے لیے کھلے رہیں ؛ ؎ یعنے تم کو معزول بھی کردیں گے اور سزا بھی دیں گے یا رب تعالٰی تم کو دنیا و آخرت میں سزا دے گا کس چیز کی سزا، عیش و عشرت میں غافل ہو کر رعایا کی پرواہ نہ کرنا، ظلم کرنا، رشوت خوری کرنا کیونکہ مذکورہ عیش کے یہ نتیجے ہیں لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ گھوڑے کی سواری تو سنت ہے اور میدہ کھانا، باریک کپڑا پہننا جائز ہے اور سنت و جائز کام پر سزا کیسی ؛ خیال رہے کہ عیش پسند حکام حکومت سے بھاری تنخواہ کا بھی مطالبہ کرتے ہیں تاکہ اُن کے یہ دھڑے کے خرچ پورے ہوسکیں پھر حکومتیں ان کی بھاری تنخواہیں ادا کرنے کے لیے رعایا پر طرح طرح کے ٹیکس لگاتی ہیں اور غریبوں کا خون چوس کر عیش پسند حکام و ملازمین کے شوق پورے کیے جاتے

الْعَمَلِ فِي الْقَضَاءِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَاَخْطَاَ فَلَهُ اَجْرٌ وَاحِدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فیصلوں میں عمل کرنا اور اس سے ڈرنا[1] ۞ پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی حاکم دو شخصوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے[2] (مسلم، بخاری) ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو اور ابوہریرہ سے دونوں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حاکم فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور درست فیصلہ کرے[3] تو اس کو دو ثواب ہیں[4] اور جب فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور غلطی کرے تو اس کے لیے ایک ثواب ہے[5] (مسلم، بخاری)[6] ۞ دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

ہیں جس سے ملک میں بغاوتیں فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے سادگی سکھائی نہ تم خرچ اپنے بڑھاؤ، نہ مصیبتیں اٹھاؤ، رب تعالٰی نے فرمایا:۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا اور دوسری جگہ فرمایا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین قربان جائیے اس تعلیم کے، لہذا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے ۞ [8] وہاں تک پہنچانے جاتے جہاں تک آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام کو پہنچانے تشریف لے جاتے تھے صورت بھی وہی ہوتی تھی کہ وہ حاکم سوار ہوتے تھے اور امیر المؤمنین پیدل، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۞

[1] یعنی حاکم و قاضی کس چیز سے فیصلے دے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت و قیاس مجتہد اور قضاء قبول کرنے سے ڈرے کہ یہ کانٹوں کا بستر ہے یوں ہی سخت سردی اور سخت گرمی میں فیصلہ نہ کرے (مرقات) ۞ [2] کیونکہ غصہ کی حالت میں عقل پر نفس غالب ہوتا ہے جس سے حاکم مقدمہ میں اچھی طرح غور و فکر نہیں کر سکتا، یوں ہی بھوک پیاس، دماغی پریشانی، خاص بیماری میں بھی فیصلہ نہ کرے (مرقات واشعہ) ۞ [3] کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے یہ بھی رب تعالٰی کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے ۞ [4] ایک ثواب تو اجتہاد و کوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ درستی بھی بڑا عمل ہے، قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے۔ اگر خود عالم و فقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور تبیع ہو ۞ [5] یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست و صحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن ائمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے، نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں: ایک مقدمہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہو گئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے ففھمنٰھا سلیمٰن وہ آیت کریمہ اس حدیث کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتوے دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فرعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی، اس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَاَلَ وُكِّلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِيْ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا ۱؎ تو وہ بغیر چھری ذبح کردیا گیا ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)، روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حاکم بننا تلاش کرے اور مانگے ۳؎ وہ اپنے نفس کو سونپ دیا جائے گا ۴؎ اور جو اس پر مجبور کیا جائے تو اللہ اس پر فرشتہ اتارے گا جو اسے درست رکھے گا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)، روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی تین طرح کے ہیں ایک جنت میں اور دو دوزخ میں تو جو جنت میں ہے

کی تحقیق کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے، اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اُسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی، تو اگرچہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں اور اُس کو نماز کا ثواب یقینًا مل گیا، اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔ ۶؎ یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی، احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کی۔

۱؎ اس طرح کہ اس نے کوشش وجانفشانی کرکے سلطان سے منصب قضا حاصل کیا، بڑی تنخواہ، عزت و رشوت وغیرہ حاصل کرنے کے لیے یہ شرح خیال میں رہے۔ ۲؎ چھری سے ذبح کردینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے، بغیر چھری مارتے ہیں جیسے گلا گھونٹ کر، ڈبو کر، جلاکر، کھانا پانی بند کرکے، ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے۔ ایسا قاضی بدن میں موٹا ہوجاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کرلیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی بہت دراز کیونکہ ایسا قاضی ظلم، رشوت، حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے اللہ رسول ناراض ہوتے ہیں، فرعون، حجاج، یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ اسی حدیث کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں مرجانا قبول فرمالیا مگر قضا قبول نہ فرمائی رضی اللہ عنہ۔ ۳؎ اس طرح کہ عملًا قاضی بننے کی کوشش کرے زبان سے طلب کرے درخواستیں دے، قضا سے مراد مطلقًا حکومت ہے سلطنت ہو یا دوسری حکومت (مرقات)، مانگنے سے مراد ہے نفسانی خواہش کے لیے مانگنا جیسا کہ بارہا عرض کیا جاچکا لہذا یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر سے فرمانا اجعلنی علی خزآئن الارض اس حکم سے خارج ہے۔ ۴؎ یعنی ایسے طالب جاہ حاکم کی مدد اللہ تعالٰی نہیں کرے گا اُسے اس کے نفس کے حوالہ کردے گا اور ظاہر ہے کہ ہمارا نفس ہمارا بڑا دشمن ہے جو لاحول سے بھی نہیں بھاگتا رمضان میں قید نہیں ہوتا۔ ۵؎ یعنی ایسے بے نفس قاضی کو بذریعہ فرشتہ مدد ہوتی رہے گی جس سے وہ ظلم وغیرہ سے محفوظ رہے گا، طبرانی نے بروایت ام سلمہ مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو قضا میں مبتلا ہو اسے چاہیئے مقدمہ کے دوران فریقین میں برابری کرے جگہ دینے میں بات کرنے میں دیکھنے میں اشارہ کرنے میں: اسی طرح بیہقی نے حضرت ام سلمہ

الْجَنَّۃِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰی بِہٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُکْمِ فَھُوَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰی لِلنَّاسِ عَلٰی جَھْلٍ فَھُوَ فِی النَّارِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی یَنَالَہٗ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُہٗ جَوْرَہٗ فَلَہُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُہٗ عَدْلَہٗ فَلَہُ النَّارُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ

وہ تو وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے پھر اس کا فیصلہ دے ۱؎ اور جو شخص حق کو جان لے مگر فیصلہ میں ظلم کرے تو وہ دوزخ میں ہے ۲؎ اور وہ شخص جو جہالت پر لوگوں کے فیصلے کرے تو وہ بھی دوزخ میں ہے ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمانوں کا قاضی بننا طلب کرے حتی کہ اسے پالے ۴؎ پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب ہو تو اس کے لیے جنت ہے ۵؎ اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب ہو اس کے لیے دوزخ ہے ۶؎ (ابوداؤد)

سے مرفوعًا روایت کی۔ ۱؎ جنتی قاضی وہ ہے جس میں تین صفات ہوں، شرعی قواعد وقوانین سے پوری طرح عالم ہو قضا کے احکام سے خوب واقف ہو، تحقیقات کے بعد فیصلہ کرے فیصلہ میں جلدی نہ کرے، حق فیصلہ کرے اس کو جو حق نظر آئے بعد تحقیق، اس کی ڈگری کرے۔ ۲؎ چونکہ یہ حاکم ظالم ہے اس لیے یہ بدترین دوزخی ہے اسی وجہ سے اس کا ذکر پہلے فرمایا گیا اس کا درجہ دوزخ میں بدتر ہوگا وہاں ٹھہرنا زیادہ۔ ۳؎ یا تو قضا کے شرعی قوانین سے واقف نہ ہو جاہل ہو قاضی بن جائے یا مقدمہ کی نوعیت، حق و ناحق کی تحقیق سے بے خبر ہو اور فیصلہ کردے۔ خیال رہے کہ فیصلہ اور فتویٰ میں فرق ہے، فیصلہ میں فریقین کا دعویٰ اور جواب دعویٰ سننا پھر گواہی وغیرہ لینا پھر قرائن وعلامات میں غور کرنا ضروری ہے مفتی کا یہ کام نہیں فتویٰ میں صورت مسئولہ کا جواب ہوتا ہے، دیکھو دو فرشتے شکل انسانی میں داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آئے ایک نے کہا اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں میرے پاس ایک، مگر یہ میری ایک بھی لینا چاہتا ہے، آپ نے دوسرے کا جواب دعویٰ سنے بغیر فتویٰ دے دیا، ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے خرچہ پورا نہیں دیتے کیا میں ان کی جیب سے بقدر ضرورت نکال لیا کروں، فرمایا ہاں ابوسفیان کو نہ بلایا ہے نہ ان سے جواب دعویٰ لیا یہ ہے فتویٰ فیصلہ اور فتویٰ کا فرق خیال میں رکھیے۔ ۴؎ اس حدیث نے ان تمام حدیثوں کی شرح کردی جن میں قضا کی برائیاں ارشاد ہوئیں یعنی خود کوشش کرکے قاضی وحاکم بننے والا۔ ۵؎ عدل کے ظلم پر غالب آنے کے معنے یہ ہیں کہ حاکم کا انصاف اس کے ظلم پر اس طرح غالب آجائے اور اس کی طبیعت پر ایسا چھا جائے کہ اسے ظلم نہ کرنے دے، یہ مطلب نہیں کہ وہ عدل بھی کرتا ہو اور ظلم بھی مگر عدل زیادہ کرتا ہو اور ظلم کم، کیونکہ ایک ظلم بھی ظالم کا بیڑا غرق کرنے کے لیے کافی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (لمعات واشعۃ اللمعات) یہ توفیق اس حاکم کو ملتی ہے جو حکومت سے متنفر ہو رب کی طرف سے اسے حاکم بننا پڑ جائے۔ ۶؎ ظلم کے عدل پر غالب ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم اس کی عادت بن جائے وہ کبھی انصاف کرے ہی نہیں، دوسرے یہ کہ ظلم زیادہ کرے انصاف کم، یہ دونوں حاکم دوزخی ہیں، خیال رہے کہ ایک ظلم بھی کیفیت کے لحاظ سے ہزار انصاف پر غالب ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے کم ہے، ایک قطرہ پیشاب سارے کنویں کو ناپاک کردیتا ہے، یہاں غلبہ ظلم سے مراد کیفیت کا غلبہ ہے لہذا یہ خبر بھی واضح ہے۔ شارحین نے اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی ہیں مگر یہ توجیہ قوی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ عدل سے مراد اجتہاد کی صحت ہے اور ظلم سے مراد اجتہاد کی غلطی ہے جس حاکم کا اجتہاد واستنباط زیادہ تر

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ
تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ
اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
قَالَ اَجْتَهِدُ رَاْيِيْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى
صَدْرِهٖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا ۱؎ تو فرمایا جب تمہیں کوئی فیصلہ درپیش ہوا تو کس طرح فیصلہ کروگے ۲؎ عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ ۳؎ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا ۴؎ فرمایا اگر تم رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ پاؤ عرض کیا اپنی رائے سے قیاس کروں گا ۵؎ اور کوتاہی نہ کروں گا ۶؎ فرماتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا شکر ہے اس کا جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں ۷؎

کتاب و سنت کے خلاف ہوتا ہو بہت کم درست ہوتا ہو وہ حاکم نہ بنے اگر بنے گا اور اپنے غلط اجتہاد سے فیصلے کرے گا تو دوزخی ہوگا، مرقات نے اسے ترجیح دی ہے اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہو رہی ہے کہ جو حاکم جاہل ہوکر فیصلے کرے وہ دوزخی ہے۔ ۱؎ وہاں کا حاکم و قاضی بنا کر بھیجا تو بطور امتحان یہ سوال فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم و قاضی بنانے کا حق سلطان کو ہے، یہ بھی معلوم ہوا حکومت و قضا سونپنے سے پہلے اس کا امتحان لینا سنت ہے، آج بھی قانون پاس کرنے امتحان دینے کے بعد حاکم بنایا جاتا ہے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ سبحان اللہ کیا مبارک سوال ہے یہ نہ فرمایا کہ اگر کتاب و سنت میں نہ ہو کیونکہ قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے ہم کو ملے یا نہ ملے، نہ ہونا اور ہے نہ پانا کچھ اور سمندر میں موتی ہیں مگر ہر کسی کو نہیں ملتے۔ ۳؎ فیصلہ کی ترتیب یہ ہے کہ اولًا قرآن کریم سے مسئلہ نکالا جائے پھر حدیث شریف کی روشنی میں، اگر حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہوتی ہے تو تاویل کرکے ان دونوں میں موافقت کی جائے، اگر موافقت ناممکن ہو تو اگر حدیث متواتر ہو اور نزول آیت کے بعد کی ہو تو آیت کو منسوخ مان کر حدیث پر عمل کیا جائے جیسے تعظیمی سجدے کی اباحت قرآن سے ثابت ہے مگر حرمت حدیث سے ثابت، تو حدیث پر عمل ہے اور تعظیمی سجدہ حرام ہے، اگر یہ شرائط نہ ہوں تو حدیث چھوڑ دی جائے گی قرآن پر عمل ہوگا جیسے قرآن سے ثابت ہے کہ بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے خود نکاح کرسکتی ہے فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن مگر حدیث سے ثابت ہے کہ بغیر ولی نکاح نہیں کرسکتی ایما امراۃ نکحت نفسھا فنکاحھا باطل باطل باطل احناف نے قرآن پر عمل فرما کر عورت کو اپنے نفس کا مختار مانا، اس کی مکمل بحث جاء الحق میں دیکھیے۔ ۴؎ یعنی اگر مجھے حدیث میں بھی نہ ملے اور حضور سے پوچھنے کا موقعہ بھی نہ ملے تو خود اپنے اجتہاد سے فیصلہ کروں گا، اجماع امت کا ذکر اس لیے نہ فرمایا کہ زمانہ نبوی میں اجماع ناممکن ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسئلہ حضور سے پوچھا جاسکتا ہے قیاس کے لیے نص نہ ملنا کافی ہے مگر اجماع کے لیے نص نہ مل سکنا ضروری ہے۔ ۵؎ یعنی قیاس کرتے وقت نص سے استخراج میں کوتاہی نہ کروں گا، قیاس شرعی کے معنی ہیں علت مشترکہ کی وجہ سے منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرنا ہم سے کسی نے پوچھا کہ باجرے، جوار، چاول میں سود کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ گندم و جو میں سود کی ممانعت حدیث پاک میں ہے اور چاول وغیرہ بھی گندم کی طرح وزن و جنس میں ایک

التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِيْ وَاَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِيْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِيْ قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ اِذَا تَقَاضٰى اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يَّتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِيْ قَضَاءٍ بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَسَنَذْكُرُ

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے بھیجتے ہیں میں نوعمر ہوں اور نہ مجھے قضا کا علم ہے (۱) تو فرمایا اللہ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا (۲) جب تم سے دو آدمی فیصلہ چاہیں تو پہلے کے لیے فیصلہ نہ کرنا حتی کہ دوسرے کی بات بھی سن لو (۳) کہ یہ اس کے لائق ہے کہ تم کو فیصلہ ظاہر ہو جائے (۴) فرماتے ہیں پھر اس کے بعد میں نے کسی فیصلہ میں کوئی تردد نہ کیا (۵) (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور

ہیں لہذا ان میں بھی سود حرام ہے یہ ہے قیاس، صرف رائے مراد نہیں، اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول بحث قیاس میں مطالعہ فرمایئے۔ (۵) حضور انور کا آپ کے سینہ پر ہاتھ مارنا یا تو شاباش دینے کے لیے یا اپنا فیض آپ کے سینے میں پہنچانے کے لیے کہ اس کی برکت سے رب تعالٰی انہیں خطا سے بچائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے اجتہادات و قیاسات بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہیں اور یہ کہ اصول اسلام صرف قرآن و حدیث نہیں بلکہ قیاس مجتہد بھی ہے۔ خیال رہے کہ اصول دین چار چیزیں ہیں: قرآن، سنت، اجماع امت، قیاس۔ اجماع اور قیاس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی ہے، دیکھئے ہماری کتاب جاء الحق۔

(۱) یعنی مجھے قضا کا تجربہ بھی نہیں ہے، علم سے مراد تجربہ ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق تعالٰی نے وہ علم عطا فرمایا تھا جس کی مثال نہیں اور اس عرض کا مقصد حضور سے مدد مانگنا ہے کہ حضور مجھ پر یہ بوجھ رکھ تو رہے ہیں میری مدد بھی فرمایئے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا خدایا ہم کو فرعون سے خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، جانے سے انکار نہیں بلکہ طلب مدد ہے۔ (۲) یعنی ہمارے فیض سے اللہ تعالٰی تمہارے دل کو غلط فہمی سے اور تمہاری زبان کو غلط فیصلہ سنانے سے محفوظ رکھے گا اسی کرم کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی جیسا قاضی و حاکم نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ کرم سے علم، حکمت، قضا سب کچھ یکدم مل جاتا ہے، اس مدرسہ میں ایک آن میں فارغ التحصیل کر دیا جاتا ہے۔ (۳) اول سے مراد مدعی ہے اور ثانی یعنی دوسرے سے مراد مدعٰی علیہ یعنی جب مدعی و مدعٰی علیہ دونوں تمہاری عدالت میں حاضر ہوں اور مدعی بیان دعوے کرے تو مدعٰی علیہ کا جواب دعویٰ سنے بغیر فیصلہ نہ کرو کہ دونوں کا بیان سنے بغیر حق و باطل ظاہر نہیں ہو سکتا۔ خیال رہے کہ اگر مدعٰی علیہ کچہری میں حاضر نہ ہو مگر شہر میں یا اور جگہ معلوم میں موجود ہو تو اس کو بذریعہ سمن حاضر کیا جائے اگر غائب ہو پتہ نہ ہو تو بوقت ضرورت غائب کے خلاف قضا جائز ہے جیسے غائب لاپتہ شخص کی بیوی خرچہ کا دعویٰ کرے تو حاکم خرچہ کا فیصلہ کر سکتا ہے اور خرچہ ناممکن ہونے کی صورت میں نکاح فسخ کر سکتا ہے، حضرت امام احمد بن حنبل کے ہاں، احناف کے ہاں بھی بعض فقہاء کے نزدیک قضاء علی الغائب ضرورۃً جائز ہے (شامی باب النفقہ)۔ (۴) فریقین کی حاضری

حَدِيْثُ اُمِّ سَلَمَةَ اِنَّمَا اَقْضِىْ بَيْنَكُمْ بِرَاْيِىْ فِىْ بَابِ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَلَكٌ اٰخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ فَاِنْ قَالَ اَلْقِهٖ اَلْقَاهُ فِىْ مَهْوَاةٍ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ **وَعَنْ عَائِشَةَ** عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

جناب ام سلمہ کی وہ حدیث انما اقضی برائی ان شاء اللہ فیصلوں اور گواہیوں کے باب میں ذکر کریں گے [۱] تیسری فصل ۔ روایت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی حاکم [۲] جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرے مگر قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ فرشتہ اس کی گدی پکڑے ہوگا پھر اس کا سر آسمان تک اٹھائے گا [۳] تو اگر رب فرمادے کہ اسے پھینک دے تو وہ اسے ہلاکت کی جگہ پھینک دے گا [۴] چالیس سال کی راہ [۵] (احمد، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان) ۔

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کا کلام سننا قضا یعنے فیصلہ میں ضروری ہے فتویٰ میں ضروری نہیں کہ فتویٰ صورت مسئولہ کا جواب ہوتا ہے کہ اس بیان کے مطابق شریعت کا حکم یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہندہ کا بیان سن کر ابو سفیان کے خلاف فتویٰ دے دیا، داؤد علیہ السلام نے صرف ایک کا بیان سن کر بغیر دوسرے کا بیان لیے فتویٰ دے دیا، دیکھو قرآن کریم سورۂ ص، یہ ہے فتویٰ ۔ [۵] یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اور اس فیضان کے بعد میں کبھی کسی فیصلہ میں رکا نہیں اور نہ میں نے غلط فیصلہ کیا، یہ تھا فیضان نبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علیٌّ اَقْضَانَا وَاُبَیٌّ اَقْرَؤُنَا ہم سب میں بہترین قاضی علی ہیں، اور بہترین قاری حضرت ابی ابن کعب ہیں (مرقات) ۔

[۱] یعنے وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی، میں نے مناسبت کے لحاظ سے بجائے یہاں کے وہاں بیان کی ہے ۔ [۲] حاکم سے مراد ظالم حاکم ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر حاکم مراد ہے خواہ عادل ہو یا ظالم ۔ [۳] اگر حاکم سے ظالم حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر حاکم کی طرف ہے یعنے اس کی گردن پکڑ کے اس کا سر اوپر کو اٹھائے گا جیسا کہ مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اگر ہر حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر فرشتہ کی طرف ہے۔ یعنے انتظار حکم میں فرشتہ اپنا سر اوپر کو اٹھائے گا کہ مجھے کیا حکم ملتا ہے ۔ [۴] مہواۃ بنا ہے ہواء سے بمعنے خلاء و فضا مہواۃ کے معنے ہوئے فضا و ہوائی جگہ یعنے محل ہلاکت، اس سے مراد جہنم کا گڑھا ہے جس کی گہرائی رب تعالٰی ہی جانتا ہے ۔ [۵] خریف سال کے خاص موسم کا نام ہے جو سردی و گرمی کے درمیان ہوتا ہے ربیع کا مقابل، اس سے مراد سال ہے، جز بول کر کل مراد ہے جیسے راس یعنے سر بول کر انسان مراد لیتے ہیں۔ خریف سال میں ایک ہی بار آتی ہے یعنے ایسے گہرے گڑھے میں پھینکتا ہے کہ وہ حاکم ظالم گرتے گرتے چالیس سال میں اس کی تہ تک پہنچتا ہے خدا کی پناہ، اور اگر حاکم عادل ہے تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اسے جنت میں پہنچا دے تو اسے اعلٰے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ گردن پکڑنا ظالم ہی کے لیے ہوگا، عادل حاکم تو نور کے منبر پر ہوں گے جیسا کہ پہلے گذر چکا ۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اِثْنَيْنِ فِي تَمْرَةٍ قَطُّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِي مَالَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ

سے راوی فرماتے ہیں کہ عادل قاضی پر قیامت کے دن وہ وقت آئے گا ؎۱ کہ وہ آرزو کرے گا کہ اس نے کبھی بھی دو شخصوں کے درمیان ایک چھوارے کے بارے میں فیصلہ نہ کیا ہوتا ؎۲ (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفا ؎۳ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے ؎۴ پھر جب وہ ظلم کرتا ہے تو اس سے الگ ہوجاتا ہے ؎۵

؎۱ یوم القیامۃ یا تو لَیَاْتِیَنَّ کا فاعل ہے اور یوم مرفوع اور یتمنی حال یعنے عادل حاکم پر قیامت کا دن اس حال میں آئے گا کہ وہ حاکم یہ آرزو کرے گا۔ یا لَیَاْتِیَنَّ کا فاعل پوشیدہ ہے وقت یا بلاءٌ و آفۃٌ اور یوم القیامۃ ظرف ہے منصوب اور یتمنی اس پوشیدہ فاعل کا حال، یعنے قیامت کے دن عادل حاکم پر ایسی ساعت یا ایسی آفت آجائے گی کہ وہ یہ آرزو کرے گا، مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوم القیامۃ سے پہلے ساعۃٌ ہے، یہ گھڑی قیامت کا اول وقت ہوگا جبکہ حضرات انبیاء کرام نفسی نفسی فرمائیں گے، جب حق تعالیٰ کے عدل کا ظہور ہوگا، پھر شفاعت کا دروازہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کھل جائے گا تب رب تعالیٰ کے فضل کے ظہور کا وقت ہوگا جب چھوٹے بچے فوت شدہ بھی ناز کرکے اپنے ماں باپ کی شفاعت کے لیے رب تعالیٰ سے جھگڑیں گے۔ عادل کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے کہ جب عادل اور منصف حاکموں کے خوف کا یہ حال ہوگا تو ظالم حکام کا کیا پوچھتے ہو، ان کا حال تو بیان میں آسکتا ہی نہیں۔ ؎۲ عادل حکام کی یہ آرزو اس الجھاوے اور درازی حساب کی وجہ سے ہوگی جو انہیں عدل و حکومت کے حساب دینے میں پیش آئے گی وہ دیکھیں گے کہ دوسرے لوگ معمولی حساب دے کر جنت کو چلے گئے ہم ابھی حساب میں ہی الجھے ہوئے ہیں، جیسے حدیث شریف میں ہے کہ میری امت کے اولیاء پر گذشتہ انبیاء کرام رشک کریں گے یعنے ان کی بے فکری آزادی دیکھ کر جیسے غریبوں کی آزادانہ زندگی دیکھ کر بادشاہ رشک کرے قرآن کریم نے فرمایا الاان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون یہاں انبیاء اللہ نہ ارشاد ہوا کیونکہ اس بے فکری قیامت کے دن رنج و فکر و خوف سے آزادی صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہوگی، رہے حضرات انبیاء کرام انہیں غم جہاں ہوگا یعنے ساری امت کی فکر، اور ہم جیسے گنہگاروں کو غم جان یعنے اپنی فکر۔ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی اُن عادل حکام کے لیے جن کا حساب ہو، جو بغیر حساب جنتی ہوں وہ اس حکم سے خارج، جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام یا حضرات خلفاء راشدین لہٰذا حدیث صاف ہے واضح ہے۔ ؎۳ آپ عبداللہ ابن انیس جہنی انصاری ہیں انہیں کی کنیت ابو اوفیٰ ہے باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں غزوہ اُحد، حدیبیہ اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں قیام رہا، حضرت انیس یعنے ابو اوفیٰ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں ہوئی (مرقات) مگر عبداللہ ابن ابی اوفیٰ کی وفات کوفہ میں ۸۶ھ میں ہوئی، حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ اُن صحابہ سے ہیں جن سے حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کی ملاقات ہے کیونکہ آپ کی وفات کے وقت امام اعظم کی عمر سات سال تھی اور کوفہ میں ان صحابی کا قیام تھا جو امام اعظم کا وطن ہے (اشعۃ اللمعات) ؎۴ یعنے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مدد کے ساتھ عادل حاکم کے ساتھ ہوتا ہے۔ ؎۵ یعنے جو ظلم کرتے ہیں اس کی رحمت و مدد اُس سے الگ ہوجاتی ہے ایک روایت میں ہے تبرأ اللہ منہ رب تعالےٰ اُس سے بیزار ہوجاتا ہے۔

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَتِهِ فَإِذَا جَارَ وَكَلَهُ إِلَى نَفْسِهِ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُودِيًّا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ فَرَأَى الْحَقَّ لِلْيَهُودِيِّ فَقَضَى لَهُ عُمَرُ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْيَهُودِيُّ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهُ عُمَرُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَاللّٰهِ إِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرٰةِ أَنَّهُ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِي بِالْحَقِّ إِلَّا كَانَ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكٌ وَعَنْ شِمَالِهِ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهِ وَيُوَفِّقَانِهِ لِلْحَقِّ مَا دَامَ مَعَ الْحَقِّ فَإِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَتَرَكَاهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ عُثْمَانَ

اور اُسے شیطان چپٹ جاتا ہے ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو رب اس کو نفس کے سپرد کردیتا ہے ۲؎ روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی حضرت عمر کی طرف مقدمہ لے گئے ۳؎ تو آپ نے حق یہودی کا دیکھا تو اس کے حق میں فیصلہ فرمادیا ۴؎ اس پر آپ سے یہودی بولا اللہ کی قسم یقینًا آپ نے حق فیصلہ فرمایا ۵؎ اسے حضرت عمر نے درہ سے مارا ۶؎ اور فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا تو یہودی نے عرض کیا اللہ کی قسم ہم توریت میں پاتے ہیں کہ ایسا کوئی قاضی نہیں جو حق سے فیصلہ کرے مگر ایک فرشتہ اس کے داہنے ہوتا ہے اور ایک فرشتہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے یہ دونوں اسے ٹھیک رکھتے ہیں اور اسے حق کی توفیق دیتے ہیں ۷؎ جب تک وہ حق ساتھ رہے پھر جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ دونوں چڑھ جاتے ہیں اور اسے چھوڑ جاتے ہیں ۸؎ (مالک) روایت ہے حضرت ابن موہب سے ۹؎ کہ حضرت عثمان

۱؎ شیطان سے مراد خاص شیطان ہے جو ظلم کرایا کرتا ہے ورنہ قرین شیطان تو ہمیشہ اس انسان کے ساتھ رہتا ہے جس کے ساتھ پیدا ہوا ہے یعنے پھر خاص ظلم و فساد کرانے والا شیطان اس ظالم حاکم کا ساتھی بن جاتا ہے پھر اس ظالم کی ڈور اس شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے سمجھو اب پھر یہ ظالم کیا کچھ حرکتیں نہ کرے گا۔ ۲؎ یعنے پھر ظالم حاکم اپنے نفس امارہ کے سپرد کردیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ہمارا نفس امارہ شیطان سے زیادہ خطرناک ہے کہ نفس بادشاہ ہے اور شیطان اس کا وزیر و مشیر و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۳؎ یہ مقدمہ حضرت سعید ابن مسیب نے خود دیکھا کیونکہ آپ تابعین سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ نے پایا ہے۔ ۴؎ یہ ہے عدل فاروقی کہ عدالت میں اپنے پرائے کا لحاظ نہیں، اس کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے۔ خلافت حیدری کے دور میں ایکبار قاضی شریح کی عدالت سے حضرت علی کے مقابل ایک یہودی کو مقدمہ میں ڈگری مل گئی، حالانکہ قاضی شریح حضرت علی کے ملازم تھے، اس پر یہودی مسلمان ہوگیا اور جنگ صفین میں حضرت علی کی فوج میں وفات پاگیا (نور الانوار)۔ ۵؎ یعنے فیصلہ حق و انصاف سے کیا یا حق تعالٰی کی مدد سے آپ نے ایسا عدل والا فیصلہ کیا، ایسا فیصلہ کوئی شخص اپنی طاقت سے نہیں کرسکتا، دوسرے معنے زیادہ موزوں ہیں۔ ۶؎ درہ مارنے سے مراد اُسے درہ سے چھونا ہے کبھی کسی سے بات کرتے وقت اُسے ہاتھ یا چھڑی سے چھوتے جاتے ہیں ایذا رسانی مار مراد نہیں (اشعہ)۔ ۷؎ اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ امیر المؤمنین آپ نے یہ فیصلہ ان دو فرشتوں کی مدد سے کیا ہے جو آپ کے داہنے بائیں مدد کیلئے ہیں، اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو آپ مسلمان کے حق میں اور میرے خلاف فیصلہ کرتے کیونکہ مسلمان آپ کا اپنا تھا اور میں غیر تھا۔ آپ حاکم حق ہیں لہذا جواب سوال کے بالکل مطابق ہے (مرقات) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقرر شدہ فرشتے مدد کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ یہ دونوں فرشتے حاکم کو توفیق خیر دیتے ہیں، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ہماری مدد کرتے ہیں ہم کو توفیق خیر دیتے ہیں۔ ۸؎ اور اس ظالم کو اُس کے نفس اور شیطان کے سپرد کر جاتے ہیں، معلوم ہوا اللہ کے

ابْنِ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ اَوَ تُعَافِيْنِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ وَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ قَالَ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ اَنْ يَّنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا

ابن عفان نے جناب ابن عمر سے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرو[۱] آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے معاف رکھیں گے[۲] فرمایا تم اس سے نفرت کیوں کرتے ہو حالانکہ تمہارے والد فیصلے فرمایا کرتے تھے[۳] عرض کیا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو قاضی ہو پھر انصاف سے فیصلے کرے تو اس لائق ہے کہ اس سے برابر برابر[۴] لوٹے اس کے بعد حضرت

مقبولوں کا کسی کو چھوڑ دینا خدا کا عذاب ہے اگر ڈول کو کنویں میں رسی چھوڑ دے تو ڈول بجائے پانی لانے کے خود کیچڑ میں پھنس جاتا ہے اللہ تعالٰی ہمیشہ اپنے مقبولوں کے سایہ میں رکھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہماری بدکاریاں سیاہ کاریاں اللہ کے بندوں کی مدد جاتے رہنے کا سبب ہیں ورنہ وہ حضرات بلاوجہ کسی کو نہیں چھوڑ دیتے وہ تو آخر تک نباہ کرتے ہیں ؎

نج پال پریت کو توڑت ناہیں ٭ جو ہاتھ پکڑیں تو چھوڑت ناہیں ٭ گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں

ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے ؎

اچھوں کا زمانہ ساتھی ہے میں بد ہوں مجھ کو بنا ہو تم ٭ کھلا کے سہارا جاؤں کہاں بیکس کی کہاں شنوائی ہے

۹ آپ کا نام عبداللہ ابن موہب ہے تابعی ہیں حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں اُن کی طرف سے فلسطین کے حاکم تھے تقوٰی و طہارت میں مشہور تھے (اشعہ)

[۱] یعنی حکومت عثمانیہ کی طرف سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرلو۔ [۲] یہ سوال طلب مہربانی کے لیے ہے یعنی کیا میں آپ کے لطف و کرم سے یہ امید کروں کہ آپ مجھے اس عہدے سے معاف رکھیں، اللہ اکبر آج ہم عہدے ڈھونڈھتے ہیں اور ان حضرات کو عہدے ڈھونڈھتے تھے۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

[۳] یعنی آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ رسالت اور زمانہ صدیقی میں بھی لوگوں میں فیصلے فرمایا کرتے تھے خلیفہ ہونے کے بعد تو کرتے ہی ہیں پھر تم قضا سے کیوں متنفر ہو۔ [۴] حری بروزن فعیل صفت مشبہ ہے حریٰ بمعنے لائق ہونے کا ب زائدہ ہے اور بالحری مبتدا ہے اور اَنْ یَّنْقَلِبَ اس کی خبر بعض نسخوں میں حریٰ ح کے فتحہ الف مقصورہ سے ہے مصدر تب یہ خبر مقدم ہے اور بعد کی عبارت مبتدا مؤخر دونوں ترکیبوں کے معنے ایک ہی ہیں (لمعات)

کفافا ک کے فتحہ سے، کف کا مصدر کفاف کے لغوی معنے ہیں برابر کرنا بچے نہ بڑھے جیسے کہتے ہیں لا لی و لا علی یہ ینقلب کے فاعل سے حال ہے، ہوسکتا ہے کہ بمعنے مکفوف ہو یعنی اس کی شر سے بچا یا ہُوا یعنی عادل و منصف قاضی کے لیے یہ ہی غنیمت ہے کہ کل قیامت میں اس کا چھٹکارا ہوجائے کہ نہ پکڑ ہو نہ ثواب ملے، جب عادل قاضی کا یہ حال ہے کہ تو جو قاضی ایسا ہو کہ قاضی بہ رشوت راضی اس کا کیا حال ہوگا: خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی میں وہ قاضی مراد ہیں جو اپنی کوشش سے قضا حاصل کریں لہذا یہ حدیث گزشتہ اُن احادیث کے خلاف نہیں جن میں عادل قاضی کے فضائل بیان ہوئے کہ اس کی اجتہادی غلطی پر اُسے ایک ثواب ہے اور درستی پر دوسرا ثواب، یہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی انتہائی احتیاط ہے کہ حضرت عثمان غنی کی پیش کردہ قضا کو بھی قبول نہیں فرماتے اور اس فرمان عالی کو اپنے جیسے بے نفس متقی مستی پر چسپاں فرماتے ہیں فتوٰی

فَمَا رَاجَعَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ عَنْ نَافِعِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمٰنَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِيْ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ لَوْ اَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سَاَلَ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنِّيْ لَا اَجِدُ مَنْ اَسْاَلُهٗ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تَجْعَلَنِيْ قَاضِيًا فَاَعْفَاهُ وَقَالَ لَا تُخْبِرْ اَحَدًا

عثمان نے دوبارہ نہ فرمایا ۱ (ترمذی) اور رزین کی روایت حضرت نافع سے اُن کی روایت ابن عمر سے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا اے امیر المومنین میں تو دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہیں کروں گا ۲ فرمایا تمہارے والد تو فیصلہ کرتے تھے تو عرض کیا کہ میرے والد پر کوئی مشکل بنتی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے ۳ اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز مشکل ہوتی تو وہ جبریل علیہ السلام سے پوچھ لیتے تھے ۴ اور میں اُسے نہیں پاتا جس سے پوچھوں ۵ اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو اللہ کی پناہ مانگے تو اس نے بڑے کی پناہ مانگی اور میں نے حضور کو فرماتے سُنا کہ جو اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے پناہ دے دو اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ مجھے قاضی بنائیں ۶ چنانچہ آپ نے انہیں معاف کردیا اور فرمایا کسی کو خبر نہ دینا ۷

اور ہوتا ہے تقویٰ کچھ اور ۔ ۱ یعنے حضرت عثمان غنی نے پھر جناب عبداللہ پر قبول قضا کے لیے زور نہ دیا: خیال رہے کہ قضا کی طلب اس کے لیے گناہ تھی اور انصاف کرتا تو ثواب تو مطلب یہ ہوا کہ ایسا طالب جاہ قاضی اگر عدل و انصاف کرے اور یہ عدل و انصاف اس کے طلب قضا کے گناہ کا کفارہ ہی بن جائے تب بھی غنیمت ہے لہذا حدیث واضح ہے ۔ ۲ یعنے قاضی حاکم بننا تو بہت دور ہے میں تو پنچ بننے پر بھی تیار نہیں، آپ کا یہ فرمان حضرت عثمان غنی کے اُس فرمان کے جواب میں ہے جو ابھی گزرا ۔ ۳ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عمر زمانہ نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قاضی یا پنچ مقرر ہوتے تھے یہاں وہ قضا مراد ہے ۔ ۴ اس طرح کہ آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرماتے اور حضرت جبریل رب تعالٰی سے پوچھ کر بتاتے تھے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل کا علم زیادہ تھا تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا علم زیادہ تھا رب تعالٰی فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا اور جناب آدم کا علم حضور کے علم کی نسبت سے ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں ۔ اور یہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی رائے عالی ہے ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی فرماتے تھے حضرت معاذ کو بھی اجتہاد کی اجازت تھی، آپ نے اپنے کو اجتہاد کے لائق نہ سمجھا یہ انکسار تھا، بہرحال حدیث واضح ہے ۔ ۵ اور خود اجتہاد کرنے کی ہمت نہیں کرتا ہوں ۔ ۶ یعنے اللہ کی پناہ لیتا ہوں قضا کے عہدے سے اللہ اکبر یہ ہے انتہائی احتیاط اور یہ حدیث قضا کی بُرائی میں انتہائی وعید ہے یہاں مرقات نے ابن عساکر سے بروایت حضرت ابی ہریرہ ایک عجیب حدیث مرفوع نقل فرمائی، کہ سنگ اسود نے ایک بار بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ میں نے عرصہ دراز تک تیری عبادت کی اور تُو نے مجھے گندگی میں ڈلوادیا قوم عمالقہ نے سنگ اسود کو کئی سو سال گندگی میں ڈالے رکھا تھا رب تعالٰے نے فرمایا شکر کر میں نے تجھے کسی قاضی کی مجلس میں نہ رکھا کذا فی جامع صغیر السیوطی (مرقات) ۔ ۷ ورنہ یہ باتیں سُن کر کوئی قضا قبول نہ کرے گا اور محکمہ عدالت معطل ہوکر رہ۔

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَايَاهُمْ ﴿ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِیْکُمْ وَلَا اَمْنَعُکُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا یَتَخَوَّضُوْنَ

باب والیوں کی روزی اور ان کے تحفے ؂۱ ﴿پہلی فصل﴾ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہ تم کو دیتا ہوں اور نہ تم کو منع کرتا ہوں ؂۲ میں تو تقسیم کرتا ہوں ؂۳ وہاں رکھتا ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہوں ؂۴ (بخاری) ؂۵

روایت ہے حضرت خولہ انصاریہ سے ؂۶ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض لوگ

خیال رہے کہ قاضی اسلام بننا فرض کفایہ ہے، اور اگر کسی وقت لوگ نااہل ہوجائیں تو اہل کو قاضی بننا فرض عین ہوجاتا ہے، اس زمانہ پاک میں عام مجتہد صحابہ موجود تھے، اس لیے حضرت ابن عمر نے یہ عہدہ قبول نہ فرمایا، دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ملاحظہ فرمایا کہ اس زمانہ کوئی خزائن سنبھالنے کا اہل نہیں تو خود بادشاہ سے فرمایا اجعلنی علی خزائن الارض مجھے خزانوں کا منتظم بنادے، اس وقت آپ پر یہ عہدہ سنبھالنا فرض عین ہوگیا تھا لہذا یہ حدیث اس آیت قرآنی کے خلاف نہیں۔ ؂۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ اضافت مصدر کے مفعول کی طرف ہے یعنی حکام کو جو روزیاں تنخواہ وغیرہ بیت المال سے دی جائے اور جو ہدیہ وتحفہ کسی اور کی طرف سے دیا جائے اس کا بیان، رزق ماہوار تنخواہ کو کہا جاتا ہے اور عطا اس سالانہ روزی کو کہتے ہیں جو فوجیوں کو بیت المال سے دی جاتی ہے (مرقات)۔ ؂۲ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو غنیمت سے کچھ مال بطور انعام تقسیم فرماتے تھے اس میں مساوات و برابری نہ کرتے تھے بلکہ کسی کو کم کسی کو زیادہ حسب خدمت عطا فرماتے تھے شاید کسی کو شکایت ہوتی کہ ہم کو کم ملا اس لیے حضور نے یہ ارشاد فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ اس فرمان میں ما سے مراد مال، ایمان، علم عرفان وغیرہ سب ہی ہوں۔ ؂۳ یعنی اللہ کی تمام نعمتوں کا بانٹنے والا میں ہوں اللہ تعالٰی کی عطا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تقسیم بغیر قید کے ہے، ہر نعمت رب تعالٰی دینے والا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم بانٹنے والے ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ انہیں اللہ رسول نے اپنے فضل سے غنی فرمادیا، اللہ نے دے کر حضور نے پہنچا کر غنی کردیا۔ ؂۴ یعنی ہمارا دینا یا نہ دینا نیز کم و بیش دینا اپنے نفس کے عمل سے نہیں، نفسانی نہیں بلکہ رحمانی ہے جیسے ہمارا ہر کلام وحی الٰہی سے ہے ایسے ہی ہمارے کام وحی الٰہی سے ہیں، معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دروازہ، دروازہ الٰہی ہے ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر ٭ جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی نعمتوں کے با اختیار قاسم ہیں بے اختیار قاسم نہیں، ڈاکیہ بے اختیار قاسم ہے اور وزیراعظم با اختیار قاسم اور با اختیار قاسم سے مانگنا جائز ہے، اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان سے فرمایا فامنن او امسک بغیر حساب اور حضرت ذوالقرنین سے فرمایا اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا نیز جناب سلیمان کے متعلق فرمایا وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ اور ہمارے حضور سے فرمایا فاذن لمن شئت منھم معلوم ہوا کہ رب نے حضرت سلیمان کو دینے نہ دینے کا ذوالقرنین کو سزا اور انعام دینے کا اختیار دیا حضرت سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی، ہمارے حضور کو اجازت دینے نہ دینے کا اختیار دیا ہے لہذا اللہ کی ہر نعمت حضور سے مانگنی جائز ہے کہ حضور باذن الٰہی مختار قاسم ہیں۔ ؂۵

فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ‹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ‹ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنٰهُ

۔ اللہ کے مال میں ناحق گھس جاتے ہیں[1] اُن کے لیے قیامت کے دن آگ ہے[2] (بخاری) ‹ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کے خرچ سے ناکافی نہ تھا[3] اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کردیا گیا ہوں تو ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور اس میں مسلمانوں کی خدمت کرے گی[4] (بخاری)[5] دوسری فصل ‹ روایت ہے حضرت بریدہ[6] سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جسے ہم کسی کام پر لگا دیں

حاکم نے بروایت حضرت ابوہریرہ روایت کی انما ابو القاسم اللّٰہ یعطی وانا اقسم ہم ابو القاسم ہیں اللہ دیتا ہے ہم تقسیم فرماتے ہیں (مرقات) ‹ [6] خولہ دو ہیں ایک خولہ بنت ثامر دوسری خولہ بنت ثعلبہ حضرت اوس ابن صامت کی بیوی، یہاں پہلی خولہ مراد ہیں خولہ بنت ثامر، مرقات کی یہی تحقیق ہے مگر اشعۃ اللمعات نے دوسری خولہ مراد لیں واللہ اعلم ‹

[1] خوض کے لغوی معنے ہیں پانی میں گھس جانا اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہوجانے کو خوض کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے فذرھم فی خوضھم یلعبون، باب تفعیل میں آکر مبالغہ پیدا ہوگیا، اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ، حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنے بیت المال میں اُن کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں ‹ [2] ناحق مال کھانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے ‹ [3] حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بننے سے پہلے بڑے کامیاب تاجر تھے آپ کو معظم میں غنی ترین لوگوں میں سے تھے رب تعالٰی اُن کے متعلق فرماتا ہے ولایاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ معلوم ہوا کہ آپ بزرگی والے بھی ہیں وسعتِ مال والے بھی اور وسعتِ دل والے بھی: خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کپڑے کے تاجر تھے جناب عمر غلے کے تاجر حضرت عثمان گندم اور کھجوروں کے تاجر اور حضرت عباس عطر کے تاجر تھے، بہترین تجارت کپڑے کی ہے پھر عطر کی حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم اہل جنت کا پیشہ کرنا چاہتے ہو تو کپڑے کی تجارت کرو (مرقات و لمعات و اشعہ) ‹ [4] یعنے اب میں بار خلافت اٹھا لینے کی وجہ سے تجارتی کاروبار نہیں کرسکتا چونکہ میں نے مسلمانوں کی خدمت ملکی انتظامات اور جہاد وغیرہ کی تیاریوں کے لیے اپنے کو وقف کردیا ہے اس لیے اب میں اور میرے عیال بیت المال سے خرچ کریں گے میری تنخواہ بیت المال سے ہوگی اتنی جتنی میرے گھر والوں کو کافی ہو، اس حدیث کی بنا پر علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ امام، موذن، دینی مدرس، مفتی، قاضی کی تنخواہیں اوقاف سے ادا ہوسکتی ہیں اور ان لوگوں کو ان خدمات کی تنخواہ لینا درست ہے کہ اگر یہ لوگ طلب معاش میں پھنس گئے تو دین ختم ہوجائے گا، سواء حضرت عثمان کے تمام خلفاء راشدین نے تنخواہیں لی ہیں بلکہ غریب طلباء دین اور غریب مدرسین کو زکوۃ دینے کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے فرماتا ہے احصروا فی سبیل اللّٰہ لایستطیعون [5] یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب صدیق اکبر نے اپنی تنخواہ حسب ذیل مقرر فرمائی جو آپ بیت المال سے لیتے تھے۔ مسلمانوں اسی ‹ ور عوز گرد، دو مدغلہ، تھوڑا تیل، کچھ سالن، گرمیوں میں ایک چادر اور ایک تہبند، سردیوں میں ایک پشمینہ کی پوستین، گویا اس زمانہ کے لحاظ

عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنَاہُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ غُلُوْلٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ؛ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ
عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ؛ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِیْ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِیْ اَثَرِیْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ
اَتَدْرِیْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَیْکَ لَا تُصِیْبَنَّ شَیْئًا بِغَیْرِ اِذْنِیْ فَاِنَّہٗ غُلُوْلٌ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ
بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِھٰذَا دَعَوْتُکَ فَامْضِ لِعَمَلِکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ؛ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ
ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْیَکْتَسِبْ
زَوْجَۃً فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ خَادِمٌ فَلْیَکْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ مَسْکَنٌ فَلْیَکْتَسِبْ مَسْکَنًا

پھر ہم اسے معاوضہ دے دیں تو اس کے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہے[۱] (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کام کیا تو حضور نے مجھے اجرت دی[۲] (ابوداؤد)؛ روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا جب میں چل دیا تو میرے پیچھے بلانے والے کو بھیجا تو میں لوٹایا گیا[۳] فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا کوئی چیز میری اجازت کے بغیر نہ لینا کہ وہ خیانت ہے[۴] جو خیانت کرے گا تو قیامت کے دن خیانت کا مال لائے گا تمہیں اس لیے بلایا تھا اب اپنے کام پر جاؤ[۵] (ترمذی)؛ روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ہمارا عامل بنے چاہیے کہ بیوی کرے پھر اگر اس کے خادم نہ ہو تو چاہیے کہ خادم رکھ لے اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان بنالے[۶]

سے چھ سات روپیہ ماہوار کا سامان کیوں نہ ہوتا کہ اس سلطان کونین سید الزاہدین صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں جن کی شان یہ ہے ؎

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش ÷ تاجِ کسرٰے زیرِ پائے امتش

اس فقیر نے حضرت عمر و صدیق اکبر کے مکانات دیکھے تھے جواب گرادیئے گئے وہ ایسے مکانات تھے کہ آج غریب سے غریب آدمی کا مکان بھی ان سے بڑا ہوگا۔

[۶] آپ بریدہ ابن خصیب اسلمی ہیں بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں حاضر نہ ہوئے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ میں قیام رہا، پھر بصرہ میں پھر خراسان میں غازی ہو کر رہے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔

[۱] یعنی اپنی تنخواہ کے علاوہ جو کچھ چھپا کرے گا وہ چوری و خیانت ہوگا۔ [۲] معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام و ملازمین کو تنخواہیں دیتے تھے، اس سے وہ ہی فائدہ حاصل ہوا جو ابھی عرض کیا گیا کہ دینی خدمات پر معاوضہ لینا دینا درست ہے بشرطیکہ وہ کام ضروری ہو۔ [۳] وہ فرمان حال سنانے کے لیے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

[۴] اگرچہ یہ فرمان عالی پہلے بھی سنایا جاسکتا تھا مگر دوبارہ واپس لوٹانے اور پھر یہ سوال فرمانے میں کہ بتاؤ ہم نے تم کو کیوں لوٹایا، اہتمام مقصود ہے جو بات اس قدر اہمیت سے سنائی جائے وہ خوب یاد رہتی ہے۔ [۵] اس سے معلوم ہوا کہ حکام اور والیوں کو سلطان اسلام کی طرف سے تقویٰ و طہارت کی نصیحت کرنا سنت ہے۔ [۶] شارحین نے اس حدیث کے معنے یہ کیے ہیں عامل یا حاکم بیت المال سے روپیہ لے کر نکاح بھی کرسکتا ہے غلام بھی خرید سکتا ہے یا نوکر بھی رکھ سکتا ہے اپنے لیے گھر بھی بنا سکتا ہے، مگر یہ حکم اس زمانہ کا ہے

وَفِي رِوَايَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا
مِنْهُ مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غَالٌّ يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللهِ اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَاَنَا
اَقُوْلُ ذٰلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَاْتِ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَهٗ
وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَهٗ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس کے علاوہ لے گا وہ خائن ہوگا ۱ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ ۲ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو کوئی ہمارے کام پر عامل بنایا گیا ۳ پھر اس سے اس میں سے سوئی اور اس کے اوپر کوئی چیز ہم سے چھپائی تو
وہ خائن ہے قیامت کے دن وہ لائے گا ۴ تو ایک انصاری صاحب کھڑے ہو کر بولے یارسول اللہ مجھ سے اپنا عمل (نوکری) لے لیجئے ۵ فرمایا
یہ کیا عرض کیا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا فرمایا یہ تو میں کہتا ہوں کہ ہم جسے کسی کام پر عامل بنائیں تو وہ تھوڑا اور بہت حاضر کردے ۶ پھر اس میں جو اسے
دیا جائے وہ لے لے ۷ اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے (مسلم، ابوداؤد) اور لفظ ابوداؤد کے ہیں ؛ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں

جبکہ عامل کی ماہوار یا سالانہ تنخواہ مقرر نہ ہو اور بیت المال میں ان خرچوں کے نکالنے کی گنجائش ہو، حکام کی تبدیلی نہ ہوتی ہو، ایک حاکم ایک جگہ مستقل رہتا ہو،
وہ عامل صحابہ کرام کی طرح دیانتدار ہو کہ صرف بقدر ضرورت ہی خرچ کرے زیادہ ایک پیسہ بھی نہ لے، لیکن اگر حاکم کو آج کل کی طرح باقاعدہ تنخواہ ملتی ہو تو
ان میں سے کوئی خرچ بیت المال سے نہ لے، اب حکومتیں بعض حکام کو کوٹھی، ملازم کی تنخواہ بلکہ سرکاری دورہ کے مصارف بھی دیتی ہیں نیز اگر حاکم کا تبادلہ
ہوتا رہتا ہے تو وہ ہر جگہ بیت المال (خزانہ) سے اپنی کوٹھیاں نہ بنوائے لہذا ان حالات میں اب ان چیزوں کی اجازت نہ ہوگی ؛ ۱ یعنی ایسا
حاکم اگر خزانہ کے خرچ پر ایک سے زیادہ نکاح کرے یا ایک سے زیادہ خادم ونوکر رکھے یا قدر ضرورت سے زیادہ مکان بنوائے تو خائن ہے، نیز
غیر ضروری خرچ کے لیے خزانہ سے کچھ نہ لے ؛ ۲ آپ صحابی ہیں کندی حضرمی ہیں کوفہ میں رہے پھر وہاں سے جزیرہ کی طرف منتقل ہوگئے وہاں
ہی وفات ہوئی ؛ ۳ صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا گیا یا کہیں کا حاکم مقرر ہوا ؛ ۴ اس طرح کہ خیانت کا مال اس کے سر پر ہوگا اور قیامت کے دن
رسوا ہوگا جیسے زکوۃ نہ دینے والے کا مال خود مالک پر سوار ہوگا جس سے اُسے تکلیف بھی ہوگی، اور رسوائی بھی، یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رب
تعالٰی قیامت میں اس اُمت کے چھپے ہوئے گناہ چھپائے گا، علانیہ گناہ اور بعض دوسرے گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ظاہر فرمادے گا
لہذا یہ حدیث اُن پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں ؛ ۵ ان انصاری کا نام معلوم نہ ہوسکا، یہ کسی جگہ عامل مقرر ہوکر جارہے تھے یہ وعید سن کر
اپنے میں اتنی احتیاط کی قوت نہ دیکھی اس نے استعفٰی پیش کیا ؛ ۶ اس کلام کی تکرار مبالغہ اور تاکید کے لیے ہے کہ تم خواہ عمل قبول کرو یا نہ کرو حکم
تو یہ ہی رہے گا ؛ ۷ یہ اس صورت میں ہے کہ تنخواہ مقرر نہ ہو سلطان خود اس کے عمل اور اجرت کا اندازہ لگا کر دے، منع کیے جانے سے مراد نہ دینا ہے

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ ثَوْبَانَ وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اجْمَعْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ قَالَ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ يَا عَمْرُو اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِاَبْعَثَكَ فِيْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَيُغَنِّمُكَ وَاَرْغَبُ لَكَ رَغْبَةً مِّنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِيْ لِلْمَالِ

کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر۱ (ابوداؤد، ابن ماجہ) اسے ترمذی نے ان ہی سے اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور اسے احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبان سے روایت کیا اور یہ زیادہ کیا کہ رائش سے مراد ہے جو ان دونوں کے درمیان کوشش کرے۲ روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ اپنے ہتھیار اور اپنے کپڑے پہن لو۳ پھر میرے پاس آؤ۴ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس حاضر ہوا حالانکہ آپ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے عمرو میں نے تمہیں اس لیے پیغام بھیجا تاکہ تمہیں ایک کام میں بھیجوں۵ تمہیں خدا تعالٰی سلامت لوٹائے گا اور غنیمت دے گا۶ اور ہم تم کو کچھ مال بھی عطا فرمائیں گے۷ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری ہجرت مال کے لیے نہ تھی۸

۱ راشی رشوت دینے والا اور مرتشی رشوت قبول کرنے والا، رشوۃ بنا ہے رشا سے بمعنی رسی سے، سی کنویں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہوتی ہے ایسے ہی رشوت کا مال ناجائز فیصلہ کرانے اور اپنا کام نکالنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اسے رشوت کہتے ہیں، رشوت کی بہت صورتیں ہیں، حکام کی خصوصی دعوتیں، حکام کو ڈالیاں دینا، انہیں نقد روپیہ یا زیور وغیرہ کے بہانے سے کچھ دینا، یہ سب رشوتیں ہیں۔ خیال رہے کہ حق فیصلہ پر بھی فریقین میں سے کسی فریق سے کچھ لینا بھی رشوت ہے کہ حاکم پر حق فیصلہ کرنا شرعًا واجب تھا۔ پھر رشوت لے کر ناحق فیصلہ کرنا تو خدا کے قہر کا موجب ہے، ہاں ظلم سے بچنے کیلئے یا حق فیصلہ کرانے کے لیے رشوت دینا جائز ہے: حضرت ابن مسعود نے زمین حبشہ کے جھگڑے میں وہاں کے حاکم کو دو دینار دے کر اپنے کو ظلم سے بچایا (مرقات)۔ ۲ اگر یہ کلام راشی کی تفسیر و شرح ہے تو مطلب یہ ہے کہ یہاں راشی کے معنی رشوت دلوانے والا ہے جیسے حاکم کا ایجنٹ و دلال جو مقدمہ والوں سے خفیہ طور پر حاکم کو رشوت دلواتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ یہ راشی کی تفسیر نہ ہو بلکہ توضیح ہو یعنی راشی میں وہ دلال بھی داخل ہے جو فریقین اور حکام کے درمیان دلالی کر کے رشوت دلاتا ہے، بینہما میں ھما ضمیر راشی اور مرتشی کی طرف راجع ہے: خیال رہے کہ حرام کام کی دلالی اس کی کوشش بھی حرام ہے۔ ۳ یعنی سفر کی تیاری کرلو کیونکہ اس زمانہ میں بغیر ہتھیار سفر ناممکن تھا، راستے پُرامن نہ تھے یہ سفر جہاد کا نہ تھا ورنہ لشکر آراستہ فرمایا جاتا، نوعیت سفر کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۴ گھر والوں سے وداع ہو کر کیونکہ ہم تم کو یہاں سے سفر پر بھیج دیا جائیگا ۵ اس جگہ وجہ کے معنی اشعۃ اللمعات نے سمت و طرف کیے ہیں اور مرقات نے عمل و کام، ہمارا ترجمہ مرقات کے ماتحت ہے یعنی ہم تم کو کسی جگہ کچھ کام کے لیے بھیجتے ہیں عامل زکوٰۃ بناکر یا حاکم بناکر۔ ۶ یہاں غنیمت سے مراد شرعی غنیمت نہیں جو جہاد میں کفار سے حاصل کی جاتی ہے بلکہ اللہ کی رحمت مراد ہے جو بغیر محنت و مشقت مل جائے ثواب، عزت، رحمت۔ ۷ یعنی ثواب عزت کے علاوہ ہم تم کو اجرت و معاوضہ بھی عطا فرمائیں گے یہ حدیث

وَمَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِّنْ

وہ تو صرف اللہ رسول کے لیے تھی ۱؎ فرمایا نیک آدمی کے لیے اچھا مال بہت ہی اچھا ہے ۲؎ اسے شرح سنہ میں روایت کیا اور احمد نے اسی کی مثل روایت کی اور ان کی روایت میں یوں ہے کہ اچھا مال نیک آدمی کے لیے اچھا ہے ۳؎ تیسری فصل: روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص کی کچھ سفارش کردے ۴؎ پھر اسے اس سفارش پر کچھ ہدیہ دیا جائے ۵؎ وہ اسے قبول کرے تو وہ سُود کے دروازوں میں سے بڑے

حکام کی تنخواہ کی اصل ہے، مقررًا اس لیے نہ فرمائی کہ حضور مالک ہیں، غلاموں کو جو چاہیں عطا فرمادیں، یہ محض تنخواہ نہ تھی بلکہ عطیہ شاہانہ بھی تھا اور اب تنخواہ کا مقرر کرنا ضروری ہے کہ اجارہ میں کام و مال دونوں مقرر ہونے چاہئیں لہذا احادیث واضح ہے اس پر اعتراض نہیں۔ ۵؎ یعنی میں بغیر معاوضہ یہ خدمت انجام دوں گا کیونکہ میرا اسلام لانا ہجرت کرنا، عہدہ حاصل کرنے بڑی تنخواہ لینے کے لیے نہ تھا، سبحان اللہ یہ تھا اخلاص خیال رہے کہ حضرت عمرو ابن عاص ۸ھ میں حبشہ سے مدینہ منورہ حضرت خالد ابن ولید کے ساتھ حاضر ہوئے تھے بیعت کرنے بارگاہ اقدس میں بیٹھے حضور انور نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ پکڑو اور بیعت کرو تو حضرت عمرو نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا حضور انور نے فرمایا یہ کیا، عرض کیا کہ اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ میرے پچھلے گناہ سارے معاف ہوجائیں، اے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے سارے گناہ مٹادیتا ہے، اسی طرح ہجرت سارے پچھلے گناہ معاف کرادیتی ہے یعنے تم تو اسلام اور ہجرت دونوں سے مشرف ہورہے ہو، حضور فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگ تو اسلام لائے مگر عمرو ایمان لائے دوسری روایت میں ہے کہ عمرو صالحین قریش میں سے ہیں، سنہ کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ ۸ھ میں ہوا یا ۵ھ میں (اشعہ)

۱؎ یعنے اللہ رسول کو راضی کرنے کے لیے، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور کا نام رب تعالٰی کے نام کے ساتھ ملانا شرک نہیں ایمان ہے دوسرے یہ کہ عبادت میں رب تعالٰی کی رضا کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کی نیت کرنا شرک یا ریا نہیں بلکہ اس سے عبادت کی تکمیل ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ تیسرے یہ کہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونا رب تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہوجانا ہے کہ مدینہ منورہ کے مہاجر آتے تھے حضور کے پاس اور عرض کرتے تھے للہ ورسولہ قرآن کریم فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ مہاجرًا الی اللہ ورسولہ۔ سبحان اللہ کیسا پیارا کلام عرض کیا۔ ۲؎ یعنے اس مال کے قبول سے تمہارے ثواب میں کمی نہ ہوگی، یہ تو رب تعالٰی کی نعمت ہے۔ خیال رہے کہ مرد صالح وہ ہے جو نیکی پہچانے اور کرے اور مال صالح وہ ہے جو اچھے راستہ آئے اور اچھی راہ جائے یعنے حلال کمائی بھلائی میں خرچ ہو، اللہ تعالٰی نصیب فرمائے۔ ۳؎ مطلب وہ ہی ہے صرف ترتیب بیان میں فرق ہے: خیال رہے کہ خراب پٹرول مشین خراب کردیتا ہے اسی طرح خراب غذا انسان کے دل و دماغ، خیال، نیت سب کو خراب کردیتی ہے۔ ۴؎ سلطان یا حاکم کے پاس مگر سفارش حق کے لیے ہو ظلم کے لیے نہ ہو۔ ۵؎ یعنے مقدمہ والا یا حاجتمند اسے اس سفارش کی بنا پر کوئی چھوٹی یا بڑی چیز بطور ہدیہ دے اور یہ اسے قبول کرے، سفارش کی بنا کی قید یاد رکھنا چاہیے۔

اَبْوَابَ الرِّبَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔ بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوٰهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ شَرْحِهِ لِلنَّوَوِيِّ اَنَّهُ قَالَ وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْ صَحِيْحٍ زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

دروازہ پر آگیا[۱] (ابوداؤد)۔ فیصلوں اور گواہیوں کا بیان[۲]۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے[۳] تو لوگ انسانوں کے خونوں ان کے مالوں کا دعویٰ کردیں[۴] لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے[۵] (مسلم) اور نووی شرح مسلم میں ہے انہوں نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں حسن یا صحیح اسناد سے۔ بروایت ابن عباس مرفوعًا یہ زیادتی منقول ہے کہ لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم انکاری پر[۶]۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے

[۱] یعنے یہ بھی رشوت ہے اور رشوت کا گناہ سود کے گناہ کی طرح ہے کہ سود خور کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا اعلان فرمایا گیا ہے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

[۲] اقضیہ جمع ہے قضا کی، قضا کے لغوی معنے ہیں مضبوط کرنا اور فارغ ہونا، رب تعالٰی فرماتا ہے وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ یعنے ہم نے بنی اسرائیل کو مضبوط حکم دیا، اور فرماتا ہے وَلْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ اور ادا قرض کو قضائے دین کہتے ہیں، شریعت میں قضا وہ مقدمہ ہے جو حاکم کی کچہری میں فیصلہ کے لیے پیش کیا جائے یا خود فیصلہ نیز بمعنے فیصلہ ہے، شہادات جمع ہے شہادۃ کی، شہادت کے معنے ہیں حاضر ہونا، مشاہدہ کرنا آنکھ سے یا دل سے، شریعت میں کسی دوسرے کے حق کی کسی پر خبر دینا شہادت دوسرے پر اپنے حق کی خبر دینا دعوٰے ہے، اپنے پر دوسرے کے حق کی خبر دینا اقرار ہے اور کسی کے کسی پر حق کی خبر دینا شہادت یعنے گواہی ہے، چونکہ حاکم کے فیصلے اور گواہیوں کی گواہی بہت سی قسم کی ہوتی ہے اس لیے یہاں دونوں کو جمع فرمایا یعنے فیصلوں اور گواہیوں کا بیان۔ [۳] اگر بفرض محال قانون اسلام یہ ہوجائے کہ ہر ایک کے دعوے پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعیٰ علیہ فیصلہ ہوجایا کرے۔ [۴] یعنے ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کردیا ہے اس کا قصاص یا دیت دلوائی جائے، اس پر ملک کا نظام ہی بگڑ جائے۔ [۵] یہ فرمان عالی مجمل ہے، مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں، چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا (اشعہ) اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے، اس قانون سے حدود یعنے شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی و قسم اس طرح نہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ [۶] یعنے شیخ محی الدین نووی نے بحوالہ مذکورہ مدعی پر گواہی لازم ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔ خیال رہے کہ بَیِّنَۃٌ یا تو بنا ہے بینونۃ بمعنے جدائی سے یا بیان سے بمعنے ظہور، چونکہ گواہی شرعی، حق و باطل کو جدا جدا کردیتی ہے یا اس سے چھپی چیز ظاہر ہوجاتی ہے اس لیے اسے بینہ کہتے ہیں (مغرب، مرقات)۔ خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعیٰ علیہ پر قسم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو زوری قسم پر حلف اٹھائے [1] حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو تاکہ کسی مسلمان آدمی کا مال مارے [2] تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا [3] کہ وہ اس پر ناراض ہوگا تو اللہ نے اس کی تصدیق اتاری کہ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد کے اور اپنی قسموں کے بدلہ تھوڑی قیمت خرید لیتے ہیں [4] الخ (مسلم، بخاری) [5] روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق مار لیا [6] تو اللہ نے اس کیلئے آگ لازم کردی اور اس پر جنت حرام کردی [7] تو حضور سے

یہ نہایت عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنے متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے، مدعی پر قسم نہیں مدعی علیہ پر گواہی نہیں۔ [1] حلف کے معنے ہیں یمین و قسم، صبر بمعنے روکنا، جو قسم مدعی کے دعوی کو روک دے اسے جاری نہ ہونے دے، وہ یمین صبر ہے یعنے دعوے کو روک دینے والی قسم، بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسم یمین ہے (لمعات) بعض کے نزدیک مضبوط قسم یمین صبر ہے، جس قسم سے مدعی ترک دعوے پر مجبور ہو جائے جیسے عرب میں نماز عصر کے بعد کی قسم یا حضور کے منبر و روضہ مطہرہ کے پاس قسم یا ہمارے ہاں قرآن مجید کو ہاتھ لگا کر یا سر پر رکھ کر قسم یا اپنے جوان بیٹے کا بازو پکڑ کر قسم۔ [2] یعنے پختہ قسم کھائے جھوٹی کھائے اور عمدًا کھائے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے کھائے جیسے مال مارنا وغیرہ۔ [3] یعنے قیامت کے دن ظہور فضل خداوندی کے وقت جب رب تعالٰی بڑے بڑے گنہگاروں پر رحم فرمادے گا اس جھوٹے پر رحم نہ کرے گا بلکہ اسے رحمت و محبت کی نظر سے دیکھے گا بھی نہیں۔ [4] اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر ہماری تفسیر میں ملاحظہ کیجئے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ تجارت میں قیمت غیر مقصود ہوتی ہے اسی لیے سکہ بدل جانے سے بیع ختم نہیں ہوتی اور چیز بدل جانے سے بیع ختم ہو جاتی ہے قیمت چیز حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جیسے روپیہ ذریعہ ہے غلہ وغیرہ حاصل کرنے کا اگر اس سے چیز نہ ملے تو روپیہ بیکار ہے، جیسے کھوٹا روپیہ یا وہ روپیہ جس کا چلن جاتا رہا دنیا قیمت ہے آخرت اصل چیز اور پھر دنیا قیمت بھی ہے تھوڑی قل متاع الدنیا قلیل جو دنیا کے عوض دین برباد کرتا ہے وہ بے وقوف ہے کہ مقصود کے عوض غیر مقصود کو لیتا ہے اور بہت کے عوض تھوڑے کا گاہک بنتا ہے۔ [5] اس حدیث کو احمد اور باقی چار صحاح نے اشعث ابن قیس اور ابن مسعود سے مرفوعًا روایت فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [6] وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف، شفعت، بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاست جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہی سزا ہے لہٰذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے، فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فدماؤھم کدمائنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اسی لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو

رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ

ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ معمولی چیز ہو یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ ہی ہو[۱] (مسلم) ❊ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بشر ہوں[۲] اور تم میری طرف مقدمہ لاتے ہو اور ممکن ہے کہ تمہارے بعض دوسرے کے مقابل اپنی دلیل میں زیادہ زبان آور ہو[۳] تو میں اس کے لیے اس جیسا فیصلہ کردوں جو اس سے سنوں[۴] تو میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ فیصلہ کروں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کریں اس کے لیے

اس کا ہاتھ کٹے گا۔ ❊ اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کئے تو کافر ہوا اور دائمی جہنم کا حقدار اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اول داخلہ اس پر حرام ہو گیا اشرار کے ساتھ اولاً سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی نہیں۔

۱؎ عرب میں پیلو روان، بہت معمولی درخت ہے پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔

۲؎ خدا یا خدا کا جز یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خالص انسان ہوں یہ حصر اضافی ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں نہ نبی ہوں نہ رسول نہ نور نہ رحمۃ للعالمین وغیرہ اللہ تعالٰی نے حضور کو لاکھوں صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے انما الحکم الٰہ واحد کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی ایک ہی الٰہ ہے دو یا تین نہیں یہ مطلب کہ وہ الوہیت اور وحدانیت کے سوا کسی صفت سے موصوف نہیں نہ کریم ہے نہ غفار نہ ستار نہ مالک الملک وغیرہ، اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہیں بشر اور بشر سے بھول خطا اجتہادی غلطی بھی ہو سکتی ہے اور وہ دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں ہم ان کی گواہی پر اعتماد کرکے اسے سچا مان لیں: خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام گناہ، بدعقیدگی اور ان کے ارادوں سے معصوم ہیں، خطا، اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں لہٰذا حدیث واضح ہے اور عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

۳؎ الحن بنا ہے لحن سے، لحن کے بہت معنے ہیں آواز، کہا جاتا ہے خوش الحان، زبان دانی، کلام کو ظاہر سے پھیرنا رب تعالٰی فرماتا ہے:— ولتعرفنہم فی لحن القول فصاحت وبلاغت، بعض معنے سے لحن اچھی چیز ہے بعض معنے سے بری، یہاں بمعنے زبان دانی قدرت علی الکلام ہے یعنے ہو سکتا ہے کہ جھوٹا آدمی قادر الکلام ہو اور سچا آدمی کلام پر قادر نہ ہو، جھوٹا اپنے کو سچا ظاہر کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرالے۔

۴؎ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر وبیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر، تاکہ قیامت تک امت کے حکام فیصلوں میں حضور کی اس سنت پر عمل کریں کہ امت کے پاس وحی، الہام شرعی، غیب پر اطلاع نہیں، اگر حضور انور کے فیصلے سارے الہام وغیرہ پر ہوتے تو امت کیسے عمل کرتی، اور بعض فیصلے کشف والہام حق پر بھی فرماتے تھے جیسے طعمہ ابن ابیرق کی چوری کا مقدمہ حضور نے اپنے کشف پر فرمایا، رب نے فرمایا انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، وہاں بما اراک اللہ میں وحی کشف والہام سب داخل ہیں کہ خدا جو آپ کو دکھائے اس پر فیصلہ فرما دیں لہٰذا حدیث واضح ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو قتل کردیا اور اس کی وجہ یہ

قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَّشَاهِدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ

آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں[1] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بارگاہ میں بہت ناپسندیدہ شخص زیادہ سخت جھگڑالو ہے[2] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا قسم اور گواہ سے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وائل سے وہ اپنے والد

بیان فرمائی کہ بیٹا جو کہ ماں باپ کو کافر کرتا یہ ہے حقیقت پر فیصلہ کرنا بھی جھوٹا ہے، کوئی تصور نہیں کیا کہ خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا رب تعالٰی قیامت میں گواہیاں تحریروں پر فیصلہ فرمائے گا جب ہے ظاہری قانون۔ [1] یعنی میرا جو فیصلہ گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر ہوگا وہ ظاہر پر ہوگا۔ اگر واقعہ اس فیصلہ کے خلاف ہوا اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اس کے لیے اس فیصلہ سے وہ چیز حلال نہ ہو جائے گی حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کر سکتا لہذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا خون یا طلاق کا غلط فیصلہ کر دے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص، نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اس کی عورت سے نکاح کرے، خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا مگر اس فیصلہ میں حاکم گنہگار نہ ہوگا فریقین اور گواہ گنہگار ہو جائیں گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالٰی انہیں مطلع فرما دیتا ہے تو اس غلط فیصلہ پر حضور قائم کیوں رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کیے جاتے تھے کیونکہ خطاء اجتہادی فیصلہ ہی غلط ہوتا ہے اگرچہ اس غلطی پر گناہ نہیں، اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے، یہ فرق ضرور خیال میں رہے (مرقات)

نوٹ ضروری: جن چیزوں میں حاکم و سلطان ولی ہو اپنے حکم سے نافذ کر سکتا ہو وہاں حاکم کا ایسا فیصلہ اسے حلال کر دے گا لہذا اگر کنواری لڑکی کے نکاح کے جھوٹے گواہ قائم کر دیئے گئے اور حاکم نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو احناف کے نزدیک یہ فیصلہ ہی نکاح مانا جائے گا اور اس شخص کو صحبت حلال ہوگی کیونکہ حاکم لڑکی کا ولی ہے وہ نکاح اس کا کرا سکتا ہے۔ یہ فیصلہ باطن پر ہوگا چنانچہ خلافت حیدری میں ایک ایسا ہی مقدمہ نکاح کا پیش ہوا مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعوٰی کیا عورت نے انکار کیا، مرد نے دو گواہ قائم کر دیئے جناب علی نے نکاح کا فیصلہ فرما دیا عورت نے عرض کیا کہ حضور اب آپ میرا نکاح اس شخص سے ہی پڑھا دیجئے تاکہ حرام سے بچوں جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہی تیرا نکاح ہے، احوشی بخاری کتاب الحیل، ہدایہ، عینی وغیرہ یہاں مال، خون، طلاق کے فیصلوں کا ذکر ہے جن میں حاکم ولی نہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب نعیم الباری علی البخاری میں ملاحظہ کیجئے جس میں دلائل سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔ [2] اَلَدّ بنا ہے لدید سے یعنی سخت جھگڑالو خصم بنا ہے خصومت سے یعنی بہت جھگڑالو دونوں کے مجموعہ کے معنی ہوئے بہت اور سخت جھگڑالو رب تعالٰی فرماتا ہے "وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ" یعنی ناحق مقدمہ باز، زمین مردود بارگاہ الٰہی ہے۔ [3] اس حدیث کے معنی حضرت امام شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ علیہم یہ کرتے ہیں کہ مدعی کے پاس ایک گواہ تھا تو حضور نے مدعی سے وہ گواہ قبول فرما لیا اور اس مدعی سے ایک قسم لے لی اور اس ایک گواہ اور ایک قسم پر اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا چنانچہ ان حضرات کے ہاں ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدعی پر قسم نہیں قسم مدعٰی علیہ پر ہے، نیز ایک گواہ کافی نہیں، عام حقوق میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ ثبوت

عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَّا يُبَالِيْ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ

۱؎ راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حضرموت کا اور ایک شخص کندہ کا حاضر ہوا ۲؎ حضرمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے (جبرًا قبضہ) پھر کندی بولا وہ زمین میری ہے اور میرے قبضے میں ہے ۳؎ اس میں اس شخص کا کچھ حق نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں عرض کیا نہیں فرمایا تو تجھے اس کی قسم (ماننا پڑے گی) ۴؎ وہ بولا یا رسول اللہ یہ شخص فاسق ہے پرواہ نہیں کرتا کہ کس چیز پر قسم کھائے اور کسی چیز سے پرہیز (احتیاط) نہیں کرتا فرمایا تیرے لیے اس کی طرف سے اس کے سوا کچھ نہیں ۵؎ وہ دوسرا قسم کھانے اٹھا تو فرمایا رسول

زنا کے لیے چار مردوں کی گواہی لازم ہے۔ جہاں کہیں ایک کی خبر قبول ہے وہاں وہ خبر ہے گواہی نہیں جیسے رمضان کے چاند کا ثبوت جبکہ آسمان پر گرد و غبار ہو، یوں ہی یوسف علیہ السلام کی عصمت کا ایک گواہ کہ وہ شرعی گواہ نہ تھا بلکہ بطور معجزہ ایک شیرخوار بچے نے علاماتِ عصمت کی خبر دی تھی۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے اور ان تین ائمہ رضی اللہ عنہم کا یہ استدلال بہت ہی ضعیف ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی ایک گواہی اور ایک قسم پر فیصلہ صرف مالی مقدمات میں ہوگا۔ دوسرے مقدمات میں صرف گواہیاں ضروری ہوں گی، لہذا یہ حدیث ان کے معنی کے بھی خلاف ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کے وہ معنی ہوں جو ان حضرات نے سمجھے تو یہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف ہوگی رب تعالٰی فرماتا ہے "وان لم یکونا رجلین فرجل وامراتٰن" اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بناؤ۔ نیز فرماتا ہے "واشھدوا ذوی عدل منکم" اور گواہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں اور خبر واحد کتاب اللہ کے مقابل مہمل ہے۔ تیسرے یہ کہ اس معنی سے حدیث ایک متواتر حدیث کے خلاف ہوگی "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" گواہی مدعی پر ہے اور قسم انکاری مدعی علیہ پر وہاں قسم اور گواہی کو تقسیم فرمادیا تو مدعی قسم کیسے کھا سکتا ہے۔ لہذا احناف کے ہاں اس حدیث کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ یہاں یمین و شاہد سے جنس مراد ہے اور قضا سے عام فیصلے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومًا فیصلے مدعٰی علیہ کی قسم اور مدعی کی گواہی پر کیے ہیں الہام یا کشف پر نہیں کیے تاکہ امت کے لیے سنت ہو۔ دوسرے معنی یہ کہ یہاں قضا و فیصلہ مدعٰی علیہ کے حق میں مراد ہے یعنی ایک واقعہ میں مدعی کے پاس ایک گواہ تھا اور مدعٰی علیہ نے قسم کھائی تو حضور نے مدعٰی علیہ کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ گواہی کا نصاب مکمل نہ تھا، ان معانی سے مذکورہ قباحتوں میں سے کوئی قباحت نہ رہی۔ ۱؎ یہ علقمہ تابعی ہیں کوفی ہیں حضرمی ہیں ان کے والد وائل ابن حجر صحابی ہیں علقمہ کو ابن حبان نے ثقہ فرمایا۔ ۲؎ حضرموت یمن کا ایک مشہور شہر ہے، کندہ یمن کا ایک قبیلہ ہے کاف کے کسرہ سے۔ ۳؎ یعنی حضرمی نے کندی پر غصب کا دعویٰ کیا اور کندی نے جواب دعوٰی کیا اور کندی نے جواب دعوٰی میں اپنے کو اس زمین کا مالک و قابض کہا۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں قابض مدعٰی علیہ ہوتا ہے غیر قابض مدعی ہوتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِہٖ لِیَاْکُلَہٗ ظُلْمًا لَیَلْقَیَنَّ اللہَ وَ
ھُوَ عَنْہُ مُعْرِضٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَ
عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ
الشُّھَدَاءِ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِشَھَادَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّسْاَلَھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ پھر لے کہ اگر اس نے اس کے مال کی قسم کھائی تاکہ اسے ظلمًا کھائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا اللہ تعالٰی
اس سے غیر متوجہ ہوگا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کوئی اس چیز کا
دعوٰی کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں ڈھونڈ لے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں ۴؎ وہ گواہ ہے جو طلب کیے جانے سے پہلے گواہی
دے دے ۵؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے

۱؎ حضور سے گزارش طلب فرمائے اور کندہ پر قسم عائد کی۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس مدعی علیہ پر جھوٹ یا فسق کا الزام ہو اس کی قسم معتبر ہے مگر گواہی میں تقوٰی وغیرہ کی پابندی
رب تعالٰی فرماتا ہے "واشھدوا ذوی عدل منکم" اپنے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بناؤ قسم میں یہ پابندیاں نہیں کیونکہ گواہی الزام کے لیے ہوتی ہے قسم دفع
کے لیے الزام اور دفع میں بڑا فرق ہے کافر قسم کے ذریعہ اپنے سے مدعی کا دعوٰی دفع کرسکتا ہے۔ ۳؎ یعنی قسم کھانے کو مڑا اس کے لیے تیار ہوا۔ عدالت سے واپس مراد
نہیں ۴؎ اللہ اس پر رحمت نہ کریگا اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ قابض بمقابلہ غیر قابض چیز کا مستحق ہے دوسرے یہ کہ اگر مدعی علیہ اقرار نہ
کرے تو اس پر قسم کھانا لازم ہے اگر قسم سے انکار کرے گا تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہوگا تیسرے یہ کہ مدعی کے گواہ مدعی علیہ کی قسم پر مقدم ہیں اگر گواہ نہ ہوں تو اس سے قسم لی
جاوے۔ چوتھے یہ کہ دوران مقدمہ میں ایک فریق دوسرے کو فاسق و فاجر وغیرہ الفاظ کہے تو اسے برداشت کرنا پڑیں گے حاکم فسق کا ثبوت نہ مانگے گا بخلاف گواہ
کے کہ اگر مدعی علیہ مدعی کے گواہوں کو فاسق کہے تو حاکم ان کی عدالت کی تحقیق کرے گا۔ ۵؎ یعنی جھوٹا مدعی دو گناہ کرتا ہے جھوٹ بولنا اور دوسرے کے حق مارنے کی کوشش
کرنا لہذا وہ ہمارے طور طریقہ سے نکل جاتا ہے مومن کو ان عیوب سے پاک و صاف ہونا چاہیے۔ ڈھونڈ لے امر بمعنی خبر ہے یعنی وہ آگ کا مستحق ہے ۶؎ آپ صحابی ہیں
جہنی ہیں آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی پچاسی سال عمر پائی، عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی (اشعہ) ۷؎ شہدا جمع ہے شاہد کی بھی شہید کی بھی یہاں شاہد
کی جمع ہے۔ ۸؎ اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ کسی کے پاس کسی مدعی کے حق کی گواہی ہے اور مدعی کو اس کی خبر نہیں، اگر یہ گواہی نہ دے تو اس کا حق
مارا جائے تب اس پر لازم ہے کہ خود مدعی کو خبر دے دے کہ میں تیرے حق کا عینی گواہ ہوں تاکہ اس کا حق نہ مارا جائے یہ گواہی امانت ہے جس کا چھپانا خیانت ہے دوسرے
یہ کہ حقوق شرعیہ کی گواہی دینا واجب ہے اگرچہ اس کا دعوٰی نہ ہو جیسے طلاق عتاق، وقف، عام وصیت کہ ان جیسی چیزوں کی گواہی قاضی کے ہاں ضرور دے اگرچہ اسے طلب نہ کیا گیا ہو ان جیسی
گواہیوں کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے "واقیموا الشھادۃ للہ" چونکہ ان گواہیوں سے حق انسانی اور حقوق شرعیہ وابستہ ہیں لہذا ضرور ادا کرے طلب کا انتظار نہ کرے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین لوگ میرے ہم زمانہ ہیں[1] پھر وہ جو ان سے متصل ہوں گے پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے[2] پھر ایسی قوم آئے گی جن میں ہر ایک کی گواہی اس کی قسم پر پہل کرے گی اور اس کی قسم اس کی گواہی پر[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم پیش فرمائی تو انہوں نے جلد بازی کی تو حضور نے حکم دیا کہ قسم میں ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے گا (بخاری) دوسری فصل روایت ہے

رمضان وعید کے چاند کی گواہی ضروری ہے، جس حدیث میں بغیر گواہ بنائے گواہی دینے کی برائی ہے یشہدون ولا یستشہدون وہاں جھوٹی گواہی مراد ہے (لمعات، مرقات واشعہ)۔ [1] قرن کے لغوی معنی ہیں ساتھ ہونا اسی سے ہے اقتران، زمانہ اور اہل زمانہ اور گروہ کو قرن اس لیے کہتے ہیں کہ ہم زمانہ ایک گروہ کے ملے ہوئے ہوتے ہیں اس میں گفتگو ہے کہ قرن یعنی زمانہ کس مدت کا نام ہے تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، اسی سال، سو سال، آخری قول زیادہ قوی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا عش قرنا تم ایک زمانہ تک جیتے رہو تو وہ سو برس جیا (مرقات) بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات خلفائے راشدین کا زمانہ حضور انور کا زمانہ ہے قرنی میں صدیق کی طرف، ثم میں حضرت عمر کی طرف، ان میں حضرت عثمان کی طرف اور کی میں حضرت علی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کے صحابہ حضور کے قرن ہیں بعض نے فرمایا کہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری شریف میں زندہ تھا وہ حضور کا ہم زمانہ ہے (از مرقات، واشعہ مع زیادت) خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے زمانہ نبوت کچھ اور، حضور کا زمانہ نبوت تاقیامت ابدالآباد تک ہے جس زمانہ میں لوگ حضور کو دیکھ کر صحابی بنتے تھے وہ زمانہ محدود ہے مگر آج بھی زمانہ حضور کا ہے اور ہمیشہ زمانہ حضور کا ہی رہے گا۔ لطیفہ ایک صاحب نے بدعت کی تعریف کی کہ بدعت وہ ہے کہ جو حضور کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو تو ایک عاشق دل شاد نے کہا کہ آج کس کا زمانہ ہے، آج بھی انہیں کا رواج انہیں کا زمانہ ہے ہم آج کلمہ پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ کہ رسول ہیں اگر یہ زمانہ ان کا نہیں تو پھر کلمہ کیسے کہہ رہے ہو جو ہمارے رسول ابھی زندہ ہیں ان کی رسالت بھی تا قیامت دائم ہے۔ [2] یعنی تابعین اور تبع تابعین۔ خیال رہے کہ صحابی وہ مومن انسان ہیں جنہوں نے حضور انور کو ایک نگاہ دیکھا ایک آن کے لیے صحبت پائی مگر تابعی وہ لوگ جنہوں نے صحابی کی مستقل صحبت پائی ہو ایسے ہی تبع تابعین وہ جنہوں نے تابعی کی صحبت پائی ان کا فیض حاصل کیا ہو لہذا امام ابوحنیفہ تابعی ہیں مگر یزید تابعی نہیں کہ اگرچہ وہ صحابی کا بیٹا ہے مگر فیض صحابہ حاصل نہ کر سکا۔ اسی لیے یہاں مرقات نے یلونہم کے معنی کیے ای یقربونہم فی الخیر کالتابعین جو صحابہ سے خیر میں قریب ہوں۔ [3] یعنی جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں پر دلیر ہوں گے پرواہ نہ کریں گے کہ اپنی گواہی کو قسم سے ثابت کریں یا جھوٹی قسم کو جھوٹی گواہی سے ثابت کریں یا دونوں پر حریص ہوں گے اس حدیث کی بنا پر حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جو گواہ قسم کھا کر گواہی دے یا برعکس، تو اس کی گواہی رد ہے مگر جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ گواہی رد نہ ہوگی اس کی تحقیق

بِعِيْرٍ لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِيْ دَابَّةٍ وَّلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِيْنِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلَّفَهُ احْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ مَا لَهُ عِنْدَكَ شَيْءٌ يَعْنِيْ لِلْمُدَّعِيْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ۔ وَعَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

کیا جن میں سے کسی کے پاس گواہ نہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان دونوں کے درمیان کر دیا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ دو شخصوں نے ایک جانور میں جھگڑا کیا اور ان کے پاس گواہ نہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا قسم پر قرعہ ڈالو (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس سے قسم لی کہ اس اللہ کی قسم کھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تیرے پاس اس مدعی کی کوئی چیز نہیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت اشعث ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میرے ... پاس ایک

یا اس کی قیمت دونوں نصف نصف تقسیم کر لیں، یہ مطلب نہیں کہ ذبح کرکے دونوں میں تقسیم فرما دیا ایسے مقدمات میں یہی فیصلہ ہونا چاہیے یہ جب ہے جبکہ کسی کی گواہی خاص علامت سے قوت نہ پاتی ہو ورنہ علامت والے کی گواہی کو قوت ہوگی اور اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ۲؎ شاید یہ دوسرا واقعہ ہے پہلا واقعہ کوئی اور تھا ممکن ہے کہ وہ ہی واقعہ ہو جو ابھی داؤد کے حوالے سے مذکور ہوا۔ اور گواہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کے پاس گواہ تھے جو تعارض کی وجہ سے ساقط ہوگئے لہذا دونوں کے پاس گواہی معتبر نہ رہی مرقات نے اخیری توجیہ کو ترجیح دی۔ ۳؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ جانور کو مشترک قرار دیا گیا۔ ۴؎ اس کا وہ ہی مطلب ہے جو فصل اول کی آخری حدیث کے ماتحت بیان ہوا کہ دو شخصوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو کسی تیسرے شخص کے قبضہ میں تھی اور وہ اس کا مدعی نہ تھا بلکہ کہتا تھا کہ مجھے خبر نہیں کہ اس کا مالک کون ہے اور ان دونوں مدعیوں کے پاس گواہ نہ تھے تب حضور انور نے بذریعہ قرعہ ایک سے قسم لی کیونکہ وہ دوسرے کے حق کا انکاری تھا اور بعد قسم اسے وہ شے دے دی، یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تائید کرتی ہے کہ ان کا مذہب ایسے واقعہ کے متعلق یہ ہی ہے۔ امام شافعی کے ہاں ایسی حالت میں وہ چیز اسی تیسرے کے پاس ہی چھوڑ دی جائے گی اور امام اعظم کے ہاں دونوں مدعیوں میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی لہذا ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جو ابھی گزری جس میں تقسیم کا ذکر ہے واللہ اعلم ورسولہ۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ سے قسم لیتے وقت رب تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر بھی کیا جائے جس سے قسم کھانے والے کے دل میں ہیبت پیدا ہو مثلًا اس سے یوں قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم اتارا، رب یا رب کعبہ کی قسم۔ ۶؎ یعنی وہ چیز جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے نہ کوئی اور چیز، اس تقسیم سے بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔ ۷؎ آپ کا نام اشعث ابن قیس ابن معدی کرب، کنیت ابو محمد ہے، کندی ہیں، ۱۰ھ میں وفد کندہ کے ہمراہ آئے حضور کے ہاتھ شریف پر اسلام قبول کیا، اپنی قوم کے سردار تھے، حضور کی وفات کے بعد اپنے قبیلہ کے ساتھ مرتد ہوگئے پھر خلافت صدیقی میں دوبارہ اسلام لائے حضرت صدیق اکبر نے اپنی ہمشیرہ کا آپ سے نکاح کر دیا، پھر آپ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے ساتھ عراق کی جنگ میں گئے اور قادسیہ، مدائن اور نہاوند آپ نے فتح کیے، پھر کوفہ میں قیام رہا۔

رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَّحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الْاٰيَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِّنْ حَضْرَمَوْتَ اِخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَرْضٍ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ

یہودی شخص کے درمیان زمین تھی اس نے انکار کردیا میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں میں نے عرض کیا نہیں تو یہودی سے فرمایا تو قسم کھالے میں نے عرض کیا یارسول اللہ تب تو یہ قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے جائے گا تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد و پیمان اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص کندہ کا اور ایک شخص حضرموت کا یہ دونوں اپنا مقدمہ یمنی زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے تو حضرمی بولا یارسول اللہ زمین میری ہے اس کے باپ نے مجھ سے غصب کرلی تھی اور وہ زمین اس کے قبضہ میں ہے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں عرض کیا

۴۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ امام حسن نے پڑھائی جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے صلح کے وقت امیر معاویہ کے ہمراہ تھے (اشعہ، مرقات) لہذا آپ امام شافعی کے ہاں صحابی ہیں اور احناف کے ہاں تابعی ہیں، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے آپ کی صحابیت ختم ہوچکی کہ احناف کے ہاں صحابیت کے لیے مسلسل مومن رہ کر وفات پانا شرط ہے (از مرقات) ۲؎ غالبًا یہ جھگڑا ان کا کسی یہودی سے تھا جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مدعی کے مقابلہ میں کافر مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی کہ مسلمان مدعی علیہ کے مقابلہ میں کافر مدعی کے کافر گواہ معتبر نہیں کیونکہ قسم دفع کے لیے ہوتی ہے اور گواہی دوسرے پر لازم کرنے کے لیے تو کافر کی گواہی مسلمان مدعی علیہ پر لازم نہیں کرسکتی، اس کی بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے ۴؎ مقصد یہ ہے کہ یہاں اس کی قسم کا اعتبار نہیں کرنا کیونکہ یہ کافر ہے اور کافر مسلمان کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی قسم کھانے میں خوف نہیں کرتے ۵؎ اس آیت میں حضرت اشعث ابن قیس کو تو یہ بتایا گیا کہ تم یہودی سے صرف قسم لینے کے مستحق ہو اب اگر وہ جھوٹی قسم کھائے تو وہ ذمہ دار ہے، اور یہودی کو یہ بتایا گیا کہ توریت شریف میں بھی جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اگر تو نے ایسی جرأت کی تو بحکم توریت تو سخت مجرم ہوگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت اشعث کے سوال کا جواب آیت میں نہ دیا گیا نہ یہ اعتراض ہے کہ آیت قرآنیہ کا اثر اس کافر یہودی پر پڑے گا؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقدمہ میں کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف معتبر نہیں کافر کی قسم معتبر ہے ۶؎ یمن کے علاقہ میں ایک میری ملکیت تھی اس کے باپ نے اس پر ناجائز قبضہ کرکے مجھے بے دخل کردیا باپ کی وفات ہوگئی اس نے بطور میراث اس زمین پر قبضہ کرلیا ہے اسے خبر ہے کہ اس کے باپ نے میری زمین چھینی تھی مجھے دلوائی جائے، چونکہ یہ شخص زمین کا مالک وارث تھا اس لیے اس پر دعویٰ کیا گیا اگرچہ غصب کا مجرم اس کا باپ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرانے مقدمہ کی بھی سماعت حاکم کو کرنا چاہیے، مجرم کا مرجایا

لَا وَلٰكِنْ اُحَلِّفُهٗ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِيْ اغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْهُ فَتَهَيَّاَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ اَحَدٌ مَالًا بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنَ الْغَمُوْسَ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ

نہیں لیکن میں اس سے قسم لوں گا اس پر کہ اللہ کی قسم وہ نہیں جانتا کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے باپ نے مجھ سے غصب کی ہے تب کندی قسم کے لیے تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی کا مال جھوٹی قسم سے نہیں مارے گا مگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا تو کندی بولا وہ زمین اسی کی ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی اور گزشتہ پر جھوٹی قسم اور نہیں قسم کھاتا کوئی روکنے والی قسم پھر اس میں مچھر کے پر برابر ملاوٹ کرے

یا اپنا بہر حال جرم ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناجائز قبضہ ناجائز ہے کوئی شخص ناجائز پرانے قبضہ کی وجہ سے اس کا مالک نہیں ہو جاتا یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کے اپنے مملوکہ مال کی میراث بٹے گی، امانت، غصب، قرضہ، عاریت میں میراث جاری نہ ہوگی یہ چیزیں مالکوں کو واپس ہوں گی ۵ یعنی اس مقدمہ میں تم مدعی ہو کہ خلاف ظاہر کا دعویٰ کر رہے ہو اور یہ شخص چونکہ قابض ہونے کے مدعی علیہ ہے لہٰذا تم اس غصب کی گواہی پیش کرو ۶ یعنی یہ اس واسطے انکار کر جاتا ہے ورنہ بے جا علی پر قسم کھا جاتا ۷ یعنی اس نے قسم کھانا چاہی ۸ یہ فرمان عالی اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بعض اعمال کا اثر چہرے بلکہ تمام جسم پر قیامت میں نمودار ہوگا رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ ...... کفر و ایمان بھی چہروں سے نمودار ہوگا اور اعمال بد و نیک بھی وہاں ایسا مجرم حقیقۃً کوڑھی ہوگا، بعض شارحین نے مجازاً کوڑھی ہونے کی تاویلیں کیں کہ وہ حرکت و برکت سے محروم ہوگا وغیرہ ۹ سبحان اللہ یہ ہے اثر اس زبان فیض ترجمان کا کہ دو کلمات میں اس کے دل کا حال بدل گیا اور سچی بات کہہ کر زمین سے لا دعویٰ ہو گیا یہ حدیث فصل اول میں بروایت حضرت علقمہ ابن وائل گزر چکی، مگر وہاں یہ ذکر نہ تھا کہ کندی نے کہا یہ اسی کی زمین ہے ۱۰ آپ الف کے ضمہ نون کے فتحہ سے ہیں عبداللہ صحابی جہنی انصاری ہیں، غزوہ احد وغیرہ میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں وفات پائی ۱۱ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایسے مقامات پر شرک سے مراد مطلقاً کفر ہوتا ہے کیونکہ ہر کفر بڑے سے بڑا گناہ ہے اور رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم کفر بڑا ظلم ہے، اور فرماتا ہے ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا کافر مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں: فقیر نے یہاں اس کی تحقیق اپنی تفسیر میں کی ہے کہ جہاں شرک کا مقابلہ ایمان سے ہوگا وہاں اور جہاں شرک مطلق ہوگا وہاں اس سے مراد ہر کفر ہوگا کفر کے معنی ہیں کسی اسلامی عقیدے کا انکار کرنا جیسے نبی کی نبوت قرآن کی حقانیت، قیامت، نماز، زکوۃ وغیرہ کا انکار اور شرک کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا یا اللہ تعالیٰ کی شان گھٹا کر اس کو کسی بندے کے برابر سمجھنا، برابری کے عقیدے کے بغیر شرک ناممکن ہے دیکھو ہماری کتاب علم القرآن (رب تعالیٰ فرماتا ہے) ثم الذین کفروا بربہم یعدلون اور فرماتا ہے اذ نسویکم برب العلمین بہر حال شرک میں

إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةٌ فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ آثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ

مگر وہ تاقیامت اس کے دل میں داغ بنادی جاتی ہے ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ۲؎ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قسم کھاتا کوئی میرے اس منبر کے پاس ۳؎ جھوٹ پر قسم اگرچہ ہری مسواک پر ہو مگر وہ اپنا ٹھکانہ آگ کا بناتا ہے یا اس کے لیے آگ واجب ہوجاتی ہے ۴؎ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی پھر جب فارغ ہوئے تو سیدھے کھڑے ہوئے پھر تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے

؎ شرک سے کسی کو رب کے برابر سمجھنا یہ خوب خیال میں رہے ؛ ۲؎ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں ان کے حقوق ادا کرنا شرعاً ضروری ہیں، عقوق کے معنی ہیں ادائے حقوق کی کوتاہی کرنا یہ سخت گناہ ہے ؛ ۳؎ قسم تین کی ہے قسم لغو، قسم منعقدہ، قسم غموس: بے خبری میں جھوٹی قسم جو منہ سے نکل جاوے وہ لغو ہے اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ آئندہ کے متعلق قسم اگر یہ توڑ دی جاوے تو کفارہ واجب ہے گذشتہ واقعہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹی قسم اس میں کفارہ نہیں گناہ ہے، غموس بنا ہے غمس سے بمعنی ڈبونا چونکہ یہ قسم انسان کو گناہوں میں ڈبو دیتی ہے اس لیے اسے یمین غموس کہتے ہیں ؛ ۴؎ قسم صبر کے معنی پہلے عرض کیے جاچکے ہیں کہ ایسی قسم جو مقابل کو انکار سے روک دے جیسے مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس قسم یا بعد نماز عصر قرآن مجید سر پر رکھ کر قسم وغیرہ ؛ ۵؎ یعنی یہ قسم اس کے دل میں ایسا میل پیدا کردیتی ہے جیسے شیشہ یا شفاف لوہے میں گرد و غبار کے دھبے اور یہ داغ تاقیامت رہے گا بعد قیامت اس کا نتیجہ دیکھے گا جب جھوٹ کی علامت کا یہ حال ہے تو خاص جھوٹی قسم کا کیا حال ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اعضائے ظاہری کا اثر دل و دماغ پر پڑتا ہے جیسے کہ دل کا اثر ظاہری اعضاء پر ہوتا ہے دل کی رنج و خوشی چہرے سے ظاہر ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے اس کی صفائی کا بہت خیال چاہیے ؛ ۶؎ یہ حدیث احمد ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کی ؛ ۷؎ اگرچہ مکہ معظمہ یعنی کعبہ معظمہ کا منبر اور تمام عالم کی مسجدوں کے منبر حضور ہی کے ہیں مگر حضور نے فرمایا کہ ہمارے منبر سے مراد مسجد نبوی شریف کا منبر ہے جو ریاض الجنہ کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے۔ شعر

ایک طرف روضہ کی جالی، اک سمت منبر کی بہار ؛ بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ وا

۸؎ یعنی دوسری جگہ جھوٹی قسم کھانے سے بہ نسبت منبر کے سامنے ایسی قسم کھانا زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت بھی معلوم ہوا کہ اچھی جگہ اچھے وقت میں جیسے نیکی کا ثواب زیادہ ہوتا ہے ایسے ہی گناہ کا عذاب بھی زیادہ دیکھو اور مہینوں میں روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے مگر ماہ رمضان میں روزہ توڑنے پر ۶۱ روزے واجب ہیں ایک قضا کا، ساٹھ کفارہ کے یہ کفارہ کیا ہے ماہ رمضان کی بے حرمتی ؛ ۹؎ خریم رضی اللہ عنہ کے ضمہ سے رے کے فتحہ سے آپ خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں

بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ اَيْمَنَ ابْنِ خُرَيْمٍ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْقِرَاءَةَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ

کے برابر کر دی گئی ہے ۴؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ بچو گندگی یعنی بتوں سے ۵؎ اور بچو جھوٹی بات سے ۶؎ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے اس کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوئے ۸؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور اسے احمد و ترمذی نے حضرت ایمن ابن خریم سے ۹؎ روایت کیا مگر ابن ماجہ نے تلاوت کا ذکر نہ کیا ۱۰؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں جائز ہے گواہی خیانت کرنے والے کی اور نہ خیانت کرنے والی کی ۱۱؎ اور نہ سزا کوڑے مارے ہوئے کی ۱۲؎ اور نہ کینہ والے کی اپنے بھائی کے خلاف ۱۳؎

اسدی ہیں صحابی ہیں، احد، حدیبیہ میں حاضر ہوئے بعد میں شرکت ثابت نہیں۔ ۵؎ زُور بنا ہے زَور بالفتح سے جس کے معنی ہیں مائل ہونا، ٹیڑھا ہونا، اصطلاح میں جھوٹ کو بھی زور کہتے ہیں اور ملمع سازی کو بھی، کیونکہ جھوٹا آدمی جھوٹ کی وجہ سے راہ حق سے ہٹ جاتا ہے، ملمع سازی عملی جھوٹ ہے کہ پیتل کو ملمع کرکے سونا دکھایا جاتا ہے یعنی قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ بیان فرمایا اور اسے شرک کے برابر قرار دیا کیونکہ شرک بھی جھوٹ کی ہی ایک قسم ہے، مشرک کہتا ہے رب دو ہیں، یہ قول جھوٹ ہے سمجھتا ہے کہ بت لائق عبادت ہیں یہ اعتقادی جھوٹ ہے، نیز مشرک رب تعالٰی کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے، اور یہ جھوٹا بندے کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے لہذا جھوٹ کو شرک سے بہت مناسبت ہے۔ ۶؎ مِنَ الْاَوْثَانِ میں مِنْ بیانیہ ہے اور اوثان رجس کا بیان ہے جیسے ظاہری پلیدی جسم یا کپڑے کو گندا کرتی ہے ایسے ہی بت پرستی دل کو گندا کرتی ہے۔ ۷؎ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم ظاہری گندگیوں سے گھن کرتے ہو ویسے ہی باطنی گندگیوں سے گھن کرو، باطنی گندگی بت پرستی اور جھوٹ ناپاکی جسم سے زیادہ دل اور روح کو ناپاک کرتی ہے ۸؎ حُنَفَاءَ جمع ہے حنیف کی، حنیف کے معنی ہیں کسی کی طرف جھکنا، مائل ہونا اور جنف جیم سے کسی سے الگ ہونا اس سے مائل ہونا ہے۔ حنیف وہ ہے جو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف مائل ہو اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کریم نے حنیف فرمایا، ان کے صدقہ سے ہر مسلمان حنیف ہے کہ کفر سے ہٹا ہوا ہے۔ ۹؎ یعنی ابوداؤد وغیرہ نے تو والد سے روایت کی اور ترمذی نے بیٹے یعنی ایمن سے روایت کی، ایمن حضرت خریم کے بیٹے ہیں، ایمن کی صحابیت ثابت نہیں اس لیے ان کی روایت مرسل ہوگی۔ ۱۰؎ یعنی ابن ماجہ نے یہ بیان نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آیت کریمہ فاجتنبوا الرجس تلاوت فرمائی ۱۱؎ خیانت ضد ہے امانت کی، کسی کا مال ناحق دبا لینا خیانت کی بہت صورتیں ہیں یہاں یا تو خیانت سے یہ مال مار لینا مراد ہے یا اس سے ہر فسق و بدکاری مراد گناہ کبیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ پر اڑ جانا اسے کرتے رہنا فسق ہے اور ہر فسق خیانت ہے کہ اس میں حق اللہ اور حق شرع کا مارنا ہے اسی لیے ہر فاسق خائن ہے، مرقات نے یہاں خائن کے یہی معنی کیے یعنی فاسق، اشعۃ اللمعات نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی، مطلب یہ ہے کہ فاسق معلن کی گواہی قاضی کے ہاں قبول نہیں قرآن کریم فرماتا ہے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اپنے میں سے دو عادلوں پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ شرابی، زانی، جواری، داڑھی منڈے وغیرہم فساق کی گواہی قبول نہیں، اس حکم کا ماخذ یہ ہی حدیث اور یہی آیت ہے۔ ۱۲؎ خیال رہے کہ کوڑوں کی سزا کنوارے زانی کو بھی دی جاتی ہے سو کوڑے، اور شرابی کو بھی اسّی کوڑے، اور پارسا عورت کو ز

وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ وَلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَيَزِيْدُ بْنُ زِيَادِ الدِّمَشْقِيُّ الرَّاوِيْ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

اور نہ ولاء و نسب میں تہمت والے کی ۵ اور نہ کسی گھر والوں کے خرچہ پر گزارہ کرنے والے کی ۶ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور یزید ابن زیاد دمشقی راوی منکر الحدیث ہے ۷ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ تو خیانتی مرد کی گواہی جائز ہے نہ خیانتی عورت کی ۱ اور نہ زانی مرد کی نہ زانیہ عورت کی ۲ نہ کینے والے کی اپنے بھائی کے خلاف ۳ اور رد فرمائی اس کی گواہی جو کسی کے گھر سے گزارہ کرے اسی گھر والوں کے لیے ۴ (ابوداؤد)

کی تہمت لگانے والے کو بھی داشتی کوڑے، مگر یہاں مراد یہ شخص ہے تہمت کی سزا دلا کیو، مردود الشہادت صرف یہی شخص ہے مذکر پہلے درد اس پر ساری امت کا اجماع بھی ہے قرآن کریم کی تصریح بھی رب تعالٰی فرماتا ہے والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفٰسقون الا الذین تابوا: مگر ہمارے امام اعظم کے ہاں قاذف تہمت لگانے والا کی گواہی توبہ کے بعد بھی قبول نہیں ہمیشہ مردود الشہادۃ رہے گا، مگر امام شافعی کے ہاں بعد توبہ اس کی گواہی قبول ہوگی، وہ فرماتے ہیں الا الذین تابوا کا تعلق لاتقبلوا سے ہے اور ہمارے ہاں اس کا تعلق فاسقون سے ہے یعنی یہ تائبین فاسق ہیں سوا توبہ کرنے والوں کے، نیز امام شافعی کے ہاں قاذف تہمت لگاتے ہی مردود الشہادت ہے، مگر ہمارے ہاں کوڑے لگنے کے بعد یعنی ہمارے ہاں گواہی رد ہونا تہمت کی سزا کا تتمہ ہے، یہ حدیث ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلود یعنی کوڑے لگائے ہوئے کی گواہی مردود قرار دی اور ہمیشہ کے لیے مردود قرار دی توبہ کرے یا نہ کرے (مرقات وکتب فقہ) چونکہ اس جملہ کی تائید قرآن کریم سے ہورہی ہے لہذا حدیث کا یہ جز قوی ہے۔ ۵ بھائی سے مراد وہ ہے جس کے خلاف گواہی دے رہا ہے اسلامی بھائی چارہ مراد ہے یعنی کینہ ور دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی بھی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ بوجہ دشمنی اسے نقصان پہنچانے کے لیے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دیگا اس لیے احتیاطًا یہ لازم کر دیا گیا۔ ۶ یعنی جو غلام اپنے مولٰی کے سوا کسی اور کا آزاد کردہ غلام بتاکر اپنی ولاء اس سے ثابت کرے یوں ہی جو شخص اپنے کو دوسرے خاندان سے منسوب کرے ان کی گواہی قبول نہیں آج کل لوگوں کو بناوٹی سید بننے کا بہت شوق ہے ایسے مصنوعی سیدوں کی گواہی مردود ہے، یہ فرمان عالی بہت جامع ہے، عربی میں قانع کہتے سائل کو اور مقنع کہتے ہیں صابر کو جو تھوڑے کھانے پر قناعت کرے، یہاں وہ شخص مراد ہے جو کسی کے گھر رہ کر اس کی عطا پر گزارہ کر رہا ہو چونکہ اس گھر والے کے حق میں گواہی کا نفع خود اس کو بھی پہنچے گا اس کو جو مال ملے گا اس مال سے اس کو کھانا ملے گا اس لیے گواہی قبول نہیں جو گواہی خود گواہ کو نفع بخش ہو وہ قبول نہیں جیسے باپ کی گواہی اولاد کے حق میں، زوجین کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں کہ ان کی قبول نہیں یوں ہی قرضخواہ کی گواہی اپنے مقروض کے حق میں قبول نہیں۔ ۷ اس میں خادم تابع یا ملک سب داخل ہیں جو کسی کی روٹی پر گزارہ کرتا ہو اس کی گواہی اس گھر والوں کے حق میں قبول نہیں کہ یہ شخص اپنی پرورش کے لیے اس کے حق میں گواہی دے گا۔ ۸ اگرچہ یہ حدیث غریب ہے مگر اس کے بعض اجزاء کی تائید قرآن مجید سے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَالَ الْمَقْضِیُّ عَلَيْهِ لَمَّا اَدْبَرَ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَلُوْمُ عَلَى الْعَجْزِ وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جنگلی دیہاتی آدمی کی گواہی بستی والے کے خلاف جائز نہیں[1] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے[2] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ فرمایا تو ہارنے والے نے جب پیٹھ پھیری تو بولا مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے[3] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی عاجزی پر ملامت فرماتا ہے لیکن تجھ پر احتیاط لازم تھی[4]

ہو رہا ہے اور بعض اجزاء کی تائید دیگر احادیث سے ہے۔ امام اعظم کا اسی پر عمل ہے ان وجوہ سے یہ قوی ہو گئی۔ [3] اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ حق یہ ہے کہ اس سے مراد ہر فاسق اور فاسقہ ہے[4] کیونکہ زانی فاسق ہے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں، توبہ کے بعد قبول ہے کہ اب فاسق نہیں رہا۔ [5] یعنی دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں خواہ وہ دشمن سگا بھائی ہو یا دینی بھائی نسبًا اجنبی لفظ اخیر دونوں کو شامل ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں دنیاوی عداوتیں مراد ہیں دینی اختلاف کی صورت میں مسلمان کی گواہی کافر کے خلاف قبول ہے یوں ہی اگر اسلام کی مختلف جماعتوں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف گواہی دیں۔ [6] اس کی شرح اور وجہ ابھی اوپر مذکور ہو گئی۔

[1] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں ان کے ہاں دیہاتی کی گواہی شہری آدمی کے خلاف مطلقًا قبول نہیں، دوسرے امام اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اکثر دیہاتی لوگ احکام شرعیہ سے بے خبر ہوتے ہیں، انہیں گواہ بننے، گواہی دینے کے مسائل معلوم نہیں ہوتے، ان پر بھول چوک غالب ہے، اگر کسی دیہاتی میں یہ خرابیاں نہ ہوں تو اس کی گواہی قبول ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس حدیث میں لا یجوز بمعنی لا یحسن ہے یعنی دیہاتی کی گواہی شہری کے خلاف اچھی نہیں، کیونکہ دیہاتی کو بوقت ضرورت گواہ بننے یا گواہی دینے کے لیے بلانا مشکل ہوتا ہے، مگر یہ حکم جب تھا جب کہ اسباب سفر کم تھے، اب نقل و حرکت میں دشواری نہیں بہرحال یہ حدیث یا منسوخ ہے یا کچھ قیود سے مقید، اور جو وجوہ گواہی قبول نہ کرنے کے عرض کیے گئے وہ مجروح ہیں کیونکہ اگر ان وجوہ سے شہری کے خلاف گواہی جائز یا بہتر نہیں تو شہری کے موافق گواہی کیوں جائز ہے یہ وجوہ تو جب بھی موجود ہیں غرضکہ سوا امام مالک کے اور کسی امام کے ہاں اس حدیث پر عمل نہیں۔ [2] عوف ابن مالک دو ہیں ایک تابعی دوسرے صحابی یہاں صحابی مراد ہیں جو اشجعی ہیں، غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا آخر میں ملک شام میں رہے وہاں ہی وفات پائی ۷۳ھ میں آپ کی وفات ہے بہت سے صحابہ نے آپ سے روایات لیں (اشعہ)۔ [3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ جس کے خلاف ہوا تھا اس نے یہ پڑھا جس کا مقصد یہ تھا کہ مدعی نے ظلمًا مجھ سے مال وصول کر لیا ناجائز طور پر۔ حسرت و غم کے لیے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ [4] سبحان اللہ کیسا پاکیزہ فرمان ہے، مقصد یہ ہے کہ اولًا خود احتیاط سے کام لینا تھا ہیں نقصان ہو جانے پر یہ کلمات کہنا [illegible] توکل ہیں توکل کی حقیقت یہ ہے شعر

توکل می کنی در کار کن ! ! ۔ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

فَإِذَا غَلَبَكَ أَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِيْ تُهْمَةٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ ۔

پھر جب تجھ پر کوئی چیز غالب آئے تو کہو کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[2] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی تہمت میں قید کیا[3] (ابوداؤد) اور ترمذی و نسائی نے یہ زیادتی کی پھر اسے چھوڑ دیا[4] ۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی حکم دیا کہ دونوں فریق حاکم کے سامنے بٹھائے جائیں[5]

لہٰذا جب کسی کو قرض دو تو گواہی، تحریر وغیرہ سے اس کی پختگی کرلو بغیر گواہی تحریر قرض دے دینا پھر مقدمہ ہار جانے پر توکل کا اظہار کرنا غلط ہے۔ [1] یعنی جب تو پوری پوری احتیاط کرے مگر قضائے الٰہی سے تجھے نقصان ہوجائے تب تو یہ کہہ کر توکل کا اظہار کر تب تیرا توکل درست ہے [2] آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری ہیں تابعین میں سے ہیں، اکثر محدثین آپ کو ثقہ کہتے ہیں مگر مسلم بخاری نے روایت اپنی کتاب میں نہ لی، ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی کوئی روایت منکر نہیں (مرقات و اشعہ) بعض نے آپ کو صحابی مانا مگر یہ صحیح نہیں۔ [3] اس طرح کہ کسی نے جھوٹی گواہی دی، اس کا جھوٹ ظاہر ہوجانے پر اسے قید کر دیا (مرقات) یا کسی نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا یا کسی اور جرم کا الزام لگایا، تو حضور نے مدعیٰ علیہ کو تحقیق کے دوران میں قید کر دیا، پھر جرم ثابت نہ ہونے پر اسے چھوڑ دیا (مرقات و اشعہ) [4] یا تو جھوٹے گواہ کو سزا کچھ روز قید کرکے چھوڑ دیا یا جرم ثابت نہ ہونے پر مدعیٰ علیہ کو چھوڑ دیا، معلوم ہوا کہ قید کرنا بھی احکام شرعیہ سے ہے۔

[5] اس زمانہ میں حکام مسندوں پر بیٹھتے تھے، اس لیے فریقین اس کے سامنے بٹھایا جاتا تھا، اب حکام کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں، اس لیے فریقین اور ان کے وکیل سامنے کھڑے ہوتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ حاکم فریقین میں برابری کرے، نشست و گفتگو دونوں کی یکساں رکھے، کسی ایک کی طرف میلان نہ کرے، کہ اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹ جاتا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ حاکم کے لیے سب سے ضروری چیز فریقین میں برابری برتنا ہے (مرقات) یہ بہت مشکل چیز ہے، کبھی ایک فریق اعلیٰ منصب والا ہوتا ہے دوسرا فریق معمولی حیثیت کا حاکم اگر اعلیٰ منصب والے کو اپنے پاس بٹھائے دوسرے کو سامنے کھڑا کرے تو یہ جرم ہے اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹے گا، خلفاء اسلام کی تواریخ سے ایسے واقعات کا پتہ لگتا ہے کہ معمولی رعایا نے بادشاہ کے خلاف دعویٰ کردیا، قاضی نے سلطان کو طلب کیا تو اسے اور مدعی کو اپنے سامنے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کیا دوران مقدمہ میں بادشاہ کا کوئی احترام نہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْجِہَادِ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْجَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا قَالُوْا اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِلْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

جہاد کا بیان ۱؎ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ۲؎ اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے ۳؎ اسے جنت میں داخل کرنا اللہ کے ذمے ہے ۴؎ خواہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں پیدا ہوا ۵؎ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ دے دیں ۶؎ فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں ۷؎ جو اللہ نے ان کے لیے تیار کیے ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کریں ۸؎

۱؎ جہاد بنا ہے جہد سے جہد جیم کے پیش سے یا فتحہ سے بمعنی مشقت ہے شریعت میں جہاد بالکسر کے معنی ہیں کفار کے مقابلہ میں مشقت کرنا یا تلوار سے لڑکر غازیوں کی مدد کر کے مال سے یا رائے سے یا ان کے ساتھ جا کر ان کی جماعت بڑھا کر جہاد کا درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے عام مومن اپنا مال وقت یا کوشش اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، مجاہد اپنی جان سے دین اسلام کی خدمت کرتا ہے، جان بڑی پیاری چیز ہے اس لیے مجاہد خدا کو بڑا پیارا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ عبادات الہیہ پر ہمیشگی کرنا بھی جہاد اعظم ہے بلکہ نماز کی پابندی جہاد سے افضل ہے کہ جہاد تو نماز قائم کرنے کے لیے ہی کیا جاتا ہے، جہاد حسن لغیرہ ہے اور نماز حسن لعینہٖ مرقات حتی کہ تمام عبادات میں نماز جہاد سے افضل ہے مگر بعض خصوصی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض احادیث میں نماز کو جہاد پر مقدم فرمایا گیا ہے اور بعض احادیث میں جہاد کو نماز پر مقدم فرمایا گیا ہے۔ اسی جگہ اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ تمام مردوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور شہید دریا کی روح کو خود رب تعالٰے بلاواسطہ قبض فرماتا ہے، واللہ اعلم، شہید کے فضائل ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے ۲؎ قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ رب نے جو کچھ بھیجا اور حضور جو کچھ لائے ان سب پر ایمان لائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حقیقت ایمان ہے اللہ رسول کو ملا کر ماننا ان میں فرق کرنا کفر ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ایمان لانے کے معنی ہماری کتاب اسلام کی چار اصولی اصطلاحوں میں دیکھو ۳؎ چونکہ نماز روزہ تمام عبادات بدنیہ میں افضل ہیں نیز ان کا ادا ہونا ہر ایک عبادات بھی بغیر نقصان یا آسانی ادا کر سکتا ہے ان وجوہ سے یہاں صرف ان ہی دونوں کا ذکر فرمایا اور ممکن ہے کہ اس فرمان عالی کے وقت زکوٰۃ و حج فرض نہ ہوئے ہوں اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا گیا ہو

لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ

اسے نہ نکالے مگر مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق[1] نہ کرا دے وہ ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹا دوں جو وہ حاصل کرے یا اسے جنت میں داخل دے دوں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی کہ مسلمان لوگوں کے دل خوش نہیں ہوتے مجھ سے پیچھے رہ جانے سے[3] اور ہم اتنی سواریاں پاتے نہیں جو ان سب کو دیں تو ہم کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے[4] اور اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں

روزہ دار رہتے ہوئے بھی عابد ہے ایسے ہی اس سفر میں ہر حال غازی رہتا ہے اس لیے کھاتے پیتے سوتے جاگتے عابد ہوتا ہے غازی کو بھی چاہیے کہ اس سفر میں ناجائز حرکت نہ کرے اللہ رسول سے شرم کرے حضرات صحابہ کی عادات جنگ میں تسبیح پڑھتی تھی کہ سفر میں قرآن بالخصوص تلاوت خیال رہے کہ یہ تشبیہ ثواب میں ہے نہ کہ عمل میں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مجاہد روزہ رکھتا اور تمام رات نماز قرآن پڑھتا بالکل نہ سوتا تو ممنوع ہے کہ وہاں ممانعت اسی لیے تو ہے کہ انسان تھک کر بیمار ہو جائے گا پھر فرائض و واجبات سے بھی جاتا رہے گا اگر کوئی شخص ہمیشہ کے روزے ساری رات نماز سے تھکن محسوس نہ کرے تو اس کے لیے ممانعت بھی نہیں۔ اسی لیے اس افصح الفصحا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تھکنے کی قید لگا دی کہ فرمایا لا یفتر[2] یعنی یہ ثواب صرف میدان جنگ میں رہنے کے اوقات سے خاص نہیں بلکہ جاتے آتے سفر میں بھی ملتا ہے گھر واپس پہنچنے تک یہ ثواب ہے جہاد کرنے کا ثواب علیحدہ ہے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں سے مراد راہ جہاد ہے اسی لیے مؤلف یہ حدیث جہاد کے بیان میں لائے ہو سکتا ہے کہ اس جہاد، طالب علم، عمرہ و حج کے تمام سفر مراد ہوں مگر پہلی توجیہ زیادہ صحیح ہے کہ اگلا مضمون اس کی تائید کر رہا ہے اور رب کی یہ ضمانت کرم کی ضمانت ہے[1] چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق، تمام رسولوں کی تصدیق ہے اس لیے اس جملے میں ارشاد ہوا جس کے پاس حضور ہیں اس کے پاس ساری اچھائیاں رہائیاں ہیں[2] اَوْ اُدْخِلَہٗ کا عطف ارجعہ پر ہے یعنی اگر غازی جیت گیا تو غنیمت و ثواب سب کچھ لے آیا اگر شکست کھا گیا تو ثواب کے ساتھ لوٹا اگر شہید ہو گیا تو جنت میں گیا ہر طرح نفع میں ہے مثل مشہور ہے کہ لٹ گئے تو روزہ لوٹ لائے تو عید، مارا آئے تو غازی مر گئے تو شہید۔

[3] یعنی غریب و فقیر مسلمانوں کے دل نہیں چاہتے کہ بے سواری ہونے کی وجہ سے میرے ساتھ جہاد میں نہ جائیں گھر بیٹھے رہ جائیں کیونکہ جس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تشریف لے گئے تھے جتنے

أُحْيٰى ثُمَّ أُقْتَلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ

پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا ۶؎ دنیا اور جو دنیا پر ہے اس سے بہتر ہے ۷؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک بار صبح و شام جانا ۸؎ دنیا سے اور جو دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے ۹؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن رات گھوڑا پالنا ایک مہینہ کے روزوں و نمازوں سے بہتر ہے ۱۰؎ اور

طرح ٹھیک دوپہری تیز دھوپ میں سفر سے مدینہ منورہ اپنے باغوں میں پہنچے جہاں وہ کھانا، پانی، ٹھنڈا سایہ ان کے منتظر تھے مگر جب سنا کہ حضور غزوہ تبوک میں گئے ہوئے ہیں سواری سے نہ اترے اسی طرح سواری ہانک دی رضی اللہ عنہ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے محبوب تپتی ریت میں ہوں اور میں گھنے درختوں کے سایہ میں ہوں۔ ۲؎ یعنی ہمارے پاس اتنی سواریاں ہی نہیں کہ ہر جہاد میں ہم سب مسلمانوں کو ان پر سوار کر کے جہاد کے میدان میں پہنچا دیں وہ پیچھے رہ جانے پر راضی نہیں سب کو ساتھ لے جانے کا موقع نہیں ۳؎ سریہ وہ چھوٹا لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یعنی اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو ہم کسی معمولی اور بڑے لشکر کے پیچھے نہ رہتے ہر لشکر کے ساتھ جاتے ہر جہاد میں شریک ہوتے معلوم ہوا کہ جہاد عموماً فرض کفایہ ہوتا ہے کبھی فرض عین یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بڑے رحیم کریم ہیں کہ مساکین کے رنج و غم کا لحاظ فرما کر کبھی جہاد جیسے مرغوب چیز کو چھوڑ دیتے حضور نے امت کی تکلیف کا لحاظ فرماتے ہوئے بہت سی عبادات ترک کیں جیسے ہمیشہ تراویح اور تہائی رات گزرنے پر نماز عشاء وغیرہ ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ راہ خدا میں شہادت بڑی اعلیٰ عبادت ہے کہ حضور انور بار بار شہادت پانے کی تمنا فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ ناممکن نیکی کی تمنا بھی ثواب ہے رب تعالٰی نے خبر دیدی تھی کہ کوئی کافر حضور کو شہید نہ کر سکے گا واللّٰہ یعصمک من الناس یہ بھی خبر دی ہے کہ بعد موت کوئی دنیا میں واپس نہ آئے گا انھم لا یرجعون ان خبروں سے معلوم ہو چکا تھا کہ حضور کی شہادت ناممکن ہے اور بار بار دنیا میں آ کر شہید ہونا بھی محال ہے مگر حضور اس کی تمنا آرزو کرتے رہے کیوں اس لیے کہ یہ تمنا ثواب ہے امید صرف ممکن کی ہو سکتی ہے مگر آرزو و تمنا ممکن و ناممکن ہر چیز کی جا سکتی ہے ۵؎ آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے کہ آپ سہل ابن سعد ساعدی انصاری ہیں پہلے آپ کا نام حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا کنیت ابو العباس ہے حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ

قِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهٗ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ اَبِيْ عَبْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهٗ فِي النَّارِ اَبَدًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ

اگر مر جاوے تو اس کا وہ عمل جو کرتا تھا جاری رہے گا[1] اور اس پر اس کا رزق بہایا جائے گا[2] اور فتنوں سے امن میں رہے گا[3] (مسلم) روایت ہے ابو عبس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے پاؤں اللہ کے راہ میں گرد آلود ہوں[4] پھر اسے آگ چھوئے[5] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اور اس کا قاتل کبھی آگ میں جمع نہ ہوں گے[6] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے مفید زندگی اس شخص کی ہے[7] جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ

مدینہ منورہ میں وفات پائی ۳۴ھ میں آپ آخری صحابی ہیں جن کی وفات سب سے آخر ہوئی۔[7] رباط کے لغوی معنی ہیں باندھنا اسی لیے بندھے گھوڑے کو خیل مربوط کہتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل شریعت میں بہ نیت جہاد گھوڑا پالنے کو بھی کہتے ہیں، اور اسلامی سرحد پر کفار کے مقابل رہنے کو بھی جبکہ سرحد پر ہر وقت خطرہ ہو اور یہ مقابلہ کفار کے لیے ہر وقت وہاں تیار رہے یہاں رباط کے معنی دونوں بن سکتے ہیں۔[2] یہ حدیث مختلف عبارتوں سے آئی ہے چنانچہ احمد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی ہے ایک دن کا رباط ایک ماہ کے روزہ رات کی عبادت سے افضل ہے طبرانی نے حضرت ابوذر سے روایت کی ایک ماہ کا رباط ہمیشہ کی روزی سے افضل ہے۔ جو مرابط ہو کر مرے گا وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور برزخ میں اسے صبح شام روزی جنت کی ملے گی قیامت تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔[3] صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا روحہ اللہ تعالٰی کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔[4] کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو، نماز، روزہ، حج وعبادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب و روح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان و اخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادات ایک آن کے دیدار پر صدقے و قربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔[5] خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے۔ فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق، موٹر کار، جنگی ہوائی جہاز کی سواری سیکھنا سب رباط ہے جبکہ جہاد کی نیت سے ہو۔ ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لیے ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے یا مجاہد و مرابط کا جیسا اخلاص ویسا ثواب۔[6] سبحان اللہ کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے۔

عِنَانَ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَطِیْرُ عَلٰی مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَیْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَیْهِ یَبْتَغِی الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِیْ غُنَیْمَةٍ فِیْ رَاْسِ

کی راہ میں تھامے رہے جو اس کی پشت پر اڑ جاتا ہے جب کبھی گھبراہٹ یا طلب مدد کی آواز سنے اس پر اڑ کر پہنچے [۵] جو قتل

وموت کو ان کے ٹھکانوں سے ڈھونڈتا ہے [۶] یا [illegible] جو بکریوں میں رہے

جاری بن جاتا ہے بلکہ یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا۔رب تعالٰی فرماتا ہے یُرۡزَقُوۡنَ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ سے امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا نون کے فتحہ سے ہے۔فتحہ کا مبالغہ یا ف کے ضمہ سے فاتن بمعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا۔یا محفوظ رکھا جائے گا۔بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ و آزمائش ہے۔اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے۔منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔مرابط حساب قبر،عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے۔دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔رضا فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا اس نفیس فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ [۷] آپ انصاری صحابی ہیں زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا اسلام میں آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن جبیر ہوا مگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے ستر سال کی عمر پائی ۳۴ھ میں وفات پائی۔مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئے (اشعہ،مرقات) [۸] یعنی جو شخص رضائے الٰہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد و غبار پڑے خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج،طلب علم،جنازہ کی حاضری،بیماری،بیمار پرسی،جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقًا اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے فرمایا حج میں قرآن کریم میں جو مصرف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ واقع ہے امام ابو یوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے امام محمد کے ہاں مجبور حاجی (مرقات) [۹] یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف خدا میں آنکھ کے آنسو،راہ خدا کا غبار دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہے۔ [۱۰] کافر سے مراد حربی کافر ہے اور قاتل سے مراد مجاہد غازی مسلمان ہے یعنی جو غازی جہاد میں کسی کافر کو قتل کرے تو وہ مقتول کافر تو دوزخ میں گیا۔لہذا یہ قاتل غازی دوزخ میں نہیں جائے گا یہ مطلب نہیں کہ مقتول کافر تو دوزخ کے اوپر طبقے میں ہو اور یہ غازی دوزخ کے دوسرے طبقہ میں ہو مطلقًا دوزخ میں اجتماع کی نفی ہے [۱۱] لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگانی اور زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں [۱۲] یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فورًا وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے [۱۳] یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو مجاہد،جانباز،ہو

شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْبَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ

ان پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی میں یا ان جنگلوں میں سے کسی جنگل میں رہے نماز قائم کرے زکوٰۃ دیا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہے حتی کہ اسے موت آجائے لوگوں میں سے یہ مرد صرف بھلائی میں ہی ہے (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا اور جو کسی غازی کے گھر بار میں اس کا نائب بن کر رہا اس نے جہاد کیا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیوں کی بیویوں

۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ دو طرح کی زندگی بہترین ہے اول درجہ کی زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیاوی جھگڑوں سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز جگہ پر رہنے سہنے لگے تھے۔ بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے فتنوں سے الگ رہتے۔ اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارے کے لیے کوئی پیشہ مثلًا مزدوری زراعت وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے ۲؎ اگرچہ عبادات میں نماز و زکوٰۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز زکوٰۃ اعلیٰ درجہ کی عبادات ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا ۳؎ یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے نیز موت کے بعد ہر شخص کو ذریعہ رسالت فرشتوں، جنت دوزخ وغیرہ کا یقین ہوجاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالٰی فرماتا ہے "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" ۴؎ یہ حصر اضافی ہے یعنی زیادہ فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے۔ جلوت سے خلوت بہتر۔ مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے تبلیغ کرتے رہے نیز جلوت میں رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے ذکر کے حلقے ہیں اچھوں کی صحبتیں ہیں حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ سے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس گزارنے والے کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کرسکے (مرقات) ۵؎ آپ صحابی ہیں عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی، بعض نسخوں میں یزید ابن خالد ہے

۶؎ یعنی غازی کو سامان سفر سامان جنگ یا روٹی کپڑا سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب ۷؎ یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہوگا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کرسکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینان دل کا ذریعہ بنا۔

نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ

کا احترام بیٹھ رہنے والوں کے ذمہ ایسا ہے جیسے اپنی ماؤں کا احترام ۱؎ اور بیٹھ رہنے والوں میں سے کوئی شخص نہیں جو مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں میں خلیفہ بنے ۲؎ پھر ان میں اس غازی کی خیانت کرے ۳؎ مگر خائن غازی کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہوگا پھر غازی اُسکے اعمال میں سے جو چاہے گا لے لے گا ۴؎ اب تمہارا کیا خیال ہے ۵؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں ایک شخص جہاد والی اونٹنی لایا ۶؎ عرض کیا یہ اللہ کی راہ میں ہے ۷؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے عوض تجھے قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی ۸؎

۱؎ حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت و حرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگرچہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت گناہ اور بد ترین [illegible] ہے [illegible] بھی ہر مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام ہے اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ بد نظر سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا وبال کا قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے [illegible] ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسکی حفاظت کریں ان کی تکالیف دور [illegible] ان کا کام کاج کریں ۲؎ اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران و منتظم بنا گیا [illegible] مان لیا ہو یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے گھر والوں سے مراد بیوی بچے لونڈی [illegible] وغیرہ سب ہی شامل ہیں ۳؎ یہاں خیانت [illegible] مال زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے [illegible] زیادہ مذکور ہے ۴؎ اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے روزے نمازیں حج زکوۃ وغیرہ [illegible] ہے ۵؎ یعنی خود خیال کر لو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہرگز نہیں [illegible] ۶؎ [illegible] ۷؎ [illegible]

نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰى لِحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ

سب کی سب مہار والی ہوں گی (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ہذیل کے قبیلہ بنی لحیان کی طرف بھیجا ۱؎ تو فرمایا ہر دو شخصوں میں سے ایک شخص چلا جائے ثواب ان دونوں کو ہوگا ۲؎ (مسلم)۔ روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کرتی رہے گی ۴؎ حتی کہ قیامت قائم ہوجاوے ۵؎ (مسلم) ۶؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں زخمی کیا جاتا اللہ کی

حدیث کتاب الجہاد میں لائے ۵؎ حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہر معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اللہ تعالٰی بطور اعزاز اہل جنت کو سواری کے لیے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ تیز ہوگی۔ جیسے قربانی کو نے اور کو صراط طے کرنے کیلئے سواری بن جاوے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب ملے گا مگر درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی کیا ثواب کی بھی مہار ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جائے گی ۱؎ ہذیل کفار کا بڑا قبیلہ تھا اور بنی لحیان اس کی فخذ جیسے پٹھان بڑا قبیلہ ہے پھر یوسف زئی، کمال زئی اس کے چھوٹے خاندان۔ یہ جہاد بنی لحیان پر تھا ۲؎ یعنی گھر کے سارے آدمی لشکر میں نہ جائیں، باپ بیٹے، بھائی بھائی، چچا بھتیجے میں سے ایک شخص تو جہاد میں جائے دوسرا شخص گھر میں رہ کر اسے سنبھالے۔ نفس ثواب میں مشترک ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مجاہد کا خلیفہ مجاہد کے ثواب میں شریک ہوتا ہے ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے عامری ہیں، حضرت سعد ابن وقاص کے بھانجے ہیں، آپ کی والدہ خالدہ بنت ابی وقاص ہیں، کوفہ میں رہے وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی ۴؎ یعنی روئے زمین پر کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہے گا اگرچہ کبھی کسی خاص جگہ نہ ہو اور اس کے جہاد کی وجہ سے دین قائم رہے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ شام اور روم کے مسلمان اکثر جہاد کرتے رہیں گے۔ الحمدللہ حضور کی یہ پیشگوئی اب تک ظاہر ہو رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد دائمی عبادت ہے کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ اس سے مرزائی عبرت پکڑیں جو جہاد کو منسوخ مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ جو کوئی جہاد کو منسوخ مانے وہ ایسا ہی مرتد کافر ہے جیسا کہ نماز روزہ کو منسوخ ماننے والا ۵؎ یا تو اس سے قرب قیامت مراد ہے یا خود قیامت مراد، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ قیامت سے چالیس سال پہلے دنیا سے اسلام و قرآن ختم ہو جائے گا۔ قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی جن میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا، پھر جہاد کیسا۔
۶؎ اسے ابوداؤد نے بھی روایت فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں ایک ٹولہ ہمیشہ غالب رہے گا اس کے مخالفین اسے کچھ نقصان نہ پہنچا

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ دَمًا اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

راہ میں کوئی نہ زخمی کیا جائے گا اللہ ہی جانتا ہے کون اس کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے ۳ مگر وہ قیامت کے دن اسی طرح آئے گا کہ اس کا زخم خون بہاتا ہوگا ۴ رنگ تو خون کا رنگ ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی ۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی نہیں جو جنت میں داخل کیا جائے ۶ پھر وہ دنیا میں لوٹنا پسند کرے اگرچہ دنیا کی ہر چیز اس کی ہو سوا شہید کے کہ وہ آرزو کرتا ہے کہ دنیا میں لوٹایا جائے پھر قتل کیا جائے دس بار ۸ کیونکہ وہ احترام دیکھتا ہے (مسلم، بخاری)

سکیں گے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث علماء کو شامل ہے جو حضرات قلم و زبان سے جہاد کرتے رہتے ہیں ۲ خواہ اس زخم سے موت ہوجائے یا نہ ہو۔ ۳ اس جملہ کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ ہر شخص جو میدان جہاد میں زخمی ہو وہ فی سبیل اللہ زخمی نہیں، فی سبیل اللہ زخمی وہ ہے جس میں ریا نیت دنیا نہ ہو یہ رب ہی جانتا ہے کہ کون کس نیت سے زخمی ہوا اور کون نہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ راہ خدا میں زخمی کون ہوتا ہے کیسے پوشیدہ پر ساجزا دے گا۔ جیسے واللہ اعلم بما وضعت اس صورت میں یہ جملہ اس کی انتہائی شان کے لئے ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ کفار سے جہاد میں یا باغیوں ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا یا تبلیغ دین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا اس میں سب شامل ہیں سب کا یہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہے ۴ یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا، مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے بعض روایات میں بجائے یثعب کے یتفجر ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی بہانا ۵ لہٰذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا، نہ بدبودار، بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا، یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالٰی کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے ۶ یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مومنوں کو مرتے ہی نصیب ہوجاتا ہے، جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا جب دنیا ختم ہوچکی ہوگی، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، خیال رہے کہ عام مومنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں، شہداء وغیرہم کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہوجاتی ہیں، بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا، (انشاء اللہ تعالٰی) ۷ کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں، جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے ۸ دس بار سے مراد کئی بار ہے، یعنی شہید تمنا کریگا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہ خدا میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الْاٰيَةَ قَالَ اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ يُسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ شَآءَتْ ثُمَّ تَاْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَیَّ شَیْءٍ

روایت ہے حضرت مسروق سے[1] فرماتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ ابن مسعود سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ اللہ کی راہ میں مقتولوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں الخ[2] فرمایا ہم نے اس کے متعلق پوچھا[3] تو فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں[4] ان کیلئے عرش میں قندیلیں لٹک رہی ہیں[5] جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں[6] پھر ان کی طرف ان کا رب متوجہ ہوتا ہے[7] تو فرماتا ہے کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو[8]

نہ آیا۔ ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ جب ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی، اور ہوسکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو جو اللہ کی راہ میں زخم کھانے سے ہوتی ہو۔ عبادت میں بھی لذت ہے جسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔ [1] آپ مشہور تابعی ہیں حضور کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کرسکے خلفائے راشدین ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوئے، علم حاصل ہوا حضرت ابن مسعود کے ساتھ اکثر رہے، کثرت نوافل کی وجہ سے پاؤں سوجے رہتے تھے، جب حج کو جاتے تو حرم شریف میں سجدہ میں رہتے، وہاں ہی سوتے تھے بچپن میں آپ کو چوری کرلیا گیا تھا، اس لیے نام مسروق ہوا۔ بصرہ کے حاکم بنے کوفہ میں ۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ [2] سوال کا مقصد یہ ہے کہ شہداء کی زندگی کے کیا معنی، اور انہیں روزی کس طرح دی جاتی ہے؟ وہ تو دفن ہوچکے، ان کی میراث تقسیم ہوچکی، ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کرچکیں، جب ان پر مُردوں کے احکام جاری ہوچکے تو وہ زندہ کیونکر ہیں۔ [3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، لہذا یہ حدیث مرفوع ہے (مرقاۃ، اشعہ، نووی شرح مسلم) کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دریافت کیا۔ [4] یعنی اللہ تعالٰی ان روحوں کیلئے ان کے بدنوں کے قائم مقام اجسام پیدا فرماتا ہے، ان اجسام میں یہ روحیں امانۃً رہتی ہیں، یہ اجسام ان روحوں کے اپنے نہیں ہوتے، لہذا یہ تناسخ یا آواگون نہیں۔ [5] یعنی شہداء کی روحیں وہاں سیر تو کرتی ہیں، اور جنت کے میوے تو کھاتی ہیں، مگر حوروں اور وہاں کے مکانات کو استعمال نہیں کرتیں، یہ استعمال تو بعد قیامت ہوسکے گا۔ رب تعالٰی نے ان کیلئے دنیاوی پنجروں یا آشیانوں کی طرح نورانی قندیلیں بنادی ہیں جن میں وہ قیام کرتی ہیں۔ [6] یعنی ہر وقت وہ روحیں جنت میں کی رہتی ہیں، سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی، مگر اس کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں، یا ہمارا نور نظر آسمان کی سیر کرتا ہے مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہوجاتا۔

تَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَمْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يَّسْاَلُوْا قَالُوْا يَا رَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ

وہ عرض کرتے ہیں ہم کیا چیز چاہیں ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کے لئے تین بار یہ سوال کیا جاتا ہے ۱؎ جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مانگنے سے نہ چھوڑیں جائیں گے تو عرض کرتے یارب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹادی جائیں ۲؎ تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں۔ جب رب دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو یہ چھوڑے جاتے ہیں ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے

ورنہ آنکھ اندھی ہوجاتی۔ ارواح شہداء کی نظافت قوت شعاعوں اور نور نظر سے کہیں زیادہ ہے، لہذا اندیشہ یہ ہوا اعتراض یعنی کہ جب شہداء کی روحیں جنت میں ہیں تو قبور شہداء کی زیارت، انہیں سلام کرنا بیکار ہوا۔ اس حیات کی پوری بحث اسی مرات کی باب الجمعہ میں ملاحظہ فرمائیں حدیث فبنی العاصی برزق کی شرح میں۔ ۴؎ اطلاع کے معنی ہیں جھانکنا، جڑھنا، مگر یہ معنی رب تعالٰی کیلئے ناممکن ہے، اس لئے یہاں اسکے معنی نظر فرمانا، تجلی فرمانا، توجہ فرمانا مناسب ہیں۔ ۵؎ بعض شہداء سے بے حجابانہ یہ کلام ہوتا ہے اور اکثر سے وراء حجاب اس عالم میں ان آنکھوں سے رب تعالٰی کا جمال دیکھنا ناممکن ہے وہ عالم بھی دوسرا ہے اور دیکھنے والی آنکھ بھی دوسری۔

۱؎ یہ بار بار سوال فرمانا اظہار کرم خاص کیلئے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، حدیث بالکل ظاہر پر ہے ۲؎ یعنی ہم کو کچھ نہ کچھ مانگنا ہی پڑیگا، تب وہ جنت کی بقیہ نعمتیں حور و قصور وغیرہ نہیں مانگتے، بلکہ پھر ان اجسام میں پہلے کی طرح جانا مانگتے ہیں جن سے انہیں ظاہری زندگی ملے، اور پھر وہ جہاد کرکے شہید ہوسکیں، خیال رہے کہ یہاں سوال ظاہری زندگی اور شرعی جہاد اور شرعی شہادت کا ہے ورنہ بعض موقعوں پر ارواح شہداء کو میدان جہاد میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، چنانچہ ابن قیم نے کتاب الروح میں صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم کی روحوں نے بعد وفات کفار کے بڑے لشکر جرار کو بھگادیا، اور مجاہد مسلمانوں کی مدد کی، اور وہ مدد بالکل درست تھی، صبح کو لشکر کفار مقتول تھا، اور باقی بھاگ چکا تھا، مگر یہ جہاد اور نوعیت کا ہے۔ نیز اسی کتاب الروح میں ہے کہ حضرت کی روح پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دور دراز ملک میں پہنچ کر ایک رافضی کو قتل کیا ۳؎ خیال رہے کہ رب تعالٰی نے ان روحوں کو دوسری طرف یعنی دوسرے سوالوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا، ورنہ وہ دیدار الٰہی، دیدار مصطفوی کی تمنا کرتے بلکہ انکی توجہ شہادت کی طرف دلائی، تاکہ لوگوں کو شہادت اور غزوہ کی اہمیت کا پتہ لگے، یہ بھی خیال رہے کہ اس دنیا میں ناممکن چیز کی دعا کرنا منع ہے مگر وہ تو دنیا ہی دوسری ہے وہاں ناممکن کی دعا کرنا ممنوع نہیں کہ شہداء دنیا میں واپس آنے کی دعا کرتے ہیں، جو ناممکن ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہوچکی ہیں۔ دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے کوئی شخص جزا و ثواب کے لئے جنت میں اس جسم سے نہیں جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ بعض خوش نصیبوں کو روحانی داخلہ قیامت سے پہلے بھی عطا ہوسکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جنت کے پھل، ہوا، دوسری نعمتیں قیامت سے پہلے بعض

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْإِيْمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں قیام فرمایا[۱] تو ان سے ذکر فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا تمام اعمال میں افضل ہے[۲] تو ایک شخص اٹھا پھر بولا یا رسول اللہ فرمایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو میرے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے[۳] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ حالانکہ تو طالب ثواب ہو آگے جاتا ہو پیٹھ پھیرتا نہ ہو[۴] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو نے کیا کہا[۵] وہ بولا کہ فرمایئے تو اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں

لوگ استعمال کرتے ہیں مگر وہاں کی حوروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، حوریں تو بعد قیامت ہی میسر ہوں گی، دیکھو آدم علیہ السلام کو جنت کے قیام کے زمانہ میں صرف کھانے کی اجازت تھی، اگر حوروں کی اجازت ہوتی تو آپ کو تنہائی کی وحشت نہ ہوتی، اور حضرت حوا کی پیدائش کی خواہش نہ پیدا ہوتی، پانچویں یہ کہ روح کو فنا نہیں، موت جسم پر طاری ہوتی ہے کہ اس سے روح علیحدہ کر دی جاتی ہے چھٹے یہ کہ روح کو راحت و تکلیف کا احساس بعد موت رہتا ہے ورنہ برزخ کے ثواب و عذاب کے کیا معنی؟ ساتویں یہ کہ برزخ کا ثواب و عذاب برحق ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے "یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب" یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے لئے صریحی نص ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی، برزخ کے احوال برحق ہیں۔ [۱] وعظ فرمانے کیلئے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا، اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی، مگر بعض دفعہ اہتماماً قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا، یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔ [۲] خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں، لہذا یہ حدیث اُن احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔ [۳] حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں، بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ [۴] یہاں تمام گناہوں کی معافی کیلئے دو قیدیں ارشاد ہوئیں، ایک اخلاص سے جہاد کرنا، دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا۔ سینہ میں تیر یا گولی کھانا، یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادہ سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کیلئے بھاگے، یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، رب فرماتا ہے "الا متحیزا الی فئۃ او متحرفا"

اَيُكَفِّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ

توکیا میری خطائیں مٹادی جائیں گی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ تو صابر طالب اجر ہو، آگے بڑھتا ہوا ہو پیچھے ہٹتا نہ ہو سوا قرض کے [۱] کیونکہ مجھ سے جبریل نے یہی کہا ہے [۲] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہونا (یا قتل کرنا) [۳] ہر چیز کو مٹادیتا ہے سوا قرض کے [۴] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان دو شخصوں سے بہت خوش ہوتا ہے [۵] جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے، پھر دونوں جنت

تعالٰی۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ [۵] حضور [illegible] علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے دوبارہ سوال کرانا اظہار اہتمام کیلئے ہے، تاکہ اُسے یہ جواب خوب یاد رہے (مرقات)۔ [۱] یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں، بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مالی حقوق ہیں، چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ، مرقات نے فرمایا کہ قرض سے وہ قرض مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہوگیا، وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرادیا جائیگا، مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہوجاتا ہے اور اسکی روح بلا واسطہ خود رب تعالٰی قبض فرماتا ہے، حضرت [illegible] کے سپرد نہیں کی جاتی (مرقاۃ)۔ [۲] یعنی ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں، دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے، بعض وقت ان حضرات نے وحی دیکھی، بلکہ بعض اوقات جبریل امین کو بھی دیکھا، اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، رب تعالٰی نے اپنے محبوب سے باتیں کرلیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی، اس وقت جو وحی آئی یا اسی دوسری قسم کی تھی، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرمادیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔ [۳] ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل مصدر مجہول ہے بمعنی قتل کیا جانا یعنی شہید ہوتا، اسکی تائید گذشتہ حدیث کررہی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا یعنی جہاد کرنا ہو۔ [۴] اسکی شرح ابھی ہوچکی، قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی کا دین مہر ہو یا کسی سے لیا ہوا قرض، یا ماری ہوئی امانت یا غصب کیا ہوا مال کہ یہ بندوں کے حقوق ہیں، اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوٰۃ فطرہ قربانی، ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد ہیں، مرقات نے یہاں ان سب چیزوں کو دین مانا ہے مگر یہ قوی نہیں ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ

الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوبُ اللهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ

کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو مارا جائے پھر اللہ قاتل کو توبہ کی توفیق دے دے۔ پھر وہ شہید کردیا جائے۔ ؎۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن حنیف سے ؎۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے ؎۳ تو اللہ اسے شہیدوں کے درجوں پر پہنچا دے گا۔ اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے ؎۴ (مسلم)۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ ربیع بنت براء ؎۵ جو حارثہ ابن سراقہ کی ماں ہیں ؎۶ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ بولیں یارسول اللہ آپ مجھے حارثہ کے متعلق کیوں خبر نہیں دیتے۔

ہونا چاہیے کیونکہ ہر گناہ و رب تعالٰی وہ قرض ہے جو جلسے نے مار لیا ؎۵ ضحک کے معنی ہیں ہنسنا، رب تعالٰی کے لئے یہ ناممکن ہے اس لئے بعض شارحین نے اس کے معنی کیے ہیں خوش ہونا، راضی ہونا پسند فرمانا، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ضحک کے معنی ہیں پانی بہانا، لہٰذا اسکے معنی ہوئے رحمتیں بہاتا ہے یہ معنی نہایت لذیذ و نفیس ہیں ؎۶ یعنی یہ قاتل و مقتول دونوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں جاویں گے۔ خیال رہے کہ دنیا کی تمام مسلمانوں کی ذاتی عداوتیں آخرت میں ختم ہوجاویں گی، یوں ہی دنیا کی جسمانی محبتیں بھی وہاں فنا ہوجائیں گی، ایمانی عداوت و رحمت باقی رہے گی مسلمان باپ کافر بیٹے کو عذاب میں دیکھ کر خوش ہوگا، اور اجنبی مسلمان دوسرے مسلمان کو عذاب میں دیکھ کر ملول ہوگا، اسکی سفارش و شفاعت کرکے بخشوائیگا، یونہی وہ دو مسلمان جو دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے دشمن تھے وہاں دوست ہوجائیں گے رب فرماتا ہے "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ" اور فرماتا ہے "الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ"، ؎۱ کہ پہلا بھی شہید و سعید اور دوسرا بھی شہید و سعید، دیکھو حضرت امیر حمزہ کو جناب وحشی نے شہید کیا اور پھر بعد میں خود بھی سعید و مومن ہوکر فوت ہوئے رضی اللہ عنہما۔ ؎۲ صحابی ہیں انصاری ہیں، بدر اور تمام غزوات میں حاضر رہے، غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ڈٹے رہے پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپکو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر فرمایا، پھر فارس پر، ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، امیر المؤمنین علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور وہاں ہی دفن کیا (اشعۃ اللمعات) ؎۳ اسی طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے زبان سے دعا کرے، اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے موقعہ کی تلاش میں رہے، صرف زبانی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے ؎۴ اسی طرح کہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہیگا۔ رب تعالٰی کی عطا ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔

وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَآءِ فَقَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ اِبْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

اور وہ بدر کے دن شہید کیے گئے تھے کہ انہیں غائبانہ تیر لگا تھا اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں ۲؎ اگر اس کے سوا ہو تو ان پر رونے میں کوشش کروں ۳؎ تو فرمایا اے اُمّ حارثہ جنت بہت سی جنتیں ہیں ۴؎ اور تمہارے لخت جگر نے اعلیٰ درجہ کی فردوس حاصل کی ہے ۵؎ (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تشریف لے گئے حتی کہ بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے ۱؎ اور مشرکین بھی آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں و زمین کی برابر ہے ۲؎

۱؎ یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر۔ اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں اور نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں۔ لہذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی بھتیجی ہیں (اشعہ) ۲؎ آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصار میں۔ بیٹا ۳؎ یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا مارنے والے کا پتہ نہ چلا تھا۔ اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اُسے بھی سہم غرب کہتے ہیں۔ مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں۔ پتہ اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبریل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے۔ یہ ہی معنی ہیں حاضر ناظر کے اصحابہ کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا ۴؎ اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کے شکریہ میں۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے۔ نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تردد ظاہر کیا۔ شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک و تردد نہیں ہوسکتا۔ ۵؎ یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا۔ اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے۔ جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے ۶؎

الْاَرْضُ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ اِنَّهَا الْحَيٰوةُ

تو عمیر ابن حمام بولے[۱] خوب خوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خوب خوب کہنے پر کون چیز بھڑکا رہی ہے[۲] بولے یا رسول اللہ اور کوئی چیز نہیں سواء اس امید کے کہ میں بھی جنت کے اہل سے ہو جاؤں[۳] فرمایا تم اہل جنت میں سے ہو[۴] راوی فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ چھوارے نکالے[۵] اور انہیں کھانے لگے۔ پھر بولے کہ اگر ان چھواروں کے کھانے تک زندہ رہوں

جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے [۵] یعنی جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کر رہی ہے۔ بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا۔ یہ ہے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں [۶] بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھدوایا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا پھر اس میدان کا نام بھی بدر ہو گیا اب وہاں بڑی بستی ہو گئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چوالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارت کی ہیں۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا۔ بدر مذکر بھی بولا جاتا ہے مؤنث بھی۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے مشرکین بعد میں وہاں پہنچے [۷] یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا [۱] آپ عمیر ابن حمام ابن اجرع انصاری سلمی ہیں انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہی ہیں آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا (مرقات) [۲] یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو۔ قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے۔ حضور انور کا سوال اس لئے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولو العزمی معلوم ہو جائے۔ ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کرکے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے [۳] معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے۔ [۴] یہ ہے حضور صلے

طَوِيْلَةٌ قَالَ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ قَالَ اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛

تو یہ زندگی بہت دراز ہے ۱؎ فرماتے ہیں کہ جتنے چھوارے ان کے پاس تھے پھینک دئے۔ پھر کفار سے جنگ کی حتی کہ شہید کردیئے گئے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ اپنے میں شہید کسے گنتے ہو ۳؎ عرض کیا یا رسول اللہ جو راہ خدا میں مارا جائے تو وہ شہید ہے ۴؎ فرمایا تب تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے ۵؎ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کی راہ میں مرجائے وہ شہید ہے ۶؎ اور جو طاعون میں مرجائے وہ شہید ہے ۷؎ اور جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے ۸؎ (مسلم) ۹؎

اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت، حساب حشر میں کامیابی، پلصراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے ۵؎ قرن قاف اور ر کے فتحہ سے معنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں ۱؎ یہ ہے شوق شہادت کہ اپنی زندگی بھی بوجھ معلوم ہو رہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنۃ رب فرماتا ہے۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم۔ ۲؎ اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ایسی کوشش بھی عبادت ہے

ع جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھیرا ہے نظارہ تیرا

۳؎ یہاں عد بمعنی شمار کرنا بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہذا متعدی بدو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لئے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لئے بھی اور کسی وصف کے لئے بھی اور افراد کے سوال کے لئے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو (مرقات) شہید بروزن فعیل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہیر بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے ضریب بمعنی ضارب اور یہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں کو توحید و رسالت کی گواہی دینے والا، یا جس کی بخشش و عزت کی قرآن و حدیث نے گواہی دی، یا مرتے ہی رب تعالٰی کی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا
ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ
اُجُوْرُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے غازیوں کا کوئی چھوٹا بڑا لشکر[۱] جو جہاد کرے تو غنیمت پالے اور سلامت رہے مگر وہ اپنے ثواب کے دو تہائی حصے فورًا حاصل کر لیتے ہیں[۲] اور نہیں ہے کوئی غازیوں کی چھوٹی بڑی فوج جو ناکام رہے اور تکلیف پا جائے[۳] مگر ان کے ثواب پورے ہو جاتے ہیں[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا۔ یا مر کر تمام جہان کا مشاہدہ کرنیوالا۔ یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا۔ یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ اور بھی اس کے بہت معنی ہیں (لمعات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے ویستبشرون بالذین لم یلحقو بھم جواب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں مناتے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مر کر یا شہید ہو کر ہمارے پاس آنے والے ہیں ۴ یعنی شہادت کے لئے ہم نے دو شرطیں سمجھی ہیں۔ ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا۔ یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا ۵ کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے۔ جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جاویں گے ۶ یعنی وہ قتل تو نہ ہوا اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں ۷ یعنی جہاں طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے، طاعون بنا ہے طعن سے بمعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے مار رہا ہے اسلئے اسے طاعون کہتے ہیں لہذا یہ شخص شہید ہوتا ہے ۸ پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکمًا شہید ہوتا ہے جیسے دست۔ درد۔ استسقاء چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لئے اس سے مرنیوالا حکمًا شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا۔ جل کر۔ دیوار وغیرہ سے دب کر مرنیوالا۔ مسافر مرابط۔ جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں اٹھیں گے (مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کی طفیل ہیں ۹ طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے اس باب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل۔ طاعون۔ عورت کا نفاس میں مرجانا۔ جل کر مرنا۔ ڈوب کر مرنا۔ پیٹ کی بیماری سے مرنا سل کی بیماری سے مرنا یہ تمام شہادت ہیں (مرقات) ۱۰ چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے۔ اس سے بڑا لشکر فوج نیز جس جہاد میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرمادیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمادیں وہ غزوہ (مرقات و اشعہ) یعنی آیندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کیلئے ہے ۱۱ کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں۔ سلامتی غنیمت ثواب و اجر پہلی دو نعمتیں دنیا میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ فَمَنْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مرجائے اور نہ تو جہاد کرے لہ اور نہ اپنے دل میں اس کا خیال کرے ۲ تو نفاق کے حصے پر مرے گا ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسےٰ سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ ایک شخص غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے ۴ اور ایک شخص اپنی شہرت چرچے کے لئے ۵ اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا درجہ دیکھا جاوے ۶ تو اللہ کی راہ میں مجاہد کون ہے فرمایا وہ ہے جو صرف اس لئے جہاد کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہوجائے ۷ وہ اللہ کی راہ میں مجاہد ہے (مسلم بخاری)

اور آخری نعمت ثواب و اجر۔ آخرت میں ۱ تحقیق بنا ہے خفق سے یعنی مجاہد کا بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا بغیر شکار واپس لوٹنا، تکلیف سے مراد زخم و شہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عمومًا جہاد میں پیش آتی ہیں۔ یعنی جو غازی غنیمت تو حاصل نہ کرسکے زخمی یا شہید ہوجائے ۲ یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لئے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کیلئے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے ۱ یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہوسکے۔ غرضیکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں۔ ۲ نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔

۳ یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بیگانہ رہنا منافقین کی علامت ہے (مرقات۔ ونووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترک الصلوۃ متعمدًا فقد کفر۔ جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے۔ یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا۔ فرماتے ہیں کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے (مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دل نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔

۵ یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے۔ رضاء الٰہی کی نیت نہیں

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا شَرِكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ

روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے ۱ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ ایسی قومیں بھی ہیں ۲ کہ تم چلے اور تم نے کوئی جنگل طے نہ کیا مگر وہ تمہارے ساتھ تھے ۳ ایک روایت میں یوں ہے کہ مگر وہ ثواب میں وہ تمہارے شریک تھے لوگوں نے کہا یارسول اللہ وہ رہے مدینہ ہی میں فرمایا وہ رہے مدینہ ہی میں۔ جن کو معذوری نے روک لیا ۴ بخاری اور مسلم نے روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی

کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک و قوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں۔ اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس لئے بچنا چاہیئے

۵ یعنی صرف اس لئے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت و عزت حاصل ہو۔ کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

۶ لیری کی تین قراتیں ہیں باب فتح کا مضارع مجہول۔ باب افعال کا مضارع معروف۔ اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تاکہ اس کا درجہ دیکھا جاوے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے مسلمانوں کو یا تاکہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے۔ یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے (مرقات و اشعہ) آخری معنی صوفیانہ ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لئے بھی عبادت نہ کی جائے۔ صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لئے عبادت کرنی چاہیئے۔ جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا ۷ کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لئے جہاد ہو۔ خیال رہے کہ خدمتِ دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمتِ دین کی نیت ہو۔ غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو ۸ تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ میل دور جانب شام ہے اس طرح کہ ایک سو ساٹھ میل خیبر ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے کچھ فاصلہ پر مان ہے پھر مان کے بعد عمان ہے اردن کا دارالخلافہ۔ فقیر نے خیبر کی تو باقاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور مان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے۔ عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے غزوۂ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ جیسا کہ اشعہ نے فرمایا ۹ یعنی مختلف جماعتوں و قبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس

فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں [1] فرمایا تو انہیں ہی جہاد کرلے [2] (مسلم بخاری) اور ایک روایت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرف لوٹ جا ان سے اچھا برتاؤ کر [3] روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں [4] لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لئے نکالا جائے تو نکل جاؤ [5] (مسلم، بخاری)

غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے۔ مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے [3] اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں ہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے۔ نیز اُن کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر و ثواب میں تمہارے ساتھ ہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے [4] اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہے۔ اگرچہ عملی جہاد میں تم اُن سے بڑھ گئے۔ اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرًا عظیمًا درجاتٍ منہ ومغفرۃ ورحمۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے۔ اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے [5] معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے جو بعض مخلص صحابہ کو تھی۔ بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورۂ توبہ [1] غالب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کو اس کی خدمت کی حاجت تھی۔ وہ اکیلا بیٹا خدمت گار تھا اور جہاد اس وقت فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی خدمت جہاد پر مقدم ہے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو جہاد مقدم ہے [2] یہاں جہاد سے مراد لغوی جہاد ہے بمعنی مجاہدہ۔ رب فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اس سے ہے جہاد بالنفس۔

[3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی جہاد کے لئے بغیر والدین کی اجازت کے نہیں جانا چاہیئے۔ اگر جہاد فرض ہو تو بہتر ہے کہ ان سے اجازت لے لے لیکن اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی چلا جائے اگر وہ منع کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے۔ یہ حکم مومن والدین کے لئے ہے کافر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ خیال رہے کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی نفلی عبادت کے لئے نہ جاوے جیسے نفلی حج، نفلی عمرہ۔ زیارت وغیرہ۔ حتیٰ کہ اگر مسلمان ماں باپ اجازت نہ دیں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا بولا میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں والدین روتے رہ گئے ہیں۔ فرمایا واپس جاؤ جیسے انہیں رلا کر آئے ویسے ہی انہیں ہنساؤ اسی ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ یمن سے ایک شخص ہجرت کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوا اس سے حضور نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا تو ان سے پوچھ کر آیا ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَغْزُ وَلَمْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ

دوسری فصل روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا[1] ان پر غالب رہے گا جو ان سے دشمنی رکھے[2] حتی کہ اس کے آخری لوگ مسیح دجال سے جنگ کریں گے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو نہ تو جہاد کرے اور نہ غازی کو سامان دے یا غازی کے گھر میں اس کا بھلائی سے نائب بنے[4]

بولا نہیں، فرمایا واپس جاؤ اجازت لے کر آؤ۔ اگر اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت کرو (مرقات) [7] یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا ضروری نہیں کیونکہ اب مکہ معظمہ میں مشرکین نہیں۔ اب وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ سے کبھی ہجرت نہیں ہوگی۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ ہجرت تا قیامت جاری ہے۔ خیال رہے کہ دارالکفر سے جہاں اسلامی آزادی بالکل نہ ہو ہجرت کر جانا فرض ہے بشرطیکہ طاقت ہو اور جہالت کی جگہ سے علم کی جگہ، گناہوں کی جگہ سے توبہ کی جگہ ہجرت کر جانا مستحب ہے (مرقات) [8] یعنی اگر جہاد کبھی فرض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو تو جہاد کے لئے نکلنا فرض ہے یہ حکم وجوبی ہے اور اس وقت کے لئے ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو۔ اسی لئے صیغہ جمع ارشاد ہوا یعنی سب نکل جاؤ رب فرماتا ہے فَانْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خیال رہے کہ نیت سے مراد ہے از روئے جہاد کرنا یا ارادۂ جہاد۔ [1] یعنی اسلام میں جہاد ہوتا رہے گا کبھی منسوخ نہ ہوگا جو جہاد کا حکم منسوخ مانے وہ کافر ہے جیسے وہ جو نماز یا زکوٰۃ و حج وغیرہ کو منسوخ ماننے والا کافر ہے [2] ناوی بنا ہے مناوات سے بمعنی معادات و دشمنی کرنا نوء سے بنا بمعنی اٹھنا۔ یہاں مراد ہے کسی کے مقابلہ کے لئے اٹھنا، میدان میں آنا۔ اس میں غیبی خبر ہے کہ اللہ تعالٰی مجاہد مسلمانوں کو کفار پر غلبہ دیتا رہے گا۔ اگر کبھی مغلوب ہو جاویں تو یہ مغلوبیت اتفاقی ہوگی یا اپنی کسی غلطی کی بنا پر [3] یہاں آخری لوگ سے مراد حضرت امام مہدی و جناب عیسٰے علیہ السلام کے ساتھی مسلمان ہیں۔ دجال کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین کانا ہوگا۔ یہ صفت مشبہ بمعنی مفعول ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ مسیح بمعنی چھو کر لاعلاج بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ وہاں صفت مشبہ بمعنی فاعل ہے خیال رہے کہ دجال سے اس جہاد کے بعد دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات تک یہ ہی حال رہے گا آپ کی وفات کے بعد پھر کفر شروع ہوگا حتی کہ ایک ایسی ہوا چلے گی کہ ہر مومن کو وفات دیدے گی صرف کفار ہی زمین پر رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی (مرقات) [4] یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان

اللهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوْا

اسے اللہ تعالٰی قیامت سے پہلے سخت حادثہ پہنچائے گا [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کفار سے جہاد کرو [۲] اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اپنی زبانوں سے [۳] (ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیلاؤ [۴] کھانا کھلاؤ [۵] کھوپڑیوں پر چوٹ لگاؤ [۶]

دے نہ مجاہد کے بیوی بچوں کی خدمت کرے غالبًا روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ ہے [۱] قارعہ بنا ہے قرع سے بمعنی کھٹ کا نا بھٹکنا۔ اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھٹکا دیتی ہے۔ اس لئے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے القارعۃ ما القارعۃ کہ وہ مخلوق کو پریشان کردے گی۔ جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے رہیں گے [۲] مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لئے ذریعہ امان ہے اور کفار عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں۔ ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں۔ نیز جہاد کے لئے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں۔ ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کرسکتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ۔ اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات۔ واحادیث کو منسوخ فرما دیا۔ چنانچہ آیت فان قاتلوکم فاقتلوھم بھی منسوخ ہے (مرقات) اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو [۳] جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ، مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا، زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا۔ اُن کی شکست کی دعا کرنا۔ انہیں ڈرانا دھمکانا یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا مسلل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں۔ اس کی نقل لمعات میں ہے

[۴] یعنی مسلمانوں میں اسلامی سلام کا رواج ڈالو۔ اگر مسلمان کفار کی صحبت کی وجہ سے آداب عرض یا گڈ مارننگ وغیرہ کہنے کے عادی ہوگئے ہوں تو ان سے یہ بُری عادت چھڑادو۔ یا ہر واقف ناواقف مسلمان کو سلام کرو۔ یا بلند آواز سے سلام کہو تاکہ سامنے والا سُن لے اور جواب سلام دے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا فرض، سلام کے مسائل انشاء اللہ باب السلام میں عرض ہوں گے [۵] حسب موقعہ عزیزوں اور نیک لوگوں کی دعوت کرو۔ اور عمومًا بھوکوں محتاجوں کا پیٹ بھرو کہ یہ اسلام کا شعار ہے [۶] یعنی جہاد میں حربی کافروں کو قتل کرو ھام جمع ہے ھامۃ کی بمعنی کھوپڑی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سخاوت شجاعت دونوں کے جامع بن جاؤ۔

الْهَامِ تُوْرَثُوا الْجِنَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ؛ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِيْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَاْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عُقْبَةَ عَامِرٍ؛ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ

جنت کے وارث بن جاؤ [1] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبیدہ سے [2] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر میت کا خاتمہ اپنے اعمال پر ہو جاتا ہے [3] سوا اس کے جو خدا کی راہ میں مرابط ہو کر مرے [4] کہ اس کے عمل قیامت تک اس کے لئے بڑھتے رہے ہیں [5] اور قبر کے فتنہ سے وہ امن میں رہتا ہے [6] (ترمذی۔ابوداؤد۔دارمی بروایت عقبہ بن عامر) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں اونٹنی دوہنے کے وقفہ کی برابر جہاد کرے [7]

[1] یعنی یہ اعمال جنت ملنے کا ذریعہ ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ جنت حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ اور مشقت کی ضرورت ہے جو مسلمان ایسے مجاہدے کرے گا وہ آسان کام بخوبی کر سکے گا جیسے نماز روزہ،حج وغیرہ۔لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں نماز روزہ حج کا ذکر نہیں۔چونکہ ہر جنتی جنت میں اپنی جگہ بھی لے گا اور کافر کے حصے پر بھی قبضہ کرے گا اس لئے وراثت فرمایا گیا اور چونکہ جنتیں بہت سی ہیں اس لئے جمع ارشاد ہوا۔

[2] آپ انصاری صحابی ہیں،غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے،خیبر کی فتح میں شامل تھے،حضور کے بعد دمشق میں رہے۔وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے۔امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے(اشعہ)

[3] یعنی آخر حیات میں جو نیک و بدعمل کرتا تھا اس پر مر جاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ فاعل کی موت افعال کو ختم کر دیتی ہے [4] یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا،مرابطہ کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں،یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے۔اپنے ہاں جہاد کے لئے گھوڑا باندھے [5] اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں [6] اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ اسے عذاب قبر ہو۔بقیہ صدقات جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا،یہ صرف مرابط کو ملتا ہے [7] عربی میں فواق جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں۔اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک

نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ نُكِبَ نُكْبَةً فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا الْمِسْكُ وَمَنْ خَرَجَ بِهٖ خُرَاجٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ بِسَبْعِ

تو یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہو گئی لہ اور جو اللہ کی راہ میں معمولی زخمی کیا جائے یا معمولی تکلیف دیا جائے لہ تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے زیادہ چمکدار ہو گا جیسا کہ تھا لہ اس کا رنگ زعفرانی ہو گا لہ اس کی خوشبو مشک کی سی اور جسے اللہ کی راہ میں پھنسی نکل آوے لہ تو یقیناً اس پر شہیدوں کی مہر ہو گی لہ ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ؛ روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک سے لہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے سات سو گنا

دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے۔ کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں۔ اتنے میں وہ پھر دودھ اُتار لیتی ہے، تو اسے پھر دوہتے ہیں، یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے، یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے، فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لئے اسے فواق کہا جاتا ہے (مرقات و اشعہ) لہ یعنی رب تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا کہ اُسے اول ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ گناہوں کی سزا کے لئے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہو چکے۔ جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہو گا لہ لغت میں نکبۃ معمولی حادثہ یا تکلیف کو کہتے ہیں زخم ہو یا اور کوئی تکلیف یہاں جراحت سے مراد وہ زخم ہے جو کفار کے ہاتھوں غازی کو پہنچے اور نکبت سے مراد وہ زخم ہے گھوڑے سے گر جانے یا اپنا ہتھیار لگ جانے سے غازی کو پہنچے۔ مرقات نے اس کو ترجیح دی جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلی پاک میں ایک دفعہ خون نکل آیا تھا تو فرمایا تھا ؎

هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت

لہ یعنی تازہ زخم جتنا سرخ تھا اس سے زیادہ سُرخ ہو گا۔ حق یہ ہے کہ انہا کی ضمیر صرف نکبۃ کی طرف ہے مقصد یہ ہے کہ جب جہاد میں اتفاقی لگی ہوئی چوٹ کا یہ درجہ ہے تو کفار کے ہاتھوں لگے ہوئے زخم یا قتل کا کیا مرتبہ ہو گا بعض شارحین نے فرمایا کہ کاغزر کا کاف زائدہ ہے لہ اس طرح کہ زخم کی سرخی میں زعفرانی زردی جھلکتی ہو گی جس سے اس کا حسن زیادہ ہو گا اور اس کی خوشبو سے وہ میدان مہکتا ہو گا جہاں یہ غازی کھڑا ہو گا یہ قیامت میں ہو گا، اس علامت سے غازی پہچانا جائیگا، اور اسکا احترام کیا جائیگا لہ خراج خ کے پیش سے جسم میں سے ابھر آنیوالی چیز جسے ابھارہ کہا جاتا ہے جیسے پھوڑا یا پھنسی آبلہ وغیرہ یعنی اگر غازی کے جسم پر میدان جہاد میں کوئی قدرتی پھوڑا یا پھنسی نکل آوے نہ کسی کافر کی طرف سے چوٹ لگی ہو نہ کسی اور وجہ سے لہ طابع بنا ہے طبع سے بمعنی چھپنا مہر لگنا۔ طبع اللہ علی قلوبھم مطلب یہ ہے کہ قدرتی پھوڑا یا پھنسی بھی اگر غازی کو نکل آئے تو اس پر

مِائَةِ ضِعْفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ وَمِنْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْطَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ لَا یَلِجُ النَّارَ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی
الضَّرْعِ وَلَا یَجْتَمِعُ عَلٰی عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ رَوَاهُ

لکھا جاتا ہے (ترمذی۔ نسائی) لے روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام خیراتوں میں افضل اللہ کی راہ میں خیمہ کا سایہ ہے لے اور اللہ کی راہ میں خادم
کا عطیہ ہے لے یا راہ خدا میں نر کی سواری ہے لے ترمذی روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے
خوف سے روئے حتی کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے لے اور کسی بندے پر راہ خدا کا غبار لے اور
دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا لے

تہبید کی نشانی ہوگی۔ لے شہیدوں کے زمرہ میں داخل کیا جاوے گا ان کا سا احترام ہوگا۔ کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں کوشش تو کی ہے لے
آپ خریم ابن الاخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں۔ غزوۂ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ شریک ہوئے یہ ہی قوی ہے۔ بعض مورخین نے کہا کہ
آپ فتح مکہ کے دن اپنے بیٹے ایمن ابن خریم کے ساتھ ایمان لائے۔ مگر یہ درست نہیں۔ آخر میں شام میں قیام رہا (اکمال۔ اشعہ) لے اللہ کی راہ میں
خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے، جہاد ہو یا حج یا طلباء و علماء کی خدمت۔ زکوٰۃ فطرہ۔ قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ ان کا ثواب دس گنا سے
سات سو گنا تک ہے اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللّٰه کمثل حبة الخ ثواب کے
یہ مختلف درجے اخلاص کے درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی۔ اس کے خروج سے جتنا دین کو زیادہ فائدہ
ہوگا اتنا ہی ثواب زیادہ ہے لے اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں۔ اسی طرح حجاج کو
عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا۔ اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لئے سایہ کا انتظام کر دینا۔ جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں
کے لئے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ فسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے لے غازیوں، حاجیوں، دینی علماء و طلباء کی خدمت
کے لئے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا لے اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مجاہدین کے لئے جو اونٹنیاں ہوں انہیں
حاملہ کرنے کے لئے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اُسے ثواب ملیگا۔

التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ النَّسَائِيُّ فِي أُخْرٰى فِي مَنْخَرَيْ مُسْلِمٍ اَبَدًا وَفِيْ أُخْرٰى لَهٗ فِيْ جَوْفِ عَبْدٍ اَبَدًا وَلَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنَانِ لَا

ترمذی اور نسائی نے آخری جملہ میں یہ زیادتی کی کہ مسلمان کے نتھنوں میں کبھی اور اس کی دوسری روایت میں یہ کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی اور کسی بندے کے دل میں کبھی بخل اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو آنکھیں ہیں جنہیں

دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لئے عاریتہً اونٹ دے دینا ۵ یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے، ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے حتی یلج الجمل فی سم الخیاط خوفِ خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالٰی نصیب فرمائے ؎

باش چوں دولاب دائم چشم تر تا درون صحن تو روید خضر

۶ راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لئے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد، حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے ۷ یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ رب تعالٰی نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضین یا ضدین بنادیا ہے۔ یہ اس کی بندہ نوازی ہے ۸ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہ خدا کا غبار پڑے تو یقینًا سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا، اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی۔ بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی بہت لغات ہیں بمعنی ناک کا نتھنا ۹ یعنی جس مومن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے، وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے۔ یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا، جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں نہ پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ کہیں دھوئیں والی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا ۱۰ شح اس بخل وکنجوس کو کہتے ہیں جو مالی عبادات سے انسان کو روک دے، یا ظلم کرادے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مومن کبھی بخیل وکنجوس نہیں ہوتا۔ اور کنجوس آدمی کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ قارون کے بخل نے اسے کافر بنادیا۔ بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالٰی کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں۔ قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا۔ چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہوجاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں۔ گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف (درون خانہ) دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جاوے تو خلوت خانہ ہوجاتا ہے، ورنہ جلوت خانہ اس لئے اسے قلب کہتے ہیں (از مرقات مع الزیادۃ) اس لئے حضور دعا

تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَّآءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ

آگ نہ چھوئے گی [1] ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئے [2] اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دے [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب ایک گھاٹی پر گزرے جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا چشمہ تھا [4] وہ چشمہ انہیں پسند آیا [5] تو بولے کاش میں لوگوں سے علیحدہ ہوجاتا تو اس گھاٹی میں ہی قیام کرلیتا [6] یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا [7] تو فرمایا یہ نہ کرو [8] کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں پھرنا اپنے گھر ستر سال تک نمازیں پڑھتے رہنے سے افضل ہے [9] کیا تم نہیں چاہتے

مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے۔ یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔ شعر

در دلِ مومن بگنجم اے عجب ؛ گر تو مے جوئی دریں دلہا طلب

[1] یعنی دو قسم آنکھیں یہ خبر شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے۔ اگر ایک عضو بخشا جائے تو اس کے صدقہ سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے بعض علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا [2] اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے ان شاء اللہ بخشی جائے گی۔ دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عشق مصطفٰے۔ شعر ذرہ عشق نبی از حق طلب ؛ سوز صدیق و علی از حق طلب

[3] اسی طرح کہ سفر جہاد کا نمازی سو جائے یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شب خون نہ مارسکیں یہ رات جاگ کر گزارے [4] شعب یعنی گھاٹی پہاڑ کے شگاف کو کہتے ہیں۔ خواہ آرپار ہو یا آگے سے بند عرب میں ایسی جگہ بہت ہی قدر کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں جہاں سبزہ بھی ہو اور میٹھے پانی کا چشمہ بھی اور جگہ محفوظ بھی۔ [5] دل چاہا کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنی بکریاں بھیڑیں لے کر یہاں آن بسیں جیسا کہ آگے آرہا ہے [6] تاکہ اطمینان سے عبادت الٰہی کرتا اور لوگوں کے اختلاط سے بچ جاتا کہ اختلاط ہزارہا غفلتوں گناہوں کا سبب ہے۔ ان کا یہ ارادہ بھی نیت خیر سے تھا [7] یہ ترغیب کرمعروف

اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عُثْمَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ

اللہ تمہیں بخشے اور تمہیں جنت میں داخل کرے ۱؎ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دو ہنے کے فاصلہ کی برابر جہاد کرے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عثمان سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی . فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا ۳؎ اس کے ماسوا دوسری منزلوں میں ایک ہزار دن سے افضل ہے ۴؎ (ترمذی ۔ نسائی .) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے تو اس کا فاعل خود وہ صحابی ہیں جن کا یہ ارادہ تھا یا مجہول ہے تو ذکر کرنے والے کوئی اور صحابی ہیں یعنی خود انہوں نے یہ ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا حضور سے عرض کیا گیا دونوں روایتیں ہیں ۵؎ یعنی نفلی عبادت کے لئے فرض و واجب عبادات نہ چھوڑ کر یہاں رہ کر تم نماز جماعتوں ، جمعہ ، عیدین اور جہاد ، تبلیغ وغیرہ عبادات سے محروم ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوا کہ جو نفلی عبادت فرائض چھوڑا دے وہ گناہ ہے ۔ اگر نماز تہجد سے فرض کی نماز قضا یا جماعت ترک ہو جاوے تو تہجد نہ پڑھو ۔ پنجگانہ نماز جماعت سے پڑھو ۔ یہ بڑا اصولی مسئلہ ہے یاد رکھنا چاہیے بعض لوگ عام جلسوں جلوسوں کی وجہ سے رات کو زیادہ جاگتے ہیں جس سے فجر کی جماعت نہیں پاتے وہ اس سے عبرت پکڑیں ۹؎ یعنی تمہارا شہر مدینہ میں رہنا جہاں جہاد بھی نصیب ہوتا ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپکے پیچھے نمازیں میسر ہوں گی ۔ یہاں جنگل میں گھر بنا کر بیٹھنے سے بہت ہی زیادہ افضل ہے ، یہاں مرقات نے فرمایا کہ شاید وہ صحابی فرضی جہاد سے فارغ ہو چکے ہوں گے اور اس زمانہ میں فی الحال جہاد فرض عین نہ ہوگا ۔ اس لئے افضل فرمایا ۔ ورنہ حضور سخت منع فرماتے ۔ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ بمقابلہ دیہات کے شہر میں رہنا بہتر ہے کہ شہر میں بعض وہ عبادات نصیب ہو جاتی ہیں جو گاؤں میں میسر نہیں ہوتیں ۔ ستر سال فرمانا بہت زیادتی کے لئے ہے ۔ جیسے فرمایا گیا کہ صف جہاد یا صف نماز میں کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ستر سال کی عبادت سے افضل ہے (حاکم ۔ مرقات) ۱؎ یعنی تم کو مغفرت تامہ اور جنت کا اول داخلہ نصیب فرمادے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ خلوت کی زندگی جلوت کی زندگی بہتر گوشہ کمال نہیں خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں جن احادیث میں گوشہ نشینی کو افضل فرمایا گیا ۔ وہاں فتنوں کے زمانہ کی گوشہ نشینی مراد ہے (لمعات و اشعہ) ۲؎ فواق ناقہ کی تفسیر ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد یا صبح شام کا دو ہنے کا فاصلہ ہے یا ایک بار دو ہنے میں جو کچھ فاصلہ کیا جاتا ہے وہ مراد ہے ۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں ۳؎ اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لئے تیار رہنا ۴؎ یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو

عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَۃٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ شَہِیْدٌ وَعَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ وَعَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللہِ وَنَصَحَ لِمَوَالِیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ حُبْشِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقِیَامِ قِیْلَ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ جُہْدُ الْمُقِلِّ قِیْلَ فَاَیُّ الْہِجْرَۃِ

مجھ پر وہ تین شخص پیش کئے گئے جو جنت میں پہلے داخل ہوں گے[۱] شہید۔ پاکدامن۔ پاکباز[۲] اور وہ غلام جو اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے اور اپنے مولاؤں کی خیر خواہی کرے[۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حبشی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے[۴] فرمایا دراز قیام[۵] عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا فقیر کی طاقت[۱] عرض کیا گیا کونسی ہجرت

یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو۔ وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے امن و سکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہوسکتی ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے یہ رباط ہے [۱] یعنی مجھے وہ تین قسم کے آدمی دکھائے گئے جو بعد انبیاء کرام دوسرے جنتیوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس ترجمہ سے تمام اعتراضات اُٹھ گئے خیال رہے کہ جنت میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر سب سے پہلے حضور کی امت جائے گی پھر دوسری امتیں حضور کی امت میں داخلہ ترتیب سے ہوگا کہ بعض حضرات بعض سے پہلے یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے حضرت بلال ہٹو بچو کرتے جنت میں داخل ہوں گے اور حضور انور کے ساتھ حضرت صدیق و فاروق داخل ہوں گے مگر یہ داخلہ حضور کی اتباع میں ہوگا۔ دولہا کے ساتھ اس کے دوست اور خاص خادم بھی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے تاقیامت جنتیوں اور دوزخیوں کو ملاحظہ فرمالیا تھا۔ جیسا کہ لفظ عرض سے ظاہر ہے۔ یہاں اولیت اضافی ہے اور تین سے مراد شخص تین نہیں بلکہ نوعیں تین ہیں۔ ان تین میں کروڑوں مسلمان ہوں گے۔

[۲] عفیف اور متعفف میں چند طرح فرق کیا گیا ہے۔ زنا سے بچنے والا عفیف، بھیک و سوال سے بچنے والا متعفف اکیلا آدمی گناہ سے بچے وہ عفیف ہے بال بچوں والا گناہ سے بچے وہ متعفف ہے۔ ظاہری گناہوں سے بچنے والا عفیف ہے باطنی گناہوں سے بچنے والا متعفف ہے۔ [۳] اس سے معلوم ہوا کہ جسے دنیاوی الجھنیں زیادہ ہوں اس کی عبادت افضل ہے اس سے جو فارغ البال ہو دیکھو انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے [۴] یعنی نماز کے اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے [۵] بعض لحاظ سے نماز میں دراز قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت زیادہ تلاوتِ قرآن بہت ہے اور بعض لحاظ سے دراز سجدہ افضل ہے کہ اس میں اظہار عجز زیادہ ہے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں بعض علماء نے فرمایا کہ رات کے نوافل تہجد وغیرہ میں لمبا قیام افضل ہے اور دن کے نوافل اشراق چاشت وغیرہ میں زیادہ سجدے افضل ہیں، یہ بہر حال حدیث میں تعارض نہیں اس کی کچھ بحث مراٰۃ جلد اول کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔

اَفْضَلُ قَالَ مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قِيْلَ فَاَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ فَاَيُّ الْقَتْلِ اَشْرَفُ قَالَ مَنْ اُهْرِيْقَ دَمُهٗ وَعُقِرَ جَوَادُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ وَجِهَادٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ وَحَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ ثُمَّ

افضل ہے [1] فرمایا اس کی جو ان سب چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس پر حرام کیں [2] عرض کیا گیا کونسا جہاد افضل ہے فرمایا اس کا جو کفار پر اپنے مال و جان سے کرے [3] عرض کیا گیا کہ کونسا قتل اشرف ہے۔ فرمایا جس کا خون بہا دیا جائے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیے جائیں [4] ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل بہترین ہے۔ فرمایا وہ ایمان جس میں تردد نہ ہو [5] اور وہ جہاد جس میں خیانت نہ ہو [6] اور پاکیزہ حج عرض کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے۔ فرمایا دراز قیام پھر باقی حدیث میں

[5] جہد جیم کے پیش و کے سکون سے بمعنی طاقت و قوت اور مقل اقلال سے بنا بمعنی کم کرنا اور فقیر ہونا اس کا مادہ قلل ہے بمعنی کمی اس سے ہے قلت بمعنی اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ غریب آدمی مشقت سے پیسہ کمائے پھر اس میں سے خیرات کرے دوسرے یہ کہ فقیر کو خود بھی ضرورت ہو خود مشقت و تکلیف میں ہو اس کے باوجود اپنی ضرورت روک کر خیرات کرے، دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھے۔ مگر یہ دوسرے معنی اس فقیر کے لئے ہوں گے جو خود صابر ہو اور اکیلا ہو بال بچے نہ رکھتے ہو ورنہ آج خیرات کرکے کل خود بھیک مانگنا یوں ہی بال بچوں کے حقوق مار کر خیرات کرنا کسی طرح جائز نہیں (مرقات) ہاں اگر کسی کے بال بچے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے گھر والوں کی طرح صابر ہوں پھر وہ جناب صدیق کی طرح خیرات کرے تو یہ اس کی خصوصیت ہے، سلطان عشق کے فیصلہ عقل سے وراء ہیں۔ ع

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان درواناں دیگراند

[1] یعنی ہجرت (چھوڑنا) کی بہت سی قسمیں ہیں وطن چھوڑنا، گناہ چھوڑنا، برے خیالات چھوڑنا وغیرہ ان میں سے اعلیٰ درجہ کی ہجرت کونسی ہے [2] سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے گناہ چھوڑنے کی ہجرت وطن چھوڑنے کی ہجرت سے اعلیٰ ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ ترک گناہ کی ہجرت ہمیشہ ہر مسلمان کو میسر آسکتی ہے، اس کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی [3] یعنی جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے اعلیٰ قسم کا جہاد یہ ہے کہ مجاہد اپنی جان و مال سب کچھ راہ خدا میں خرچ کرکے جہاد کرے، کیونکہ یہ جہاد نفس پر بہت گراں ہے۔ خیال رہے کہ یہ افضلیت اضافی ہے ایک اعتبار سے اور بعض حالات میں یہ جہاد افضل اور دوسرے اعتبار سے خصوصی حالات میں ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہہ دینی افضل ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا کہ افضل الجھاد کلمۃ حق عن سلطان جابر۔ [4] یعنی راہ خدا کا وہ شہید اعلیٰ درجہ کا شہید ہے جو میدان جہاد میں جان و مال سب قربان کر دے کر خود بھی جان دے دے۔ گھوڑا بھی ہلاک ہو جائے چونکہ اس کی قربانی دوگنی ہے۔ نیز اس نے بڑے معرکہ کا جہاد کیا۔ لہذا اسکی

اُتَّفَقَا فِي الْبَاقِيْ: وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهٗ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ

وہ دونوں متفق ہو گئے [۱] روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید کی اللہ کے ہاں چھ خصلتیں (درجے) ہیں [۲] پہلی ہی دفعہ میں اسے بخش دیا جاتا ہے [۳] اور اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے [۴] اور اسے قبر کے عذاب سے امان دی جاتی ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ سے اس میں رہے گا [۵] اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی

شہادت بھی اعلیٰ قرار پائی۔ اُفریق کی واؤ زائدہ ہے اصل میں اُریق تھا۔ مرقات نے فرمایا کہ گھوڑے کی ہلاکت سے اس کی شجاعت و بہادری کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسا جانباز اور بہادر تھا کہ بغیر گھوڑے کے پاؤں کٹے دشمن کے قابو میں نہ آیا اس کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں ہے [۵] ایمان کو عمل میں داخل فرمایا۔ کیونکہ ایمان یقین دل کا نام ہے، یہ دل کا عمل ہے، تردد نہ ہونے کے معنی یہ ہیں، رنج و خوشی تنگی و فراخی حال میں اسلام سے نہ پھرے، دنیا کی کوئی حالت اس کے قلب کی حالت نہ بدل سکے۔ ایک وقت حضرت حسین حضور کے کندھے پر سوار ہیں اور ایک وقت ظالم قاتل شمر آپ کے سینے پُر انوار پر سوار ہے مگر دونوں حال میں قلب کا حال یکساں ہے۔ اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئی [۱] اسی طرح کہ غنیمت میں خیانت کرے تقسیم سے پہلے امیر کے حوالہ ساری غنیمت کر دے پھر تقسیم میں اُسے جو حصہ ملے اسے بخوشی قبول کرے [۲] حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں گناہ سے بچا جائے یا وہ حج جس میں ریا و نام و نمود سے پرہیز ہو یا وہ حج جس کے بعد حاجی مرتے وقت تک گناہوں سے بچے۔ حج برباد کرنے والا کوئی عمل نہ کرے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ حج مقبول وہ ہے جس کے بعد حاجی دنیا میں زاہد آخرت میں راغب ہے یا حج مبرور وہ ہے جو حاجی کا دل نرم کر دے کہ اس کے لبیں سوز، آنکھوں میں تری ہے، حج کرنا آسان ہے، حج سنبھالنا مشکل ہے [۳] خیال رہے کہ افضل اعمال کے بیان میں احادیث مختلف ہیں۔ کسی حدیث کسی عمل کو افضل فرمایا گیا ہے کسی میں دوسرے عمل کو، یہ اختلاف حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے کبھی جہاد افضل اور کبھی نماز اعلیٰ، پھر نماز میں کبھی زیادہ سجدے افضل اور کبھی دراز قیام بہتر [۴] کہ یہ چھ خوبیاں کسی اور میں جمع نہیں ہوتیں [۳] کہ اس کا خون زمین پر پیچھے گرتا ہے اور اس کی تمام گناہوں کی معافی پہلے ہی ہو چکتی ہے۔ حتی کہ امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ معافی گناہ کے لئے ہوتی ہے اس کی معافی تو پہلے ہی ہو چکی، امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت انسانی کے ظہور کیلئے ہے جس کا شہید زیادہ حقدار ہے نہ کہ معافی گناہ کیلئے ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہ ہوتی [۴] بعض نمازی صحابہ نے شہید ہونے سے پہلے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ جنت وہ ہے یا رسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں پھر شہید ہوئے بعض زخمی مجاہدوں نے باوجود پیاس کے جان توڑتے ہوئے پانی قبول نہ کیا فرمایا کہ اب کوثر سامنے ہے وہاں ہی جا کر پئیں گے جیسا کہ احادیث و تواریخ میں وارد ہے

[۵] رب فرماتا ہے ونفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوٰت والارض الا ماشاء اللہ اور فرماتا ہے لایحزنھم الفزع الاکبر یعنی

مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقْرِبَائِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللهَ بِغَيْرِ أَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَقِيَ اللهَ وَفِيهِ ثُلْمَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ أَلَمَ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ أَلَمَ الْقَرْصَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ

چیزوں سے بہتر ہوگا[1] اور بہتر حورعین (آنکھوں والی) سے اس کا نکاح کیا جائے گا[2] اور اس کے ستر اہل قرابت میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی[3] (ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ سے ملے بغیر جہاد کی نشانی کے تو وہ اللہ سے اس میں ملے گا کہ اس میں رخنہ ہوگا[4] ترمذی، ابن ماجہ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید قتل کی تکلیف نہیں پاتا مگر اتنی جتنی کہ کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف پائے[5] (ترمذی، نسائی، دارمی اور

شہید کو نہ قیامت میں گھبراہٹ ہوگی، نہ قبر میں، نہ مرتے وقت، نہ پل صراط پر، نہ موت کو ذبح کردئے جانے پر[1] یعنی اُسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا جس سے وہ تمام محشر والوں سے ممتاز ہوگا۔ جیسے بادشاہ یا وزیر تاج کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

[2] حور بنا ہے حور سے بمعنی آنکھ کی تیز سفیدی، پتلیوں کی تیز سیاہی، یہ چیز حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ عین جمع ہے عیناءُ کی، بڑی بڑی آنکھ چونکہ حوروں کی آنکھیں بڑی اور خوب سفید و سیاہ ہیں۔ اس لئے انہیں حور عین کہا جاتا ہے (مرقات) یعنی شہید کو اپنی دنیاوی اور کفار مومنہ بیویوں کے علاوہ جو اُسے کفار کے ورثہ میں ملیں گی بہتر حوریں بیویاں دی جائیں گی۔ خیال رہے کہ حور جنس بشر سے نہیں کہ وہ اولاد آدم علیہ السلام نہیں ہیں۔ نورانی مخلوق ہے، دنیا میں انسان کا نکاح غیر جنس سے درست نہیں۔ آخرت میں بعد قیامت درست ہوگا یہ بھی خیال رہے کہ حوروں سے اختلاط بعد قیامت ہوگا۔ قیامت سے پہلے اگرچہ شہید جنت کے پھل فروٹ کھائیں گے مگر حوروں سے بے تعلق رہیں گے [3] یا ستر سے مراد کثرت و زیادتی ہے یا ستر کا عدد، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اقربا سے مراد رشتہ دار اور دوست و احباب دونوں ہیں (مرقات) بشرطیکہ مسلمان ہوں۔ کافر و مشرک کا شفیع کوئی نہیں۔ جب شہید ستر کی شفاعت کرے گا تو خاص علماء و اولیاء اللہ اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا پوچھنا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی کے عدل کے ظہور کے وقت یعنی اوّل قیامت میں صرف حضور ہی شفاعت فرمائیں گے۔ اُسے شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے اور پھر ظہور فضل کے وقت شہید وغیرہم شفاعت کریں گے لہذا شفیع المذنبین صرف حضور کا لقب ہے۔

[4] اس سے مراد یا وہ لوگ ہیں جن پر جہاد فرض ہو اور وہ نہ جہاد کریں نہ تیاری جہاد کریں نہ ارادہ جہاد۔ نہ کسی مجاہد کی مالی مدد کریں وہ قیامت میں اس کمال سے محروم ہوں گے جو مجاہدین کو حاصل ہوگا۔ یا جہاد سے عام جہاد مراد ہے خواہ کفار سے جہاد ہو یا نفس ناہنجار

التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْأَثَرَانِ فَأَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اللہ تعالٰی کو دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے ہو [۱] ایک خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے [۲] اور لیکن دو نشان قدم پس ایک وہ نشان قدم جو اللہ کی راہ میں ہو [۳] اور ایک وہ نشان قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض میں ہو [۴] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

سے یا شیطان سے یا نافرمان اولاد سے۔ یا گنہگار بے شرم مسلمانوں سے کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی جہاد ہر مسلمان کو میسر ہوتا ہے لہذا حدیث کا مطلب واضح ہے اور اس حدیث کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شریعت و طریقت کے چاروں امام ، نیز بارہ امام اہل بیت کو جہاد میسر نہ ہو، وہ بھی ناقص ہونے چاہئیں (معاذ اللہ) [۵] ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلمًا مقتول خصوصًا جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں ،نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی۔ حتی کہ شہید بارگاہ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لئے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا۔ رب ہی جانے جب دبی میں غازی ... رشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولًا اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آیہ کریمہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام پڑی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالہ کردی۔ عاشقوں کے حال نیارے۔ لہذا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔ [۱] خیال رہے کہ گنہگاروں کو رب تعالٰی کے عذاب سے خوف ہوتا ہے۔ نیکو کاروں کو اس کی ذات سے ہیبت و جلال سے خوف ہوتا ہے یہ خوف محبت و اطاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔ اور خوف ایذا جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔ دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا۔ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مگر یہ خوف مفید نہیں مضر ہے۔ یہاں پہلی قسم کے دو خوف مراد ہیں۔ [۲] چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہے اور خون ایک دم نکل کر بہہ جاتا ہے۔ اس لئے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَرْکَبِ الْبَحْرَ اِلَّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اُمِّ حَرَامٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَائِدُ فِی الْبَحْرِ الَّذِیْ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دریا میں سوار نہ ہو[۱] مگر حاجی ہو تو یا عمرہ کرنے والا یا غازی فی سبیل اللہ ہو کر[۲] کیونکہ دریا کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا ہے[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ام حرام سے[۴] وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا دریا میں چکرانے والا جسے قے آتی ہے اُسے

آنسو کے لئے دموع جمع ارشاد ہوا اور خون کے لئے دم واحد فرمایا گیا۔ قطرہ سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا[۳] اللہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضاء الٰہی کے لئے طے کیا جائے۔ جیسے نماز کے لئے مسجد کو جانا۔ طلب علم کے لئے مدرسہ جانا۔ جہاد کیلئے میدان جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا نشان قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشان قدم پڑتے ہی نہیں پھر پیاری کیا چیز ہوگی[۴] یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لئے چلا اس کے نشان قدم رب کو پیارے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقاً نشان ہو۔ قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی۔ لہٰذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں۔ گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے پڑ جاویں۔ بڑھاپے میں منکر۔ حج و جہاد میں غبار راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے یہ رب کو بڑے پیارے ہیں۔ مرقات نے یہ ہی توجیہ اختیار کی۔[۵] اس میں یا تو خطاب صرف حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ہے کہ تم سوا ان تین ضرورتوں کے کبھی سمندر کا سفر نہ کرنا۔ اگرچہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے سمندر نہیں آتا خشکی کا راستہ ہی ہے مگر آئندہ کے لئے فرمایا گیا کہ تم کبھی غزوہ میں سمندر پار چلے جاؤ تو وہاں سے حج کے لئے سمندر کا سفر کرسکتے ہو۔ اور یا خطاب ان سارے مسلمان سے ہے جو اس زمانہ میں تھے جبکہ سمندری سفر بادبانی کشتیوں پر ہوتا تھا اور سخت خطرناک تھا مخالف ہوا چلنے کی صورت میں یا ایک ایک ماہ سمندر میں ایک جگہ ہی ٹھیرنا پڑ جاتا تھا۔ یا پھر جدھر کی ہوا ہوتی اُدھر ہی کشتی چل دیتی تھی۔ ملاحوں کے قابو سے نکل کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی تھی۔ اب جبکہ سمندری سفر نہایت آسان ہو چکا یہ حکم بھی نہیں۔ اب اتنی سائنسی سہولتیں ہو چکنے کے بعد بھی بہت حجاج جہاز میں مر جاتے ہیں، بیمار تو بہت ہی ہو جاتے ہیں۔ خود یہ فقیر بھی ہر دفعہ حج کے موقعہ پر سست و قے دوران سفر وغیرہ میں مبتلا رہا۔ غور کرو کہ اس زمانہ میں دریائی سفر کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ لہٰذا یہ فرمان اس وقت کے لحاظ سے نہایت موزوں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت بطور مشورہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اکیلا مسافر شیطان ہے اور دو مسافر دو شیطان اور تین مسافر قافلہ ہیں۔ یہ فرمان عالی بھی اس وقت کے لحاظ سے ہے جب راستے پر خطر تھے۔

[۲] بعض علماء نے سمندر حائل ہونے کو ترک حج کے لئے غلط قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں ان کی صحیح تردید ہے کہ جب اس ابتدائی دور میں جب سمندر کا سفر نہایت ہی خطرناک تھا۔ سمندر حج کے وجوب کے لئے عذر نہ ہوا تو اب کیسے ہوسکتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ حج، عمرہ، جہاد ایسے اہم ہیں کہ ان کی ادائیگی کے لئے سمندر میں بھی سفر کرنا پڑے تو کرو یہ سمندر کی خطرناک لہریں تمہیں ان چیزوں سے روک نہ دیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے کبھی سمندر کا سفر نہ کیا۔ زمانہ عثمانی میں صحابہ کرام نے جہاد کے لئے سمندر پار کیا ہے کہ ام حرام

يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ وَالْغَرِيقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَإِنَّهُ شَهِيدٌ وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

ایک شہید کا ثواب ہے [1] اور ڈوب جانے والوں کو دو شہیدوں کا ثواب [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا [3] پھر قتل کیا گیا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے کچل دیا اُسے زہریلے جانور نے ڈس لیا [4] یا اپنے بستر پر کسی سبب سے مرگیا جیسے اللہ نے چاہا تو وہ شہید ہے [5] اور اس کے لیے جنت ہے [6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ

کی ایک روایت میں ہے [1] یہ فرمان عالی یا تو اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ سمندر میں پانی کے نیچے آگ کا سمندر ہے اور پھر آگ کے سمندر کے نیچے پانی کا اور سمندر ہے دنیا کی وجہ سے ایسی خطرناک جگہ نہ جانا جہاں اوپر تلے تین سمندر ہیں دو پانی کے ایک آگ کا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے واذا البحار سجرت جب سمندر آگ سے بھڑکائے جائیں گے یا تینوں سمندر آگ کے کردیئے جائیں گے۔ سمندر کا ذکر حاکم کی ایک روایت میں بھی ہے یا اس سفر کی دشواری فرمانے کے لیے یہ کلمہ ارشاد ہوا، کہ سمندر گویا آگ و پانی کی مصیبتوں سے گھرا ہوا ہے (لمعات، اشعہ، مرقات) جب بحری جہاز میں چلتے چلتے آگ لگ جاتی ہے تو وہاں آگ و پانی و سمندر کا اجتماع ہو جاتا، کچھ سوار جل کر مرجاتے ہیں۔ کچھ ڈوب کر۔ اللہ کی پناہ۔

[2] آپ ام حرام بنت ملحان ابن خالد انصاریہ ہیں ام سلیم کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہی گھر میں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرماتے تھے حضرت عبادہ ابن صامت کی بی بی ہیں، حضرت انس کی خالہ، خلافت عثمانیہ میں اپنے خاوند کے ساتھ روم کے جہاد میں شریک ہوئیں اسی میں شہید ہوئیں۔ قبرص میں قبر شریف ہے، آپ کا نام معلوم نہ ہوسکا (مرقات، اشعہ) [1] یعنی جو حج یا عمرہ یا جہاد یا تجارت کے لیے دریا کا سفر کرے اور اس میں چکر آئے، قے کرائے، اگرچہ زندہ نکل جائے جب بھی اسے شہید کا ثواب ہے۔ ناجائز یا غیر ضروری سمندری سفر کا یہ حکم نہیں۔ اور یہ ثواب جب ہے جبکہ سوا سمندری رستہ کے کوئی اور راستہ نہ ہو۔ یعنی مجبوراً یہ سفر کرے [2] ایک ثواب اس کی مشقت اٹھانیکا، دوسرا ثواب ڈوب جانے کا [3] فَصَلَ یا تو باب ضرب سے ہے یعنی گھر سے جدا ہوا نکلا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے فلما فصل طالوت بالجنود۔ یا فصل باب تفعیل سے ہے یعنی جس نے اپنے کو اپنے وطن سے جدا کیا۔ جہاد کے لیے یا حج کے لیے یا طلب علم کے لیے [4] عربی میں ھامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر قاتل ہو جیسے سانپ وغیرہ اور سامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر تکلیف دہ تو ہو قاتل نہ ہو جیسے بچھو بھڑ وغیرہ [5] یا شہید حقیقی یا شہید حکمی جیسا کہ گذشتہ فرمان سے ظاہر ہے ظلماً مقتول تو شہید حقیقی ہے اور زہریلے جانور وغیرہ سے مرنیوالا شہید حکمی [6] فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر کی موت شہادت ہے اس کا ماخذ یہ حدیث

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَازِيْ اَجْرُهٗ وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ الْغَازِيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْاَمْصَارُ وَسَتَكُوْنُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ يُّقْطَعُ عَلَيْكُمْ فِيْهَا بُعُوْثٌ فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ الْبَعْثَ فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهٖ ثُمَّ يَتَصَفَّحُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجاہد کی واپسی جہاد کی طرح ہے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غازی (مجاہد) کے لئے اس کا ثواب ہے [۲] اور غازی کے مددگار کے لیے [۳] اپنا ثواب ہے اور غازی کا ثواب [۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوایوب سے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم پر بہت شہر فتح کئے جائیں گے اور ہوں گے لشکر جمع کئے ہوئے [۵] ان لشکروں میں کچھ فوجیں مقرر کردی جائیں گی [۶] تو ایک شخص جہاد میں بھیجے جانے کو ناپسند کرے گا [۷] وہ اپنی قوم سے بھاگ جائے گا [۸] پھر وہ

[۱] اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں۔ ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہ ہی ثواب رکھتا ہے جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لئے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کردے۔ پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کردیا جائے۔ یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے۔ اس کا ثواب پہلی بار میدان جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھاجانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنی ہیں لوٹنا، واپس ہونا، اس سے ہے قافلہ۔ سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لئے قافلہ کہا جاتا ہے یعنی غربت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت [۲] یعنی جو خود جہاد میں جائے اور غزوہ کرے اسے جہاد کا وہ پورا پورا ثواب ملے گا جو مجاہد کے رب نے خاص فرمایا ہے۔ [۳] یعنی جو مسلمان کسی مجاہد غازی کو مالی امداد دے کر اسے سامان جہاد سواری وغیرہ مہیا کردے جس سے وہ جہاد کرے۔ لغت میں جعل ج کے پیش سے بمعنی اجرت و مزدوری آتا ہے۔ یہاں مزدوری اور سامان جہاد سب مراد ہیں۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جہاد کی اجرت دینا بالکل جائز ہے۔ مگر امام شافعی کے ہاں ناجائز ہے۔ حتی کہ اگر کسی غازی نے اجرت لی تو واپس کرنا واجب ہے۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔ (مرقات) [۴] یعنی اس مال دینے والے اور معاونت کرنے والے کو دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک تو راہ خدا میں جہاد کرنیکا دوسرے اس مجاہد کو رغبت جہاد دینے اسے جہاد پر تیار کرنیکا۔ الدال علی الخیر کفاعلہ خیال رہے کہ امام زہری و امام مالک و امام اعظم کے ہاں جہاد پر اجرت دینا لینا جائز ہے اور اجیر کو بھی ثواب ملے گا اس لئے کہ اسے اجرت لینے کے باوجود حضور نے غازی فرمایا [۵] یعنی ابھی تو اسلامی ممالک کا رقبہ بہت محدود ہے۔ عنقریب وقت آنیوالا ہے کہ اللہ تعالی مسلمانوں کو بہت بڑے بڑے ملک عطا فرمائے گا۔ اسلامی ممالک بہت ہو جائیں گے تو خلیفۃ المسلمین ہر ملک کیلئے علیحدہ علیحدہ یا فوجیں مقرر فرمائیگا تاکہ ہر جگہ کفار

الْقَبَائِلَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِمْ مَنْ اَكْفِيْهِ بَعْثَ كَذَا اِلَّا وَذٰلِكَ الْاَجِيْرُ اِلٰى اٰخِرِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ اَذَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَيْسَ لِيْ خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ اَجِيْرًا يَكْفِيْنِيْ فَوَجَدْتُّ رَجُلًا سَمَّيْتُ لَهٗ ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَةٌ اَرَدْتُّ اَجْرِيَ لَهٗ سَهْمَهٗ فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ فَقَالَ مَا اَجِدُ لَهٗ فِيْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

قبیلوں کو تلاش کرے گا اپنے آپ کو ان پر پیش کرے گا۱ کہ میں فلاں لشکر میں کس کو کفایت کروں ۲ اور یہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہوگا ۳ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان فرمایا میں بہت بوڑھا تھا میرے پاس کوئی نوکر بھی نہ تھا میں نے ایک مزدور ڈھونڈھا جو مجھے کفایت کرے تو میں نے ایک شخص کو پایا جس کیلئے میں نے تین دینار مقرر کئے ۴ پھر جب مال غنیمت آیا تو میں نے چاہا کہ اس کیلئے اس کا حصہ جاری کروں ۵ چنانچہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ میں اس مزدور کے لئے اس جہاد میں دنیا و آخرت میں

کا مقابلہ ہوتا ہے جس قدر ملک وسیع ہوتا ہے اسی قدر فوج زیادہ رکھنی پڑتی ہے۔ یہ غیبی خبر ہے جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دی اور عہد فاروقی سے اس کا ظہور شروع ہوا ۶ یعنی سلطان اسلام بڑے لشکر کے مختلف حصے کرکے علیحدہ علیحدہ ممالک میں بھیجے گا۔ جنود سے مراد بڑے بڑے لشکر ہیں اور جو ہیڈ کوارٹروں میں رہیں اور بعوث سے مراد چھوٹی چھوٹی فوجیں ہیں جو الگ الگ سرحدوں پر حفاظت کیلئے مقرر کی جائیں ۷ یعنی اس زمانہ میں عموماً مسلمان فی سبیل اللہ جہاد پر تیار ہوں گے۔ مگر خال خال کوئی آدمی بغیر اجرت لئے جہاد میں جانے پر آمادہ نہ ہوں گے۔ بعث سے مراد بلا اجرت جہاد میں بھیجا جانا ہے۔ الرجل فرما کر بتایا کہ یہ مزدوری لینے کا شوق خال خال کسی میں ہوگا ۸ اسلئے بھاگے گا کہ اسے بغیر اجرت جہاد میں نہ جانا پڑے ۹ یعنی یہاں سے بھاگ جانے کے بعد مختلف قبیلوں خاندانوں میں پھریگا اُن سے ملے گا۔ کیوں؟ اُجرت و مزدوری کی تلاش کے لئے ۱۰ یعنی لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ کوئی مجھے سامان جہاد اور مزدوری دیدے تو میں اس کی طرف سے جہاد کردوں وہ آرام کرے مجھے روپیہ دے کر اپنی طرف سے جہاد میں بھیج دے ۱۱ یعنی ایسا شخص جسے جہاد سے کوئی رغبت نہ ہو صرف مال پر نظر ہو اور جہاد میں شرکت کو صرف مال حاصل کرنیکا ذریعہ بنائے اسے جہاد کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔ یہ آخر دم تک صرف مزدور رہے گا۔ غازی فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔ اور نہ جہاد کے ثواب کا مستحق ہوگا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ کہ جہاد پر اجرت دینی لینی جائز ہے کیونکہ مزدور کو حضور نے گنہگار نہ فرمایا ثواب سے محروم فرمایا وہ بھی اس لئے کہ اس کا مقصود صرف مال تھا۔ نیز مال دینے والے کو بھی گنہگار نہ فرمایا بلکہ اسے ثواب جہاد پانے والا قرار دیا کہ ثواب سے محروم صرف مزدور کو بتایا نہ کہ مال دینے والے کو۔ ذالک مبتدا ہے اور الاجیر اس کی خبر ۱۲ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے غزوہ حنین

اِلَّا دَنَانِیْرَہُ الَّتِیْ تُسَمّٰی رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَجُلٌ یُّرِیْدُ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَھُوَ یَبْتَغِیْ عَرَضًا مِّنْ عَرَضِ الدُّنْیَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اَجْرَلَہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی وَجْہَ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ اَنْفَقَ الْکَرِیْمَۃَ وَیَاسَرَ الشَّرِیْکَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَہٗ وَنُبْھَہٗ اَجْرٌ کُلُّہٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَآءً وَّسُمْعَۃً

سوا طے شدہ دیناروں کے اور کچھ نہیں پاتا[۷] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ایک شخص راہ خدا میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے ساتھ ہی وہ دنیاوی سامان سے کسی سامان کی خواہش کرتا ہے[۱] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلئے کچھ ثواب نہیں[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد دو قسم کے ہوتے ہیں[۱] جو غازی رضاء الٰہی کی تلاش کرے امیر کی فرمانبرداری کرے اپنی پیاری چیز خرچ کرے[۲] ساتھی سے نرمی کرے[۳] دنگے فساد سے بچے[۴] تو اس کا سونا جاگنا سب کا سب ثواب ہے[۵] اور جو شخص شیخی دکھلادے شہرت کے لئے

طائف اور تبوک میں شریک ہے۔ عہد فاروقی میں نجران کے حاکم رہے۔ جنگ صفین میں حضرت کے ساتھ رہے۔ اسی میں شہید ہوئے (اشعہ) [۵] پتہ نہ لگا کہ یہ کون سا غزوہ تھا۔ بہرحال انہیں جہاد کا شوق تھا مگر بڑھاپے کی وجہ سے انہیں کسی خادم کی ضرورت تھی جو میدان جہاد میں ان کی خدمت کرے

[۵] کھانے پینے کے علاوہ تین دینار مجھ سے لے لے اور جہاد میں میرے ساتھ چلے وہاں میری خدمت کرے۔

[۶] یعنی اسے بھی دوسرے غازیوں کی طرح غنیمت کا حصہ دوں یا دلواؤں اگر پیادہ تھا تو پیادہ غازی کا حصہ اور اگر سوار تھا تو سوار غازی کا حصہ۔ [۷] یعنی اسے یہ تین دینار ہی ملیں گے ان کے سوا نہ ثواب ملے گا نہ غنیمت کا حصہ۔ خیال رہے کہ مجاہد کے خدمت گار نوکر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اُسے حصہ غنیمت نہ ملے گا جہاد کرے یا نہ کرے صرف طے شدہ مزدوری ملے گی۔ یہ امام اوزاعی۔ اسحاق کا قول ہے۔ امام شافعی کے دو قول ہیں ایک وہ جو اوپر گزرا کہ اجرت نہ ملے گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اُجرت ملے گی حصہ غنیمت نہ ملے گا بعض کے نزدیک اُسے اختیار ہوگا کہ غنیمت کا حصہ لے یا اجرت۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اس مزدور نے جنگ کرنے کی شرط نہ لگائی تھی مگر جہاد کیا قتال کیا تو اُسے اُجرت بھی ملے گی اور غنیمت کا حصہ بھی۔ احناف کے ہاں اجارہ اور اجر جمع ہو سکتے ہیں (مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے کہ جہاد پر اُجرت ناجائز نہیں۔ نہ اس اجرت کا واپس کرنا ضروری ہے۔

[۱] عرض ع اور ر کے فتحہ سے بمعنی مال ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ اور ر کے سکون سے بمعنی سامان۔ لہذا روپیہ پیسہ عرض ر کے فتحہ سے ہے مگر عرض نہیں بلکہ وہ عین ہے عرض دنیا سے مراد ہر دنیاوی چیز ہے مال ہو یا عزت یا شہرت یا اجرت (مرقات) [۲] یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں گیا

وَعَصَى الْإِمَامَ وَاَفْسَدَ فِي الْاَرْضِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَلٰى اَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ رَوَاهُ

جہاد کرے اور امیر کی نافرمانی کرے اور زمین پر فساد پھیلائے ؁ تو وہ برابری سے بھی نہ لوٹے گا ؁ (مالک، ابوداؤد، نسائی)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے ؁ تو فرمایا اے عبداللہ ابن عمرو ؁ اگر تم صابر بن کر طلب اجر کرتے ہوئے جہاد کرو گے تو اللہ تعالٰی تم کو صبر والا طالب اجر ہی اٹھائے گا ؁ اور اگر تم ریا کار اور زیادتی کی ہوس سے جہاد کرو گے تو اللہ تم کو ریا کار ہوس والا اٹھائے گا ؁ اے عبداللہ ابن عمرو جس حال پر جنگ کرو گے یا مارے جاؤ گے تم کو اللہ اسی حال پر اٹھائے گا ؁

مگر اس کا مقصد دنیا یا مال ہو یا منال یا عزت یا شہرت اللہ کے لئے وہاں نہ گیا لہذا جواب بالکل برحق ہے ؁ کیونکہ وہ اس جہاد سے مرضی الٰہی کا طالب نہ تھا۔ طالب دنیا تھا۔ لہذا ثواب کا مستحق نہیں۔ لیکن اگر رضا الٰہی کے لئے جہاد کرے اور خیال یہ بھی ہو کہ رب تعالٰی غنیمت عطا فرمائے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ملے گا۔ اگرچہ اس غازی سے کم ملے گا جو غنیمت کی نیت بالکل نہ کرے۔ بہرحال ثواب کا مدار نیت پر ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی کہ غازی اجر و ثواب و غنیمت لے کر لوٹتا ہے (مرقات) ؁ یعنی جنس جہاد اور مطلق جہاد دو قسم کا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں نہیں بلکہ وہ خود جنسی جہاد کی ایک قسم ہے یہ ضرور خیال رہے (مرقات) ؁ یہاں امیر سے مراد جہاد کا امیر ہے کمانڈر یا اپنا افسر۔ اور پیاری چیز سے مراد مال اور جان ہے کہ یہ دونوں چیزیں خرچ کرنے پر تیار ہو جائے ؁ یعنی دوسرے غازیوں کے ساتھ جو اس کے رفیق سفر ہوں نرم اور اچھا برتاؤ کرے ؁ دنگے فساد سے مراد ساتھیوں کے ساتھ مار پیٹ گالی گلوچ ہے۔ جیسا عمومًا جاہل لوگ اپنے رفیق سفر سے کرتے ہیں۔ بحالت جہاد تو ایسی حرکتیں سخت خطرناک ہیں ؁ جاگنا اور جاگنے کے سارے دینی و دنیاوی کام جیسے نماز اور کھانا پینا، کلام کرنا، ہنسنا، بولنا، رونا وغیرہ کہ یہ سب عبادت ہی بن جاتے ہیں ؁ فساد سے مراد وہ ہی آپس کی لڑائی جھگڑا ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی جو شخص یہ تینوں جرم کرے۔ اس کا یہ حکم ہے ؁ یعنی گنہگار ہو کر لوٹے گا کہ ان حرکتوں کے گناہ کا بوجھ سر پر ہو گا اور اس سفر وغیرہ کا ثواب کچھ بھی نہ ملے گا۔ لہذا بجائے نیکی کمانے کے گناہ کما کر لائے گا۔ کفاف کے بہت معنی ہیں۔ بہتر چیز۔ جو چیز ضرورت سے نہ بچے یعنی بقدر ضرورت چیز۔ ثواب خیر و بھلائی۔ کفاف کاف کے فتحہ سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی۔ جو کسرہ سے ہے وہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ یہاں مرقات نے ریا پر بہت اچھی بحث کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریا سے اکثر عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ عمل باطل نہیں ہوتا۔ اسی لئے ریا کار پر ریا سے کی ہوئی عبادت کا لوٹانا واجب نہیں۔ اور اگر بعد میں توبہ نصیب ہو جائے تو ان شاء اللہ وہ کمی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ پھر ریا کی بھی دو قسمیں ہیں: ریا نفس عمل، یہی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے ہوں اور راہ نامورری کی امید نہ ہو تو نیکی کرے۔ یہی نہیں۔ دوسرے ریا کمال عمل یہ

اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اَعَجَزْتُمْ اِذَا بَعَثْتُ رَجُلًا فَلَمْ يَمْضِ لِاَمْرِیْ اَنْ تَجْعَلُوْا مَكَانَهٗ مَنْ
يَمْضِیْ لِاَمْرِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ فُضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ
نَفْسَهٗ فِیْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن مالک سے ۱ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کیا تم اس سے
عاجز ہو کہ جب کسی شخص کو بھیجوں پھر وہ میرا حکم جاری نہ کرے۔ تو تم اس کی جگہ کسی ایسے کو مقرر کر دو
جو میرا حکم جاری کرے ۲ (ابوداؤد) اور فضالہ کی وہ حدیث کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے
جہاد کرے کتاب الایمان میں ذکر کر دی گئی ۱ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں

اگر لوگوں کے دکھاوے کو اچھی طرح نیکی کرے ورنہ معمولی طرح۔ یہ بہت زیادہ خطرناک ہے دوسری ریا ہلکی۔ خیال رہے کہ کوئی شخص ریا کی وجہ سے عمل نہ چھوڑ دے۔ اخلاص کی دعا کرے اور عمل کیے جاوے۔ کبھی رب تعالیٰ اخلاص بھی نصیب کر ہی دے گا کھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۔ ۵ اس طرح کہ جہاد کی تفصیل اور تفضیل (فضیلت) بتائیے یا اس کی حقیقت پر مطلع فرمائیے یا جہاد مقبول و نامقبول کے متعلق خبر دیجئے۔ جواب شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال تیسری بات کے متعلق تھا کہ جہاد مقبول کونسا ہے اور جہاد مردود کونسا ۶ حضور انور نے انہیں اس لئے پکارا بغور جواب کو سنیں ۷ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں جس حال جیو گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھو گے (مرقات) زندگی میں اچھا مشغلہ رکھو تاکہ اس مشغلہ میں موت آئے اور اسی حال میں حشر ہو۔ نمازی آدمی کو نزع و قبر میں بھی نماز ہی یاد آتی ہے۔ جیسا کہ روایات میں بھی ہے اور دیکھا بھی گیا ہے اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے ۸ یعنی اگر تم نام اور مال کی خواہش کے لئے جہاد کرو گے اسی فکر میں مارے جاؤ گے تو قیامت میں اس کی سزا میں گرفتار اٹھو گے۔ لہٰذا دنیا میں آخرت کی فکر کرو۔ تاکہ آخرت میں بے فکر اٹھو۔ دنیا کی ناجائز فکر میں نہ ادبال ہو۔ ۹ جہاد کے علاوہ باقی اعمال کا بھی یہ ہی حال ہے اللہ تعالیٰ اس فقیر گنہگار کو دینی خدمت کا مشغلہ نصیب کرے قبول فرمائے۔ اسی میں موت دے اور دین کے خادموں کے زمرہ میں حشر نصیب کرے۔ سنا ہے اچھوں کے ساتھی بھی بخشے جاتے ہیں۔ ۱ صاحب مشکوٰۃ نے ان کا ذکر اسماء الرجال میں نہیں فرمایا۔ اشعہ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں۔ یعنی اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے

۲ یعنی اگر میں کسی کو امیر و حاکم بنا کر کہیں بھیجوں، جہاد میں یا اور جگہ اور پھر وہ حاکم میرے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے تو تم کو لازم ہے کہ اسے معزول کر کے دوسرے ایسے آدمی کو امیر بناؤ جو میرے احکام نافذ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعایا ظالم حاکم کو معزول کر کے عادل حاکم مقرر کر سکتی ہے مگر خیال رہے کہ یہ جب ہے جبکہ اس کے معزول کرنے میں خون ریزی اور فتنہ و فساد نہ ہو، بہ آسانی وہ معزول کیا جا سکے (مرقات) لہٰذا صحابہ کرام حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و خونخوار حاکم کو معزول نہ کرنا اس کے ظلم سہنا اس حدیث کے خلاف نہیں۔ اس کے الگ کرنے میں بڑے فتنہ کا دروازہ کھلتا بڑی خونریزی ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر قاتل سفاک حاکم کے معزول کرنے میں خونریزی اس سے کم ہو جتنی اس کے قائم رہنے میں ہو تو اسے معزول کر دیا جائے اگر اس کے برعکس ہو تو معزول نہ کیا جائے۔ نیز مالی ظالم کو معزول نہ کرنا جانی ظالم کو معزول کرو اس شرط

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَاءٍ وَبَقْلٍ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاَنْ يُّقِيْمَ فِيْهِ وَيَتَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَلٰكِنِّيْ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَمَقَامُ اَحَدِكُمْ

کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں نکلے ۱؎ تو ایک شخص غار پر گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزی ۲؎ تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں ہی قیام کرے اور دنیا سے الگ ہوجائے ۳؎ چنانچہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں اجازت مانگی ۴؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہ تو یہودیت لے کر بھیجا گیا نہ عیسائیت لے کر ۵؎ لیکن میں تو آسان سیدھی ملت لے کر بھیجا گیا ۶؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام جانا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے ۷؎ اور تم میں سے کسی کا

سے جو ابھی مذکور ہوئی غرضیکہ تبدیلی حکومت آسان چیز نہیں۔ خیال رہے کہ مؤذن کو امام معزول کرسکتا ہے اور امام کو متولی مسجد علیحدہ کرسکتا ہے اور متولی کو عامۃ المسلمین معزول کرسکتے ہیں یہ مسئلہ یہاں سے ماخوذ ہے عوام کی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ آج کل اس کا نظارہ ہر الیکشن کے موقعہ پر ہوتا ہے

۲؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی۔ ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ حدیث کتاب الایمان میں ذکر کردی ہے ایک طویل حدیث کے ضمن میں

۱؎ سریہ۔ سین کے فتحہ رے کے کسرہ ی کے شد سے ہے۔ یعنی چھوٹا لشکر جس کی تعداد چار سو تک ہو جو دشمن کی طرف بھیجا جاوے، یہ سری سے بنا ہے بمعنی خفیہ بھیجنا اس لئے فرمایا کہ اسری بعبدہ لیلًا۔ یا اسرا بمعنی اختیار سے بنا ہے۔ سریہ چلی ہوئی جماعت۔ محدثین کی اصطلاح میں سریہ وہ لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں۔ غزوہ وہ جہاد ہے جس میں سرکار بنفس نفیس تشریف لے جائیں۔ یہاں سرکار عالی اس لشکر کو وداع کرنے تشریف لے گئے تھے نہ کہ جہاد کے لئے یا سریہ سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مطلقًا لشکر۔ (مرقات)

۲؎ یا تو پانی کا چشمہ تھا یا بہتا پانی تھا تھوڑا جو ایک دو آدمیوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو اور آس پاس کی زمین سبزہ زار تھی جہاں کچھ بو کر پیداوار کرلی جائے جو اپنے اور اپنی بکریوں کے لئے کافی ہو یہ چیز ملک عرب میں بڑی ہی غنیمت ہے

۳؎ یعنی ابھی یا اس جہاد کے بعد تارک الدنیا ہو کر اس جگہ قیام کرے جذبہ یہ تھا کہ دنیا اور دنیا والوں میں مشغولیت یاد خدا میں رخنہ ڈالتی ہے اور کبھی اختلاط کی وجہ سے گناہ بھی سرزد ہوجاتے ہیں۔ تارک الدنیا ہو کر رہنے میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں گی۔

۴؎ اگر اس جہاد میں حضور انور شریک تھے تو وہاں ہی اجازت مانگی ورنہ مدینہ منورہ واپس آکر دونوں احتمال ہیں۔

۵؎ یعنی راہبانہ زندگی اور تارک الدنیا ہو کر رہنا عیسائیوں اور یہودیوں کے دین میں ہے۔ اسلام میں نہیں، تم کو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ترک دنیا بہت شاق و دشوار ہے۔ اور اس کا فائدہ اگر ہے تو صرف اسی ایک تارک الدنیا کو۔ ۶؎ یعنی ہمارا دین

فِي الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهٖ سِتِّيْنَ سَنَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْوِ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰى رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقَالَ

صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی نمازوں سے افضل ہے [۱] (احمد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور نہ نیت کرے مگر ایک رسی کی تو اس کے لئے وہی ہے جس کی نیت کرے [۲] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی [۳] اس پر ابوسعید

آسان ہے اور تمام برائیوں سے دور ہے۔ حنیف بمعنی برائیوں سے ہٹا ہوا بچا ہوا سمحہ بمعنی آسان۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام نرم اور بہت فائدہ مند ہیں۔ تم شہر میں رہو وہاں تم کو نماز پنجگانہ با جماعت۔ جمعہ۔ عیدین۔ جہاد۔ علماء کی صحبت اور اس زمانہ میں تو ہمارا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ وہاں گوشۂ تنہائی میں رہنے سے تم ان تمام نعمتوں سے محروم رہو گے۔

[۶] جہاد یا حج یا طلب دین کے لئے ایک دفعہ صبح یا شام کو نکلنا تمام دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ دنیا فانی ہے اور یہ ثواب باقی و دائمی ہے اب تم خود سوچ لو کہ تمہارا مدینہ میں رہنا افضل ہے یا اس چشمہ پر اکیلے رہنا بہتر؛

[۱] یعنی ایک بار جہاد میں غازیوں کی صف میں یا نماز میں حاجیوں کی صف میں کھڑے ہو جانا بے شمار برسوں کی ان نمازوں سے افضل ہے جو اکیلے ادا کی جائیں۔ جب اس صف میں کھڑے ہو جانے کا یہ ثواب ہے تو سوچ کہ خود جہاد اور با جماعت نماز کا کیا ثواب ہوگا یہاں ساٹھ سے مراد بے شمار ہے۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ستر کا ذکر ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں خلوت و گوشہ نشینی کی زندگی سے جلوت کی زندگی افضل ہے۔ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ جن احادیث میں شہر سے بھاگ جانے گوشہ نشین ہو جانے کا مشورہ دیا گیا ہے وہ فتنوں اور بلاؤں کے زمانہ کے متعلق ہے جبکہ شہر میں دین کا خطرہ ہو۔

[۲] عقال چھوٹی رسی جس سے اونٹ کو باندھا جائے۔ مراد ہے نہایت معمولی چیز۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ کامل غازی وہ ہے جو جہاد میں غنیمت حاصل کرنے کی بھی نیت نہ کرے۔ صرف رضاء الٰہی اعلاء دین کی نیت کرے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ اگر رضاء الٰہی کے ساتھ غنیمت کی بھی نیت کرنے سے ثواب میں کمی تو ہو جاتی ہے ثواب بالکل نہیں جاتا رہتا۔ یہ بھی گزر گیا کہ مخلوط نیا عمل کو باطل نہیں کرتی

[۳] اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالٰی سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بقضا رہے۔ نعمتوں میں رب کا

أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَأُخْرٰى يُرْفَعُ اللهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

نے تعجب کیا۔ بولے یا رسول اللہ یہ حدیث مجھے دوبارہ فرمایئے لہ حضور نے انہیں دوبارہ یہ بشارت سنائی پھر فرمایا دوسری چیز بھی ہے جس کی برکت سے اللہ تعالٰی بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے ٢ہ ہر دو درجوں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے جیسا آسمان و زمین کے درمیان عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد ٣ہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسٰی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں ٤ہ تو ایک فقیر الحال شخص

شکر کرے مصیبتوں میں صبر کرے۔ اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال۔ افعال۔ اعمال۔ احوال سے دلی محبت کرے جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اُسے دل سے محبوب کہے۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت کو دل سے پسند کرے۔ کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے۔ طریقت قلب پاک مصطفٰے کی واردات ہے یوں ہی حقیقت و معرفت روح پاک بہتر پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں۔ ایسے شخص کے لئے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہو کر، مریگا جنتی ہو کر اُٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ رب تعالٰی کا فرمان ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے۔ یعنی رب تعالٰی سے ڈرنے والے کے لئے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں سبحان اللہ کیسی پیاری بات کہی حضور کی شریعت، اطاعت، محبت، دنیا کی جنت ہے لہ یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لئے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوتے ہیں ؎

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

٢ہ یعنی دوسری خوشخبری اور سنو۔ اور خوش ہو۔ کیوں نہ خوش ہوں۔ جب رب تعالٰی نے ہم کو ایسے بشیر و نذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے۔ جو سو درجے بلند ہے۔ ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے ٣ہ اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آگیا تھا۔ مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے۔ اسی کے یہ درجے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ

فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهٖ فَاَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اِنَّهٗ لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ يَوْمَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ

کھڑا ہوگیا[1] بولا اے ابو موسےٰ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا[2] فرمایا ہاں۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا[3] پھر بولا میں تم کو سلام (وداعی) کرتا ہوں[4] پھر اپنی تلوار کا غلاف توڑا اسے پھینک دیا[5] پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چل پڑا۔ اس سے دشمن پر حملہ کیا حتّٰی کہ قتل کیا گیا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب اُحد کے دن تمہارے بھائی شہید کئے گئے تو اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھیں[7]

جہاد اکثر فرض کفایہ ہوتا ہے، مرقات نے اس سے یہ ہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔ [1] تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا ہے۔ اس لئے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یا مراد خود مجاہدوں کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے [1] اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہو سکا کوئی غریب شکستہ حال بے پرد جو اس جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا۔ رضی اللہ عنہ۔

[2] یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلاواسطہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمان عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۔ [3] جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔

[4] اب میں شہید ہونے جا رہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ ؎

آئی نسیم کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کھنچنے لگا دل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

[5] کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے اب مارنا اور [illegible] ہے یہ ہے [illegible] شہادت، جذبہ جہاد حضرت زرا ابن ازور رضی اللہ عنہ بغیر زرہ و پوستین پہنے جہاد کرتے تھے۔ شوق شہادت میں عاشقوں کے [illegible] بتا رہے ہیں۔ [6] اسطرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو

تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَاْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجَنَّةِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں اس کے پھل کھاتی ہیں اُن سونے کی قندیلوں کی طرف بسیرا لیتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوتی ہیں [۱] جب ان شہداء نے اپنے کھانے پینے آرام و راحت کو پایا [۲] تو بولے کہ ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام کون پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں [۳] تاکہ وہ جنت سے بے رغبت نہ ہوجاویں اور جہاد کے وقت بزدلی یا بے دلی نہ کریں [۴] تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے یہ پیغام ہم پہنچاتے ہیں۔ تب رب نے یہ آیت اتاری کہ اللہ کی راہ میں مقتول لوگوں کو مردہ نہ سمجھو [۵] بلکہ وہ تو زندہ ہیں تا آخر آیات [۶] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا۔ ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرمادیتے رواہما مسلم [۵] جیسے یہ روحیں دنیا میں انسانی جسم میں تھیں مگر اس طرح کہ اس جسم کی تربیت کرتی تھیں اور ان کی اپنی روحیں تھیں۔ اس طرح رہتے وہ ہی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں امانت کے طور پر رکھیں مگر اب وہ روحیں ان جسموں کی تربیت نہیں کرتیں نہ وہ جسم ان روحوں کے اپنے ہیں اور وہ روحیں انسانی روحیں یعنی نفس ناطقہ ہی رہیں۔ لہذا اس سے آریوں کا تناسخ جسے وہ آواگون کہتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔ وہ سبز پرندوں کے جسم ان روحوں کے لئے ایسے ہیں جیسے دنیا میں ہمارے لئے لباس یا مکان، اسی لئے فی جوف ارشاد ہوا؛ [۱] یہ غذا اور پانی ان روحوں کے لئے ہی ہے وہ جسم اس سے پرورش نہیں پاتے۔ اسی لئے یہاں غذا اور بسیرے کو روحوں کی طرف نسبت فرمایا گیا۔ ان روحوں کا اڑ کر ہر جگہ پہنچنا ایسا ہے جیسے ہمارا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اڑنا خیال رہے کہ ان روحوں کے جنت میں ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ان شہداء کی قبریں روحوں سے خالی ہوگئیں یا جسم کا بیچارہ ہوکر گل سڑ گئے وہ جنت میں بھی ہیں اور اپنی قبروں میں بھی، پھر اس جہان کی سیر کرتی ہیں دنیا والوں کو جانتی پہچانتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم۔ جو لوگ ابھی ان تک نہیں پہنچے انکے متعلق خوشیاں مناتے ہیں کہ وہ بھی عنقریب ہمارے پاس پہنچنے والے ہیں دیکھو ہمارا نور نظر آسمان پر پہنچنے کے باوجود آنکھوں میں بھی رہتا ہے سورج کی شعاعیں زمین پر پہنچ کر بھی آسمان بلکہ سورج میں رہتی ہیں۔ اس کی بحث پہلے بھی کی جاچکی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے [۲] خیال رہے کہ ماکل مشرب اور مقیل تینوں مصدر میمی ہیں اسم ظرف نہیں مقیل دوپہر کے آرام گاہ کو کہتے ہیں۔ قیلولہ سے بنا ہے۔ یہاں عیش و آرام مراد ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَجْزَاءٍ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

دنیا میں مومن تین قسم کے ہیں [1] ایک وہ جو اللہ کے رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں [2] اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں [3]

جنت میں بلکہ بعد موت نیند نہیں۔ حدیث شریف میں جو ہے کہ قبر میں بندہ مومن سے فرشتے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس تو سوجا۔ دلہن کی طرح، وہاں یہ سونا مراد نہیں جاگنے کا مقابل بلکہ بے فکری والا آرام مراد ہے۔ محاورہ میں غفلت اور عیش دونوں کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے ؏

جملہ عالم زاہمہ درخواب دان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان شہداء کو کھانے پینے کی اجازت تو ہوتی ہے مگر حوروں کی اجازت نہیں وہ تو بعد قیامت ہوگی جب اس جسم سے داخلہ ہوگا۔ [2] یعنی زندہ ہیں اور جنت میں ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہم جنت میں زندہ اور دنیا میں مردہ ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض بے دین کہتے ہیں [3] پینکو نکل سے بنا یعنی بزدلی (مرقات) بے دلی و بے رغبتی (اشعۃ اللمعات) یعنی جہاد جنت کے گلزار کا رستہ راہ خدا خار ہے۔ لہذا ان کانٹوں کی پرواہ نہ کرو یہاں کے گلزار تک پہنچو۔ [4] اس میں خطاب یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مسلمان سے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ شہداء کو مردہ نہ کہو۔ یہاں فرمایا گیا کہ انہیں مردہ نہ سمجھو۔ کہنا زبان یا قلم سے ہوتا ہے، سمجھنا دل و دماغ سے، جتنی تاکید رب تعالٰی نے حیات شہداء کی کی ہے اتنی تاکید اور کسی چیز کی نہ کی کہ مومن کے زبان۔ قلم۔ دل، دماغ سب کو انہیں مردہ کہنے سمجھنے سے روک دیا۔ [5] وان اللہ لا یضیع اجر المومنین تک کی آیات نازل فرمائیں جن میں شہداء کا زندہ ہونا جنت کی سیر کرنا۔ وہاں کے پھل فروٹ کھانا دنیا والوں کے حالات سے خبردار رہنا۔ جو لوگ کہ ابھی دنیا میں ہیں مگر کچھ دنوں بعد ان سے ملنے والے ہیں ان کی آمد پر خوشیاں منانا۔ لوگوں کے انجام سے خبردار ہونا سب کچھ ہی بیان فرمایا جب شہید کی زندگی اس کے عیش و آرام۔ اس کے علم کی یہ حالت ہے تو جن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کی یہ ساری بہاریں ہیں ان کی حیات و علم کی کیا کیفیت ہے [1] قربان جاؤں اس سید الفصحٰی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور نے یہاں اقسام نہ فرمایا بلکہ اجزاء فرمایا کیونکہ کل کے اقسام و افراد ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں مگر کل کے اجزاء ایسے مخلوط ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتے۔ جیسے سکنجبین کے اجزاء۔ چونکہ یہ تینوں قسم کے مومن دنیا میں شکل و عقل رنگ ڈھنگ وغیرہ میں ممتاز نہیں سب یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ ظاہر میں یکساں، ضمائر میں فرق اس لئے انہیں اجزاء فرمایا۔ نیز سب مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں جن میں روح رواں حضور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضور نے سب کو ایک بنا دیا۔ لہذا انہیں اجزاء فرمایا۔ صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ ہم عجمی گنوار اس عربی سردار کے راز کیا سمجھیں ؎

فہم رازش چہ کنم من عجمی او عربی　　　لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

[2] اللہ رسول پر ایمان لاتے ہی سارے ایمانیات کا ذکر آگیا۔ رب تعالٰی نے بھی فرمایا وآمنوا باللہ ورسولہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی سے ملا کر بولنا جائز ہے۔ ثم لانے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ و رسول کو ملانا ہی جان ایمان ہے دیکھو

وَالَّذِیْ یَاْمَنُہُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ تَرَکَہٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَفْسٍ مُّسْلِمَۃٍ یَقْبِضُہَا رَبُّہَا تُحِبُّ اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْکُمْ وَاَنَّ لَہَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا غَیْرَ الشَّہِیْدِ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عَمِیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ اَہْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ

اور وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور اپنی جانوں پر امن میں ہوں ۲؎ پھر وہ کہ جب وہ طمع کے قریب پہنچے تو اسے اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دے ۳؎ (احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن ابی عمیرہ سے ۴؎ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جان جسے اللہ تعالٰے قبض فرمائے ۵؎ ایسی نہیں جو تمہاری طرف لوٹنا چاہے اگرچہ اس کے لئے دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں ہو جائیں سوا شہید کے ۶؎ ابن ابی عمیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کی راہ میں مارا جانا اس سے زیادہ پیارا ہے کہ میری ملک اون والے اور ڈھیلے والے ہوں ۷؎

کتاب سلام کی چار اصولی اصطلاحیں بتم فرماکر یہ بتایا گیا کہ مرتے دم تک مومن کو کسی ایمانی چیز میں تردد نہ ہونا چاہیئے۔ اعتبار خاتمہ کا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ بدعملی اور گناہ کی عادات عملی تردد و شک ہے، مومن کامل وہ ہے جو اعتقادی و عملی دونوں قسموں کے شکوک سے دور رہے۔

۳؎ جہاد کا ذکر ایمان کے بعد فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ تمام نیک اعمال کا اعتبار ایمان کے بعد ہے۔ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں، جڑ کٹ جانے پر شاخوں کو پانی دینا بے کار ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ جہاد وہ افضل ہے کہ جو ہر قسم کے مال اور جان سے کیا جاوے کہ مجاہد خود بھی میدان میں جاوے اور ہر طرح کا مال بھی وہاں خرچ کرے۔ ۲؎ یعنی دوسری قسم کا مومن وہ ہے جو اگرچہ کسی کو نفع نہ پہنچا سکے مگر نقصان بھی نہ پہنچائے مسلمانوں کو اس کی طرف سے امن ہو، ہر شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس سے ہم کو نقصان نہ پہنچے گا۔ الذی واحد فرماکر یہ بتایا کہ ایسے لوگ دنیا میں تھوڑے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مصرع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ ۳؎ یعنی تیسرے نمبر کا مومن وہ ہے کہ بہت دفعہ اس کے دل میں مال عزت، شہرت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو اور اس کا دل چاہے کہ دوسروں کی طرح میں بھی ہر جائز ناجائز طریقہ سے یہ چیزیں حاصل کروں مگر پھر وہ اپنے دل کو ان چیزوں سے روکے محض خوف خدا کی وجہ سے کہ کہیں رب تعالٰی ناراض نہ ہو جائے، رب تعالٰی فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی ایسا شخص بھی مجاہد ہے جو ہر وقت اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اسے بری طرف جانے سے روکتا ہے ۴؎ آپ، مدنی قرشی ہیں۔ آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے اگر آپ صحابی ہیں تو حدیث متصل ہے اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کہ صحابی کا ذکر اس میں نہیں (از مرقات۔ اشعہ)

رَوَاهُ النَّسَائِیُّ ٭ وَعَنْ حَسْنَاءَ بِنْتِ مُعَاوِیَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّیْ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فِی الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِیُّ فِی الْجَنَّةِ وَالشَّهِیْدُ فِی الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ فِی الْجَنَّةِ وَالْوَئِیْدُ فِی الْجَنَّةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ٭

(نسائی) روایت ہے حضرت حسنا بنت معاویہ سے[۱] فرماتی ہیں۔ مجھے میرے چچا نے حدیث سنائی کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنت میں کون جائے گا فرمایا جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوگا اور بچہ جنت میں ہوگا[۲] اور زندہ گاڑھا ہوا بچہ جنت میں ہوگا[۳] (ابوداؤد)[۴]

[۴] اگرچہ جان قبض کرنا حضرت ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ ان کا یہ کام رب تعالٰی کے حکم سے ہوتا ہے نیز محبوبوں کا کام رب کا کام ہے اس لئے یہاں قبض روح کو رب تعالٰی کی طرف نسبت فرمایا گیا۔مرقات نے فرمایا کہ قبض روح حقیقۃً رب کا کام ہے مجازاً حضرت ملک الموت کا کام[۵] یعنی جسے اللہ تعالٰی بخش دے وہ دنیا میں واپس آنے کی کبھی تمنا نہیں کرتا۔کیونکہ وہاں کے عیش خالص اور دنیا کے عیش مصیبتوں سے مخلوط۔کفار تو دنیا میں آنے کی تمنا کرتے ہیں مگر جھڑک دئے جاتے ہیں۔خیال رہے کہ یہاں دنیا میں واپس آنے سے مراد عمل کرنے کے لئے اسی جسم عنصری کے ساتھ آنا مراد ہے۔ورنہ شہداء و اولیاء دنیا میں سیر فرماتے ہیں بعض حضرات نے ان سے ملاقاتیں بھی کی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام نبیوں نے نماز ادا کی معراج کی رات۔اور فقیر نے اس نماز کی جگہ کی زیارت کی بیت المقدس میں رب تعالٰی فرماتا ہے فلاتکن فی مریۃ من لقائہ اے محبوب آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں[۶] اون والوں سے مراد دیہاتی لوگ ہیں جو اونی خیموں میں رہتے ہیں اور ڈھیلے والوں سے مراد شہری لوگ ہیں جو مکانات بنا کر رہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ تمام جہان کا بادشاہ ہے اللہ کی راہ میں شہید ہونا مجھے زیادہ پیارا ہے خیال رہے کہ اس کے زیادہ پیارا ہونے کی وجہ سے حضور کو رب تعالٰی نے شہادت کا ثواب عطا فرمادیا کیونکہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے پھر خیبر والے زہر کے اثر سے حضور کی وفات ہوئی زہر سے وفات بھی شہادت ہے۔فقہی شہادت یعنی اللہ کی راہ میں قتل ہونا حضور کو عطا نہ ہوا۔کہ رب تعالٰی نے فرمایا تھا واللہ یعصمک من الناس اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔اگر کوئی کافر آپ کو شہید کردیتا تو بظاہر اس آیت کے خلاف ہوتا۔تمام روئے زمین کے شہداء کی شہادتوں کا ثواب حضور کو عطا ہوتا ہے کہ حضور کے حکم سے جہاد اور شہادتیں ہوئی ہیں[۱] آپ حسنا بنت معاویہ ابن سلیم صریمیہ ہیں تابعیہ ہیں۔بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام خنساء ہے اور حسنا آپ کا لقب ہے۔آپ کے چچا ہیں حارث اور اسلم۔غالبًا یہ روایت حارث سے ہے آپ نے عوف اعرابی سے روایات لیں[۲] یعنی ہر نا سمجھ بچہ جنتی ہے خواہ مسلمان کا بچہ ہو یا کافر کا۔حتی کہ کچا گرا ہوا بچہ بھی جنتی ہے اگرچہ مومن کا بچہ جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوگا اور کافر کا بچہ ادنیٰ جگہ میں یا دیگر اہل جنت کا خادم[۳] کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیتے تھے اسے موءودہ کہتے تھے۔دبر کے بھی یہ معنی ہیں۔یعنی کفار کی بچیاں جو زندہ درگور کردی گئیں ہیں وہ جنتی ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے نا سمجھ بچے جنتی ہیں۔اس کے مخالف روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے واذا الموءودۃ سئلت بای ذنب قتلت۔جب زندہ دابی ہوئی بچی سے پوچھا جائے کہ تو کس قصور میں ماری گئی تھی اگر وہ خود ہی دوزخی ہوتی تو اس سوال کے کیا معنی ہوتے۔غرضیکہ اس حدیث کی تائید بہت سی آیات سے ہے۔رب تعالٰی بغیر گناہ کسی کو دوزخ نہ دے۔وہ کریم ہے۔چونکہ یہ چاروں جماعتیں یعنی انبیاء، شہداء، بچے اور موءودہ بغیر حساب جنت میں جائیں گے اسی لئے خصوصیت سے ان چار کا ذکر ہوا۔ورنہ ہر

وَعَنْ عَلِيٍّ وَاَبِي دَرْدَاءٍ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَاَبِي اُمَامَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنْفَقَ فِيْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ

روایت ہے حضرت علی۔ ابوالدرداء۔ ابوہریرہ۔ ابوامامہ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عمرو اور جابر بن عبداللہ اور عمران بن حصین سے یہ تمام حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۱؎ کہ حضور نے فرمایا جو شخص راہ خدا میں کچھ خرچہ بھیج دے ۲؎ اور خود اپنے گھر میں رہے ۳؎ اسے ہر درہم کے عوض سات سو درہم ملیں گے ۴؎ اور جو راہ خدا میں بذات خود جہاد کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرے تو اس کے لئے ہر درہم کے عوض سات لاکھ درہم ہیں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی اللہ جسے چاہے گا بہت زیادہ دے گا ۵؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے ۶؎ فرماتے ہیں جناب عمر ابن

اور لوگ بھی ہیں۔ خیال رہے کہ جنت کسبی۔ عطائی وہبی تین طرح حاصل ہوگی۔ اپنے اعمال سے اپنے بزرگوں کے اعمال سے۔ جیسے مسلمانوں کے بچے صرف عطاء ذوالجلال سے۔ جیسے ایک مخلوق جنت پر کرنے کے لیے پیدا کی جائے گی مگر دوزخ صرف کسبی طور سے ملے گی وہبی یا عطائی نہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وھل نجازی الا الکفور اور فرماتا ہے۔ ھل تجزون الا ما کنتم تعلمون۔ ۵؎ یہ حدیث احمد نے بھی روایت کی اور جامع صغیر میں بھی ہے (مرقات)

۱؎ چونکہ ان آٹھوں صحابہ نے الگ الگ یہ روایت کی ہے اس لئے یحدث واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔ جمع یعنی یحدثون نہ فرمایا (مرقات)

۲؎ روپیہ یا موسم کے مطابق نمازیوں کے لئے کپڑے یا ان کے لئے راشن یا ہتھیار۔ غرضیکہ کوئی چیز جو مجاہدوں کو ضروری ہو۔ ان کے لئے کھیل کا سامان۔ گانے بجانے کے آلات۔ سینما۔ فلم وغیرہ مراد نہیں کہ ان کا استعمال عام لوگوں کو ممنوع ہے اور مجاہدوں کو زیادہ ممنوع کہ وہ راہ خدا میں سرکف ہیں۔ شہادت کی موت ان کے سامنے ہے انہیں اس وقت بہت ہی تقوٰی اختیار کرنا چاہیے سرکاری ملازموں کا جب ریٹائر ہونے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو وہ بہت احتیاط برتتے ہیں کہ کہیں ہماری بے احتیاطی پنشن پر اثر نہ کرے۔

۳؎ کیونکہ اس وقت جہاد فرض کفایہ ہو فرض عین نہ ہو۔ ورنہ فرض عین ہونے کے وقت تو ہر مسلمان کو جہاد کرنا چاہیے۔ اس

الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَاْسَهٗ حَتّٰى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ فَمَا اَدْرِيْ اَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِّنَ

خطاب کو سنا کر فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شہید چار قسم کے ہیں ایک کھرے ایمان والا مومن لہ جو دشمن سے ملے تو اللہ کی تصدیق کرے ٢ حتی کہ مارا جاوے یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف یوں آنکھیں اُٹھائیں گے ٣ اور اپنا سر اٹھایا حتی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی ٤ مجھے خبر نہیں حضرت عمر کی ٹوپی مراد لی ہے یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی شریف ٥ فرمایا اور ایک وہ شخص جو کھرے ایمان والا ہے دشمن سے ملے گویا اس کی کھال میں بزدلی کی وجہ سے خاردار درخت کے کانٹے

وقت گھر میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ۱۲ اس کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے مثل الذین ینفقون فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ ۱۳ اس طرح کہ جانی اور مالی دونوں قسم کا جہاد کرے۔ تو چونکہ اس کا عمل زیادہ ہے۔ اس لئے اجر بھی زیادہ۔ یہ حدیث اس آیت کے اس جز کی شرح ہے واللہ یضاعف لمن یشاء۔ ۱۴ آپ کے حالات فصل دوم کے شروع میں گزر چکے۔ لہ خواہ مرد ہو یا عورت کھرے ایمان سے مراد یہ ہے کہ اس کے عقائد بھی درست ہوں اعمال بھی اور متقی پرہیزگار ہو جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

٢ فصدق کی قرأت دال کے شد سے بھی ہے اور بغیر شد کے بھی۔ لہٰذا اس جملہ کے دو معنی ہیں۔ اگر شد سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ اللہ کے وعدوں کو سچا جانتے ہیں۔ شوق و ذوق سے کفار کو مارے اور شہید ہو کر جان دیدے۔ اور بغیر شد کی صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی کو سچ کر دکھانے وہ تمام وعدے جو اس نے رب سے کئے تھے کیونکہ مومن ایمان لا کر اللہ تعالٰی سے بہت سے وعدے کر لیتا ہے اور اللہ تعالٰی اس سے بہت سے وعدے فرما لیتا ہے۔ اس کی تفصیل ہماری تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ رب فرماتا ہے ومن المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ اس آیت میں اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو مومن رب سے کرتا ہے۔

٣ لوگوں سے مراد عام مومنین اہل محشر ہیں اگر قیامت سے مراد میدان قیامت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خود میدان قیامت میں لوگوں کے مقام مختلف ہوں گے۔ اچھے اعمال والے اونچی جگہ ہوں گے اور گنہگار نیچی جگہ اور اگر جنت مراد ہے تب تو ظاہر ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

٤ اتنا سر اٹھایا انتہائی بلندی کے اظہار کے لئے ہے یعنی جیسے سر کے اوپر چاند یا تاروں کو دیکھو تو ٹوپی گر جاتی ہے ایسا

الْجُبْنِ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا اٰخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

چبھو دئے گئے انہیں غائبانہ تیر لگا قتل کردیا تو یہ دوسرے درجہ میں ہے اور ایک بندہ مومن جس نے نیک و بد اعمال ملے جلے کئے دشمن سے ملا اﷲ کی تصدیق کی حتی کہ قتل کردیا گیا تو یہ تیسرے درجہ میں ہے اور ایک بندہ مومن جس نے اپنے نفس پر زیادتی کی دشمن سے ملا اﷲ کی تصدیق کی حتی کہ قتل کیا گیا تو یہ چوتھے درجے میں ہے (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن و غریب ہے۔

ہی ان کو دیکھنے والوں کا یہ حال ہوگا۔ ۵ یہ ان راوی کا قول ہے جو حضرت فضالہ سے روایت فرماتے ہیں اور اراد کا فاعل حضرت فضالہ ہیں یعنی حضرت فضالہ نے کس کی ٹوپی مراد لی یہ مجھے خبر نہیں اور میں ان سے پوچھنا بھی بھول گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہوگی (اشعہ) غالبًا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ٹوپی نہیں پہنتے تھے بلکہ عمامہ شریف استعمال فرماتے تھے واﷲ اعلم ۶ یعنی اس کے عقائد و اعمال سب درست ہیں مگر بہادری و شجاعت میں پہلے سے کم ہے ایسے موقعہ پر گھبرا جاتا ہے جیسا کہ اگلے فرمان سے ظاہر ہے۔

۷ عرب شریف میں طلح ایک خاردار درخت کا نام ہے جو ببول کی طرح اونچا ہوتا ہے اور کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے اس کے کانٹے بھی لمبے ہوتے ہیں یعنی وہ ہے تو متقی مسلمان مگر قدرتی طور پر کچھ کمزور دل ہے کہ جہاد کے میدان میں خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جسم میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے جیسے اس کے جسم میں ببول کے کانٹے چبھ گئے ہوں۔

۸ یعنی وہ میدان جہاد میں پہنچ گیا مگر اس نے جہاد کیا نہیں اپنی دلی کمزوری کی وجہ سے اس کے باوجود وہ شہید ہوگیا، ایسے تیر سے جس کا چلانے والا معلوم نہیں ۹ کیونکہ اس کے پاس ایمان و تقویٰ تو ہے مگر بہادری اور جرأت و دلیری نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہادر و قوی مومن کمزور اور بزدل مومن سے افضل ہے (مرقات) ۱۰ یعنی اس کا ایمان تو درست ہے مگر اعمال مخلوط ہیں اسے حضور نے جید الایمان (کھرے ایمان والا) نہ فرمایا کیونکہ ایمان کا جید ہونا تقویٰ و طہارت سے ہوتا ہے۔

۱۱ اس جملہ کی تحقیق اور صدق اﷲ کی دو قرأتیں ہم ابھی اسی حدیث میں عرض کرچکے ہیں۔ یعنی یہ شخص مخلوط الاعمال ہے مگر بہادر و شجاع ہے جہاد کیا بہادری کے جوہر دکھا مرا ۱۲ معلوم ہوا کہ بہادری سے تقویٰ افضل ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بہادر غیر متقی کو متقی غیر بہادر سے پیچھے رکھا۔ تقویٰ عجیب چیز ہے ۱۳ اس طرح کہ اس نے اپنی زندگی گناہوں خطاؤں میں گزاری

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَتْلٰى ثَلٰثَةٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ فَذٰلِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ

روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد سلمی سے [۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مقتولین تین طرح کے ہیں وہ مومن جو اپنی جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتی کہ قتل کیا جائے [۲] فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کہ یہ اللہ کی رحمت میں ہے پاک و صاف کیا ہوا [۳] عرش کے نیچے اللہ کے خیمہ میں [۴] نہیں بڑھے اس پر حضرات انبیاء مگر نبوت کے درجہ کی وجہ سے [۵] اور ایک وہ مومن جس نے اچھے برے مخلوط کام کئے [۶] اس نے اپنی جان اور مال سے راہ خدا میں جہاد کیا جب دشمن سے ملا تو جہاد کیا حتی کہ قتل کردیا گیا فرمایا نبی

اس جملہ پاک میں خوارج اور معتزلہ دونوں کی تردید ہے کہ خوارج تو گنہگار کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ نہ کافر نہ مومن۔ اہل سنت کے نزدیک وہ مومن ہے۔ حضور انور نے اسے مومن فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اسے مومن کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وان طائفتان من المومنين اقتتلوا۔ دیکھو آپس میں جنگ جدال کرنے والے گنہگاروں کو مومن فرمایا گیا ہے ہاں اعمال ایمان کا جز نہیں ذریعہ کمال ایمان ہیں [۸] یعنی تھا فاسق مگر تھا بہادر، شجاعت کے جوہر دکھا کر شہادت کا پیالہ پیا [۹] اس ترتیب مراتب کا خلاصہ یہ ہے کہ شہید یا تو متقی بھی ہے اور بہادر بھی یہ اول درجہ کا ہے۔ یا متقی ہے مگر بہادر نہیں یہ دوسری قسم کا ہے۔ یا بہادر ہے مگر متقی نہیں۔ اس کی پھر دو قسمیں یا فاسق و مسرف نہیں وہ تیسرے درجہ میں ہے یا فاسق اور مسرف ہے یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں تصدیق سے مراد شجاعت و بہادری ہے (اشعہ و لمعات) [۱] عتبہ عین کے پیش اور ت کے جزم سے آپ کا نام عتلہ تھا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ رکھا۔ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ مقام حمص میں چورانوے سال کی عمر میں ۸۷ھ میں وفات پائی۔ بقول واقدی آپ شام کے آخری صحابی ہیں [۲] اس فرمان عالی میں مومن سے مراد متقی پرہیزگار مومن ہے اور اگلے اوصاف سے مراد ہے جان و مال راہ خدا میں خرچ کرنا بہادر ہونا، صابر ہونا یہ ہے اول درجے کا شہید [۳] ممتحن کے چند معنی ہیں وہ سب یہاں بن سکتے ہیں (۱) آزمایا ہوا۔ امتحان لیا ہوا (۲) پاس شدہ کامیاب (۳) سینہ کھولا۔ شرح صدر والا (۴) پاک صاف کیا ہوا جیسے بھٹی کے ذریعہ لوہا پاک کیا جاتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اولئك الذين امتحن الله قلوبهم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ مُمَصْمِصَۃٌ مَحَتْ ذُنُوْبَہٗ وَخَطَایَاہٗ اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَ وَمُنَافِقٌ جَاھَدَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَاِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی یُقْتَلَ فَذَاكَ فِی النَّارِ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُو النِّفَاقَ رَوَاہُ دَارِمِیٌّ ؛ وَعَنْ اِبْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ

صلے اللہ علیہ وسلم اس شہادت میں صفائی ہے ۱؎ اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دیں ۲؎ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے ۳؎ اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا ۴؎ اور ایک منافق جو اپنے جان و مال سے جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو قتال کرے حتی کہ قتل کیا جائے تو یہ دوزخ میں ہے ۵؎ کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی ۶؎ (دارمی) روایت ہے حضرت ابن عائذ سے ۷؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے جب جنازہ رکھا گیا ۸؎ تو حضرت عمر ابن خطاب نے عرض کیا یارسول اللہ اس پر نماز نہ پڑھیے

للتقوی۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء نے امتحان کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں۔ ۳؎ یعنی ایسے شہید کو مرتے ہی رب تعالٰے سے اس قدر قرب نصیب ہوتا ہے جو دوسرے کو بہتر نہیں ہوتا۔ خیمہ سے مراد نوری مقام ہے اس کی حقیقت رب ہی جانے ۵؎ یعنی اگر حضرات انبیاء نبی نہ ہوتے تو شہیدان کے برابر ہو جاتے۔ مگر چونکہ وہ حضرات نبی ہیں اس وجہ سے وہ ان شہیدوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ خیال رہے کہ نبی غیر نبی سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے اور نبی کا ہر عمل غیر نبی کی ہر نیکی سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ جب صحابی کا دو چار سیر جو خیرات کرنا غیر صحابی کے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے تو نبی کی شان کا کیا کہنا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے انسان دوسرے جانوروں سے صرف ناطق ہونے میں اعلیٰ ہے تو جیسے ناطق نے انسان کو جانوروں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا کہ یہ اشرف المخلوقات ہو گیا۔ ایسے ہی نبی کو نبوت نے ذاتی حیثیت سے امتیاز بخش دیا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کی قید نے بھی ایسا ہی فرق کر دیا لہٰذا ان جیسی آیات و احادیث دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیئے اور حضرات انبیاء کرام سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس بھنور میں بہت سے بیڑے غرق ہو چکے ہیں۔ نبی کا ادب روح ایمان ہے۔ (از اشعۃ اللمعات مع الزیادۃ)

۶؎ یہ دوسرے درجہ کا مستحق نہیں زندگی میں گناہ بھی کرتا رہا ہے۔

۷؎ فیہ کا مرجع یا وہ شخص ہے اور ممصمصۃ خبر ہے مبتدا پوشیدہ کی۔ یعنی اس شہید کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اس کا معاملہ صفائی کا ہے۔ یا فیہ کا مرجع جہاد و شہادت ہے۔ یہ خبر مقدم ہے اور ممصمصۃ مبتدا مؤخر یعنی اس جہاد یا اس شہادت میں صفائی ہے۔ ممصمصہ، مضمضہ کی طرح ہے جس کے معنی ہیں منہ میں پانی ملا کر کلی کرنا۔ جیسے کہ ایسی کلی

رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ رَاٰہُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ عَلٰی عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَرَسَ لَیْلَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کیونکہ فاجر آدمی ہے [۱] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے [۲] تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا [۳] تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

منہ کو پاک صاف کر دیتی ہے یوں ہی یہ شہادت اس کے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اس کا بیان اگلے فرمان عالی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ شہادت تمام گناہوں سے مومن کو پاک وصاف کر دیتی ہے **۲** یعنی شہادت نے اس کی زندگی بھر کی خطائیں ختم کر دیں **۳** تلوار تمام گناہ صغیرہ کو تو مٹا دیتی ہے گناہ کبیرہ اللہ تعالٰی کے کرم پر ہیں حقوق العباد شاید رب تعالٰی قیامت میں صاحب حق سے معاف کرا دے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث میں خطایا فرما کر اسی جانب اشارہ ہے عمومًا خطا کہتے ہیں صغیرہ گناہ کو جس کا تعلق بندے کے حق سے نہ ہو لہذا شہید کے ذمہ جو لوگوں کے قرض وغیرہ ہوں وہ ادا کرنے ہوں گے حدیث واضح ہے اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نماز جنازہ میت کے گناہ مٹانے کے لیے ہوتی ہے شہید کے گناہ تو تلوار سے مٹ چکے اب نماز کیوں پڑھی جائے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت انسانی کے اظہار کے لیے ہے شہید اس کا زیادہ مستحق ہے دیکھو نابالغ بچوں پر نماز پڑھی جاتی ہے حالانکہ وہ بے گناہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی گئی حالانکہ حضور معصوم ہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا پر نماز پڑھی حتی کہ شہداء احد پر چند سال بعد نماز پڑھی اس کی بحث پہلے ہو چکی **۴** یعنی دوسرے جنتی مسلمانوں کے لیے دروازے مقرر ہیں کہ روزہ دار باب ریان سے جائیں نمازی فلاں دروازے سے۔ مگر شہید کے لیے کوئی قید نہیں جس دروازے سے جانا چاہے جائے یہ اجازت اس کی شان ظاہر کرنے کے لیے ہوگی **۵** یعنی جو اعتقادی منافق بطور نفاق جہاد میں چلا جائے اور وہاں اسے سب کچھ خرچ کر ڈالے اور شہید بھی ہو جائے تب بھی وہ دوزخی ہے کیونکہ جنتی ہونے کے لیے ایمان شرط ہے خیال رہے کہ منافقین اپنا نفاق چھپانے کے لیے کبھی جہاد میں بھی چلے جاتے تھے **۶** اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیکی سے منافق جنتی نہیں ہو سکتا اللہ تعالٰی نابرادری سے بچنی اپنے دین کو فوت دیتا ہے لہذا سب سے پہلے عقائد کی اصلاح ضروری ہے **۷** ابن عائذ دو ہیں ایک قیس ابن عائذ اور دوسرے منذر ابن عائذ دونوں صحابی ہیں اشعہ غالبًا یہاں قیس ابن عائذ مراد ہیں جو بیعت الرضوان میں شریک ہوئے بصرہ میں رہے وہیں وفات **۸** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمر نے وہ بات کہی جو آگے آ رہی ہے

۱ فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہگار ہے یعنی حضور جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی کوئی نیکی زندگی میں نہ اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا، برائیاں کرتے دیکھا ہے حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسے کہ حضور مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض لینے سے بچیں **۲** یہ ہے حضور کی شان ستار العیوب کہ حضرت عمر یا کسی اور سے اس کے گناہ نہ پوچھے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا، تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی لی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے کریم ایسے ہی کرتے ہیں مجھ سیاہ کار بدکار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا شعر

وَحَثٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

اور اس پر مٹی ڈالی [۱] اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے [۲] اور فرمایا اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی [۳] لیکن تم سے پوچھ گچھ ہوگی اسلام کے متعلق [۴]۔ (بیہقی شعب الایمان)

ستار میرے قربان تیرے دنیا میں تو میرے عیب ڈھکے ۔ محشر میں بھی پردہ رکھ لینا تجھ سا نہ کوئی رہبر پایا

خیال رہے کہ حضور کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لیے ہے جیسے قیامت میں رب تعالیٰ گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضور ہر شخص کے ہر نیک و بد اعمال سے خبردار ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدا حضور نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا شعر

اے فراغت جمیع آثار و دہور ۔ چشم تو بینندہ مافی الصدور

[۳] اس طرح کہ لشکر اسلام تھکا ہوا آیا تھا رات میں ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار دے اس اللہ کے بندے نے تمام لشکر کو سلا دیا اور خود تمام رات جاگ کر پہرا دیا اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔

[۱] یعنی حضور نے اس کے تمام گناہ نظر انداز فرما دیئے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز بھی پڑھی اور اس قبر پر مٹی بھی اپنے دست اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کے صدقے خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کیے ہوں گے مگر اس رات کے پہرہ سے سارے معاف ہوچکے اور حضور کی اس نماز اور دفن فرمانے سے اسے رب نے بڑے درجے عطا فرمائے لہذا اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں بالکل حق ہے کہ وہ اگرچہ گناہ کرلیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہا دھو کر پاک و صاف ہوجاتے تھے لہذا اس پر روافض یہ اعتراض نہیں کرسکتے کہ صحابہ فاجر و فاسق بھی تھے گناہ کرنا اور چیز ہے فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز [۲] اول درجہ کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جسمانی طور پر اول ہی سے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ اس پہرے اور میری نماز سے معاف ہوچکے یہ ہے اس غیوب دان صلی اللہ علیہ وسلم کا علم [۳] یعنی دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے برے اعمال کے متعلق نہ پوچھیں گے لہذا تم ایسے موقعہ پر کسی مسلمان کے گناہ بیان نہ کرنا عیب پوشی سے کام لینا دیکھو ہم نے اس کی نیکی کی تو گواہی لی مگر گناہوں کی گواہی نہ لی اپنے مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کیا کرنا (از لمعات واشعہ مع زیادہ) [۴] یعنی ہم اور ہمارے بعد تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیا کریں گے تم ان کے ایمان کی گواہی دیا کرو مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے دوسروں سے پڑھوا دیتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا نیز فقہا فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں یہ شخص حقوق اللہ کا مجرم ہوگا لہذا اس کے سارے گناہ نظر انداز کردیئے گئے فقیر کی اس شرح سے حسب ذیل

بَابُ اِعْدَادِ اٰلَةِ الْجِهَادِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الرُّوْمُ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا

جہاد کے آلات تیار کرنے کا بیان ۱؎ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا حالانکہ آپ منبر پر تھے ۳؎ کہ فرماتے تھے تیار کرو ان کے مقابل وہ قوت جس کی طاقت رکھو خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے ۴؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب روم تم پر فتح کیا جائے گا۔ اور اللہ تمہیں کفایت کرے گا ۵؎

اعتراضات ختم ہوگئے۔ ایک یہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں حضرت عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ فاجر بھی ہیں دوسرے یہ کہ حضور نے حضرت عمر وغیرہم سے اس میت کے گناہ کیوں، نیکی کیوں پوچھی۔ تیسرے یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے تو ایسے گنہگار کی نماز کیوں پڑھ لی۔ چوتھے یہ کہ حضور کو علم نہیں ورنہ آپ لوگوں سے کیوں پوچھتے کہ اس میت کی کوئی نیکی بیان کرو خیال رہے کہ حضور انور کا اس میت کے متعلق جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی سعادت و شقاوت ان کے جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ ورنہ بغیر خبر حضور اس کے جنتی ہونے کی خبر کیسے دے دیتے تھے یہ ہے حضور کا مطلع ہونا علوم خمسہ پر۔

۱؎ آلات جہاد سے مراد وہ سامان ہیں جو جہاد میں خواہ ہتھیار ہوں جن سے دشمن پر جارحانہ کاروائی کی جاتی ہے یا باربرداری کے سامان جن کے ذریعہ میدان جہاد میں جانا اور وہاں سے جانا ہوتا ہے جیسے تیر تلوار نیزہ بھالے یا آج کل بندوق توپ راکٹ وغیرہ اور جیسے گھوڑے اونٹ وغیرہ اور آج کل موٹریں ہوائی جہاز وغیرہ غرضیکہ اس ایک کلمہ میں بہت ہی وسعت ہے۔

۲؎ آپ صحابی ہیں جہنی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابوسفیان وفات پاگئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرمادیا ۵۸ھ میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے روایات لی ہیں (مرقات) ۳؎ مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ جمعہ یا کسی وعظ میں برسر منبر علانیہ فرمائی ہے ۴؎ یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس قوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیر اندازی ہے آیت کریمہ کا مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اگر صرف تیر اندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے گولہ باری ہوائی جہازوں سے بم باری و راکٹ اندازی ہے۔

يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْقَدْ عَصٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا

توتم سے کوئی اس سے عاجز نہ ہوجائے کہ اپنے تیروں سے کھیلے [۱] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تیر اندازی سیکھے پھر اسے چھوڑ دے تو وہ ہم سے نہیں [۲] یا اس نے نافرمانی کی [۳] (مسلم) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے [۴] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کی ایک قوم پر تشریف لائے جو بازار میں تیر اندازی کر رہی تھی [۵] تو فرمایا اے بنی اسمٰعیل تیر چلاؤ کیونکہ تمہارے والد

اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔ ۵ یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیر نگین ہوگی اور اللہ تعالٰی تم کو رومی عیسائیوں کے شر سے محفوظ کرے گا کیونکہ وہ تمہاری رعایا بن جائیں گے اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔

۱ یعنی چونکہ تم نے روم جیتنا ہے اور رومی لوگ نہایت اعلٰی درجے کے تیر انداز ہیں لہذا ابھی سے تیر اندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ رہو تاکہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آوے اس تیر اندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی فرحت و سرور قوت و طاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی، لہذا اس سے غافل نہ رہو نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں تیر اندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں، لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتنا عہد فاروقی میں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی۔ خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں جنہوں نے بڑی فتوحات کیں سکندر اعظم نپولین اعظم اور فاروق اعظم سکندر اور ذوالقرنین کی فتوحات غیروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہٖ تعالٰی اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جیسے روم، شام، ایران عراق وغیرہ اللہ تعالٰی دائم قائم رکھے۔ ۲ یعنی ہم سے ملا ہوا ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفران نعمت کیا ہے کہ تیر اندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلادی ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ اسے حاصل کرکے سستی سے بھلادیا۔ ۳ یعنی یا تو حضور انور کا فرمان ہے یا راوی نے تردد فرمایا کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ ۴ آپ سلمی ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ لڑنے والوں کے امام تھے تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے آپ سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا اسی برس عمر پائی ۷۴ھ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ۵ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی بعض نے فرمایا کہ سوق ساق کی جمع ہے بمعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیر اندازی کرتے تھے ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ بازار میں تیر اندازی مشکل ہے کہ وہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے

وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ ارْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْطَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تیرانداز تھے[1] اور میں فلاں جماعت کے ساتھ ہوں (دو فریق میں سے ایک کے لیے) تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے[2] فرمایا تمہیں کیا ہوا وہ بولے ہم کیسے تیراندازی کریں آپ فلاں قبیلہ والوں کے ساتھ ہوگئے[3] فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں[4] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ[5] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال سے آڑ لیتے تھے[6] اور ابوطلحہ اچھے تیرانداز تھے تو وہ جب تیر پھینکتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچک کر دیکھتے[7] ان کے تیر گرنے کی جگہ کو ملاحظہ فرماتے تھے (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1 یعنی اسمٰعیل علیہ السلام تیراندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔ 2 یعنی یہ فرمان عالی سن کر دوسرے فریق نے تیراندازی بند کردی۔ 3 یعنی حضور آپ تو ان دوسروں کے ساتھ ہوگئے ہم بے سہارا رہ گئے پھر ہم کس کے بل بوتے پر تیراندازی کریں یہ عرض معروض اس دوسرے فریق نے کی۔ 4 یعنی ہم تمہارے دونوں فریقوں کے معاون اور مددگار ہیں ہم سب کے مراد ہے۔ 5 حضرت طلحہ کا نام زید ابن سہل ہے، انصاری خزرجی بخاری ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں حضور فرماتے تھے کہ لشکر اسلام میں اکیلے ابوطلحہ کی صرف آواز ایک سو سپاہیوں سے بڑھ کر ہے آپ نے غزوہ حنین میں بیس کفار کو اکیلے قتل کیا اور ان کے سامان پر قبضہ کیا آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہوچکے ہیں بصرہ میں آپ کا مزار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ 6 یعنی حضرت ابوطلحہ جہاد کے موقعوں پر حضور انور کے ساتھ کھڑے ہوتے اور ڈھال اس طرح لیتے تھے کہ خود ابوطلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں ہوجاتے تھے اس قدر قرب تھا آپ کو حضور انور کے ساتھ، راشعہ ومرقات، بعض غزوات میں خود اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا دیا۔ 7 یعنی حضرت ابوطلحہ کا تیر اتنی دور جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گرنے کی جگہ کو اچک کر ملاحظہ فرماتے یہ ملاحظہ فرمانا اگر عام حالات میں تھا تو گرنے کی جگہ دیکھتے تھے۔ اگر جہاد کی حالت میں تھا تو یہ دیکھتے تھے کہ اس تیر نے کتنے کفار مارے کیونکہ حضرت ابوطلحہ کا تیر خالی نہ جاتا تھا نشانہ پر ضرور لگتا تھا۔ بڑے خوش نصیب تھے رضی اللہ عنہ

وَسَلَّمَ اَلْبَرَكَةُ فِیْ نَوَاصِی الْخَیْلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَلْوِیْ نَاصِیَةَ فَرَسٍ بِاِصْبَعِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَ الْغَنِیْمَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِیَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

کہ برکت گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں ہے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے سنوار رہے ہیں[2] اور فرما رہے ہیں کہ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں سے قیامت تک بھلائی وابستہ ہے[3] ثواب اور غنیمت[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا[5] اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے[6] تو اس کا پیٹ بھرنا، پانی پلانا، اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کی میزان میں ہوں گے[7]

[1] گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا اتنا ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے رب تعالٰی نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالٰی نے اس کا ذکر فرمایا۔ [2] اس طرح کہ اپنے دست اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرما رہے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں اسی کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں بالوں کو مروڑے جاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے [3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں چلانے یا ریس میں جوا کھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اس پر جہاد ہو سکتا ہے [4] یہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر مجاہد جیت آیا تو ثواب کمالایا غنیمت حاصل کر آیا اگر شکست کھا کر آگیا یا شہید ہوگیا تو ثواب کمالایا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے خچر بہت کام آتے ہیں [5] جہاد کرنے کو یا حج یا عمرہ کرنے کو یا زیارت کرنے کو گھوڑا رکھا یا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا [6] یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے [7] یعنی پانی کے وہ قطرے جو یہ گھوڑا پئے گھاس کے وہ تنکے جو یہ گھوڑا کھائے اسی طرح اس کا پیشاب اور لید سب اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؕ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ فِي الْخَيْلِ وَالشِّكَالُ اَنْ يَّكُوْنَ الْفَرَسُ فِيْ رِجْلِهِ الْيُمْنٰى بَيَاضٌ وَّفِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى اَوْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى وَرِجْلِهِ الْيُسْرٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ اَمْيَالٍ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ

(بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے [1] اور شکال یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو [2] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار کیا گیا ہو [3] حفیا سے دوڑ کرائی اور اس کی انتہا ثنیہ وداع تک [4] اور ان دو حدود کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا [5] اور ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار نہیں کیا گیا تھا ثنیہ سے مسجد

[1] شکال شین کے کسرہ سے لغتًا اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گھوڑے کے پاؤں باندھے جاتے ہیں۔ اصطلاح میں شکال کے کئی معنی ہیں ایک یہ کہ گھوڑے کا ایک پاؤں یا ہاتھ سفید ہو باقی تین سیاہ یا سرخ ہوں دوسرے یہ کہ تین ہاتھ پاؤں سفید ہوں باقی ایک سرخ یا سیاہ تیسرے وہ جو خود یہاں مذکور ہے [2] یہ تفسیر یا تو راوی حدیث حضرت ابوہریرہ نے فرمائی ہے یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ گھوڑا سیاہ یا سرخ ہو مگر اس کا داہنا ہاتھ بایاں پاؤں یا اس کے برعکس بایاں ہاتھ داہنا پاؤں سفید ہوں باقی دوسرے دو سرخ یا سیاہ ہوں اس کی ناپسندیدگی کی وجہ خود ہی حضور جانیں نور نبوت سے عقل کو اس میں دخل نہیں اور ہو سکتا ہے اس رنگ کے گھوڑے عیب دار ہوتے ہوں، جیسی چستی چالاکی تیزی جہاد کے گھوڑے میں چاہیے ویسی اس میں نہ ہوتی ہو واللہ ورسولہ اعلم [3] ضمار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گھوڑے کو مصالحے دے کر فربہ کیا جائے پھر اس کی خوراک کم کرکے کسی بند جگہ میں باندھ دیا جائے تو جھول وغیرہ اس پر کس دی جائے حتی کہ پسینہ اسے خوب چلے اور گھوڑا قدرے دبلا ہو کر اپنی اصلی حالت پر آجائے ایسا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے اس عمل کو اضمار کہتے ہیں اور ایسے گھوڑے کو مضمر کہا جاتا ہے، اس کا مادہ ضمر ہے معنی دبلا پن اور پیٹ کا پیٹھ سے لگ جانا (مرقات وغیرہ) [4] حفیا یا حیفاح کے فتحہ سے مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے ثنیہ معنی پہاڑ کی گھاٹی اسے ثنیہ وداع اس لیے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اپنے مہمان کو یہاں تک پہنچانے جاتے تھے یہاں سے اسے وداع یعنی رخصت کرتے تھے فقیر نے اس جگہ کی زیارت کی ہے اب وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد وداع کہتے ہیں اس کے متصل موقف سیارات یعنی لاریوں کا اڈہ ہے اور لکڑی و کوئلہ کی ٹال ہے مشہور جگہ ہے۔

[5] عربی میل کہ تین میل کا ایک کوس ہوتا ہے تو چھ میل کے دو کوس یعنی ہوئے۔ اب عرب شریف میں بجائے میل کے کیلو ہوتے ہیں، ہمارے پاکستانی پونا میل کا ایک کیلو ہے۔

زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيْلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ وَكَانَتْ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَهُ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ

بنی زریق تک دوڑائی کرائی[۱] جن کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا[۳] وہ کبھی دوڑ میں پیچھے نہ رہتی تھی[۴] ایک بدوی اپنے چھوٹے اونٹ پر آیا[۵] تو وہ اس سے آگے نکل گیا یہ مسلمانوں پر گراں گزرا[۶] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ قدرت پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اونچی رہ جائے مگر اسے کبھی پست فرمائے[۷] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی ایک تیر کے ذریعہ تین شخصوں کو جنت میں

۱ بنی زریق ایک قبیلہ کا نام ہے جس کے مورث اعلٰی کا نام زریق تھا اس قبیلہ کے محلہ میں یہ مسجد تھی اس لیئے اسے مسجد بنی زریق کہتے تھے ۲ چونکہ ضمار کیا ہوا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے اس لیئے اس کی دوڑ کا فاصلہ زیادہ رکھا گیا اور بغیر ضمار والا گھوڑا اس سے ہلکا۔اس لیئے اس کا فاصلہ تھوڑا تجویز ہوا اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑ دوڑ کرانا جائز بلکہ سنت ہے بشرطیکہ اس پر مالی ہار جیت نہ ہو ورنہ جوا ہے اور حرام ہے ۳ عضباء،عین کے فتحہ ضاد کے سکون سے بمعنی کان کٹی یا کان چری اس اونٹنی کے کان کاٹے یا چیرے نہ گئے تھے بلکہ وہ پیدائشی ایسی ہی تھی یا تو یہ وہ ہی اونٹنی تھی جس کا نام قصواء تھا اب تو اس کا نام قصواء اور لقب عضباء تھا یا یہ دوسری اونٹنی ہے قصواء اور تھی یہ اور واللہ اعلم ۴ یعنی ایسی تیز رفتار تھی کہ دوڑ میں کسی اونٹ سے کبھی پیچھے نہ رہی تھی ۵ قعود کے معنی ہیں بیٹھنا اصطلاح میں قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق ہوجائے کہ اس پر سوار بیٹھ سکے دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک اونٹ قعود کہلاتا ہے پھر اسے جمل کہا جاتا ہے اونٹ کی عمروں کے بہت نام ہیں ۶ یہ ناگواری طبعیت پر گرانی طبعی تھی کہ صحابہ کرام کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اونٹ ہمارے نبی کے اونٹ سے آگے نکل جائے ۷ یعنی اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کردے تاکہ فخر ٹوٹ جائے رب تعالٰی کی کبریائی پر نظر رہے اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اس پر رنج نہ کرو

ثَلٰثَةَ نَفَرِ الْجَنَّةَ صَانِعَهٗ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيْ بِهٖ وَمُنْبِلَهٗ وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا اَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهٗ بِقَوْسِهٖ وَتَادِيْبَهٗ فَرَسَهٗ وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَاَتَهٗ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهٗ رَغْبَةً

داخل کرے گا[۱] اس کے بنانے والے کو جب کہ اپنی صنعت میں بھلائی کی نیت کرے[۲] اور تیر مارنے والے کو[۳] اور تیر دینے والے کو[۴] تیر چلاؤ اور گھوڑے کی سواری کرو[۵] اور تمہارا تیر چلانا گھوڑے کی سواری سے مجھے زیادہ پیارا ہے[۶] ہر وہ چیز جس سے مرد کھیلے باطل ہے[۷] سوا اس کے کہ اپنی کمان سے تیر اندازی کرنے کے اور اپنے گھوڑے کو سکھانے کے اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنے کہ یہ کھیل برحق ہیں[۸] ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد دارمی نے یہ اور زیادتی کی کہ جو تیر اندازی سیکھ کر بے رغبتی سے اسے چھوڑ دے

۱؎ یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہوجاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جاسکتا آج جہاد میں اگر بم، روس وغیرہ کے اسلحہ استعمال کیے جائیں تو انگریز عیسائی اور روسی وغیرہ اس سے جنتی نہیں ہوسکتے۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے سمجھ رہا ہے اور تیر سے مراد مرد مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر ۲؎ یعنی کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو مگر نیت کو بڑا دخل ہے ۳؎ جو راہ خدا میں تیر چلائے خواہ جہاد کی حالت میں یا تیر اندازی کی حالت میں کہ مشق جہاد کی تیاری کے لیے ہے ۴؎ منبل باب تفعیل سے ہے یا افعال سے اسم فاعل ہے نبل بمعنی تیر یا نبال یا تنبیل کے معنی ہیں تیر دینا کہ تیر انداز کو یا تیر چلاتے وقت یا نشانہ پر لگنے کے بعد اٹھا کر لانا اسے دینا تیر خواہ اس دینے والے کی ملکیت ہو یا تیر انداز کی یا کسی تیسرے کی اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی مدد کرنا بھی نیکی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی اسی طرح گناہ کی مدد گناہ ہے رب فرماتا ہے ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ۵؎ یعنی صرف پیدل تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھوڑ سواری بھی سیکھو اب اس زمانہ میں بندوق چلانا نیزہ بازی کرنا ہوائی جہاز رانی کی مشق توپ سے گولہ اندازی سیکھنا بہ نیت جہاد اسی حکم میں ہے ۶؎ شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں گھوڑ سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ اکثر گھوڑے پر سے دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیر اندازی اچھی ہے کہ تیر اندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھوڑ سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑ سواری کبھی فخر و ریا پیدا کردیتی ہے (مرقات) ۷؎ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لہو یعنی کھیل میں دو چیزیں ہوتی ہیں غفلت اور لذت غافل کرنے والا ہر عمل باطل ہے مگر لذت والا عمل تفصیل طلب ہے یہاں لہو سے مراد لذت والا عمل ہے ۸؎ ان تینوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین و ایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے چھیڑ کرنے میں مجاہد غازی پیدا کرنا بھی ہے اور اپنی

عَنْهُ فَاِنَّهٗ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ السَّلَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ دَرَجَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرٍ وَمَنْ شَابَ شَیْبَةً فِی الْاِسْلَامِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ وَالنَّسَائِیُّ الْاَوَّلَ وَ

تو اس نے ایک نعمت تھی جسے چھوڑ دیا فرمایا اس کی ناشکری کی [۱] روایت ہے ابو نجیح سلمی سے [۲] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا تو وہ اس کے لیئے جنت میں ایک درجہ ہے [۳] اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا تو اس کے لیئے آزاد کیئے ہوئے کے برابر ہے [۴] اور جو اسلام میں بوڑھا ہوا تو اس کے لیئے قیامت کے دن نور ہوگا [۵] بیہقی شعب الایمان، اور ابو داؤد نے پہلی فصل روایت کی [۶] اور نسائی نے پہلی اور دوسری

اور اپنی بیوی کی عصمت و عفت کی حفاظت بھی کہ ایسی خوش طبعی کرنے والا جوڑا ان شاء اللہ غیر عورت یا غیر مرد کی طرف رخ نہیں کرتا بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بدصورت رنڈیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں کیوں اس لیئے کہ ان کی بیویوں کو زینت و لہو نہیں آتا اور رنڈی میں کیا ہے جو اپنی حلال زوجہ کے پاس نہیں۔ دل بہلانا ایسے موقعہ پر عبادت ہے قربان جایئے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بتا دیئے

[۱] یعنی جسے یہ فن آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے بھول جائے تو اس نے رب تعالٰی کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کرکے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کرکے بھول جانا بھی گناہ ہے جب کہ اپنی سستی کی وجہ سے ہو نعمت کی قدر چاہیے

[۲] آپ کا نام عمرو ابن عبسہ ہے چوتھے مسلمان ہیں اسلام لاکر اپنی قوم بنی سلیم میں لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمادیا تھا کہ جب تم کو ہماری ہجرت کی خبر ملے تو ہمارے پاس آجانا چنانچہ آپ اپنی قوم ہی میں رہے فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ پاک ہی میں مقیم رہے حضور کی بارگاہ میں مقبول تھے آپ کے بقیہ حالات پہلے بیان کیئے جاچکے ہیں [۳] یعنی جہاد میں کافروں کی طرف تیر پھینکا اور وہ کافر کو لگ بھی گیا اسے جنت میں عظیم الشان درجہ ملا کہ صرف تیر چلانا بھی عبادت ہے [۴] یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ تیر پھینکنے سے تیر مارنا افضل ہے [۵] یعنی بوڑھا ہوکر جیئے گھر میں یا میدان جہاد میں۔ یعنی جوانی بڑھاپا اسلام میں گزارے تو یہ نور حاصل ہونے کا ذریعہ ہے معلوم ہوا کہ پرانا مسلمان نومسلم سے اس جہت سے افضل ہے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سر داڑھی سے سفید بال نہ اکھیڑے کہ یہ نور ہے ایک دفعہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے آئینہ دیکھا اپنے سر اور داڑھی میں سفید بال دیکھ کر فرمایا ظهر الشیب ولم یذهب العیب یعنی شباب (بڑھاپا) تو آگیا مگر عیب نہیں گئے (مرقات) [۶] یعنی حدیث کا پہلا فقرہ درجۃ فی الجنۃ تک نقل فرمایا۔

الثَّانِي وَالتِّرْمِذِيُّ الثَّانِي وَالثَّالِثَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بَدَلَ فِي الْاِسْلَامِ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِي نَصْلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ فَاِنْ كَانَ يُؤْمَنُ اَنْ يُسْبَقَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ وَاِنْ كَانَ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يُسْبَقَ فَلَا بَاسَ بِهٖ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

دوسری اور ترمذی نے دوسری اور تیسری [1] اور ان بیہقی اور ترمذی کی روایات میں [2] بجائے فی الاسلام کے یوں ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جوان ہوا [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے سبقت پر مال [4] مگر تیر یا اونٹ یا گھوڑے میں [5] ترمذی ابوداؤد نسائی روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے [6] تو اگر وہ پیچھے رہ جانے سے مطمئن ہو تو اس میں بھلائی نہیں اور اگر پیچھے رہ جانے سے امن نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں شرح سنہ [7]

[1] یعنی نسائی نے پہلا اور دوسرا جملہ فی الاسلام تک بھی روایت کیا اور تیسرا جملہ من شاب شیبۃ روایت فرمایا، دوسرا جملہ روایت کیا من رمی الخ [2] یعنی ترمذی نے پہلا جملہ روایت نہ کیا من بلغ الخ اور نسائی نے روایت فرمایا [3] خیال رہے کہ روایتہما کی ضمیر ترمذی و نسائی کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے کیونکہ اس نے تیسرا فقرہ روایت نہ کیا اور یہ شعر تیسرے فقرے کا ہے بلکہ بیہقی کی ہے۔ روایت میں تیسرے فقرے میں فی الاسلام ہے اور دوسری روایت میں بجائے فی الاسلام کے فی سبیل اللہ ہے لہذا یہاں یہ اعتراض نہیں کہ بیہقی تو صاحب مشکوٰۃ نے خود بیہقی فی الاسلام روایت کر چکے ہیں اب بیہقی کی روایت سے ہی فی سبیل اللہ فرما رہے ہیں [5] سبق دوڑ کے فتح سے وہ مال ہوا کہ نکل جانے والے کو دیا جائے یعنی مالی شرط لگانا کہ جیتنے والا ہارنے والے سے اتنا مال لے یہ تمام مقامات میں تو حرام ہے اگر جواء ہے مگر ان تین چیزوں میں جائز ہے کیونکہ یہ تیاری جہاد کا ذریعہ ہے اس سے مجاہد کو تیاری جہاد کا شوق پیدا ہوتا ہے (مرقات) [6] یعنی تیاری جہاد کے لیے مسلمان آپس میں مقابلہ تیر اندازی کریں اور شرط ہو کہ اگر میرا تیر پیچھے رہ جائے وہ اتنی رقم آگے تیر والے کو دے یوں ہی اونٹ یا گھوڑوں کی دوڑ کرنا مالی شرط پر کہ پیچھے رہ جانے والا اتنی رقم آگے والے کو دے یہ جائز ہے علماء فرماتے ہیں کہ تیر اندازی میں تیر پھینکنا اور گھوڑ دوڑ میں خچروں گدھوں کی دوڑ اور خود اپنی دوڑ بھی داخل ہے کہ جہاد کی تیاری کے موقعہ پر ان چیزوں میں مقابلہ کرنا جائز ہے (مرقات) خیال رہے کہ ان چیزوں میں دو طرف مالی شرط حرام ہے کہ جواء ہے لہذا اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ تیسرا شخص مال رکھے اور کہے کہ جو آگے بڑھ جائے اسے یہ مال ملے گا یہ انعام ہے یا فریقین میں سے ایک شخص کہے کہ اگر تو مجھ سے آگے بڑھ گیا تو تجھے اتنا مال میں دوں گا لیکن اگر میں تجھ سے آگے نکل گیا تو تجھ سے کچھ نہ لوں گا یہ بھی انعام ہے جواء نہیں باقی گھوڑوں کتوں وغیرہ کے مقابلہ میں یہ بھی حرام ہے کہ جواء ہے (اشعۃ اللمعات) لہذا اس حدیث کی بنا پر آج کل کی مروجہ ریس

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یَعْنِیْ وَھُوَ لَا یَاْمَنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَیْسَ بِقِمَارٍ وَّمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اَمِنَ اَنْ یُّسْبَقَ فَھُوَ قِمَارٌ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ یَحْیٰی فِیْ حَدِیْثِہٖ فِی الرِّھَانِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ مَعَ زِیَادَۃٍ فِیْ بَابِ الْغَصْبِ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کرے مطلب یہ ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے سے امن میں نہ ہو تو وہ جوا نہیں اور جو گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور پیچھے رہ جانے سے امن میں ہو تو وہ جوا ہے ۵؎ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے ۶؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ ساتھ میں گھوڑا رکھنا ۷؎ یحیی نے اپنی حدیث میں یہ زیادتی کی کہ گھوڑ دوڑ میں ۸؎ ابوداؤد، نسائی اور اسے ترمذی نے کچھ زیادتی کے ساتھ باب الغصب میں روایت کیا ۹؎ روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

وغیرہ ... نہیں، یا ساتھ ... کہ یہ خاص جوا ہے اور حرام ہے دو طرفہ مالی شرط کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ تیسرا گھوڑا بیچ میں داخل کر دیا جائے جسے محلل کہتے ہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے ۵؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی ایک صورت کی شرح ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلًا زید اور عمر اپنے گھوڑے مقابلہ میں دوڑا رہے ہیں تو بکر نے بھی ان درمیان اپنا گھوڑا کھڑا کردیا اور شرط یہ ٹھہری کہ اگر بکر کا گھوڑا نصب العین حد پر پہلے پہنچ گیا پھر زید و عمر کے گھوڑے ایک ساتھ یا آگے پیچھے وہاں پہنچے تو بکر ان دونوں سے سو سو روپیہ لے گا اور اگر زید و عمر کے گھوڑے ایک ساتھ وہاں پہلے پہنچ گئے پھر تیسرا گھوڑا بکر کا پہنچا تو کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر زید و عمر کے گھوڑوں میں سے کسی کا گھوڑا پہلے پہنچ گیا پھر دوسرا گھوڑا بکر کے گھوڑے کے ساتھ یا آگے پیچھے پہنچے تو پہلے گھوڑے والا یہ پوری رقم دو سو روپیہ پر قبضہ کرے گا اور اگر بکر کا گھوڑا اور اس کے ساتھ پچھلے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ایک ساتھ پہلے پہنچے پھر ایک گھوڑا بعد میں پہنچا تو وہ دونوں اگلے گھوڑے والے اصل رقم پر قبضہ کریں یہ جائز ہے کہ یہ جوا نہیں (از مرقات) ۶؎ یعنی اگر تیسرے شخص بکر کو یقین ہے کہ میرا گھوڑا ان دونوں سے آگے نکلے گا کہ یہ تیز ہے وہ دونوں سست تو اس مال کا لینا بکر کو جائز نہیں اور اگر مشکوک معاملہ ہو تو مال لے سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں دونوں فریقوں کا مالی شرط لگانا ہار جیت مقرر کرنا جوا اور حرام ہے لیکن جب تیسرا آدمی ان میں اپنا گھوڑا شامل کردے جو مال نہ دے اور نہ اسے اپنے اس گھوڑے کے جیتنے کا یقین بھی نہ ہو شک میں ہو کہ معلوم جیتے یا ہارے تو وہ دونوں مالی ہار جیت طے کر سکتے ہیں اور وہ عمل جوا نہ ہوگا اس تیسرے گھوڑے کو شریعت میں محلل کہتے ہیں یعنی اس عمل یا اس مال کو حلال کرنے والا اب جیت دو بار کیا پانچ صورتیں ہو گئیں جو ابھی عرض کی گئیں۔

قَالَ خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشِّيَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِيْ وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے، سفید پیشانی والا ناک سفید والا[1] پھر سفید پیشانی والا پانچ کلیان، داہنا پاؤں
خالی پھر اگر کالا نہ ہو تو اس صفت کا سرخ رنگ والا[2] (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے[3] فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان یسبق معروف بھی ہوسکتا ہے اور مجہول بھی یعنی اس کے آگے رہنے کا امن و اطمینان ہو یا پیچھے رہ جانے سے امن ہو[2] آپکے حالات بار بار بیان ہو چکے آپ وہی صحابی ہیں جو تیس سال بیمار رہے اور اس بیماری پر صابر و شاکر رہے آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے[3] یعنی گھوڑ دوڑ میں دونوں فریق یا ایک فریق نہ جلب کرے نہ جنب یہ دونوں لفظ کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکے ہیں مگر وہاں ان کے اور معنی تھے یہاں جلب کے معنی ہیں اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑنا اور شور مچا کر ڈانٹ کر اس دوڑ والے گھوڑے کو تیز کرنا اور جنب کے معنی ہیں اس دوڑنے والے گھوڑے کے ساتھ اور گھوڑا رکھنا اگر راہ میں وہ گھوڑا تھک جائے تو اس دوسرے کو بازی میں لگا دیا جائے چاہئے یہ کہ دوڑ کی حالت میں گھوڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ خود اپنی مرضی و طاقت سے دوڑیں جو آگے نکل جائے وہ جیتے[4] لفظ فی الرھان یا تو حضور انور کا ہی فرمان عالی ہے۔ یا کسی راوی کا ہے جو حدیث کی تفسیر کے لیے بولا گیا یعنی اور جنب گھوڑ دوڑ میں ممنوع ہے اور جگہ نہیں[5] ترمذی نے وہاں زیادتی یہ فرمائی ہے ولا شغار فی الاسلام ومن انتھب نھبۃ فلیس منا یعنی اسلام میں شغار (مقابلہ کا نکاح بغیر مہر) نہیں اور جو لوٹ مچائے وہ ہم میں سے نہیں یہ حدیث نسائی نے بھی بروایت حضرت انس نقل فرمائی۔

[1] ادھم، تیز سیاہ۔ اقرح وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر کچھ سفیدی ہو۔ ارثم، وہ گھوڑا جس کی ناک یا اوپری ہونٹ سفید ہو۔ جس گھوڑے میں یہ تینوں وصف جمع ہوں وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے غالبًا ایسا گھوڑا طاقتور بہادر اور وفادار ہوتا ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوگی[2] یعنی اگر گھوڑے میں یہ مذکورہ تینوں وصف نہ ہوں تو پھر ایسا ہو کہ پیشانی پر سفید داغ، پاؤں سفید اور سیدھا ہاتھ یا سیدھا پاؤں غیر سفید۔ محجل وہ گھوڑا ہے جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں کم یا زیادہ بشرطیکہ گھٹنوں تک سفیدی نہ ہو۔ اس سے کم ہو[3] یعنی اگر سیاہ گھوڑے میں یہ اوصاف جمع نہ ہوں تو سرخ گھوڑا ہی اچھا ہے جس میں مذکورہ اوصاف ہوں کمیت وہ گھوڑا ہے جس کی دم سیاہ باقی جسم سرخ ہو مگر سرخ کو بھی کمیت کہتے ہیں، نر ہو یا مادہ یہ لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے شیہ کے معنی رنگ بھی ہیں اور علامت بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے لاشیۃ فیھا[4] آپ صحابی ہیں آپ کی کنیت ہی نام ہے جشم ابن معاویہ کی اولاد میں ہیں اس لیے آپ کو جشمی کہا جاتا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْنُ الْخَيْلِ فِي الشُّقْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عُتْبَةَ ابْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَلَا أَذْنَابَهَا فَإِنَّ أَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا وَنَوَاصِيْهَا مَعْقُوْدٌ فِيْهَا الْخَيْرُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَبِيْ وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تم اختیار کرو تیز سرخ پنج کلیان سفید پیشانی والا یا صاف سرخ پنج کلیان[1] یا کالا پنج کلیان[2] (ابوداؤد، نسائی)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گھوڑے کی مبارکی صاف سرخی میں ہے[3] (ترمذی، ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد سلمی سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو گھوڑے کی پیشانی کے بال کاٹو[4] نہ گردن کے بال اور نہ انکی دم، کیونکہ ان کی دم ان کے مورچھل (پنکھے) ہیں[5] اور ان کے گردن کے بال ان کے کمبل ہیں[6] اور ان کی پیشانی کے بالوں میں خیر وابستہ ہے[7] (ابوداؤد)۔
روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] تیز سرخ گھوڑے کو کمیت کہتے ہیں اور ہلکے سرخ کو اشقر۔ اغر کے معنی ہیں چمکدار اب سفید پیشانی والے گھوڑے کو اغر کہتے ہیں کہ اس کی پیشانی چمکتی ہے۔ [2] خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بہتر تو وہ گھوڑا ہے جس کا رنگ تیز سرخ ہو پیشانی سفید چمکدار ہاتھ پاؤں سفید پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ ہلکا سرخ ہو پیشانی چمکدار ہاتھ پاؤں سفید پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سیاہ ہو پیشانی چمکیلی ہاتھ پاؤں سفید۔ خیال رہے کہ پچھلی حدیث میں ادہم یعنی سیاہ کو کمیت یعنی سرخ پر مقدم کیا گیا تھا یہاں اس کے برعکس ہے کہ سرخ کو سیاہ پر مقدم فرمایا وہاں وہ کالا مراد تھا جو قریب بھی ہو اور تم بھی۔ [3] یعنی سرخ گھوڑا بڑا مبارک ہے کہ اس کی بدولت گھر میں، ایمان میں، اعمال میں، مال میں اولاد میں برکت رہتی ہے جب کہ جہاد کے لیے ہو۔ [4] لاتقصوا: اقص سے بنا بمعنی قینچی یا چاقو سے کاٹنا یعنی گھوڑے کے گردن اور پیشانی کے بال رہنے دو انہیں نہ کاٹو اس حکم کی وجہ آگے ارشاد ہو رہی ہے۔ [5] جن کے ذریعہ گھوڑے اپنے جسم سے مکھی مچھر اڑاتے ہیں، دم کی حرکت سے وہ تندرست بھگاتے ہیں اس سے حسین بھی معلوم ہوتے ہیں۔ [6] جن کے ذریعہ ان کے جسم گرم رہتے ہیں اور اس گرمی سے تندرست رہتے ہیں اور اس گرمی سے ان کی تندرستی قائم رہتی ہے۔ دفاء وہ کمبل جسے اوڑھا کر کسی کو گرمی پہنچائی جائے (مرقات وغیرہ)۔ [7] معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دینی و دنیاوی چیز کا علم بخشا ہے۔ دیکھو دم کا مورچھل ہونا، گردن کے بالوں کا کمبل ہونا یہ دنیاوی چیزیں ہیں اور پیشانی کے بالوں میں بھلائی ہونا یہ دینی چیز ہے حضور کو دونوں معلوم ہیں یونہی گھوڑے کے حالات کا علم ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جنہیں اس فن میں مہارت ہو آج لوگ بہت محنت سے گھوڑوں کے ماہر بنتے ہیں

ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَأَعْجَازِهَا أَوْ قَالَ أَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْأَوْتَارَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَأْمُورًا مَا اخْتَصَّنَا دُونَ النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثٍ أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ وَأَنْ لَا نَأْكُلَ

کہ گھوڑا پالو۱ اور اس کی پیشانی کے بالوں اور ان کی پچھاڑی یا فرمایا ان کی سرین پر ہاتھ پھیرو۲ اور انہیں ہار پہناؤ۳ اور تانت کے ہار نہ پہناؤ۴ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ مامور تھے۵ حضور نے ہم کو کسی چیز سے خاص نہ فرمایا لوگوں کے بغیر سوا تین چیزوں کے۶ ہم کو حکم دیا کہ ہم وضو پورا کریں۷ اور صدقہ نہ کھائیں۸

رب تعالیٰ نے سب کچھ خود ہی حضور کو سکھا دیا ہے حضرات انبیاء کرام کے علوم صرف دین سے محدود نہیں ہوتے، دنیا و دین ہر ایک پر حاوی ہوتے ہیں۔

۱ بہ نیت جہاد اور بہ نیت خدمت دین آج کل امن کے زمانہ میں بھی مسلمان اس لیے گھوڑا پالے کہ اگر کبھی اللہ نے موقعہ دیا تو اس پر جہاد کروں گا مسلمانوں کی خدمت کروں گا یا یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو ان شاء اللہ ثواب ملے گا۔ ۲ اعجاز جمع ہے عجز کی معنی پچھلا حصہ اور اکفال جمع ہے کفل کی کاف کے فتحہ سے معنی سرین چونکہ یہاں دونوں لفظوں سے مراد سرین ہیں یعنی گرد و غبار سے پاک و صاف رکھنے کے لیے انکے تمام جسم خصوصًا سرین پر ہاتھ کپڑا رکھ کر پھیرتے رہو اور انہیں ملتے رہو اب بھی گھوڑے والے خصوصًا عرب گھوڑوں کی بہتری خدمت کرتے ہیں انہیں اولاد کی طرح عزیز رکھتے ہیں گھوڑے کی طرح وفادار جانور کوئی نہیں یہ جنگ وغیرہ خطرناک موقعوں پر مالک کو بچانے کے لیے اپنی جان دے دیتا ہے بعض موقعہ پر اپنے سوار کو حیران کن طریقے سے دشمن کے نرغہ سے نکال لاتا ہے۔ ۳ یعنی گھوڑوں کی گردن میں موتی جھلکوں پھولوں وغیرہ کے خوبصورت ہار باندھو کہ گھوڑوں کے حسن سے دین کی رونق ہے اس سے معلوم ہوا کہ دینی چیزوں کو آراستہ کرنا سنت سے ثابت ہے۔ مسجدیں سجانا قرآن مجید پر اعلیٰ غلاف چڑھانا علماء کا اچھا لباس پہننا کعبہ معظمہ کو قیمتی غلاف پہنانا روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاندار پردے ڈالنا بزرگوں کی خانقاہوں اور اولیاء اللہ کے مزارات پر زینت کرنا مزارات اولیاء پر چادر ڈالنا سب کچھ اسی لیے ہے کہ ان سے دین کی شان ہے یہ سب چیزیں اس حدیث سے بھی ماخوذ ہیں مزارات کی چادروں کو علامہ ابن عابدین نے شامی شریف میں مستحب فرمایا ہے عوام کی آنکھوں میں رونق دین وابستہ نہیں ان پر تکلفات نہ کیے جائیں کہ محض عبث ہیں غازی لوگ تلواروں، بندوقوں، توپوں کو ہار پہناتے ہیں خود میں نے جہاد کشمیر کے موقعہ پر پٹھانوں اور فوجیوں کو دیکھا جب کہ پاکستان نیا نیا بنا تھا اور کشمیر میں جنگ لڑی جا رہی تھی ان چیزوں کو حرام کہنا حماقت ہے۔ ۴ کیونکہ تانت سے گردن کٹتی ہے گھوڑے کو تکلیف ہوتی ہے یا اس لیے کہ کفار کا عقیدہ تھا کہ تانت گلے میں باندھنے سے گھوڑے کو نظر نہیں لگتی تو یہ عمل ان سے تشبہ ہے (مرقات)۔ ۵ اس طرح کہ آپ کے اقوال اعمال احوال بلکہ میلان طبیعت خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا نفسانی یا شیطانی طرح پر نہ تھا اس لیے حضور کی کسی چیز پر اعتراض کفر ہے حتی کہ انبیاء کرام کی خطائیں بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جن پر مخلوق کو لاکھوں عطائیں ملتی ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی رب فرماتا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک آپ کا ہر قول

الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَا نُنْزِیَ حِمَارًا عَلٰی فَرَسٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ. وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِیٌّ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَی الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ. وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں ۱؎ (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خچر ہدیۃً پیش کیا گیا تو حضور اس پر سوار ہوئے ۲؎ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ ہم بھی گدھے گھوڑی پر چڑھایا کریں تو ہمارے پاس بھی اس جیسے جانور ہو جاتے ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام وہ کرتے ہیں جو جانتے نہیں ۴؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ

وعمل رجحان طبیعت تبلیغ ہے دیکھو مرقات ۵؎ یعنی ہم اہل بیت نبوت کو بھی وہ احکام دیئے جو عام مسلمانوں کو دیئے سوا ان تین حکموں کے جو ابھی بیان ہو رہے ہیں ۶؎ اس طرح کہ مبالغہ اور بہت احتیاط سے وضو کرنا عام مسلمانوں کے لیے مستحب ہے مگر ہم اہل بیت کے لیے فرض ہے یہ فرضیت اہل بیت کی خصوصیت ہے (مرقات) ۷؎ اس طرح بنی ہاشم خصوصاً اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ، فطرہ، نذر وغیرہ واجب صدقے نہیں لے سکتے اگرچہ غریب ہوں حتی کہ زکوۃ کا عامل اگر غنی بھی ہو تو زکوۃ سے اسے تنخواہ دی جائے گی لیکن اگر عامل سید ہو تو اسے زکوۃ سے اجرت بھی نہیں دے سکتے یہ ہے اس پاک و صاف نسب کی طہارت و نجابت۔ شعر

ہے صدقہ میل پھر اس پاک و ستھرے کو روا کیوں ہو ✽ کہ دنیا کھا رہی ہے جس کے گل پاک کا صدقہ

۱؎ یعنی ہم اہل بیت خچر نہ بنائیں خیال رہے کہ خچر بنانا بلا وجہ عوام کے لیے مکروہ ہے حضور کی اولاد کے لیے حرام ہے کیونکہ خچر بنانے میں اول تو نسل کشی ہے کہ خچر کی نسل نہیں چلتی دوم اعلیٰ سے ادنیٰ حاصل کرنا ہے کہ گھوڑا اعلیٰ ہے خچر ادنیٰ۔ اسی لیے جہاد میں غازی کے گھوڑے کا تو حصہ ہوتا ہے اس کے خچر کا حصہ نہیں ہوتا مگر چونکہ کبھی خچر بھی کام آتے ہیں اس لیے خچر بنانا امت کے لیے حرام نہیں مگر اہل بیت اطہار کے لیے بہت حرام اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطنی علوم اہل بیت اطہار کو دے گئے جن کی خبر دوسروں کو نہیں حتی کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی انہیں کے پاس رہا (مرقات) ۲؎ اس خچر کا نام دلدل تھا جو شاہ اسکندریہ مقوقس نے حضور انور کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا اور حضور نے اس پر سواری فرمائی (اشعہ) ۳؎ کیونکہ خچر مضبوط جانور ہے اس سے بہت دشوار کام بھی بآسانی ہو جاتے ہیں اور یارسول اللہ یہ آپ کو مرغوب بھی ہے کہ حضور نے اس پر سواری فرمائی ہے ۴؎ یعنی جو لوگ احکام شرعی سے ناواقف ہیں وہ یہ کام کرتے ہیں خیال رہے کہ خچر بنانا منع کیا ہے نہ کہ خچر پر سواری کرنا اس سے کام لینا بلا کراہت جائز ہے جیسے جاندار کی تصویر بنانا جائز نہیں مگر بنی ہوئی تصویر کا فرش یا بستر میں

وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ هُوْدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهٖ مَزِيْدَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

چاندی کا تھا ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے ہود ابن عبداللہ ابن سعد سے ۲؎ وہ اپنے دادا مزیدہ سے راوی ۳؎ فرماتے ہیں تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن حالانکہ آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی تھے ۴؎ (ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے ۴؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زرہیں تھیں کہ جن کے درمیان اجتماع فرمایا تھا ۵؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے ابن عباس سے

استعمال بالکل جائز ہے رب تعالٰی نے خچر کا ذکر اپنے انعامات کے سلسلہ میں کیا ہے کہ فرمایا "وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً" لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں (مرقات)

۱؎ قبیعہ بروزن سکینہ تلوار کے قبضہ کا کنارہ جو پکڑتے وقت مٹھی سے باہر رہتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار وغیرہ کو تھوڑی چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی اور زین کو چاندی سے آراستہ کرسکتے ہیں بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو آراستہ کرنا ہے (مرقات) ۲؎ ہود ھ کے پیش واؤ کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام ہے بعض نسخوں میں ہوذہ ذال کے ساتھ ہے یہ صحیح نہیں مزیدہ بروزن مسعدہ حضرت ہود کے نانا ہیں صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ بروزن سبیعہ کہا (مرقات) ۳؎ یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں سونے چاندی کا زیور تھا اسی حدیث کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے (اشعہ و مرقات) استیعاب میں فرمایا کہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہرحال اس سے استدلال درست نہیں ۴؎ آپ بہت کم عمر صحابہ میں سے ہیں چنانچہ آپ کی پیدائش ۲ھ ہجری میں ہے آپ کی کنیت ابو یزید ہے کندی ہیں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی ۸۰ھ میں وفات پائی آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں ۵؎ ظاہر بنا ہے مظاہرۃ سے وتظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی ایک دوسرے سے مدد لینا چونکہ غازی زرہ سے جہاد ہی میں مدد لیتا ہے اس لیئے زرہ کے استعمال کو تظاہر یا مظاہرہ کہہ دیتے ہیں یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور نے احد کے دن دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں کہ اوپر والی کو ظہار

قَالَ كَانَتْ رَايَةُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ مَوْلَى مُحَمَّدِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

فرماتے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا سیاہ اور آپ کا چھوٹا جھنڈا سفید تھا ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن عبیدہ سے جو محمد ابن قاسم کے مولیٰ ہیں ۲؎ فرماتے ہیں مجھے محمد ابن قاسم نے براء ابن عازب کے پاس بھیجا ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق دریافت کرنے کے لیئے تو فرمایا وہ سیاہ رنگ کا چوکھٹا تھا اون کا ۴؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے حالانکہ آپ کا جھنڈا سفید تھا ۵؎ (ترمذی)

(ابرہ) اپنایا تھا نیچے والی کو بطانہ (استر) اس میں حضور انور کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا آسان نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں پھر بھی ہتھیار زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں زرہ لوہے کا بنا ہے قمیص کی طرح اس کے تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی۔

۱؎ رایۃ بنا ہے رای سے بمعنی دیکھنا دکھانا اور لواء بنا ہے لوی سے بمعنی لپٹنا یا گاڑھنا اصطلاح میں چھوٹے جھنڈے کو لواء کہتے ہیں جو کبھی خود لڑنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور بڑے جھنڈے کو رایۃ کہا جاتا ہے جو لشکر جرار کا نشان ہوتا ہے اور اس کے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے یعنی چھوٹا جھنڈا رایہ اور بڑا جھنڈا لواء یہاں پہلے معنی میں حضور کے بڑے جھنڈے کا نام رایہ تھا اسے ام الحرب بھی کہتے تھے اکثر لواء بڑے جھنڈے کو بولتے ہیں ولواء الحمد یومئذ بیدی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہمارے ہاتھ ہوگا سیاہ سے مراد میلا ہے تیز سیاہ نہیں (دیکھو مرقات و اشعہ) ۲؎ آپ زہری ہیں تابعین میں سے ہیں بہت سے محدثین نے آپ کو ضعیف فرمایا ہے بعض نے آپ کی توثیق کی ہے اور محمد بن قاسم بھی تابعی ہیں آپ کا لقب خار، ... کنیت ابوالقیاد جعفر منصور کے آزاد کردہ غلام ہیں اہواز میں پیدا ہوئے بصرے میں قیام رہا ۳؎ کہ حضور کا جھنڈا کس قسم اور کس رنگ کا ہوتا تھا ان حضرات کا یہ ... تھا کہ حضور کے ہر حال ہر ادا کی تحقیق کرکے ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے تھے ۴؎ نمرہ عربی میں چیتے کو کہتے ہیں کیونکہ اکثر وہ رنگ برنگا ہوتا ہے اس لیئے ابلق رنگ بہ رنگ اونی کپڑے کو بھی کہنے لگے نمرہ اونی چادر جو اکثر بدوی لوگ پہنتے ہیں لہذا یہاں سیاہ سے مراد سیاہ دھاری دار ہے جس میں سفید دھاریاں بھی ہوں ۵؎ اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ لواء سے مراد یا تو چھوٹا جھنڈا ہے جو ہر قوم کا الگ تھا مہاجرین کے جھنڈے کا رنگ سفید

وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَہ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ النِّسَآءِ مِنَ الْخَیْلِ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَتْ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ عَرَبِیَّۃٌ فَرَاٰی رَجُلًا بِیَدِہٖ قَوْسٌ فَارِسِیَّۃٌ قَالَ مَاھٰذِہٖ اَلْقِھَا وَعَلَیْکُمْ بِھٰذِہٖ وَاَشْبَاھِھَا وَرِمَاحُ الْقَنَا فَاِنَّھَا یُؤَیِّدُ اللّٰہُ لَکُمْ بِھَا فِی الدِّیْنِ وَیُمَکِّنُ لَکُمْ فِی الْبِلَادِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ

ابوداؤد، ابن ماجہ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہ تھی ۱ (نسائی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف میں عربی کمان تھی ۲ تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں فارسی کی کمان ہے ۳ فرمایا یہ کیا ہے اسے پھینک دو اور اسے اور ان جیسی چیزوں کو اختیار کرو ۴ اور کامل بے نیزہ ۵ یہ ہیں وہ چیزیں کہ اللہ تعالٰی ان کے ذریعے دین کو قوت دے گا اور تم کو شہروں میں قبضہ دیگا ۶ (ابن ماجہ)

تھا یا بڑا جھنڈا مراد ہے جو لشکر کا نشان تھا ظاہر یہ ہے کہ وہ جھنڈے بالکل سادہ تھے ان پر کوئی نشان یا تحریر نہ تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا واللہ اعلم اب سلطنتوں کے جھنڈوں پر عموماً تحریر تو نہیں ہوتی مگر کچھ خصوصی نشان ہوتے ہیں اور مخصوص رنگ جیسے ہمارے پاکستان کے جھنڈے کا رنگ سبز اور سفید نشان چاند تارا ہے مگر تحریر کوئی نہیں اللہ تعالٰی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے صدقہ میں ہمارا پاکستان اسلامستان بن جائے اور اس کا جھنڈا ہمیشہ بلند و بالا رہے۔

۱ گھوڑے سے مراد جہاد کے لیئے تیار کیے ہوئے گھوڑے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں گھوڑوں سے مراد خود جہاد ہی ہے خیال رہے کہ اپنی بیوی کی محبت کمال تقوٰی کی دلیل ہے اور جہاد سے محبت کمال ایمان کی دلیل اپنی بیوی سے وہ ہی محبت کرے گا جو غیر عورت کی طرف مائل نہ ہوگا اور جہاد سے اس کو محبت ہوگی جسے ترقی اسلام و خدمت خلق کا جذبہ میسر ہوگا مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار ہزار مردوں کی قوت مردمی عطا ہوئی تھی پھر نو بیویوں پر صبر فرمانا یہ حضور کا کمال تھا ۲ یعنی ملک عرب کی بنی ہوئی عربی گھوڑا، عربی تلوار عربی کمانیں بہت اعلٰی درجہ کی ہوتی تھیں ۳ فارسی کمان سے مراد عجمی کمان ہے عرب کے پانچ صوبوں کا نام ہے حجاز، عراق، نجد، یمن، بحرین ان پانچ صوبوں کے سوا تمام ممالک عجم ہیں ۴ یعنی عربی تلواریں، عربی ڈھالیں، عربی سامان جنگ استعمال کرو کہ یہ اعلٰی درجہ کی ہوتی ہیں ۵ قنا جمع ہے قناۃ کی بمعنی نیزہ اور رماح کے معنی بھی ہیں نیزہ تو یہ اضافت اپنی نفس کی طرف ہے جس سے کمال کے معنی پیدا ہوئے جیسا کہا جاتا ہے یہ کامل ہے یعنی کامل و بہادر مرد ہے ایسے اس کے معنی ہوئے نیزوں کا نیزہ کامل نیزہ اس سے مراد عربی نیزہ ہے ۶ یعنی انشاءاللہ تم لوگ عربی ہتھیاروں کے

بَابُ اٰدَابِ السَّفَرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِى الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً

باب سفر کے آداب وطریقے[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے[2] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر لوگ جانتے کہ تنہائی میں کیا نقصان ہیں[3] تو میں نہیں جانتا کہ کوئی سوار رات کو اکیلا چلتا[4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں رہتے

ذریعہ بہت سے ملک فتح کرو گے حضور کا یہ وعدہ سچا ہوا کہ صحابہ کرام نے ان ہی تلواروں تیروں، کمانوں کے ذریعہ قیصر و کسریٰ کے ملک فتح کیئے شام، روم وغیرہ پر قبضے کیئے اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سوا ان تیروں و تلواروں کے کبھی کسی کا کوئی ہتھیار نہ استعمال کرنا یہ حکم اسی زمانہ کے لیئے ہے۔

[1] چونکہ جہاد میں اکثر سفر بھی کرنا پڑتا ہے اس لیئے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے بیان میں سفر کے احکام بھی بیان کیئے آداب جمع ہے ادب کی بمعنی طریقہ پسندیدہ سفر مقابل ہے حضر کا اس کے لغوی معنی ہیں ظاہر ہونا روشن ہونا اسی لیئے صبح کے اجالے کو اسفار کہا جاتا ہے چونکہ سفر کے ذریعہ دوسرے شہروں ملکوں کے حالات ظاہر ہوتے ہیں اس لیئے اسے سفر کہتے ہیں، آداب سے مراد مطلقًا طریقے سفر میں خواہ سفر سے پہلے ہوں یا سفر کے دوران میں یا سفر کے بعد اور سفر سے مراد ہر سفر ہے خواہ جہاد کے لیئے ہو یا حج کے لیئے یا کسی دنیاوی جائز کاروبار کے لیئے سفر فرض بھی ہے واجب بھی مستحب مکروہ بھی اور حرام بھی جیسا سفر کا مقصد ویسا سفر کا حکم چنانچہ فرض حج کے لیئے سفر کرنا فرض ہے اور چوری ڈکیتی کے لیئے سفر کرنا حرام۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کریں [2] آپ وہ ہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکے تھے جس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا تھا پھر سورۂ توبہ میں آپ کی توبہ قبول ہونے بائیکاٹ کھلوانے کا ذکر ہے بڑی ہی شان کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو صادقین میں سے فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حکم دیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [3] تبوک غیر منصرف ہے علمیۃ اور وزن فعل کی وجہ سے بوک سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا۔ لکڑی وغیرہ رہنے کی وجہ سے شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گزرا مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کے فاصلہ پر تھا غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا

فِيْهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ بَشِيْرٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا

جس میں کتا ہو اور نہ جس میں جھانجھ ہو (مسلم) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھانجھ شیطان کا باجہ ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبشیر انصاری سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے بعض سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا

اور یہ حضور انور کا آخری غزوہ ہے (از مرقات) فقیر نے خیبر کی زیارات کی ہیں اب حجاز کی سرحد مقام مان تک ہے مان تبوک سے تقریبًا دو سو میل ہے اور وہاں سے مقام عمان تین سو میل ہے عمان اردن کا دارالخلافہ ہے عمان سے ۶۰ میل بیت المقدس ہے جسے اب قدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے ۔ ۴ یا تو سفر جہاد کے لیے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے لیے خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ عملی حج کی ابتداء اس دن سے ہے دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے ۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خمیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جو خمیس یعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کے لیے خمس ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالٰی خمیس کی برکت خمس والی غنیمت عطا فرمائے خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ، سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی صبح کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے، ان شاء اللہ کامیاب اور بامراد واپس ہوگا (از مرقات و اشعہ مع زیادت) مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن بابرکت ہیں ۔ ۵ دینی و دنیاوی دونوں نقصان، دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کرسکتا ۔ دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے میں وحشت بھی ہوتی ہے سفر کی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اگر موت واقع ہو جائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا ۔ ۶ یعنی اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصان کا حق معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرأت نہ کرے لہٰذا اس میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں راستے پر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہٰذا اب احکام نرم ہوں گے نیز رات کا اکیلے سفر اس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی اللیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا ۔

۱ یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلا ضرورت شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصًا غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ جرس وہ گھنگرو باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں کی گردن میں محض آواز کے لیے باندھے جاویں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگرو جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ

لَا تُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ
فِي الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْاَرْضِ سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَاَسْرِعُوْا
عَلَيْهَا السَّيْرَ وَاِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ
وَمَاْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا
نِقْيَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ

کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار نہ چھوڑا جائے مطلقًا کوئی ہار نہ چھوڑا جائے مگر وہ کاٹ دیا جائے[1] (مسلم بخاری) اور روایت
ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سبزی کی سال میں سفر کرو[2] تو اونٹ کو اس
کی زمین کا حصہ دو[3] اور جب تم خشکی کی سال میں سفر کرو تو اس پر تیز رفتار کرو[4] اور جب تم رات آرام کرو تو راستہ
سے الگ رہو[5] کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں[6] اور ایک روایت میں ہے
کہ جب تم خشک سال میں سفر کرو تو اونٹ کے دبلے ہونے سے جلدی کرو[7] (مسلم) روایت ہے

ضرورۃً یہ بھی جائز ہیں حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بچی کے پاؤں سے آواز دار جھانجن اتروا دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے جھانجن اتروا دیئے اور
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے (مرقات) ۲ مزامیر جمع ہے مزمار کی یہ زمر سے بنا بمعنی آواز گانا آواز
اصطلاح میں ہر باجہ مزمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقًا حرام ہے جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہو و لعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً
جائز ہیں جیسے جہاد میں طبل جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ، سحری و افطاری کے لیے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں
گزر چکی ہے یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت لعینہٖ ہے دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ، قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری
کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو وہاں ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے ۳ آپ کا نام قیس ابن عبید اللہ ہے کنیت ابوبشیر انصاری حارثی ہیں یہ تو صاحب
مشکوۃ نے اکمال میں فرمایا مگر صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ آپ کے نام کی تحقیق نہ ہو سکی آپ کی وفات واقعہ حرہ کے بعد ہوگئی آپ نے بہت بڑی عمر پائی

۱ تانت کا ہار تو اس لیے کٹوا دیا کہ تانت سے ہر جانور کی گردن کٹتی ہے اور اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے دوسرے ہار کٹوانے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ان
ہاروں میں گھونگرو یا جھانجھ یا اور بجنے والی چیز باندھی جاتی تھیں جو کہ باجہ ہے اور باجے سے فرشتے رحمت نہیں آتے دوسرے یہ کہ جاہلیت کے لوگ یہ ہار جانور سے
نظر بچانے کے لیے بطور گنڈہ باندھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہار نظر بد سے بچالیں گے یہ جاہلانہ مشرکانہ عمل تھا تیسرے یہ کہ ان ہاروں میں باجہ یا اور آواز دینے والی چیزیں
ہوتی تھیں جن کی آواز سے دشمن ان غازیوں کی نقل و حرکت پر مطلع ہو جاتا اس لیے یہ جنگی تدبیر کے خلاف تھا چوتھے یہ کہ ہار اونٹ کا گلا گھونٹ دیتے تھے جب وہ

اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَہٗ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ فَجَعَلَ یَضْرِبُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ

حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں اس حال میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اونٹ پر آیا ۱؎ تو بائیں دائیں طرف مارنے لگا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس بچی ہوئی زائد سواری ہو تو وہ اس پر خرچ کرے جس کے پاس سواری نہیں ۲؎ اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو تو وہ اس پر خرچ کرے

درخت سے کچھ پتے توڑنے کے لیے گردن اٹھاتا تھا بہرحال اس ممانعت میں بہت سی وجہیں ہوسکتی ہیں ظاہر یہ ہے کہ قاصد کے ذریعہ یہ پیغام اونٹ والوں کو بھیجا کہ اپنے اپنے اونٹ کی گردن سے ہار کھول دیں ممکن ہے کہ خود قاصد کو ہی حکم دیا ہو کہ وہ خود ہار توڑ دے (از مرقات) خیال رہے کہ اسماء الٰہیہ یا جائز دعاؤں کے گنڈے تعویذ کرنا ڈالنا بالکل درست ہے ناجائز منتروں کے گنڈے حرام ہیں بتوں کے نام کے گنڈے کفر ہیں ۲؎ خصب خ کے فتحہ ص کے سکون سے معنی ارزانی کا سال یہاں مراد سرسبزی کا زمانہ ہے جب بارشیں مناسب ہوچکی ہوں جنگل ہرے بھرے ہوں ۳؎ اس طرح کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کرکے اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دو کہ وہ بھی زمین کی سبزی کھائے راستہ میں ٹھہرتے اور چراتے ہوئے سفر طے کرو ۴؎ راستہ میں بلاضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کرکے منزل پر پہنچو تاکہ اونٹ تھک کر راہ میں ہی نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے ۵؎ عرستم بنا ہے تعریس سے عربی میں تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا یہاں بطریق تجرید مطلقًا رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیساکہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہورہا ہے یہ احکام استحبابی ہیں بطور مشورہ ۶؎ دواب سے مراد مسافروں کے جانور ہیں ھوام سے مراد زہریلے جانور سانپ بچھو وغیرہ بہرحال راستے اور گزرگاہ میں اترنا ٹھہرنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقًا اترنا ہے رات میں ہو یا دوپہری میں ۷؎ نقی، نون، قاف، ی، بمعنی ہڈی کی مینگ یعنی اس سے پہلے سفر ختم کرکے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ہڈی کی مینگ ختم ہوجائے اور وہ دبلے ہوکر تھک رہیں بعض شارحین نے نقب ب سے روایت کی ہے یعنی اونٹ کے پاؤں کا ہلکا ہوجانا یعنی ان کا پاؤں ہلکا پڑ جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہ ہی ہے بعض لوگوں نے نقب بمعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا

۱؎ وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲؎ اپنے اونٹ کو دو طرف مارنے لگا کیونکہ وہ چلتا نہ تھا تھک گیا تھا یا اپنے دائیں نظر بائیں نگاہ دوڑانے لگا تاکہ کوئی اس کا حال زار دیکھ کر اس کی مدد کرنا چاہے یا نہیں یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوال نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں قابل مدد ہوگیا تھا (مرقات) اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں دوڑانے لگا پریشانی کی وجہ سے اسے کچھ سوجھتا نہ تھا عشیر

عَلٰى مَنْ لَا زَادَ لَهٗ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِىْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَجْهِهٖ فَلْيَجْعَلْ اِلٰى

جس کے پاس توشہ نہیں [1] فرماتے ہیں کہ حضور نے ہر قسم کے مال کا ذکر فرمایا [2] حتی کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کو بچے ہوئے میں کوئی حق ہی نہیں [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے [4] تم میں سے ہر ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے [5] تو جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کرے [6] تو اپنے گھر کی طرف

وہ سخت پریشان تھا [3] فلیعد بنا ہے اعادۃ سے بمعنی لوٹانا یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں یا ہے مگر ناکارہ ہوگئی اور ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ اعداد سے بنا ہو بمعنی تیار کرنا مہیا کرنا یعنی ایسا غنی آدمی اپنی زائد سواری ایسے بے کس کے لیے مہیا کردے بہرحال مطلب یہ ہے کہ اسے دے دے اسے مالک بنادے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا درد ہے۔

[1] غالبًا یہ شخص بے توشہ بھی ہوچکا تھا جس کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لیے حضور انور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا [2] جیسے کپڑا جوتا مشکیزہ خیمہ، درہم دینار وغیرہ ہر قسم کا مال [3] یعنی حضور نے اس خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہمارا ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں۔ جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہاں اولی کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرمادیا کیونکہ یہ حضور کی ملکیت کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہوگیا۔ پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضیکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت و غلامیت میں قبول فرمالیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض نہیں میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام مالک اپنے غلاموں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا چونکہ حضور کے لیے مصرف زکوٰۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوٰۃ فرض نہیں فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوٰۃ ہوجاتی ہے ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولیٰ نے دے دی ہو اعلیٰحضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

بندگانش حور و غلمان و ملک ٭ چاکرانش سبز پوشان فلک

أَهْلِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهِ وَإِنَّهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ إِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ فَأَرْدَفَهُ خَلْفَهُ فَأُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلٰثَةً عَلٰى دَابَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جلدی کرے [۱] (متفق علیہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے [۱] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تھے تو آپ کے گھر والے بچے پیشوائی کے لیے جاتے تھے [۲] حضور ایک سفر سے آئے تو مجھے حضور کی پیشوائی کے لیے لایا گیا تو مجھے حضور نے اپنے آگے سوار کرلیا پھر حضرت فاطمہ کے بیٹوں میں سے ایک لایا گیا [۴] تو اسے اپنے پیچھے بٹھالیا فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین ایک سواری پر داخل ہوئے [۵] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ وہ اور ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے [۶]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا جس سے ان حضرات پر بچا ہوا مال خیرات کردینا فرض کردیا گیا تھا [۴] یہاں عذاب سے مراد تکلیف وعہ ہے نہ کہ سزا کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد و سفر حج و سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف وہ ضرور ہیں جن میں وہ تکالیف ہوتی ہیں جو آگے مذکور ہیں [۵] یعنی عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانے وقت پر سونے وقت پر با جماعت نماز گھر کی طرح نہیں کرسکتا چنانچہ اب بھی یہ دیکھا جاتا ہے اگرچہ اب ریل بس ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہوچکی ہیں [۶] نہمہ کے معنی ہیں طبوع المہمہ اور وجہہ سے مراد اپنی سفر کی جہت ہے یعنی جس طرف سفر کرکے گیا تھا تو جس مقصد کے لیے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہوجائے در مرقات [۱] تاکہ نمازیں جماعتیں حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہوسکیں بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے سفر حج و سفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں تہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہوجائے بہتر ہے اسی لیے یہاں نعمت سفر یا نہمہ فرماتے ہیں دنیاوی ضرورت و حاجت کو فقیر اس کو ترجیح دیتا ہے حاکم و بیہقی نے بروایت حضرت عائشہ بجائے نہمتہ کے عجلہ روایت کی یعنی حج سے فارغ ہو کر جلد لوٹو جیسا کہ مرقات میں ہے مگر مدینہ آخر مدینہ ہی ہے وہ تو ہر مومن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں جیسا سکون قلب اور عبادات میں وہاں میسر ہوتا ہے گھر میں میسر نہیں ہوتا [۲] آپ حضرت علی کے بھتیجے ہیں قریشی ہاشمی مدنی ہیں اسلام میں پہلے آپ کی ولادت حبشہ میں ہوئی ۸۰ھ مدینہ منورہ میں نوے سال کی عمر میں عبدالملک کے زمانہ میں وفات ہوئی آپ کا لقب بحر الجود بھی ہے اور جواد ابن جواد بھی اسلام میں آپ سے اور آپ کے والد سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا حضور کی وفات کے وقت صرف ۸ سال کے تھے بہت صفات کے حامل ہیں (اشعہ) [۳] اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی سفر سے آتے وقت پیشوائی کی سنت صحابہ ہے نیز مسافر کے گھر کے بچوں کو بھی پیشوائی کے لیے جانا سنت ہے [۴] یا جناب حسن کو یا حضرت حسین کو رضی اللہ عنہم اجمعین [۵] اس طرح کہ ایک سواری پر تین سوار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں حضور کے پیچھے حضرت حسنین میں سے ایک اس خوش نصیبی پر صدقے [۶] کسی سفر سے مدینہ منورہ واپس آتے خیال رہے

سَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ اَهْلَهٗ لَيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلْتَ لَيْلًا فَلَا تَدْخُلْ عَلٰى اَهْلِكَ حَتّٰى تَسْتَحِدَّ

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفیہ تھیں جنہیں حضور اپنی سواری پر پیچھے سوار کیے ہوئے تھے[1] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے[2] مگر صبح یا شام کے وقت[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی تم میں سے بہت عرصہ غائب رہے تو رات میں اپنے گھر نہ آئے[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم رات میں آؤ تو اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤ[5] حتی کہ وہ زیر ناف لوہا استعمال کرلیں[6]

کہ ابوطلحہ جناب انس کے سوتیلے والد ہیں اور اس وقت خیبر سے یہ سب حضرات واپس ہوئے تھے جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں ہے بی بی صفیہ اسی خیبر میں حاصل ہوئی تھیں، پہلے آپ جناب دحیہ کلبی کے حصہ میں تھیں پھر حضور انور نے ان سے خود قبول فرماکر اپنی زوجیت سے شرف بخشا رضی اللہ عنہا۔

[1] طریقہ سفر یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی صفیہ ایک اونٹ پر تھے اور حضرت انس و ابوطلحہ اپنے اونٹ پر اسی طرح مدینہ منورہ میں داخل ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ گھوڑے خچر یا اونٹ پر سوار کرلینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے [2] کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذریعہ بہت محدود تھے اب تو خط، تار، ٹیلیفون وغیرہ سے خبر دی جاسکتی ہے یطرق بنا ہے طرق سے بمعنی دروازہ بجانا کھٹکھٹانا چونکہ رات میں آنے پر اس کھٹکھٹانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے (مرقات) [3] صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبنے تک کا وقت عشیہ یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد ظہر [4] یہ حکم اس زمانہ کے لیے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص آزمائش کے لیے اپنے گھر رات میں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے ہر حکم میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں [5] یعنی جب تم سفر سے اپنے شہر میں رات میں جاؤ بعض نسخوں میں یوں ہے اذا دخلت بلیلٍ وہ اس شرح کی تائید کرتا ہے (مرقات) [6] استحداد کے معنی ہیں حدید یعنی لوہا استعمال کرنا یعنی استرہ سے صفائی کرنا مغیبہ سے مراد یا وہ عورت ہے جس کا خاوند بہت عرصہ تک غائب رہا ہو یا مغیبہ سے مراد زیر ناف

الْمُغِيْبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ لِلنَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ

اور پریشان بالوں میں کنگھی پھیر لیں[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے[2] تو ایک اونٹ یا گائے قربان فرمائی[3] (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تھے مگر دن کو دوپہر کے وقت[4] پھر جب تشریف لاتے تو مسجد سے ابتدا فرماتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے[5] پھر وہاں ہی لوگوں کے لیے تشریف رکھتے[6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے کہ ایک سفر میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو جب ہم مدینہ منورہ آئے تو مجھ سے فرمایا مسجد میں جاؤ[7]

کے بال ہیں خیال رہے کہ عورتوں کو استرہ سے صفائی کرنا ممنوع ہے لہذا یہاں استحداد سے مراد چونا، بال صفا صابن وغیرہ سے صفائی کرنا مراد ہے یعنی بطریق تحدید صرف صفائی مراد ہے لوہے سے صفائی مراد نہیں۔ (مرقات و اشعہ)

[1] یعنی سر کے پریشان بالوں کو کنگھی سے سلجھا کر یکساں کرلیں کیونکہ عورتیں اپنے خاوندوں کی لمبی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی پرواہ کم کرتی ہیں مقصد یہ ہے کہ تم دیر کے بعد وطن پہنچنے والے اپنی بیویوں کو خراب حالت میں نہ دیکھو بلکہ اچھی حالت میں دیکھو اب چونکہ خط، تار، ٹیلیفون وغیرہ سے اطلاع دی جاسکتی ہے لہذا اب یہ حکم نہیں جب عورت کو کسی ذریعہ سے اپنے خاوند کی آمد کی اطلاع مل جائے تو یہ پابندی نہیں (از مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی آمد پر اپنے کو آراستہ کرے تاکہ اسے رغبت تام ہو۔ [2] یا ہجرت کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہنچے یا جب دراز سفر سے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوتے تھے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے [3] قربانی سے مراد گائے یا اونٹ ذبح فرمانا ہے دعوت کے لیے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر وطن پہنچنے پر اہل قرابت کی دعوت کرے اسے دعوت قدوم کہتے ہیں یہ مسنونہ دعوتوں میں سے ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت کھانا بھی سنت سے ثابت ہے یہاں اونٹ یا گائے فرمانا یا تو راوی کے شک کی بنا پر ہے یا یہ مطلب ہے کہ کبھی اونٹ اور کبھی گائے ذبح فرما کر اہل مدینہ کی دعوت فرماتے تھے۔ [4] دن میں آنے کے متعلق ابھی عرض کیا جا چکا سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو ان دونوں موقعوں پر دو نفل سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں [5] یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے ان کے دکھ درد سنتے ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے انہیں شرف زیارت بخشتے پھر گھر میں تشریف لے جاتے طبرانی اور حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر (مرقات) [6] مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلہ کی

فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْجَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ

وہاں دو رکعت پڑھو (بخاری) دوسری فصل، روایت ہے حضرت صخر ابن وداعہ غامدی سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میری امت کے صبح کے کاموں میں برکتیں دے[2] اور جب کوئی فوج یا لشکر بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے تھے[3] اور صخر تاجر تھے تو وہ اپنا مال تجارت اول دن میں بھیجا کرتے تھے تو وہ بڑے امیر ہوگئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا[4] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)[5] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تاریکی شب میں سفر کیا کرو[6] کیونکہ رات میں زمین لپٹ جاتی ہے[7] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن

مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالٰی سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی (مرقات)

۱؎ آپ کا نام صخر ابن عمرو ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے آپ صحابی ہیں طائف میں قیام رہا شمار اہل حجاز سے ہے (مرقات، اشعہ) ۲؎ یعنی میری امت کے تمام ان دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کریں جیسے سفر طلب علم، تجارت وغیرہ ۳؎ یعنی حضور کی دعا وہ تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل یہ تھا لہذا حضور کے دعا و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے ۴؎ یعنی صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہوچکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالب علم مغرب و عشا کے درمیان اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالب علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جاوے تو بھی حیرت ہے ۵؎ ابن ماجہ نے یوں روایت حضرت ابوہریرہ روایت کی الٰہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے (مرقات) ۶؎ اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں تمام حجاج سے بعد نماز عشا کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا و لجہ رات کی اندھیری کو کہتے ہیں اسی سے ہے اولاج ۷؎ اس طرح کہ رات کا مسافر یہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہوجاتا ہے زیادہ اس فرمان عالی کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول رات

شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّحَابَةِ

شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے[۱] اور دو سوار دو شیطان[۲] اور تین سوار صحیح سوار ہیں[۳] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین شخص سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بہتر ساتھی چار ہیں[۵]

بھی ما ترسرونا۔۔۔

۱؎ : جنگل میں اکیلا مسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے نماز باجماعت سے محروم ہے ضرورت کے وقت اسے مددگار کوئی نہ ملے گا بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصًا اس زمانہ پاک میں جب کہ راستے پرخطر تھے اب اس امن کے زمانہ میں بھی ریل کے ڈبہ میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتی کہ حکومت نے انٹر کلاس کی زنانہ سواریوں کو اجازت دی کہ وہ رات میں اپنی تھرڈ کلاس کی سہیلی کو اپنے ساتھ انٹر میں بٹھا سکتی ہیں سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں ۲؎ یعنی دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یار و مددگار رہ جائے ۳؎ یعنی تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جاوے رکب اسم جمع ہے جیسے نفر اور رھط اور صحب اسی لیے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ اور رحمت ہے اس فرمان عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی وہ دو ساتھی اسے سنبھال سکتے ہیں ۴؎ یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنالیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے۔ نماز بھی وہ ہی پڑھائے جیسا کہ بزار نے بروایت حضرت ابوہریرہ مرفوعًا روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہ ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔

(مرقات)

أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْ لَهُمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِي

اور بہترین فوج چار سو ہیں ۱؎ اور بہتر لشکر چار ہزار ہیں ۲؎ اور بارہ ہزار کی نفری کبھی تھوڑی ہونے کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگی ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران پیچھے رہتے تھے ۴؎ تو کمزور کو لے آتے تھے اور پیچھے بٹھا لیتے تھے اور ان کے لیئے دعا فرماتے تھے ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے ابو ثعلبہ خشنی سے ۶؎ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو گھاٹیوں اور جنگلوں میں بکھر جاتے تھے ۷؎

۱؎ صحاب جمع ہے صاحب بمعنی ساتھی کی اور فاعل کی جمع بروزن فعالہ اس کے سوا کہیں نہیں آئی (مرقات) یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لیئے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہوجائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی و منتظم کرجائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے (اشعہ) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا۔ ۱؎ پہلے کہا جاچکا ہے کہ سریہ چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل جیوش آرہا ہے ۲؎ یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکر جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے ۳؎ یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کمی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے امیر کی نافرمانی، بے صبری، مال غنیمت کی رغبت وغیرہ چنانچہ غزوہ حنین میں حضرات صحابہ نے اولًا ظاہری شکست کمی تعداد کی وجہ سے نہ کھائی بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کرنے رب تعالٰی سے بے توجہ ہوجانے کی وجہ سے کھائی رب تعالٰی فرماتا ہے "ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم" اس جنگ میں ہوازن سے مقابلہ تھا۔ مسلمان بارہ ہزار تھے دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار وہ مسلمان اہل مکہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے (مرقات) اولًا مسلمانوں کے قدم اکھڑے پھر جب مسلمانوں کی نظر گئی تو فتح پائی

۴؎ یعنی تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود تواضع اور تعاون کے لیئے پیچھے سفر کرتے تھے ۵؎ یعنی سرکار ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لیئے دعائے خیر فرماتے سبحان اللہ ایسے رحیم و کریم نبی پر جان قربان۔ شعر

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی بان ۔ چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتی بان

۶؎ آپ کا نام جرہم ہے کنیت ابو ثعلبہ مگر آپ کنیت میں مشہور ہیں آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے حضور انور نے آپ کو اپنی قوم خشن کی طرف مبلغ بناکر بھیجا آپ کی تبلیغ سے

الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ حَتّٰى يُقَالَ لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلٰثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ وَكَانَ اَبُوْلُبَابَةَ وَعَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَاءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ان گھاٹیوں اور جنگلوں میں بکھر جانا یہ کام شیطان سے ہے[۱] چنانچہ اس کے بعد مسلمان کسی منزل میں نہ اترے مگر اس طرح کہ بعض بعض سے ملے رہتے حتی کہ کہا جاتا اگر ان پر ایک کپڑا بچھا دیا جاتا تو ان پر پھیل جاتا[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم ایک ایک اونٹ پر تین تین شخص تھے[۳] تو ابولبابہ اور علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے[۴] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آتی تو یہ

وہ سب لوگ مسلمان ہوگئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا ۵۳ھ میں انتقال کیا (اشعہ) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۵ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہما (مرقات و اشعہ) [۵] شعاب جمع ہے شعب کی بمعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کبھی عارضی قیام فرماتے تھے تو متفرق ہوکر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

[۱] یعنی تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کرا دے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے اِنَّمَا ذٰلِکُمْ تاکید کے لیے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک رب تعالٰی مسلمانوں میں تنظیم اور یک جہتی نصیب کرے[۲] سبحان اللہ حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجا نہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یکجا کردیا مسلمان یک دل اور یک جان ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدے ہیں، ہر ایک ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے تعاون کرسکتا ہے[۳] چونکہ اس غزوہ میں سواریاں بہت تھوڑی تھیں حتی کہ تین سو تیرہ غازیوں پر صرف دو گھوڑے تھے اس طرح سامان جنگ برائے نام تھا تلواریں صرف آٹھ زرہیں صرف چھ یوں ہی اونٹ بھی بہت کم تھے اس لیے ایک اونٹ پر تین غازی باری باری سوار ہوتے تھے۔ شعر

تھے ان کے ساتھ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں ٭ پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

[۴] جناب ابولبابہ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے انصاری ہیں اسی لیے آپ کی کنیت نام پر غالب ہے بیعۃ عقبہ میں شامل تھے بدر کے شمول میں اختلاف ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّي وَمَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ رَوَاهُ

دونوں عرض کرتے کہ ہم حضور کی طرف سے پیدل چل لیں گے ۱؎ تو حضور فرماتے کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور ثواب سے مستغنی تم سے بڑھ کر نہیں ۲؎ شرح سنہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ ۳؎ کیونکہ اللہ تعالٰی نے انہیں اس لیے تمہارا تابع کیا ہے کہ تم کو اس شہر تک پہنچا دیں جہاں تم بغیر سخت مشقت کے نہ پہنچتے ۴؎ اور رب نے زمین تمہارے لیے ہی پیدا کی ہے تو تم زمین پر اپنی ضروریات پوری کرو ۵؎ ابوداؤد۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو نوافل نہ پڑھتے تھے حتی کہ کجاوے کھول دیتے تھے ۶؎

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی ۵؎ زمیل بنا ہے زمل سے ز کا فتحہ میم کا کسرہ بمعنی سواری میں شریک زاد سواری کے اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے جس پر مسافر کا سامان ہو زاد وغیرہ یعنی ایک اونٹ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضی و جناب ابولبابہ سوار تھے کہ باری باری سے سوار ہوتے تھے

۱؎ ان دونوں بزرگوں کا ارادہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تک سوار رہیں ہم دونوں یہ سفر پیدل طے کریں حضور اپنی باری میں بھی سواری کریں اور ہماری باریوں میں بھی

۲؎ یعنی دنیا میں تم دونوں ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہم چلنے پر تم سے زیادہ قوت رکھتے ہیں اور آخرت میں ہم ثواب الٰہی سے بے نیاز نہیں، یہ پیدل چلنا بڑے ثواب کا کام ہے لہذا ہم اپنی باری پر پیدل چلیں گے تم سوار ہو گے یہ ہے حضور کا عدل و انصاف اپنے غلاموں کے ساتھ اور یہ ہے حضور کا انکسار، اس فرمان عالی میں قیامت تک کے سرداروں بادشاہوں کو عملی تعلیم ہے ۳؎ یعنی بلاضرورت انہیں کھڑا کرکے ان پر سوار رہو اور لوگوں سے بات چیت تجارت وغیرہ کرتے رہو اس میں جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا ہے یہ کام نیچے اتر کر کرو ان پر صرف سفر کرو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر قیام فرما کر عرفات شریف میں خطبہ دینا یا حجاج کا عرفات میں اونٹ پر قیام کرنا ضرورتًا ہے یہاں بلاضرورت سوار رہنے سے ممانعت ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں اور ممکن ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہو جب جانور بہت دور سفر کرکے آیا ہو تھکا ہوا ہو یا جب بوجہ قحط سالی کے جانور دبلے اور کمزور ہوں اور اجازت اس صورت میں ہو کہ جانور قوی اور تازہ دم ہوں واللہ اعلم ۵؎ یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے اور سب کے لیے بعض حالات میں یہ حکم وجوبی ہے اور بعض حالات میں استحبابی ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ۶؎ یعنی ہم نفل عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جاویں پھر

ابوداؤد وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي إِذْ جَاءَهُ
رَجُلٌ مَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ
لِي قَالَ جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُودَاوُدَ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ هِنْدٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ وَبُيُوتٌ
لِلشَّيَاطِينِ فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ بِنَجِيبَاتٍ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا جس کے ساتھ گدھا تھا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوجائیے اور خود پیچھے ہٹ گیا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اپنے جانور کے سینہ کے تم زیادہ حقدار ہو مگر اس طرح کہ تم وہ حق میرے لیے کردو[2] اس نے عرض کیا میں نے حضور کو یہ حق دے دیا تب حضور سوار ہوئے[3] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے سعید ابن ہند سے[4] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تو اونٹ شیطانوں کے ہوں گے اور کچھ گھر شیطانوں کے ہوں گے[5] لیکن شیطانوں کے اونٹ وہ تو میں نے دیکھ لیے[6]

منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بے فکری ہوجاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں سفر میں یہ ہی چاہیے خواہ سفر جہاد ہو یا سفر حج یا اور کوئی سفر۔

۱؎ یہ پتہ نہ چلا کہ یہ کون سا سفر تھا بہرحال کوئی سفر ہو حضور انور اس میں پیدل تھے اس اعرابی نے چاہا کہ حضور کو آگے سوار کریں خود پیچھے بیٹھیں ادب کے لیے۔ ۲؎ گردن سے قریب کا حصہ سینہ کہلاتا ہے اس فرمان عالی میں یہ تعلیم دی گئی کہ اگر ایک جانور پر دو شخص سوار ہوں تو آگے جانور کا مالک بیٹھے پیچھے دوسرا آدمی۔ ۳؎ چونکہ جانور کا سینہ مالک کا اپنا حق ہے وہ جسے چاہے دے اس لیے حضور انور اس کی اجازت کے بعد آگے سوار ہوئے۔ ۴؎ آپ تابعین میں سے ہیں حضرت سمرہ ابن جندب صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ابوہریرہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن سعید اور نافع ابن عمر جمحی وغیرہم نے روایات کیں ثقہ ہیں عالم ہیں۔ ۵؎ جو اونٹ یا گھر ضرورت سے زیادہ رکھے جائیں اور ان سے کوئی دینی کام نہ لیا جائے صرف نام و نمود ہی مقصود ہو وہ شیطانی اونٹ اور گھر ہیں جیسے بعض چودھری اپنی بڑائی دکھانے کیلئے بلاضرورت جانور گھوڑے مکانات رکھتے ہیں ہم نے بعض امیروں کے ایسے مکانات دیکھے جو نہایت عالیشان ہیں مگر ویران پڑے ہیں نہ ان میں خود رہتے ہیں نہ کسی کو رہنے کیلئے دیتے ہیں حتی کہ بلاضرورت مسجدیں بنا دینا جو ویران پڑی رہیں صرف زمین گھیری جائے وہ بھی ممنوع ہیں ہم نے سنا ہے کہ الور ضلع میں ایک چھوٹی سی بستی میں لوگوں نے ضد یا فخر کے لیے اٹھارہ سو مسجدیں بنا دی ہیں سوا چند کے باقی سب ویران پڑی ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ مال حرام سے جو گھوڑے یا گھر خریدے جائیں وہ شیطانی ہیں مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے

مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ لَا أُرَاهَا إِلَّا هٰذِهِ الْأَقْفَاصَ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ

کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ اعلیٰ اونٹنیاں لیکر نکلتا ہے[1] جنہیں موٹا کیا ہوتا ہے، تو ان میں کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا[2] اور اپنے بھائی پر گزرتا ہے جو عاجز رہ گیا ہے تو اسے سوار نہیں کرتا[3] لیکن شیطانوں والے گھر تو وہ میں نے نہ دیکھے[4] حضرت سعید کہتے تھے کہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ ہیں پنجرے جنہیں لوگ ریشم سے ڈھکتے ہیں[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہیل ابن معاذ سے[6] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا

اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ مسلمان ایسی حرکتیں کیا کریں گے واقعی یہ دونوں چیزیں دیکھی جارہی ہیں[6] یعنی زمانہ نبوی میں یہ دونوں چیزیں نہ تھیں حضور انور نے غیبی خبر دی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے شیطانی اونٹ تو اپنی آنکھوں دیکھ لیے یہ حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

[1] نجیبات جمع ہے نجیبۃ کی جو نجابت یعنی شرافت سے بنا ہے نجیب اونٹ وہ ہے جو بہت قوی ہو رفتار میں ہلکا و سبک ہو معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے امیر لوگ سفر میں اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے خچر اونٹ لے کر سفر کرتے تھے جن میں سے بعض پر سواری و باربرداری کرتے تھے اور اکثر خالی چلتے تھے صرف شان ظاہر کرتے کہ لوگ یہ خالی جانور دیکھیں کہ یہ بڑا آدمی ہے جیسا کہ نجیبات جمع فرمانے سے معلوم ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے لوگ اپنے ان جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے تاکہ ان کی موٹائی تروتازگی ان لوگوں کی مالداری کی علامت ہو آج بھی بعض امیر لوگ خوب موٹے تازے کتے اپنے ساتھ رکھتے ہیں جب گھر سے نکلتے ہیں تو کتوں کے جھرمٹ میں نکلتے ہیں اسے اپنی امیری کا ثبوت سمجھتے ہیں یہ اسی زمانہ جاہلیت کی رسم ہے نعوذ باللہ[2] یعنی ان فالتو جانوروں کی اسے خود تو ضرورت ہے نہیں اور ضرورتمند مسافروں کو بھی نہیں دیتا وہ مسکین مسافر پیدل سفر کرتے ہیں اور اس کے یہ فالتو جانور خالی چلتے ہیں آج امیر جو دہریوں کے کتے دودھ ملائی کھاتے ہیں اور غریب پڑوسی مسلمانوں کو پیٹ بھر روٹی نہیں ملتی یہ بھی اسی زمانہ کی نقل ہے اللہ تعالٰی ہم مسلمانوں کو اپنے حبیب کا نقال بنائے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہم نے اس سے بدتر لوگ دیکھ لیے کہ مالدار لوگ کے ساتھ سفر میں فالتو جانور خالی چلتے ہیں اور غریب پیادہ مسافروں کو دیکھ کر یہ مغرور لوگ مذاق اڑاتے ہیں بہت دفعہ ان غریب مسافروں سے بوجھ اٹھواتے ہیں جانور خالی چلاتے ہیں[3] یہاں تک حضرت ابوہریرہ کا قول ہے یعنی ہم نے زمانہ صحابہ میں شیطانی فالتو گھر نہیں دیکھے مگر آئندہ ہوں گے ضرور کیونکہ مخبر صادق محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ممکن ہے کہ کلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو یعنی ہم نے شیطانی جانور تو بچشم خود ملاحظہ فرمائے جو کفار کے پاس ہیں مگر شیطانی گھر ہمارے بعد ہوں گے کفار تو در کنار مسلمان جو دہری عنقریب بھی رکھا کریں گے[4] اقفاص جمع ہے قفص کی یعنی پنجرا جس میں پرندہ قید رکھا جاتا ہے اس سے مراد یا تو اونٹوں کے محمل ہودج ہیں جو امیر لوگ سفر میں استعمال کرتے ہیں سواری کے جانوروں پر یا خالی فالتو جانوروں پر اور یا ان کے رہنے کے مکانات ہیں جنہیں وہ لوگ ریشم وغیرہ سے سجاتے تھے غالبًا یہ خبر زمانہ تابعین میں ظاہر ہوئی جو حضرت سعید ابن ہند نے دیکھی[5] آپ کے والد معاذ ابن انس جہنی ہیں اہل مصر میں آپ کا شمار ہے تابعی ہیں سہل ابن

النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيْقَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ طَرِيْقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ **وَعَنْ** جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ اَهْلَهُ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلَ اللَّيْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** **عَنْ** اَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو لوگوں نے منزلیں تنگ کر دیں اور رستے بند کر دیئے[۱] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلانچی بھیجا جو لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ جس نے منزل تنگ کی یا راستہ کاٹا تو اس کا کوئی جہاد نہیں[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اچھا آنے کا وقت، جب مرد اپنے گھر سفر سے آئے وہ شروع رات ملے[۳] (ابوداؤد)

تیسری فصل، روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معاذ کو یحییٰ ابن معین نے ضعیف کہا مگر ابن حبان نے آپ کی توثیق کی خیال رہے کہ حضرت سہل بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد معاذ ابن انس بھی تابعی مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے سہل ابن معاذ کے سعد ابن معاذ ہے وہ غلط ہے کیونکہ حضرت سعد ابن معاذ تو صحابی ہیں اور معاذ ابن انس تابعی (مرقات)

۱؎ اس طرح کہ بعض لوگوں نے راستہ پر اپنا سامان رکھ دیا جس سے راستہ بند ہوگیا اور گزرنے والوں کو تکلیف ہونے لگی اور بعض نے ضرورت سے زیادہ منزل پر جگہ گھیرلی جس سے ساتھیوں پر تنگی ہوگئی معلوم ہوا کہ ہر وقت سفر و حضر میں ہر مسلمان کو اپنے ساتھیوں کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے ۲؎ یعنی اس جہاد کا پورا ثواب نہ ملے گا بعض لوگ مسجد میں گزرگاہ پر نماز شروع کر دیتے ہیں جس سے آنے جانے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے بعض حضرات صف میں زیادہ جگہ گھیر کر بیٹھتے ہیں انہیں اس حدیث سے سبق لینا چاہیے مسلمانوں کو تکلیف سے بچانا عبادات کا مغز ہے ۳؎ اس حدیث کے چند معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ سفر سے مراد قریب کا سفر ہے یعنی جب انسان کہیں قریب ہی گیا ہو تو اول شب میں گھر پہنچے آخر رات میں نہ پہنچے اور دن میں پہنچنے کا فرمان دور کے سفر کے لیے تھا دوسرے یہ کہ دراز سفر سے اطلاع دیکر جب آئے تو اول رات میں آئے اور بغیر اطلاع آتا ہو تو دن میں آئے تیسرے یہ کہ دخل الرجل سے مراد اپنی بیوی کے پاس آنا ہے یعنی صحبت، تو مطلب یہ ہوگا کہ مسافر گھر پہنچے دن میں اور اپنی اہلیہ کے پاس جائے اول شب میں تاکہ بقیہ شب اطمینان سے گزرے بہرحال یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں حکم تھا کہ مسافر کو دن میں گھر آنا چاہیے (از مرقات واشعہ ولمعات)

إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا أَصْحَابُهُ وَقَالَ أَتَخَلَّفُ وَأُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَقَالَ

جب کسی سفر میں ہوتے پھر رات میں اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے [1] اور جب صبح سے کچھ پہلے آرام کرتے تو اپنی کلائی کھڑی فرماتے اور اپنا سر اپنے ہاتھ پر رکھتے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو کسی فوج میں بھیجا [3] یہ جمعہ کے دن میں اتفاقًا واقع ہوا [4] تو ان کے ساتھ سویرے ہی چلے گئے اور انہوں نے کہا کہ میں پیچھے رہ جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جاملوں گا [5] تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی انہیں دیکھا [6] تو فرمایا تم کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح میں جانے سے کس چیز نے روکا تو عرض کیا

[1] یعنی دوران سفر میں کہیں منزل پر قیام فرماتے تو سونے کی نیت سے داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے جیسا کہ حضور انور کا دائمی طریقہ تھا کہ قبلہ رخ بستر ہوتا داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے داہنی کروٹ پر لیٹتے کہ اس طرح لیٹنے میں نیند غفلت کی نہیں آتی رات کو بآسانی اٹھا جاسکتا ہے۔ اطباء بائیں کروٹ لینے کو اس لیے کہتے ہیں تاکہ نیند خوب آئے اطباء کی نظر راحت بدن پر ہے حضور کی نظر پاک تہجد کے لیے اٹھنے پر تھی خیال رہے کہ عرس تَعْرِیس سے بنا بمعنی آخری شب کا نزول آخری شب کا آرام عرب میں عمومًا رات میں سفر کرتے تھے اول رات سفر آخر رات آرام [2] اور لیٹ جاتے تاکہ کچھ تھکن دور ہوجائے مگر نیند نہ آئے کیونکہ نماز فجر کا وقت قریب ہے بے خبر نماز کا خیال ہے [3] حضرت عبداللہ ابن رواحہ انصاری خزرجی بیعۃ عقبہ بدر احد خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے سوائے فتح مکہ کے کیونکہ آپ سن ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہوچکے تھے آپ حضور کے شاعروں میں سے ہیں حضرت حسان کی طرح نعت گو صحابی ہیں غالبًا اس فوج کا افسر بنا کر بھیجا گیا تھا جس لشکر میں حضور تشریف نہ لے جاویں وہ سریہ کہلاتا ہے بھیجا سے مراد ہے جانے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے [4] یعنی یہ حکم جمعہ کے دن صبح سویرے نکل جانے کا تھا اس طرح کہ جمعرات کے دن حکم ہوا کہ کل صبح سویرے فلاں فلاں حضرات اس طرف جہاد کے لیے چلے جاویں جمعہ کے دن اذان جمعہ سے پہلے سفر جائز ہے اگر حضور عین نماز کے وقت حکم دیں تو اس وقت نکل جانا ضروری ہے [5] یہ آپ کا اجتہاد تھا آپ کا خیال تھا کہ صرف چند گھنٹے ٹھہر جانے میں مدینہ منورہ مسجد نبوی اور حضور کے ساتھ نماز جمعہ میسر ہوجائے مدینہ پاک کی ایک نماز کا پچاس ہزار ثواب ہے پھر حضور انور کے پیچھے نماز تو لاکھوں نمازوں سے بہتر ہے یہ فوائد جلد چلے جانے اور جنگل میں پہنچ کر بجائے نماز جمعہ ظہر ادا کرنے میں نہ حاصل ہوں گے اور اس ٹھہر جانے کی کسر میں نکال لوں گا کہ تیز سواری پر ان مجاہدین سے جاملوں گا تعمیل ارشاد ہوجائے گی۔

اَرَدْتُ اَنْ اُصَلِّیَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً فِیْهَا جِلْدُ نَمِرٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُهُمْ فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ یَسْبِقُوْهُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّهَادَةَ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

کہ میں نے چاہا آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جا ملوں ۲؎ فرمایا کہ اگر تم تمام زمینی چیزیں خیرات کر دو تو بھی ان کے سویرے نکل جانے کا درجہ نہیں پا سکتے ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحمت کے فرشتے ان ہمراہیوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں چیتے کی کھال ہو ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے ۵؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے ۶؎ تو جو خدمت میں ان سے آگے بڑھ گیا وہ لوگ کسی پر کسی عمل سے سبقت نہیں کر سکتے سوا شہادت کے ۷؎ بیہقی شعب الایمان

بہرحال نیت نہایت ہی اچھی تھی ۵؎ اس طرح کہ نماز جمعہ کے بعد آپ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وداع ہونے کے لیے یا ویسے ہی برکت حاصل کرنے کے لیے۔ جیسے آج کل بھی بعد نماز جمعہ بزرگوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔

۲؎ یعنی کسی دنیاوی کام کے لیے نہیں رکا ہوں اس لالچ میں ٹھہر گیا ہوں کہ ڈبل ثواب حاصل کروں آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کا اور جہاد میں جانے کا ۳؎ یعنی اگر تم میرے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے ساتھ ساری دنیا کا مال خیرات بھی کر دو تو جو ثواب ان سویرے نکل جانیوالوں کو تعمیل کا حکم ملا وہ تم کو ان تمام عبادات کا نہیں مل سکتا معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت تمام عبادات سے افضل ہے ان کی اطاعت میں ترک جمعہ عبادت ہے بغیر اطاعت جمعہ کی نماز مسجد نبوی میں پڑھنا اعلیٰ عبادت نہیں۔ شعر

معلوم ہوا کہ جملہ عبادت فروع ہیں ٭ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان کے در پہ دم نکل جائے تو جی جائیں حسن ٭ ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

اس لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رضائے یار بہتر ہے لقاء یار سے دور رہیں مگر راضی رہیں یہ بہتر ہے اس سے کہ ہم قریب رہیں اور حضور ناراض رہیں شعر

لقائے دوست چہ خواہی رضائے دوست طلب ٭ کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

۴؎ اس زمانہ میں متکبر لوگ فخر کے طور پر چیتے کی کھال کی زین گھوڑے پر ڈال کر سوار ہوتے تھے یہ طریقہ متکبرین کا تھا نیز چیتے و شیر کی کھال پر سواری دل میں تکبر اور سختی پیدا کرتی ہے

بَابُ الْكِتَابِ اِلَى الْكُفَّارِ وَدُعَائِهِمْ اِلَى الْاِسْلَامِ ﴿ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلَيْهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيَّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى

کفار کو فرمان لکھنا اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دینا ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو فرمان لکھا، اسے دعوت اسلام دیتے ہوئے ۲؎ اور دحیہ کلبی کو اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجا ۳؎ اور انہیں حکم دیا کہ یہ خط

اس لیے اس سے منع فرمادیا گیا مناسب ہے کہ ہرن کی کھال پر بیٹھنا طبیعت میں نامردی پیدا کرتا ہے واللہ اعلم بعض شارحین نے اس کی ممانعت کی اور وجہ بھی بیان فرمائی ہے ۴؎ آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں کہ آپ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سہل رکھا آپ ساعدی ہیں انصاری مدنی ہیں خود بھی صحابی ہیں خود آپ کے والد سعد بھی صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ سولہ سالہ تھے پھر کافی عمر پائی ۹۱ھ اکیانوے ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ مدینہ پاک کے آخری صحابی ہیں آپ کی وفات پر مدینہ پاک صحابہ سے خالی ہوگیا (اشعہ) ۵؎ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ سفر میں جو اپنے ساتھی مسافروں کا امیر بنے وہ ان کا حاکم نہ بنے بلکہ خادم بنے کہ اپنے آرام پر اپنے ساتھیوں کے آرام کو مقدم رکھے اور ان کی ظاہری و اندرونی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے اس صورت میں یہ خبر بمعنی امر ہے دوسرے یہ کہ سفر میں جو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے وہ اگرچہ بظاہر معمولی ہے مگر درحقیقت ان سب کا سردار ہے شرف خدمت سے ہے نہ کہ فقط نام سے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک سفر میں حضرت عبداللہ مروزی کے ساتھ ابو علی نے سفر کیا حضرت عبداللہ امیر سفر بنے تو آپ اکثر ابو علی کا سامان بھی اپنی پشت پر اٹھاتے بارش ہوئی تو ابو علی پر کمبل تان کر کھڑے ہوگئے پوچھا گیا کہ یہ کیا فرمایا کہ امیر سفر کے یہی فرائض منصبی ہیں یہ ہے اس حدیث پاک پر عمل ۶؎ یعنی سفر جہاد وغیرہ میں جو شخص اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتا رہے گا وہ ان سب نمازیوں وغیرہم سے بڑھ جاوے گا ان لوگوں کا کوئی عمل اس خدمت سے نہیں بڑھ سکتا ہاں جو ان میں سے راہ خدا میں شہید ہوجاوے گا وہ شہادت اس خدمت سے بڑھ جاوے گی یہ فرمان عالی عقل کے بھی بالکل مطابق ہے کیونکہ اس سفر میں یہ خدمت کرنے والا نماز وغیرہ سارے کام دوسروں کی طرح کرے گا مگر خدمت یہ کرے گا دوسرے نہ کریں گے تو اس کا عمل زیادہ ہوا لہذا اس کا درجہ و ثواب بھی زیادہ ہونا چاہیے ۷؎ اس حدیث کو حاکم نے اپنی تاریخ میں ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ سے خطیب نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا (مرقات) ۱؎ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسریٰ وغیرہم کو دعوت نامے لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو واقف کار صحابہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش کرایا محمد رسول اللہ کہ محمد پھر اس [illegible] اور رسول پھر اس کے اوپر اللہ [illegible] ان سلاطین کو فرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے مہر والی انگوٹھی بادشاہ قاضی اور مفتی کے لیے سنت ہے (از مرقات) ۲؎ [illegible] زمانہ میں قیصر تھا اور بادشاہ فارس کا لقب کسریٰ اور بادشاہ حبشہ کا لقب نجاشی شاہ ترک کا لقب خاقان شاہ قبط کا لقب فرعون شاہ مصر کا لقب عزیز اور [illegible] لقب [illegible]

چوتھا تھا (نووی اشعہ مرقات) حضور انور [illegible] سے تحقیق [illegible] سے لکھے ہوئے تھے خود ان پر مہر کی تھی ان فرامین کے فوٹو چھپے ہوئے [illegible]

شائع ہوئے ہیں اس قیصر کا نام ہرقل تھا ۳؎ [illegible] آپ [illegible] خلیفہ مرتضیٰ کے قبلہ سے [illegible]

عَظِیۡمِ بُصۡرٰی لِیَدۡفَعَہٗ اِلٰی قَیۡصَرَ فَاِذَا فِیۡہِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ اِلٰی ھِرَقۡلَ عَظِیۡمِ الرُّوۡمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی اَمَّا بَعۡدُ فَاِنِّیۡ اَدۡعُوۡکَ بِدَاعِیَۃِ الۡاِسۡلَامِ اَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ یُؤۡتِکَ اللّٰہُ اَجۡرَکَ مَرَّتَیۡنِ وَاِنۡ تَوَلَّیۡتَ فَعَلَیۡکَ اِثۡمُ الۡاَرِیۡسِیِّیۡنَ وَیٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ

بصریٰ کے حاکم کو دیدیں [۱] تاکہ وہ قیصر کو پہنچا دیں [۲] تو اس میں یہ تھا شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو مہربان رحم والا ہے [۳] یہ خط اللہ کے بندے اور اسکے رسول کیطرف سے سلطان روم ہرقل کیطرف ہے [۴] اسپر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے [۵] اسکے بعد میں تم کو دعوت اسلام سے بلاتا ہوں [۶] اسلام قبول کرو سلامت رہو گے اللہ تم کو ڈبل ثواب دے گا [۷] اور اگر تم نے منہ پھیرا تو تم پر تمام رعایا کا گناہ ہے [۸] اور اے اہل کتاب

بے حد خوبصورت تھے اکثر جبرائیل امین آپ کی شکل میں آتے تھے حضرت دحیہ آخر عمر میں حضرت امیر معاویہ کے پاس شام میں رہے یہ فرمان عالی ۷ھ میں روانہ ہوا

[۱] خیال رہے کہ بصریٰ صوبہ حوران کا ایک شہر ہے دمشق اور بعلبک کے درمیان یہ صوبہ روم کے قبضہ میں تھا یہاں روم کا گورنر رہتا تھا اور بصرہ دوسرا شہر ہے جو عراق میں ہے جہاں سے بغداد شریف کو ریل جاتی ہے میں نے بصرہ و بغداد کی زیارات کی ہیں بعض لوگ اسے بصرہ سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے **[۲]** جیسے آج کل سفیر یا وزیر خارجہ کے ذریعہ صدر مملکت سے بات ہوتی ہے، ویسے ہی اس زمانہ میں گورنر بصریٰ کے ذریعہ قیصر روم کو پیغام دیئے جاتے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت اسلام گورنر بصریٰ کے ذریعہ بھیجی معلوم ہوا کہ ہر ملک کے قوانین پر عمل کرنا درست ہے جب کہ وہ خلاف اسلام نہ ہوں **[۳]** معلوم ہوا کہ اپنے خطوط وغیرہ دنیاوی تحریروں کو بھی بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تھا تو اسے بھی بسم اللہ سے شروع فرمایا تھا قرآن کریم۔ آج کل بعض محتاط لوگ بجائے بسم اللہ کے ۷۸۶ یعنی بسم اللہ کے عدد لکھتے ہیں نیچے ۹۲ محمد کے نام کے عدد کیونکہ آج کل خطوط ڈاک سے جاتے ہیں جس سے بسم اللہ وغیرہ کی بے ادبی ہوتی ہے وہ فرمان عالی ہاتھوں ہاتھ گئے تھے ان کی یہ احتیاط بھی اچھی ہے غرضیکہ ادب اعلیٰ عبادت ہے جتنا ہو سکے اچھا ہے **[۴]** معلوم ہوا کہ خط میں کاتب اور مکتوب الیہ کا نام شروع میں لکھنا سنت ہے بعد میں مضمون ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ مکتوب الیہ کے کچھ خصوصی القاب لکھنا بھی بہتر ہے خود اپنے خصوصی صفات بیان کرنا بھی اچھا ہے حضور انور نے عبداللہ ورسولہ میں اپنے کمال عبودیت اور جمال رسالت دونوں بیان فرمائے ہرقل عیسائی تھا اس فرمان میں اشارۃً ان کی غلطی کی طرف بھی متوجہ فرمایا کہ تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجائے بندے کے خدا مان لیا **[۵]** معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا جائے کفار و بددینوں کو یہ سلام کرے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی سلام فرمایا تھا الہدیٰ سے مراد ہدایت اسلام ہے **[۶]** داعیہ مصدر ہے بمعنی دعوت (بلانا) جیسے عافیہ اور عاقبت بعض نسخوں میں بدعایۃ الاسلام ہے اس کے معنی بھی یہ ہی ہیں جیسے رعایتہ **[۷]** یعنی اگر تو اسلام لے آیا تو دنیا میں برے عقیدے برے اعمال اور جزیہ و قتل سے بچے گا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا اور تجھے اور نومسلموں سے ثواب بھی دگنا ملے گا ایک ثواب عیسائی رہنے کا پھر مسلمان ہوجانے کا کیونکہ اسلام کی برکت سے پچھلے گناہ تو معاف ہوجاتے ہیں

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللہَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ وَقَالَ اِثْمُ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَقَالَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ

ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے بعض بعض کو اللہ کے مقابل رب نہ بنالیں ۱؎ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ۲؎ (مسلم بخاری)، اور مسلم کی روایت میں یوں فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے اور فرمایا رعایا کا گناہ اور فرمایا اسلام کی دعوت ۳؎ روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پچھلی نیکیاں قبول ۵؎ اریسین جمع ہے اریسی کی بمعنی کاشتکار، ماتحت رعایا، خدام یعنی اگر تو کافر رہا تو تیری وجہ سے تیری رعایا اور خدام بھی کافر رہیں گے تو ان سب کے کفر کا وبال تجھ پر پڑیگا الناس علی دین ملوکہم بعض نے فرمایا کہ اریسی عیسائیوں کا نام ہے کیونکہ یہ اریس کے ہیں اس لیئے انہیں اور یسیہ بھی کہا جاتا ہے اریس کوئی بڑا پادری گزرا ہے (مرقات) یعنی تجھ پر تمام عیسائیوں کے عیسائی رہنے کا گناہ ہوگا۔

۱؎ یہ قرآن کریم کی آیت ہے اس کی تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرماؤ۔ یہاں اتنا سمجھو کہ کلمہ سے مراد سارے ایمانی اسلامی عقیدے ہیں جن کو حضرات انبیائے کرام بھیجا مانتے تھے اور نو مسلم و پرانے مسلم یکساں ہے اس کی تفسیر ان لانعبد الخ ہے رب بنانے سے مراد یا تو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننا ہے یا پادریوں جوگیوں کو حرام و حلال کا مالک جاننا ان سے اپنے گناہ معاف کرانا ہیں جو عیسائیوں کے ہاں ہوتا ہے اسلام میں نہ یہ عقیدے ہیں نہ یہ اعمال یہ آیت کریمہ بہت جامع ہے یہاں اس کی تفسیر کا موقع نہیں ۲؎ یعنی اگر تم ایمان قبول نہ کرو تو بھی اس خط سے تم کو ہمارا مذہب معلوم ہوگیا کل قیامت میں تم کو ہمارے ایمان کی گواہی بارگاہ الٰہی میں دینا ہوگی خیال رہے کہ قیامت کے دن مومن کے ایمان کے گواہ کفار بھی ہوں گے اور درخت ذرے وغیرہ بھی جنہوں نے مومن کے ایمان کو اس کے اعمال کو دیکھا جہاں تک موذن کی آواز اذان پہنچتی ہے وہاں تک کی ہر چیز اس کے ایمان کی گواہ ہے ۳؎ یریسی اور دعایۃ دونوں لفظوں کی تحقیق ابھی کردی گئی ہے اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ خط کو بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار کو سلام اس طرح کیا جائے السلام علی من اتبع الھدٰی تیسرے یہ کہ جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا چاہیے یہ دعوت کبھی واجب ہے کبھی مستحب چوتھے یہ کہ ایک شخص کی خبر معتبر ہے اکیلے حضرت دحیہ کو خط دیکر بھیجا گیا ان کے ساتھ گواہ نہ گئے پانچویں یہ کہ کفار کے ملک میں ایک دو آیتوں والا کاغذ بھیجنا جائز ہے وہاں قرآن لے جانا ممنوع ہے جبکہ اسکی توہین کا اندیشہ ہو

مسعود بکھو حنسور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ أَنَسٍ

نے اپنا فرمان نامہ عبداللہ ابن حذافہ سہمی کے ذریعہ کسریٰ کی طرف بھیجا[1] اور انہیں حکم دیا یہ فرمان نامہ بحرین کے گورنر کو دیدیں، پھر بحرین کے گورنر نے وہ خط کسریٰ کو دیا[2] جب کسریٰ نے پڑھا تو اسے پھاڑ دیا، ابن مسیب کہتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ دعا فرمائی کہ وہ بھی پورے پورے پھاڑ دیے جائیں[3] (بخاری) روایت ہے

نے اس خط شریف میں قرآنی آیت لکھ کر عیسائیوں کے ملک میں بھیجی۔ چھٹے یہ کہ ایک دو آیتوں کو بے وضو اور کافر چھو سکتے ہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان عالی میں آیۂ قرآنیہ تحریر فرما کر گورنر بصریٰ کی معرفت ہرقل شاہ روم کو روانہ فرمایا حالانکہ عظیم بصریٰ اور ہرقل دونوں عیسائی تھے۔ ساتویں یہ کہ خط میں مضمون سے پہلے اپنا اور مکتوب الیہ کا نام لکھے۔ آٹھویں یہ کہ پہلے اپنا نام لکھے پھر مکتوب الیہ کا اگر بڑا آدمی فاسق ہو تو اس کی تعریف زیادہ نہ لکھے معمولی القاب لکھے دیکھو حضور انور نے شاہ روم کو صرف عظیم الروم لکھا یعنی جسے رومی لوگ بڑا سمجھتے ہیں۔ دسویں یہ کہ تبلیغ میں بے نیازی بھی چاہیے اور نرم کلامی بھی رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا فرعون سے نرم کلام کرنا۔ گیارہویں یہ کہ کلام بلیغ اور مختصر بہتر ہوتا ہے۔ بارھویں یہ کہ کفار کے سرداروں کو عذاب بہت زیادہ ہوگا ان کی وجہ سے ان کے ماتحت لوگ بھی کافر رہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ۔ تیرھویں یہ کہ اگر اہل کتاب مسلمان ہو جائیں تو انہیں ثواب ڈبل ملتا ہے، پہلے نبی پر ایمان لانے کا پھر مسلمان ہو جانے کا۔ چودھویں یہ کہ عبدیت رسالت سے مقدم ہے کہ اسی لیے عبدہ ورسولہ فرمایا گیا کہ عبدیت کا تعلق صرف رب تعالٰی سے ہے اور رسالت کا تعلق مخلوق سے بھی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس فرمان عالی کے بھیجتے وقت یہ آیت کریمہ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا الخ نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ فرمان عالی ۶ھ میں بھیجا گیا اور آیت کریمہ کا نزول وفد نجران کے موقعہ پر ہوا یعنی ۹ھ میں یہ حضور عالی کا اپنا فرمان تھا جس کے بالکل مطابق تین سال بعد آیت کریمہ ان ہی الفاظ میں نازل ہوئی۔

[1] کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا، خسرو کا معرب، خسرو کے معنی ہیں بڑے ملک والا اس کسریٰ کا نام پرویز ابن ہرمز ابن نوشیروان تھا یعنی نوشیروان کا بیٹا یا پوتا۔ راشعہ، عبداللہ ابن حذافہ ہیں کنیت ابوحارث بدر میں شریک ہوئے مصر میں قیام رہا وہاں مصر میں ہی ۳۳ھ میں انتقال ہوا [2] بحرین بصرہ کے قریب لب سمندر مشہور شہر ہے، وہاں کا گورنر کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ تھا یہ کسریٰ کے وزیر خارجہ کے فرائض انجام دیتا تھا اسی لیے حضور نے اس کی معرفت کسریٰ کو فرمان عالی بھیجا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک اور وہاں کے قوانین و احکام فراسیہ سے خبردار تھے [3] خیال رہے کہ ہرقل شاہ روم نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی سن کر دل سے اسلام قبول کر لیا مگر اپنی رعایا و حکام کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کر سکا۔ مگر پرویز بدنصیب نے ہاتھ کے طور پر یہ نامہ عالیہ پھاڑ ڈالا جس پر حضور نے یہ بد دعا کی کہ خدا ان کے ٹکڑے کردے اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ پرویز کا بیٹا شیرویہ تھا!

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی کِسْرٰی وَاِلٰی قَیْصَرَ وَاِلٰی[1] النَّجَاشِیِّ وَاِلٰی کُلِّ جَبَّارٍ یَدْعُوْھُمْ اِلَی اللّٰہِ وَلَیْسَ بِالنَّجَاشِیِّ الَّذِیْ صَلّٰی عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّرَ اَمِیْرًا عَلٰی جَیْشٍ اَوْ سَرِیَّۃٍ اَوْصَاہُ فِیْ خَاصَّتِہٖ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَمَنْ مَّعَہٗ

حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف اور ہر جابر بادشاہ کی طرف فرامین لکھے[1] اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی[2] (مسلم) روایت ہے حضرت سلیمان ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر یا فوج پر امیر بناتے تو اسے اپنے خاص ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے

سونا چاندی دولت کا بڑا حریص تھا اس نے خزانہ پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے باپ پرویز کو قتل کردیا پھر خزانوں پر قابض ہوکر انہیں کھلوایا جن میں دواؤں کے خزانہ کی بھی جانچ پڑتال کی اس میں ایک دوا پر لکھا ہوا تھا کہ یہ قوت مردی کے لیئے اکسیر ہے شیرویہ نے یہ دوا کھالی بس کھاتے ہی مرگیا چھ ماہ بعد اس کی موت واقع ہوئی پھر اس [illegible] پر نحوست چھائی رہی حتی کہ عہد فاروقی میں سارے فارس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اس وقت فارس کا بادشاہ یزدجرد ابن شہریار ابن شیرویہ ابن پرویز تھا اس کی بیٹی شہربانو بنت یزدجرد گرفتار کرکے مدینہ منورہ لائی گئیں اور حضرت عمر نے جناب حسین سے انکا نکاح کیا (مرقات) شہربانو کی قبر تہران (ایران) [illegible] شاہ روم نے حضور انور کا خط شریف پڑھ کر ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر بہت محفوظ صندوق میں رکھ لیا تب حضور نے دعا دی [illegible] ملک باقی رہے فتح الباری شرح میں سیف الدین منصور سے روایت کی کہ وہ رومی بادشاہ کے پاس کچھ ھدیہ لے کر گئے تو اس نے ایک سنہری صندوق سے ایک بوسیدہ کاغذ نکالا جس کے حروف جگہ جگہ سے مٹ چکے تھے اور اس کا ریشمی غلاف بھی گل چکا تھا اور بولا کہ یہ ہمارے نبی کا خط ہے جو ہمارے دادا قیصر [illegible] ہم اسے بہت [illegible] حال کر رکھتے ہیں [illegible] ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جبتک یہ خط ہمارے پاس رہے ہماری سلطنت قائم رہے گی ہم عیسائیوں سے چھپاتے ہیں (ملا قسطلانی) [illegible] بخوف ایمان نہ لایا [illegible] چکا تھا (مرقات) [1] چنانچہ حضور نے شاہ اسکندریہ مقوقس اور منذر ابن ساوی و رشاہ عمان اور شاہ یمامہ اور حارث ابن ابی شمر اور شاہ جریا شاہ اذرح شاہ ایلہ [illegible] کو فرامین لکھے یہ فرامین سنہ ۶ھ میں لکھے گئے (دیکھو اشعۃ اللمعات) [2] جس شاہ حبشہ نجاشی پر حضور انور نے نماز جنازہ پڑھی [illegible] اصحمہ [illegible] نجاشی [illegible] یہ یہی تھا حضور انور نے عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھ اس کو فرمان عالی لکھا جب اس کے پاس عمرو پہنچے تو وہ تخت سے اتر کر دوزانو بیٹھ گیا خط شریف کو چوما آنکھوں سے لگایا فرمان عالی پڑھ کر فورًا مسلمان ہوگیا اور اپنے بیٹے کو [illegible] تحفے ہدیہ دے کر حضور کے پاس بھیجا۔ اس کا وہ لڑکا راستہ میں فوت [illegible]

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ اُغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَاِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ اَوْ خِلَالٍ فَاَيَّتُهُنَّ مَا اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ

مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے تھے ۱؎ پھر فرماتے کہ اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اُن سے جنگ کرو جو اللہ کے منکر ہیں ۲؎ جہاد کرو تو نہ خیانت کرو، نہ بدعہدی اور نہ مثلہ کرو، نہ کسی بچہ کو قتل کرو۔ ۳؎ اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انہیں تین خصلتوں یا تین باتوں کی طرف بلاؤ ۴؎ تو وہ ان میں سے جو بات مان جائیں تم اُن سے قبول کرو اور اُن سے ہاتھ روک لو ۵؎

تب حضورِ انور نے نجاشی کو دوسرا خط شریف بھیجا۔ نجاشی کی اولاد میں اب تک یہ دونوں خطوط محفوظ ہیں جنھیں وہ تبرکًا رکھتے ہیں۔ اُن کی زیارات کرتے ہیں (اشعۃ اللمعات) رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۳؎ سلیمان تابعی ہیں۔ عہدِ فاروقی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بریدہ ابن حصیب صحابی ہیں۔ حضرت علی کے خاص لوگوں سے ہیں مشہور صحابی ہیں۔ ۱؎ یعنی لشکر کے سپہ سالار سے فرماتے کہ اپنے ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنا، ترکِ نماز۔ خیانت۔ دیگر خلافِ شرع باتوں سے پرہیز کرنا اور اپنے ماتحت سپاہیوں وغیرہم کے ساتھ بھلائی کرنا۔ نرم برتاوا کرنا گویا اپنے آپ مشقت جھیلنا، ماتحتوں پر نرمی کرنا۔ اس لئے پہلے تقوی اللہ فرمایا اور بعد میں خیرًا۔ ۲؎ یعنی جہاد میں صرف رضا الٰہی کی نیت ہو۔ ملک گیری، غنیمت۔ عزت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ رب تعالٰی راضی ہوجائے تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ اللہ کے انکار سے مراد اللہ کے دین کا انکار ہے لہذا اس میں نبوت یا کتاب اللہ کا انکار بھی داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد صرف کفار پر ہوگا خواہ اصلی کافر ہوں خواہ مرتد ہی کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر بے دین ہوجائیں اور اُن سے جنگ کرنی پڑے وہ بھی جہاد ہے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرینِ زکوۃ اور مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والوں پر جہاد کئے۔ خلافتِ حیدری کے زمانہ میں جو حضرت عائشہ صدیقہ یا امیر معاویہ سے جنگیں ہوئیں وہ جہاد نہیں صرف قتال ہیں۔ رب فرماتا ہے فقاتلوا التی تبغی ۳؎ اس مختصر فرمان عالی میں چار چیزوں سے منع فرمایا گیا غنیمت میں خیانت بحالتِ جنگ جو مقابل کفار سے وعدہ کرلیا جائے اس کے خلاف کرنا، مقتول کافر کے ناک، کان، ہاتھ پاؤں کاٹنا یا اُس کا مُنہ کالا کرنا۔ کفار کے ناسمجھ بچوں کو قتل کرنا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اسلام میں مُثلہ کرنا (مقتول کی شکل بگاڑنا) منسوخ ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قبیلہ عرینہ کے مرتد لوگوں کی آنکھیں پھوڑیں وہ اس حکم سے منسوخ ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کفار ہمارے مقتول شہداء کا مُثلہ کریں تو ہم بھی اس کے جواب میں ان کا مثلہ کرسکتے ہیں مگر پہلی بات صحیح ہے اگر بحالتِ جنگ اتفاقًا کفار کے بچے مرجائیں تو مجاہدین گنہگار نہیں کہ اُن کا ارادہ نہ تھا۔ اور اگر بچہ کفار کا بادشاہ یا سپہ سالار ہو تو اُسے قتل کردیا جائے کہ اس سے کفر کی شوکت ٹوٹتی ہے۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں دیکھو۔ کفار کی عورتیں دیوانے لوگ اگر جنگ سے علیحدہ ہوں تو انھیں قتل نہ کیا جائے۔ اگر بادشاہ یا سپہ سالار ہوں یا کفار کے مددگار کہ انھیں طریق جنگ سکھاتے ہوں تو ضرور قتل کردیے جائیں۔ ۴؎ اس میں خطاب

اُدْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ فَاِنْ اَبَوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ

انھیں اسلام کی طرف بلاؤ ۱ تو اگر وہ یہ مان لیں تم اُن سے قبول کرلو اور اُن سے ہاتھ روک لو ۲ تو پھر انھیں اپنے وطن سے مہاجرین کی جگہ کی طرف منتقل ہوجانے کی دعوت دو ۳ اور انھیں خبر دو کہ وہ یہ کرلیں گے تو اُن کے لئے وہ ہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور اُن پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں ۴ اگر وہ وہاں سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو انھیں آگاہ کردو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہونگے کہ اُن پر وہ احکام الٰہی جاری کئے جائیں گے ۵ جو مسلمانوں پر جاری کئے جاتے ہیں اور اُن کے لئے غنیمت و فئی سے کچھ نہ ہوگا ۔ ۶ ـــــ

امیر لشکر سے ہے کہ یہ کام امیر کا ہے، عام غازیوں کا نہیں۔ خصال جمع خصلۃ کی۔ خلال جمع ہے خلۃ کی۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی عادت۔ ف۵ سبحان اللہ یہ ہے اسلامی جہاد کہ ایک دم کفار پر ٹوٹ پڑنے کی اجازت نہیں۔ جہاد میں اصل مقصود اسلام پھیلانا ہے۔ نہ کہ صرف کفار کو قتل کرنا۔ جنگ تو صرف مجبوری سے ہے۔ ف۱ یعنی بطور مشورہ اُن کو دعوت اسلام دو۔ کہو کہ مسلمان ہوکر ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اگر ان کفار تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ اسلام کو جانتے ہی نہ ہوں تو یہ حکم وجوبی ہے کہ بغیر دعوت دیئے جنگ کرنا ممنوع ہے۔ اور اگر پہنچ چکی ہے تو یہ امر استحبابی ہے کہ اگر بغیر دعوت دیئے بھی جنگ کی گئی تو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے دعوت بعد میں جنگ اور یہ حکم اسی وقت ہے جب یہ چیزیں ممکن ہوں۔ اگر حالات نازک ہیں، دعوت کا موقعہ نہیں، جلد حملہ نہ کرنے میں خطرہ ہے تو یہ حکم نہیں ف۲ یعنی بلاوجہ بدگمانی نہ کرو کہ انھوں نے دھوکہ کے لئے اسلام قبول کیا ہے دل سے قبول نہیں کیا بلکہ اُن کا اسلام لانا مان لو۔ اگر دھوکہ دہی کی علامات موجود ہوں تو اُن کا حکم دوسرا ہے ف۳ مرقات نے فرمایا کہ ہجرت کا یہ حکم فتح مکہ سے پہلے تھا۔ فتح مکہ ہوجانے کے بعد اب اُن کفار سے ہجرت کے لئے نہ کہا جائے گا، چنانچہ عہد فاروقی وغیرہ میں بڑے بڑے معرکے کے جہاد ہوئے۔ لوگ مسلمان ہوئے مگر کسی کو مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہوجانے کا حکم نہ دیا گیا۔ نہ مدینہ منورہ میں اتنی جگہ ہے کہ تمام نو مسلم مہاجروں کو جگہ وہاں مل سکتی ہے۔ لہذا یہ فرمان اسی زمانہ کے لحاظ سے ہے۔ ف۴ زمانہ نبوی میں مہاجرین مدینہ کو فئی میں سے حصہ ملا کرتا تھا۔ خصوصًا جب وہ جہاد میں جاتے تو اُن کی واپسی تک اُن کے بال بچوں کو اس فئی سے خرچ ملا کرتا تھا۔ نیز مہاجرین کو جہاد کے لئے حسب حکم جانا پڑتا تھا۔ یہاں یہی دو خبریں مراد ہیں۔ یعنی اگر تم مہاجرین بن کر مدینہ منورہ آگئے تو تم کو فئی کا وہ ہی حصہ ملا کرے گا جو مہاجرین کو ملتا ہے اور تم پر اسی طرح جہاد میں جانا لازم ہوا کرے گا جو دیگر مہاجرین پر لازم ہے۔ غیر مہاجر مسلمان جو کفار کے ملک میں رہتے ہیں اُن پر اس طرح جہاد واجب نہیں۔ ف۵ یعنی جیسے دوسرے غیر مہاجر مسلمانوں پر جہاد نہیں صرف نماز روزہ وغیرہ ہے ایسے ہی اُن پر ہوگا انہیں مہاجرین کی رعایات نہ ملیں گی۔ ف۶ یا تو غنیمت

وَالْفَیْءِ شَیْءٌ اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْیَةَ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِیِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِیِّهٖ وَلٰكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ فَاِنَّكُمْ اِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ

مگر یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں ؂۱ پھر اگر وہ انکار کریں تو تم اُن سے جزیہ مانگو ؂۲ پھر اگر وہ لوگ تمھاری مان لیں تو تم ان سے قبول کرو اور اُن سے ہاتھ روک لو ؂۳ لیکن اگر وہ انکاری ہوں تو اللہ سے مدد مانگو اور اُن سے جنگ کرو ؂۴ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو، پھر وہ تم سے خواہش کریں کہ تم اُن کے لئے اللہ رسول کا ذمہ کرو تو تم اُن کے لئے نہ اللہ کا ذمہ اور نہ اُس کے نبی کا ذمہ ؂۵ بلکہ ان کے لئے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دو۔ کیونکہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑے جاؤ تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ توڑے جاؤ ؂۶

فیٔ بمعنی یہاں اور یہ عطف تفسیری ہے یا غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے جنگ میں لڑ کر حاصل کیا جائے اور فیٔ وہ مال ہے جو بغیر جنگ ہاتھ آ جائے۔ ؂۱ اس سے معلوم ہوا کہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مہاجرین کو غنیمت و فیٔ میں سے کچھ دیا جاتا تھا جو غیر مہاجر کو نہ ملتا تھا۔ ؂۲ یعنی اگر کفار اسلام قبول نہ کریں تو تم اُن کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کرو بلکہ انھیں کہو کہ ہماری رعایا بن جائیں اور ہم کو جزیہ (ٹیکس) دیا کریں کہ ہم اُن کی حفاظت کریں وہ ہم کو ٹیکس دیں۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں مشرکین عرب اور مجوسیوں سے ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جائے گا، ان کیلئے صرف اسلام ہے یا قتل، مرتدین سے جزیہ کسی مذہب میں نہیں اُسے تو مسلمان ہی ہونا پڑے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام مالک و اوزاعی کی دلیل ہے اُن کے ہاں ہر کافر سے جزیہ قبول کیا جائے گا۔ اہل کتاب ہو یا مشرک یا مجوسی اور عربی ہو یا عجمی۔ امام شافعی کے ہاں اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ قبول ہوگا خواہ عربی ہوں یا عجمی۔ ہمارے اور امام شافعی کے ہاں یہ حدیث اہل کتاب کے متعلق ہے، انھیں مشرکین فرمایا گیا ہے لغت کے لحاظ سے کہ وہ مشرک ہیں۔ بہرحال یہ حدیث ہمارے اور شوافع کے خلاف نہیں ؂۳ یعنی جزیہ قبول کرکے انھیں اپنی رعایا بنا لو انھیں قتل نہ کرو کیونکہ جزیہ کے بعد ان کفار کے اموال و جان مسلمانوں کے ان کے مال کی طرح ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کی روایت میں ہے (مرقات) ؂۴ یہ ہے وہ تیسری بات جس کا ذکر پہلے ہوا تھا یعنی اگر وہ نہ اسلام قبول کریں نہ تو مسلمان بنیں نہ تمھاری اطاعت کریں تب ان پر جہاد کرو ؂۵ یعنی اگر قلعہ میں گھرے ہوئے کفار خواہش کریں کہ [illegible] اللہ رسول کی ذمہ داری پر [illegible]۔ انت پر قلعہ سے باہر نکال لو کہ ہماری جان [illegible] کے اللہ رسول ضامن و ذمہ دار ہیں۔ اگر [illegible] نہ ہم کر پا [illegible] نے توڑ دیا یا اس کیا تو تم ان دونوں ذاتوں کے مجرم ہو گے۔ یہاں مرقات نے ذمہ کے معنی کئے عہد و امان۔ [illegible]

اللّٰہِ وَذِمَّۃَ رَسُوْلِہٖ وَاِنْ حَاصَرْتَ اَھْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْکَ اَنْ تُنْزِلَھُمْ
عَلٰی حُکْمِ اللّٰہِ فَلَا تُنْزِلْھُمْ عَلٰی حُکْمِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَنْزِلْھُمْ عَلٰی حُکْمِکَ فَاِنَّکَ
لَا تَدْرِیْ اَتُصِیْبُ حُکْمَ اللّٰہِ فِیْھِمْ اَمْ لَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ
بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِہٖ لَقِیَ فِیْھَا الْعَدُوَّ
اِنْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ لَا
تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا

اور اگر تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو۔ پھر وہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم پر اتارو تو تم ان کو اللہ کے حکم پر نہ اتارو۔ لیکن انہیں اپنے حکم پر اتارو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے متعلق اللہ کا حکم پاؤ گے یا نہیں [۱] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے [۲] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان دنوں میں جن میں دشمن سے جنگ فرمائی [۳] تو یہاں تک انتظار فرمایا کہ سورج ڈھل گیا [۴] تو حضور لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے ملنے کی آرزو نہ کرو [۵] اور اللہ سے امن کی دعا مانگو۔ پھر جب بھڑ جاؤ تو صبر کرو [۶] اور جان لو

رسول کی ضمان۔ اللہ رسول کی امان لینا جائز ہے۔ بعض لوگ اپنے مسافر سے کہتے ہیں اللہ رسول کی ضمان پانچ پیروں کی امان میں جاؤ۔ بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا امام ضامن مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں۔ ان سب کا ماخذ یہ فرمان عالی ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی کفار کو اللہ رسول کی ضمان پر نہ اتارو بلکہ اپنی زبان و امان پر اتارو [۶] یہاں دو روایتیں ہیں۔ ان الف کے فتح سے اور ان الف کے کسرہ سے۔ اور تخفروا بنا ہے اخفار سے بمعنی توڑنا یا معروف ہے یا مجہول۔ ہم نے مجہول کی روایت لی ہے یعنی اگر تم کفار کو اللہ رسول کے ذمہ پر اتارو اور تم آئندہ کسی ذمہ کو توڑ دیں تو یہ بہت برا ہے۔ اگر تمہارے ذمہ کو توڑیں تو یہ کم ہے اور اگر تخفروا معروف ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اگر وہ لوگ بدعہدی کریں اور تم ان کی بدعہدی کی وجہ سے انکی امان توڑو تو اللہ رسول کی امان توڑنا سخت ہے اپنی امان توڑنا سہل۔ لہٰذا حدیث پاک میں بدعہدی، عہد خلاف امان توڑنے ضمان کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ خوب خیال میں رکھنا چاہئے [۱] یعنی اگر محصور کفار تم سے کہیں کہ ہم قلعہ سے اترتے ہیں ہم پر اللہ تعالٰی کا حکم جاری کرنا تو تم یہ قبول نہ کرو کیونکہ تم جو حکم جاری کرو گے وہ وحی سے تو ہوگا نہیں، تمہارے اپنے اجتہاد سے ہوگا۔ نہ معلوم کہ اجتہاد درست ہو یا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنے اجتہادی حکم کو یقینی طور پر اللہ رسول کا حکم نہیں کہہ سکتا۔ کیا خبر ہے کہ یہ اجتہاد درست ہے یا نہیں۔ اسی لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر ہم سے سوال کیا جائے کہ تم حق پر ہو یا امام شافعی تو ہم کہیں گے کہ غالبًا حق پر ہم ہی ہیں۔ مگر شاید وہ حق پر وہ ہوں۔ اور اگر پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا معتزلہ و خوارج۔ تو ہم کہیں گے کہ یقینًا ہم ہی حق پر ہیں۔ وہ لوگ یقینًا باطل پر ہیں۔ کیونکہ امام شافعی سے اجتہادی اختلاف ہے۔ اور ان معتزلہ و خوارج سے عقیدہ کا اختلاف ہے۔ [۲] آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں ۸۷ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی [۳] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ جنگ کونسی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے۔ کفار نے

اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اَھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا غَزَابِنَا قَوْمًا لَمْ یَکُنْ یَغْزُوْا بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرَ اِلَیْھِمْ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ عَنْھُمْ وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْھِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰی خَیْبَرَ فَانْتَھَیْنَا اِلَیْھِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا رَکِبَ وَرَکِبْتُ خَلْفَ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَاِنَّ قَدَمِیْ

کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے[1] پھر کہا اے اللہ اے کتاب کے اتارنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کے بھگانے والے انہیں بھگادے اور ان کے مقابل میں ہماری مدد فرما[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم پر جہاد کرتے تو حملہ نہ فرماتے حتی کہ صبح پالیتے اور ان کی طرف غور کرتے[3] اگر اذان سنتے تو ان سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کردیتے[4] فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کی طرف گئے تو ہم ان تک رات میں پہنچے[5] جب سویرا ہوا اور اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے، اور میں ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا کہ میرے قدم

مدینہ منورہ پر حملہ نہ کیا تھا خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز ہے مدافعانہ بھی اور جارحانہ طور پر بھی جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف دفاع کریں انھوں نے غلط سمجھا۔ سوا احد و احزاب کے۔ حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔

[4] جبکہ دوپہر کی تیزی جاتی رہی نماز ظہر کا وقت آگیا فتح و نصرت کی ہوائیں چلنے لگیں مجاہدین قیلولہ کرکے تازہ دم ہوگئے۔ دعا کی قبولیت کا وقت آگیا، کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے۔ بیچ دوپہری میں جہاد نہ کرے (مرقات وغیرہ) حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازۂ رحمت کھل جاتے ہیں (اشعہ)[5] یعنی جنگ کی تمنا کرو، نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہیں نیز اس میں فخر و تکبر کی بو ہے۔ اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔[6] یعنی دعا کرو امن وعافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔

[1] تلوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر، بندوق، توپ اور ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمالی ہتھیار تلوار تھی اسی لیے اس ہی کا ذکر فرمایا۔ سایہ تلوار سے مراد ہے اٹھی ہوئی کھچی ہوئی تلوار خواہ ہماری تلوار ہو جو کافروں کے سر پر پڑ رہی ہو یا کفار کی تلوار ہو جو ہم پر اٹھا رہے ہوں یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے۔ گویا تلواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنت میں گیا۔ خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے، مگر شہید کی روح جسم سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے[2] معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعائے نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے۔ یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور

لَتَمَسُّ قَدَمَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَلَجَاُوْا اِلَى الْحِصْنِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ

حضور کے قدم سے چھوتے تھے[۱] فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی زنبیلیں اور پھاوڑے لے کر نکلے[۲] پھر جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے محمد خدا کی قسم محمد اور لشکر[۳] پھر! قلعہ میں پناہ لے لی[۴] تو جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر ویران ہوگیا[۵] جب ہم ایک قوم کے میدان میں اترے

صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے[۳] یعنی کسی قوم پر رات میں حملہ نہ کرتے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ہی عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ ممکن تھا کہ جہاں حملہ کرنا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اس لیے توقف فرماتے یہ عمل شریف امت کی تعلیم کے لیے تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے خبردار ہیں کہ کون کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ جیسا کہ بارہا عرض کیا جاچکا ہے[۴] معلوم ہوا کہ اذان دین کا شعار ہے۔ اس کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں اور اگر کسی جگہ کے مسلمان اذان چھوڑ دیں تو سلطان اسلام ان پر جہاد کرے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے۔ مسلمان اذان قائم کریں[۵] اور پیچھے اس حالت میں کہ خیبر والے ہماری اس آمد سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان غازیوں کو بلند آواز سے تکبیر کہنے تک سے روک دیا تھا۔ تاکہ کسی طرح خیبر والوں کو ان کی آمد کا پتہ نہ چل جائے۔ مقصد یہ تھا کہ خونریزی کے بغیر فتح ہوجائے۔

[۱] اس طرح کہ میں اور میرے سوتیلے والد ابوطلحہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ مگر یہ دونوں اس قدر ملے چل رہے تھے کہ میرے پاؤں کو حضور کی قدم بوسی نصیب ہوجاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک گھوڑے پر یہ تین حضرات سوار تھے حضرت انس اور ابوطلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا ہے۔[۲] مکاتل جمع ہے مکتل کی بمعنی زنبیل (ٹوکری) اتنی بڑی کہ جس میں پندرہ صاع چیز آجائے۔ ایک صاع ساڑھے چار سیر کا (اشعہ) مساحی جمع ہے مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑا، یہ سحو سے بنا بمعنی کھولنا چونکہ پھاوڑے کے ذریعے زمین مٹی ہٹاکر زمین کھول جاتی ہے۔ اس لیے مسحاۃ کہتے ہیں۔ یعنی زمین کھولنے کا آلہ۔ مقصد یہ ہے کہ اہل خیبر ہمارے حملہ سے ایسے بے خبر تھے کہ روز صبح کو کھیتی باڑی اور باغبانی کے اوزار لے کر اپنے کھیتوں اور باغوں کی طرف نکلے۔ راہ میں انہوں نے ہم کو دیکھا تو دنگ رہ گئے۔[۳] یعنی محمد رسول اللہ اور لشکر اسلام پہنچ گئے حیرت سے انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا۔ خیال رہے کہ لشکر کو خمیس یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ مقدمہ۔ ساقہ۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب یا اس لیے کہ غنیمت کے پانچ حصے ہوکر خمس یعنی پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہوتا تھا اور چار حصے غازیوں کے۔ خمیس کے معنی ہیں خمس یعنی پانچ والی۔[۴] خیبر میں اب تک پانچ بلکہ سات قلعے ہیں۔ ایک قلعہ بہت بڑا ہے یہاں یا تو جنسی قلعہ مراد ہے یا بڑا قلعہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ فقیر نے وہ قلعہ دیکھا ہے۔ بہت اونچا اور بہت ہی مضبوط ہے۔ پہاڑی سا معلوم ہوتا ہے۔ بہت چوڑی دیواریں ہیں اور گرد خندق ہے جواب تک دیکھنے میں آتی ہے۔[۵] یہ جملہ خبر ہے یا دعا یعنی کفار سے خالی ہوگیا یا خالی ہوجائے۔ رب تعالیٰ نے یہ فرمان سچا کر دکھایا۔

صِبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰی تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلٰوۃُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّیَاحُ وَیَنْزِلَ النَّصْرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ

تو ڈرائے ہوؤں کا سویرا برا ہوگیا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے[2] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حاضر ہوا[3] تو جب حضور اول دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتی کہ ہوائیں چلتیں اور وقت نماز آجاتا[4] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[5] تو آپ اگر شروع دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتی کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چل پڑتیں اور نصرت و فتح اترتی[6] (ابوداؤد) روایت ہے

اب تک وہاں کفار نہ پہنچ سکے ہیں۔

[1] یہ فرمان عالی اس آیت کریمہ سے اقتباس ہے فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ یعنی جب ان پر ٹوٹ پڑنا ان پر عذاب الٰہی ہے کہ ہمارے آتے ہی ان کا سویرا بگڑ گیا۔ یعنی ان کا حال خراب ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا دشمن پر حملہ کے وقت نعرۂ تکبیر سنت ہے اور قرآن کریم سے اقتباس صحیح طور پر جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے [2] یہ حدیث ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے بھی روایت کی [3] آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزنی ہیں، سوید ابن مقرن کے بھائی حضرت سوید فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے۔ آپ نے اپنے سات بھائیوں اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے، وہاں ہی اکیس ۲۱ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ [4] جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں [5] ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا واؤ ی سے بدل گیا تھا۔ اس لیے جمع ارواح آئی ار یاح بھی آتی ہے مگر بہت کم ارياح اور ارواح بہت زیادہ جمع کی جمع اراویح یا اراییح ہے۔ چونکہ ٹھیک دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لیے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے۔ سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہوجاتی ہے۔ نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں۔ نمازیوں کے لیے دعائیں شروع ہوجاتی ہیں۔ دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے۔ قدرے ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے۔ اس لیے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے (مرقات) [6] بہت سے جہادوں میں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ [7] اس طرح کہ مسلمان نماز ظہر غازیوں کے لیے دعائیں مسجدوں میں کرتے ہوتے اور ادھر غازی لوگ میدان میں جہاد کرتے گویا جہاد مسلمانوں کی دعاؤں کے سایہ میں ہوتے تھے۔

قَتَادَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اَمْسَکَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ فَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ اَمْسَکَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّی الْعَصْرِ ثُمَّ اَمْسَکَ حَتّٰی یُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ نُقَاتِلُ قَالَ قَتَادَةُ کَانَ یُقَالُ عِنْدَ ذٰلِکَ تَھِیْجُ رِیَاحُ النَّصْرِ وَیَدْعُوا الْمُؤْمِنُوْنَ لِجُیُوْشِھِمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ عِصَامِ الْمُزَنِیِّ قَالَ

حضرت قتادہ سے وہ نعمان ابن مقرن سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو جب فجر طلوع ہوتی تو آپ رک جاتے حتی کہ سورج طلوع ہو جاتا[1] پھر جب سورج طلوع ہوتا تو جنگ کرتے پھر جب نصف دن ہو جاتا تو رک جاتے[2] حتی کہ سورج ڈھل جاتا پھر جب ڈھل جاتا تو جہاد کرتے عصر تک پھر ٹھہر جاتے حتی کہ عصر پڑھ لیتے پھر جہاد کرتے قتادہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے[3] کہ اس وقت فتح و نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں اپنے لشکروں کے لیئے دعائیں کرتے[4]

(ترمذی) روایت ہے حضرت عصام مزنی سے فرماتے ہیں کہ

[1] آفتاب نکلنے تک کا انتظار اس لیے ہوتا تھا کہ نماز فجر سے اطمینان کے ساتھ فراغت ہو جائے اور بعد نماز ورد و وظیفے اور پھر نماز چاشت سے فارغ ہو جاتے تھے۔ ہمیشہ ہی نماز اور ذکر اللہ کی پابندی چاہیے مگر جہاد میں بہت زیادہ چاہیے، ثابت قدمی اور ذکر اللہ یہ دو ایسے ہتھیار ہیں جو کفار کے پاس نہیں۔ رب فرماتا ہے اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا۔

[2] یہاں نصف دن سے مراد شرعی دن کا آدھا ہے، جسے ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ اس وقت سے سورج ڈھلنے تک کافی وقفہ مل جاتا ہے جس میں غازی آرام کر کے تازہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ نجومی کہتے ہیں کہ دن کے آدھے اور سورج ڈھلنے میں وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔

[3] یعنی عام صحابہ اور عام مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس وقت جنگ کرنے میں یہ حکمتیں ہیں اور یہ شہرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی بنا پر ہے۔ آزمائش ہے کہ جو بات مشہور ہو اس کی اصل ضرور ہوتی ہے۔

[4] بعد فجر بعد ظہر تو عموما دعائیں ہوتی ہیں۔ مگر بعد عصر میں یہ خصوصیت ہے کہ بہت سے انبیاء کرام نے اس وقت جہاد میں فتح پائی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ ایک نبی جہاد فرمار ہے تھے۔ شہر قریب فتح تھا کہ سورج ڈوبنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے سورج تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ خدایا اسے روک دے۔ چنانچہ سورج روک دیا گیا۔ جب انہوں نے شہر فتح فرمایا تب سورج ڈوبا (مرقات)۔

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَتَبَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلٰى اَهْلِ فَارِسَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلٰى رُسْتُمَ وَمِهْرَانَ فِيْ مَلَاِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَدْعُوْكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ فَاِنْ

ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو فرمایا جب تم مسجد دیکھو یا موذن کو سنو تو کسی کو قتل نہ کرو [۱] (ترمذی، ابوداؤد)

فصل تیسری روایت ہے حضرت ابووائل سے [۲] فرماتے ہیں کہ حضرت خالد ابن ولید نے [۳] فارس والوں کو لکھا [۴] میں شروع کرتا ہوں مہربان رحم والے اللہ کے نام سے یہ خط ہے خالد ابن ولید کی طرف سے رستم اور مہران کی طرف جو فارس کی جماعت میں ہیں [۵] اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر تم نہ مانو تو جزیہ اپنے ہاتھ سے دو حالانکہ تم ذلیل ہو [۶] پھر اگر تم نہ مانو

[۱] یعنی جب تم کسی بستی میں قولی یا فعلی علامت اسلام دیکھو تو اندھا دھند وہاں قتال نہ کرو۔ بلکہ مسلمان و کافر کی چھانٹ سے کرو کہ کوشش کرو کہ صرف کفار تمہاری تلوار سے مارے جاویں۔ مسلمان زد میں نہ آویں (مرقات)۔ لہذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر حربی کفار کے ملک میں کوئی مسجد ہو تو ان پر جہاد ہی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا وہاں قتال بھی ہوا حالانکہ وہاں تو کعبہ شریف موجود تھا لہذا اَحَدًا سے مراد ہے کوئی مسلمان [۲] آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے۔ اسدی کوفی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے۔ حضور کی بعثت کے وقت دس سال کے تھے جلیل القدر صحابہ سے ملاقات ہے جن میں حضرت عمر و حضرت ابن مسعود بھی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں سے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی بڑے ثقہ بزرگ ہیں۔ آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔ [۳] آپ مشہور صحابی ہیں قرشی مخزومی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں حضرت ام المومنین میمونہ کی بہن ۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ ایک بار زہر ہتھیلی پر رکھ کر کھالیا۔ کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک بار کوئی شخص شراب سے بھری ہوئی مشک لیے جارہا تھا تو فرمایا الٰہی اسے شہد بنادے۔ وہ شہد ہوگئی (مرقات) آپ کا مزار پر انوار دمشق و حلب کے درمیان شہر حمص میں ہے۔ یہ گنہگار قریب مزار تک پہنچا ہے [۴] غالبًا یہ خط خلافت فاروقی میں روانہ کیا جبکہ ایران پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا تھا۔ خیال رہے کہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہوا۔ [۵] ملا جماعت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ جگہ کو بھر دیتی ہے اور سرداروں کو بھی کیونکہ ان کی ہیبت سے لوگوں کے دل بھرے ہوتے ہیں۔ ملا کے معنی ہیں بھرنا خلا کے مقابل یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ جماعت اور سرداران یعنی یہ خط اس جماعت یا ان سرداروں کی طرف ہے جن میں رستم اور مہران شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت اسلام

اَبَيْتُمْ فَاِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا يُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بَابُ الْقِتَالِ فِي الْجِهَادِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى[۱] تَمَرَاتٍ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى

تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہوجانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے ہیں[۶] اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے[۷] (شرح سنہ) باب جہاد میں قتل[۱] پہلی فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احد کے دن عرض کیا فرمایئے کہ اگر میں قتل کردیا جاؤں میں کہاں ہوں گا فرمایا جنت میں[۲] تو اس نے اپنے ہاتھ میں سے چھوارے پھینک دیئے[۳] پھر جنگ کی حتی کہ قتل کردیا گیا[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ارادہ فرماتے تھے کسی جہاد کا مگر آپ اس کی دوسری طرف کا

صرف بادشاہ کو ہی دی جائے کفار کے سرداروں کو بھی اور عام لوگوں کو بھی کیونکہ رستم اور مہران فارس کے بادشاہ نہ تھے قوم کے سردار تھے[۵] یعنی بہتر تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہوکر دونوں جہاں کی عزت و عظمت حاصل کرو ورنہ تم کو جزیہ دینے کی ذلت اختیار کرنا پڑے گی۔ جزیہ دینا خود ایک ذلت ہے یہ عبارت قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ ذمی کفار خواہ کتنے بڑے امیر ہوں مگر اپنا جزیہ دینے بحاکم اسلام کے سامنے خود دے کر حاضر ہوں۔ اپنے نوکر وغیرہ کے ہاتھ نہیں بھیج سکتے کیونکہ آیت کریمہ میں عن ید ارشاد ہوا ہے۔

[۶] یعنی اگر تم جزیہ بھی قبول نہیں کرتے اور ہماری رعایا بھی نہیں بنتے تو پھر ہماری تمہاری جنگ ہے مگر اس جنگ کا انجام سوچ لو تم کو شراب کے عارضی نشہ سے الفت ہے۔ ہمارے مجاہدوں کو عشق الٰہی کے دائمی نشہ سے محبت تم شراب پی کر لڑتے ہو۔ ہم نشہ عشق الٰہی میں مخمور ہوکر صرف رب کے لیے لڑتے ہیں عارضی چیز اصل کے مقابل نہیں ٹھہر سکتی[۷] اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی سے بے خبری میں نہیں لڑتے بلکہ پہلے اسے خبردار کرتے پھر ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ یہ حکم بے خبر کفار کے لیے ہے۔ جنہیں ابھی دعوت اسلام نہ پہنچی ہو بلکہ باخبر کفار کے ایمان کی اگر امید ہو تو انہیں خبر دے دینا مستحب ہے فارسیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام دے چکے تھے۔ اب یہ دعوت دینا مستحب تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی جنگ ملک گیری یا مال حاصل کرنے کو نہیں ہوتی۔ صرف رضاء الٰہی اور تبلیغ اسلام کے لیے ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا جائے۔ انہیں وہ سلام کیا جائے جو یہاں مذکور ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے۔ [۱] جہاد۔ قتال۔ غزوہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ جہاد بنا ہے جہد سے بمعنی مشقت اور صرف طاقت۔ غزوہ بنا ہے غزو سے بمعنی باہر نکلنا اور جنگ کے لیے روانگی قتال بمعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا اس باب میں اللہ کی راہ میں کفار سے [illegible]

بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ يَعْنِيْ غَزْوَةَ تَبُوْكَ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَغَازًا وَّعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ

توریہ فرماتے تھے[1] حتی کہ یہ جہاد یعنی غزوہ تبوک ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں جہاد کیا اور دور دراز سفر کا رخ فرمایا اور بڑے جنگل بہت دشمنوں پر رخ کیا[2] لہذا مسلمانوں کے لیئے ان کا معاملہ کھول دیا تاکہ وہ اپنے جہاد کی تیاری کرلیں چنانچہ آپ نے ان سب کو اس طرف کی خبر دیدی جدھر کا ارادہ تھا[3] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لڑائی دھوکا ہے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم[5] اور کچھ انصاری بیبیوں کو لے کر جہاد فرماتے تھے

فضائل اور غازی کے ثواب کی احادیث مذکور ہوں گی۔ [4] یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہوچکی تھی۔ اس لیے یہ جواب عطا ہوا معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ [5] یعنی وہ سائل چھوارے کھا رہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے شوق میں چھوارے پھینک دیئے اُسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی۔ [6] بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوہ احد کا ہے۔ [7] آپ انصاری خزرجی ہیں، عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے سوا غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں حاضر رہے۔ حضور کے نعت گو شعراء میں سے ایک ہیں۔ آپ ان تین صحابہ میں سے ہیں جن کا غزوۂ تبوک کے موقعہ پر بائیکاٹ کیا گیا، اور پھر عرش اعظم سے جن کی قبولیت توبہ سورۂ توبہ میں اعلان ہوا۔ آخر عمر شریف میں نابینا ہوگئے تھے ستتر سال عمر ہوئی ۵۰ھ پچاس ہجری میں وفات ہوئی۔

[1] یعنی علامات سے ظاہر فرماتے تھے کہ اس طرف حملہ کرنا ہے جیسے اس جانب کے حالات دریافت کرنا، اُدھر کے گاؤں شہر کے نام پوچھنا تاکہ اگر کوئی جاسوسی کرے تو اس طرف والوں کو جنگ کی خبر دے اور جدھر حملہ کرنا ہے اُدھر کے لوگ بے خبر رہیں اور بے خبری میں اُن پر حملہ ہوجائے۔ تاکہ جلد فتح ہوجائے اور خونریزی کم سے کم ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس طرف کی خبر دیتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے۔ یہ طریقہ ہماری جنگی تدبیر تھی۔ اب بھی اس پر عمل چاہیے۔ شعر

سکندر کہ با شرقیاں حرب داشت ؎ در خیمہ گویند در غرب داشت

مَعَهُ إِذَا غَزَا يَسْقِينَ الْمَاءَ وَيُدَاوِينَ الْجَرْحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجَرْحٰى

جب جہاد کرتے تھے تو یہ بیبیاں پانی پلاتی تھیں زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں ۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ام عطیہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جہاد کیے میں غازیوں کی منزلوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی ان کے کھانا پکاتی تھی، زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھی ۲ اور

دشمن کو اپنے ارادے پر خبردار نہ ہونے دینا اچانک حملہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے ۲ تبوک مدینہ منورہ سے چودہ منزل پر واقع ہے شام کے قریب ہے۔ اب خیبر سے جو ہوائی جہاز عمان جاتا ہے وہ تبوک سے گزرتا ہے۔ فقیر نے اس ہوائی جہاز سے سفر کیا ہے۔ اشعہ میں فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ ۳ یعنی غزوہ تبوک میں اپنا ارادہ ظاہر فرمادیا غازیوں کی تیاری کے لیے تھا کہ غازی دراز سفر کا سامان کریں۔ اس زمانہ میں غزوہ کا زیادہ سامان خود غازی اپنے خرچ سے کرتے تھے۔ اب تمام تیاری حکومت کرتی ہے اس لیے فوج کو آخر وقت تک خبر نہیں ہوتی کہ ہم کہاں جارہے ہیں، صرف کمانڈر یا کرنل وغیرہ مطلع ہوتے ہیں۔ اس غزوہ کا ذکر قرآن کریم میں بہت زیادہ ہے ۴ خدعہ خ کے فتحہ یا پیش کے کسرہ سے بھی آتا ہے مگر کم یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے۔ اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے۔ تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آئے، پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے۔ یہ ہے دھوکہ، اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکر و فریب نہیں۔ اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا متواتر ہے کہ اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی اور مسلم بخاری، ابن ماجہ، بزار، طبرانی، ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔ ۵ آپ ام سلیم بنت ملحان ہیں، میم کے کسرہ سے آپ کے نام میں اختلاف ہے پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں انہیں سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل ہوجانے کے بعد بیوہ ہوگئیں اور مسلمان ہوگئیں، ابوطلحہ نے آپ کو اپنے سے نکاح کرلینے کا پیغام دیا۔ آپ بولیں کہ میں مسلمان ہوں تم مشرک نکاح کیسا۔ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو میں تم سے مہر بھی نہیں مانگتی، تمہارا اسلام ہی میرا مہر ہوگا اور میں تم سے نکاح کرلوں گی۔ حضرت ابوطلحہ کے مسلمان ہوجانے پر آپ ان کے نکاح میں آئیں۔ بڑی جلیل الشان صحابیہ ہیں۔ آپ کا نام رملہ، یا ملیکہ، یا غمیصہ، یا رمیصا ہے۔

۱ یعنی زخمی مجاہدوں کو پانی پلانا اور دوا دارو کرنا ان کی روٹی وغیرہ پکانا ان بی بیوں کا کام تھا یا تو اپنے خاوندوں کی خدمات کرتی تھیں یا اپنے دوسرے محرم رشتہ داروں کی اور اگر اجنبی غازیوں کی یہ خدمات کرتی تھیں تو باپردہ رہ کر غیروں کے جسموں کو ہاتھ لگائے بغیر۔ فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر عورتوں کو جہاد میں لے جانے کی ضرورت پڑے تو بوڑھی عورتوں کو لے جایا جائے، اگر جوانوں کو ضرورت درپیش ہو تو لونڈیوں کو لے جایا جائے، مگر ان سے جنگ نہ کرائی جائے کہ اس میں مسلمانوں کی ذلت ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پڑ جائے تو قتال بھی کرسکتی ہیں، جیسے غزوہ حنین میں خود ام سلیم نے جنگ کی ہے (مرقات) ضروریات کا حکم اور ہے

وَاَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَآئِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ مِنْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ هُمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

بیماروں کا انتظام کرتی تھی [1] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے [3] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے گھروالوں کے متعلق پوچھا گیا جن پر شبخون مارا جائے تو ان کی عورتیں اور بچے بھی قتل ہوجائیں فرمایا وہ سب ان ہی میں ہیں [4] اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے باپوں سے ہیں [5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غرضیکہ عورتوں کو جہاد میں جانا یا ان سے جنگ کرانا سخت ضرورت کے وقت ہے [2] آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں آپ بہت زیادہ گئی ہیں۔ [3] معلوم ہوا کہ آپ جنگ نہ کرتی تھیں بلکہ غازیوں کی یہ خدمات انجام دیتی تھیں اس تفصیل سے جو ابھی گزری کہ کھانا عام غازیوں کے لیے پکاتی تھیں۔ مگر دوا مرہم پٹی اپنے محرم رشتہ داروں کی کرتی تھیں یا عام غازیوں کی مگر پردہ کے ساتھ بغیر انہیں ہاتھ لگائے۔ غرضیکہ اس حدیث کو اس زمانہ کی بے پردگی آوارگی اور عورتوں کی آزادی پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

[1] یہ عورتوں کا جہادوں میں جانا سخت ضرورت کے وقت تھا۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے وقرن فی بیوتکن اے نبی کی بی بیو اپنے گھروں میں رہو۔ [2] یہ ہے مسلمانوں کا جہاد، حضرت ابوبکر صدیق نے جب یزید ابن ابوسفیان کو شام کے جہاد پر بھیجا تو فرمایا کہ کفار کے بچوں عورتوں بڈھوں، راہبوں رجوگیوں) وغیرہم کو قتل نہ کرنا، صرف انہیں قتل کرنا جو تم سے لڑنے کے لیے مقابلہ میں آئیں (مرقات) مگر خیال رہے کہ اگر راہب جوگی یا بڈھے یا عورتیں کفار کو جنگ میں مدد دے رہے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ کہ اب وہ مقاتل ہیں۔ اس کی تحقیق کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے اب لڑائیوں میں پہلے بے قصور عورتیں بچے ہی بم باری سے ہلاک ہوتے ہیں۔ جنگ صرف میدان جنگ میں ہوتی تھی اب ہر بستی ہر گھر میں ہوتی ہے [3] آپ لیثی ہیں ودان اور ابواء میں رہتے تھے۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں وفات پائی۔ [4] یعنی شب خون مار رات کے اندھیرے میں کفار پر حملہ کردینا جائز ہے مگر اس وقت جوان کافروں کے مارنے کی نیت کرو عورتیں بچے اگر اندھیرے میں تمہارے ارادہ کے بغیر مارے جائیں تو تم پر گناہ نہیں کہ وہ بھی کفار کے حکم میں ہیں۔

[5] بہرحال کفار کے عورتوں بچوں کو قتل کی ممانعت ارادۃً قتل سے تھی۔ یہاں اجازت بغیر ارادہ قتل کی ہے لہذا ان احکام میں تعارض نہیں۔ جیسے کفار کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر اس شب خون مارنے میں وہ بھی قتل ہوجائیں، یا کفار مسلمان بچوں یا مسلمانوں کو اپنے آگے رکھ لیں تو ان پر تیر اندازی، گولہ باری جائز ہے۔ مگر کفار کو قتل کرنے کی نیت سے کی جائے، اگرچہ وہ مسلمان بھی اس سے ہلاک ہوجائیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَحَرَّقَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ وَهَانَ عَلٰى سُرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرٌ وَفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَوْنٍ اَنَّ نَافِعًا كَتَبَ اِلَيْهِ يُخْبِرُهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ

نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درخت کٹوائے اور جلوا دیئے[1] اس کے متعلق حضرت حسان کہتے ہیں[2] بنی لوی کے سرداروں پر وہ آگ آسان ہوگئی جو بویرہ میں پھیل گئی[3] اور اسی کے بارے میں یہ آیت اتری کہ تم نے جو درخت کھجور کے کاٹ ڈالے اور یوں ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے وہ اللہ کے حکم سے تھے[4] (بخاری، مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عون سے کہ نافع نے انہیں خبر دیتے ہوئے لکھا کہ حضرت ابن عمر نے انہیں خبر دی کہ

کیونکہ مجاہدین ان وجوہ سے جہاد نہ کریں تو اسلام کی بقا کیونکر ہوگی۔ اس کی مفصل بحث فتح القدیر اور مرقات میں ملاحظہ کرو۔

[1] بنی قریظہ اور بنی نضیر یہود مدینہ کے دو قبیلے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ فرمایا تھا۔ مگر انہوں نے بدعہدی کی ان کی بدعہدی کی وجہ سے غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اس غزوہ سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محلوں کا محاصرہ فرمالیا۔ وہ لوگ اپنے محلوں قلعوں میں گھس کر بیٹھ رہے تھے۔ آخر کار وہ قلعوں سے اترے۔ بنی قریظہ قتل کیے گئے اور بنی نضیر جلاوطن کردئے گئے حضور انور نے بنی نضیر کے نخلستان یا تو اس لیے اجاڑ دیے کہ ان کے مکانات ان باغوں میں گھرے ہوئے تھے۔ راستہ صاف کرنے کو یہ اجاڑے گئے۔ یا اس لیے کہ وہ لوگ اپنے یہ باغ اجڑتے دیکھ کر گھبرا کر باہر نکلیں اور گرفتار کرلیے جائیں۔ اس کا پورا واقعہ قرآن مجید سورہ احزاب شریف میں مذکور ہے۔

[2] حضرت حسان کے پورے حالات ہم مرات جلد اول میں لکھ چکے ہیں کہ آپ حضور کے شاعر اور نعت خوان صحابی ہیں، آپ، آپ کے والد آپ کے دادا، آپ کے پردادا تمام کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں۔ سوائے آپ کے کسی میں عمروں کا یہ اجتماع نہ ہوا۔ [3] بویرہ تصغیر ہے بورہ کی، بو بنی نضیر کے اس باغ کا نام تھا جو اجاڑا گیا۔ سراۃ جمع ہے سری کی بمعنی سردار۔ سری بنا ہے سروۃ سے بمعنی سرداری، لوی لام کے پیش واؤ کے فتحہ سے قریش کے اجداد میں سے ایک دادا کا نام ہے۔ یعنی قریش پر یہ سخت آگ آسان ہوگئی کہ انہوں نے بہ آسانی اس باغ کو جلتے ہوئے دیکھ لیا یا سن لیا۔ اور کچھ نہ کرسکے۔ حالانکہ عربوں کو کھجوروں کے باغ بڑے پیارے ہیں۔ وہ ان کا جل جانا، کٹ جانا کسی طرح گوارہ نہیں کرتے۔ مگر اس وقت بے بس تھے کچھ نہ کرسکے۔ [4] اس باغ کے اجاڑنے پر بعض کفار بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فساد سے منع فرماتے ہیں اور خود ہی فساد کی اجازت دیتے ہیں۔ باغ اجاڑنے سے بڑھ کر فساد کون سا ہوسکتا ہے۔ تب ان کے جواب میں یہ آیۂ کریمہ اتری۔ جس میں فرمایا کہ میرے محبوب اور ان کے صحابہ نے یہ جو کچھ کیا ہمارے حکم سے کیا، ہم ان کے اس عمل سے راضی اور خوش ہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے کرم خداوندی حضور کے صحابہ پر کہ کام ہے صحابہ کا، نام ہے رب کا۔

شعر

سنگریزہ می زند دستِ جناب ÷ مارمیت از رمیت آید خطاب

تا ابد گر شرح ایں معضل کنم ÷ جز تحیر ہیچ نہ بود حاصلم

اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ غَارِّيْنَ فِيْ نَعَمِهِمْ بِالْمُرَيْسِيْعِ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَحَدِيْثُ سَعْدٍ هَلْ تُنْصَرُوْنَ سَنَذْكُرُ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر حملہ فرمایا جب کہ وہ مقام مریسیع میں اپنے جانوروں میں مشغول وغافل تھے[1] تو لڑنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قید کیا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابی اسید سے[3] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا جب کہ ہم نے قریش کے مقابل صفیں باندھیں اور انہوں نے ہمارے مقابل صف آرائی کی کہ جب تم سے قریب ہوں تم تیر لو[4] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ تم سے قریب ہوں تو انہیں تیر مارو اور اپنے تیر باقی رکھو[5] (بخاری) اور حضرت سعد کی حدیث هَلْ تُنْصَرُوْنَ الخ باب فضل فقراء میں ہم بیان کریں گے اور حضرت براء کی حدیث

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے باغوں، مکانوں کا اجاڑ دینا جائز ہے جب ان میں مصلحت ہو کہ اس کے بغیر فتح نہ ہوسکے۔ اگر اس کے بغیر فتح ممکن ہو تو یہ کام ہرگز نہ کیے جائیں کہ بعد فتح یہ سب چیزیں مسلمانوں کی ملک ہوں گی ۵ آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں عالم ہیں آپ کے والد کا نام یا عون ہے نون سے یا عوف ہے ف سے نون سے عون زیادہ مشہور ہیں۔

۱؎ بنی مصطلق قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان ہے۔ مریسیع مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے حضرت عبداللہ ابن عون نے جناب نافع سے پوچھا تھا کہ کیا جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا واجب ہے یا ان پر اچانک حملہ کردینا بھی جائز ہے جب کہ وہ بالکل بےخبر ہوں۔ تب حضرت نافع نے یہ حدیث انہیں لکھ بھیجی جس سے معلوم ہورہا ہے کہ اول اسلام میں جہاد سے پہلے تبلیغ واجب تھی پھر یہ حکم نہ رہا۔ دیکھو حضور انور نے بنی مصطلق پر اچانک حملہ فرمایا۔ اس غزوہ میں حضرت جویریہ بنت حارث گرفتار ہوکر آئیں جنہیں آزاد فرماکر حضور نے ان سے نکاح کیا۔ رضی اللہ عنہما۔

۲؎ یعنی مجبور و معذور و بے قصور بچوں، بوڑھوں، دیوانوں، بے بس عورتوں وغیرہم کو قیدی بنالیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غافل کفار پر اچانک حملہ کردینا جائز ہے ان کا مال غنیمت لوٹنا ان کے جوان جنگجو لوگوں کو قتل کرنا، ان کے بچوں عورتوں کو لونڈی غلام بنانا جائز ہے

۳؎ آپ مالک ابن ربیعہ انصاری ساعدی ہیں (اشعہ) تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ اٹھتر سال کی عمر پائی ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے بہت حضرات نے احادیث نقل کیں۔ ۴؎ یعنی جب کفار قریش تم سے اتنے قریب ہوجائیں کہ تمہارے تیر ان تک پہنچ سکیں تو تیر استعمال کرو۔ بہت دور ہوں تو استعمال نہ کرنا کہ اس میں تیر ضائع ہوجائیں گے۔ سہم درمیانی تیر کو کہتے ہیں، بہت لمبے تیر کو

بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا أَنِّي بَابِ الْمُعْجِزَاتِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَبَّانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَيْلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنِ الْمُهَلَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ بَيَّتَكُمُ الْعَدُوُّ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حٰمٓ لَا تُبْصِرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ. وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ عَبْدُ اللهِ وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱؎ انشاء اللہ باب المعجزات میں ہم بیان کریں گے۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے فرماتے ہیں کہ بدر میں رات کے وقت ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت مہلب سے ۳؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تمہارا نشان ۴؎ حم لاتبصرون ہو ۵؎ ترمذی ابوداؤد روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ مہاجرین کا نشان عبداللہ اور انصار کا نشان

تشاب کہا جاتا ہے۔ کشب کے معنی ہیں قریب (مرقات واشعہ) ۵؎ یعنی سارے تیر استعمال کرکے خود خالی نہ ہو جاؤ کہ کیا خبر کب تیروں کی ضرورت پڑ جاوے۔ اب بھی لڑائیوں میں ان دونوں قانون پر عمل ہوتا ہے کہ دشمن زد میں ہو جاوے تب گولہ باری کی جاتی ہے اور سارے گولے خرچ نہیں کردیے جاتے۔ سامان جنگ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ۱؎ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں۔ ہم مناسبت کا خیال کرتے ہوئے پہلی حدیث تو باب الفقراء میں بیان کریں گے اور دوسری حدیث باب المعجزات میں۔ ۲؎ جب صبح کو جنگ بدر ہونے والی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہم لوگوں کو مقامات پر مقرر کیا۔ سامان جنگ استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا، ترتیب دیا غرضیکہ جنگی ضروریات پر ہم کو واقف فرمایا۔ عبأ کے معنی ہیں لشکر جمع کرنا اور لشکر کو تیار کرنا ۳؎ مہلب میم کے پیش لام کے شد سے، آپ مہلب ابن صفرہ ازدی ہیں تابعی ہیں۔ فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے، عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۸۳ھ ہجری میں علاقہ خراسان میں مقام مرد میں انتقال ہوا، بصرہ میں قیام رہا، خوارج سے آپ کی بہت لڑائیاں ہوئیں، حضرت سمرہ اور ابن عمر سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم۔ لہذا یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ اس میں صحابی سے روایت نہیں۔ تابعی نے کہا ہے کہ حضور نے یہ فرمایا ۴؎ شعار بنا ہے شعر سے، اسی سے ہے شعور بمعنی پہچان، علامت، نشان۔ شب خون مارتے وقت اندھیرے کی وجہ سے اپنے پرائے کی پہچان نہیں ہوتی، اس لیے ہم بھی اور دشمن کی فوج بھی اپنے اپنے لیے کوئی نشان مقرر کرلیتے تھے تاکہ ہمارے ہاتھوں اپنا ہی آدمی دھوکے سے نہ مارا جائے۔ وہ نشان کچھ الفاظ مقرر ہوتے تھے جیسے لڑتے وقت بولتے جاتے تھے ان الفاظ کو شعار اس زمانہ میں کوڈورڈ کہتے تھے۔ یہ تعلیم غزوۂ خندق کے موقعہ پر ہوئی تھی (مرقات) ۵؎ حٰمٓ آیۃ قرآنیہ ہے جو بعض سورتوں کے اول میں ہے یا اللہ تعالٰی کا نام ہے اور لاینصرون دعائیہ کلمہ ہے۔ یعنی حٰمٓ کی برکت سے کفار بے مددگار رہیں یا اے الہ العالمین کفار کو بے یار کردے ۶؎

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ اَمِتْ اَمِتْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ

عبدالرحمٰن تھا[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر صدیق کے ساتھ جہاد کیا[2] تو ہم نے ان پر شب خون مارا ہم انہیں قتل کرتے تھے اور اس رات ہمارا نشان تھا اَمِت اَمِت[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قیس ابن عبادہ سے[4] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنگ کے وقت شور ناپسند کرتے تھے[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مشرکوں کے بڈھوں کو قتل کرو[6] اور ان سے

ان پر فتح نصیب فرمایا اے اللہ سات حٰمٓ والی سورتوں کے صدقہ سے کفار بے مددگار بنادے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حٰمٓ والی سورتیں بہت شاندار ہیں۔ خیال رہے کہ حٰمٓ میں دو حرف ہیں ح اور میم۔ ح ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں ح ہے جیسے حمید۔ حنان۔ حکیم۔ حلیم۔ حنان۔ حی اور میم سے ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے۔ جیسے مجید۔ منان۔ مالک۔ ملک۔ مقتدر۔ مومن۔ مہیمن وغیرہ۔ اس حٰمٓ سے ان تمام اسماء الٰہیہ کی توسل سے دعا ہوگئی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر مہاجرین کا شعار یا خیل اللہ تھا تو یہ شعار انصار کا ہوگا (مرقات)

[1] یہ واقعہ کسی اور جہاد میں ہے۔ علاوہ غزوہ خندق کے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ علیحدہ علیحدہ شعار الگ الگ جماعتوں کی پہچان کے لئے ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مہاجرین افضل ہیں حضرات انصار سے کہ ان کا شعار عبداللہ ہوا جس میں رب تعالٰی کا اسم ذات ہے اور انصار کا شعار عبدالرحمٰن ہے جس میں رب تعالٰی کا صفاتی نام ہے۔

[2] یہ پتہ نہ لگا کہ یہ واقعہ کس جہاد میں ہوا۔ بہرحال زمانہ پاک نبوی میں جہاد ہے مگر حضور سرکار عالی بنفس نفیس اس میں تشریف نہیں لے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار اعظم ہیں [3] یہ بھی دعا ہے۔ امت کے معنی ہیں موت دے یعنی یا اللہ العالمین کفار کو ہمارے ہاتھوں موت دے کہ ہلاک فرمادے یا مغلوب کردے یا کفر کو موت دے کہ یہ کفار مسلمان ہوجائیں؛ کفر غارت ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس میں خطاب سامنے والے غازی مسلمان سے ہو یعنی اے بہادر غازی مار مار بہادری کر [4] تابعی ہیں بصری ہیں۔ بہت عابد و زاہد تھے حضرت علی۔ ابی ابن کعب۔ عبداللہ ابن سلام سے ملاقات ہے۔

شَرْخَهُمْ اَیْ صِبْیَانَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ عَهِدَ اِلَیَّ قَالَ اَغِرْ عَلٰی اُبْنٰی صَبَاحًا وَحَرِّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ

چھوٹوں یعنی بچوں کو زندہ چھوڑ دو ۱ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عروہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا فرمایا۔ اُبنٰی پر جہاد کرو صبح کے وقت ۳ اور آگ لگا دو ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو اسید سے

خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں۔ مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ چھپا ہوا رافضی تھا۔ واللہ اعلم بہرحال مشکوک ہے ۵ ذکر اللہ کے سوا اور باتوں کا شور ناپسند تھا اس زمانہ میں لوگ اپنی شیخی بہادری کے گیت گاتے ہوئے جنگ کیا کرتے تھے۔ اس کو حضرات صحابہ ناپسند کرتے تھے ایسے وقت اللہ کا ذکر چاہیے کہ اگر شہادت ہو تو اللہ کے ذکر پر (مرقات واشعہ) ۶ یہاں بڈھوں سے مراد وہ بڈھے ہیں جو یا تو مسلمانوں کے مقابل جنگ کر رہے ہوں۔ یا لڑنے والوں کی پشت پناہی کرتے ہوں یا انہیں لڑا رہے ہوں۔ بہرحال جنگ میں حصہ لیتے ہوں۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کافر بوڑھوں کے قتل سے ممانعت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں شیوخ سے مراد جنگی تدبیر رکھنے والے جوان ہیں۔ یعنی جو عمر میں جوان ہوں تدبیر و عقل تجربہ میں بڈھے کیونکہ اس کے مقابل بچوں کا ذکر آ رہا ہے ۱ یہ تفسیر یا صحابی سمرہ ابن جندب کی ہے یا کسی راوی حدیث کی یا خود صاحب مصابیح کی شرخ شین کے پیش ر کے فتح سے جمع ہے شارخ کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی۔ شرخ کے معنی ہیں لڑکپن یا شروع جوانی، چھوڑنے سے مراد ہے انہیں قتل نہ کرنا بلکہ قید کر لینا تاکہ انہیں غلام بنا لیا جائے یا کسی وجہ سے انہیں آزاد کر دیا جائے۔ غرضیکہ اس چھوڑنے میں بہت مصلحت ہے۔ ۲ عروہ سے مراد عروہ ابن زبیر تابعی ہیں اور اسامہ سے مراد حضرت اسامہ ابن زید ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب صحابی ہیں حضرت زید ابن حارثہ کے بیٹے۔ خیال رہے کہ عروہ ابن زبیر کی ولادت ۲۲ھ بائیس میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں سے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ آپ کا باغ و کنواں و مسجد مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ فقیر نے اس کنوئیں کا پانی بھی پیا ہے۔ وہاں مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے۔ بیر عروہ اور مسجد عروہ کے نام سے مشہور ہے ۳ اَغِرْ ہمزہ کے فتحہ اور غین کے کسرہ سے اغارۃ کا امر ہے۔ یعنی حملہ کرو۔ بعض نسخوں میں اُغْزُ ہے غزوٌ کا امر مگر پہلا نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ اُبنٰی فلسطین کی ایک بستی ہے جو عسقلان اور رملہ کے درمیان واقع ہے اسے یُبنٰی بھی کہتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اُبنا ایک قبیلہ کا نام ہے اس نام سے وہ بستی ابنا کہلاتی ہے۔ صبح کے وقت عموماً کفار غافل ہوتے ہیں اور وہ وقت مبارک بھی ہے۔ اس لیے اس وقت حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کہ اس وقت حملہ کرنے میں خونریزی کم ہوگی اور فتح بہ آسانی میسر ہو جائے گی ۴ یعنی ابنٰی والوں کی کھیتیاں باغات جلا دو۔ تاکہ وہ گھبرا کر جلد گھروں سے نکل پڑیں۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو ان کے گھروں میں آگ لگا دو۔ کیونکہ کبھی کفار کے گھروں کی پناہ گاہ بلکہ ان کے مورچے بن جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعض حالات میں ان کے جانور بھی ذبح کر کے ان کے گوشت جلا دیے جائیں جبکہ ہم انہیں لا نہ سکیں تاکہ وہ کفار کے کام کے نہ رہیں بلکہ اگر حالات جنگ مسلمانوں کے خلاف ہوں اور اپنا سامان بھی غازی لوگ وہاں سے نہ لا سکیں تو اسے بھی آگ لگا کر فنا کر دیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جب جنگ کا حال بگڑتے دیکھا تو خود اپنا گھوڑا ہلاک کر دیا تاکہ دشمن کے کام نہ آوے۔ ہاں زندہ جانور یں

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوْفَ حَتّٰى يَغْشُوْكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنْ رِيَاحِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ اُنْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَاَةٍ قَتِيْلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلٰى

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ جب کفار تم سے قریب ہوں تو ان پر تیر چلاؤ۔ اور تلواریں نہ سونتو حتی کہ وہ تم سے قریب تر ہو جائیں ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ریاح ابن ربیع سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے تو حضور نے لوگوں کو کسی چیز پر جمع دیکھا ۳؎ تو حضور نے بھی ایک شخص کو فرمایا دیکھو یہ لوگ کس چیز پر جمع ہوئے ہیں وہ آیا بولا ایک مقتولہ عورت پر ۴؎ تو فرمایا کہ یہ عورت تو جنگ نہ کرتی تھی ۵؎ اور

کو جلانا حرام ہے کہ یہ آگ کا عذاب ہے جو رب تعالٰی ہی دے گا۔ حضرت عثمان ابن حبان فرماتے ہیں کہ میں جناب ام الدرداء کے پاس تھا کہ میں نے ایک زندہ کھٹمل کو آگ میں ڈال دیا تو آپ بولیں کہ حضرت ابوالدرداء فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو زندہ آگ میں جلانے سے منع فرمایا (مرقات) آجکل تو جنگ ہے آگ کی کہ بم باری سے شہر و بستیاں جلادی جاتی ہیں۔ رب تعالٰی محفوظ رکھے اسلام کے اس حکم پر اعتراض کرنے والے آج کی جنگوں کو دیکھیں۔

۱؎ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ جب تک کفار تیر کی زد میں ہوں تب تک تلواریں نہ سونتو کہ بیکار ہے اور ایک ہاتھ تلوار سے بلاوجہ گھر جائے گا۔ جب تلوار کی زد میں آجائیں تب تیر بے کار ہیں اب تیرے ہاتھ نہ گھیرو۔ تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑو۔ ۲؎ ریاح ر کے فتحہ سے اور ب سے ہے آپ صحابی اسدی ہیں۔ حضرت حنظلہ کاتب کے بھائی ہیں۔ آپ سے ابوداؤد و نسائی نے صرف یہ ہی ایک حدیث نقل کی (اشعہ)

۳؎ غالبًا جہاد ختم ہو چکا تھا یا کچھ دیر کے لیے جنگ بند ہوئی تھی ورنہ عین جنگ میں لوگ کسی جگہ اس طرح جمع نہیں ہوا کرتے۔

۴؎ یعنی کافرہ عورت مسلمان غازیوں کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے۔ اس کی نعش پر لوگ جمع ہیں۔ خیال رہے کہ لفظ قتیل مذکر مؤنث دونوں کے لیے بولا جاسکتا ہے۔ یہاں مؤنث کے لیے بولا گیا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کافرہ عورت کا احترام یا پردہ نہ زندگی میں ہے۔ نہ بعد موت۔ لہذا اس کی نعش اجنبی مسلمان مرد دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ان صحابہ نے اس عورت کی نعش کو کیوں دیکھا۔

۵؎ یعنی یہ عورت نہ تو کفار کی ملکہ تھی نہ سپہ سالار، نہ مردوں کے دوش بدوش لڑنے والی۔ پھر اسے کیوں قتل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت ملکہ یا لڑوانے والی یا مسلمانوں سے لڑنے والی ہو تو اسے ضرور قتل کیا جائے۔ یہ عورت اپنے خاوند یا دوسروں کی خدمت کے لیے آئی ہوگی۔

الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلَنَّ امْرَاَةً وَّلَا عَسِيْفًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَّلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَّلَا امْرَاَةً وَّلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

مقدمہ پر خالد ابن ولید تھے تو حضور نے ایک شخص کو بھیجا فرمایا خالد سے کہو کہ تو کسی عورت کو قتل کریں نہ مزدور کو لے (ابوداؤد) ۲ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ چلو اللہ کے نام پر اللہ کی مدد پر رسول اللہ کے دین پر کسی قریب موت بڈھے کو قتل نہ کرو ۴ نہ چھوٹے بچے کو ۵ نہ عورت کو اور خیانت نہ کرنا اپنی غنیمتیں ملالینا ۶ اصلاح اور بھلائی کرنا ۷ کیونکہ اللہ بھلائی والوں سے محبت کرتا ہے ۸ (ابوداؤد)

۱ عورت و مزدور سے مراد وہ ہی ہے جو جنگ میں حصہ نہ لیتے ہوں۔ فوج یا کسی فوجی کی خدمت کے لیے آئے ہوں۔ ان کی علامت یہ ہوتی ہوگی کہ ان پر سامان جنگ نہ ہوگا اور خدمت کے اسباب یا علامت ہوں گے۔ سبحان اللہ اسلام میں کیسا عدل و انصاف ہے کہ لڑتے وقت بھی عدل کو ہاتھ سے نہیں دیتے ۲ اس حدیث کو نسائی۔ ابن ماجہ۔ احمد۔ ابن حبان۔ حاکم نے بھی کچھ فرق سے نقل فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم بخاری کی شرط پر ہے (مرقات) ۳ یعنی ایک بار حضور انور نے صحابہ کرام کو جہاد کے لئے بھیجا انہیں رخصت فرماتے وقت یہ دعائیں اور نصیحتیں کیں ۴ بڈھے سے مراد وہ ہی بڈھا ہے جو جنگجو کفار کو جنگی تدبیریں نہ بتاتا ہو ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی جنگ میں زید ابن صمہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ زید ابن صمہ کی عمر اسوقت ایک سو بیس سال تھی کیونکہ وہ لڑ رہا تھا (مرقات) ۵ بچہ سے مراد نابالغ بچہ ہے یہاں بھی یہ ہی قید ہے کہ بچہ نہ تو کفار کا بادشاہ ہو نہ جرنیل وغیرہ نہ سپاہی بلکہ جنگ سے بے تعلق ہو ۶ یعنی ہر غازی اپنی حاصل کردہ غنیمت علیحدہ نہ رکھے بلکہ لاکر سپہ سالار کے سپرد کردے آپس میں ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرے۔ مجاہدوں کی جان ایک ہو جسم الگ الگ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ہر وقت ہی بُرا ہے مگر ایسی حالت میں بہت خطرناک ہے ۷ فقہاء فرماتے ہیں کہ کفار کے بچے، دیوانے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے۔ ان کے پنڈت جوگی جو جنگ سے بے تعلق ہوں قتل نہ کیے جائیں۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے شام پر لشکر کشی کی جس کے سپہ سالار یزید ابن ابوسفیان تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے یزید میں تم کو دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی بچہ کو۔ عورت کو۔ بڈھے کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ گائے بکری کو ذبح نہ کرنا مگر کھانے کے لیے۔ آبادی کو نہ جلانا نہ ویران کرنا۔ قیدی کفار کے اہل قرابت کو جدا نہ کرنا۔ بزدلی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا (مرقات) موجودہ کفار اس فرمان صدیق میں غور کریں اور آج کل کی وحشیانہ جنگوں کو دیکھیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ تَقَدَّمَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَاَخُوْهُ فَنَادٰى مَنْ يُّبَارِزُ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ لَنَا فِيْكُمْ اِنَّمَا اَرَدْنَا بَنِيْ عَمِّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَاَقْبَلَ حَمْزَةُ اِلٰى عُتْبَةَ وَاَقْبَلْتُ اِلٰى شَيْبَةَ وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيْدِ ضَرْبَتَانِ فَاَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيْدِ فَقَتَلْنَاهُ وَاحْتَمَلْنَا

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں جب بدر کا دن تھا تو عتبہ آگے بڑھا اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کے دونوں بھائی تھے ۱ پکارا کہ کوئی مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے مقابلہ میں انصاری جوانوں نے جواب دیا ۲ وہ بولا تم لوگ کون ہو انہوں نے بتایا تو بولا ہم کو تمہاری ضرورت نہیں۔ ہم تو اپنے چچازادوں کو چاہتے ہیں ۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے حمزہ اٹھو، اے علی کھڑے ہو، اے عبیدہ ابن حارث اٹھو ۴ چنانچہ حمزہ تو عتبہ کی طرف آئے اور میں شیبہ کی طرف گیا ۵ اور عبیدہ اور ولید کے درمیان دو چوٹیں ہوئیں ۶ تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقابل کو ٹھنڈا کردیا ۷ پھر ہم ولید پر ٹوٹ پڑے۔ اسے ہم نے قتل کیا۔ اور ہم

۱ یعنی گھمسان کی جنگ سے پہلے مبارزت کی جنگ اس طرح شروع ہوئی کہ عتبہ ابن ربیعہ اس کا بیٹا ولید ابن عتبہ اور عتبہ کا بھائی شیبہ ابن ربیعہ کفار کی صف سے میدان میں آئے اور مسلمانوں سے اپنا مقابل مانگا اس زمانہ میں جماعتی جنگ سے پہلے شخصی جنگ ہوتی تھی ۲ اس طرح کہ مسلمانوں میں سے تین انصاری نوجوان اسکے مقابل پہنچے انتداب کے معنی ہیں دعوت جنگ قبول کرنا ۳ یعنی تم سے لڑنا میری توہین ہے۔ ہمارے مقابل مہاجرین مکہ قرشی جوانوں کو بھیجو تاکہ قرشی کا مقابلہ قرشی سے ہو ۴ حارث ابن عبدالمطلب حضور کے چچا ہیں، عبیدہ اُن کے بیٹے، حارث ایمان نہ لائے، مگر عبیدہ شروع میں ہی اسلام لائے۔ دار ارقم میں حضور کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی۔ عبیدہ عمر میں حضور سے زیادہ تھے۔ اس وقت بوڑھے تھے۔

۵ ابوداؤد، شرح سنہ میں، بلکہ مصابیح کے بعض نسخوں میں یہ زیادتی ہے کہ حمزہ نے تو عتبہ کو قتل کردیا اور میں نے شیبہ کو قتل کردیا بہر حال ان دونوں صاحبوں نے اپنے حریفوں کو دوزخ میں پہنچادیا کیوں نہ ہوتا کہ یہ دونوں اللہ کے شیر تھے۔ شیر کے مقابل بھیڑ کہاں ٹھہرے ۶ اس طرح کہ عبیدہ نے ولید پر تلوار کا وار کیا جو اسے زخمی کرگیا اور ولید نے عبیدہ کو زخمی کردیا۔ دو طرف وار بھرپور ہوئے ۷ یہاں ٹھنڈا کرنے سے مراد موت نہیں بلکہ زخموں سے چور کرکے ضعیف و کمزور کردینا ہے۔ یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کو پہنچائے ہوئے زخموں سے چور ہوکر نڈھال ہوگئے۔

عُبَيْدَةَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَأَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاخْتَفَيْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا ثُمَّ أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ قَالَ بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَأَنَا فِئَتُكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوُدَ نَحْوَهُ وَقَالَ لَا بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ قَالَ

عبیدہ کو اٹھالائے [1] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو لوگ پھر گئے پورا پھرنا [2] پھر ہم مدینہ پہنچے تو وہاں چھپ گئے۔ اور ہم نے سوچا کہ ہم تو ہلاک ہوگئے [3] ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم تو بھگوڑے ہیں [4] فرمایا بلکہ تم پلٹنے والے ہو اور میں تمہاری پناہ [5] ہوں (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے اور فرمایا نہیں بلکہ تم پلٹنے والے ہو فرماتے ہیں

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں شخصی جنگ (مبارزہ) اپنے حریف کے سوا دوسرے پر حملہ کردینا بھی جائز ہے۔ امام مالک و شافعی کے ہاں تو مطلقًا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ہاں امام کی اجازت سے جائز ہے۔ یہی امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ یہاں حضرت حمزہ و علی کا ولید پر ٹوٹ پڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے ہوا ہوگا۔ خیال رہے کہ کتب تواریخ میں ہے کہ حضرت علی ولید کے مقابل گئے تھے۔ جناب علی بھی جوان تھے اور ولید بھی، شیبہ اور عتبہ بوڑھے تھے۔ ادھر حضرت حمزہ اور عبیدہ بوڑھے تھے (مرقات) [2] ظاہر یہ ہے کہ یہاں ناس سے مراد یہی مجاہد غازی صحابہ ہیں۔ اور حیص کے معنی ہیں میدان جنگ سے واپس آجانا بغیر کامیاب ہوئے اور ہوسکتا ہے کہ ناس سے مراد کفار ہوں اور حیص کے معنی ہوں ان کا مسلمانوں پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا۔ بہرحال حیص کے معنی ہیں پھرنا، مائل ہونا یا کسی سے مائل ہونا۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل نہ کرسکے، کفار کے سخت حملہ کی وجہ سے بغیر جنگ جیتے واپس ہوگئے [3] یہ حضرات سمجھے یہ تھے کہ جہاد سے بھاگ جانا مطلقًا گناہ کبیرہ ہے۔ خواہ بزدلی کی وجہ سے ہو یا سخت مجبوری کی وجہ، حالانکہ مجبورًا بھاگنا گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ ایسی شدت میں جان دے دینا افضل ہے، جان بچاکر بھاگ جانا گناہ نہیں۔ اس خیال سے یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی ہمت نہ کرسکے شرمندگی کی وجہ سے۔ خیال رہے کہ یہ شرمندگی رب کو بڑی پیاری ہے [4] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے مدینہ منورہ پہنچنے کا دن اور اتنے روز تک حاضر بارگاہ نہ ہونے کا سبب پوچھا ہوگا۔ تب ان حضرات نے یہ عرض کیا کہ ہم کس منہ سے حضور کے سامنے آتے، ہم کرکے ہی کیا آئے تھے۔ مسلمانوں خیال رکھو کہ ہم کو بھی قبر و حشر میں اللہ رسول کے سامنے پیش ہونا ہے ہم بھلا کس منہ سے وہاں جائیں گے ہم نے کیا کیا ہے، اللہ تعالٰی بے ڈھنگوں، بے رنگوں کی لاج رکھے بے پوچھے ہی بخشے۔ شعر

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب ؛ بخش بے پوچھے میرے سارے گناہ اے کردگار

[5] عکار بنا ہے عکر سے بمعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا، عکار مبالغہ ہے جیسے کرار فئۃ اس لشکر کا وہ حصہ یا وہ سردار جس کی طرف پناہ لی جائے۔ رب تعالٰی فرماتا:

فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا یَدَہٗ فَقَالَ اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ اُمَیَّةَ ابْنِ عَبْدِ اللہِ کَانَ یَسْتَفْتِحُ وَحَدِیْثَ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فِیْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی، اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِیْقَ عَلٰی اَھْلِ

توہم قریب ہوئے ہم نے حضور کے ہاتھ چومے[1] پھر فرمایا میں مسلمانوں کی پناہ ہوں[2] اور ہم امیہ ابن عبداللہ کی حدیث کہ کان یستفتح اور ابوالدرداء کی حدیث کہ مجھے اپنے کمزوروں میں ڈھونڈو۔ انشاء اللہ باب فضل فقراء میں بیان کریں گے[3] تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ثوبان ابن یزید سے[4] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر گوپھن نصب فرمایا

ہے اومتحیزًا الی فئة مطلب یہ ہے کہ تم بھگوڑے نہیں بلکہ کفار پر لیٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے شیر ہو تمہارا میرے پاس آنا بھگوڑا پن نہیں ہے بلکہ اپنی پناہ کے پاس آنا ہے تاکہ پھر تازہ دم ہو کر دوبارہ کفار پر حملہ کرو۔ میں تمہاری پناہ، تمہاری قوت تمہاری طاقت ہوں۔ شعر۔

مجھ سے بے بس کی طاقت پہ دائم درود ∴ مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

اگر شکاری کی طرف سے شیر پلٹ جائے تو بزدلی کے لئے نہیں پلٹتا بلکہ دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پلٹا کھاتا ہے۔ تم شیر ہو میں تمہاری پناہ۔ یارسول اللہ ہم گنہگاروں پر ایسے ہی الطاف کریمانہ فرمانا۔ آپ کے سوا ہماری کوئی پناہ نہیں۔ شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ∴ ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

[1] یہ سمجھ کر ہم کیا سمجھے تھے اور حضور نے کیا بشارت دی۔ ہم ہم ہیں وہ وہ ہی ہیں۔ اس کرم کو دیکھ کر ہم۔ بے ساختہ حضور کے ہاتھوں پر ٹوٹ پڑے جن ہاتھوں کا سہارا دونوں جہان کو ہے اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

[2] یعنی فئة یعنی پناہ مطلق ہے جس سے عموم حاصل ہوا یعنی میں اپنی امت کی پناہ ہوں ہر مصیبت میں کوئی مصیبت پڑے میری پناہ لیں۔ دین و دنیا کی آفت و بلا میں حضور سہارا ہیں، حضور پناہ ہیں تاقیامت ہر مسلمان کی۔ شعر

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ ∴ تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

[3] یعنی وہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں، ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے علیحدہ علیحدہ ان دو بابوں میں ذکر کی ہیں [4] حق یہ ہے کہ ثور ابن یزید ہیں کیونکہ ثوبان ابن یزید صحابہ، تابعین میں کسی کا نام نہیں، بعض نسخوں میں صرف ثوبان ہے وہ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں مگر ان کے والد کا نام یزید نہیں۔ ثور ابن یزید کلاعی شامی حمصی ہیں، تابعی ہیں، حضرت خالد ابن معدان سے ملاقات ہے ۱۵۵ھ ایک سو پچپن ہجری میں وفات پائی (مرقات)

[5] یعنی حضور انور نے غزوۂ طائف میں طائف کے کنارہ پر گوپھن (گھونی) نصب فرمائی تاکہ اس میں پتھر رکھ کر طائف پر پتھروں کی گولہ باری کی جائے۔ بڑی گوپھن

الطَّائِفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا • بَابُ حُكْمِ الْأُسَرَاءِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ وَفِي رِوَايَةٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ترمذی۔ مرسلاً، لہ باب قیدیوں کا حکم ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ اس قوم سے خوش ہوتا ہے جو پابجولان جنت میں داخل ہوتے ہیں ۳ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کی طرف زنجیروں میں کھینچ کر لائے جاتے ہیں ۴ بخاری، روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آیا جب کہ حضور سفر میں تھے تو حضور کے صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا پھر چل دیا ۵ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سے قلعہ کی دیواریں تک توڑدی جاتی تھیں۔ طائف کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے فقیر نے طائف کی زیارت کی ہے وہاں حضرت عبداللہ ابن عباس کا مزار پرانوار ہے۔

لہ چونکہ ثور ابن یزید تابعی ہیں۔ انہوں نے صحابی کا نام لیا نہیں۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہوئی۔ خیال رہے کہ طائف کے معنی ہیں گھومنے والا چونکہ طائف کا راستہ پیچ دار ہے کہ مکہ معظمہ سے طائف جانے والا گھومتا گھومتا گھماتا ہوا جاتا ہے۔ نیز یہ زمین پہلے ملک شام میں تھی۔ رب تعالٰی نے وہاں سے منتقل فرماکر اسے بیت اللہ کا طواف کراکر یہاں رکھی دعا ابراہیم کی وجہ۔ نیز یہ سرزمین عرصہ تک پانی پر گردش کرتی رہی طوفان نوح میں۔ ان وجوہ سے اسے طائف کہتے ہیں۔ بڑی سرسبز ہے آب وہوا بہت اچھی (مرقات) **۲** اسرا الف کے فتح سین کے جزم سے جمع اسیر کی یعنی قیدی یہ جمع قلت ہے اور اُساریٰ جمع کثرت چونکہ جہاد میں کبھی کفار قید ہوکر بھی آتے ہیں۔ اسی لیے کتاب الجہاد میں اس کا ذکر ہوا **۳** اس طرح کہ جنگ میں گرفتار ہوکر آتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کے اخلاق عبادات سے اثر لے کر مسلمان ہوجاتے ہیں۔ پھر رب تعالٰی انہیں حسن خاتمہ نصیب فرماکر جنت میں داخل فرمادیتا ہے۔ یہ اسیری اُن کی دوزخ سے رہائی جنت میں داخلہ کا ذریعہ بن جاتی ہے **۴** سرکار کا یہ فرمان عالی بدر کے قیدیوں کو ملاحظہ فرماکر تھا کہ وہ تمام ہی مسلمان بلکہ مسلمان گر ہوگئے۔ حضرت عباس حضرت ابوالعاص وغیرہم اسی دن ہی ایمان لے آئے تھے۔ اگرچہ بعض نے اظہار ایمان فتح مکہ کے دن کیا۔ غرضیکہ ان کے لئے یہ قید و بند اللہ کی رحمت ہوگئی (ازاشعہ) اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئیں۔ بعض لوگ دنیاوی مصیبتیں دیکھ پاکر توبہ کرکے جنتی ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ مصیبتیں زنجیریں ہیں جن کے ذریعے رب انہیں جنت کی طرف کھینچتا ہے۔

۵ یعنی مسلمانوں کے حالات دیکھ کر ان کے آئندہ ارادے معلوم کرکے ان کی باتیں سن کر مشرکوں کی طرف مخبری کرنے روانہ ہوگیا۔

وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَنِیْ سَلَبَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ فَبَیْنَا نَحْنُ نَتَضَحّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی جَمَلٍ اَحْمَرَ فَاَنَاخَهٗ وَجَعَلَ یَنْظُرُ وَفِیْنَا ضَعْفَةٌ وَرِقَّةٌ مِّنَ الظَّهْرِ وَبَعْضُنَا مُشَاةٌ اِذْ خَرَجَ یَشْتَدُّ فَاَتٰی جَمَلَهٗ فَاَثَارَهٗ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ فَخَرَجْتُ اَشْتَدُّ حَتّٰی اَخَذْتُ بِخِطَامٍ فَاَنَخْتُهٗ

اسے تلاش کرو اور اسے قتل کردو[1] میں نے قتل کردیا تو حضور نے اس کا سامان مجھے بخش دیا[2] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوازن پر حملہ کیا[3] تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کررہے تھے[4] کہ اچانک ایک شخص سرخ اونٹ پر آیا اسے بٹھا دیا اور تکا دیکھنے اور ہم میں کمزور لوگ تھے اور سواریوں میں کمی تھی[5] اور ہمارے بعض پیدل تھے کہ وہ دوڑتا ہوا نکلا[6] اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اسے اٹھایا اسے لے کر اونٹ دوڑ گیا تو میں دوڑتا ہوا نکلا حتی کہ میں نے مہار پکڑلی۔ میں نے اسے

۱ یہ جاسوس یا تو حربی کافر تھا جو بغیر اجازت دارالاسلام میں گھس آیا تھا یا کوئی ذمی کافر تھا جو حربی کفار کی جاسوسی کی وجہ سے اپنا ذمہ توڑ چکا تھا۔ یہ دونوں قسم کے کفار قتل کے مستحق ہیں۔ آج کل بھی اس پر عمل ہے اگر مسلمان کفار کی جاسوسی کرے تو اسے قتل تو نہ کیا جائے گا مگر اسے سزا ایسی سخت دی جائیگی کہ آئندہ جاسوسی کی ہمت نہ کرے۔ مرقات لیکن اگر کوئی مسلمان کفار کو لشکر اسلام کا پتہ بتائے ان پر گولہ باری کراکر کفار کے ہاتھوں لشکر اسلام کو قتل کرادے تو یقینًا مستحق قتل ہوگا۔ مسلمان کو قتل کرنا، قتل کرانا، قتل کا سبب بننا، مسلم قوم کو تباہ کرنا، ان سب کی سزا قتل ہے **۲** یعنی اس مقتول جاسوس کا سارا سامان، گھوڑا جوڑا، ہتھیار، اس کے جسم کا سونے چاندی کا زیور۔ غرضیکہ ساری چیزیں قاتل یعنی حضرت سلمہ ابن اکوع کو عطا فرمائیں۔ اس مسئلہ کی بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس میں جو آئمہ دین کا اختلاف ہے وہاں ہی مذکور ہوگا۔ ان شاء اللہ یہاں صرف یہ سمجھ لو کہ جہاد میں قاتل کو مقتول کا سامان بغیر خمس نکالے ہوئے دے دینا امام شافعی کے ہاں اسلامی قانون ہے کہ بہرحال دینا ہی پڑے گا۔ اور ہمارے ہاں اگر امام اسکا اعلان کردے تو دینا واجب ہے ورنہ نہیں **۳** اس غزوہ کا نام غزوہ حنین ہے جو فتح مکہ کے بعد ۶ شوال ہفتہ ہی کے دن ہوا۔ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔ ہوازن اس قبیلہ کفار کا نام ہے جو وہاں مسلمانوں کے مقابل تھے۔ پھر یہ مسلمان ہوگئے **۴** تتضحی بنا ہے ضحی سے، بمعنی چاشت۔ اسی لیے چاشت کے وقت کی نماز کو صلوۃ الضحی کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے یہاں اس کے یہی معنی کیے ہیں۔ یعنی ہم نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ مگر قوی یہ ہی ہے کہ یہاں ناشتہ کا کھانا مراد ہے۔ یعنی ہم لشکر والے حضور انور کے ساتھ ناشتہ میں مشغول تھے **۵** ضعفۃ ض کے فتحہ عین کے بھی فتحہ سے جمع ہے۔ ضعیف بمعنی کمزور کی اور

ثُمَّ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَضَرَبْتُ رَأْسَ الرَّجُلِ ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقُودُهُ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسِلَاحُهُ فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ قَالُوا ابْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بٹھالیا پھر میں نے اپنی تلوار سونت لی تو اس کے سر پر ماری لے پھر میں اونٹ ہانک لایا جس پر اس کا سامان اس کے ہتھیار تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگ مجھے سامنے سے ملے تو فرمایا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا لوگوں نے کہا ابن اکوع نے حضور نے فرمایا اس کا سارا سامان انہیں کا ہے ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ نے حضرت سعد ابن معاذ کے حکم پر اترنا چاہا ۳ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا، تو وہ گدھے

رقت کے معنی ہوتے ہیں پتلا پن، غلظ کا مقابل یہاں تنگی و کمی مراد ہے۔ یعنی ہمارے پاس اس زمانہ میں سامان جنگ حتی کہ سواریوں کی بھی کمی تھی اور ہم لوگ جسمانی کمزور بھی تھے ۴ تاکہ ہماری اس کمزوری اور بے سامانی کی خبر ہمارے حریف کافروں کو دے کر انہیں ہمارے مقابلہ پر دلیر کرے ۵ یعنی میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا حتی کہ اس نے اونٹ تک پہنچا۔ آگے ہو کر اس کی مہار پکڑ کر روک لیا۔ اللہ اکبر، یہ ہے اسلامی ہمت۔ آپ نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ میرے مہار کو پکڑتے ہوئے مجھے قتل کر کے بھاگ جائے گا، جو مرد میدان ہتھیلی پر سر رکھ لے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۱ کہ وہ مر گیا، یہ تائید غیبی تھی کہ اس دوران میں اس نے آپ کو شہید نہ کر دیا۔ اس کی ہمت ہی نہ پڑی **من کان للہ کان اللہ لہ** اس سے بھی معلوم ہوا کہ جاسوس کا قتل جائز ہے۔ اور جاسوس کے ثبوت کے لیے صرف علامات ہی کافی ہیں، باقاعدہ گواہیوں کی ضرورت نہیں۔ آج بھی جس کے پاس خبر رسانی کے آلات پائے جاتے ہیں۔ اسے جاسوس مان لیا جاتا ہے ۲ یعنی صرف اس کا لباس ہی نہیں بلکہ ہتھیار، لباس، زیور، سواری، کاٹھی وغیرہ جو کچھ اس مقتول کے پاس تھا سب ان کو دے دو اور اس میں سے خمس بھی لیا جائے۔ یہ ہی ہمارا مذہب ہے کہ قاتل غازی کو کافر مقتول کا سارا مال دیا جائے۔ اس میں خمس نہیں ۳ یہ واقعہ شوال ۵ھ پانچ ہجری کا ہے کہ یہود مدینہ بنی قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بدعہدی کر کے مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا جس کی وجہ سے غزوہ احزاب یعنی خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالٰی نے ان سب کفار کی تمام تدبیروں کو ایک آندھی کے ذریعہ ختم فرمادیا۔ مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر بحکم خداوندی ان بدعہد یہودیوں بنی قریظہ کا محلہ گھیر لیا۔ یہ لوگ پچیس دن اپنے قلعوں میں محصور رہ کر تنگ آگئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم حضرت سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ وہ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے۔ حضور نے بھی ان کی یہ درخواست قبول فرمائی چونکہ حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور

فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰٓؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَی الذُّرِّیَّةُ

پرسوار آئے[1] جب قریب آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کی طرف اٹھو چلو[2] چنانچہ وہ آئے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم پر اترے ہیں[3] فرمایا کہ میں تو حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو قتل کردیے جائیں[4] اور بچے قید کرلیے جائیں[5]

بنی قریظہ اس کے حلیف تھے زمانہ جاہلیت میں۔ اس لیے انہیں یقین تھا کہ حضرت سعد ہمارے حلیف ہونے کا لحاظ کرکے ہم پر نرمی کریں گے۔ اسی لیے وہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوئے۔ مگر فیصلہ وہ ہوا جو آگے آرہا ہے [1] آپ غزوۂ خندق میں زخمی ہوگئے تھے۔ بیمار تھے اس لیے سواری پر حاضر ہوئے۔ آپ کہیں دور سے نہ آئے تھے اپنے گھر سے ہی آئے تھے جو مدینہ منورہ میں تھا (مرقات) [2] اس میں خطاب ان انصار سے ہے جو حاضر بارگاہ تھے یا سارے حاضرین سے یعنی اپنے ان سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاؤ اور ان کے استقبال و پیشوائی کے لیے جاؤ۔ ابھی حضرت کا خچر دور ہی تھا تب ہی یہ حکم صادر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی آمد پر ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ان کا استقبال کرنا سنت ہے جن احادیث میں تعظیمی قیام سے منع فرمایا گیا ہے وہ وہ ہے کہ سردار بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ یہ ہی جمہور علماء کا مذہب ہے (مرقات و اشعہ) بعض نے کہا کہ یہ قیام تعظیمی نہ تھا بلکہ حضرت سعد بیمار تھے خود اتر کر نہ آسکتے تھے۔ ان کی مدد کے لئے یہ حکم دیا گیا۔ اسی لیے یہاں لام نہ فرمایا اِلٰی ارشاد ہوا۔ مگر یہ توجیہ کمزور ہے ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو انہیں اتارنے کیلئے بھیج دیا جاتا۔ سب کو یہ حکم نہ ہوتا۔ قوموا جمع ہے نیز پھر سیدکم نہ فرمایا جاتا۔ بلکہ مریضکم ارشاد ہوتا۔ سیدکم فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیام سرداری کی وجہ سے تھا نہ کہ بیماری کی وجہ سے۔ چونکہ قیام کے ساتھ استقبال کیلئے آگے بھیجنا بھی تھا اسلئے اِلٰی ارشاد ہوا۔ قیام تعظیمی کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو اور ان شاء اللہ اس کتاب میں باب القیام میں آوے گی [3] یعنی تمہارے فیصلہ پر یہ بنی قریظہ راضی ہیں اور ہم کو بھی منظور ہے۔ لہذا تم فیصلہ کرو معلوم ہوا کہ کسی کو پنچ مقرر کرنا اس سے فیصلہ کرانا سنت سے ثابت ہے۔ [4] جنگ جو سے مراد مطلقًا جوان مرد ہیں خواہ جنگ کرتے ہوں یا کراتے ہوں یا رائے دیتے ہوں اور ذریۃ سے مراد چھوٹے بچے عورتیں ہیں جنہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو (مرقات) خیال رہے کہ ان یہود مدینہ اور کفار و مشرکین میں یہ طے ہوا تھا، کہ مشرکین تو باہر سے مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اور ہم اندرون مدینہ مسلمانوں کو ماریں اور مسلمانوں کو ایسا کچل دیں جیسے چکی میں دانہ، اسی لیے ان کے جوانوں کو مقاتلہ فرمایا گیا۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ غزوہ احزاب میں باقاعدہ قتال ہوا ہی نہ تھا۔ مشرکین تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے، یہود مدینہ ان کی رکاوٹ و حیرانی کی وجہ سے باقاعدہ جنگ نہ کرسکے۔

قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلَكِ وَفِي رِوَايَةٍ بِحُكْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ+ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ

فرمایا تم نے ان کے متعلق فرشتے کا حکم دیا [1] اور ایک روایت میں ہے اللہ کا حکم دیا [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے [3] وہ لوگ بنی حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے جسے ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا۔ یعنی یمامہ والوں کا سردار [4] تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا [5] تو اس کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا تیرے پاس کیا ہے [6] اے ثمامہ۔ وہ بولا اے محمد میرے پاس بھلائی ہے [7] اگر آپ قتل کریں گے تو خون والے کو قتل کریں گے [8] اور اگر آپ احسان کریں تو شکر گزار

[1] فرشتہ سے مراد یا تو جبریل علیہ السلام ہیں یا وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں بطور الہام اچھے خیالات پیدا کرتا ہے [2] یعنی تم نے ایسا حکم دیا جس سے اللہ راضی ہے یا اللہ تعالٰی نے بذریعہ فرشتہ تمہارے دل میں یہ حکم ڈالا اور تم نے سنایا۔ زبان تمہاری ہے فیصلہ رب کا ہے۔ سبحان اللہ کیسی شان ہے حضرت سعد کی رضی اللہ عنہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے اہم فیصلوں میں بھی حکم (پنچ) بنانا جائز ہے اور پنچ کے فیصلہ پر فریقین کو راضی ہونا پڑے گا۔ پنچ کے فیصلہ کی اپیل نہیں سلطان بھی اپنا پنچ بنا سکتا ہے (مرقات) [3] یہ واقعہ ۶ ہجری کا ہے۔ نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی زمین، مگر اس سے مراد ہوتا ہے عرب کا ایک صوبہ، کیونکہ یہ صوبہ بیچ نیچا۔ حجاز، عراق، یمن، بحرین، نجد ان پانچ صوبوں کا نام عرب ہے باقی عجم [4] یمامہ نجد کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔ مکہ معظمہ سے سولہ منزل ہے۔ یہاں ہی مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا۔ بنی حنیفہ ایک قبیلہ کا نام ہے اسی قبیلہ میں مسیلمہ پیدا ہوا [5] مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا تاکہ ثمامہ یہاں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے دیکھے، اور اسے ایمان میسر ہو جائے۔ چنانچہ الہام ہوا کون ہے جو غور سے حضور کو دیکھے اور آں پر فدا نہ ہو جائے۔

کفر و اسلام کے جھگڑے تیرے چھپنے سے بڑھے ⁂ تو اگر جلوہ دکھا دے تو تو ہی تو ہو جاوے

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد میں آنا اسے وہاں لانا، وہاں رکھنا، وہاں باندھنا جائز ہے۔ ثمامہ عموماً اس ستون سے بندھا رہتا تھا۔ پیشاب یا پاخانہ کے لیے اسے باہر لے جایا جاتا تھا۔ کھانا پانی وہاں ہی دیا جاتا ہوگا۔ دھوپ کا تو وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ثمامہ کو وہاں کوئی تکلیف نہ تھی۔ وہاں بندھے رہنے میں انہیں وہ لذت آتی ہوگی جو بیان سے باہر ہے۔ دیکھتے جلوہ محبوب کا آتے جاتے۔ اب تک لوگ اس ستون کی زیارت کرتے ہیں جس سے

كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ فَقَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ

پہ کریں گے اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب فرمایئے جو چاہیں گے حاضر کیا جائے گا ؎ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا ؎ حتی کہ کل کا دن ہوا تو فرمایا۔ اے ثمامہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ بولا میرے پاس وہ ہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر احسان فرماؤ گے تو شکر گزار پر احسان فرماؤ گے اور قتل فرماؤ گے تو بڑے بھاری خون والے کو قتل فرماؤ گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے حاضر کیا جائے گا۔ جو آپ چاہیں گے اسے پھر حضور انور نے چھوڑ دیا۔ حتی کہ پرسوں کا دن ہوا تو اس سے فرمایا کہ ثمامہ تیرے پاس کیا ہے وہ بولا میرے پاس وہ ہی ہے جو میں نے عرض کیا کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو بھاری خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے جو آپ چاہیں گے حاضر کیا جائے گا ؎

ثمامہ کو باندھا گیا تھا۔ ثمامہ وہاں تین دن بندھے رہے ؎ یعنی تیرا حال کیا ہے تجھے کھانے پینے وغیرہ کی کوئی تکلیف تو نہیں۔ یا تیرا ہمارے متعلق خیال کیا ہے ہم تجھ سے کیا برتاؤ کریں گے (اشعہ و مرقات) اس قید پر ہزاروں آزادیاں قربان۔

دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا ؛ آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو

؎ یعنی ہر طرح خیریت و آرام سے ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے صحابہ کرام میری راحت کا بہت خیال رکھتے ہیں یا حضور کے متعلق میرا خیال خیر ہے، کیونکہ محسن ہیں۔ آپ سے مجھے ظلم کا اندیشہ نہیں (مرقات) ؎ دم دال سے ہے یعنی خون اور خون والے سے مراد ہے مستحق قتل۔ یا شریف قوم یعنی اگر آپ مجھے قتل فرمادیں تو واقعی میں قتل ہی کا مستحق ہوں کہ آپ کے دشمنوں میں سے ہوں۔ اس قتل میں آپ ظالم نہ ہوں گے یا آپ بڑے قیمتی خون والے کو قتل کریں گے۔ کیونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ سردار کا خون بڑا اہم ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ذم نقطے والی ذال سے ہے۔ یعنی ذمہ اور عہد یعنی آپ بڑے ذمہ دار کو قتل کریں گے میں معمولی آدمی نہیں ہوں، اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں سردار ہوں مگر یہ روایت غیر مشہور سی ہے۔

؎ یعنی اگر آپ مجھ پر احسان فرما کر مجھے چھوڑ دیں گے تو عمر بھر آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں احسان مند رہوں گا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثمامہ کو کھول دو ۵ وہ مسجد کے قریبی باغ کی طرف گیا غسل کیا پھر مسجد میں آیا ۶ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اے محمد اللہ کی قسم مجھے روئے زمین پر کوئی چہرہ تمہارے چہرے سے زیادہ ناپسند نہ تھا اب آپ کا رخ انور

۲؎ یعنی آپ مجھے فدیہ لے کر چھوڑنا چاہیں تو میں بہت بڑا مالدار قوم کا سردار ہوں۔ میری قوم کو پیغام بھیجیے جتنا مال چاہیں گے آجائے گا ۳؎ یعنی اسی حال میں بندھا رہنے دیا، نہ قتل کرایا، نہ آزاد کیا، نہ کوئی مطالبہ فرمایا۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ان دنوں میں حضور نے اس کے دل پر توجہ فرمائی، باطن میں تصرف فرمایا۔ اس کا نتیجہ تیسرے دن ظاہر ہوا ۴؎ خیال رہے کہ ان تینوں دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال ایک ہی رہا۔ مگر ثمامہ نے پہلے دن جواب میں قتل کا ذکر پہلے کیا۔ احسان ومال کا ذکر بعد میں۔ مگر پچھلے دو دنوں کے جواب میں انعام ورحم خسروانہ کا ذکر پہلے کیا، قتل کا ذکر بعد میں، کیونکہ ثمامہ کی نظر پہلے دن اپنے جرم پر تھی اور دوسرے دنوں میں حضور کے رحم وکرم واحسان پر۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مجرم کو چاہیے پہلے اپنے جرم کا اقرار کرے۔ پھر استغفار۔ ثمامہ پر پہلے دن خوف غالب تھا، باقی دنوں میں امید غالب۔ پہلے دن ثمامہ اجنبی تھا۔ آخر دنوں میں رحم خسروانہ، کرم شاہانہ سے آشنا ہو چکا تھا (از مرقات)

۵؎ تین دن جمال کا نظارہ کرا کے اپنی ادائیں دکھا کر فرمایا کہ ثمامہ کو آج قید سے آزاد کر دو جہاں چاہیں جائیں مگر ثمامہ کا دل اپنی محبت میں قید کر لیا چڑیا کے پکھاٹ کر پنجرے سے نکال دو اور کہو جا اڑ جا، مگر اب وہ اڑے کس چیز سے، اڑنے والی چیز تو ختم ہو چکی۔ صحابہ نے سوچا ہوگا کہ ثمامہ گئے مگر کہاں جاتے، جانے کے قابل ہی نہ رہے۔

تال سوکھ پر بیٹھے ہنسوا اور ہنسا کہیں نہ جائیں ⁂ باندھے پچھلی پریت کے وہ کنکر چن چن کھائیں

ہنس تالاب کے کنارہ رہتا ہے۔ تالاب سوکھ جانے پر وہاں ہی مٹی چاٹ چاٹ کر دم توڑ دیتا ہے۔ مگر تالاب چھوڑ کر نہیں جاتا

۶؎ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ پہلے قید کر کے لائے گئے تھے۔ اب خود قید ہو کر آئے۔

گر کے قدموں پر وہ قرباں ہو گیا ⁂ پڑھ لیا کلمہ مسلماں ہو گیا

معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت غسل کرنا سنت صحابہ ہے۔ بعض نسخوں میں نجل جیم سے ہے بمعنی تھوڑا یا بہتا ہوا پانی، مگر قوی روایت نخل خ سے ہے۔ یعنی وہ قریبی باغ میں گئے جس میں کچھ پانی تھا وہاں غسل کیا۔ معلوم ہوا کہ جاری پانی سے وضو وغسل کر لینا جائز ہے، مالک سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ اتنے پانی سے عموماً منع نہیں کیا جاتا۔

وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ كُلِّهٖ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرٰى فَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ

تمام چہروں سے مجھے زیادہ پیارا ہوگیا[۱] اللہ کی قسم مجھے کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب آپ کا دین مجھے تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا[۲] اللہ کی قسم کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب مجھے آپ کا شہر تمام شہروں سے زیادہ پیاری ہوگئی[۳] اور آپ کے لشکر نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا کہ میں عمرہ کا ارادہ کررہا تھا اب آپ کیا مناسب سمجھتے ہیں[۴] اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا[۵] تو جب وہ مکہ آئے تو ان سے کسی نے کہا

۱؎ چہرے سے مراد ذات ہے چونکہ ملاقات کے وقت پہلے چہرہ ہی نظر آتا ہے۔ اس لیے ذات کے لیے چہرہ ہی بول دیا جاتا ہے۔ یعنی اب چند منٹ پہلے تک مجھے آپ سے بہت عداوت و نفرت تھی۔ مگر قید سے چھوٹتے ہی میرے دل کی دنیا بدل گئی کہ میرا دل آپ کی محبت سے ایسا بھر گیا کہ اب جیسے آپ مجھے پیارے ہیں ایسا پیارا کوئی نہیں، نہ ماں باپ، نہ اولاد بلکہ نہ اپنی جان تمام چہروں میں یہ سب داخل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب دل میں ایمان آتا ہے تو پہلے محبت رسول آتی ہے۔ یہ محبت رسول ہی اصلی ایمان ہے۔ جنہوں نے حضور کو جادوگر کہا، انہوں نے قرآن کو جادو کہا، جنہوں نے حضور کو کاہن یا شاعر ناول گو کہا انہوں نے قرآن کو کہانت اور شعر ناول کہا، جنہوں نے حضور کو رسول اللہ کہا انہوں نے قرآن شریف کو کتاب اللہ کہا۔ قرآن بلکہ رحمان کا پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی معرفت سے قرآن و رحمان تک پہنچا جاتا ہے ۲؎ دین اسلام میں توحید۔ قرآن۔ حشرونشر۔ فرشتے قیامت وغیرہ سب داخل ہیں۔ یعنی آپ کی محبت سے مجھے ان تمام کی محبت نصیب ہوگئی۔ گھر میں جب گھر والا آتا ہے تو مع سامان کے آتا ہے۔ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی مکین ہے۔ اور یہ ساری مکینیں اس محبت کا سامان ۳؎ یعنی اب مجھے مدینہ پاک کے گلی کوچے عرش و فرش کے ہر مقام سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کی محبت علامت ایمان ہے۔ وہاں کے ذرے دونوں جہان سے زیادہ پیارے ہیں۔

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است ؎ اے خنک شہرے کہ دروے دلبر است

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے ؎ یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

یہ محبت مدینہ علامت ایمان اور ذریعہ نجات ہے۔ اللہ نصیب فرمادے۔

من مذھبی حب الدیار لاھلھا ولناس فیما یعشقون مذاھب

لَهٗ قَائِلٌ اَصَبَوْتَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَسْلَمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَاْذَنَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ

کہ کیا تم بے دین ہو گئے [1] وہ بولے نہیں لیکن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لے آیا [2] اور خدا کی قسم یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ نہ پہنچے گا حتی کہ اس کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے دیں [3] (مسلم) اور بخاری نے اسے مختصرًا روایت کیا روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے [4] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی زندہ ہوتے پھر وہ مجھ سے ان گندوں کے متعلق گفتگو کرتے تو انکی وجہ سے

[4] یعنی یہ اپنے گھر سے عمرہ کرنے مکہ معظمہ جا رہا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا۔ اب فرمائیں عمرہ کو جاؤں یا نہ جاؤں سبحان اللہ قدرت نے کیا ہو گا کر لے ثمامہ مدینہ کے راستے سے مکہ معظمہ جاؤ۔ خود رب کعبہ سے ملنا ہو تو مدینہ کے راستے سے ملا جاتا ہے۔ تو کعبہ کو بھی اسی راستہ سے جانا چاہیئے۔

طیبہ سے نجف سے کربلا سے ملتے ہیں سب اہل دل خدا سے

ثمامہ کی قوت ایمانی کا یہ حال ہو گیا کہ اب عمرہ بھی کرنا ہے تو حضور انور سے پوچھ کر۔ آپ فرمائیں تو عمرہ کروں ورنہ نہ کروں۔ ہر عبادت ان کی اجازت سے کی جائے تو عبادت ہے [5] پہلے جنت رضاء الٰہی کی خوشخبری دی بعد میں عمرہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ بتایا کہ اسلام کی برکت سے تمہارے سارے گناہ معاف ہو گئے نیکیاں قبول ہو گئیں۔ [1] صبوت بنا ہے صبو سے بمعنی میل اور جھک جانا۔ علم سے جہالت اور دین سے بے دینی کی طرف جھک جانے کو صبو کہتے۔ کفار مکہ اسلام لانے کو صبو اور مسلمانوں کو صابی کہتے تھے۔ یعنی اے ثمامہ تم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ کر بے دین بن گئے [2] یعنی تم الٹی بات کہہ رہے ہو اب تک میں بے دین تھا اب دین والا ہو گیا۔ اب تک کافر تھا اب مومن ہو گیا۔ میں تو گویا اب پیدا ہوا۔ یہاں ساتھ سے مراد زمانہ کی ہمراہی نہیں بلکہ دین میں ساتھ ہونا مراد ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے مومن ہیں جبکہ عالم کی کوئی چیز نہ بنی تھی [3] چنانچہ ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر حکم دے دیا کہ معظمہ گندم جو کوئی غلہ نہ جانے پائے اور یمامہ کے غلہ پر ہی مکہ والوں کا گزارہ تھا۔ قریشی بھوک سے مرنے لگے تب انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خطوط اور آدمی بھیجے کہ خدا کا واسطہ، اپنی رشتہ داریوں کا صدقہ آپ ثمامہ کو غلہ بھیجنے کا حکم فرما دیں۔ ہم آخر میں تو آپ کے عزیز و قرابت دار ہیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو حکم دیا اور مکہ والوں کو روزی نصیب ہوئی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زمانہ جنگ میں کفار کو نہ ہتھیار فروخت کئے جائیں نہ غلہ اس سے کفار کو قوت حاصل ہوگی اور امن کے زمانہ میں اگرچہ غلہ ان کے ہاتھ فروخت کیا جا سکتا ہے مگر ہتھیار پھر بھی نہ

الْنَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيمِ مُتَسَلِّحِيْنَ يُرِيْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

میں انہیں چھوڑ دیتا (بخاری) ۱؎ روایت ہے حضرت انس سے کہ مکہ والوں میں سے اسّی آدمی تنعیم پہاڑ سے ہتھیار بند ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کود ے ۲؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت اور حضور کے صحابہ کی غفلت کے ارادے میں تھے ۳؎ کہ انہیں

فروخت کرو۔ کفار سے سلوک واحسان کرنا جائز ہے حتی کہ جنگی کافر قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا بھی جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی ابن ربیعہ کو احسان فرما کر چھوڑ دیا تھا۔ یہ بدر میں قیدی ہوئے تھے۔ اس میں جو آئمہ اسلام کا اختلاف ہے وہ فقہ میں دیکھو۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل نکل سکتے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے شرح کے دوران بیان کردئے۔ باقی تحقیق مرقات میں اس جگہ مطالعہ فرماؤ۔ ثمامہ کی برکت سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے ۴؎ آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی نوفل ابن عبد مناف ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ فتح مکہ یا خیبر کے دن ایمان لائے۔ بڑے شاعر، نسبوں کے عالم، سردار قوم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد تھے۔ ۵۴ھ؁ میں وفات پائی۔ آپ نے یہ حدیث زمانہ کفر میں سنی تھی اور بعد اسلام روایت کی۔

۱؎ مطعم سے مراد جبیر ابن مطعم کے والد ہیں۔ ان گندوں سے مراد یا تو بدر میں مقتولین کفار ہیں کہ وہ کفر پر مرے یا بدر کے قیدی کہ وہ اس وقت گندگی کفر میں تھے۔ خیال رہے کہ مطعم ابن عدی نے طائف میں کفار طائف کو حضور سے ہٹایا تھا۔ اور حضور کی زبردست حمایت کی تھی۔ فرمایا ہے کہ اے جبیر تمہارے والد کا مجھ پر احسان ہے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے اور ان کفار کی سفارش کرتے تو ان کی سفارش پر میں ان سب کو بغیر معاوضہ چھوڑ دیتا۔ خیال رہے کہ شروع اسلام میں کفار قیدیوں کو احسان کرکے چھوڑ دینا جائز تھا۔ پھر منسوخ ہوگیا۔ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ مالک و احمد کا۔ امام شافعی کے ہاں اب بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل آیہ کریمہ ہے اور یہ حدیث ہے ہمارے ہاں یہ دونوں اس آیت سے منسوخ ہیں اقتلوا المشرکین کافۃ (دیکھو فتح القدیر اور مرقات وغیرہ) حضرت جبیر بطور فخر یہ روایت کر رہے ہیں کہ حضور نے میرے والد کی ایسی عزت افزائی کی

۱؎ یہ واقعہ سال حدیبیہ کا ہے تنعیم مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر بیرون حرم جگہ کا نام ہے یہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے لوگ مکہ معظمہ سے آتے ہیں۔ قریب ترین یہ ہی جگہ ہے۔ یہاں ہی مسجد حضرت عائشہ صدیقہ ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ اسے تنعیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی داہنی جانب نعیم پہاڑ ہے اور بائیں طرف ناعم پہاڑ واقع ہے۔ اس جنگل کا نام نعمان ہے دیکھو مرقات۔ یہ اسی آدمی ڈھال تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ ان کی نیت خراب تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ تو عمرہ کے احرام میں تھے۔ اور ان کے ارادے کچھ اور ہی تھے ۲؎ یعنی ان کی نیت یہ تھی کہ مسلمان غافل ہوں تو ہم ان پر ٹوٹ پڑیں سب کو شہید کردیں۔ غرۃ غین کے کسرہ سے بمعنی غفلت و فریب۔

وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سَلَمًا فَاسْتَحْيَاهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ

زندہ گرفتار کرلیا[1] پھر انہیں زندہ چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں آزاد کردیا[2] تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ وہ رب وہ ہے جس نے مکہ کے درمیان ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت قتادہ سے[4] فرماتے ہیں کہ ہم سے انس ابن مالک نے بروایت ابوطلحہ ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس سرداران قریش کے متعلق حکم دیا[5] تو وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور پلید کنوئیں میں ڈال دیئے گئے اور جب حضور کسی قوم پر غالب آتے تھے تو میدان جنگ میں تین شب

[1] سلم سین کے کسرہ یا فتحہ اور لام کے سکون سے بمعنی صلح۔ سلامتی۔ اطاعت۔ سپرد کردینا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ اور فرماتا ہے وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ایک اور ایک سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ یہاں بمعنی سلامتی یا بمعنی اطاعت یعنی وہ سارے کے سارے صحیح سلامت یا مطیع و فرمانبردار ہو کر گرفتار کرلیے گئے [2] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو انہیں قتل کیا نہ قیدی بلکہ اسی طرح چھوڑ دیا تاکہ ان پر اپنے ظلم حضور کی معافی کا اثر پڑے اگر یہ احسان نہ کیا جاتا تو کفار مکہ سے جنگ چھڑ جاتی [3] یعنی اللہ تعالٰی کا ہی کرم تھا کہ اس نے ان اسّی کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیا جس سے وہ تم سے لڑ نہ سکے بلکہ گرفتار ہوگئے اور تمہارے دل میں رحم و کرم ڈال دیا جس سے تم نے انہیں قتل یا قید نہ کیا بلکہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ آخر کار صلح ہوا۔ اس جگہ کو بطن مکہ اسلیے فرمایا گیا کہ مکہ معظمہ سے حدیبیہ بہت ہی قریب ہے۔ حتی کہ اس کا ایک حصہ حرم شریف میں ہی واقع ہے اس آیہ کریمہ کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔ مگر قوی تفسیر یہ ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام کو بارگاہ الٰہی میں وہ قرب حاصل ہے کہ ان کے فعل کو رب تعالٰی اپنا فعل قرار دیتا ہے کہ یہاں اس آیہ کریمہ میں رب نے فرمایا۔ کَفَّ اَیْدِیَکُمْ [4] آپ قتادہ ابن دعامہ ہیں کنیت ابوالخطاب ہے۔ نابینا تھے۔ حضرت انس اور عبداللہ ابن حسن صدیق سے ملاقات ہے۔ تابعی ہیں ۱۱۷ھ ایک سو سات ہجری میں وفات ہوئی دا کمال [5] غزوۂ بدر میں ستر کفار ہلاک کردیئے تھے اور ستر قیدی۔ ہلاک شدگان میں چوبیس بڑے چوٹی کے سردار تھے جن کی نعشیں خصوصیت سے یہاں پھینکوائی گئیں صنادید جمع ہے صندید کی صندید کے معنی ہیں رئیس۔ سردار۔ بہادر۔ اشرف۔ عظیم۔ یہاں تمام معنی بن سکتے ہیں۔

ثَلٰثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ اَلْيَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰى وَاتَّبَعَهٗ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ

قیام فرماتے تھے [1] چنانچہ جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کے متعلق حکم دیا تو اس پر پالان باندھ دیا گیا [2] پھر حضور چلے اور حضور کے صحابہ پیچھے پیچھے گئے حتی کہ کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوئے [3] تو انہیں ان کے اور ان کے باپ داداؤں کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں [4] کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی [5] ہم نے تو وہ حق پایا جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا [6] تو تم نے بھی وہ حق پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا [6] تو

[6] طوی ط کے فتحہ اور واؤ کے کسرہ ی کے شد سے بمعنی من والا کنواں جس کا کنارہ گول دیوار سے گھیر دیا گیا ہو تاکہ اس میں کوئی گر نہ جائے یا تو پہلے ہی سے وہ کنواں گندا تھا کہ وہاں نجاسات ڈالی جاتی تھیں یا آج ان خبیثوں کی نعشیں ڈالنے کی وجہ سے گندا ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ قلیب یعنی کنوئیں کے جھیرے میں ڈالے گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض نعشیں کنوئیں میں ڈالی گئی ہوں اور بعض جھیرے میں [1] یعنی طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ فتح فرمانے کے بعد فورًا واپس نہ ہو جاتے تھے بلکہ تین دن اسی میدان میں قیام فرماتے پھر وہاں سے واپس ہوتے۔ عرصہ وہ جنگل جس میں کوئی عمارت نہ ہو [2] یعنی واپسی کے لیے سواریاں تیار کی گئیں ان پر سامان سفر رکھ دیا گیا [3] جس کنوئیں میں ان سرداروں کی نعشیں پڑی تھیں اس کنوئیں کے کنارہ پر قیام فرمایا اب وہ کنواں ناپید ہو گیا ہے۔ میں کئی بار بدر شریف میں حاضر ہوا۔ تمام تاریخی مقامات کی زیارات کیں مگر یہ کنواں نظر نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ گم ہو کر رہ گیا ہے [4] یعنی ابوجہل امیہ ابن خلف وغیرہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ نام لیکر پکارا اور کلام سب سے مجموعۃً کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو پکارنا جائز ہے اگرچہ مردے کفار ہی ہوں، اور ان سے کلام کرنا درست ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو ذبح کیے ہوئے جانوروں کو پکارا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا زیارت قبور کے موقعہ پر مردوں کو پکار کر سلام کرنا ان سے کلام کرنا سنت ہے [5] سوال تقریری ہے۔ یعنی اب تو یقینًا تم کو یہ آرزو ہے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا۔ اور اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ جو واقعہ تھا حضور نے وہ ہی بیان فرما دیا خیال رہے کہ بعد موت روح اپنے مقام پر پہنچا دی جاتی ہے۔ مومن کی اچھے مقام پر کافر کی روح عذاب کے مقام پر، مگر روح جہاں بھی ہو اسے قبر اور جسم سے تعلق ضرور رہتا ہے۔ جیسے سونے کی حالت میں روح سیرانی عالم کی سیر کرتی ہے مگر سونے والے کے جسم سے تعلق رکھتی ہے کہ یہاں جسم کو ہاتھ لگایا اسے آواز دی روح کو خبر ہو گئی۔ اس لیے قبر پر جا کر سلام و کلام کیا جاتا ہے اس کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم بل احیاء کی تفسیر میں بھی کی ہے اور اسی

اللهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَتًا وَنَدَمًا، وَعَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور ان جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں جان نہیں ۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میرے فرمان کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے ۳؎ (مسلم، بخاری) بخاری نے یہ زیادہ کیا کہ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا حتی کہ انہیں حضور کا قول سنادیا، سرزنش، ذلت، بدلہ، حسرت، ندامت کے لیے ۴؎ روایت ہے مروان ۵؎ اور حضرت مسور ابن

مرأت باب الجمعہ مسئلہ حیات النبی میں بیان کی ہے۔ حیات اموات اور حیات شہداء حیات النبی کا فرق وہاں مطالعہ کرو۔

۶؎ اس وعدے سے مراد بعض وہ ربانی وعدے ہیں جن کا ظہور دنیا میں ہو چکا ہے۔ بدر میں تھوڑے مسلمانوں کا بہت طاقتور مسلح کفار پر غلبہ، فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لیے اترنا وغیرہ۔ وہ وعدے مراد نہیں جن کا ظہور بعد موت یا بعد قیامت ہوگا کہ وہ وعدے تو پورے ہوں گے ابھی پورے ہوئے نہیں ۷؎ یہاں وعدے سے مراد وہ وعیدیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کفار تک پہنچیں، خواہ دنیاوی ہوں یا برزخی۔ جیسے بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانا اور عذاب قبر وغیرہ۔ اخروی وعیدیں جن کا ظہور قیامت میں یا بعد قیامت ہوگا مراد نہیں کہ وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ آئندہ ہوں گی۔ لہذا حدیث بالکل صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں۔ اس فرمان عالی کا مقصد ان کفار کو سرزنش فرمانا ہے۔

۱؎ یعنی یہ مردے نہ تو آپ کا فرمان سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ ایسوں سے کلام فرمانا عبث ہے اور عبث کام شانِ نبوت کے خلاف ہے ۲؎ اسمع اسم تفضیل ہے جو زیادتی سننے پر دلالت کرتی ہے۔ جب تفضیل کی نفی ہوئی تو زیادتی کی نفی ہوئی یعنی تم زندے ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں اور تمہاری برابر بلکہ تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں کہ تم صرف سن رہے ہو مگر وہ میرا کلام سن بھی رہے ہیں اور عذاب قبر دیکھ بھی رہے ہیں ۳؎ ایسا جواب جو عوام سن سکیں۔ ورنہ میت کا سننا، اس کا جواب دینا احادیث سے ثابت ہے مگر وہ جواب عام لوگ نہیں سنتے۔ مقبولین بارگاہ خصوصًا کشف قبور والے حضرات میت سے سلام و کلام اور گفتگو سب کچھ کر لیتے ہیں ۴؎ یعنی مقتولین بدر کفار کا مقصود

مسئلہ سماع موتٰی

خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے بعد وفات سننے دیکھنے تصرف کرنے کے متعلق تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں کہ وہ حضرات بعد وفات سنتے دیکھتے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیاء دنیاوی حقیقی حیات سے زندہ ہیں اور حضرات اولیاء بہ حیات اخروی معنوی زندہ ہیں (اشعۃ اللمعات) عام مردوں کے سننے کے متعلق علماء اسلام کی تین جماعتیں ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ عام مردے کبھی نہیں سنتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی پہلے یہی فرماتی تھیں مگر بعد میں آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور سماع موتٰی کی قائل ہو گئیں (اشعۃ اللمعات) دوسری جماعت کہتی ہے کہ مردے عام حالات میں تو نہیں سنتے مگر خاص وقتوں میں سنتے ہیں۔ جیسے بعد دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتے ہیں یا حضور کے اس فرمان کے وقت مقتولین میں زندگی پیدا کی گئی جس سے انہوں نے حضور کا یہ فرمان سن لیا یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا۔ تیسری جماعت کا قول ہے کہ عام مردے بھی ہر وقت سنتے زائرین کو دیکھتے پہچانتے ہیں۔ منکرین سماع کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن کریم فرماتا ہے انك لا تسمع الموتٰى ولا تسمع الصم الدعاء اے محبوب تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو پکار سنا سکو ۲۔ قرآن کریم فرماتا ہے وما انت بمسمع من فی القبور جو قبروں میں ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے ۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا فرمان کہ مردے نہیں سنتے ۴۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کسی سے نہ بولنے کی قسم کھائے پھر اس سے مرے بعد کلام کرے تو اس کی قسم ٹوٹے گی نہیں کیونکہ میت کلام سنتی سمجھتی نہیں۔ منکرین سماع موتٰی کے کل یہ چار دلائل ہیں۔

قائلین سماع موتٰی کے دلائل حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ قرآن میں ہے حضرت صالح علیہ السلام جب عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو آپ نے ان سے خطاب کرکے فرمایا یٰقوم لقد ابلغتکم ونصحت لکم فکیف اٰسٰی علٰی قوم کافرین۔ ۲۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی کافر عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو فتولٰی عنھم وقال یٰقوم لقد ابلغتکم ونصحت لکم فکیف اٰسٰی علٰی قوم کافرین یعنی اے قوم میں نے تم کو احکام الٰہی پہنچائے تمہاری بڑی خیرخواہی کی تو اب میں کافر قوم پر کیسے غم کروں ۳۔ قرآن کریم فرماتا ہے واسئل من ارسلنا قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن اٰلھۃ یعبدون اے محبوب اپنے سے پہلے رسولوں کو دریافت فرماؤ ہم نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنائے جن کی پوجا کی جائے ۴۔ یہی حدیث جو مسلم بخاری نے روایت کی جس سے معلوم ہوا کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں۔

۵۔ مسلم شریف میں ہے کہ بعد دفن جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے ۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو ان سے خطاب کرکے سلام بھی کہتے تھے اور کلام بھی کرتے تھے کہ تم ہمارے سلف ہو ہم تمہارے خلف ۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ جب مکہ معظمہ میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر پہنچیں تو سلام کیا اور فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تم کو وہاں ہی دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی ۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے تب تک میں بے حجاب اندر چلی جاتی تھی جب سے حضرت عمر دفن ہوئے ہیں تب سے میں حجاب کے ساتھ اندر جاتی ہوں حضرت عمر سے شرم و حیا کی وجہ سے ۹۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جائے تو اہل قبور کو سلام کرے۔ عام مومنوں کو یوں کہے السلام علیکم دار قوم من المسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسئل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ شہداء کو یوں سلام کرے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اولیاء

اشارہ کر دیوے، سلام کرے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور ظاہر ہے کہ نہ سننے والوں کو سلام کرنا ممنوع ہے۔ دیکھو جو سوئے کہ سلام کروکہ وہ سنتا نہیں۔ نیز جو سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اُسے سلام کرنا ممنوع ہے۔ جو نماز پڑھ رہا ہے۔ استنجا کر رہا ہے اُسے سلام نہ کرو کہ اگرچہ وہ سلام سنتا تو ہے مگر جواب دے نہیں سکتا۔ اگر قبر والے مردے سلام سنتے نہ ہوتے یا جواب نہ دے سکتے تو انہیں سلام کرنا ممنوع ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔

منکرین سماع موتیٰ کے چاروں دلائل نہایت ہی کمزور ہیں ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

جواب۱ آیۃ کریمہ انک لاتسمع الموتیٰ میں مردے اور بہرے سے مراد دل کے بہرے کفار ہیں جو حضور کی تبلیغ کو مفید طور پر نہیں سنتے کیونکہ اس جگہ قرآن کریم نے فرمایا ان تسمع الا من یومن بایاتنا آپ ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ دیکھو یہاں موت کے مقابل میں ایمان کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ موت سے مراد کفر ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کی تفسیر کر دی۔ **جواب۲** آیت ما انت بمسمع من فی القبور میں بھی قبر والوں سے مراد کفار ہیں جن کے مردہ دل ان کے سینوں میں بے حس دفن ہیں۔ قرآن کریم نے آنکھ، کان، ناک والے کفار کو بہرا، اندھا فرمایا ہے۔ فرماتا ہے صم بکم عمی فھم لا یرجعون ان قرآنی آیات سے واضح ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ ان دونوں آیتوں میں مردے ہی مراد ہیں تو بھی ان میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں بلکہ حضور کے سنانے کی نفی ہے یعنی مردوں کو آپ نہیں سنا سکتے ہم سناتے ہیں۔ یا مفید سنانا ہے۔ یعنی مردے آپ کا کلام سن کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ فائدہ زندگی میں اٹھایا جا سکتا تھا۔ **جواب۳** ہم بحوالہ اشعۃ اللمعات عرض کر چکے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے اس سے رجوع فرما لیا۔ وہ اولاً سماع موتیٰ کا انکار فرماتی تھیں پھر قائل ہو گئیں۔ خود انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر جا کر ان سے خطاب فرمایا۔ حضرت عمر فاروق کے دفن ہو جانے پر روضہ انور میں باپردہ جانے کا التزام فرمایا۔ حضرت عمر سے شرم و حیا کی وجہ سے۔ **جواب۴**۔ قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔ دیکھو مچھلی کو قرآن کریم میں گوشت فرمایا لحماً طریاً، مگر نقہا ارقسم کے موقعہ پر اسے گوشت نہیں مانتے جو شخص گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے وہ مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہوتا۔ کیوں اس لیے کہ اسے عرف میں گوشت نہیں کہتے۔ لہٰذا جو عرف میں بولنے سے مراد ہوتا ہے ظاہری سوال و جواب والا بولنا مردے سے بولنے کو عرفاً بولنا نہیں کہتے اس لیے مردے سے کلام کرنے والا حانث نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ دلائل نہایت کمزور ہیں۔

دوسری جماعت کے پاس کوئی دلیل نہیں صرف حضرت قتادہ کی رائے ہے جو قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث شریف کے بھی، مردے میں بعض وقت جان پڑ جانا پھر نکل جانا یہ پڑتے نکلتے رہنا قتادہ کی رائے ہے کسی آیت یا حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ بہر حال حق یہ ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

قبروں سے فیض لینا:۔ اس کی مکمل بحث ہم مرآت جلد دوم باب زیارت قبور میں کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ زندوں سے فیض لینا حضور کی خصوصیات سے ہے جو رب تعالیٰ نے ایک خاص حکمت سے دنیا میں ظاہر فرمائی۔ عام مردے [illegible]

مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يُّرَدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ

مخرمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا جب کہ حضور کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا تو انہوں نے حضور سے سوال کیا انہیں ان کے مال اور قیدی واپس کردیں۔ ۱؎ تو فرمایا کہ تم لوگ ان دو

بقیہ مسئلہ موتیٰ: نوٹ: علماء اسکے منکر ہوئے ہیں مگر صاحب کشف اولیاء اور علماء کا عقیدہ ہے کہ برزخ والوں کی قبور سے مدد لینا فیض حاصل کرنا بالکل درست ہے ان کے فیض سے مایوس ہونا کفار کا طریقہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور** یہ لوگ آخرت سے ایسے مایوس ہیں جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہیں معلوم ہوا کہ اہل قبور کے فیض سے مایوسی طریقہ کفار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بار بارش کیلئے حضور کے روضہ انور کی چھت کھلوادی فوراً بارش آئی (مشکوٰۃ شریف باب الکرامات) رب العالمین نے بنی اسرائیل کو حکم دیا **ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ** بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے جاؤ اور کہو کہ مولیٰ معافی دیدے۔ وہاں کیوں بھیجا مدفون انبیاء کرام کی قبروں سے فیض حاصل کرنے کیلئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور کی معراج کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ یہ قبور والوں کی مدد ہی تو ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق مرقات جلد دوم باب زیارۃ القبور میں دیکھو اور ہماری کتاب جاء الحق باب الجنیدین کی جاچکی ہے۔

۱؎ آپ بدر کے بعد مخرمہ کا اسلام نہیں ملتے۔ یہ قتادہ کا قول ہے ۲؎ انکا نام مروان ابن حکم ابن ابوالعاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے ۲ھ یا خندق کے سال پیدا ہوئے ہیں۔ حضور کی زیارت نہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ حکم کو ایک جرم کی بنا پر مدینہ سے نکال کر طائف بھیج دیا مروان انکے ساتھ تھا عہد عثمانی میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ اپنے باپ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اس کی کنیت عبدالملک ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دادا ہے معاویہ ابن یزید کے بعد تخت سلطنت پہ قابض ہوا ۶۵ھ پینسٹھ میں دمشق میں وفات پائی۔ تابعی ہیں حضرت عثمان و علی سے احادیث لیں اور اس سے حضرت عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین نے احادیث روایت کیں۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان کا حکم اور مروان کو مدینہ منورہ واپس بلانا انکی توبہ کی بنا پر تھا اور درست تھا اسی لئے حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں انکو مدینہ منورہ سے نہ نکالا بلکہ حضرت عثمان کے واپس بلانے کو قائم رکھا۔ اگر حضرت عثمان پر اعتراض کیا جاوے تو پھر علی مرتضیٰ پر بھی اعتراض ہوگا ۱؎ آپ زہری قرشی ہیں حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں ہجرت کے دو سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ حضور کی وفات کے وقت آپ آٹھ سال کے تھے۔ قتل عثمان تک مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر مکہ معظمہ منتقل ہوگئے یزید کی بیعت نہ کی یزیدیوں نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرا کے منجنیق سے وہاں پتھر برسائے۔ آپ حطیم شریف میں نفل پڑھ رہے تھے کہ عین نماز میں ایک پتھر آپ کے لگا شہید ہوگئے عین حطیم کعبہ میں یہ واقعہ شروع ربیع الاول ۶۴ھ چونسٹھ ہجری میں ہوا۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کیں ۲؎ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین ہوا یہ غزوہ اسی قبیلہ ہوازن پر ہوا تھا۔ اس میں بہت قیدی اور بہت مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ پھر یہی لوگ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی سرکار نے ان پر

فَقَالَ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ قَالُوْا فَإِنَّا
نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا
هُوَ أَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُوْا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ
قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ
فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ إِيَّاهُ مِنْ
أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ

میں سے ایک کو اختیار کرلو یا قیدی یا مال تو وہ بولے کہ ہم اپنے قیدی اختیار کرتے ہیں [1] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے قیام فرمایا اللہ کی وہ تعریف فرمائی جو اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر فرمایا کہ بعد حمد تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں [2] میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کردوں [3] تو تم میں سے جو پسند کرے کہ بخوشی یہ کرے تو وہ کرے [4] اور تم میں سے جو اپنے حصہ پر رہنا چاہے حتی کہ اس میں سے عطا فرمائیں جو اللہ ہمیں غنیمت دے تو وہ یوں کرے [5] تب لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم نے بخوشی قبول کرلیا [6]

رحم خسروانہ فرمایا۔ [2] یعنی اس قبیلہ نے درخواست پیش کی کہ ہمارے قیدی چھوڑ دئے جائیں اور ہمارا مال جو غنیمت بن چکا ہے ہم کو واپس کردیا جائے قیدی چھ ہزار تھے مال کا تو حساب ہی نہ تھا (مرقات) [1] جب قبیلہ ہوازن کو یقین ہوگیا کہ حضور انور دونوں چیزیں واپس نہ فرمائیں گے تو بولے کہ اچھا ہمارے قیدی چھوڑ دیئے جائیں ہم مال نہیں چاہتے کیونکہ ان کے غلام بننے میں ہماری ذلت ہے [2] یہ ہے رب تعالٰی کی بے نیازی کہ جو کل تک مسلمانوں کے سخت دشمن تھے وہ آج مسلمان ہو کر بھائی بن گئے اور یہ ہے حضور کی کرم نوازی کہ دشمن کو گلے لگا لیتے ہیں [3] یعنی سارے ہوازنی قیدی بغیر فدیہ لیے ہوئے چھوڑ دوں۔

[4] ہوازن کے قیدی مسلمان غازیوں میں تقسیم کردئے گئے تھے۔ اب حضور انور کی رائے یہ ہوئی کہ وہ تمام قیدی آنے والے ہوازن کو واپس کر دئے جائیں۔ بغیر فدیہ چھوڑ دئے جائیں۔ لہذا ان غازیوں سے فرمایا کہ ہر شخص اپنے حصہ کا قیدی واپس کردے جو معاوضہ واپس کرنا چاہے بطیب خاطر تو وہ ایسا ہی کرے [5] یعنی جو غازی بلا معاوضہ واپس نہ کرنا چاہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب جس جہاد میں بھی کفار قیدی ہاتھ آئیں گے اسے اس کے عوض غلام دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ قیدی واپس کرنے کا حکم سرکاری تھا۔ جس پر عمل کرنا ہر غازی پر واجب تھا اور معاوضہ لینے نہ لینے کا اختیار تھا۔ خیال رہے کہ یُفِیْءُ بنا ہے فَیئٌ سے فَیئٌ وہ مال ہے جو کفار سے بغیر جنگ حاصل کیا جائے۔ جزیہ و خراج بھی اس میں داخل ہے مگر یہاں فیئ سے مراد غنیمت ہے (مرقات و اشعہ) غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے بحالت جنگ لڑ کر حاصل کیا جائے [6] یعنی تمام صحابہ نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم بغیر معاوضہ بخوشی اپنا اپنا قیدی واپس کرتے ہیں معاوضہ کے طلب گار نہیں۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاءُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ ثَقِيْفٌ حَلِيْفًا لِبَنِيْ عُقَيْلٍ فَاَسَرَتْ ثَقِيْفٌ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسَرَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو تم میں سے اجازت دینے والوں کا پتہ نہ چلا ان میں سے جنہوں نے اجازت نہ دی[1] تو تم واپس جاؤ حتی کہ تمہارے سردار تمہارا ارادہ ہم تک پہنچادیں[2] تب لوگ لوٹ گئے پھران سے ان کے سرداروں نے گفتگو کی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے خبر دی کہ ان سب نے خوشدلی سے اجازت دے دی[3] (بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ثقیف بنی عقیل کے حلیف تھے[4] تو ثقیف نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو کو قید کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو

۱ یعنی ہم تم میں سے ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ نہیں پوچھ سکتے جماعتی حیثیت سے یہ سوال و جواب ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص معاوضہ ہی چاہتا ہو مگر اب مجلس میں خاموش رہا ہو، یا بولا ہو تو ان آوازوں میں اس کی آواز دب گئی ہو اس لیے یہ جماعتی اجازت کافی نہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دل کے ارادے سے خبردار ہیں۔ مگر تعلیم امت کیلئے یہ احتیاط فرمارہے ہیں۔ تاکہ بادشاہ یا حاکم یا اور کوئی کسی کا مملوک مال بغیر اس کی صریحی اجازت کے کبھی نہ لے۔ ورنہ حضور تو مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں ہم سب حضور کے لونڈی غلام ہیں۔ ہمارا مال جسے چاہیں بغیر پوچھے دے دیں (دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفی) یہاں تعلیم مقصود ہے ۲ عرفاء جمع ہے عریف کی، عریف کے معنی ہیں رئیس، نقیب، سردار یعنی ہر قبیلہ کا ہر شخص اپنے سردار سے اپنا ارادہ بیان کرے وہ سردار ہم تک پیغام پہنچادے ۳ یعنی ایسا ہی ہوا کہ ہر ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ کے ہر غازی صحابی سے ملا۔ ہر ایک کا ارادہ علیحدہ علیحدہ معلوم کیا پھر حضور انور کی خدمت میں پیش کیا ۴ یعنی اسلام سے پہلے بنی ثقیف جو ہوازن کا ایک خاندان ہے۔ بنی عقیل کے حلیف تھے۔ حلیف وہ کہلاتا تھا جس کا کسی سے معاہدہ ہوجائے کہ ہم دونوں ہر نیک و بد خیر و شر میں ایک دوسرے کے ساتھی رہیں گے۔ اس معاہدہ کو حلف کہتے تھے، معاہدہ کرنے والوں کو حلیف اسلام نے گذشتہ معاہدوں کو کچھ ترمیم کے ساتھ باقی رکھا کہ اچھی بات پر معاہدہ ٹھیک ہے بری بات پر معاہدہ غلط۔ آئندہ کے لیے حلیف سے منع فرمادیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ لاحلف فی الاسلام۔ کیونکہ اسلام کا معاہدہ ہی کافی

ہے

أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ عُقَيْلٍ فَأَوْثَقُوْهُ فَطَرَحُوْهُ فِي الْحَرَّةِ فَمَرَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَا أُخِذْتُ قَالَ بِجَرِيْرَةِ حُلَفَائِكُمْ ثَقِيْفٍ فَتَرَكَهُ وَمَضٰى فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ فَرَحِمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّيْ مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَفَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قید کرلیا[1] تو اسے باندھ دیا۔ پھر اسے مقام حرہ میں ڈال دیا[2] پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے[3] اس نے حضور کو پکارا، اے محمد اے محمد ہمیں کس جرم میں پکڑا گیا۔ فرمایا اپنی قوم کے حلیف ثقیف کے جرم میں[4] پھر حضور نے اسے یونہی چھوڑا اور چل دیئے۔ اس نے پھر کہا یا محمد۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم فرمایا لوٹ آئے تو فرمایا تیرا کیا حال ہے وہ بولا میں مسلمان ہوں[5] فرمایا اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملے کا مالک تھا[6] تو پوری کامیابی پاتا[7] راوی فرماتے ہیں پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اس زمانہ کے قاعدہ کے مطابق ایک حلیف دوسرے حلیف کے جرم میں پکڑا جاتا تھا۔ ثقیف نے مسلمان پکڑ لئے تو اس کے عوض ثقیف کے حلیف بنی عقیل کا ایک آدمی پکڑ لیا۔ تاکہ بنی ثقیف اپنے حلیف کو چھوڑنے کے لیے ہمارے مسلمانوں کو چھوڑ دیں [2] حرہ بیرون مدینہ میدان کا نام ہے جو پتھریلا علاقہ ہے وہاں سایہ وغیرہ نہیں سیاہ پتھر ہیں وہاں ڈالا تاکہ یہ قیدی اپنی تکلیف اپنی قوم کو پہنچائے۔ وہ لوگ جلد از جلد اسے چھوڑانے کے لئے مسلمان قیدیوں کو آزاد کردیں۔ اس زمانہ میں بھی منافقین مدینہ کفار کے جاسوس تھے جو یہاں کے حالات کفار کو بتاتے رہتے تھے [3] تاکہ اس کا دکھ درد دیکھیں اور سنیں اس کے کھانا پانی کا انتظام فرمادیں۔ اس لئے خود بہ نفس نفیس شہر مدینہ سے حرہ تشریف لے گئے۔ [4] خیال رہے کہ قبیلہ بنی ثقیف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ ہوچکا تھا کہ ہم دونوں فریق صلح سے رہیں گے۔ ثقیف نے حضور سے بدعہدی کی۔ بنی عقیل کا فرض تھا کہ وہ اپنے ان حلیفوں کو اس بد عہدی سے منع کرتے مگر وہ خاموش رہے۔ یہ ان کی طرف سے گویا بدعہدی ہوئی۔ یعنی تو بنی عقیل کا ایک فرد ہے تو بنی ثقیف کا معاہدہ حلیف ہے۔ تیرے حلیفوں نے ہم سے بدعہدی کی تو ان کے جرم میں گرفتار ہوا [5] ایسے قیدیوں پر کون رحم کرتا ہے۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ہیں کہ ایسوں پر بھی رحم فرماتے ہیں۔ ایسوں کی بھی سنتے ہیں۔ شعر

ایک تم ہو کہ بخشش دیتے ہو ؎ کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

[6] یا تو پہلے سے ہی مسلمان ہوں یا اب حضور کے دیدار کی برکت سے مسلمان ہوگیا ہوں (مرقات) مگر دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے

بِالرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ اَسَرَتْهُمَا ثَقِيْفُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِيْ فِدَاءِ اُسَرَائِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِيْ فِدَاءِ اَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ وَبَعَثَتْ فِيْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيْجَةَ اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلٰى اَبِي الْعَاصِ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

ان دو شخصوں کے فدیہ میں دے دیا جنہیں ثقیف نے گرفتار کرلیا تھا [۱] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے [۲] تو حضرت زینب نے بھی ابوالعاص کے فدیہ میں کچھ مال بھیجا [۳] اس مال میں وہ اپنا ہار بھیجا جو جناب خدیجہ کے پاس تھا جسے دے کر زینب کو ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا [۴] تو جب رسول اللہ

[۱] یعنی قید ہونے گرفتار کئے جانے سے پہلے کہہ دیتا تو کچڑا نہ جاتا۔ خیال رہے کہ اگر کافر قیدی کہے کہ میں تو گرفتاری سے پہلے ہی مسلمان تھا تو اس کی بات نہ مانی جائے گی جب تک اپنے دعویٰ پر شرعی گواہی قائم نہ کرے اور اگر قید ہونے کے بعد مسلمان ہوجائے تو اسے قتل نہ کیا جائے گا مگر غلام بنالیا جائے۔ اس وقت کا اسلام قتل سے بچائے گا غلامیت سے نہ بچاسکے گا۔ اور اگر قیدی قید ہوچکنے کے بعد جزیہ قبول کرے اس کے قتل کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے (مرقات) اس طرح کہ دنیا میں تو قید و غلامیت کی ذلت سے بچ جاتا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے، اب اس وقت مسلمان ہونے سے تو آگ سے بچ گیا مگر غلامیت قید سے نہ بچ سکا۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ اسلام قبول نہ کیا۔ کیونکہ حضور کو اس کے منافق ہونے کا پتہ تھا کبھی حضور حقیقت پر حکم جاری فرماتے تھے۔ مدعی اسلام کے قتل کا حکم دیا ہے اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ کافر ہو کر مرا (اشعہ)

[۱] یعنی کچھ عرصہ کے بعد حضور انور نے اسے کفار کے حوالہ کردیا اور اس کے عوض اپنے مسلمان قیدی کفار سے چھڑا لیے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قیدی ہوچکنے کے بعد مسلمان ہو اس کو قید میں مسلمان کو چھوڑانے کے لئے فدیہ دیا جاسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ ایسے قیدی کو فدیہ میں دینا جائز نہیں جو بحالت قید مسلمان ہوچکا ہو۔ اگر ہمارا اور کفار کا معاہدہ اس قسم کا ہوچکا ہو کہ بعد صلح فریقین اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیں تو ایسے مسلمان قیدیوں کو چھوڑنا پڑے گا (مرقات) مگر ایسے عورتوں بچوں کو فدیہ میں بھی نہ دیا جائے گا جو قید ہو کر مسلمان ہوگئے ہوں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور اس جگہ مرقات میں دیکھو [۲] یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے کہ ستر کفار تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی۔ ان قیدیوں کے متعلق حکم ہوا تھا کہ فدیہ میں مال دو اور آزاد ہوجاؤ۔ ان لوگوں نے مکہ معظمہ اپنے عزیزوں کو پیغام بھیجے وہاں سے ان کے عزیزوں نے مال بھیج کر انہیں آزاد کرایا [۳] حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی ہیں جو ابوالعاص ابن ربیع ابن ربیع ابن عبدالعزیٰ ابن عبدشمس ابن عبد مناف کے نکاح میں تھیں اور مکہ معظمہ میں رہتی تھیں۔ ابوالعاص بی بی خدیجہ کے بھانجے تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے۔ گرفتار ہوگئے۔ حضرت زینب نے انہیں چھوڑانے کے لیے فدیہ کا مال بھیجا۔ خیال رہے کہ اسوقت مومنہ عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز تھا اسی لئے حضرت زینب بنت رسول اللہ جناب ابوالعاص کے نکاح میں رہیں، حالانکہ آپ مومنہ تھیں ابوالعاص کافر، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيْدَةً وَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوْا لَهَا أَسِيْرَهَا وَتَرُدُّوْا عَلَيْهَا الَّذِيْ لَهَا فَقَالُوْا نَعَمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ أَنْ يُّخَلِّيَ سَبِيْلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ كُوْنَا بِبَطْنِ يَأْجِجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا تَأْتِيَا بِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا حضور کو اس پر بہت ہی رقت طاری ہوئی [۱] اور فرمایا اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی چھوڑ دو اور ان کی چیزیں انہیں واپس کردو [۲] سب نے کہا ہاں ضرور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے عہد لیا کہ وہ جناب زینب کا راستہ خالی کردیں [۳] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ کو اور ایک اور انصاری کو بھیجا [۴] ان سے فرمادیا کہ تم دونوں بطن یاجج میں رہنا [۵] تاآنکہ تم پر زینب گزریں تو انہیں اپنے ساتھ لے آنا [۶]

(احمد، ابوداؤد)

اب مومنہ عورت نہ تو کافر سے نکاح کرسکتی ہے نہ اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے [۱] یعنی یہ ہار ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کا تھا جو جہیز میں آپ نے جناب زینب کو دیا تھا۔ حضور کو یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ یاد آگئیں [۱] جناب خدیجہ کو یاد کرکے ان کی یہ نشانی دیکھ کر اپنی صاحبزادی زینب کی بے کسی اور بے بسی کا خیال فرماکر آپ کو گریہ طاری ہوگیا حضور کو جناب خدیجہ سے بہت ہی محبت تھی ایک دفعہ کسی بی بی کی آواز سنی جو حضرت خدیجہ کی سی تھی تو آپ رو پڑے۔ رضی اللہ عنہا

[۲] یعنی اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو ابو العاص کو بغیر فدیہ بطور احسان چھوڑ دیا جائے حضور انور مالک ہیں جو چاہیں کریں۔ مگر یہ رائے لینا ہم لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے

[۳] یعنی ابو العاص کو چھوڑ تو دیا مگر ان سے یہ عہد لیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت زینب کو ہجرت کرکے مدینہ پاک آجانے کی اجازت دے دیں۔ بلکہ حدود دارالاسلام تک پہنچا جائیں۔ ابو العاص کے دل میں ایمان تو اسی وقت آگیا تھا مگر اس کا ظہور دوسرے وقت ہوا [۴] تاکہ جناب زینب کو لے آئیں۔ اس وقت غیر محرم کے ساتھ عورتوں کو سفر کرنا جائز تھا۔ چونکہ ابو العاص اس وقت کافر تھے مدینہ منورہ نہ آسکتے تھے اور مسلمان مکہ معظمہ نہ جاسکتے تھے۔ اس لیے یہ انتظام فرمایا گیا۔ لہذا حدیث واضح ہے [۵] بطن یاجج مکہ معظمہ سے خارج ایک نالہ ہے جو مقام تنعیم کے پاس مسجد حضرت عائشہ صدیقہ سے قریب ہے

[۶] چنانچہ ابو العاص نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر پہلا کام یہی کیا کہ حضرت زینب کو وہاں پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابو العاص شام کے تجارتی سفر سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب سے گزرے۔ مسلمانوں نے چاہا کہ ان کا مال چھین کر انہیں گرفتار کرلیں۔ حضرت زینب کو پتہ چلا تو بولیں میں انہیں امان دیتی ہوں۔ یہ سن کر صحابہ کرام بغیر ہتھیار ابو العاص سے ملے۔ انہیں تبلیغ اسلام کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی میرے پاس کفار مکہ کی کچھ امانات ہیں۔ میں وہ امانات دے کر مسلمان ہوں گا۔ چنانچہ آپ مکہ مکرمہ گئے۔ تمام کی امانتیں واپس کیں۔ پھر مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پرانے نکاح پر نیا نکاح پڑھا کر حضرت زینب کو ان کے حوالہ فرمادیا۔ حضور کو ابو العاص سے بہت ہی محبت تھی۔ حضرت

وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَسَرَ اَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ عُقْبَةَ ابْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَمَنَّ عَلٰى اَبِيْ عَزَّةَ الْجُمَحِيِّ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ قَتْلَ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَ مَنْ لِلصِّبْيَةِ قَالَ النَّارُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِيْلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ خَيِّرْهُمْ يَعْنِيْ اَصْحَابَكَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ الْقَتْلَ وَالْفِدَاءَ عَلٰى

روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر والوں کو قید کیا تو عقبہ ابن ابی معیط اور نضر ابن حارث کو تو قتل کر دیا[1] اور ابو عزہ جمحی پر احسان فرمایا[2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ ابن ابی معیط کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بولا بچوں کا کون ہے[3] فرمایا آگ[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جبریل امین حضور کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا کہ آپ ان حضرات یعنی اپنے صحابہ کو بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل و فدیہ کا اختیار دیں[5]

ابو العاص خلافت صدیقی میں غزوۂ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ (اشعہ) اللہ تعالٰی ان کے طفیل ہم کو ایمان پر استقامت حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

۱؎ عقبہ ابن ابی معیط وہ ملعون ہے جس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی نجاست ڈالی تھی اور جناب فاطمہ نے ہٹائی تھی۔ نضر ابن حارث بھی حضور کا سخت دشمن تھا۔ ان دونوں کے قتل کر دینے میں کفر کی طاقت کا توڑ دینا تھا اس لیے قتل کیے گئے (اشعہ) ۲؎ ابو عزہ جمحی کفار کا شاعر تھا جو اسلام کے خلاف قصیدے لکھا اور پڑھا کرتا تھا اُسے بغیر فدیہ لئے ہی چھوڑ دیا۔ اس کے لیے چھوڑ دینا ہی مفید تھا حضور انور حکیم ہیں۔ حکیم بیماری اور بیمار کے احوال سے خوب خبردار ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو احسان کرکے کفار کو چھوڑ دینا اب بھی جائز سمجھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ قیدی کافر کو کوئی غازی خود قتل نہیں کر سکتا۔ بلکہ امام کی رائے سے قتل کرے گا مشرکین عرب اور مرتدین کے لیے یا قتل ہے یا اسلام، نہ انہیں غلام بنایا جائے نہ ان سے جزیہ لیا جائے۔ اور جو قیدی کافر قیدی مسلمان ہوجائے اُسے قتل نہیں کر سکتے غلام بنا سکتے ہیں اور جو کافر قید ہونے سے پہلے مسلمان ہوجائے اُسے نہ قتل کیا جائے نہ قید بلکہ وہ آزاد ہوگا۔ تفصیل اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کرو

۳؎ صبیۃ ص کے کسرہ ب کے سکون سے جمع ہے صبیؒ کے معنی چھوٹے بچے، یعنی آپ مجھے تو قتل کیے دیتے ہیں میرے پیچھے میرے چھوٹے بچے کون پالے پرورش کرے گا ۴؎ یعنی تیرے لیے آگ ہے اپنی فکر کر بچوں کی فکر کیوں کرتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تیرے بچوں کو آگ پالے گی یہ فرمان اظہار غضب کے لئے ہے۔ اس معنی کی بنا پر یہ غیبی خبر ہے کہ تیرے پیچھے بھی تیری طرح دوزخی ہیں وہ بھی تیری طرح کافر ہی مریں گے

اَنْ یُّقْتَلَ مِنْھُمْ قَابِلاً مِثْلُھُمْ قَالُوا الْفِدَاءَ وَیُقْتَلُ مِنَّا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ۞ وَعَنْ عَطِیَّۃَ الْقُرَظِیِّ قَالَ کُنْتُ فِیْ سَبْیِ قُرَیْظَۃَ عُرِضْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانُوْا یَنْظُرُوْنَ فَمَنْ

اس شرط پر کہ آئندہ سال اتنے ہی ان میں سے قتل کیے جائیں گے وہ بولے فدیہ چاہیئے اور ہم ہی سے قتل کیے جائیں [۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے [۲] روایت ہے حضرت عطیہ قرظی سے فرماتے ہیں کہ میں قریظہ کے قیدیوں میں تھا [۳] ہم سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے گئے تو معائنہ کیے جاتے تھے جس کے

۵ بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق نے تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی کہ شاید آئندہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہم کو اس مال سے قوت حاصل ہو اور حضرت عمر نیز عمرو بن سعد نے مشورہ دیا کہ سب قتل کر دئے جائیں کہ یہ ردائے کفر ہیں۔ ان کے قتل سے کفر کا زور ٹوٹے گا۔ تب حضرت جبریل امین نے یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے کہ تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت صدیق و فاروق کی رائے پیش فرما دیں۔ وہ لوگ ان دونوں رایوں میں سے جونسی رائے چاہیں پسند کرلیں اگر انہیں قتل کر دیں تو خیر اور اگر انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیں تو اس کے عوض اگلے سال غزوۂ احد میں ان ہی سے بھی ستر صحابہ شہید ہوں گے۔ ہماری اس شرح سے حدیث واضح ہوگئی۔ جناب صدیق و فاروق سے رائے لینا اور تمام صحابہ کو اختیار دینا دونوں درست ہوگئے۔ یہ اختیار دینا بھی رب تعالٰی کی طرف سے امتحان تھا۔

۱ یعنی ہم کو سال آئندہ شہادت کی سعادت منظور ہے ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ خیال رہے کہ ان بزرگوں نے مال کی محبت میں فدیہ اختیار نہ فرمایا بلکہ اپنی شہادت اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی رغبت میں یہ اختیار کیا کہ یا تو خود یہ لوگ یا ان کی اولاد ایمان لا کر دین کی خدمت کریں مگر رب تعالٰی کا ارادہ تو یہ تھا جو صحابہ کی رائے ہوئی ہو۔ یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دیا جانا مگر مرضی یہ تھی کہ یہ قتل کر دئے جائیں۔ صحابہ کرام کی یہ رائے ارادہ الٰہی کے مطابق ہوئی رضا الٰہی کے خلاف۔ اسی لیئے ان حضرات پر وہ عتاب آیا جو آیہ کریمہ میں مذکور ہے۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔ ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے۔ آدم علیہ السلام کا گندم کھا لینا ارادہ الٰہی کے عین مطابق تھا رضا الٰہی کے خلاف۔ رضا کی مخالفت کی وجہ سے ان پر عتاب ہوا جس سے توبہ کرائی گئی۔ ارادۂ الٰہی کی مطابقت کی وجہ سے آپ کو خلافت زمینی عطا ہوئی ان حضرات پر مخالفت رضاء الٰہی کی وجہ سے عتاب۔ عذاب سے ڈرانا ہوا اور ارادۂ الٰہی کی موافقت کا انجام یہ ہوا کہ یہ قیدی مسلمان ہوئے اسلامی خدمات انجام دیں یہ جواب نہایت باریک ہے خیال میں رکھو اب یہ حدیث آیۂ عتاب کے خلاف نہیں شارحین نے اور توجیہیں کی ہیں مگر انشاء اللہ فقیر کی یہ توجیہ قوی ہے۔ حضرات صحابہ اللہ کے محبوب ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ احد میں پیش آنے والی تکالیف سے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر تھے نہ خاص صحابہ کرام۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عتاب الٰہی ناراضی کی بنا پر ہی نہیں ہوتا۔ اس میں اور حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بندے کو اختیار دے کر بھی عتاب ہو سکتا ہے بلکہ عذاب سے ڈرایا جا سکتا ہے کہ تم نے دوسری شق اختیار کیوں کی۔ یہ اختیار دینا بھی امتحان تھا۔ ۲ اس حدیث پر طعن نہیں حدیث بالکل صحیح ہے۔ اگر یہ غریب بھی غریب ہونا صحت کے خلاف

أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكَشَفُوْا عَانَتِيْ فَوَجَدُوْهَا لَمْ تُنْبِتْ فَجَعَلُوْنِيْ فِي السَّبْيِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجَ عِبْدَانٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ قَبْلَ الصُّلْحِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا خَرَجُوْا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَإِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ فَقَالَ نَاسٌ صَدَقُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ فَغَضِبَ

بال اُگ گئے تھے وہ قتل کردیا گیا اور جس کے نہ اُگے تھے وہ قتل نہ کیا گیا چنانچہ میرا زیر ناف بدن بھی کھولا تو محسوس کیا کہ نہ اُگے تھے تو مجھے قیدیوں میں کردیا ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں دو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے ۱؎ تو حضور کی خدمت میں ان کے مولاؤں نے لکھا بولے اے محمد خدا کی قسم یہ لوگ آپ کے پاس آپ کے دین سے محبت کی وجہ سے نہیں گئے وہ تو صرف غلامیت سے بھاگنے کیلئے نکلے ہیں ۲؎ تو کچھ لوگ بولے یارسول اللہ وہ سچے ہیں حضور انہیں انکی طرف لوٹا دیں ۳؎

دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات غرابت صحت کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی میری قوم بنی قریظہ کے جوان بوڑھے تو سارے قتل کردیے گئے۔ بچے چھوڑ دیے گئے جن کے جوان ہونے کا شبہ تھا ان کی تحقیق کی گئی۔ میں اس تیسری جماعت میں تھا۔ خیال رہے کہ یہ عطیہ ہیں تو صحابی مگر نہ ان کا پورا نام معلوم ہوسکا نہ ان کے باپ کا نہ حالات کا پتہ چلا ۱؎ خیال رہے کہ بچے کے بلوغ کی علامت احتلام ہے اور زیر ناف بال آجانا۔ چونکہ یہ لوگ قتل کے خوف سے احتلام کے متعلق غلط خبر دے دیتے اسی لیے زیرناف کے بال دیکھے گئے۔

۲؎ یعنی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے میدان میں قیام پذیر ہوچکے تب مشرکین مکہ کے غلاموں میں سے دو غلام مسلمان ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ صلح نامہ ان کے آچکنے کے بعد لکھا گیا۔ اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہوکر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوجائے اسے حضور واپس فرمادیں۔ مگر چونکہ یہ دونوں اس تحریر سے پہلے ہی آچکے تھے اسلیئے انہیں واپس نہیں کیا گیا اسیلئے راوی نے قبل الصلح کی تصریح فرمادی ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ صرف غلامیت سے بھاگ نکلنے کیلئے اسلام ظاہر کرکے آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں دل میں کافر ہیں۔ لہذا آپ انہیں واپس فرمادیں۔ خیال ہے کہ بعض شارحین نے یہاں غلاموں سے مراد آزاد کردہ غلام لیے ہیں اور یہاں رق سے مراد اثر رق لیتے ہیں۔ مرقات میں بھی یہ احتمال لیا ہے مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے کہ یہ دونوں غلام ہی تھے۔ ۴؎ یعنی بعض صحابہ نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اُرَائِکُمْ تَنْتَھُوْنَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ مَنْ یَّضْرِبُ رِقَابَکُمْ عَلٰی ھٰذَا وَاَبٰی اَنْ یَّرُدَّھُمْ وَقَالَ ھُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اِلٰی بَنِیْ جَذِیْمَۃَ فَدَعَاھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَلَمْ یُحْسِنُوْا اَنْ

تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے لے اور فرمایا کہ اے گروہ قریش تم لوگ باز نہ آؤ گے حتی کہ اللہ تعالٰے تم پر اسے بھیجے جو اس پر تمہاری گردنیں مار دے لے اور انہیں واپس فرمانے سے انکار کردے اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں ۳؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا ۴؎ تو خالد نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے یہ اچھا کہ

حال کو دیکھ کر کفار کی اس تحریر کی تائید کی کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ آزاد ہونے کے لیے یہاں آئے ہیں۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تائید کرنے والے صحابہ پر ناراض ہوئے کیونکہ ان حضرات نے محض اپنے خیال سے حکم شرعی کے خلاف رائے دی۔ نیز مسلمان ہوجانے والوں پر بلا دلیل شبہ کیا۔ ان کے اخلاص کا انکار فرمایا۔ نیز بلا دلیل مشرکوں کی تائید کی۔ ان تین وجہوں سے اظہار ناراضگی فرمایا۔

۲؎ گروہ قریش سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے یہ تحریر بھیجی تھی۔ ان ہی پر اظہار غضب ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ فرمان عالی ان پیغامبروں کے سامنے فرمادیا تاکہ وہ لوگ ان تک پہنچادیں تحریر فرما کر نہ بھیجا۔ یعنی تم خود تو کافر ہو مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہو تمہاری اس سرکشی کا انجام یہ ہوگا کہ تم پر مسلمانوں کا راج ہوگا۔ پھر تم کو مسلمان ہونا پڑے گا۔ خیال رہے کہ کفار عرب جزیہ نہیں دے سکتے ان کے لیے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ رب تعالٰی فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین اس آیت سے کفار عرب یا تو مستثنٰی ہیں یا چونکہ کفار عرب کو وطن چھوڑ دینے کی اجازت ہے اس لیے وہ بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ھذا سے اشارہ اس ظلم و تشدد یا مرتد کرنے کی کوشش کی طرف ہے۔ یعنی ایسا حاکم اسلامی تم پر مقرر ہوگا جو تم کو اس ظلم کی سزا دے گا۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر غلام مسلمان ہوکر دار الحرب سے دار الاسلام میں آجائے تو وہ آزاد ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کلمہ پڑھ لینے والے پر بلا دلیل شرعی منافقت کا شبہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں علامات نفاق یا علامات کفر موجود ہوں تو انہیں کافر یا منافق کہا جاسکتا ہے رب تعالٰے نے کلمہ گو منافقوں کو جھوٹا اور منافق فرمایا کہ ارشاد فرمایا واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون۔ حضرات صحابہ نے منکرین زکوۃ پر جہاد کیا اور منکرین تقدیر کو کافر کہا اگرچہ وہ کلمہ گو تھے

۴؎ تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول نہ کریں تو ان پر جہاد کریں، بنو جذیمہ کے فتح

یَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ یَقْتُلُ وَیَاسِرُ وَدَفَعَ اِلٰی کُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَہٗ حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ یَّقْتُلَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَہٗ فَقُلْتُ وَاللّٰہِ لَا اَقْتُلُ اَسِیْرِیْ وَلَا یَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ اَسِیْرَہٗ حَتّٰی قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْنَاہُ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَیْنِ

کہہ دیتے ہم اسلام لائے تو وہ کہنے لگے ہم دین سے نکل گئے نکل گئے تو حضرت خالد انہیں قتل کرنے اور قید کرنے لگے
۲ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی دیا حتی کہ ایک دن وہ ہوا کہ حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی
کو قتل کر دے ۳ تو میں بولا اللہ کی قسم میں تو اپنے قیدی کو قتل نہ کروں گا ۴ اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی
اپنے قیدی کو قتل کرے حتی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ ہم نے حضور سے ذکر کیا تو
حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے فرمایا الٰہی میں اس سے تیری طرف بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو خالد نے کیا
دوبار فرمایا ۵

۱ ذال کے کسرہ سے ایک مشہور قبیلہ تھا ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنے پرانے دین [illegible] اسلام میں داخل ہوگئے حضرت خالد یہ سمجھے کہ کہتے ہیں ہم دین اسلام سے نکلے ہی رہیں گے مسلمان نہ ہوں گے۔ عربی میں صابی بے دین کو کہتے ہیں یا دین سے نکل جانے والے کو غرضیکہ آپ ان کا مقصد نہ سمجھ سکے ۲ یعنی بعض کو انہوں نے فی الحال قتل کر دیا اور بعض کو قید کر لیا۔ آئندہ قتل کر دینے یا غلام بنا لینے کی نیت سے حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ فورًا قتل کر دے یا کچھ بعد میں ۳ یعنی وہ قیدی غازیوں میں تقسیم کر دیئے گئے تاکہ انہیں حکم قتل تک محفوظ رکھیں پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر شخص اپنے پاس محفوظ غلام کو خود قتل کر دے ۴ کیونکہ مجھے شک ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں ان کا کافر رہنا یقینی نہیں۔ یہ ہے مجتہدین کا اختلاف کہ ایک لفظ کو حضرت خالد نے کفر کی دلیل بنایا اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے اسلام کی دلیل قرار دیا۔ یہ دونوں حضرات اپنے خیال میں سچے ہیں مگر حضرت ابن عمر حق پر ہیں حضرت خالد سے خطا ہوئی۔

۵ یعنی حضرت خالد نے ان کے متعلق غلط رائے قائم کی اور انہیں قتل یا قید کیا یہ غلط کیا خدایا میں خالد کے اس فعل سے راضی نہیں، مگر حضرت خالد کو نہ تو دیتہ کا حکم دیا نہ توبہ کا، معلوم ہوا کہ اگرچہ مجتہد سے بڑی بھاری غلطی ہو جائے حتی کہ [illegible] واقع ہو جائے تب بھی اس کی گرفت نہیں۔ لہذا حضرت علی اور حضرت معاویہ و عائشہ صدیقہ میں [illegible] نہیں [illegible] کشت و خون ہوا مگر نفسانیت سے نہیں بلکہ للّٰہیت سے، ان میں کوئی کسی کا [illegible] اختلاف رائے سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان کے متعلق رب فرماتا ہے۔ رحماء بینہم۔

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

بَابُ الْاَمَانِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ اِبْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیٍٔ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَکَعَاتٍ مُّلْتَحِفًا

(بخاری) باب امان کا بیان[1] پہلی فصل - روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے[2] فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے سال گئی[3] تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کیے تھیں[4] تو میں نے سلام کیا[5] فرمایا یہ کون ہیں۔ میں نے کہا ام ہانی بنت ابو طالب فرمایا ام ہانی خوب آئیں[6] پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہوگئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں[7]

1 امان دامن ضد ہے خوف کی یہی اور جنگ کی بھی یہاں کفار کو امان دینا مراد ہے اس امان کی بہت صورتیں ہیں۔ مستامن کو امان دینا کہ جو کافر دارالحرب سے ہمارے ملک میں چند روز کے لیے ہماری اجازت سے آئے اُسے مستامن کہتے ہیں۔ بحالت جنگ کسی کافر کو امان دینا کسی مصلحت سے ذمی کافر کو دائمی امان دینا۔ جس کافر قوم سے ہماری صلح و معاہدہ ہوگیا ہے اُسے زمانہ صلح میں امان دینا۔ کافروں کا قاصد یا ایلچی ہمارے ہاں پیغام رسانی کے لیے آئے اُسے امان دینا جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے **2** آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے۔ ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضٰی کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں انہیں کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائیں۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی داشعہ) **3** یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہوچکے تھے غسل فرمارہے تھے **4** اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرمارہے تھے چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑی تھیں۔ یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا۔ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے **5** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کررہا ہو اُسے سلام کرنا جائز ہے۔ ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجا کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے کہ وہ ننگا ہے **6** معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کرسکتے ہیں۔ وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے۔ ہر غسل کا یہی حکم ہے۔ جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے **7** نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شمائل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوۃ باب الستر میں گزر گئے۔

فِيْ ثَوْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّيْ عَلِيٌّ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ وَذٰلِكَ ضُحًى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ قَالَتْ اَجَرْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ اَحْمَائِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَنَّا مَنْ اَمَنْتِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

پھر فارغ ہوگئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں [1] کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں۔ ہبیرہ کا بیٹا فلاں [2] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی۔ اسے ہم نے بھی امان دے دی [3] ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا (مسلم بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی [4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دیدی جسے تم نے امان دے دی فصل دوسری۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎ حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں۔ مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لیے جیسے ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن اُمّ

۲؎ ہبیرہ ابن وہب ابن عمرو ابن عائذ ابن عمران ابن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں، اس فلاں کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا اُن کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی ہے۔ مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ جناب اُم ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہوگئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبدالملک ابن عبداللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔ مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلہ بیٹا۔ (دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھر تھا یا حضرت علی کے گھر یا کسی اور جگہ بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا

۳؎ یعنی تمہاری امان ہماری امان ہے۔ حضرت علی اُسے قتل نہیں کریں گے

۴؎ یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں۔ ایک تو عبداللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں۔ دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں۔ دونوں مخزومی ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں۔ جناب ام ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی۔ اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی۔ حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔

إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَمِقِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَمَّنَ رَجُلًا عَلَى نَفْسِهِ فَقَتَلَهُ أُعْطِيَ لِوَاءَ الْغَدْرِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعٰوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ

کہ عورت پوری قوم کے لیئے امان دے سکتی ہے[1] یعنی مسلمانوں پہ امان دے سکتی ہے[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن حمق سے[3] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی شخص کو اس کی جان پہ امان دے دے پھر اسے قتل کردے اسے قیامت کے دن غداری (بدعہدی) کا جھنڈا دیا جائے گا[4] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت سلیم ابن عامر سے[5] فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا[6] اور جناب معاویہ ان کے شہروں کی طرف چل دیئے تاکہ جب معاہدہ پورا ہوجائے تو فورًا ان پر حملہ کردیں[7] تو ایک شخص ترکی یا عربی گھوڑے پر سوار یہ کہتا ہوا آیا[8] اللہ اکبر

[1] یعنی ایک مسلمان عورت قوم کفار کو امان میں لے سکتی ہے۔کسی قوم سے اس کا کہہ دینا کہ میں نے تم کو امان دی معتبر ہے اور اس قوم کو امان مل جائے گی [2] یہ جملہ امان میں لینے کی شرح ہے چنانچہ حضرت زینب بنت رسول اللہ نے اپنے خاوند ابو العاص کو امان دے دی۔جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اور حضرت ام ہانی نے اپنے دو دیوروں اور اپنے بیٹے کو امان دے دی اور تمام غازی صحابہ کو یہ امان ماننی پڑی [3] آپ قبیلہ بنی خزاعہ سے ہیں صحابی ہیں حجۃ الوداع میں حضور کے ہاتھ پر ایمان لائے حضور کی وفات کے بعد پہلے کوفہ میں پھر مصر میں مقیم رہے ۵۰ھ ایکاون میں موصل میں عجیب وغریب طریقہ سے قتل کیئے گئے۔ان کے قتل کا عجیب قصہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں اور شیخ عبدالحق نے رسالہ تعمیم البشارہ کے حاشیہ میں لکھا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہیئے [4] اسے رسوا کرنے کیلئے اور یہ جھنڈا بدعہدی وغداری کی نشانی ہوگا جس سے محشر والے اس کی غداری معلوم کرلیں گے۔خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ عیوب ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ عیوب کا اعلان ہوگا۔ لہذا یہ حدیث پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں [5] آپ تابعی ہیں شام میں قیام رکھتے تھے۔اپنے وقت کے عالم وفقیہ تھے۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ ہیں [6] یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ سلطنت میں کفار روم سے کچھ روز کے لیے عارضی صلح فرمائی تھی کہ فلاں تاریخ تک ہم تم سے جنگ نہ کریں گے [7] یعنی جب مدت صلح ختم ہونے کے قریب ہوئی تو آپ مع لشکر جرار شام سے روم کی طرف روانہ ہوگئے اس ارادے سے کہ مدت صلح ختم ہونے سے پہلے رومیوں کی سرحد پر پہنچ جائیں اور معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی ان پر حملہ کردیں [8] فرس اور برذون دونوں کے معنی ہیں گھوڑا مگر یہاں فرس سے مراد ہے

اَللہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا ھُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَأَلَهٗ مُعٰوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يُحِلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهٗ يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعٰوِيَةُ بِالنَّاسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِیْ قُرَيْشٌ

اللہ اکبر وفا عہد ہو بدعہدی نہ ہو ۱؎ لوگوں نے غور کیا تو وہ حضرت عمرو ابن عبسہ تھے ۲؎ تو اس کے متعلق ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا ۳؎ تو فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا کسی قوم سے عہد ہو تو وہ نہ تو عہد کھولے نہ اسے باندھے ۴؎ حتی کہ اس کی مدت گزر جائے ۵؎ یا انہیں برابری پر خبر دے دے ۶؎ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ لوگوں کو واپس لے گئے ۷؎ ترمذی، ابوداؤد۔ روایت ہے حضرت ابورافع سے ۸؎ فرماتے ہیں مجھے قریش نے

۱؎ یعنی اے جماعت صحابہ یا اے امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یا اے امیر المومنین معاویہ تم لوگوں کی شان وفائے عہد ہے۔ بیوفائی تمہاری شان کے خلاف ہے آپ نے ختم مدت سے پہلے ان کفار کی طرف کوچ کر کے ان کی سرحد پر پہنچ جانا بھی خلاف عہد سمجھا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کفار مسلمانوں پر حملہ کی تیاری نہ کر رہے ہوں اگر وہ ایسا کر رہے ہوں تو مدت صلح میں ان کی سرحد پر پہنچ جانا اور بعد ختم مدت اچانک ان پر حملہ کر دینا، انہیں حملہ کا موقع نہ دینا ضروری ہے کہ اب بدعہدی ان کی طرف سے ہے نہ کہ ہماری طرف سے اس وقت رومیوں نے یہ حرکت نہ کی تھی (مرقات) ۲؎ آپ مشہور صحابی ہیں چوتھے مسلمان ہیں شام کے رہنے والے ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ آپ نے صلح کے زمانہ میں ان رومی عیسائیوں کی سرحد پر پہنچ جانے کو بھی بدعہدی میں شمار فرمایا۔ اس لیے یہ فرمایا۔ ۳؎ یعنی امیر معاویہ نے اس فتوے کی دلیل حدیث سے معلوم کرنا چاہی ۴؎ بعض روایات میں الفاظ یوں ہیں فیشدہ ولا یحلہ یعنی اس عہد کو پختہ تو کر دے مگر کھولے یعنی توڑے نہیں۔ یہ عبارت واضح ہے شد کے معنی مضبوطی کے ہیں۔ یہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عہد کو مدت کے اندر کھولے توڑے نہ کفار سے تجدید عہد یا توثیق عہد کا مطالبہ کرے۔ یعنی یہ نہ کہے کہ اس عہد کو مضبوط کرو کہ اس سے کفار سمجھیں گے کہ مسلمانوں نے وہ عہد کمزور کر دیا۔ اس لیے اب اس کی پختگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس میں بھی خیانت کی بو ہے۔ ہم نے لایشدنہ کے معنی جو کئے نہ بدلے یہ لازمی معنی ہیں ورنہ معنی یہ ہیں کہ نہ مضبوطی عہد کا مطالبہ کرے ۵؎ غرضیکہ مدت صلح گزرنے تک کفار سے کچھ تعرض نہ کرے آپ کا وہاں جانا اس کے خلاف ہے۔ سبحان اللہ اس تقوے کے قربان ۶؎ یعنی اگر صلح توڑنے کی ضرورت ہی پیش آجائے تو حملہ سے بہت پہلے انہیں اطلاع بھیجدے کہ ہم مجبورًا اس معاہدہ کو توڑ رہے ہیں تم تیار ہو جاؤ یہی مطلب ہے علی سواء کا۔ قرآن کریم فرماتا ہے واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیھم علی سواء

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا قَالَ إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنْ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا[۱] تو جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا[۲] تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں تو اب ان کی طرف کبھی نہ لوٹوں گا[۳] تو فرمایا کہ ہم نہ تو عہد توڑتے ہیں اور نہ قاصدوں کو روکتے ہیں[۴] لیکن تم ابھی واپس جاؤ پھر اگر تمہارے دل میں وہ رہے جو اب ہے تو واپس آجانا[۵] فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مسلمان ہو گیا[۶]

(ابوداؤد)

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے **۵۷** یعنی امیر معاویہ حضور کا یہ فرمان عالی سنتے ہی مع لشکر کے واپس لوٹ گئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سلطنت میں ۵۱ھ اکیاون ہجری میں فتح ہوا۔ اس فتح میں یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا (اکمال) اور اس لشکر جرار میں حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ ابن زبیر، حسین ابن علی جیسے حضرات سپاہیانہ شان سے شامل تھے (البدایہ والنہایہ) یزید ابن معاویہ نے حضرت ابوایوب انصاری کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نے قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے آپ کو دفن کیا اور اعلان کیا کہ اگر کسی عیسائی نے اس قبر شریف کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں سارے عرب کے عیسائیوں کو قتل اور عرب کے گرجا منہدم کر دوں گا۔ اللہ کی شان ہے جس سے چاہے دین کی خدمت لے۔

۵۸ آپ کا نام شریف اسلم ہے آپ پہلے سیدنا عباس کے غلام تھے۔ انہوں نے حضور کو بطور ہدیہ پیش فرما دیا تو آپ حضور انور کے غلام ہو گئے۔ پھر آپ نے ہی حضرت عباس کے ایمان لانے کی خبر حضور انور کو دی۔ حضور نے اس خبر لانے کی خوشی میں انہیں آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ابورافع حبشی کے غلاموں میں حشر نصیب کرے۔ شعر

جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا — جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا

آپ بہت ہی خوش نصیب صحابی ہیں۔ آپ قبطی النسل ہیں (اشعہ ومرقات ولمعات)

۱ صلح حدیبیہ کے دن کفار نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ حضور حدود حرم میں حدیبیہ کے میدان میں مع جماعت صحابہ کے جلوہ افروز تھے۔ مرقات نے بیان فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابورافع وہ نہیں ہیں جو حضور کے

وَعَنْ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلَيْنِ جَاءَ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلِمَةَ اَمَا وَاللهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ

روایت ہے حضرت نعیم ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں سے فرمایا جو مسیلمہ کے پاس سے آئے تھے[۱] کہ اگر یہ قانون نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیے جاتے تو میں تمہاری گردنیں مار دیتا۔ احمد ابوداؤد۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن

آزاد کردہ غلام ہیں وہ تو بدر سے پہلے ہی اسلام لاچکے تھے۔ اب حدیبیہ میں ان کا کفار مکہ کی طرف سے صلح کا نمائندہ بن کر آنا گیا یہ کوئی اور ابورافع ہیں۔ واللہ اعلم ۲؎ حضور کا چہرہ پاک خود معجزہ تھا کہ ذی ہوش آدمی صرف دیکھ کر ہی ایمان لے آتا حضرت عبداللہ ابن سلام کا بھی یہی واقعہ ہوا کہ چہرہ انور دیکھتے ہی ان کے دل میں ایمان آگیا۔

دے معجزے انبیاء کو خدا نے ؎ ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

۳؎ یعنی ایمان بھی نصیب ہوگیا اور وطن بال بچوں مال و متاع سے محبت ایکدم جاتی رہی۔ اسی لیے دیس چھوڑ پردیس میں جانے، گھر بار اولاد چھوڑ کر حضور کے پاس بس جانے کے لیے تیار ہوگئے۔ گنہگار احمد یار اپنا تجربہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ فقیر جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں قبر شریف پر فقیر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں یہ کشش بھی ان حضرات کا زندہ جاوید معجزہ و کرامت ہے جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف میں بہت ہی کشش ہے جو بیان نہیں ہوسکتی۔ ۴؎ اخیس بنا ہے خیس سے بمعنی غدر یا عہد شکنی۔ یعنی وعدہ خلافی کرنا اور کسی قاصد کو اپنے ہاں روک لینا ہماری شان نہیں کہ یہ بھی عہد شکنی ہی ہے۔ برد جمع ہے برید کی بمعنی ڈاکیہ اور قاصد، تم جیسے اُن کا پیغام لے کر ہمارے پاس آئے ہو ویسے ہی ہمارا جواب لے کر اُن کے پاس جاؤ۔ ۵؎ یعنی وہ دلستگی جو تمہارے دل میں اب ہے اگر مکہ معظمہ پہنچ جانے ہمارا جواب سنانے کے بعد بھی رہے تو پلٹ آنا خیال رہے کہ حضور انور نے ان کا اسلام تو قبول فرمالیا مگر اس وقت ہجرت کی اجازت نہ دی جس کی وجہ خود بیان فرمادی۔ لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ جو مسلمان ہونا چاہے اُسے ٹالو نہیں بلکہ فورًا مسلمان کرلو۔ اسی لیے حضور نے یہ فرمایا کہ ابھی مسلمان نہ ہو واپسی پر بننا، نیز حضور نے ان کو انہیں اپنا اسلام ظاہر کرنے سے منع فرمایا تاکہ کفار مکہ کے شر سے محفوظ رہیں ۶؎ یا حدیبیہ میں ہی صلح نامہ کی تحریر سے پہلے یا کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسلمان ہوگیا کے معنی یہی کہ میں نے اپنا اسلام ظاہر کردیا علانیہ مسلمان ہوگیا مرقات نے یہی توجیہ فرمائی۔ لہذا حدیث بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون کے خلاف نہیں ۷؎ آپ اشجعی صحابی ہیں غزوہ خندق میں ایمان لائے اسلام سے پہلے احزاب کے واقعہ میں ان کی کوشش رہی کہ بنی قریظہ اور ابوسفیان کے درمیان یہی واسطہ اور پیغام رسان تھے، ابوسفیان اس جنگ احزاب میں کفار کے سردار تھے۔ خلافت عثمان میں فوت ہوئے، یا خلافت حیدری میں جنگ جمل میں قتل ہوئے ۸؎ ان دونوں مردودوں کے نام عبداللہ ابن نواحہ اور دوسرا ابن اثال ہیں۔ یہ دونوں مسیلمہ کذاب پر ایمان لاچکے تھے جیسے ہمارے ہاں قادیانی جو مرزا غلام احمد مردود پر ایمان لاچکے ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے حضور کے زمانہ میں ہی دعوٰی نبوت کردیا۔ خلافت صدیقی میں تلوار صدیقی سے جہنم میں پہنچا حضرت وحشی نے اُسے نہایت ذلت سے ہلاک کیا اس سے

شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحِلْفِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنَّهٗ لَا یَزِیْدُهٗ یَعْنِی الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِی الْاِسْلَامِ رَوَاهُ وَذُکِرَ حَدِیْثُ عَلِیٍّ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ فِیْ کِتَابِ الْقِصَاصِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ ابْنُ النَّوَاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلَا مُسَیْلِمَةَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَا

شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ دور جاہلیت کے معاہدے پورے کرو کیونکہ اسلام ان کی پختگی ہی بڑھاتا ہے [۱] اسلام میں نیا حلف نہ کرو [۲] اور حضرت علی کی حدیث المسلمون تتکافأ کتاب القصاص میں ذکر کی گئی۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کذاب کے قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے [۳] تو حضور نے ان سے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں [۴] تو وہ بولے کہ ہم

جنگ عامہ کا معرکہ ہوا — یعنی تم میرے سامنے مسیلمہ کذاب کی نبوت کا اقرار کر رہے تو مستحق قتل ہو۔ مگر چونکہ قاصدوں کو قتل کرنا درست نہیں اس لئے تم کو چھوڑتا ہوں اور واپس جانے دیتا ہوں۔ قاصدوں، ایلچیوں، نمائندوں اور سفیروں کو قتل نہ کرنے میں بڑی مصلحتیں ہیں۔ اب بھی اس قانون پر عمل ہے [۱] یعنی تم لوگوں نے اسلام سے پہلے جو عہد و میثاق کفار سے کر لیے تھے۔ وہ تمام کے تمام پورے کرو کہ اسلام میں خلاف عہد کرنا جرم ہے [۲] اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ لا حلف فی الاسلام اسلام میں حلف نہیں یعنی کفار کا حلیف بننا جائز نہیں۔ حلف میں ایک دوسرے کی مدد کا عہد بھی ہوا تھا اور ایک دوسرے کی میراث کا بھی وعدہ کہ جو معاہد مرے اس کا مال اس کا حلیف لے۔

[۳] ایلچی بن کر کوئی پیغام لے کر مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست منہ در منہ بھی گفتگو کی ہے۔ اور ایلچیوں کے واسطہ سے بھی چنانچہ ایک بار اس نے حضور انور سے مشافۃً عرض کیا تھا کہ اگر آپ اپنے بعد خلافت میرے لیے تحریر فرمادیں تو میں آپ سے صلح کرلوں یعنی نبوت چھوڑ دوں حضور انور کے ہاتھ شریف میں ایک سبز مسواک تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سبز مسواک بھی مجھ سے مانگے تو تجھ کو نہ دوں گا اور تیرا جو انجام ہونے والا ہے وہ مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے۔ یہ اسی کی عرض و معروض وہ ہے جو قاصد پیغامبر کے ذریعہ سے اس نے کی اس کا ذکر ابھی پچھلی حدیث میں گزر چکا [۴] یا تو حضور انور نے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے یہ فرمایا یا کوئی معجزہ دکھا کر یہ ارشاد کیا۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ کافر ایلچی کو تبلیغ اسلام کرنا جائز ہے۔

نَشْهَدُ اَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَمَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يُقْتَلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ وَالْغُلُوْلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِنَا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰى ضُعْفَنَا

گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے ۱؎ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ۲؎ اور اگر میں قاصد کو قتل کرتا ہوتا تو تم کو قتل کر دیتا ۳؎ عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر طریقہ جاری ہوگیا کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے ۴؎ (احمد) باب غنیمتوں کی تقسیم اور ان میں خیانت کرنے کا بیان ۵؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہم سے پہلے کسی کے لیئے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں ۶؎ یہ اس لیئے ہے کہ اللہ نے ہماری کمزوری

۱؎ یعنی نعوذ باللہ آپ اللہ کے رسول نہیں بلکہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے یا آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔ آپ خاتم النبیین نہیں آپ کے زمانہ میں اور رسول بھی ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں وہ کافر اصلی ہیں دوسری صورت میں وہ دونوں موجودہ قادیانیوں کی طرح مرتد ہیں کیونکہ اسلامی کلمہ گو گمراہ فرقے جن کی گمراہی حد کفر تک پہنچ جاوے وہ مرتدین ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق نے منکرین زکوۃ اور مسیلمہ کذاب کو مع اس کے معتقدین کے مرتد تصور فرمایا مرتد سے نہ جزیہ لیا جاتا ہے نہ صلح۔ اس کے لئے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضور انور کے زمانہ میں اور بھی کسی کو نبی مانے وہ مرتد ہے۔ اس سے موجودہ دور کے دیوبندیوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔ حضور انور خاتم النبیین ہیں کہ نہ تو حضور کے زمانہ میں، نہ حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ اصلی نبی، نہ ظلی بروزی مراتی مذاقی افیونی چرسی نبی۔ حضور کی نبوت تمام نبیوں کی نبوت کی ناسخ ہے حضور ہی آخری نبی ہیں ۲؎ اس فرمان عالی میں رُسُولِہٖ سے مراد جنس رسول ہے۔ یعنی میں اللہ کے سارے سچے نبیوں پر ایمان لایا مسیلمہ کے جھوٹا ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ میں نے اس کو جھوٹا بے دین فرمار ہا ۳؎ کیونکہ تم مرتد ہو اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ مگر ایلچی ہو لہذا قتل نہیں کیے جاؤگے بخیریت واپس چلے جاؤ ۴؎ یعنی قاصد ایلچی اگرچہ بذات خود قتل کے لائق ہو مگر جب قاصد بن کر آوے گا تو سلامتی سے واپس کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہمارا مسلمان زنا، چوری، قتل کرکے مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا جائے۔ پھر وہ کبھی کفار کا ایلچی بن کر ہمارے ہاں آوے تو اس حالت میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ چند وجوں سے مستحق قتل ہے۔ یہ جملہ مطلق ہر قسم کے مستحق قتل قاصد کو شامل ہے۔ یہاں سنت بمعنی قانون اسلامی ہے۔ فرض واجب کا مقابل نہیں یعنی اس فرمان عالی کے بعد یہ قانون جاری ہوگیا۔ اور اب تک یہ قانون ہر ملک وملت میں جاری ہے ۵؎ قسمت کے معنی بخشش کرنا بھی ہیں اور اندازہ لگانا بھی اور حصہ کرنا بھی۔ غنیمت وہ مال ہے جو بحالت جنگ کفار سے چھینا جاوے اور فیئ ہر وہ مال ہے جو کفار

وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرَبْتُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهٖ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ

ہماری عاجزی دیکھی تو اس نے ہمارے لیئے یہ حلال فرمادی[۱] روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی سال گئے[۲] تو جب ہم ملے تو مسلمانوں میں بے چینی ہوگئی[۳] میں نے مشرکین کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان پر غالب آگیا[۴] تو میں نے اس کے پیچھے سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار ماری[۵] تو میں نے زرہ کاٹ دی

سے حاصل کیا جائے خواہ جبرًا خواہ صلحًا بشرطیکہ حلال طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ لہذا غنیمت خاص فیئ عام۔ چنانچہ غنیمت، جزیہ، خراج، مال صلح جو کفار سے صلح کرکے حاصل کیا جائے ان سب کو فئی کہا جاتا ہے (مرقات) غلول غنیمت کے مال میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں (اشعہ)[۶] مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے لم تحل بغیر ف کے اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور اگر فلم تحل ف سے ہو تو یہ کلام کسی گذشتہ کلام پر مرتب ہے۔ یہ پورا کلام شریف اسی باب کی تیسری فصل میں آئے گا۔ یعنی غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی نبی کی امت کے لیے حلال نہ کیا۔ وہ لوگ جب جہاد میں کفار سے مال چھینتے تھے تو یہ سارا مال جمع کرکے کسی جگہ رکھتے تھے۔ آسمان سے غیبی آگ بغیر دھوئیں والی آتی تھی اسے جلاجاتی تھی۔ یہ آگ کا جلاڈالنا اس کی علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد مقبول ہے اور غنیمت میں خیانت نہیں ہوئی۔ اگر آگ نہ جلاتی تو وہ لوگ سمجھ جاتے کہ یا تو جہاد مردود ہوگیا یا اس غنیمت میں کچھ خیانت ہوئی ہے۔ یہی حال اُن کی قربانیوں کا تھا۔ ہمارے لیے غنیمت اور قربانی دونوں چیزیں حلال فرمادی گیئں (از مرقات و لمعات مع اضافہ)

[۱] یعنی ان گذشتہ قوموں کے لحاظ سے ہم لوگ جسمًا کمزور بھی ہیں اور مال میں کم بھی اور تاقیامت بہت کمزور و غریب لوگ جہاد کیا کریں گے۔ ان وجوہ سے ہمارے لیے غنیمت حلال کردی کہ جہاد میں ثواب بھی حاصل کریں اور مال بھی یہ رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد گذشتہ دینوں میں بھی تھے۔ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ثابت کیا ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ [۲] حضرت ابوقتادہ مشہور صحابی ہیں اور حنین مکہ معظمہ و طائف کے درمیان ایک جنگل ہے۔ وہاں قبیلہ بنی ہوازن سے مسلمانوں کی مشہور جنگ ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے بعد فقیر نے اس جنگل کی زیارت کی ہے۔ اس جنگ کا ذکر قرآن کریم میں صراحۃً ہوا ہے۔ [۳] جولۃ کے لغوی معنی ہیں بیقراری۔ حرکت۔ آگے پیچھے دوڑنا۔ راوی نے غزوہ حنین کی اول حالت کو مسلمانوں کی شکست نہ فرمایا کیونکہ حقیقۃً شکست نہ ہوئی تھی بلکہ ہوازن کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے مسلمان پہلے کچھ گھبرا گئے تھے اور ان میں افراتفری مچ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت اپنی جگہ سے قطعًا نہ ہلے تھے۔ لہذا مسلمانوں کی یہ افراتفری شکست نہ کہلائی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس جنگ میں مسلمان بارہ ہزار تھے۔ کفار کی تعداد اس سے کم تھی ان کے دل میں خیال ہُوا کہ

وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّۃً وَجَدْتُ مِنْھَا رِیْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللہِ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَہٗ عَلَیْہِ بَیِّنَۃٌ فَلَہٗ سَلَبُہٗ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْھَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ فَقُمْتُ فَقَالَ

وہ مجھ پر متوجہ ہوگیا مجھے خوب لپٹ گیا میں نے اس سے موت کی بو پائی [۱] پھر اسے موت نے پالیا تب اس نے مجھے چھوڑ دیا میں حضرت عمر ابن خطاب سے ملا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہوگیا ہے فرمایا اللہ کا حکم [۲] پھر غازی لوٹ پڑے [۳] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو جس کی گواہی اس کے پاس ہو تو اس کا سامان قاتل ہی کا ہے [۴] تو میں بولا کہ میری گواہی کون دے گا پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا میں نے پھر کہا کہ میری گواہی کون دیتا ہے پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا میں پھر کھڑا ہوا تو فرمایا

کہ آج ہم بہت تعداد میں ہیں ضرور غالب آئیں گے۔ رب کو یہ پسند نہ آیا۔ کہ مسلمانوں خصوصًا صحابہ کرام کی نظر رب کے کرم سے ہٹے۔ اپنی کثرت پر ٹھہرے اس لیے یہ ہیجان پیدا ہوگیا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ یہاں اس کا بیان ہے [۵] اس طرح کہ اس مشرک نے مسلمان کو دبوچ لیا تھا اور قتل کرنے کیلئے تلوار نکال لی تھی کہ پیچھے سے میں نے اس مشرک پر حملہ کردیا [۶] حبل عاتق وہ رگ ہے جو گردن سے کندھے تک ہے یہ شہ رگ نہیں ہے۔

[۱] یعنی میں نے اس مشرک پر ایسا سخت وار کیا کہ اس کی زرہ کاٹ کر گردن بھی سخت زخمی کردی وہ اس سے گھبرا گیا اس ربوچے ہوئے مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا مگر اس پر نزع کے آثار نمودار تھے اور وہ قریب موت تھا چنانچہ وہ کافر اسی حال میں مرگیا [۲] یعنی مسلمانوں کی یہ افراتفری رب تعالٰی کے ارادے سے ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے یا گھبراؤ مت ان شاء اللہ ابھی اللہ کی نصرت نازل ہوگی اور مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم جائیں گے اور مسلمانوں کی فتح ہوگی حضرت عمر نے یہ پیشگوئی بھی فرمادی (مرقات واشعہ) [۳] اس طرح کہ ابوسفیان آج حضور انور کی سواری کی مہار تھامے تھے [illegible] حضرت عباس نے گرج کر پکارا کہ اللہ کے بندو رسول اللہ یہاں ہیں ان کے پاس آؤ یہ آواز تمام غازیوں کے کانوں میں پہنچی۔ سب لوگ [illegible] پاس جمع ہوگئے۔ اور پھر جم کر حملہ کیا اللہ تعالٰی کے فضل سے جنگ جیت لی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شجاعت ظاہر ہوئی کہ سبحان اللہ حضور انور کے ساتھ چند غازی تھے۔ تمام کفار نے مل کر حضور کی سواری کو گھیر لیا اور ہر طرف سے حضور پر حملہ کردیا حضور [illegible] سواری سے اترے انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب میں جھوٹا

مَالَكَ يَا اَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهٗ عِنْدِيْ فَاَرْضِهٖ مِنِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَا هَا اللّٰهِ اِذًا لَّا يَعْمِدُ اِلٰى اَسَدٍ مِّنْ اُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهٖ فَاَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاِنَّهٗ

اے ابو قتادہ تمہارا کیا حال ہے چنانچہ میں نے حضور کو خبر دی تو ایک شخص بولا حضور یہ سچے ہیں اور اس کافر کا سامان میرے پاس ہے حضور انہیں میرے متعلق راضی فرمائیں۱؎ ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ کی قسم تب تو حضور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی طرف یہ قصد بھی نہ کریں گے کہ جو اللہ رسول کی طرف جہاد کرے تجھے اس کا سامان دے دیں۲؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچے ہیں اسے سامان دیدو چنانچہ اس نے وہ مجھے دیدیا تو میں نے اس کا ایک باغ بنی سلمہ

نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں نلوار سونتی سواری سے اترنا تھا کہ کفار کائی کی طرح پھٹ گئے۔ کوئی حضور پر حملہ نہ کرسکا ۴؎ شلبہ سے مراد مقتول کا سامان ہے جیسے جوڑا، گھوڑا، ہتھیار وغیرہ۔ اس غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ نے بیس کفار قتل کئے اور ان سب کا سامان پالیا۔ خیال رہے کہ حضرت امام شافعی و احمد کے ہاں یہ شرعی قانون ہے کہ جو غازی کسی کافر کو مارے تو اس کا سامان اُسے ملے گا بشرطیکہ وہ غنیمت کا حصہ لینے کا حق دار ہو۔ امام اعظم کے ہاں یہ قانون نہیں بلکہ بطور نفل ملے گا۔ اگر حاکم چاہے تو دے کیونکہ ایک حدیث میں یوں ہے کہ حضور نے غازی قاتل سے فرمایا لیس لك حتی سلب قلیلك الا ما طابت بہ نفس امامك تم کو مقتول کا وہ ہی مال ملے گا جو امام چاہے۔ نیز ابو جہل کو دو صاحبوں معاذ ابن عمرو اور معاذ ابن عفرنے قتل کیا مگر حضور نے اس مردود کا سامان ایک صاحب معاذ ابن عمر ابن جموح کو دیا۔ لہذا حق یہ ہی کہ حضور عالی کا یہ فرمان قانون جہاد نہیں بلکہ اپنے اختیار کا اعلان ہے ۵؎ یہ بار بار کھڑا ہونا تلاش گواہ کے لئے تھا خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں قاتل غازی کو مقتول کا سامان شرعی گواہی ملنے پر دیا جائے گا۔ امام مالک کے ہاں اس بارے میں صرف غازی کا قول معتبر ہوگا۔ گواہی ضروری نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ شرعی گواہی ہوتی تو دو گواہ چاہیے تھے ایک کافی نہ ہوتا کیونکہ یہ مال سارے غازیوں کا حق تھا۔ صرف ایک گواہ سے کیسے دیا جاسکتا تھا۔ لہذا امام مالک کے ہاں یہاں بینہ سے مراد گواہ نہیں بلکہ مطلقًا ثبوت ہے خواہ کسی غازی کی تصدیق ہو یا اور کوئی علامت (دیکھو مرقات)۔

۱؎ یعنی واقعی اس کافر کا قاتل یہی ہے اس مقتول کا سامان میں نے لے لیا ہے حضور ان سے فرمادیں کہ وہ سامان مجھے دے دیں یا مجھے اس میں شریک کرلیں ان کی مہربانی ہوگی ۲؎ سبحان اللہ حضرت صدیق اکبر واطہر نے کیا اچھا جواب دیا یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہادری کے جوہر تو ابو قتادہ دکھائیں اور ان کا حق تم کو دے دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں بہادری دکھانے والوں کو خصوصی انعام و اکرام یا تمغہ وغیرہ دینا جائز ہے۔ اس سے غازیوں کی ہمت بڑھتی ہے۔ دوسروں کو بہادری دکھانے کا شوق ہوتا ہے۔ اس انعام سے ثواب اخروی مطلقًا کم نہیں ہوتا اب بھی حکومتیں اس پر عمل کرتی ہیں۔ ابھی ہماری پاکستانی فوج کے چھوٹے سے دستے نے رن کچھ میں بڑی بھارتی فوج کو شکست فاش دی۔ بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ حکومت پاکستان نے ان بہادروں کی بہت حوصلہ افزائی کی یہ عمل اس حدیث سے ثابت ہے۔

لَاَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهٗ فِی الْاِسْلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ • وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْهَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِهٖ ثَلٰثَةَ اَسْهُمٍ سَهْمًا لَهٗ وَسَهْمَیْنِ لِفَرَسِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ • وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ کَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُوْرِیُّ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ یَسْاَلُهٗ عَنِ الْعَبْدِ وَ الْمَرْاَةِ یَحْضُرَانِ الْمَغْنَمَ هَلْ یُقْسَمُ لَهُمَا فَقَالَ لِیَزِیْدَ اُکْتُبْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَیْسَ لَهُمَا سَهْمٌ اِلَّا اَنْ یُّحْذَیَا وَفِیْ رِوَایَةٍ کَتَبَ اِلَیْهِ ابْنُ

میں خریدا[۱] یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اور اس کے گھوڑے کو تین حصے دیئے ایک حصہ اسے اور دو حصے اس کے گھوڑے کو[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت یزید ابن ہرمز سے[۳] فرماتے ہیں کہ نجدہ حروری نے[۴] حضرت ابن عباس کو خط لکھا۔ وہ آپ سے اس غلام و عورت کے متعلق پوچھتا تھا جو غنیمت میں حاضر ہوں کہ کیا انہیں حصہ دیا جائے تو آپ نے یزید سے فرمایا کہ اسے لکھ دو کہ ان کے لیئے حصہ نہیں مگر یہ کہ کچھ دے دیا جائے[۵] اور ایک روایت میں ہے کہ اسے حضرت ابن عباس

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال بہت تھا اور قیمتی تھا جس سے پورا باغ خرید دیا گیا۔ خیال رہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مقتول کا سامان غازی قاتل کو دینا بطور نفل ہے۔ اگر سلطان چاہے تو دے اور امام شافعی کے ہاں قانون شرعی ہے۔ سلطان راضی ہو یا نہ ہو بہرحال سامان قاتل ہی کو ملے گا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیلیں چند احادیث ہیں جو یہاں مرقات نے نقل فرمائیں۔ ایک وہ جو طبرانی نے معجم کبیر اور معجم وسط بروایۃ حبیب ابن سلمہ فہری نقل کی کہ حضرت حبیب نے صاحب قبرص کو قتل کیا جس کے پاس زمرد یاقوت موتی وغیرہ بہت سامان تھا۔ وہ اس کا یہ سامان اور پانچ خچر ریشمی کپڑا حضرت ابوعبیدہ ابن جراح کی خدمت میں لائے۔ جناب ابوعبیدہ نے اس میں سے خمس لینا چاہا۔ انہوں نے یہی حدیث پیش کی من قتل قتیلا فلہ سلبہ تو حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا انما للمرأ ما طابت بہ نفس امامہ دوسری وہ حدیث جو مسلم بخاری نے نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے دو قاتلوں سے فرمایا کہ تم دونوں نے اُسے قتل کیا مگر ابوجہل کا سامان صرف معاذ ابن عمرو کو عطا فرمایا۔ تیسرے غزوۂ موتہ کا وہ واقعہ جو مسلم و ابوداؤد نے بروایت عوف ابن مالک اشجعی روایۃ کیا کہ ایک شخص نے کسی رومی کافر کو قتل کیا جس کے پاس اعلیٰ گھوڑے سونے کی زین زیوروں سے آراستہ ہتھیار تھے۔ اس شخص نے یہ سب خود لینا چاہا۔ حضرت خالد ابن ولید نے انکار کیا۔ یہ مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش ہُوا۔ اولًا تو حضور نے فرمایا خالد اسے یہ سب کچھ دے دو۔ پھر فرمایا اسے کچھ نہ دو۔ ہم اپنے سرداروں کی ذلت نہیں چاہتے۔ لہٰذا یہ سَلَب نفل ہے اگر امام چاہے دے یا نہ دے۔

عَبَّاسٍ إِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِالنِّسَآءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَقَدْ كَانَ يَغْزُوْ بِهِنَّ يُدَاوِيْنَ الْمَرْضٰى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَاَمَّا السَّهْمُ فَلَمْ يُضْرَبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَلَمَةَ الْاَكْوَعِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ

نے لکھا کہ تو نے لکھ کر مجھے پوچھا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ساتھ غزوہ فرماتے تھے۔ اور کیا ان کے لیے حصہ مقرر فرماتے تھے تو یقیناً حضور انور ان کے ساتھ غزوہ کرتے تھے یہ بیماروں کا علاج کرتی تھیں اور غنیمت سے کچھ دے دی جاتی تھیں لیکن حصہ ان کے لیئے مقرر نہ تھا ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

۲؎ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل غازی کو مال غنیمت سے ایک حصہ دیا اور سوار غازی کو تین حصے اس طرح ایک حصہ غازی کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے، اس حدیث کی بنا پر جمہور علماء نے فرمایا کہ سوار غازی کو تین حصے ملیں گے یعنی گھوڑے کے دو، غازی کا ایک، مگر حضرت علی۔ ابو موسیٰ اشعری۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا فرمان ہے کہ سوار غازی کو دو حصے ملیں گے، ایک گھوڑے کا ایک غازی کا۔ اس حدیث میں قانون کا ذکر نہیں بلکہ ایک خاص موقعہ کا ذکر ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو تین حصے دیے تھے۔ اس طرح کہ گھوڑے کا حصہ ایک اور ایک حصہ بطور نفل گھوڑے کو زائد دیا۔ امام ابو حنیفہ کی دلائل حسب ذیل ہیں ۱؎ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور نے قسم النفل للفرس سہمین و للراجل سہمًا حضور نے نفل کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ گھوڑے سوار کے دو حصے پیدل کا ایک ۲؎ معجم طبرانی نے بروایت مقداد ابن عمرو روایت کی کہ میں جنگ بدر میں اپنے گھوڑے سبحہ پر سوار ہو کر شریک ہوا تو حضور نے مجھے دو حصے دیئے۔ ایک میرا، ایک میرے گھوڑے کا ۳؎ ابن مردویہ نے بروایت عروہ عن عائشہ الصدیقہ روایت کی کہ غزوہ بنی مصطلق میں حضور نے پیدل غازی کو ایک حصہ دیا سوار کو دو ۴؎ ابن ابی شیبہ نے بروایت حضرت ابن عمر روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار غازی کو دو حصے دیئے پیادہ کو ایک ۵؎ دار قطنی نے انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی دیکھو کتاب مؤلف للدار قطنی۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں نہ کہ تین جن روایات میں تین حصوں کا ذکر ہے وہاں اتفاقی واقعہ مذکور ہے کہ گھوڑے کو بطور نفل ایک حصہ زیادہ دیا گیا۔ اسی لئے ان احادیث میں ماضی مطلق فرمایا۔ کہا کان یعطی من ہے اس صورت میں احادیث جمع ہو جائیں گی۔ تعارض نہ ہو گا۔ اور ان بزرگوں کے قول پر دو حصوں والی روایات چھوڑنی پڑیں گی۔ بہر حال مذہب امام اعظم بہت قوی ہے۔ دو حصوں کی تائید اس روایت سے بھی ہو رہی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی دوسری فصل میں حضرت مجمع سے آ رہی ہے۔ ابھی اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ غزوہ ذی قرد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ ابن اکوع کو پیدل اور سوار دونوں کے حصے دیئے تو ایک غازی کو دونوں حصے جمع فرما دینا خصوصیت ہے۔ قانون یہی ایسے ہی یہ ہے

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِهٖ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْفَزَارِیُّ قَدْ اَغَارَ عَلٰی ظَهْرِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلٰی اَکَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَادَیْتُ ثَلَاثًا یَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ خَرَجْتُ فِیْ اٰثَارِ الْقَوْمِ اَرْمِیْهِمْ

صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری اپنے غلام رباح کے ساتھ بھیجی اور میں ان کے ساتھ تھا تو جب ہم نے سویرا کیا تو اچانک عبدالرحمان فزاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری پر حملہ کر دیا تو میں ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا مدینہ کی طرف منہ کیا اور ندا دی یا صباحاہ پھر میں اس قوم کے پیچھے چل پڑا۔ ان پر تیر اندازی کرتا تھا

۳ آپ ہمدانی ہیں بنی لیث کے غلام ہیں تابعی ہیں ثقہ ہیں اہل مدینہ سے ہیں ۴ بجدہ خوارج سے تھا حرورہ ایک بستی کا نام ہے قریب کوفہ۔ اس بستی میں خوارج کا اجتماع تھا۔ اس لیے خوری کو حروری کہا جاتا ہے جیسے ہمارے قادیانی ایک مرتد فرقہ کا لقب ہے۔ قادیان بستی کی طرف نسبت ہے ۵ یعنی اگر غلام جہاد کرے یا عورت زخمی غازیوں کی مرہم پٹی کرے تو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے گا جو مقررہ حصے سے کم ہوگا۔ پورا حصہ نہ دیا جائے گا لیکن اگر غلام صرف مولیٰ کی خدمت کرے اور عورت صرف اپنے خاوند کا کام کرے تو انہیں کچھ نہ ملے گا کہ اس صورت میں یہ تاجر کی طرح ہیں جو جہاد میں دوکان لے کر جائے (اشعہ و مرقات و لمعات) ۱ اکثر علماء کا یہی قول ہے امام اعظم کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورت اور غلام کو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے اور باقاعدہ پورا حصہ نہ دیا جائے بشرطیکہ غلام جنگ کرے مولا کی اجازت سے یا بغیر اجازت اور عورت غازیوں کی خدمت کرے کہ عورت کی خدمت مثل جنگ کے ہے ۲ آپ مشہور صحابی ہیں بہادری میں بے مثال تھے اکیلے پیدل بہت سے سوار کفار سے لڑتے تھے۔ کنیت آپ کی ابو مسلم تھی مدنی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک رہے۔ اسی سال عمر ہوئی ۷۴ھ چوہتر ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی (اکمال۔ اشعہ وغیرہ)

۱ ظہر اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی پشت سواری کے کام آتی ہو یعنی سواری کا اونٹ رباح رکے فتحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ وسلم نے اپنے کچھ لائق سواری اونٹ مدینہ منورہ سے کسی جگہ بھیجے اُن کی حفاظت کے لیے میں اور رباح بھیجے گئے ۲ عبدالرحمٰن فزاری عرب کا مشہور کافر ڈاکو تھا جس کے ساتھ اُس کے ساتھیوں کی جماعت تھی۔ جیسے اب بھی مشہور ڈاکو جتھہ والے ہوتے ہیں۔ اس ڈاکو نے اس موقعہ پر صرف دو صحابیوں کو دیکھ کر حضور انور کے اونٹ لوٹ لیے۔ ہانک لے گیا۔ یہ واقعہ ۶ھ میں ہوا اس کا نام غزوہ ذی قرد ہے۔ قرد مدینہ کے پاس ایک جگہ ہے (مرقات) ۳ اکمہ وہ بلند جگہ جو پہاڑ سے چھوٹی ہو جسے اردو میں ٹیلہ کہا جاتا ہے۔

۴ عرب میں خطرہ شدیدہ کا اعلان کرنے کے لئے یا صباح کا لفظ پکارا جاتا تھا گویا یہ لفظ خطرہ کا الارم تھا۔ عموماً دشمن کا حملہ بوقت صبح ہوتا تھا۔ اس لیے یہ لفظ پکارا جاتا تھا، یعنی ہائے اے لوگو صبح کے وقت کا انتظام کرو۔ صبح کو تم پر حملہ ہونے والا ہے یہ بھی حضرت سلمہ ابن اکوع کی

بِالنَّبْلِ وَارْتَجِزُ اَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَمَازِلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَعْقِرُ بِهِمْ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍ مِّنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا خَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ اَرْمِيْهِمْ حَتّٰى اَلْقَوْا اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثِيْنَ بُرْدَةً وَّثَلٰثِيْنَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّوْنَ وَلَا يَطْرَحُوْنَ شَيْئًا اِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ اٰرَامًا مِّنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَاَيْتُ فَوَارِسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَحِقَ

اور یہ گیت شجاعت کہتا تھا کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں. آج دودھ چھوٹنے کا دن ہے ۲؎ تو میں تیر مارتا رہا ان کے جانور کاٹتا رہا ۳؎ حتی کہ اللہ نے حضور کی سواریوں میں سے کوئی اونٹ پیدا نہ فرمایا تھا مگر میں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کرلیا ۴؎ پھر میں تیر مارتا ہوا ان کے پیچھے چلا حتی کہ وہ لوگ تیس چادروں سے زیادہ اور تیس نیزے پھینک گئے ۵؎ ہلکا ہونے کے لیے اور وہ نہیں پھینکتے تھے کوئی چیز مگر میں اس پر پتھروں کی نشانیاں رکھ دیتا تھا ۶؎ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پہچان لیں ۷؎ حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوار فوج دیکھ لی

کرامت تھی کہ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر اپنی پکار تمام مدینہ میں پہنچادی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر جو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ وہ تمام عالم میں پہنچ گئی تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لی یہ معجزہ حضرت ابراہیم کا تھا ۱؎ یہ ہے حضرت سلمہ کی بہادری کہ مسلمانوں کی کمک پہنچنے کا انتظار نہ کیا صرف اطلاع دے کر اکیلے ہی پوری جماعت کے پیچھے پیدل لگ گئے. عربی میں رجز ان اشعار کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے وقت بہادر اپنی بہادری کے اظہار کے لیے پڑھا کرتے ہیں. کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے ۲؎ رُضَّعٌ ر کے پیش ض کے شد و زبر سے یا تو راضع بمعنی خبیث کی جمع ہے یا رضیع بمعنی ماں کا دودھ چھوڑا ہوا. بچہ کی جمع ہے. یعنی آج کمینوں کی سزا کا دن ہے. یا آج تم شیر خوار کمزور بچوں کی ہلاکت کا دن ہے یا تم کو رضیع بنادینے کا دن ہے اور بھی اس کے بہت معنی کئے گئے ہیں ۳؎ اعقر بنا ہے عقر سے بمعنی پاؤں یا کونچیں کاٹنا اس سے مراد ہے جانوروں کا ہلاک کردینا یعنی ان ڈاکوؤں کو بھی مارتا رہا اور تاک تاک کر ان کے جانوروں کو بھی ہلاک کرتا رہا جس سے وہ لوگ میری طرح پیادے ہوتے رہے ۴؎ یعنی مجھ اکیلے نے حضور انور کے سارے اونٹ ان ڈاکوؤں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کرلیے کہ انہیں اپنے پیچھے کرلیا میں ان کے آگے ہوگیا اور ڈاکو [illegible] پیچھے دوڑتا رہا ۵؎ عربی میں مخطط اور حاشیہ والی چادر کو بھی بردہ کہتے ہیں اور مربع کمبل کو بھی جو بدوی لوگ پہنتے ہیں. یہاں دونوں مراد ہوسکتے ہیں ۶؎ یعنی ان کافر ڈاکوؤں کو اپنی چادریں کمبل [illegible] بھاگڑ میں سنبھالنا مشکل ہوگئے تو [illegible] چیزوں کو وبال سمجھ کر پھینک دینے میں اپنی نجات جانی تاکہ ان کے بوجھ سے ہلکے ہوں اور بھاگ جائیں [illegible]

أَبُوْقَتَادَةَ فَارِسُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ
قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُوْقَتَادَةَ وَ
خَيْرُ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ أَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمَ الْفَارِسِ وَسَهْمَ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِيْ جَمِيْعًا
ثُمَّ أَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ عَلَى الْعَضْبَاءِ

اور ابو قتادہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار عبدالرحمٰن پر جا پڑے اسے قتل کردیا۱ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہمارے بہترین سواروں میں بہترین سوار ابوقتادہ ہیں اور پیادوں میں بہترین۲ سلمہ ہیں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حصے عطا فرمائے ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیادے کا یہ دونوں حصے میرے لیئے جمع فرمادیئے۳ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے عضبا پر سوار فرمایا۴

۷ یعنی میں نے ان میں سے کوئی چیز اٹھائی بھی نہیں تاکہ مجھے ان کے پیچھا کرنے میں آسانی رہے اور بغیر علامت چھوڑی بھی نہیں تاکہ میرے پیچھے آنے والے صحابہ ان پر قبضہ کرلیں ۸ عرب کا دستور کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر علامت ڈال دیتا تھا تو اس کے پیچھے آنے والے ساتھی اُسے اٹھالیتے تھے ۱ یعنی حضرت ابوقتادہ میرے اس راستے سے کترا کر دوسری طرف سے ڈاکوؤں کے سردار عبدالرحمٰن فزاری تک پہنچ گئے اور اُسے قتل کردیا یہ ہے دشمن کو گھیرے میں لے لینا جو آج بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔ یہ صحابہ کرام کا معمولی عمل تھا۲ یعنی اس غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہ نے تو پیادہ فوج کا کمال دکھایا اور ابوقتادہ نے سوار فوج کا کمال دکھایا۔ دونوں اپنے اپنے فن میں بڑے ہی کامل ظاہر ہوئے۔ فرسان جمع ہے فارس کی بمعنی گھوڑا سوار، رجال جیم کی شد سے جمع ہے راجل کی بمعنی پیدل جیسے سائر کی جمع سیارہ اور ناظر کی جمع نظارہ۔ اس حدیث سے چند مسئلہ معلوم ہوئے ۱ جنگ کے وقت رجز پڑھنا سنت ہے ۲ دشمن کے جانور جنگ میں قتل کردینا جائز ہے جس سے ان کا زور ٹوٹے ۳ فخریہ طور پر یہ کہنا کہ فلاں کا بیٹا ہوں ایسے موقعہ پر جائز ہے ۴ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو ۵ اپنے کو راہ خدا میں خطرہ میں پھنسا دینا اعلٰی درجہ کا جہاد ہے۔ دیکھو حضرت سلمہ نے اکیلے اتنے پر حملہ کردیا حالانکہ آپ پیدل تھے ۶ ضرورت کے وقت امام سے بغیر اجازت لیے کفار پر حملہ کردینا بھی جائز ہے ۳ یہ دو حصوں کا جمع فرما دینا بطور نفل تھا جو بہادری کے انعام میں دیا گیا۔ سوار کے حصے سے مراد یا تو دوہرا حصہ ہے جیسا کہ احناف کہتے ہیں یا تہرا حصہ جیسا کہ شوافع کا قول ہے یعنی مجھے تین یا چار حصے دئیے باقی حصے دوسرے ساتھ آنے والے صحابہ کو عطا فرمائے کیونکہ جو بہ ارادہ جہاد میدان میں پہنچ جائے اگرچہ وہ جہاد نہ بھی کرے تب بھی غنیمت میں حصہ لے گا۔

۴ یہ بہادری و جرأت کا تمغہ عطا ہوا یعنی اپنا قرب جو تمام انعامات سے افضل تھا۔

رَاجِعِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمَةِ عَامَّةِ الْجَيْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ نَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْلًا سِوٰى نَصِيْبِنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَصَابَنِىْ شَارِفٌ وَّالشَّارِفُ الْمُسِنُّ الْكَبِيْرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَّهٗ فَاَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ

مدینہ منورہ لوٹتے ہوئے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زیادہ عطا فرماتے تھے بعض بھیجے ہوئے لشکروں کو ان کی خاص ذات کے لیے سوا لشکر کے عام حصے کے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ہم کو ہمارے حصے کے علاوہ خمس سے بطور نفل عطا فرمایا [3] تو مجھے الگ شارف اونٹنی ملی اور شارف بڑی عمر رسیدہ اونٹنی ہے [4] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میرا گھوڑا بھاگ گیا تو اسے دشمن نے پکڑلیا پھر ان پر مسلمان غالب آگئے

---

[1] عضباء مؤنث ہے اعضب کا یعنی کان کٹا جانور تو عضباء کے معنی ہوئے کان کٹی اونٹنی حضور کی یہ اونٹنی پیدائشی طور پر کان کٹی تھی بعد میں کان کاٹے نہ گئے تھے (اشعہ) اس اونٹنی کا نام قصواء بھی تھا۔ اس لحاظ سے یعنی حضور انور نے مجھے اس بہادری کے صلہ میں یہ تمغہ عطا فرمایا کہ اپنا ردیف بنا کر مجھے مدینہ منورہ تک لائے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے (مرقات) مگر مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں بخاری کا حوالہ ہے بعض میں مسلم کا۔ خیال رہے کہ راجعین تثنیہ بھی ہوسکتا ہے اور جمع بھی دونوں درست ہیں [2] نفل کے معنی ہیں زیادتی اسی سے ہے انفال اور نافلہ اصطلاح میں نفل وہ مال کہلاتا ہے جو کسی غازی کو اس کے حصے سے زیادہ دیا جائے یا کسی بہادری کے صلہ میں یا جہاد کی رغبت دینے کے لیے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بعض غازیوں کو ان کے عام حصے کے علاوہ جس کے وہ مستحق ہوتے تھے۔ کچھ زیادہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس زیادتی میں بہت حکمتیں ہوتی تھیں [3] یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت سے خمس لیا۔ اس خمس میں سے ہم لوگوں کو ایک ایک اونٹ زائد دیا بطور نفل خیال رہے کہ آج کل فوجی سپاہیوں کی تنخواہ ہوتی ہے غنیمت میں سے حصہ بالکل نہیں ملتا۔ مگر اس زمانہ میں تنخواہ نہ ہوتی تھی غنیمت کے پانچ حصے کرکے ایک حصہ اللہ رسول کے نام کا لے لیا جاتا تھا اسے خمس کہتے تھے اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم ہوجاتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے یعنی حضور انور نے یہ نفل ہم لوگوں کو خمس میں سے دیا غازیوں کے حصے سے نہ دیا [4] شارف کی یہ تفسیر کسی راوی نے کی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نہیں (مرقات) نفل کے معنی ابھی ذکر کئے گئے اسی سے ہے نفلی نماز و روزہ یعنی فرض سے زیادہ ؎

عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ اَبَقَ عَبْدٌ لَهٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

تو وہ گھوڑا حضور ہی کے زمانہ میں انہیں لوٹا دیا گیا[1] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا غلام بھاگ کر روم سے مل گیا پھر ان پر مسلمان غالب آگئے. تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خالد ابن ولید نے ان پر لوٹا دیا[2] (بخاری)

[1] یعنی بحالت جنگ میرا گھوڑا چھوٹ کر کفار کی طرف چلا گیا انہوں نے پکڑ لیا پھر جنگ کے نتیجہ کے طور پر مسلمان کفار پر غالب آگئے۔ ان کا مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگا۔ اس مال میں یہ گھوڑا بھی تھا تو حضور انور نے اسے غنیمت بنا کر تقسیم میں داخل نہ فرمایا بلکہ مجھے دے دیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کفار اس گھوڑے کو ابھی اپنے ملک میں لے گئے تھے۔ نیز تقسیم غنیمت سے پہلے یہ گھوڑا حضرت ابن عمر نے پہچان لیا۔ ایسا مال احناف کے نزدیک بھی مالک کو ملتا ہے۔ غنیمت میں نہیں اختلاف اس مال میں ہے جو مسلمان کا تھا کفار کے ملک میں رہ گیا یا وہ چھین کر اپنے ملک میں لے گئے اور پھر غنیمت میں آیا جس کو تقسیم کر دیا گیا۔ پھر مالک نے پہچانا [2] یہ غلام مسلمان تھا اور بھاگ کر دار حرب یعنی روم میں پہنچ گیا۔ کفار نے پکڑ لیا۔ ایسا غلام کفار کی ملک نہیں بن جاتا۔ جب غنیمت میں آوے گا مالک کو ملے گا۔ ہاں جو غلام مرتد ہو کر دار حرب میں پہنچ جائے کفار اس پر قبضہ کر لیں پھر غنیمت میں آوے تو یہ ال غنیمت ہو کر تقسیم ہوگا۔ مالک کو واپس نہ ملے گا۔ لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ جو مسلمان یا مال دار حرب میں رہ جائے یا کفار جنگ میں چھین کر اپنے ملک میں لے جاویں وہ مال احناف کے ہاں کفار کی ملک بن جاتا ہے۔ مسلمان کی ملک سے نکل جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان یہ مال کفار سے خرید کر ہمارے ملک میں لے آئے تو پہلا مالک اس سے نہیں لے سکتا۔ یہ خریدار ہی مالک ہوگا۔ یوں ہی اگر وہ مال غنیمت میں آجاوے تو تقسیم ہوگا اس مالک کو نہ ملے گا یہ ہے مذہب احناف کا مگر امام شافعی کے ہاں وہ مال مسلمان مالک ہی کا رہے گا اسے ہی واپس دیا جائے گا۔ وہ اس حدیث سے بھی دلیل پکڑتے ہیں اور اس واقعہ سے بھی کہ ایک بار حضور کی اونٹنی عضباء کو کفار مدینہ لے گئے۔ اور ایک مومنہ عورت کو بھی ایک شب موقعہ پاکر یہ بی بی اسی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ گئی اور نذر مانی کہ مولیٰ اگر میں بخیریت مدینہ پہنچ جاؤں تو اس اونٹنی کو ذبح کرکے تیرے نام پر خیرات کروں گی۔ جب حضور انور سے یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا کہ غیر کے ملک میں نذر جائز نہیں اور وہ اونٹنی حضور نے خود لے لی کہ آپ کی تھی مگر امام فرماتے ہیں کہ یہ اونٹنی ابھی دار الحرب تک پہنچی نہ تھی راستہ سے ہی بی بی صاحبہ لے کر آگئیں اور وہ غلام مسلمان تھا لہذا یہ دونوں کفار کے ملک میں نہ آئے۔ امام اعظم کے دلائل حسب ذیل ہیں [1] قرآن کریم نے ان مہاجرین کو جو مکہ معظمہ میں اپنا بہت مال جائداد چھوڑ آئے تھے فقراء فرمایا کہ فرمایا:- وللفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم اور فقیر وہ ہوتا ہے جو مال کا مالک نہ ہو کہ وہ چھوڑنے کے بعد اپنے متروکہ مالوں کے مالک نہ رہے [2] حضور انور نے فتح مکہ فرما کر مہاجرین کے مکانات جائدادیں انہیں واپس نہ فرمائیں حتی کہ کفار نے جو مال ان میں سے فروخت کر ... دیے تھے ان کی بیع جائز رکھی [3] عقیل ابن ابی طالب نے جو مکانات فروخت کر دیئے ان کی بیع جائز رکھی کہ فتح مکہ کے دن فرمایا ہم کہاں

عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا وَأَقَمْتُمْ فِيهَا فَسَهْمُكُمْ فِيهَا وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ

اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا لہ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی میں تم پہنچو اور اس میں تم قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ہے ۲ اور جو بستی اللہ رسول کی نافرمانی کرے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے پھر

لہ بنی نوفل اور بنی عبد شمس دوسرے مشرکین مکہ سے مل کر مسلمانوں کے بائیکاٹ میں شریک ہوگئے اور بنی مطلب و بنی ہاشم کا بائیکاٹ کردیا۔ اس تعاون کی وجہ سے یہ دونوں ایک ہیں اور یہ دونوں ہی خمس کے مستحق ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں خمس کے حقدار اللہ تعالٰی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضور کے قرابت دار، یتیم، مساکین اور مسافروں کو قرار دیا گیا کہ ارشاد ہوا "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى" الخ۔ اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے کل مصرف پانچ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس کے پھر پانچ حصے کرتے تھے ایک حصہ یعنی غنیمت کا پچیسواں حصہ اپنے پر خرچ فرماتے تھے۔ ایک حصہ بنی ہاشم بنی مطلب کے عزیزوں پر، باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر۔ حضور کی وفات کے بعد حضور کا اپنا حصہ تو ختم ہوگیا وہ حضور کی ازواج پاک یا اولاد پاک کو نہ دیا گیا جیسے کہ حضور انور کبھی غنیمت سے کوئی خاص چیز لے لیتے تھے جسے صفی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نے عتبہ ابن حجاج کافر کی تلوار ذوالفقار خود رکھی اور خیبر کی غنیمت میں سے صفیہ بنت حیی ابن اخطب کو خود قبول فرمایا مگر حضور کی وفات سے یہ صفی بند ہوگیا۔ ایسے ہی آپ کا خمس بھی ختم ہوگیا۔ اسی طرح حضور کے پردہ فرمانے سے ذی قربیٰ یعنی قرابت والوں کا حصہ بھی ختم ہوگیا چنانچہ اس خمس کے حصے بجائے پانچ کے تین کیے جائیں گے جو یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر صرف ہوں گے۔ ہاں حضور کے عزیز و اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو مقدم رکھا جائے گا کہ پہلے انہیں بعد میں دوسروں کو دیا جائے گا۔ کیونکہ دوسرے فقراء تو زکوۃ بھی لے سکتے ہیں مگر یہ حضرات زکوۃ نہیں لے سکتے۔ یہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب امام شافعی کے ہاں اب بھی خمس کے پانچ حصے ہوں گے، حضور کا حصہ سلطان اسلام کو ملے گا اور حضور کے قرابتی کا حصہ بدستور ویسے ہی جاری ہوگا جو سادات کو دیا جائے گا، خواہ وہ فقیر ہوں یا امیر، مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے۔ کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے خمس کے تین حصے ہی کیے، حضور کا حصہ اور اہل قرابت کا حصہ کسی نے نہ دیا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تین حصے خواہ تینوں قسموں کو دے دیے جائیں یا ایک ہی کو ہر طرح جائز ہے جیسے زکوۃ کے مصارف کا حال ہے۔ کسی شخص نے ابوجعفر محمد ابن علی سے پوچھا کہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں ذی قربیٰ کا حصہ خمس سے نکالا یا نہیں تو آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ حضرت علی صدیق اکبر کی راہ ہی چلے (طحاوی، مرقات) بہرحال اس کے تین حصے کرنے پر خلفاء راشدین کا عمل صحابہ کا اجماع ہوا۔ اس کی نفیس تحقیق فتح القدیر میں دیکھو (از مرقات و اشعہ) ۲ یعنی کفار کی جو بستی بغیر جہاد کے صرف صلح سے قبضہ میں آجائے تو وہ غنیمت نہ ہوگی بلکہ فئی ہوگی جس میں تمام مسلمان امیر یا غریب برابر کے حقدار ہوں گے کہ فئی کا حکم یہی ہوتا ہے۔ فئی میں سے خمس بھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ اگلے

لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ○ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ○ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا

بقیہ تمہارا ہے (مسلم) روایت ہے خولہ انصاریہ سے[۲] فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق گھس پڑتے ہیں ان کے لیئے قیامت کے دن آگ ہے[۳] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک دن ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو خیانت کا ذکر فرمایا[۴] تو اسے اس کے معاملہ کو بڑا گناہ بتایا پھر فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن یوں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو بلبلاتا، عرض کرے یارسول اللہ میری مدد فرماؤ[۵] میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں

منصوروں سے ظاہر ہے۔ امام شافعی کے ہاں زمین میں سے بھی خمس لیا جائے گا۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے [۱] یعنی جو علاقہ جہاد کرکے ہم لیں اگر زمین ہو تو اس میں خمس [illegible] زمین بھی غازیوں پر تقسیم ہوں گے۔ خیال رہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہو اس میں سلطان اسلام کو اختیار ہے [illegible] باشندے سوا خمس نکال کر باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم کر دے جیسا کہ حضور انور نے خیبر میں کیا خواہ وہ زمین خود ان کے [illegible] باشندوں کے [illegible] ان پر جزیہ قائم کردے اور زمین پر عشر لگا دے۔ اس لیے حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو جو علاقہ فتح [illegible] خمس نکال [illegible] میں بانٹ دیتا جیسا کہ حضور انور نے خیبر تقسیم فرمایا۔ حضور انور نے نصف خیبر تو اپنی ضروریات کے لیے اور نصف خیبر کے [illegible] حصے [illegible] سو غازیوں کو دیا اور حضرت عمر نے عراق جہاد سے فتح فرمایا مگر اسے غازیوں میں تقسیم نہ کیا اور اس آیت سے دلیل پکڑی مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى الٰى قوله وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ الخ تمام صحابہ نے آپ کا یہ فیصلہ [illegible] گئے۔ پھر بعد میں یہ دونوں صاحب بھی مان گئے۔ یہ پوری بحث مرقات میں دیکھو [۲] آپ خولہ بنت ثامر ہیں مشہور صحابیہ ہیں [illegible] [۳] بعض لوگ زکوٰۃ، غنیمت، فیء وغیرہ پر ناجائز قبضہ و تصرف کرتے ہیں۔ اگر یہ عمد کرتے ہیں سمجھ کر کرتے ہیں تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے [illegible] کرتے ہیں تو فاسق ہیں دوزخ میں سزا کے لیے جائیں گے۔ اگرچہ سارے مال اللہ کے ہیں مگر یہاں اللہ کے مال سے مراد [illegible] خدا میں خرچ کرنا چاہیے [۴] غلول مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔ یہاں تو یہ ہی مراد ہے یا مطلقاً ہر خیانت، دوسرے معنی [illegible]

قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ

میں تجھے تبلیغ کرچکا ہوں میں تم میں سے کسی کو یوں نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو ہنہناتا[1]
پھر کہے یارسول اللہ میری مدد فرماؤ میں کہہ دوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھ کو تبلیغ کرچکا[2] میں تم میں
سے کسی کو نہ پاؤں یوں کہ وہ قیامت میں اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر بکری ہو جس کی میاہٹ ہو[3] عرض کرے
یارسول اللہ میری مدد فرماؤ میں فرمادوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں تو تجھے تبلیغ کرچکا، میں تم میں سے کسی
کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر غلام ہو جس کی چیخ ہو[4] کہے یارسول اللہ میری مدد فرمایئے تو
میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں، میں تم کو تبلیغ کرچکا ہوں میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں قیامت کے دن

[1] اس طرح کہ میری شفاعت فرماکر عذاب الٰہی سے بچائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبوں سے مدد مانگنا انہیں مدد کے لئے پکارنا جائز ہے قیامت میں سب سے پہلے یہی استعانت کا کام ہوگا۔ دوسرے کام بعد میں۔ لہذا آج بھی یہ کہنا کہ یارسول اللہ اغثنی بالکل درست ہے۔ آج حضور سے مدد مانگو تاکہ کل قیامت میں یہ استمداد کام آئے[2] اگر یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو خیانت حلال جان کر کریں وہ تو کافر ہوچکے اور کافر کے لئے شفاعت نہیں اور اگر مسلمان فاسق مراد ہوں جو خیانت حرام سمجھتے ہوئے کریں تو یہ فرمان دھمکانے ڈرانے کے لئے ہے ورنہ حضور کی شفاعت بڑے سے بڑے گنہگار مسلمانوں کو نصیب ہوگی فرماتے ہیں شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خاص دعا قیامت میں شفاعت کرنے کے لیے چھپا رکھی ہے اور وہ دعا ہر مسلمان کو پہنچے ہوا یا ہوا[illegible] [3] اس طرح کہ اس نے غنیمت کے مال سے گھوڑے کی خیانت کی وہ گھوڑا قیامت میں اس کی گردن پر سوار ہوگا جیسے بے زکوٰۃ والا مال اس پر سوار ہوگا۔

[4] یعنی دنیا میں ہم تم سب سے فرماچکے تھے کہ خیانت وغلول کرنا سخت جرم ہے یہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ تو نے ہمارے فرمان پر عمل کیوں نہ کیا خیانت کیوں کی اب میرے پاس کیوں اور کس منہ سے آیا۔ ابھی ہم عرض کرچکے کہ یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے گر انجام یہ ہوگا کہ شعر

دیکھی جو بیکسی تو انہیں رحم آگیا ∴ گھبرا کے ہوگئے وہ گنہگار کی طرف

[5] ثغاء، بکری کی آواز کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں ہے ممیانا یہ بکری وگھوڑے وغیرہ جانور ہیں جنہیں اس شخص نے خیانۃً لے لیا تھا۔ ان کی آوازیں اس شخص کی بدنامی ورسوا کرنے کے لئے ہوں گی۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ مسلمانوں کے چھپے گناہ قیامت میں چھپائے جائیں گے۔ مگر علانیہ گناہ وہاں ظاہر کردیے جائیں گے۔

الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَلَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَهُوَ اَتَمُّ۔ وَعَنْهُ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَصَابَهٗ

اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں جو پھڑپھڑ کرتے ہوں[1] تو وہ کہے یارسول اللہ میری مدد کرو میں کہہ دوں میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھے تبلیغ کرچکا اور میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آوے کہ اس کی گردن پر سونا چاندی ہو[2] وہ کہے یارسول اللہ میری مدد فرماؤ میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کرچکا (مسلم بخاری) اور یہ لفظ مسلم کے ہیں وہ بہت مکمل ہے، روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام پیش کیا جسے مدعم کہا جاتا تھا[3] تو اس حالت میں کہ مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اتار رہا تھا[4] کہ اسے غائب

یہ خیانت و غلول آخر کار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کا وہاں اعلان فرمادیا گیا ۵ نفس سے مراد وہ نفس غلام یا لونڈی ہیں جنہیں اس نے خیانت کے طور پر لے لیا تھا اس خائن کی گردن پر سوار شور مچاتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں نیک اعمال انسان کی سواری بنیں گے اور برے اعمال انسان پر سوار ہوں گے جیسے یہاں تھوڑی غذا پر گویا انسان سوار ہوتا ہے اور بہت غذا انسان پر سوار ہوتی ہے جسے وہ اٹھائے پھرتا ہے۔ لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں [1] رقاع جمع ہے رقعۃ کی بمعنی کپڑے۔ خفق کہتے ہیں پھڑپھڑانے کو یہاں رقعہ سے مراد یا تو کپڑے کے تھان ہیں جنہیں اس نے خیانۃً لے لیا یا وہ کاغذ کے دفتر ہیں جن میں غازیوں مجاہدوں کے نام مع ان کے غنیمت کے حصوں کے لکھے تھے اس نے وہ گم کردیئے تاکہ نئے کاغذ بنیں جن میں یہ کمی بیشی کرکے آپ خود بہت زیادہ لے لے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں (اشعہ) [2] صامت بنا ہے صمت سے بمعنی خاموشی۔ صامت بمعنی خاموش اس سے مراد ہوتا ہے سونا چاندی وغیرہ مال کہ جانور تو آواز رکھتے ہیں یہ بولتے نہیں نہ آواز دیں اور اس سے وہ سونا چاندی مراد ہے جو اس نے خیانۃً لی تھیں وہ بھی خائن کے سر پر سوار ہوں گی [3] مدعم میم کے کسرہ دال کے سکون سے یہ حضرت رفاعہ ابن زید ابن وہب خدامی کے غلام حبشی تھے۔ جنہیں رفاعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کردیا تھا۔ پیش کرنے والے حضرت رفاعہ ابن زید تھے (اشعہ و مرقات)

[4] کسی منزل پر سفر جہاد میں یہ خدمت انجام دے رہے تھے۔

سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تیر لگا جس نے اسے قتل کر دیا تو لوگ بولے مبارک ہو اسے جنت ۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی وہ اس پر آگ بھڑکا رہی ہے ۲؎ جب لوگوں نے یہ سنا تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یا دو تسمے لایا تو فرمایا کہ یہ تسمہ آگ کا ہے، دو تسمے آگ کے ہیں ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص تھا

۱؎ کیونکہ مدعم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص رہے اور اب شہید ہوئے یہ خدمت اور شہادت یقیناً جنت کا ذریعہ ہے ۲؎ یعنی مدعم نے ایک غلطی کی تھی کہ غزوہ خیبر کی غنیمت میں سے ایک چادر بغیر تقسیم لے لی تھی یہ ہوئی خیانت کیونکہ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے غازیوں کا مشترکہ ہوتا ہے اس کا مالک کوئی شخص نہیں بن سکتا، بعد تقسیم ملکیت میں آتا ہے اس لیے اس وقت تکلیف میں ہے ابھی جنت میں نہیں پہنچا، مرقات میں ہے کہ بعض روایات میں یوں ہے کہ میں اسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے کھلے چھپے اعمال کو ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ چادر لینا ایک چھپا ہوا عمل تھا جو حضور کی نگاہ میں تھا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور دنیا میں رہ کر آخرت اور وہاں کے حالات کو دیکھ رہے ہیں کہ فرماتے ہیں مدعم آگ میں ہے۔ تیسرے یہ کہ شہادت سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حق العبد معاف نہیں ہوتا۔ دیکھو مدعم شہید ہوئے مگر حق العبد کی وجہ سے گرفتار ہو گئے۔ خیال رہے کہ مدعم کا وہ چادر لے لینا یا تو مسئلہ غنیمت سے بے خبری کی وجہ سے تھا یا گناہ صغیرہ تھا۔ لہذا اس سے ان کی عدالت میں فرق نہیں آیا، سارے صحابہ عادل ہیں۔ انہوں نے چادر کو بہت معمولی چیز سمجھا اس کی اہمیت سے خبردار نہ ہوئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ سن کر بعض صحابہ تسمے لائے۔ لہذا اس روایت کی بنا پر صحابہ پر طعن نہ کیا جائے۔ خیال رہے کہ مدعم کو یہ عذاب عارضی تھا جو اس وقت ہو رہا تھا۔ ۳؎ یعنی اگر تم یہ تسمے حاضر نہ کرتے تو یہ بھی تمہاری موت کے بعد تمہارے لیے آگ بن جاتے ان حضرات کے وہم و گمان میں بھی ان کی اتنی اہمیت نہ تھی۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل سے واقف ہیں۔ مگر آپ پر یہ لازم نہیں کہ ہر ایک کی خفیہ عمل پر

رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهٗ وَلَا نَرْفَعُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ فَالْتَزَمْتُهٗ فَقُلْتُ لَا اُعْطِي الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے کرکرہ کہا جاتا تھا [1] وہ مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگ میں ہے تو لوگ تلاش کرنے لگے ایک کمبل پایا جس کی اس نے خیانت کرلی تھی [2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے جہاد میں شہد انگور پاتے تھے تو کھالیتے تھے اور اسے پیش نہ کرتے تھے [3] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے [4] فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن میں نے ایک چربی کا تھیلا پایا تو میں اسے لپٹ گیا میں نے کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا [5] پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف

[1] شہادت کے لئے ضروری نہیں کہ شہید گنا ہوں، قرض وغیرہ حقوق سے پاک وصاف ہو تب شہید ہو۔ مغرب میں ہے کہ ہر نفیس وقیمتی سامان کو ثقل کہا جاتا ہے کرکرہ یا تو دونوں کاف کے فتحہ سے ہے کسرہ سے یا پہلے کاف کے فتحہ سے دوسرے کے کسرہ سے (مرقات واشعہ) [2] یہ غلول کیا ہوا کمبل اس کے اس عذاب کا سبب بن گیا۔ اس کی تحقیق ابھی ہوچکی کہ یہ عمل ان صحابی کی عدالت کے خلاف نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں معصوم یا محفوظ نہیں۔ حضور کی نگاہ عالی کے قربان کہ اس جہان میں بیٹھ کر اس جہان کی خبر دے رہے ہیں [3] اس سے معلوم ہوا کہ غازی میدان جنگ میں کفار سے حاصل کیا ہوا کھانا دودھ، گھی پھل روٹی گوشت وغیرہ بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ اس کے لیے امیر جہاد سے اجازت لینا ضروری نہیں یوں ہی دوائیں استعمال کرسکتا ہے۔ اپنے جانور کو اس مال سے چارہ دے سکتا ہے مگر ذخیرہ کرکے اپنے گھر نہیں لاسکتا یوں ہی جنگ کے ہتھیار استعمال کرسکتا ہے مگر وہ بعد استعمال غنیمت میں واپس کرنے ہوں گے۔ یوں ہی ٹھنڈے گرم کپڑے ضرورۃً پہن سکتا ہے۔ مگر یہ بھی بعد میں غنیمت میں شامل کردینا ہوں گے۔ اگر یہ چیزیں استعمال سے خراب یا ہلاک ہوجائیں تو ان کا تاوان اس غازی پر نہیں یوں ہی ضرورۃً کفار سے حاصل کئے ہوئے جانور ذبح کرکے کھا سکتا ہے مگر ان کی کھال غنیمت میں شامل کرنا ہوگی۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں اور مرقات میں دیکھو۔ مگر یہ اجازت غازیوں کے لئے ہے جو تجار یا خدمت گار ان کے

[4] پکڑ فرمائیں کہ اس میں مسلمانوں کی عیب جوئی بھی ہے اور پردہ دری بھی۔ اسی لیے نہ تو حضور نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تسے حاضر کرو نہ مدعم کو حکم دیا تھا کہ وہ چادر حاضر کرو۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ مدعم کی شہادت قبول تھی مگر فائدہ شہادت کا ظہور کچھ عرصہ بعد ہوا۔ اولًا چادر کی غلول کی سزا پہنچ گئی۔

يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا اُعْطِيْكُمْ فِيْ بَابِ رِزْقِ الْوُلَاةِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللهَ فَضَّلَنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْقَالَ فَضَّلَ اُمَّتِيْ عَلَى الْاُمَمِ وَاَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَقَتَلَ اَبُوْطَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِيْنَ رَجُلًا وَاَخَذَ

مسکرارہے تھے لہ(مسلم بخاری) حضرت ابوہریرہ کی حدیث ما اعطیکم الخ حکام کی روزی کے باب میں ذکر کردی گئی ؎ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی ؎ یا فرمایا کہ میری امت تمام امتوں پر بزرگی دی گئی ؎ اور ہمارے لیے غنیمتیں حلال فرمادیں ؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر کا سامان اسی کا ہوگا ؎ چنانچہ اس دن ابوطلحہ نے بیس آدمی مارے اور انکے سامان لیے ؎

ساتھ کئے ہیں انہیں اس کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ بھی استعمال کرلیں تو ان پر ضمان نہیں ۴؎ آپ صحابی ہیں، اصحاب صفہ سے ہیں نرفی ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔ خلافت فاروقی میں دس فقہاء بصرہ بھیجے گئے لوگوں کو علم دین سکھانے کے لیے۔ ان میں آپ بھی تھے۔ وہاں ہی ۵۹ھ میں وفات پائی۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے بہتر کوئی نہ ہوا ۵؎ غالبًا اس وقت آپ کو اس کی سخت ضرورت تھی اس لئے مجبوری میں یہ لفظ آپ کے منہ سے نکلا ورنہ حضرات صحابہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو مقدم رکھتے تھے۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔

۱؎ یعنی حضور انور نے مجھے اس ارادے سے اور اس قبضہ سے روکا نہیں بلکہ تبسم فرمایا جس سے اجازت معلوم ہوئی کیونکہ کسی عمل کو دیکھ کر منع نہ فرمانا اجازت کی علامت ہے۔ محدثین اسے سنت سکوتی کہتے ہیں ۲؎ یعنی یہ حدیث مصابیح میں مکرر تھی کتاب القضا باب رزق ولاۃ میں بھی تھی اور یہاں بھی میں نے صرف وہاں بیان کی یہاں سے تکراری درجات ۳؎ تمام نبیوں پر بے شمار بزرگیاں بخشیں حضور کو آخری نبی۔ تمام خلق کا نبی، ہمیشہ تک کا نبی بنایا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین قرار دیا۔ تمام انبیاء و رسل کل قیامت میں حضور کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ غرضیکہ ان کو وہ بزرگیاں بخشیں جو مخلوق کے وہم وگمان سے وراء ہیں۔ یا دینے والا رب جانے یا لینے والا محبوب۔ شعر

ندانم کدامی سخن گوئیمت ؎ کہ بالاتری زانچہ من گوئیمت

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے۔

سَلَابِهِمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ﴿ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ﴿ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَفَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ اَبِيْ جَهْلٍ وَكَانَ قَتَلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ﴿ وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِي اللَّحْمِ قَالَ شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِيْ فَكَلَّمُوْا فِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمُوْهُ اَنِّيْ

(دارمی) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی [۱] اور خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے سامان کا فیصلہ قاتل کے لیئے کیا اور اس سامان سے خمس نہ لیا [۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ابوجہل کی تلوار عطا فرمائی اور اسے انہیں نے قتل کیا تھا [۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے مولیٰ ہیں [۴] فرماتے ہیں کہ میں اپنے مولاؤں کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوا تو ان مولاؤں نے میرے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کی [۵] اور عرض کیا

[۴] چونکہ یہ اُمت خیر الرسل کی اُمت ہے اس لئے تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ رب فرماتا ہے کنتم خیر امۃ۔ شعر

لما دعا اللہ داعینا لدعوتہ   بافضل الرسل کنا افضل الامم

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول کو افضل رسل کہا تو ہم افضل امم ہو گئے۔ خیال رہے کہ جیسے حضور کی امت تمام اُمتوں سے افضل ہے حضور کی نسبت سے۔ یوں ہی حضور کے والدین تمام نبیوں کے غیر نبی والدین سے، حضور کے صحابہ تمام صحابہ سے حضور کے اہل بیت تمام نبیوں کے اہل بیت سے حضور کا زمانہ تمام زمانوں سے حضور کا شہر مدینہ تمام نبیوں کے شہروں سے غرضیکہ حضور کی ہر منسوب چیز دیگر انبیاء کرام کی ہر چیز سے افضل ہے حضور کی ازواج پاک تمام نبیوں کی ازواج سے افضل۔ رب تعالٰے فرماتا ہے یا نساء النبی لستن کاحد من النساء [۵] یعنی اس امت کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ صرف اس امت کے لیے جہاد کی غنیمتیں حلال کی گئیں۔ پچھلی امتوں میں جہاد تھا مگر غنیمتیں حلال نہ تھیں جیسے قربانی کا گوشت کہ صرف ہمارے لیے حلال ہوا۔ لنا میں حضور انور نے اپنی ذات کریم کو بھی امت کے ساتھ ذکر فرمایا کرم نوازی کے طور پر [۶] من کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں کافر کو قتل کرے اسے مقتول کا سامان ملے گا خواہ وہ غنیمت کے حصہ کا مستحق ہو یا نہ ہو۔ لہذا غلام۔ بچہ عورت۔ نوکر تاجر وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ من سے مراد صرف مجاہدین ہیں یعنی غنیمت کے حصے کے مستحق لوگ۔ مگر اول احتمال قوی معلوم ہوتا ہے اسی سلب کے بارے میں اماموں کا اختلاف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے ہاں یہ قانون شرعی نہیں۔ اگر حاکم جہاد میں یہ اعلان کر دے تو ملے گا

مَمْلُوْكٌ فَاَمَرَلِیْ فَقُلِّدْتُ سَیْفًا فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهٗ فَاَمَرَلِیْ بِشَیْءٍ مِنْ خُرْثِیِّ الْمَتَاعِ وَعَرَضْتُ عَلَیْهِ رُقْیَةً کُنْتُ اَرْقِیْ بِهَا الْمَجَانِیْنَ فَاَمَرَنِیْ بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ اِلَّا اَنَّ رِوَایَتَهٗ اِنْتَهَتْ عِنْدَ قَوْلِهِ الْمَتَاعِ ◆ وَعَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِیَةَ قَالَ قَالَ قُسِمَتْ خَیْبَرُ عَلٰۤی اَهْلِ الْحُدَیْبِیَةِ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَکَانَ الْجَیْشُ اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِیْهِمْ

کہ میں غلام ہوں تو میرے متعلق حکم دیا مجھے ایک تلوار پہنا دی گئی تو میں اسے کھسیٹرتا تھا[۱] پھر میرے لیئے کچھ معمولی سامان کا حکم دیا[۲] اور میں نے حضور پر ایک منتر پیش کیا جو میں دیوانوں پر کرتا تھا تو حضور نے مجھے کچھ نکال دینے کا حکم دیا اور کچھ کے باقی رکھنے کا[۳] (ترمذی ابوداؤد) مگر ابوداؤد کی روایت ان کے قول متاع پر ختم ہوگئی۔ روایت ہے حضرت مجمع ابن جاریہ سے[۴] فرماتے ہیں کہ خیبر حدیبیہ والوں پر بانٹ دیا گیا[۵] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھارہ حصوں پر تقسیم فرمایا اور لشکر پندرہ سو نفری تھا جن میں تین سو[۳۰۰] سوار تھے تو

ورنہ نہیں، شوافع کے ہاں یہ قانون ہے **۷** اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف ایک سلب کے لیے نہیں جتنے مقتول مارے سب کا سامان لے۔ سامان میں سواری، کپڑے، زیور ہتھیار سب داخل ہیں **۱** آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے کہ آپ غزوۂ خیبر میں شریک رہے اور فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام رہا۔ وہاں ہی ۵۳ھ میں وفات پائی اور حضرت خالد ابن ولید تو آسمان تاریخ پر سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ اُمت رسول اللہ کے بڑے بہادر صحابہ جماعت صحابہ میں بڑے پایہ کے صحابی ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے رضی اللہ عنہم اجمعین **۲** یعنی سارا سلب قاتل غازی کو بخشا اس سے خمس بھی نہ لیا۔ غنیمت میں خمس لیا جاتا ہے اس میں نہیں اس کی تفصیل پہلی فصل میں گزر چکی **۳** ابوجہل کو قتل تو کیا تھا دو انصاری بچوں نے جب حضرت ابن مسعود اس پر پہنچے تو وہ سسک رہا تھا آپ نے اس کا سر تن ناپاک سے جدا کیا۔ لہذا یہ حدیث اس آنے والی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ان دو بچوں کو قاتل فرمایا گیا **۴** حضرت عمیر اس وقت غلام تھے۔ بعد میں آزاد ہوئے انہیں اس وقت مولیٰ(زفتی) فرمانا آئندہ کے لحاظ سے ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

۵ یا غزوہ میں بھرتی فرما لینے کی سفارش کی یا میری بہادری کی کچھ تعریف کی۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

۱ یہ تلوار کی عطا جہاد سے پہلے یا دوران جہاد میں تھی کہ حضور انور کی طرف سے مجھے تلوار پہنائی گئی۔ مگر میں اتنا چھوٹا یا پست قد تھا کہ تلوار میرے جسم کے نیچے گھسٹتی تھی **۲** خرثی رے کے پیش رکے جزم سے بمعنی سرخ جیونٹی اب اصطلاح میں معمولی اور چھوٹی چیز کو کہتے ہیں۔ متاع سے مراد ہے گھر کا سامان جیسے ہانڈی لوٹا وغیرہ یعنی مجھے بعد جہاد تقسیم غنیمت کے وقت کچھ معمولی سامان بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ باقاعدہ حصہ نہ دیا کیونکہ غلام کو غنیمت

ثَلٰثُمِائَةٍ فَارِسٌ فَاَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ وَاَتَى الْوَهْمُ فِىْ حَدِيْثِ مُجَمِّعٍ اَنَّهٗ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ فَارِسٌ وَاِنَّمَا كَانُوْا مِائَتَىْ فَارِسٍ ۔ وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ مُسْلِمَةَ الْفِهْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِى الْبَدْاَةِ وَالثُّلُثَ فِى الرَّجْعَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ

سوار کو دو حصے عطا فرمائے اور پیادہ کو ایک حصہ ۶ (ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ ابن عمر کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اس پر عمل ہے ۷ مجمع کی حدیث میں وہم یہ ہوگیا کہ انہوں نے کہا تین سو سوار حالانکہ تھے دو سو سوار ۸ روایت ہے حضرت حبیب ابن مسلمہ فہری سے ۹ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابتدا میں حضور نے چہارم نفل دیا اور لوٹنے پر تہائی ۱۰ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہارم نفل دیتے تھے خمس کے بعد

کا حصہ نہیں ملتا ۳ یعنی مجھے کچھ دم یاد تھا جو دیوانوں پر پڑھ کر دم کیا کرتا تھا، جب حضور انور پر پیش کیا تو ناجائز یا شرکیہ کفریہ الفاظ کے نکال دینے کا حکم دیا اور جو الفاظ جائز تھے اُن کے باقی رکھنے کی اجازت دی۔ قرآنی آیات اور منقولہ دعاؤں کے علاوہ تمام وظیفوں کا یہی حکم ہے کہ جائز الفاظ باقی رکھے جائیں ناجائز نکال دیے جائیں۔ ان شاء اللہ اس کی تحقیق باب الرقی میں آئے گی ۴ مجمع میم کے پیش سے جیم کے فتحہ سے، دوسری میم کے شد سے آپ خود تو صحابی ہیں مگر آپ کا باپ جاریہ سخت منافق تھا۔ ان منافقوں میں سے تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی حضرت مجمع مدنی ہیں قاری قرآن تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے نصف قرآن آپ سے ہی سیکھا تھا۔ امیر معاویہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی (اکمال، مرقات، اشعہ) رب کی شان ہے کہ باپ منافق بیٹا مخلص یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ ۵ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین خیبر کا آدھا حصہ اپنے واسطے رکھا اور آدھا حصہ مجاہدین میں تقسیم فرمایا، اور آدھے حصے کی تقسیم کا بیان ذکر ہے۔ فتح خیبر صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس جنگ میں صرف حدیبیہ والے صحابہ ہی شریک کیے گئے اور کسی کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ اسی لیے تقسیم بھی انہیں میں ہوئی۔ اس کا ذکر سورہ فتح شریف میں ہے (از اشعہ مرقات)

۶ یعنی حضور انور نے اس نصف خیبر کے اٹھارہ حصے کیے جو غازیوں میں تقسیم کیلئے تھا۔ ایک حصہ سو غازیوں کے لیے مقرر فرمایا۔ غازیان خیبر کل اٹھارہ سو تھے جن میں سے تین سو سوار اور بارہ سو پیادہ۔ ان تین سو سواروں کو چھ حصے (پلاٹ) بخشے اور بقیہ بارہ سو پیادوں کو بارہ حصے یعنی بارہ پلاٹ عطا فرمائے تو پیادوں میں سے ایک پلاٹ سو غازیوں کو عطا فرمایا اور سواروں میں سے ایک پلاٹ پچاس غازیوں کو بخشا۔ لہذا چھ پلاٹ ان کے

وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ؛ وَعَنْ اَبِیْ جُوَيْرِيَةَ الْجَرْمِيِّ قَالَ اَصَبْتُ بِاَرْضِ الرُّوْمِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيْهَا دَنَانِيْرُ فِيْ اِمْرَةِ مُعٰوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ

اور جب لوٹتے تو تہائی نفل دیتے تھے۔ خمس کے بعد [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوجویریہ جرمی سے کہ میں نے سلطنت معاویہ کے زمانہ میں [۲] زمین روم میں ایک سرخ گھڑا پایا جس میں اشرفیاں تھیں اور ہمارے حاکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب تھے

اور بارہ پلاٹ پیادوں کے۔ لہذا سوار کو دوگنا دیا گیا۔ پیادہ کو اکہرا۔ یہ حدیث حضرت امام اعظم کی دلیل ہے کہ سواری غازی کو پیادہ غازی سے دوگنا ملتا ہے امام شافعی کے ہاں سوار کو تگنا ملتا ہے۔ ان کے حساب سے خیبر کے اکیس حصے ہونے چاہئیں تھے۔ تین سو غازی سواروں کے نو حصے اور بارہ سو کے بارہ پلاٹ۔ مگر حصے ہیں اٹھارہ۔ [۲] یعنی مجمع کی حدیث سے حضرت ابن عمر کی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ سوار کے تین حصے ہیں جو ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ ہم نے وہاں ہی عرض کردیا کہ حدیث ابن عمر میں تعارض ہے۔ آپ سے دو گنے حصہ کی روایت بھی ہے۔ لہذا کم کی روایت پر احناف نے عمل کیا کہ کم یقینی ہے زائد مشکوک ہے۔ دوسرے اماموں نے زیادہ کی مشکوک روایت پر عمل فرمایا۔ [۳] مگر اس حساب سے بھی یہ تقسیم صحیح نہیں ہوتی کیونکہ غازیان خیبر کل پندرہ سو تھے۔ اگر دو سو سوار ہوں اور ان کے حصے چھ پلاٹ ہوں تو باقی پیادہ غازی تیرہ سو ہوئے انہیں تیرہ پلاٹ ملنے چاہئیں تو کل انیس پلاٹ ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضور انور نے اٹھارہ پلاٹ تقسیم فرمائے۔ خیال رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں۔ (مرقات واشعہ) [۴] آپ قرشی فہری ہیں۔ آپ کو حبیب روم کہا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ نے روم پر بہت جہاد کیے۔ بڑے بزرگ مقبول الدعا صحابی ہیں۔ ۴۲ھ میں شام میں وفات پائی (اکمال، اشعہ، مرقات) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو الجزائر پر حاکم بنایا تھا [۵] جب فریقین کے لشکروں کا کچھ حصہ میدان جنگ میں پہنچ چکا ہو باقی لشکر پیچھے آرہا ہو اسے بدء کہتے ہیں اور جب لشکر جہاد سے واپس لوٹ جائیں کچھ لوگ وہاں رہ گئے ہوں اسے رجوع کہتے ہیں بدء والوں کی جنگ آسان ہے کہ لشکر پیچھے آرہا ہے ان کی مدد مل جاوے گی مگر رجعت والوں کا جہاد بہت مشکل کہ انہیں مدد ملنے کی امید نہیں کہ لشکر جاچکا اسی لیے حضور انور نے بدء والوں کو کم نفل دیا یعنی چہارم اور رجوع والوں کو زیادہ دیا یعنی کل غنیمت کا تہائی۔

[۱] یعنی اگر کسی کو غنیمت کے مال سے نفل دیتے تھے تو خمس نکال کردیتے تھے خواہ چہارم عطا فرمادیں یا تہائی اس طرح کہ اولًا تمام غنیمت سے خمس نکال لیا۔ پھر بقیہ چار حصوں میں سے یہ نفل دی پھر بقیہ غنیمت غازیوں پر تقسیم فرمادیا۔ لیکن سلب یعنی مقتول کے سامان سے خمس نہ لیتے تھے۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور سلب سے خمس نہ لیتے تھے۔ بعض شارحین نے اس جملہ کے معنی یہ کیے ہیں کہ یہ نفل خمس میں سے عطا فرماتے تھے۔ یعنی اولًا تمام غنیمت سے خمس نکال لیا پھر اس خمس کا چہارم یا تہائی خاص بہادروں کو نفل کے طریق پر عطا فرمایا مگر یہ معنی بہت بعید ہیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں [۲] آپ کا نام حطان ابن خفاف ہے۔ قبیلہ جرم سے ہیں تابعی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور معن ابن یزید سے سماع ثابت ہے۔ بصرہ کے باشندے حضرت ابن عباس اور عبادہ ابن صامت سے بھی ملاقات ہے۔ ثقہ ہیں [۳] یعنی امیر معاویہ کی سلطنت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أَعْطَى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نَفَلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَأَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ

بنی سلیم کے جنہیں معن ابن یزید کہا جاتا تھا[۲] میں وہ سب ان کے پاس لایا آپ نے وہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا اور اس میں سے مجھے اتنا ہی دیا جتنا ان میں سے ایک شخص کو دیا پھر فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے نہ سنا ہوتا کہ نہیں ہے نفل مگر خمس کے بعد تو میں تم کو دیدیتا[۳] (ابوداؤد) روایت ہے

وحکومت کے زمانہ میں ملک روم پر غزوات ہوئے۔ ان میں سے ایک غزوہ میں بھی شریک تھا جس میں یہ واقعہ میرا پیش آیا۔ یہ واقعہ فتح قسطنطنیہ کا نہیں۔ کیونکہ اس غزوہ میں معن ابن یزید سپہ سالار نہ تھے۔ بلکہ یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا۔ یہ غزوہ ۵۲ھ اکیاون ہجری میں ہوا۔ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری اور امام حسین اور عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمر عبداللہ ابن زبیر جیسے حضرت سپاہیانہ شان سے شامل ہوئے (البدایہ والنہایہ۔ جلد ۸ ص ۱۵ حاشیہ بخاری اکمال) لہذا یہ غزوہ ہے تو روم پر ہی مگر فتح قسطنطنیہ کا غزوہ نہیں [۱] معن ابن یزید ابن اخنس سلمی خود بھی صحابی، والد بھی، دادا بھی بدر میں حاضر ہوئے کوفہ میں قیام رہا۔ بہت شاندار صحابی ہیں (اکمال) یعنی مجھے اشرفیوں سے بھرا ہوا گھڑا مل گیا۔ غنیمت میں حاصل نہ کیا گیا تھا۔ میں وہ گھڑا اسی طرح سپہ سالار کے پاس لایا [۲] یعنی اس گھڑے میں آپ نے دو عمل کیے ایک یہ کہ اس میں سے خمس نہ لیا دوسرے یہ کہ مجھے کچھ بھی زیادہ نہ دیا سب غازیوں کی برابر دیا۔

[۳] اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں۔ قوی معنی وہ ہیں جو شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمائے۔ وہ یہ کہ یہ مال غنیمت نہیں بلکہ فیٔ ہے جو بغیر لڑے کفار سے حاصل ہوا ہے اور غنیمت میں دو چیزیں ایسی ہیں جو فیٔ میں نہیں۔ ایک یہ کہ غنیمت سے خمس لیا جاتا ہے کہ پانچواں حصہ اللہ رسول کا باقی چار حصے مجاہدین کے۔ دوسرے یہ کہ غنیمت میں نفل بھی دیا جاسکتا ہے فیٔ میں سے نہ خمس لیا جائے نہ نفل دیا جائے اس لیے میں تم کو کچھ زیادہ نہیں دے سکتا۔ اگر یہ مال قابل خمس ہوتا تو میں تم کو نفل بھی دیتا۔ اب سب مجاہدین کو برابر ہی دوں گا۔ لہذا یہاں لاعطیتك نفلًا تھا۔ نفلًا محذوف ہے۔ مرقات نے ایک معنی یہ بھی بیان کئے کہ نفل خمس کے بعد ہی ہوتا ہے اور خمس جب لیا جاتا ہے جب وہ مال دار اسلام میں محفوظ ہو جائے۔ ابھی یہ مال وہاں پہنچا نہیں لہذا نہ قابل خمس ہے نہ قابل نفل۔ مرقات نے اس توجیہ کو پسند فرمایا واللّٰہ ورسولہ اعلم [۱] حضرت ابوموسیٰ اشعری یمن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں آکر مسلمان ہوگئے۔ پھر یمن چلے گئے۔ پھر وہاں بارادہ ہجرت مدینہ منورہ براستہ دریا روانہ ہوئے۔ باد مخالف نے ان کی کشتی کو بجائے مدینہ منورہ کے حبشہ میں جا پھینکا۔ وہاں حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ساتھ ہجرت کر کے آئے۔ اتفاقًا فتح خیبر کے دن خیبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ حضور انور کو ان لوگوں کی آمد سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری

بِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتْحَ خَیْبَرَ فَاَسْھَمَ لَنَا اَوْقَالَ فَاَعْطَانَا مِنْھُمَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَیْبَرَ مِنْھَا شَیْئًا اِلَّا لِمَنْ شَھِدَ مَعَہٗ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِیْنَتِنَا جَعْفَرًا وَاَصْحَابَہٗ اَسْھَمَ لَھُمْ مَعَھُمْ اَبُوْدَاؤدَ

وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ یَوْمَ خَیْبَرَ فَذَکَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم آئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پایا جب آپ نے خیبر فتح فرمایا[۱] تو حضور نے ہمارے لیئے بھی حصہ مقرر فرمایا کہ اس میں سے ہم کو بھی دیا اور جو فتح خیبر غائب رہا تھا اسے غنیمت سے کچھ نہ دیا سوائے ان کے جو آپ کے ساتھ حاضر ہوا۔ سوا ہماری کشتی والوں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے کہ ان کے ساتھ ان کا بھی حصہ کیا[۲] (ابوداؤد) روایت ہے یزید ابن خالد سے[۳] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص خیبر کے دن وفات پاگیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا

یہاں پہنچنے کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔ مگر یہ روایت حاشیہ اللمعات میں منقول ہے۔ اور صحیح شرح بعض روایات میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ پہلے حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے واللہ ورسولہ اعلم **۲** یعنی خیبر کی غنیمتوں سے حصہ صرف ان مجاہدین کو ہی دیا جو اس غزوہ میں ہی شریک تھے۔ صرف ہماری جماعت وہ تھی جو غزوہ میں شریک نہ ہوئی اور اسے غنیمت کا حصہ ملا۔ احناف کے نزدیک اس حصہ دینے کی وجہ ان کی خصوصیت ہے کہ سرکار انور نے غازیوں سے اجازت لے کر ان حضرات کو بھی حصہ دے دیا جیسے کہ غازیان حنین سے اجازت لے کر ہوازن کو ان کے قیدی واپس فرمادیئے۔ امام شافعی کے ایک قول میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات اگرچہ خیبر کے بعد پہنچے لیکن ابھی مال غنیمت جمع نہیں کیا گیا تھا کہ یہ لوگ پہنچ گئے۔ اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے بعد غازیوں کو کمک پہنچے جب کہ غنیمت اکٹھی نہ کی گئی ہو تو ان کمک والوں کو بھی غنیمت سے حصہ ملے گا۔ حضور انور نے ان بزرگوں کو کمک قرار دیا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور انور نے انہیں یہ حصہ اپنے خمس میں سے دیا جو آپ کا اپنا حصہ تھا مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے اس لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فخریہ طور پر اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ حصہ عطا کرنا ان کی خصوصیات سے ہے۔ خیال رہے حضرت ابوموسیٰ مع اپنے دو بڑے بھائیوں کے قریباً پچپن آدمی یمن سے حبشہ پہنچے تھے۔ وہاں سے خیبر(مرقات) **۳** یہاں مؤلف سے خطا ہوگئی۔ یزید ابن خالد کوئی صحابی نہیں بلکہ آپ زید ابن خالد ہیں۔ ان کی کنیت ابوطلحہ ہے۔ یا ابوعبدالرحمٰن جہنی ہیں کوفہ میں رہے۔ پچاسی سال عمر پائی ۸۵ھ پچاسی ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِّنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ غَنِيْمَةً اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ فَيَجِيْئُوْنَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهٗ وَيُقَسِّمُهٗ فَجَاءَ رَجُلٌ يَوْمًا بَعْدَ ذٰلِكَ

تو فرمایا تم لوگ اپنے صاحب کے لیئے نماز پڑھ لو اس سے لوگوں کے منہ کے رنگ بدل گئے ۲ تو فرمایا کہ تمہارے اس صاحب نے راہ خدا میں خیانت کی ہے ۳ چنانچہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے کچھ منکے یہود کے منکوں سے پائے جو دو درہموں کے برابر نہ تھے ۴ (مالک۔ابوداؤد۔نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غنیمت حاصل فرماتے تو بلال کو حکم دیتے وہ لوگوں میں اعلان کرتے لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے آپ خمس نکال لیتے اور اسے تقسیم فرمادیتے ۵ ایک دن ایک شخص بالوں کی لگام اس کے بعد لایا ۶

۱ افسوس یا حیرت کی وجہ سے کہ حضور انور نے خود ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔حاضرین صحابہ سے پڑھوادی۔معلوم ہُوا کہ حضور ناراض ہیں یہ حضور کا نماز نہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سرکار عالی نے مقروض میت کی نماز نہ پڑھی۔صحابہ کرام سے پڑھوادی ۲ یعنی غنیمت میں خیانت کی اور غنیمت کا مال راہ خدا کا مال ہے ۳ یعنی اس مرنے والے نے نہایت معمولی قیمت کے کچھ جھوٹے موتی تقسیم سے پہلے لے لیے تھے۔اس معمولی چیز کی وجہ سے حضور کی نماز سے محروم ہوگئے۔خیال رہے کہ یہ جرم گناہ صغیرہ ہے جو ایک بار ان صحابی سے سرزد ہُوا۔لہذا یہ فسق نہیں تمام صحابہ عادل ہیں فسق کے معنی ہیں گناہ کبیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ ہمیشہ کرتے رہنا۔اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے صحابہ کو فسق سے بچایا ہے۔فرماتا ہے "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" لہذا وہ مقروض صحابہ جن پر حضور انور نے نماز نہ پڑھی اور یہ صحابی ان کی صحابیت مقبولیت یقینی ہے۔حضور انور کی یہ سرزنش فرمانا ہم لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے گندم کھالینے سے آدم علیہ السلام نبی ہی رہے ۴ یعنی صحابہ کرام فتح سے فارغ ہوکر کفار کے چھوڑے ہوئے مالوں پر قبضہ کرلیتے تھے۔پھر یہ مقبوضہ مال دارالاسلام میں لے آتے تھے۔پھر حضرت بلال اعلان فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم حکم فرمارہے ہیں کہ جس کے پاس جو مال غنیمت ہو وہ حاضر کرو چنانچہ سب لوگ حضور کے پاس مال جمع کردیتے پھر حضور یہ عمل فرماتے تھے ۵ یعنی مال غنیمت جمع ہوچکنے خمس نکالنے تقسیم کردینے کے بعد لایا۔

بِزِمَامٍ مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فِيْمَا كُنَّا اَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيْمَةِ قَالَ سَمِعْتَ بِلَالًا نَادٰى ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَجِيْئَ بِهٖ فَاعْتَذَرَ قَالَ كُنْ اَنْتَ تَجِيْئُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَنْ اَقْبَلَهٗ عَنْكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

بولا یارسول اللہ یہ بھی اسی غنیمت سے ہے جو ہم نے حاصل کی تھی تو فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ بلال نے تین آوازیں دی تھیں بولا ہاں فرمایا تو تجھے اس کے لانے سے کس نے روکا وہ عذر کرنے لگا[۱] فرمایا تم یوں ہی رہو کہ اسے قیامت کے دن لاؤ گے[۲] میں تم سے ہرگز قبول نہ کروں گا[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر نے غلول کرنے والے کا سامان جلایا اسے مارا[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

۱ یعنی اس نے کوئی ایسا عذر کیا جو قابل سماع نہ تھا۔ اس طرح کہ کوئی بہانہ بنایا۔ شرمندگی مٹانے کے لیے مگر خبیر و علیم کے سامنے کیا چلے۔ مصرع :- کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے۔

۲ یعنی اب تم اسے اپنے پاس ہی رکھو تم ہی استعمال کرو۔ یہ فرمان عالی اظہار ناراضی کے لیے ہے انہیں مالک بنا دینے کے لیے نہیں اور نہ وہ صاحب اس فرمان عالی سے اس چیز کے مالک نہیں ہو گئے۔ اور نہ انہیں اس کا استعمال جائز نہ ہو گیا **۳** کیونکہ اس لگام میں تمام مجاہدین کا حصہ تھا اور وہ سب حضرات متفرق ہو گئے نہ معلوم یہ کس کس کے حصہ میں آتی۔ اب ہم کس سے معافی دلوادیں۔ خیال رہے کہ یہ سب کچھ بھی اظہار ناراضی کے لیے ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس جرم کی توبہ ہی نہیں ہوسکتی توبہ تو کفر سے بھی ہو جاتی ہے۔ خیال رہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر غاصب کو توبہ کی توفیق ملے مگر مال مغصوبہ کا مالک نامعلوم ہو یا غائب ہو چکا ہو تو اس کے نام پر یہ چیز خیرات کردی جائے لیکن اگر خیرات کردینے کے بعد پھر مالک آجائے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ یہ فقہی مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں مقصود ہے اظہار غضب اور ہم جیسوں کو غصب سے ڈرانا **۴** اس حدیث کی بنا پر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہم فقہاء نے فرمایا کہ سوا جانور غلام۔ قرآن مجید کے باقی سامان مغصوبہ جلا دیا جائے۔ امام احمد و اسحاق نے فرمایا کہ یہ مال مغصوبہ نہ جلایا جائے کہ یہ تو مجاہدین کا حق ہے۔ غاصب کا خود اپنا وہ مال جلا دیا جائے جسے لے کر وہ میدان جہاد میں گیا تھا۔ امام اعظم و شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ عمل شریف زجر تھا۔ اب اس کا کوئی مال جلایا نہ جائے گا۔ بلکہ اسے تعزیر و سزا دی جائے گی۔ چنانچہ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضور انور نے غال کو سزا دی، مگر اس کا مال جلایا نہیں

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّكْتُمْ غَالًّا فَاِنَّهٗ مِثْلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
شِرَى الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ تُبَاعَ السِّهَامُ حَتّٰى تُقْسَمَ
رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ • وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَصَابَهٗ

تھے کہ جو کوئی غلول کرنے والے کو چھپائے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے حصوں کی خریداری سے منع فرمایا [۲] (ترمذی) روایت ہے
حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے تقسیم سے پہلے حصوں کے بیچنے سے منع فرمایا [۳]
(دارمی) روایت ہے حضرت خولہ بنت قیس سے [۴] فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ وہ
سرسبز و میٹھا ہے [۵] جو اسے حق سے لے
گا اسے اس میں

نیز اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق عثمان غنی علی مرتضٰی نے بھی جلایا نہیں لہذا یہ عمل فقط زجر و توبیخ کے لیے تھا۔

[۱] کیونکہ مجرم کی مدد کرنا بھی جرم ہے اور مدد دینے والا مجرم [۲] شریٰ سے مراد بیچنا و خریدنا دونوں ہیں یعنی کوئی غازی اپنا غنیمت کا مال تقسیم اور قبض سے پہلے فروخت نہ کرے اور نہ کوئی اسے خریدے کیونکہ تقسیم سے پہلے یہ اپنے حصہ کا مالک ہی نہیں اور غیر مال کو فروخت نہیں کر سکتا، اور اگر اس طرح فروخت کیا کہ جو مجھے حصہ ملے گا وہ فروخت کرتا ہوں تو یہ مجہول و نامعلوم چیز کی بیع ہے یہ بھی ممنوع ہے۔ نیز کیا خبر کہ اسے غنیمت سے کچھ ملے گا یا نہیں بہت دفعہ کسی وجہ سے غازی غنیمت سے محروم ہو جاتا ہے لہذا یہ بیع خطرناک بھی ہے [۳] اس کا مطلب اور وجہ ابھی بیان ہو چکے۔ خیال رہے کہ زمین کا حصہ مشاع یعنی غیر مفرز فروخت ہو سکتا ہے جیسے مشترکہ زمین میں سے کوئی شریک اپنا حصہ فروخت کر دے مگر ان جہالت سے جھگڑا نہیں ہوگا۔ یہاں جھگڑا پیدا ہونے کا قوی امکان ہے اس لئے مکان یا دکان کا حصہ مشاع بیچنا ممنوع ہے [۴] آپ کو خویلہ بھی کہا جاتا ہے جناب حمزہ کی زوجہ ہیں، قبیلہ و مدینہ سے ہیں (اشعۃ اللمعات) [۵] یہاں مال سے مراد مال غنیمت ہے یا مال سے مراد اموال جمع ہے اسی لئے اسے هٰذہ ہی لایا گیا اور خضرۃ و حلوۃ مونث ارشاد ہوا۔ چونکہ لفظاً مذکر ہے اس لیے اصابہ وغیرہ صیغہ میں مذکر لائی گئیں۔ غرضیکہ معنی مونث ہے، لفظاً مذکر لہذا ضمیروں کے اختلاف سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ مال دیکھنے میں اچھے استعمال میں مزیدار معلوم دیتے ہیں لیکن اگر حرام ہوں تو بڑے خطرناک۔

بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيْمَا شَاءَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَيْسَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَفَّلَ سَيْفَهٗ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ رَاٰى فِيْهِ الرُّؤْيَا يَوْمَ اُحُدٍ ٭ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِّنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ

برکت دی جائے گی [1] بہت وہ لوگ جو اللہ رسول کے مال میں گھس پڑتے ہیں جیسے ان کا دل چاہے قیامت کے دن ان کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن تلوار ذوالفقار خود بطور نفل قبول فرمائی [3] ابن ماجہ ترمذی نے یہ زیادتی بھی کی کہ یہ وہ ہی تلوار ہے جس کے متعلق حضور نے احد کے دن خواب دیکھا تھا [4] روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت سے [5] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالٰی اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کسی گھوڑے پر سوار نہ ہو

[1] حق سے مراد جائز ذریعہ ہے یا اپنا استحقاق یعنی اگر مال حلال راستے سے آئے تو برکت والا ہے۔ ورنہ ہلاکت اگر ہوا باغ کے راستہ سے آئے تو بیماروں کو شفا دے دیتی ہے۔ اگر روڑی کے راستہ سے آئے تو تندرستوں کو بیمار کردیتی ہے [2] تخوض بنا ہے خوض سے بمعنی پانی میں گھس جانا۔ جیسے بغیر سوچے سمجھے پانی میں گھس جانا باعث ہلاکت ہے کہ ڈوب کر یا لہروں سے بہہ کر انسان مرجاتا ہے۔ یوں ہی بغیر تحقیق کیے ہر طرح مال لے لینا باعث ہلاکت ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے مال کو سبزے سے تشبیہ دی کہ جیسے سبزہ جلد خشک ہوجاتا ہے۔ یوں ہی مال بہت جلد ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے لیے اپنا ایمان و تقوٰی برباد کرلینا اللہ رسول کو ناراض کرلینا سخت غلطی ہے۔ اس افصح الناس کی فصاحت پر قربان صلی اللہ علیہ وسلم [3] تنفل بنا ہے نفل سے اس کے معنی ہیں نفل یعنی زیادتی قبول فرمانا، لے لینا تنفیل باب تفعیل کے معنی ہوتے ہیں دوسرے کو نفل دینا یعنی حضور اقدس نے خود یہ تلوار قبول فرمائی اسے شریعت میں صفی کہتے ہیں یعنی حضور انور کا پسند فرمایا ہوا مال۔ فقار جمع ہے فقرہ کی بمعنی جوڑ اسی لیے عبارت کے جملے کو فقرہ کہا جاتا ہے چونکہ اس تلوار میں جوڑ تھے۔ پرت پرت جیسے ہاکی کی لکڑی یا اس میں منکے موتی ایسے جڑے ہوئے تھے جیسے پیٹھ کی ہڈی۔ اس لیے اسے ذوالفقار یعنی جوڑوں والی تلوار کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار عنبہ ابن حجاج کافر کی تھی۔ جو بدر میں مارا گیا۔ پھر حضور انور کے پاس رہی حضور انور اس تلوار سے جہاد فرماتے تھے۔ کچھ روز بعد حضور نے یہ ذوالفقار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی (اشعہ و مرقات) امام ابوجعفر محمد ابن علی باقر سے روایت ہے کہ بدر کے دن ایک فرشتہ نے پکارا تھا لاسیف الا ذوالفقار لافتی الا علی۔ (مرقات) اب لوگوں نے اسے اس طرح بنالیا۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار   لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

حَتّٰى اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيْهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَخْلَقَهٗ رَدَّهٗ فِيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْمُجَالِدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ قُلْتُ هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيْهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ♦ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ جَيْشًا

کہ جب اسے دبلا کردے تو غنیمت میں لوٹا دے[۱] اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ اور آخری دن پر تو وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کپڑا نہ پہنے کہ جب اسے پرانا کردے تو غنیمت میں لوٹا دے[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت محمد ابن ابی مجالد سے وہ عبداللہ ابن ابی اوفی سے راوی[۳] فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ لوگ[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھانے سے خمس نکالا کرتے تھے[۵] وہ بولے کہ ہم نے خیبر کے دن کھانا پایا تو کوئی شخص آتا تو اس میں سے اپنی کفایت کی بقدر لے لیتا پھر لوٹ جاتا[۶] ابوداؤد۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ

۴ حضور انور نے غزوہ احد سے پہلے خواب دیکھی تھی کہ ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے۔ ہم نے ہلائی تو اس کا درمیانہ حصہ ٹوٹ گیا۔ دوبارہ ہلائی تو پہلے سے بھی اچھی ہوگئی وہ خواب اسی تلوار کے متعلق تھی کہ ٹوٹی اور جڑ گئی۔ تعبیر دی تھی کہ احد میں مسلمانوں کو تکلیف ہوگی۔ پھر پہلے سے بھی اچھے ہوجائیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ احد میں تکلیف پائی پھر ہر میدان جیتا ۵ آپ صحابی ہیں انصاری ہیں امیر معاویہ کی طرف سے طرابلس کے حاکم رہے ۴۶ھ میں امیر معاویہ کے حکم سے افریقہ فتح فرمایا ۴۷ھ میں فتح افریقہ ہوا ۵۳ھ شام میں وفات پائی (اشعہ) ۱ یعنی کوئی غازی تقسیم سے پہلے مال غنیمت کا گھوڑا بلاضرورت استعمال نہ کرے کہ اسے دبلا کرکے پھر واپس غنیمت میں رکھ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے گھوڑے پر جہاد کرنا جائز ہے کہ یہ ضرورت استعمال ہے اور بلاضرورت بھی اگر کچھ سواری کرے جس سے گھوڑا کمزور نہ ہوجائے جائز ہے (اشعہ) ۲ یعنی غنیمت کے مال کا کپڑا قبل تقسیم بلاضرورت استعمال نہ کرو اور ایسی حرکت نہ کرو کہ کپڑا پرانا کرکے پھاڑ کر پھر واپس کردو ۳ محمد ابن ابی المجاہد تابعی ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے اور عبداللہ ابن ابی اوفی مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں۔ احد اور بعد احد غزوات میں شریک ہوئے ۸۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے ۴ محمد ابن ابو المجالد نے حضرت عبداللہ ابن اوفی صحابی سے تمام صحابہ کرام کا عمل پوچھا اس لیے کنتم اور تخمسون جمع بولا ۵ طعام سے مراد ہے پکا ہوا کھانا اور سبزیاں اور سبز میوے جو جلد خراب ہوجاتے ہیں کہ ان میں بھی خمس کے بعد تقسیم غنیمت ہوتی تھی یا ان چیزوں میں آزادی تھی ۶ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کی غنیمت سے خمس نہ لیا جاتا تھا۔ لیکن ہر مجاہد اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا اور ذخیرہ کرکے گھر نہ لاتا

غَنِمُوْا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَّعَسَلًا فَلَمْ یُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا نَاْكُلُ الْجُزُوْرَ فِی الْغَزْوِ وَلَا نُقَسِّمُهٗ حَتّٰۤی اِذَا كُنَّا لَنَرْجِعُ اِلٰی رِحَالِنَا وَاَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مَمْلُوْءَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ اَدُّوا الْخِیَاطَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لشکر نے کھانا اور شہد غنیمت میں حاصل کیا تو اس سے خمس نہ لیا گیا [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قاسم مولیٰ عبدالرحمن سے [۲] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ میں ایک اونٹ کھالیا کرتے تھے اسے تقسیم نہ کرتے تھے حتی کہ جب ہم اپنی منزل کی طرف لوٹتے اس طرح کہ ہماری خورجیاں اس سے بھری ہوتیں [۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دھاگہ اور سوئی تک ادا کرو [۴] اور

تو اداء (ا) ہی، استعمال کرلیا تھا اس کا تفصیلی بیان گزر چکا یعنی ان ضروریات سے جو اتی بچتا تھا اس سے خمس نہ لیا جاتا تھا۔ تقسیم باقاعدہ کیا جاتا تھا۔

۱ یعنی جو غلہ شہد وغیرہ کھالیا گیا اس میں سے خمس نہ لیا گیا۔ اس طعام میں کھائے ہوئے دانے، کھائے ہوئے جانور وغیرہ سب داخل ہیں۔ **۲** قاسم تابعی ہیں، شامی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن آپ کی ملاقات چالیس صحابہ کرام سے ہے ۱۲۲ھ ایک سو بائیس ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی اکثر روایات حضرت ابی، سلمان، معاویہ اور عمرو بن عبسہ سے ہے (اشعہ) آپ کے مولیٰ کا نام عبدالرحمن ابن خالد ہے۔ وہ تابعی ہیں۔ ان کی ملاقات حضرت ابو امامہ سے ہے **۳** اخرجہ جمع خرج کی خ کے پیش سے بمعنی گون۔ بوری۔ تو بڑے اور منزل سے مراد اپنے وطن کا گھر نہیں بلکہ جماعت سفر خیمہ مراد ہے جہاں مسافر عارضی ٹھہرتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم خیمے والے مسافروں میں سے ایک آدمی اس اونٹ کے گوشت سے بوری بھر لاتا تھا۔ اپنے سارے خیمہ والوں کا حصہ، فقہا فرماتے ہیں کہ غازی بچا ہوا کھانا چارہ وغیرہ غنیمت میں واپس کرے۔ فقہا کا یہ فتویٰ اس حدیث کے خلاف نہیں **۴** مرقات میں فرمایا کہ خیاط اور مخیط دونوں کے معنی ہیں دھاگہ۔ خیاط جمع خیط نہیں ہے۔ سنا ہے کہ اس کی جمع خیوط یا اخیاط آتی ہے نہ کہ خیاط۔ یہ تکرار تاکید کے لیے ہے مگر اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ مخیط بروزن منبر ہے سینے کا آلہ یعنی سوئی۔ لہذا خیاط کے معنی دھاگہ اور مخیط کے معنی سوئی۔ لہذا تکرار نہیں مطلب یہ ہے کہ معمولی سے معمولی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی بغیر تقسیم نہ لو۔

وَالْمُخِيْطَ وَاِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰى اَهْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ دَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعِيْرٍ فَاَخَذَ وَبَرَةً مِّنْ سَنَامِهٖ ثُمَّ قَالَ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَيْسَ لِيْ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ وَّلَا هٰذَا وَرَفَعَ اِصْبَعَهٗ اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ عَلَيْكُمْ فَاَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمُخِيْطَ فَقَامَ رَجُلٌ فِيْ يَدِهٖ كُبَّةٌ مِّنْ شَعْرٍ فَقَالَ اَخَذْتُ هٰذِهٖ لِاُصْلِحَ بِهَا

خیانت سے بچو کہ یہ خیانت قیامت کے دن خائن پر عار ہوگی[1] دارمی اور نسائی نے بروایت عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب ہوئے تو اس کے کوہان سے ایک بال لیا[2] پھر فرمایا اے لوگو! اس فیئ میں سے میرے لیئے کچھ نہیں اور نہ یہ بال[3] اور اپنی انگلی شریف اٹھائی سوائے خمس کے[4] اور خمس بھی تم پر ہی لوٹ جاتا ہے[5] لہذا سوئی دھاگہ بھی ادا کردو تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کی ہنڈلی تھی بولا میں نے یہ لیا ہے تاکہ اس سے

۱ کیونکہ خیانت کا مال خائن کے کندھے پر ہوگا۔ جسے بہت مشکل سے اٹھائے پھرے گا۔ تکلیف بھی اٹھائے گا بدنام بھی ہوگا۔ جیسا کہ پہلے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا۔ **۲** وبرہ خاص اونٹ کے بال کو کہتے ہیں اور شعر ہر بال کو کہا جاتا ہے۔ سنام اونٹ کی پیٹھ میں ابھری ہوئی ہڈی جسے کوہان کہا جاتا ہے **۳** یعنی حقیر سے حقیر اور معمولی سے معمولی چیز بھی غنیمت سے میرا حصہ نہیں اس سے صفی مستثنٰے ہے۔ صفی وہ چیز ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپسند فرمالیں۔ جیسے ابھی ذوالفقار کا واقعہ گزرا کہ وہ صفی تھی یا غزوہ خیبر میں بی بی صفیہ بنت حیی ابن اخطب کہ یہ اس صفی میں سے تھیں۔ اس صفی میں صد ہا حکمتیں ہوتی تھیں مثلًا بی بی صفیہ یہود کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا حضور انور کے نکاح میں ہونا ہی موزوں تھا۔ یا ذوالفقار، کفار کے سردار کی تلوار، حضور انور کے ہاتھ اس کا ہونا کفار کے زیادہ جلنے کا باعث تھا۔ بہرحال یہاں قانون کا ذکر ہے اور صفی کا اختیار فرمانا دائمی قانون نہ تھا کبھی اتفاقیہ تھا **۴** اشارہ کے لیے صرف ایک انگلی اٹھائی یعنی صرف ایک خمس ہی ہمارا حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں **۵** یعنی وہ بھی تمہاری مصلحتوں میں ہی خرچ ہوتا ہے کہ اس خمس سے ہم جنگی سامان گھوڑے، تیر وغیرہ خریدتے ہیں، موقعہ بموقعہ مساکین کی مدد فرماتے ہیں

بَرْذَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا مَا كَانَ لِيْ وَلِبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ فَقَالَ اَمَا اِذَا بَلَغَتْ مَا اَرٰى فَلَا اَرَبَ لِيْ فِيْهَا وَنَبَذَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَعِيْرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِيْ مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيْكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کمبل کو درست کروں [1] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری یا عبدالمطلب کی اولاد کی ہو تو وہ تیرے لیئے ہے [2] وہ بولا کہ یہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے کچھ اونٹوں کی طرف نماز پڑھائی [4] پھر جب سلام پھیرا تو اونٹ کے کروٹ سے بال لیا پھر فرمایا کہ تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیئے اتنا بھی حلال نہیں سوا خمس کے اور خمس بھی تم میں ہی لوٹایا جاتا ہے [5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے [6] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] یعنی یہ اونی دھاگہ کی گچھی ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ میرا کمبل پھٹا یا اُدھڑا ہوا ہے اسے درست کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو لے لوں۔

[2] یعنی اگر یہ دھاگہ کی گچھی میرے خمس میں آگئی تو میری طرف سے تجھے اجازت ہوگی اور اگر میرے کسی عزیز مطلبی کو غنیمت کے حصے سے مل گئی تو میں ان کی طرف سے تجھے اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اگر کسی اور کے حصہ میں پہنچ گئی تو پھر تو جانے اور وہ مالک جانے [3] یعنی جب اس معمولی چیز میں ایسی پابندی اور ایسی تنگی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ پہلے تو کسی کی ملکیت میں آنے کا انتظار کروں۔ پھر مالک سے خوشامد کرکے مانگوں یہ کہا اور گچھی وہاں ہی رکھ دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈر گیا [4] اس طرح کہ اس اونٹ کو سترہ بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھائی۔ معلوم ہُوا کہ بیٹھے ہوئے جانور، یوں ہی بیٹھے ہوئے انسان کی پیٹھ کو سترہ بنانا درست ہے [5] یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہُوا اور واقعہ تھا۔ یہی ظاہر ہے۔

[6] آپ مشہور صحابی ہیں نوفل ابن عبدمناف کی اولاد سے ہیں۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے ہاشم۔ مطلب۔ نوفل اور عبدشمس۔ حضرت جبیر تو نوفل کی اولاد سے تھے حضرت عثمان اور تمام بنی اُمیہ عبدشمس کی اولاد سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد سے اس کی تفصیل پہلے فصل اول میں گزر چکی ہے۔

سَهْمَ ذَوِي الْقُرْبٰى بَيْنَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ اَتَيْتُهٗ اَنَا وَعُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ اِخْوَانُنَا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِيْ وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اَرَاَيْتَ اِخْوَانَنَا مِنْ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا قَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ نَحْوُهٗ وَفِيْهِ اَنَا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّلَا اِسْلَامٍ وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ

اپنے قرابت داروں کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرمادیا[1] تو میں اور حضرت عثمان ابن عفان حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ یہ ہمارے بھائی بنی ہاشم ہم ان کی بزرگی کے منکر نہیں آپ کے ہونے کی وجہ سے کہ رب نے آپ کو ان میں پیدا فرمایا[2] ہمارے بھائیوں بنی مطلب کے متعلق حضور فرمائیں کہ آپ نے انہیں دیا اور ہم کو چھوڑ دیا[3] حالانکہ ہمارا ان کا رشتہ ایک ہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنی مطلب اس طرح ایک ہیں اور اپنی انگلیوں کو مختلط فرمادیا[4] (شافعی) ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں اور بنی مطلب نہ دور جاہلیت میں الگ ہوئے نہ اسلام میں ہم اور وہ ایک ہی چیز ہیں

۱؎ اور نوفل و عبدالشمس کی اولاد کو اس خمس میں سے کچھ نہ دیا جیسا کہ پہلے گزرچکا اور نوفل کی اولاد سے میں تھا۔ عبدشمس کی اولاد سے حضرت عثمان ۲؎ یعنی اگرچہ نسبی رشتہ میں ہم سب حضور سے برابر تعلق رکھتے ہیں مگر بنی ہاشم کو اس بنے بزرگی ہے کہ حضور ان میں سے ہیں ۳؎ کیا ہم حضور کے ذی قرابۃ نہیں ہیں یقیناً ہیں تو حضور انور نے ہم کو ذی القربیٰ کا حصہ خمس سے کیوں نہ دیا ۴؎ یعنی نسبت میں تم اور بنی مطلب برابر ہو مگر خدمت میں بنی مطلب تم سے بڑھ کر ہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں۔ تم لوگ بعد میں اسلام میں داخل ہوئے۔ بائیکاٹ کے زمانہ میں بنی ہاشم و مطلب ایک رہے مگر بنی نوفل اور بنی عبدشمس بائیکاٹ میں کفار کے ساتھ مل گئے۔ لہذا ان کو تم پر فوقیت حاصل ہے۔

وَاحِدًا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةً اَسْنَانُهُمَا فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ اَيْ عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ فَمَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ

اور اپنی انگلیوں شریف میں [1] اختلاط فرمادیا۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عوف سے [2] فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے داہنے بائیں دیکھا تو میں انصار کے دو نوعمر بچوں کے درمیان تھا [3] میں نے تمنا کی کہ میں ان سے بہادروں کے درمیان ہوتا [4] ان دونوں میں سے ایک نے مجھے اشارہ کیا [5] بولا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں [6] میں بولا تجھے اس سے کیا کام ہے اے بھتیجے؟ وہ بولا مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا

تاآنکہ ہم سے

۱ اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت ساتھ رہنے والے بڑی قدر و منزلت کے مستحق ہیں یہ لوگ چونکہ مصیبت کے ساتھی ہیں لہذا اسی خمس کے حقدار ہیں۔ اس کے متعلق فقہی احکام پہلے گزر چکے **۲** آپ کی کنیت ابومحمد ہے زہری ہیں قریشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ صاحب ہجرتین ہیں کہ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف، تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور انور نے غزوۂ تبوک میں فجر کی ایک رکعت آپ کے پیچھے پڑھی۔ غزوہ احد میں بیس زخم کھائے۔ بعض زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں بیکار ہوگیا تھا۔ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بہتر سال عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔

۳ جنگ بدر ۲ھ ماہ رمضان میں ہوئی جس میں مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ کفار اولاً ساڑھے نو سے تھے۔ ابوسفیان کا قافلہ بچ جانے کے بعد ایک ہزار ہوگئے تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی غازیوں کے پاس کھجور کی لکڑیاں تھیں۔

۴ تاکہ جنگ کے وقت مجھے ان سے مدد ملتی۔ کیونکہ سپاہی کو اپنے بازوؤں سے مدد ملتی ہے۔ چونکہ وہ دونوں نوعمر تھے۔ اس لیے حضرت عبدالرحمن نے انہیں کمزور سمجھا۔ نیز وہ دونوں انصار تھے۔ اور جبار دری میں مہاجرین مشہور تھے دیرنات ان **۵** غمز کے معنی دبانے کے بھی ہیں

أَلْأَعْجَلُ مِنَّا قَالَ فَتَعَجَّبْتُ لِذَالِكَ قَالَ وَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهٗ فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلٰى أَبِي جَهْلٍ يَجُوْلُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا تَرَيَانِ صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلَانِي عَنْهُ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَ فَقَالَ أَيُّكُمَا قَتَلَهٗ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهٗ

جلد موت والا مر جائے ؎۱ فرماتے ہیں میں نے اس پر تعجب کیا ؎۲ فرماتے ہیں کہ دوسرے نے بھی مجھے اشارہ کیا تو مجھے اسی طرح کہا تو میں بلا جھجھک حتی کہ میں نے ابوجہل کو دیکھ لیا جو لوگوں کے بیچ گھوم رہا تھا ؎۳ تو میں بولا کیا تم دیکھتے نہیں یہ تمہارا وہ یار ہے ؎۴ جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس پر جھپٹے اسے مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا ؎۵ پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے حضور کو اس کی خبر دی ؎۶ تو فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے تو ان میں سے

اور آنکھ سے اشارہ کرنے کے بھی۔ یہاں بمعنی دبانا ہے۔ یعنی میرا ہاتھ دبا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر چپکے سے یہ پوچھا ؎۶ اہل عرب اپنے سے بڑے کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہاں یہی محاورہ استعمال ہوا ہے ورنہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رشتہ نسبی میں ان بچوں کے چچا نہ تھے۔ لشکر کفار سامنے تھا ان دونوں نے پوچھا کہ وہ جو سامنے لشکر ہے ان میں ابوجہل کون ہے ؎۱ سبحان اللہ یہ ہے ایمان اور یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوجہل کو حضور انور کی شان میں گستاخیاں کرتے سنا تھا بلکہ یوں ہی اڑتی اڑتی خبر پہنچی تھی کہ تڑپ گئے اور مارنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

قسم کھائی ہے دونوں نے کریں گے قتل ناری کو ؎ سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

؎۲ کیونکہ میں نے سمجھا کچھ تھا اور ظاہر کچھ اور ہوا۔ یہ دونوں تو بہادروں کے سردار نکلے۔ جو حوصلہ بہت بلند ظاہر ہوا ؎۳ یعنی اپنے لشکر میں چکر لگا رہا تھا انہیں درست کر رہا تھا ؎۴ یہاں صاحب یا کر یار بمعنی دوست نہیں بلکہ بمعنی مطلوب ہے جس کی طلب ہو یعنی تم جس کی جستجو میں ہو وہ یہی ہے۔ سامنے وہ دیکھو ؎۵ یعنی یہ دونوں اکیلے اس کی فوج میں پہنچے اور بغیر یار و مددگار ساتھ لئے اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا کہ اسے مار گرایا خیال ہے کہ ان دونوں نے اسے بالکل مار نہ ڈالا تھا بلکہ قریب الہلاک کر دیا تھا جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا۔ اسے سسکتا ہوا چھوڑ کر بھاگے کہ ان کی فوج میں گھر گئے۔ ان دونوں جانبازوں کو دو ہالوں نے گھیر لیا۔ اس موقعہ پر ایک کا ہاتھ بازو سے کٹ گیا جسے انہوں نے خود پاؤں سے دبا کر توڑ دیا اور پھر وہاں کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور انور نے وہ ہاتھ کاندھے پر رکھ کر لعاب دہن لگا دیا وہ ہاتھ جڑ گیا اور دوسرے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ باب المعجزات میں ذکر کیا جائے گا ؎۶ قتل ابوجہل کی بھی خبر دی اور واقعہ قتل کی بھی خبر دی کہ اس طرح ہم نے اسے پچھاڑا اور اس طرح قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل ابوجہل کی خبر سن کر

فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا فَقَالَا لَا فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ

ہر ایک بولا کہ اسے میں نے مارا ہے [۱] فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں وہ بولے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواریں دیکھیں فرمایا تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے [۲] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے سلب کا فیصلہ معاذ ابن عمرو ابن جموع کے لیئے کیا [۳] اور وہ دونوں صاحب معاذ ابن عمرو ابن جموع اور معاذ ابن عفرا تھے [۴] (مسلم بخاری) اور روایت ہے

سجدۂ شکر ادا کیا۔ جیساکہ دوسری روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ اپنے جانی مالی دشمن کے فوت ہونے پر خوشی منانا ممنوع ہے

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست　　　　که زندگانی ما نیز جاودانی نیست

مگر قومی، دینی، ملکی دشمن کے مرجانے پر شکر کرنا سنت ہے۔ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اسی لیے سنت ہے کہ اس دن فرعون غرق ہوا ہے۔ دینی دشمن کے مرجانے سے مخلوق خدا اس کے فساد سے محفوظ ہو جاتی ہے [۱] دونوں نے سچ کہا کیونکہ تلوار کے وار اس مردود پر دونوں ہی نے کیے تھے۔ اگرچہ ایک نے سبقت کی ہوگی اور ایک ہی کا وار کاری لگا ہوگا جس سے وہ ناری جہنم رسید ہوا ہوگا۔ بہر حال دونوں سچے ہیں خود حضور نے بھی ان کی تصدیق فرمائی جیساکہ آگے آرہا ہے۔

[۲] یعنی واقعی تم دونوں اس کے قتل میں شریک ہو۔ تم دونوں کے واروں سے اُسے اللہ نے نار میں داخل کیا ہے تم دونوں سچے ہو۔ یہ فرمان اُن دونوں کو خوش کرنے کے لیے ہے [۳] اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات سے معلوم فرمالیا کہ اصل قاتل یہ ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں لکھا کہ قتل کرنے میں یہ دونوں شریک تھے۔ مگر اُسے گرانے پچھاڑنے والے معاذ ابن عمرو ابن جموح تھے۔ اس لیے سلب صرف ان کو عطا فرمایا گیا غرضیکہ یہ تخصیص بلا وجہ نہ تھی وجہ سے تھی [۴] خیال رہے کہ ان دونوں بزرگوں کا نام معاذ یا معوذ ہے۔ یہ دونوں حضرات اخیافی یعنی ماں شریک بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام عفرا ہے۔ ان کے ایک خاوند کا نام عمرو ابن جموع ہے۔ دوسرے خاوند کا نام حارث ہے لہذا معاذ ابن عفرا میں نسبت ماں کی طرف ہے۔ بعض روایات میں ان دونوں معاذوں کو ابن عفرا کہا جاتا ہے۔ وہ بھی درست ہے دونوں کی نسبت ماں کی طرف ہے۔ اشعہ اس حدیث سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی مسلمان کو اس کی نوعمری کی وجہ سے ضعیف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بسا اوقات چھوٹے اور دبلے آدمی وہ کام کر دکھاتے ہیں جو بڑی عمر والے موٹے تازے آدمیوں سے نہ ہوسکیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ رسول کے لیے عداوت و محبت سنت صحابہ ہے تیسرے یہ کہ جنگ میں ہر کام بہت دپھرتی سے ہی ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ علامات دیکھ کر بغیر گواہ کے سلب دینا جائز ہے کہ حضور نے

اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَّنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَوْ غَيْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن [۱] کہ کون دیکھ کر ہم کو بتائے گا کہ ابوجہل کو کیا ہوا [۲] تو ابن مسعود چلے اسے پایا کہ عفرا کے بیٹوں نے اسے مار دیا ہے حتی کہ ٹھنڈا ہوگیا ہے [۳] آپ نے اسکی داڑھی پکڑ کر فرمایا [۴] کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے وہ بولا کہ کیا تم نے مجھ سے اوپر والے کو بھی قتل کیا ہے [۵] ایک روایت ہے کہ بولا کاش مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا [۶] (مسلم بخاری)

ان کی تاویلیں دیکھ کر ایک کو سلب عطا فرمایا۔ جہاں گواہ طلب فرمانے کا ذکر ہے وہاں علامات نہ ہونے کی صورت ہے پانچویں یہ کہ حضرات صحابہ کی ہمت وجرأت بے مثال تھی [۱] یہ ارشاد عالی غزوہ بدر ختم ہوچکنے اور سکون حاصل ہوجانے کے بعد ہوا۔ دوران جنگ میں اس طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی شخص کفار کی نعشوں میں زخمیوں میں ابوجہل کو تلاش کرے کہ وہ جی رہا ہے یا مر گیا ہے۔ مردوں میں پڑا ہے یا زخمیوں میں [۲] اگر صنع معروف ہے تو ترجمہ وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اور اگر صنع مجہول ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ابوجہل کے ساتھ کیا کیا گیا۔ رب نے اس سے کیا معاملہ فرمایا اُسے موت دیدی یا ابھی نہیں اور موت دے دی ہے تو کس حالت میں [۳] یہاں ٹھنڈا ہوجانے سے مراد اگر مرجانا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ٹھنڈا ہوجانے کے قریب ہوگیا ہے۔ اور اگر مراد جسم کا خون نکل کر حرارت عزیزی ختم ہوجانا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے یعنی اس کا جسم ٹھنڈا ہوچکا ہے اور وہ قریب الموت ہے کتے کی طرح سسک رہا ہے خیال رہے کہ ابوجہل کو تمام کفار مکہ اس حالت میں چھوڑ کر بھاگ چکے تھے [۴] معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مشرکین بھی ایک مشت داڑھی رکھتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کی داڑھی کی کوئی عزت وحرمت نہیں اُسے پکڑنا کھینچنا جائز ہے۔ مسلمان کی داڑھی بڑی عزت کی چیز ہے کہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم [۵] یعنی آج کے مقتولین میں سب سے بڑی عزت وعظمت والا میں ہی ہوں کہ تمام کفار مکہ بلکہ کفار عرب کا سردار ہوں [۶] یعنی مجھے اس ذلت کا غم ہے جو اس قتل میں مجھے پہنچی کہ مجھے مدینہ کے انصار کے دو بچوں نے قتل کیا۔ اہل مدینہ عموماً کھیتی و باغبانی کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے انہیں اکار یعنی کسان کہا مجھے کوئی بڑی عزت والا قتل کرتا۔ معلوم ہوا کہ ابوجہل بمقابلہ فرعون زیادہ متکبر تھا کہ فرعون ڈوبتے وقت بول اٹھا۔ آمَنْتُ آمَنَتْ بِہٖ بنو اسرائیل۔ مگر یہ مردود اب اس حالت میں بھی شیخی ہی بگھار رہا ہے۔ اگر اس حالت میں کلمہ پڑھ لیتا تو شاید کچھ فائدہ اٹھا لیتا۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَھْطًا وَاَنَا جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَا لَکَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ مُسْلِمًا ذَکَرَ ذٰلِکَ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَاَجَابَہٗ بِمِثْلِ ذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَۃَ اَنْ یُّکَبَّ فِی النَّارِ عَلٰی وَجْھِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا قَالَ الزُّھْرِیُّ فَنَرٰی اَنَّ الْاِسْلَامَ

روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو عطیہ فرمایا۔ میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو ان سب میں مجھے زیادہ پسندیدہ تھا [1] میں اٹھا اور میں نے عرض کیا فلاں کے متعلق کیا رائے عالی ہے میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں [2] تب حضور نے فرمایا بلکہ مسلم کہو [3] سعد نے تین بار عرض کیا اور حضور نے اسی طرح جواب دیا پھر فرمایا کہ میں کبھی کسی شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے [4] اس خوف سے کہ اپنے منہ کے بل آگ میں گرایا جائے [5] (مسلم بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے زہری نے فرمایا

[1] یعنی حضور نے ایسے شخص کو عطیہ نہ دیا جو ایمان و اعمال میں مجھے بہت پسندیدہ تھا۔

[2] یعنی جہاں تک مجھے علم ہے یہ صاحب مومن کامل اور عالم تام ہیں، ایمان و تقوی دونوں کے جامع ہیں۔

[3] اس فرمان عالی میں ان صاحب کے ایمان کی نفی نہیں بلکہ حضرت سعد کو تعلیم ہے کہ کسی کے متعلق اس کے ایمان کی قطعی نہ دو کہ ایمان دلی تصدیق کا نام ہے جس پر اللہ تعالٰی ہی خبردار ہے۔ اسلام ظاہر کا نام ہے تم اس کی گواہی دے سکتے ہو۔ خیال رہے کہ کبھی ایمان و اسلام ہم معنی آتے ہیں اور کبھی ان میں فرق کیا جاتا ہے کہ دلی عقیدوں کا نام ایمان ہوتا ہے اور ظاہری اطاعت کا نام اسلام یہاں دوسرے معنی مراد ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے قل لم تومنوا و لکن قولوا اسلمنا اور فرماتا ہے فلما اسلما و تلہ للجبین اور فرماتا ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین ان آیات میں اسلام سے مراد ظاہر اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

[4] یعنی ہمارا کسی کو کم دینا یا نہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے ناراض ہیں یا اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اور کسی کو زیادہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے راضی ہیں اسے مومن کامل سمجھتے ہیں بلکہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ مومن کامل کو کم دیتے ہیں یا کچھ نہیں دیتے اور مذبذب کو زیادہ عطا فرماتے ہیں

[5] یعنی یہ عطا فضائل کی وجہ سے نہیں بلکہ ضعیف الایمان لوگوں کو ہم عطائیں دیتے ہیں کہ اگر ان کو نہ دیں تو خطرہ ہے کہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں

اَلْكَلِمَةُ وَالْاِیْمَانُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَعْنِيْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اِنَّ عُثْمَانَ اِنْطَلَقَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ وَاِنِّيْ اُبَايِعُ لَهٗ فَضَرَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِاَحَدٍ غَابَ

سمجھتے ہیں کہ اسلام کلمہ طیبہ ہے اور ایمان نیک عمل [۱] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی بدر کے دن پس فرمایا کہ عثمان اللہ تعالٰی کے کام اور اس کے رسول کی خدمت میں گئے ہیں [۲] ان کی بیعت میں کرتا ہوں [۳] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا انکے سوا کسی غائب شخص کا

اور دوزخ میں گر جائیں۔ پختہ مومنین پر ہم کو اعتماد ہے کہ انہیں مال ملے یا نہ ملے وہ مومن ہی رہیں گے ان کو دینے کا اہتمام نہیں فرماتے۔ انہیں نہ دینا ان کی پختگی ایمان کی وجہ سے ہے۔ یہ ہی سنت الٰہیہ ہے۔ بارہا مقبول بندوں پر مصیبتیں بھیج دیتا ہے یا انہیں کم عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ بہرحال مومن رہیں گے کچھ ملے یا نہ ملے۔ کچی کھیتی کو پانی بہت دیا جاتا ہے۔ اس کی رکھوالی زیادہ کی جاتی ہے کہ اس کی جڑیں مضبوط نہیں۔ پانی نہ ملنے پر خشک ہو جائے گی۔ مضبوط درختوں کی زیادہ پرواہ نہیں کی جاتی کہ اس کی جڑیں پختہ ہیں۔ پانی نہ ملنے پر بھی ہرے بھرے رہتے ہیں۔

[۱] یعنی سرکار عالی کے اوصلماً فرمانے سے معلوم ہوا کہ ایمان و اسلام میں فرق ہے۔ اس فرق میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا اسلام ہے اور ساتھ ہی نیک اعمال بھی کرنا ایمان اور دونوں میں اور بھی فرق کیے گئے ہیں۔

[۲] غزوۂ بدر کے موقعہ پر حضور انور کی صاحبزادی بی بی رقیہ جو حضرت عثمان غنی کی زوجہ مطہرہ تھیں سخت بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کرنے کے لیے عثمان غنی کو حضور انور نے مدینہ منورہ میں ہی چھوڑا بدر میں ساتھ نہ لے گئے۔ حتی کہ حضور کے پیچھے ہی ان کی وفات ہوگئی اور دفن کردی گئیں (مرقات) یہ فرمان عالی بدر کی غنیمت تقسیم فرماتے وقت کا ہے۔ خیال رہے کہ جناب رقیہ کی تیمارداری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی مگر اس کو اللہ رسول کا کام فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور کی فرمانبرداری رب تعالٰے کی اطاعت ہے۔

[۳] چنانچہ حضور انور نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہمارا ہاتھ ہے اور خود ہی حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ اس بیعت عثمان کا واقعہ دوبار ہوا۔ ایک تو غزوۂ بدر میں دوسرے بیعت الرضوان میں مقام حدیبیہ میں یہ ہے حضرت عثمان کی شان رضی اللہ عنہ۔

دست حبیب خدا جو کہ یداللہ تھا ہاتھ بنا آپکا آپ وہ ذی شان ہیں۔

غَيْرَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْعَلُ فِيْ قَسْمِ الْمَغَانِمِ عَشْرًا مِّنَ الشَّاءِ بِبَعِيْرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتَّبِعْنِيْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا أَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا رَجُلٌ اشْتَرٰى غَنَمًا أَوْ

حصہ مقرر نہ کیا[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے[2] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت کی تقسیم میں دس بکریاں ایک اونٹ کے مقابل میں فرماتے تھے[3] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا[4] تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جو کسی عورت کے بضع کا مالک ہو اور رخصتی کرنا چاہتا ہے۔ابھی تک کی نہیں ہے[5] اور نہ وہ جائے جس نے مکانات بنائے ہیں اور ان کی چھتیں تیار نہ کی ہیں[6] اور نہ وہ شخص جائے

[1] یعنی حضرت عثمان کو بدر والوں کا صرف ثواب نہ ملا بلکہ غنیمت کا حصہ بھی ملا۔آپ صرف حکمًا غازی بدر نہ ہوئے۔بلکہ حقیقۃً غازی مانے گئے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں اگر چاہیں تو مدینہ کی زمین کو بدر کا میدان بنادیں۔گھر میں رکھ کر غازیوں میں ملادیں اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت رب تعالٰی کی اطاعت ہے دیکھو حضرت عثمان مدینہ منورہ میں حضور کے کام کے لیے رہے تھے یعنی بی بی رقیہ کی تیمارداری مگر فرمایا فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ۔حاجت سے مراد کام یا خدمت ہے،نہ کہ ضرورت کہ اللہ تعالٰی ضرورت اور محتاجی سے پاک ہے۔

[2] آپ صحابی انصاری خوارزمی یا حارثی اوسی ہیں۔غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے بدر کے دن آپ کمسن تھے ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی چھیاسی سال عمر ہوئی۔آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں(اشعہ)۔

[3] یعنی تقسیم غنیمت میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کی برابر رکھتے تھے کہ اگر کسی غازی کو ایک اونٹ حصہ میں ملا تو دوسرے غازی کو دس بکریاں عطا ہوئیں۔قربانی میں ایک اونٹ وگائے سات بکریوں کی برابر مانا جاتا ہے۔

[4] نبی سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور غزوہ سے مراد بیت المقدس پر جہاد،یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا(اشعہ و مرقات)

[5] یعنی جس کا نکاح ہوچکا ہے ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے۔اس کی تیاری میں ہے۔اہل عرب زفاف کے وقت خیمہ وغیرہ بناتے تھے۔اس میں زفاف کرتے تھے اس لیے زفاف کو بنا رکھتے تھے(اشعہ)۔[6] یعنی مکان بنانے میں مشغول ہے۔ابھی عمارت نامکمل ہے اس کی تکمیل کر رہا ہے۔

اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزٰى فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَامُوْرَةٌ وَاَنَا مَامُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ

جس نے بکری یا حاملہ اونٹنیاں خریدیں اور وہ ان کے بیاہنے کا منتظر ہے[1] چنانچہ انہوں نے جہاد کیا تو لبستی سے نماز عصر یا اس کے قریب ہوئے تو انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی حکم کے ماتحت ہے اور میں بھی الٰہی اسے ہم پر روک دے[2] چنانچہ سورج روک دیا گیا حتی کہ اللہ نے انہیں فتح دی[3] پھر غنیمتیں جمع فرمائیں تو وہ یعنی آگ کھانے کے لیے آئی مگر انہیں کھایا نہیں[4] فرمایا کہ ضرور تم میں خیانت ہے[5]

[1] یعنی جس کی بکریاں یا اونٹنیاں گابھن ہیں اُسے ان کے بچے دیکھنے دودھ پینے کا بڑا انتظار ہے۔ مقصد یہ ہے میرے ساتھ جہاد میں فارغ البال جائے جس کا دل دنیا میں لگا ہے وہ نہ جائے۔ تاکہ اس عبادت میں دھیان نہ بٹے جیسے آج پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت لے کر نماز پڑھنا ممنوع ہے کہ اس سے نماز میں دل نہ لگے گا۔ [2] یعنی اے سورج تجھے رفتار کا حکم الٰہی ہے اور مجھے جہاد کا حکم ہے اگر تو ابھی ڈوب گیا اور میں بیت المقدس فتح نہ کرسکا تو ہفتہ کا دن شروع ہو جائے گا جس میں جہاد کرنا قتال کرنا حرام ہے پھر کفار کو کافی مہلت مل جائے گی اور بیت المقدس فتح کرنا مشکل ہو جائے گا۔ خدایا تو سورج کو روک دے جب یہ بیت المقدس فتح کرلوں تب غروب ہو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء چاند سورج سے بھی کلام فرماتے ہیں اور وہ ان سے گفتگو اور ان کی اطاعت کرتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیا بیگانہ است

یہ جہاد جمعہ کے دن ہوا تھا اس دین میں ہفتہ کے دن جہاد بھی ممنوع تھا (مرقات)۔ [3] بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہوگیا تب ڈوبا۔ یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لیے سورج روکا نہیں گیا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا۔ چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا۔ فرمایا ہاں! بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا: بدھ کی صبح کو، قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا۔ اور غزوہ خیبر کے موقع پر مقام صہبا میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پہ سر رکھ کر آرام فرمایا تھا۔ جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی سورج ڈوب گیا۔ تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا۔ حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا۔ ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا۔ ابن لمندر ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی طبرانی نے معجم میں بسند حسن حضرت جابر سے سورج روک لیے جانے کی حدیث نقل فرمائی۔ بہرحال آفتاب کا رکنا حضر۔۔

مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاءُوا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا زَادَ فِي رِوَايَةٍ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ وَفُلَانٌ شَهِيدٌ

ہر قبیلے سے ایک ایک شخص مجھ سے بیعت کرے چنانچہ ایک آدمی کا ہاتھ ان ہی کے ہاتھ سے چپٹ گیا تو فرمایا تم لوگوں میں خیانت ہے[1] پھر وہ سونے کا سرلائے جو گائے کے سر کی طرح تھا[2] اسے رکھ دیا پھر آگ آئی اسے کھالیا[3] مسلم کی روایت میں ہے یہ زیادتی کی کہ ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں پھر اللہ نے ہمارے لیے غنیمتیں حلال کردیں ہماری کمزوری ہماری عاجزی دیکھی تو انہیں ہمارے لیے حلال فرمایا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے خبر دی کہ جب خیبر کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت آئی وہ بولے فلاں اور فلاں شہید ہے

یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لیے ہوا۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے سورج نہ رُکا۔ اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں (مرقات۔ اشعہ) فقیر نے مقام صہبا کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا یہ جگہ خیبر سے قریبًا ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔ عام لوگ زیارت کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

[5] اس زمانہ میں غنیمت کا مال جمع کرکے کسی پہاڑی یا میدان میں رکھ دیا جاتا تھا۔ غیبی آگ اگر اُسے جلا جاتی تھی۔ اس لیے یہ کیا گیا۔[5] اس لیے آگ آئی تو تھی مگر اسے جلایا نہیں۔ یہاں کھانے سے مراد جلانا ہے گذشتہ دینوں میں یہ مال غنیمت اور قربانیوں کے گوشت غیبی آگ جلایا کرتی تھی۔

[1] یہ بھی یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جس میں خیانت تھی اس کے سردار کا ہاتھ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا جس سے خیانت پکڑی گئی۔ [2] یعنی اس غنیمت کے مال میں سونے کی گائے کا سر جو عام گایوں کے سر کے برابر تھا اس کی خیانت کی گئی تھی جواب حاضر کی گئی۔ [3] اس زمانہ میں غیبی آگ کا جلا جانا قبولیت کی علامت تھی اور نہ جلانا مردودیت کی علامت تھی۔ خیانت والی غنیمت مردود مانی جاتی تھی ہابیل وقابیل نے بھی اپنی قربانیاں پہاڑ پہ رکھی تھیں ہابیل کی قربانی کو آگ جلا گئی۔ اور قابیل کی قربانی ویسی ہی پڑی رہی۔ [4] یعنی ہماری امت عمومًا کمزور اور غریب ہوگی لہذا اس کے لیے مال غنیمت حلال فرمادیا گیا کہ اس مال کے ذریعہ جہاد میں قوت حاصل کریں۔ یہ رب تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ اسی طرح قربانی کا گوشت بھی اس امت کے لیے حلال کردیا گیا کہ قربانی عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کی

حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ اَلَا اِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حتی کہ ایک شخص پر گزرے تو بولے فلاں شہید ہے [1] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے [2] ایک چادر یا ایک عبا کی وجہ سے [3] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر ابن خطاب جاؤ لوگوں میں تین بار اعلان کر دو کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن [4] چنانچہ میں نکلا اور میں نے اعلان کیا کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن لوگ تین بار [5] (مسلم)

خوراک بھی ہے۔ یہ ہے خاص کرم۔

[1] معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے۔ ہم نے خیبر میں سترہ شہداء خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں جن میں سے حضرت سلمہ ابن اکوع اور براء ابن بشر کے نام معلوم ہو سکے۔ باقی کے نام ہمارے مزدور کو بھی معلوم نہ تھے واللہ اعلم۔ ان بزرگوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور فوراً جنت میں پہنچ گئے۔ کیونکہ شہید کی روح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے اُسے شہید کہتے ہیں۔ یعنے جنت میں حاضر ہو جانے والا۔ [2] یعنی شخص شہید تو ہے مگر جنت میں نہ پہنچا۔ دوزخ کی آگ کی سزا پا رہا ہے کیونکہ خیانت شہادت کے لیے منع نہیں ثواب کے لیے نقصان دہ ہے [3] یعنی چونکہ اس نے غنیمت کے مال سے ایک چادر قبل تقسیم کے لی تھی۔ لہذا وہ آگ کا عذاب پا رہا ہے۔ میں اُسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور اس دنیا میں رہ کر عالم غیب کی بھی ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کہ فرمایا وہ آگ میں ہے کیوں کہ اس نے خیانت کی تھی۔ آگ میں ہونا عالم غیب کی خبر ہے اور خیانت یہاں کا چھپا ہوا عمل۔ یہاں آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے۔

[4] یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد ہے اول داخلہ بغیر سزا بھگتے اور مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی مسلمان یعنی جنت میں اول داخلہ کامل مومن کو نصیب ہوگا۔ جو ایمان و اعمال کا جامع ہو۔ خیانت کرنے والا مومن اگرچہ شہید بھی ہو جاوے پہلا دا! جنت میں نہ جا سکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں وہاں حقوق اللہ کے گناہ مراد ہیں انسانی حقوق کی معافی مراد نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

بَابُ الْجِزْیَةِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ مُجَالَةَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ

جزیہ کا بیان [1] پہلی فصل | روایت ہے حضرت مجالہ سے [2] فرماتے ہیں کہ میں احنف کے چچا جزء ابن معاویہ کا کاتب تھا [3] ہمارے پاس حضرت عمر ابن خطاب کا تحریری فرمان آیا ان کی وفات سے ایک سال پہلے کہ مجوسی کے ہر رحمی قرابت دار کے درمیان جدائی کردو [4] اور حضرت عمر نے مجوس سے جزیہ نہ لیا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمان ابن عوف نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ وصول فرمایا تھا [5]

[1] جزیہ بنا ہے جزاء سے معنی بدلہ جزیہ بدلہ کا مال۔ شریعت میں جزیہ وہ ٹیکس ہے جو سلطان اسلام کافر رعایا سے وصول کرتا ہے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں یہ جزیہ نہایت معمولی رقم ہے۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے جو کہیں زیادہ ہے یوں ہی مسلمانوں پر فطرہ، قربانی سب کچھ واجب ہے جو کفار پر نہیں آج جزیہ پر اعتراض کرنے کی بجائے مروجہ ٹیکسوں کی بھرمار کو دیکھیں کہ بہتر روپیہ فی سینکڑہ تک مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے جزیہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس پر ذمی کفار سے صلح ہوجائے وہ جزیہ بقدر مصالحت ہی رہے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے دو ہزار جوڑے سالانہ پر صلح فرمائی تھی ایک ہزار جوڑے ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں حضرت عمر نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ صلح فرمائی تھی کہ مسلمانوں سے وصول رقم سے دوگنی ادا کریں۔ دوسرا وہ جزیہ جو سلطان اسلام خود مقرر فرمادے۔ اس کے لیے شرعی قانون یہ ہے کہ مالدار ذمیوں پر سالانہ اڑتیس درہم یعنی چار درہم ماہوار (سوا روپیہ) درمیانی حیثیت کے کفار پر چوبیس درہم، دو درہم ماہوار (آٹھ آنہ)، غریب کفار پر بارہ درہم سالانہ ایک درہم ماہوار (چار آنہ) یہ ہی مذہب احناف ہے۔ امام شافعی کے ہاں ہر بالغ کافر پر بارہ درہم سالانہ۔ امام مالک کے ہاں مالدار کافر سے چار دینار یعنی اڑتالیس درہم سالانہ اور فقیر سے دس درہم سالانہ۔ امام احمد کے ہاں جزیہ مقرر نہیں امام اور ذمی رعایا جس پر صلح کرلیں وہ ہی مقرر ہوگا (مرقات)۔ یہ ہے وہ جزیہ جس پر موجودہ عیسائی اور ہندو وغیرہ شور مچا رہے ہیں کہ اسلام نے ذمی کفار پر جزیہ مقرر کرکے ظلم کردیا۔ [2] مجالہ میم کے فتح جیم کے فتح سے تابعی ہیں آپ کا نام مجالہ ابن عبدہ تمیمی کی ہے ثقہ ہیں حضرت عمران ابن حصین صحابی سے ملاقات ہے۔ [3] جزء ابن معاویہ جیم کے فتح ز کے سکون سے یہ تابعی ہیں تمیمی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقام اہواز کے حاکم تھے اور احنف ابن قیس تابعی ہیں، انہوں نے حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہیں کی۔ بڑے عالم متقی حضرت عمر و عثمان، علی و عباس سے ملاقات کی ۶۲ھ باسٹھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی جنگ صفین میں حضرت کے ساتھ تھے

هٰجَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ فِيْ بَابِ الْكِتَابِ إِلَى الْكُفَّارِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَّأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِيْ مُحْتَلِمٍ دِيْنَارًا أَوْ عِدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(بخاری) اور بریدہ کی حدیث اذا امر امیرا الخ کتاب الکفار کے باب میں بیان کردی گئی[۱] دوسری فصل روایت ہے حضرت معاذ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ ہر بالغ یعنی احتلام والے سے ایک دینار یا اس کی برابر معافری[۲] یعنی معافری وہ کپڑا ہے جو یمن میں ہوتا ہے[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

آپ نے حضرت علی کی بڑی امداد کی رضی اللہ عنہم حضرت علی کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا (مرقات اشعہ)[۴] مجوس اپنی بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کرلیتے تھے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ انہیں ایسا نہ کرنے دو اور جس مجوسی کے نکاح میں اس کی بہن بیٹی ہو انہیں علیحدہ کردیا جائے کہ یہ اگرچہ ان کے دین میں جائز ہے اور ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے مگر یہ حرکت انسانیت کے خلاف ہے اس لیے انہیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ [۵] ہجر یمن کا ایک شہر بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی اور بحرین کا ایک گاؤں بھی جہاں کے گھڑے مٹکے مشہور ہیں۔ وہ مدینہ پاک کے پاس والا ہجر ہے اور یہاں بحرین والا ہجر مراد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ لیا جاسکتا ہے اور مجوس اہل کتاب ہیں لہذا ان سے جزیہ نہ لیا جائے مگر جب آپ کو یہ حدیث پہنچی تب آپ نے ان سے جزیہ قبول فرمایا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہیں ان کی کتاب ان سے اٹھالی گئی (مرقات)

[۱] یعنی لمعات میں وہ حدیث اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں نقل کردی اور یہاں بیان نہ کی۔ [۲] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ صرف ذمی مرد عاقل بالغ سے لیا جائے گا۔ عورت بچے، دیوانہ پر جزیہ نہیں۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ یوں ہی اندھے۔ بے دست و پا، فالج زدہ بہت بوڑھے ذمی پر جزیہ نہیں، نیز جو فقیر کمائی کے قابل نہ ہو اس پر جزیہ نہیں۔

اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ حضرت عمر نے جب عثمان ابن حنیف کو حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ فقیر ذمی سے جزیہ نہ لیں، نیز حضرت عمر نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا تو کیوں بھیک مانگتا ہے۔ وہ بولا مجھ پر جزیہ لازم ہے اس کی ادائیگی کے لیے مانگتا ہوں، تب آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ بوڑھے ذمیوں سے جزیہ نہ لیں۔ یوں ہی ذمی غلام، مکاتب، مدبر، پر جزیہ نہیں۔ ان کے راہبوں پر بھی جزیہ نہیں (مرقات) یہ حدیث بظاہر امام شافعی کی دلیل ہے کہ ہر ذمی پر جزیہ واجب ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي أَرْضٍ وَاحِدَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَأَخَذُوْهُ فَأَتَوْا بِهٖ فَحَقَنَ لَهٗ دَمَهٗ وَصَالَحَهٗ عَلَى الْجِزْيَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ أَبِيْ أُمِّهٖ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک زمین میں دو قبیلے مناسب نہیں [۱] اور مسلمان پر جزیہ نہیں [۲] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو دومہ والے اکیدر کی طرف بھیجا [۳] تو مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اسے لے آئے تو حضور نے اس کا خون محفوظ فرمادیا اور اس سے جزیہ پر صلح فرمالی [۴] (ابوداؤد) روایت ہے حرب ابن عبید اللہ سے وہ نانا سے راوی وہ اپنے والد سے [۵] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غنی ہو یا فقیر مگر ہمارے ہاں یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے جس سے فقراء ذمی علیحدہ ہیں یا اس قوم سے صلح اس پر ہی ہوئی ہوگی کہ ہر بالغ پر جزیہ ہو یا اتفاقًا اس قوم میں تمام امیر ہوں گے کوئی فقیر نہ ہوگا۔ جیسے آج خوجے اور جوہری کہ ان میں کوئی فقیر نہیں۔

[۳] معافر یمن میں ایک بستی ہے چونکہ اسے معافر ابن یعفر نے بسایا تھا لہذا معافر کہلاتی ہے وہاں کا کپڑا بہت مشہور ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔

[۱] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ارض واحدہ سے مراد زمین عرب ہے اور دو قبلوں سے مراد دو قبلہ والے لوگ ہیں یعنی مسلمان۔ اور یہود و نصاریٰ یعنی زمین عرب یا زمین حجاز میں یہود و نصاریٰ کو نہ بسنے دو۔ یہ ملک صرف مسلمانوں کے لیے ہے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک زمین سے مراد عام زمین ہے اور دو قبلوں کے اجتماع سے مراد مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا برابری کی شان سے ایک ملک میں رہنا ہے۔ یعنی نہ تو مسلمان کفار کے ملک میں دب کر رہیں اگر انہیں آزادی دینی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جائیں اور نہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ملک میں برابر ہو کر رہیں۔ بلکہ اگر رہیں تو ذمی ہو کر رہیں اور وہ ہمارے ملک میں اپنے دین کی اشاعت نہ کر سکیں۔ نہ کسی مسلمان کو اپنے مذہب میں لے سکیں بلکہ صرف خود آزاد رہیں اور بس۔

[۲] اس فرمان شریف کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی ذمی ادائے جزیہ سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ ما

قَالَ اِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَا هُمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَا هُمْ يُؤَدُّوْنَ
مَالَنَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ وَلَانَحْنُ نَاْخُذُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عشر صرف یہودیوں اور عیسائیوں پر ہی ہے اور مسلمانوں پر عشر نہیں ۱؎ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کسی قوم پر گزرتے ہیں تو وہ نہ تو ہماری مہمانی کرتے ہیں اور نہ ہم کو وہ حق دیتے ہیں۔ جو ہمارا ان پر ہے۔ اور نہ ہم ان سے لیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نہ آئندہ لیا جائے۔ کیوں کہ اب یہ مسلمان ہے اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی مسلمان کفار کے ملک میں جزیہ دے کر ذلیل ہوکر نہ رہے۔ مسلمان پر جزیہ کیسا عزت اللہ رسول کی اور مسلمانوں کی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کافر غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد نہ ہو جائے گا۔ غلام ہی رہیگا یونہی جس کافر کی زمین پر خراج لگ گیا اگر وہ مسلمان نے خریدلی تو اس پر خراج ہی رہیگا مگر جزیہ کا حکم جداگانہ ہے اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات اور کتب فقہ میں دیکھو۔

۳؎ دومہ شام کی ایک بستی ہے جو تبوک سے قریب ہے اور اکیدر وہاں کے بادشاہ کا نام تھا جو عیسائی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا اور حضرت خالد سے فرمادیا کہ تم اکیدر کو شکار کرتے پاؤ گے جو گورخر کا شکار کرتا ہوگا۔ چنانچہ وہ اور اس کا بھائی حسان دونوں چاندنی رات میں شکار کرتے پکڑ لیے گئے۔ حسان کو قتل کردیا گیا اور اکیدر کو مدینہ منورہ حاضر کیا گیا۔ حضور نے اکیدر کے قتل سے منع فرمادیا تھا (مرقات)

۴؎ پھر بعد میں اکیدر نہایت مخلص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ (اشعہ۔ مرقات)

۵؎ حرب ابن عبید اللہ ثقفی ہیں تابعی ہیں ان کے نانا اور نانا کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے۔

۱؎ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) نہیں کہ وہ تو مسلمان پر واجب ہے بلکہ اس سے مراد تجارتی مال کا ٹیکس (چونگی کا محصول) ہے۔ اگر کفار ہمارے مسلمان تاجروں سے چونگی محصول دسواں حصہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے یہ محصول اتنا ہی لیں گے اور اگر وہ ہم سے کم و بیش لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان کے تاجروں سے اتنا ہی لیں گے۔ اگر وہ ہم سے کچھ نہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ (اشعہ۔ مرقات)

إِنْ أَبَوْا إِلَّا أَنْ تَأْخُذُوا كُرْهًا فَخُذُوا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَسْلَمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا مَعَ ذٰلِكَ أَرْزَاقُ الْمُسْلِمِينَ وَضِيَافَةُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ الصُّلْحِ

کہ اگر وہ کسی طرح نہ مانیں بجز اس کے کہ تم ان سے جبراً وصول کرو تو لے لو[۱] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے اسلم سے[۲] کہ حضرت عمر ابن خطاب نے سونے والوں پر جزیہ چار اشرفیاں مقرر فرمائیں[۳] اور چاندی والوں پر چالیس درہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا یعنی تین دن کی مہمانی[۴] (مالک)

صلح کا بیان[۵]

[۱] اس سوال وجواب میں ان ذمی کفار کی طرف اشارہ ہے جن سے صلح میں یہ شرط لگائی جاتی تھی کہ اگر تمہاری بستیوں پر ہماری غازی فوج گزرے تو تم ان کو راشن یا دعوت دینا اس شرط پر کہ ان پر اسلامی فوج کی یہ دعوت لازم تھی۔ اگر وہ یہ شرط پوری نہ کریں تو فوج کو اجازت تھی کہ ان سے جبراً اپنا یہ حق وصول کرے۔ اگر یہ شرط نہ ہو۔ تو ذمی سے جبراً دعوت لینا ہرگز جائز نہیں مگر اضطرار شرعی کی صورت میں جب کہ بھوک سے جان پر بن جائے اور بجز اس کے اور کوئی صورت نہ ہو تو بھی جائز ہے (مرقات)

[۲] آپ کا نام اسلم ہے کنیت ابو خالد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں حبشی تھے۔ حضرت عمر نے آپ کو ۱۱ھ میں خریدا بڑے متقی تابعی ہیں۔ مروان کی حکومت میں وفات پائی۔ ایک سو چودہ سال عمر ہوئی۔

[۳] سونے والوں سے مراد یا تو سونے کے تاجر ہیں یا وہ لوگ جن کو سونا دینا آسان ہو ان پر سالانہ چار اشرفیاں اور ششماہی دو اشرفیاں لازم ہیں۔

[۴] تین دن کی مہمانی تفسیر ہے مسلمانوں کے کھانے کی۔ یعنی ان پر مذکورہ جزیہ بھی مقرر ہوا اور یہ بھی کہ جب اسلامی لشکر یا اور کوئی مسلمان ان کی بستی سے گزریں تو انہیں تین دن دعوت دیں یہ حدیث اس گذشتہ حدیث کی شرح ہے کہ اگر تم کو مہمانی نہ دیں تو جبراً لے لو۔ خاتمہ جزیہ کے متعلق چند امور خیال میں رہیں۔ ایک یہ کہ عجمی کفار پر جزیہ ہے خواہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب یا مجوس۔ دوسرے یہ کہ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ وہاں کے اہل کتاب سے جزیہ ہوگا۔ مشرکین عرب کے لیے یا اسلام یا قتل۔ مگر شوافع کے ہاں صرف اہل کتاب و مجوس سے جزیہ لیا جائے گا۔ مشرکین سے مطلقاً نہ لیا جائے گا تیسرے یہ کہ مرتد مرد سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔ اس کے لیے یا قتل ہے یا اسلام۔ رب فرماتا ہے تقتلونهم او یسلمون۔ چوتھے یہ کہ مرتدین کی بیوی بچے جو مرتد ہو جائیں قتل نہ کیے جائیں گے۔ غلام بنا لیے جائیں گے چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والے بنی حنیفہ پر جہاد کیا ان کی عورتیں بچے غلام لونڈی بنائے۔ چنانچہ خولہ بنت جعفر حنفیہ حضرت علی کو دی گئیں۔ جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے۔ (مرقات)

[۵] صلح و صلاح بھی درستی و مصالحت ہے اس کا مقابل فساد ہے بمعنی لڑائی جھگڑا۔ حربی کفار سے صلح جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشَرَةَ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ خَلَاَتِ الْقَصْوَآءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَآءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتْ

پہلی فصل - روایت ہے مسور ابن مخرمہ سے اور مروان ابن حکم سے[1] دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال چند اور دس سو صحابہ کی جماعت میں تشریف لے گئے[2] تو جب ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا[3] اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا اور چلے حتی کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے[4] تو آپ کو لے کر آپ کی سواری بیٹھ گئی تو لوگ بولے اٹھ اٹھ۔ قصواء اڑیل ہوگئی قصواء اڑیل ہوگئی[5] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء اڑیل نہیں ہوگئی

مسلمانوں کی مصلحت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں کفار مکہ سے مقام حدیبیہ میں صلح فرمائی جس میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک ہم سے تم سے جنگ نہ ہو مگر کفار مکہ نے اس صلح نامہ کی ایک شرط توڑ دی کہ انہوں نے اپنے حلیف بنی بکر کی مدد کی حضور کے حلیف بنی خزاعہ کے مقابل اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرکے مکہ معظمہ فتح فرمایا۔

[1] مروان ابن حکم قرشی اموی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوا مگر حضور کی زیارت نہ کرسکا۔ لہذا صحابی نہیں کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے شہر بدر فرماکر طائف بھیج دیا۔ مروان اس کے ساتھ گیا اس کے کچھ حالات باب الاسلاء کی پہلی فصل میں گزر چکے۔

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ روز شنبہ کے دن بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور حدیبیہ میں فروکش ہوئے۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اسی نام سے وہ میدان مشہور ہوگیا جس میں یہ کنواں ہے یہ جگہ جدہ مکہ معظمہ کے درمیان ہے مکہ معظمہ سے قریب ہے۔ اس کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے بعض حصہ حل میں۔ مکہ معظمہ سے قریبًا بارہ میل عرب پر واقع ہے یا نو میل۔ اس سال کا نام سال حدیبیہ ہے کیونکہ اس سال میں صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ عربی میں لفظ بضع تین سے نو تک کی اکائیوں کو کہتے ہیں۔ اس میں شرکت کرنے والے صحابہ چودہ یا پندرہ سو تھے۔ حضور چودہ سو کی جماعت لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے راستہ میں اور لوگ ملتے رہے۔ حدیبیہ پہنچتے پہنچتے پندرہ سو ہوگئے واللہ اعلم، اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔

[3] ذوالحلیفہ وہ ہی جگہ ہے جسے بیر علی کہا جاتا ہے، یہ مدینہ منورہ سے جانب مکہ معظمہ تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مدینہ والوں کا میقات ہے

الْقَصْوَآءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَسْأَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ

نہ اس کی یہ عادت ہے لیکن اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک لیا[1] پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ مجھ سے کوئی مطالبہ ایسا نہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کریں گے مگر میں انہیں دے دوں گا[2] پھر اسے ڈانٹا تو وہ کود کر اٹھی۔ پھر حضور نے ان سے عدول فرمایا[3] حتی کہ حدیبیہ کے کنارہ اترے تھوڑے پانی والی جگہ پر کہ وہاں سے لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے[4] تو نہ چھوڑا اسے لوگوں نے حتی کہ اسے خشک کردیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی

احرام کی جگہ ہے جیسا کہ حج کے بیان میں گزر چکا۔ تقلید کے معنی ہیں ہدی جانور کے گلے میں جوتے یا کسی اور چیز کو مضبوط رسی میں باندھ کر جانور کے گلے میں ہار کی طرح ڈال دینا اشعار کے معنی ہیں اونٹ کے کوہان کے داہنے یا بائیں حصے میں نیزہ مار کر کوہان کو لیپ دینا۔ یہ دونوں عمل بطور نشانی ہدی میں کیے جاتے ہیں، اس کی بحث باب حج میں گزر گئی۔ [3] ثنیہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جس میں راستہ ہو، جہاں سے گزر کر دوسری جانب پہنچا جائے یعنی آپ قریب مکہ معظمہ پہنچے کہ اس پہاڑی کو عبور فرما کر مکہ معظمہ داخل ہو جاتے۔ [5] قصواء کے معنی ہیں کان کٹی ہوئی اونٹنی، حضور کی اونٹنی کان کٹی ہوئی نہ تھی یہ اس کا نام تھا۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام سمجھے کہ آج قصواء میں اڑ جانے کا عیب پیدا ہوگیا۔

[1] یعنی قصواء نہ تو پہلے اڑیل تھی نہ آج ہے۔ اسے رب تعالٰی نے روک لیا جیسے کہ ہاتھی والوں کو روک لیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ حرم شریف میں بے وقت جنگ اور کشت و خون نہ ہو۔ خیال رہے کہ جب ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تو جب ذوالمجاز پہنچا تو اس کا ہاتھی مکہ معظمہ کی طرف نہ چل سکا۔ جب اُسے اور طرف چلاتے چل پڑتا، ادھر چلاتے نہ چلتا۔ اس فرمان عالی کا اسی طرف اشارہ ہے۔ ذوالمجاز عرفات سے ایک میل دور بازار تھا۔

[2] یعنی حضور انور نے سب صحابہ کرام کو گواہ بنا کر یہ فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ مقصد جنگ نہیں حتی الامکان ہم جنگ سے گریز کریں گے اور کفار مکہ کی ہر وہ شرط مان لیں گے جس میں حرم الٰہی کی اہانت نہ ہو یہ فرمان عالی آئندہ صلح کی تمہید تھا۔

[3] یعنی اُس راستہ پر تشریف نہ لے گئے جدھر سے عام لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں اور جدھر کفار مکہ کا اجتماع تھا بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور انور کو غدیر اشطاط پر خبر مل گئی تھی کہ قریش ہمارے روکنے کے لیے اسی طرف جمع ہیں۔

[4] ثمد ث اور میم کے فتحہ سے بمعنی تھوڑا پانی۔ یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں تھوڑا پانی ہو کیونکہ آگے تھوڑے پانی کا ذکر آرہا ہے (مرقات، اشعہ)

سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ ثُمَّ اَتَاهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ اِذْ جَاءَ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ

شکایت کی[1] تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر انہیں حکم دیا کہ یہ اس کنوئیں میں ڈال دیں[2] تو اللہ کی قسم وہ کنواں پانی سے جوش مارتا رہا حتی کہ وہ لوگ وہاں سے لوٹ گئے[3] وہ اسی حال میں تھے کہ بدیل ابن ورقا خزاعی خزاعہ کی ایک جماعت حضور کے پاس آئے[4] پھر آپ کے پاس عروہ ابن مسعود آیا[5] حدیث پوری بیان کی یہاں تک کہا کہ جب سہیل ابن عمرو آیا[6] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے فیصلہ فرمایا[7] تو سہیل بولا خدا کی قسم اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے نہ آپ سے جنگ کرتے

۱؎ یعنی عرض کیا یارسول اللہ پیاس ہے پانی کی ضرورت ہے اور کنواں خشک ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ سکتے ہیں جب حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی اور پانی تو اور چیزوں کی کیا حقیقت ہے۔ حضور خزائن اللہ کے مالک ہیں۔

۲؎ سبحان اللہ اس تیر کو کنوئیں میں ڈلوانے سے اشارۃً سمجھایا کہ جس چیز کو ہمارا ہاتھ لگ جائے اس کے ذریعہ بھی نعمت الٰہیہ مل جاتی ہیں یہ پانی میں برکت دے دینا تیر کا کمال نہ تھا۔ کمال اُس ہاتھ پاک کا تھا جس سے تیر مس ہوا (مرقات) اولیاء اللہ حضور کی نگاہ کرم سے قدرت کا تیر ہیں۔ ان کی نگاہ کرم سے تقدیریں پلٹ جاتی ہیں۔ میاں محمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی ؎ مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

درد منداں دے درد نہ چھوڑن اوگن دے گن کر دے ؎ کامل لوگ محمد بخشا لعل بنان پتھر دے

۳؎ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کنواں بعد میں خشک ہوگیا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام اسے جوش مارتا چھوڑ آئے۔

۴؎ خزاعہ ازد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ یہاں کے لوگ خزاعی کہلاتے ہیں یہ لوگ اپنا یہ مقام چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگئے تھے یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت خیر خواہ تھے۔ یہ بدیل مع اپنے بیٹے عبداللہ کے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئے (اشعہ) ۵؎ یہ صاحب ثقفی ہیں ۸ھ میں غزوہ طائف کے بعد ایمان لائے (اشعہ) ۶؎ سہیل ابن عمرو سرداران قریش سے تھے۔ غزوہ بدر میں قیدی ہوکر مدینہ منورہ آئے۔ حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ ان کے دانت توڑ دیجئے کہ اب اس منہ سے آپ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا انجام اچھا ہوگا۔ چنانچہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے

وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَرَسُولُ اللّٰهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى أَنْ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ عَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

لیکن آپ یوں لکھیں محمد ابن عبداللہ۱ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں رسول اللہ ہوں اور اگر تم جھٹلاتے ہی ہو تو لکھو محمد ابن عبداللہ۲ پھر سہیل بولا کہ اس شرط پر صلح ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس نہ آئے اگرچہ آپ کے دین پر ہو مگر آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں۳ جب لکھت پڑھت کے جھگڑے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ

اور حضور کی وفات کے بعد جب بعض مکہ والے مرتد ہونے لگے تو آپ نے ان کو نہایت اچھے طریقے سے ارتداد سے روکا اور حضور کی خبر غیب و پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی۔ آج جب سہیل آئے تو حضور نے فرمایا انشاء اللہ کام سہل و آسان ہوگیا۔ چنانچہ سہیل نے صلح نامہ لکھوایا۔

۵ یہ فرمان عالی حضرت علی سے ہے کیونکہ صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔ صالح باب مفاعلۃ سے ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے نے آپس میں صلح کی (مرقات) حضور انور نے فرمایا تھا اے علی لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بولے اس بسم اللہ کو ہم نہیں جانتے آپ وہ ہی بسم اللہ لکھیں۔ باسمک اللھم حضور نے فرمایا اچھا اے علی یوں ہی لکھو۔ پھر یہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے (مرقات)

۱ یعنی چونکہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے اس لیے اس صلح نامہ میں یہ نہ لکھنے دیں گے وہ لکھوائیں گے جس پر ہم اور آپ متفق ہیں۔ یعنی محمد ابن عبداللہ لکھئے (صلی اللہ علیہ وسلم) اکتب کا مطلب یہ ہے کہ آپ جناب علی کو یہ لکھنے کا حکم دیجیے کیونکہ وکیل کا کام خود مؤکل کا کام ہوتا ہے۔

۲ چنانچہ حضور انور نے حضرت علی کو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی نے عرض کیا قسم خدا کی میں اس لفظ کو نہ مٹاؤں گا۔ چنانچہ حضور انور نے صلح نامہ خود اپنے دست اقدس میں لے کر وہ لفظ مٹا کر اپنے دست اقدس سے لکھا۔ ابن عبداللہ (مرقات، بخاری وغیرہ) یہاں تین چیزیں یاد رکھو ایک یہ کہ حضور انور کا خود لکھنا معجزہ ہے۔ کیونکہ حضور انور نے لکھنا نہ تو سیکھا تھا نہ کبھی لکھا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولا تخط بیمینك۔ قرآن کریم نے لکھنے کی عادت کا انکار فرمایا ہے اور یہاں لکھنا بطور معجزہ کا ثبوت ہے۔ اس کی مکمل بحث یہاں مرقات میں دیکھو۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی کے بازوؤں میں یہ طاقت ہے کہ خیبر کا دروازہ اکھیڑ دیں مگر بازو حیدری میں حضور انور کے نام کو کاٹنے کی طاقت نہیں۔ کیوں ہو وہ نام بلند کرنے والے ہیں نہ کہ کاٹنے والے۔ تیسرے یہ کہ حضرت علی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تبدیلی پر کوئی معذرت نہ کی۔ حضور کے لقب شریف کی تبدیلی پر معذرت کر دی پتہ لگا کہ شعر:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

باخدا دیوانہ باش و با مصطفیٰ ہوشیار باش۔ عقیدہ نبوت عقیدہ الوہیت سے زیادہ نازک تر ہے۔ جناب علی (رضی اللہ عنہ) کے اس ادب پر جان و مال قربان

۳ یعنی صلح نامہ میں بہت سی شرائط لکھی گئیں۔ منجملہ ان کے ایک شرط تو یہ تھی کہ جو مکہ والا مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آجائے اسے آپ مدینہ منورہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ اَلْاٰيَةَ فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّرُدُّوْهُنَّ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرُدُّوا الصَّدَاقَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهٗ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهٗ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ لِاَحَدِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اصحاب سے قربانیاں کرو پھر سر منڈواؤ ؎ پھر کچھ عورتیں مومنہ آئیں تو اللہ تعالٰے نے یہ آیت اتاری اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں الخ چنانچہ انہیں اللہ تعالٰی نے ان عورتوں کے واپس کرنے سے منع فرمادیا؎ اور یہ حکم دیا کہ ان کے مہر واپس کردیں؎ پھر حضور مدینہ واپس ہوئے تو آپ کی خدمت میں ایک قرشی شخص ابوبصیر مسلمان ہوکر آئے؎ مکہ والوں نے ان کے طلب کے لیے دو شخص بھیجے حضور نے انہیں ان دو شخصوں کے حوالہ کردیا وہ انہیں لے کر نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنی کھجوریں کھانے کے لیے اترے؎ تو ابوبصیر

میں نہ رکھیں ہم کو واپس کردیں اور چند شرائط اس کے علاوہ تھیں جو اپنے موقعہ پہ ذکر کی جائیں گی۔

؎ اور فریقین کے دستخط صلح نامہ پر ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقعہ پر خصوصًا جب کہ حرم شریف کا احترام اور مسلمانوں کے خون کا مسئلہ درپیش ہو۔ ہر وہ جائز شرط قبول کرلینا جائز ہے جس میں شرعًا کوئی حرج نہ ہو اور بڑا فساد رک جاتا ہو کیونکہ شریعت میں یہ دونوں تحریریں باسمک اللھم اور محمد ابن عبداللہ لکھنا حرام نہیں اور اس وقت اس تحریر میں مصلحت تھی۔

؎ اسے شریعت میں کہتے ہیں دم احصار کہ جو کوئی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے پھر حج و عمرہ نہ کرسکے تو وہ وہاں ہی احرام کھول دے اور جانور ذبح کرے۔ اس دم احصار کے لیے امام اعظم کے نزدیک حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔ امام شافعی کے ہاں حل میں بھی ذبح ہوسکتا ہے حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں داخل ہے۔ یہ ذبح اسی حصہ میں ہوا۔ چونکہ اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ اس وقت بغیر عمرہ کیے واپس جائیں سال آئندہ اسی مہینہ ذی قعدہ میں تشریف لائیں عمرہ کریں اور مکہ معظمہ میں تین دن قیام فرمائیں۔ اس لیے احصار یعنی رکاوٹ پالی گئی اور وہاں ہی احرام کھول دیا گیا۔ دم احصار کے متعلق مذہب حنفیہ قوی ہے کہ اس کی تائید رب تعالٰی کے اس فرمان سے ہوتی ہے ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ اور دوسری جگہ فرماتا ہے ھدیًا بالغ الکعبۃ۔ یہاں کعبہ سے مراد حرم مکہ ہے۔

؎ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد مکہ معظمہ سے کچھ عورتیں مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آئیں تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان عورتوں کو واپس لوٹانے سے منع فرمادیا گیا۔ خیال رہے کہ صلح نامہ جو حدیبیہ میں لکھا گیا اس کی تحریر یہ تھی لا یاتیک رجل والا رددتہ ہمارا جو رجل

الرَّجُلَیْنِ وَاللہِ اِنِّیْ لَاَرٰی سَیْفَكَ ھٰذَا یَا فُلَانُ جَیِّدًا اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْهِ فَاَمْکَنَهٗ مِنْهُ فَضَرَبَهٗ حَتّٰی بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰی اَتَی الْمَدِیْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ یَعْدُوْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاٰی ھٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ وَاللہِ صَاحِبِیْ وَاِنِّیْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْ بَصِیْرٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ کَانَ لَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَیَرُدُّهٗ اِلَیْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰی اَتٰی سِیْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ اَبُوْ

نے ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں خدا کی قسم میں تیری اس تلوار کو بہت اچھی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے دکھا تو میں اسے دیکھوں اس نے انہیں تلوار پر قابو دے دیا انہوں نے اسے مار دیا حتی کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا اور دوسرا بھاگ گیا[1] حتی کہ مدینہ پہنچا دوڑتا ہوا مسجد میں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کوئی سخت ڈر دیکھا ہے[2] وہ بولا واللہ میرا ساتھی تو قتل کردیا گیا اور میں بھی قتل ہوجاؤں گا[3] اتنے میں ابوبصیر آگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کی خرابی ہے[4] اگر اس کا کوئی مددگار ہو تو یہ جنگ بھڑکا دے[5] انہوں نے جب یہ سنا تو پہچان گئے کہ حضور انہیں مکہ والوں کے حوالہ کردیں گے[6] تو یہ نکل کھڑے ہوئے حتی کہ سمندر کنارہ آگئے

آپ کے پاس آئے اسے آپ واپس کردیں۔ رجل مرد کو کہتے ہیں جس میں عورتیں داخل نہیں۔ بعض روایات میں بجائے رجل کے احد ہے وہاں روایت بالمعنی ہے۔ راوی نے بجائے رجل کے احد کی روایت کردی۔ بعض نے فرمایا کہ صلح مرد و عورت دونوں کے متعلق تھی۔ مگر اس آیت سے وہ شرط عورتوں کے حق میں منسوخ ہوگئی۔ مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے۔

[3] یعنی جو شادی شدہ مشرکہ کافرہ عورتیں مسلمان ہوکر آئیں تو تم ان کے مہر ان کے خاوندوں کو پھیر دو۔ اور اگر کنواری لڑکیاں ہوں یا شادی شدہ عورتوں نے مہر اپنے خاوندوں سے لیے نہ ہوں تو کسی چیز کی واپسی کی ضرورت نہیں اس لیے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آجائے تو وہ اپنے کافر خاوند کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اور اب نکاح ثانی کے لیے عدت واجب نہ ہوگی۔ صرف استبراء کے لیے ایک حیض دیکھا جائے گا بعض علماء نے فرمایا کہ مہر بھیجنے کا حکم منسوخ، عطاء، قتادہ اور مجاہد کا یہی فرمان ہے۔ بعض کے نزدیک یہ حکم باقی ہے۔ تفسیر مدارک نے منسوخ مانا، دیکھو تفسیر مدارک و مرقات۔

[4] ان کا نام عتبہ ابن اسید ہے۔ ثقفی ہیں۔ صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات شریفہ میں ہی فوت ہوگئے۔

[5] ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر جانب مکہ معظمہ ایک منزل ہے جسے اب بیر علی کہا جاتا ہے یہ اہل مدینہ کا میقات ہے اب وہاں بڑی آبادی ہے۔

[1] خیال رہے کہ یہ دونوں کافر حربی تھے اور ابوبصیر مسلمان اور کافر حربی کو ہر طرح حیلے بہانے سے قتل کردینا جائز ہے۔ اسی لیے ابوبصیر پر قصاص یا اور کوئی کفارہ لازم نہ ہوا۔ [2] ذعر ذال کے پیش ع کے جزم سے بمعنی خوف و ڈر اس کی تنوین تعظیم کی ہے تو معنی ہوئے سخت ڈر خوف و ہراس [illegible] اشعہ۔ [3] کیونکہ ابوبصیر ننگی تلوار لیے ابھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔ مجھے چھوڑیں گے نہیں۔ [4] یہ کلمہ یعنی ویل امہ تعجب اور ناراضگی کے [illegible]

جُنْدَلِ ابْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِیْ بَصِیْرٍ فَجَعَلَ لَا یَخْرُجُ مِنْ قُرَیْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِیْ بَصِیْرٍ حَتّٰی اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا یَسْمَعُوْنَ بِعِیْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَیْشٍ اِلَی الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَیْشٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ

۱ فرماتے ہیں کہ ادھر ابوجندل ابن سہیل چھوٹ گئے تو ابوبصیر سے مل گئے ۲ پھر قریش کا کوئی آدمی جو مسلمان ہو جاتا وہ نہ نکلتا مگر ابوبصیر سے مل جاتا ۳ تا آنکہ ان کی ایک جماعت جمع ہوگئی پھر تو خدا کی قسم یہ لوگ نہ سنتے قریش کے کسی قافلہ کو جو شام کی طرف نکلتا مگر یہ اس کے آڑے ہوتے انہیں قتل کر دیتے اور ان کے مال لے لیتے ۴ تب قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا جس میں وہ حضور کو اللہ تعالٰی کی قسم قرابت داری کا واسطہ دینے لگے کہ حضور انہیں بلا بھیجیں اب جو آپ کے پاس آئے

موقعہ پر بولا جاتا ہے یہاں تعجب کے لیے ہے اور تعجب ابوبصیر کی جرأت و تدبیر پر ہے جو انہوں نے اپنے چھٹکارے کیلئے کی کہ حضور انور کا عہد بھی قائم رہا اور وہ چھوٹ بھی گئے۔ ۵ اس جملہ کے بہت معانی کیے گئے ہیں، ہم نے جو معنی کیے ہیں بہت واضح ہیں یعنی مسعر حرب جزا مقدم ہے اور لو کان الخ شرط مؤخر اور لو کی جزا شرط سے پہلے آسکتی ہے۔ بعض نے لو کی جزا پوشیدہ مانی ہے اور اسے علیحدہ جملہ بنایا ہے۔ مسعر سعار اسم آلہ ہے جو سعرت النار سے بنا ہے یعنی آگ دھونکنے کا آلہ، جنگ کو آگ سے تشبیہ دی گئی اور ابوبصیر کو دھونکنی قرار دیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ باب افعال کا اسم فاعل ہو یعنی اگر کوئی بھی اسے مددگار مل جائے تو یہ مکہ والوں سے کارزار کا بازار گرم کر دے۔

۶ یعنی ابوبصیر اس فرمان عالی سے سمجھ گئے کہ اگر میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا تو کفار مکہ پھر مجھے پکڑنے کے لیے آجائیں گے اور حضور انور مجھے ان کے حوالہ کر دیں گے اور اب میں مکہ پہنچ کر قتل کر دیا جاؤں گا۔ کیونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا ہے۔

۱ یہ وہ مقام تھا جہاں سے کفار مکہ کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔

۲ یہ ابوجندل ابن سہیل ابن عمرو وہی ہیں جو مکہ معظمہ میں ایمان لے آئے تھے۔ اس پر ان کے باپ نے انہیں قید کر دیا تھا اور جب ان کے باپ سہیل ابن عمرو حضور سے صلح نامہ لکھوا رہے تھے تو یہ مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور پھر مکہ معظمہ واپس کر دیئے گئے تھے اور پھر وہاں قید کر دئے گئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر بہت مصیبتیں برداشت کی تھیں، اب یہ کسی صورت سے چھوٹے تو بجائے مدینہ منورہ آنے کے سیف البحر پر ابوبصیر کے پاس پہنچ گئے۔ ۳ کیونکہ مکہ معظمہ میں مشہور ہوگیا تھا کہ مدینہ منورہ سے ہم واپس کر دئے جائیں گے۔ مطابق صلح نامہ کے اس لیے بجائے مدینہ منورہ آنے کے وہاں جانے لگے۔ ۴ کیونکہ یہ لوگ مکہ معظمہ اور شام کے درمیان واقع ہے، اہل مکہ کا گزارہ اسی شام کی تجارت پر تھا۔ اس لیے کہ یہ لوگ اس طرف سفر پہ مجبور رہتے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ عَلَى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ وَعَلَى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ فَجَاءَ أَبُو جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِي قُيُودِهِ فَرَدَّهُ إِلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اسے امان ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین چیزوں پر صلح فرمائی [۲] اس چیز پر کہ آپ کے پاس کفار میں سے جو آوے اسے ان کی طرف لوٹا دیں [۳] اور مسلمانوں میں سے جو کوئی ان کے پاس پہنچے اسے وہ نہ لوٹائیں اور اس پر کہ سال آئندہ آپ مکہ آئیں [۴] اور وہاں تین دن قیام کریں اور وہاں نہ آویں مگر ہتھیار تلوار کمان وغیرہ ڈھکے ہوئے [۵] تو آپ کے پاس ابو جندل اپنی قیدوں میں گھٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں کفار کی طرف واپس کر دیا [۶] (مسلم بخاری)

۱؎ یہ حضور کی پہلی فتح تھی جو آپ کو رب نے کفار پر عطا فرمائی کہ کفار مکہ نے خود ہی اپنی شرط توڑ دی اور حضور کی خوشامد کرکے اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی۔

۲؎ تقریبی تین شرطیں مراد ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور شرطیں بھی تھیں مثلًا یہ کہ دس سال تک ہماری آپ کی جنگ نہ ہوگی اور یہ کہ اگر ہمارے آپ کے حلیف آپس میں لڑیں تو آپ اور ہم غیر جانبدار رہیں کہ نہ تو آپ اپنے حلیف کی مدد کریں نہ ہم اپنے حلیف کی مدد کریں۔

۳؎ یہ شرط مسلمانوں کی کمزوری کی بنا پر قبول نہ کی گئی تھی بلکہ حرم شریف کے احترام کے طور پر ورنہ مسلمان اس وقت بفضلہ تعالٰی بہت طاقتور تھے۔ چاہتے یہ تھے کہ حرم کی زمین میں خونریزی نہ ہو۔ ورنہ اب مسلمان بادشاہ یہ شرط قبول نہ کرے گا۔ (مرقات)

۴؎ یہ شرط اس لیے لگائی تھی کہ وہ اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کر لینے میں اپنی توہین سمجھتے تھے کہ لوگ کہیں گے کفار مکہ دب گئے اور مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دے دی۔

۵؎ کیونکہ اس زمانہ میں بند تلوار صلح کی علامت تھی اور ننگی تلوار جنگ کی پہچان تھی اس لیے ان لوگوں نے یہ قید لگائی۔

۶؎ اگرچہ ابوجندل کی آمد صلح نامہ کی تحریر کے دوران میں تھی اور صلح نامہ کا اجراء تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔ مگر سہیل نے ضد کی کہ اگر آپ اسے واپس نہ کرتے تو میں صلح نہیں کرتا۔ اس کی ضد کی بنا پر انہیں واپس کیا گیا۔ جیسا کہ بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ قُرَيْشًا صَالَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ جَاءَنَا مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَاءَكُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوْهُ عَلَيْنَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَاءَنَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهٗ فَرَجًا وَمَخْرَجًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فِيْ بَيْعَةِ النِّسَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ

روایت ہے حضرت انس سے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اسے ہم تم کو واپس نہ دیں گے اور ہم میں سے جو شخص آپ کے پاس جائے گا آپ اسے ہم پر لوٹا دیں گے[١] تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ یہ لکھ رہے ہیں[٢] فرمایا ہاں۔ جو ہم میں سے ان کے پاس جاوے تو اسے اللہ نے دور کر دیا[٣] اور ان میں سے ہمارے پاس آوے گا تو اللہ اس کے لیے راستہ اور گنجائش کر دے گا[٤] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے آپ عورتوں کی بیعت کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اس آیت سے امتحان لیتے تھے۔ اے نبی! جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں بیعت کرنے آئیں الخ تو ان میں سے جو بی بی اس شرط کا اقرار کر لیتی۔ اس سے

[١] اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ جو کافر مکہ معظمہ سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اسے آپ مکہ لوٹا دیں اور جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ معظمہ آئے اسے ہم مدینہ منورہ واپس نہ کریں گے اپنے ہاں ہی رکھ لیں گے۔ آنے سے مراد اپنا دین چھوڑ کر وہاں بسنے کے لیے آنا ہے۔

[٢] یہ سوال تعجب کے لیے ہے ان حضرات کو دو وجہ سے تعجب ہوا ایک یہ کہ یہ شرط قبول کرنا بظاہر کفار سے انتہائی دبنا ہے۔ حالانکہ ہم اس وقت پندرہ سو جوان ہیں غزوۂ بدر میں ہم نے تین سو تیرہ ہو کر کفار پر فتح پائی تھی تو دبنے کی کیا وجہ، دوسرے یہ کہ جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اسے مکہ واپس بھیجنا۔ گویا اس کے مرتد ہو جانے کی راہ کھول دینا ہے۔ کیونکہ مکہ واپس جا کر اس کا مسلمان رہنا مشکل ہے۔ مگر اس شرط کی مصلحتیں بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیں۔ حضور جیسا سیاست دان نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہو گا۔ یہ تو صحابہ کرام کی انتہائی وفاداری تھی کہ ایسی شرطیں دیکھتے رہے اور سرتابی نہ کی۔ اگر یہاں اصحاب موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو بغاوت کر دیتے جیسے حضور انور تمام نبیوں کے سردار ہیں ویسے ہی حضور کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ [٣] یعنی جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کا مدینہ منورہ میں رہنا خطرناک ہے۔ اسے مکہ معظمہ بھیج دینا ہی مفید ہے گلا ہوا عضو جسم سے علیحدہ ہو جانا ہی اچھا ہے۔ [٤] یعنی جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ جائے اور ہم اسے واپس کر دیں تو وہ مکہ معظمہ پہنچ کر مرتد نہ ہو گا بلکہ اسلام کا مبلغ ہو کر اہل مکہ والوں کو مسلمان بنائے گا جسے ہم نگاہ بھر کر دیکھ لیں وہ کہاں جا سکتا ہے۔ شعر

قَالَ لَهَا قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ اَنَّهُمُ اصْطَلَحُوْا عَلٰی وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَاْمَنُ فِيْهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰی اَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَاَنَّهٗ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عِدَّةٍ

حضور فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کرلیا اس کلام سے جو آپ اس سے کرتے اللہ کی قسم بیعت میں حضور کا ہاتھ مبارک کسی عورت سے نہ چھوا[1] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے مسور اور مروان سے کہ مسلمانوں نے دس سال تک جنگ بند رہنے پر صلح کی ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں[2] اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان بند صندوق ہو[3] اور یہ کہ نہ تلوار سونتنا ہو نہ زرہ پہننا[4] (ابوداؤد) روایت ہے صفوان ابن سلیم سے

تو جو للکار دے آتا ہوا الٹا پھر جائے
تو جو چمکار دے ہر پھرکے ہو تیرا تیرا

س کا ساتھ ہی ان شاء اللہ وہ مکہ والوں کے ہاتھ ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی ان کی حفاظت فرمائے گا۔ اس کے لیے کوئی راہ نکال دے گا۔
اس نے تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی گود میں پرورش کرادیا۔ وہ فرعون جس نے موسیٰ علیہ السلام کو روکنے کے لیے اسی ہزار بچے ذبح کرائے تھے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر ہی پوری ہوئی جیسا کہ احادیث سے تواریخ سے ثابت ہے۔

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ فرما کر بیعت لیتے مگر عورتوں سے کبھی مصافحہ نہ فرماتے صرف کلام سے بیعت فرماتے کیونکہ غیر عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے خواہ پیر ہو یا عالم یا شیخ یا کوئی اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط مومنہ مہاجرہ ہو کر مدینہ منورہ آئیں، کنواری تھیں ان کے اہل نے انہیں بلایا حضور انور نے واپس فرمانے سے انکار کردیا۔ اور اس طرح ان سے بیعت لی۔ بہرحال شائخ کو چاہیے کہ عورتوں سے اس طرح بیعت لیا کریں (مرقات)۔ [2] مگر اس شرط کے باوجود فتح مکہ دو سال بعد ہی ہوگئی، کیونکہ مشرکین نے اس صلح نامہ کی دو شرطیں خود توڑ دیں اور جب صلح نامہ کی ایک شرط بھی ٹوٹ جائے تو کل شرطیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ [3] عیبہ چمڑے وغیرہ کا وہ تھیلا یا صندوق جس میں نفیس کپڑے رکھے جائیں مکفوفہ بنا ہے کف سے یعنی روکنا یعنی کھلنے سے روکنا مضبوطی سے بند مقفل یعنی ان دس سال میں ہمارے آپ کے درمیان جنگ ایسی بند رہے کہ کھل نہ سکے جیسے مقفل صندوق۔ [4] اسلال بنا ہے سل سے معنی تلوار سونتنا اس لیے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں، اغلال مصدر ہے جس کا مصدر ہے غل بمعنی چھپانا اس سے بنا ہے غلالہ یعنی نیچے کی واسکٹ یا صدری، یہاں مراد ہے زرہ پہننا جس سے جسم ڈھک جاتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ اسلال کے معنی ہیں چھپی ہوئی عداوت اور اغلال کے معنی ہیں خیانت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ اشعہ مطلب یہ ہے کہ اس دس سال کے دوران جنگ تو کیا جنگ کی تیاری بھی نہ ہو۔

مِنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اٰبَآئِهِمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَنَا فِيْمَا

۱ وہ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں ۲ سے راوی وہ اپنے والدوں ۳ سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ خبردار رہو جس نے کسی معاہدہ والے کافر پر ظلم کیا یا عہد توڑا ۴ یا اسے طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز ناخوش دلی سے لی ۵ تو قیامت کے دن اس کا مقابل میں ہوں گا ۶ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے ۷ فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند عورتوں کی جماعت میں بیعت کی۔ تو فرمایا اس میں

---

۱ آپ جلیل القدر تابعی ہیں اعلٰی مرتبہ سے ہیں، بڑے عابد زاہد تھے، چالیس سال زمین سے اپنی پیٹھ نہ لگائی زیادتی سجود کی وجہ سے پیشانی میں گڑھا پڑگیا تھا، حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے آزاد کردہ تھے۔ بیٹھ کر جان دی۔ آپ کی ولادت ۳۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن جعفر، انس ابن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات ہے اور ان حضرات سے اور بہت سے تابعین سے روایت احادیث کرتے ہیں (اشعہ)

۲ ان بیٹوں میں بعض خود بھی صحابی ہیں اور بعض تابعی (مرقات)

۳ وہ تمام صحابہ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ تو تمام عادل ہیں۔ ان کا نام روایت میں نہ آنا حدیث کو ضعیف نہیں کرتا۔ مگر ان صحابہ کے وہ بیٹے جن سے صفوان یہ روایت لے رہے ہیں وہ تمام حضرت صفوان کے نزدیک صفہ ہیں اس لیے ان کا نام بتائے بغیر بے دھڑک حدیث نقل فرما رہے ہیں۔

۴ معاہدہ والے سے مراد کافر ذمی اور کافر مستامن سب ہی ہیں، عہد توڑنے سے مراد یا تو مستامن کی مدت امان میں جزیہ کمی کردینا ہے یا جو وعدے اس سے کیے گئے تھے انہیں پورا نہ کرنا ہے۔

۵ اس فرمان عالی میں بہت وسعت ہے ذمیوں پر جزیہ ان کی حیثیت سے زیادہ مقرر کردینا، پیداوار کا خراج اندھا دھند مقرر کردینا جزیہ خراج کی وصولی میں ان پر ناجائز سختی کرنا ان سے ہدیے تحفے ڈالی کے بہانے ان کا مال وصول کرنا۔ ان سے رشوتیں لینا وغیرہ۔

۶ یعنی میں اس ظالم حاکم کی شفاعت کرنے کی بجائے اس کی شکایت کروں گا اور عذاب سے بچانے کی بجائے عذاب میں گرفتار کراؤں گا یہ ہے اس رحمۃ اللعالمین کا رحم کہ اس رحم سے کفار بھی محروم نہیں۔

۷ اُمیہ تصغیر سے ہے آپ اُمیہ بنت عبداللہ ہیں، رقیقہ آپ کی والدہ کا نام ہے رقیقہ حضرت خدیجہ الکبرٰی ام المؤمنین کی بہن ہیں تو امیہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ کی بھانجی ہیں، آپ کی والدہ رقیقہ بنت خویلد ہیں۔

اِسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْنَا تَعْنِیْ صَافِحْنَا قَالَ اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَةِ اِمْرَأَةٍ كَقَوْلِیْ لِاِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ رَوَاهُ الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَدْخُلَ يَعْنِیْ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ يُقِيْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ

جس میں تم طاقت وقدرت رکھو[1] میں نے کہا اللہ کے رسول ہم پر ہم سے زیادہ رحیم ہیں[2] بولی یارسول اللہ ہم سے بیعت لیجئے یعنی ہم سے مصافحہ کیجئے تو فرمایا میرا سو عورتوں سے فرمان ایسا ہی ہے جیسے ایک عورت سے فرمان[3] تیسری فصل روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا[4] تو مکہ والوں نے مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کردیا حتی کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اگلے سال تشریف لائیں مکہ میں تین دن قیام فرمائیں[5] تو جب انہوں نے تحریر لکھی تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا وہ بولے ہم اس کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ

[1] یعنی ہم نے بیعت میں اعمال صالح کرنے، گناہوں سے بچنے کا عہد کیا مگر یہ بھول گئے کہ بقدر طاقت کی قید لگالیتے تو حضور انور نے ہم کو خود یاد دلایا کہ یہ قید لگالو کہ بقدر طاقت نیکیاں کریں گے۔

[2] یا تو زبان سے کہا یا دل میں سوچا، چونکہ حضور انور کا فرمان رب تعالٰی کا فرمان ہے اللہ ورسولہ فرمایا۔ سبحان اللہ! اللہ رسول کی مہربانی ہم پر اتنی ہے کہ خود ہم کو اپنے پر اتنی مہربانی نہیں، ان کا رحم وکرم ہمارے خیال سے وراء ہے۔

[3] آپ سمجھیں کہ بغیر مصافحہ بیعت ہوتی ہی نہیں، اس لیے عرض کیا حضور بیعت میں جواب عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں سے بیعت صرف کلام سے لی جاتی ہے اور ایک عورت سے بیعت سو عورتوں سے بیعت ایک ہی کلام شریف سے ہوجاتی ہے۔ اس حدیث کو برک ترمذی نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک نے بروایت محمد ابن منکدر نقل فرمایا مگر صاحب مشکوٰۃ کو یہ حوالے ملے ہیں۔ اس لیے انہوں نے رواہ ذکر کرکے جگہ خالی چھوڑ دی۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کے راوی محمد ابن منکدر ہیں (مرقات، اشعہ)

[4] یعنی عمرہ کا ارادہ فرمایا، احرام باندھ لیا۔ یہ واقعہ ۶ھ دوشنبہ کو ہوا (مرقات) واقعہ پہلے بیان ہوچکا۔

اللّٰہِ مَا مَنَعْنَاكَ وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا وَاللّٰہِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ یُحْسِنُ یَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یَدْخُلُ مَكَّةَ بِالسِّلَاحِ اِلَّا السَّیْفَ فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَا یَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ یَتْبَعَہٗ وَاَنْ لَا یَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِہٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّقِیْمَ

اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبداللہ ہیں[1] تو فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد ابن عبداللہ بھی ہوں[2] پھر علی ابن ابی طالب سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو محو کر دو[3] وہ بولے اللہ کی قسم میں کبھی آپ کو محو نہ کروں گا[4] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے پھر لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد ابن عبداللہ نے صلح فرمائی[5] کہ مکہ میں داخل نہ ہوں گے ہتھیاروں کے ساتھ سوا تلوار کے وہ بھی میان میں[6]۔ اور یہ کہ مکہ کے باشندوں میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے اسے نہ لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے صحابہ میں سے نہ روکیں گے اگر وہ مکہ میں رہنا چاہے[7] پھر جب

[1] یعنی آپ اس صلح نامہ میں اپنے نام شریف کے ساتھ رسول اللہ تحریر نہ کریں بلکہ ابن عبداللہ لکھوائیں کیونکہ آپ کو رسول اللہ نہ مانتے تھے۔ نہ مانتے ہیں آج یہ لفظ سہیل ابن عمرو کے منہ سے نکل رہے ہیں۔ عنقریب یہ ہی سہیل کلمہ شہادت پڑھیں گے مسلمان بنیں گے۔ یہ ہے تیرے رب کی بےنیازی

[2] یعنی یہ دونوں لفظ حق ہیں۔ ہم میں دونوں صفات موجود ہیں جو چاہو لکھ لو ہم کو اس پر اعتراض نہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے تحمل ہمارے نبی کا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقصد یہ تھا کہ جنگ نہ ہو تاکہ حرم شریف اور بیت اللہ میں خونریزی نہ ہو صلح ہوجائے۔

[3] اور اس کی جگہ لکھ دو ابن عبداللہ جیسا کہ سہیل کا اصرار ہے۔

[4] یعنی علی کے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ پر قلم نہ چلے گا۔ یہ حکم سے سرتابی نہیں بلکہ انتہائی جوش ایمانی اور جذبۂ عشق رسول اللہ ہے۔ محبت و اخلاص کی حد ہوگئی۔ آپ جانتے تھے کہ یہ حکم وجوب شرعی کے لیے نہیں ہے۔ بہرحال جناب علی مرتضٰی کا یہ عمل قابل صد ستائش ہے۔

[5] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی سے لکھنا سیکھا نہ خود کبھی لکھنے کی مشق کی نہ اس سے پہلے کبھی کچھ لکھا تھا۔ آج اچانک اپنے دست اقدس سے پوری عبارت تحریر فرمائی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت قرآنیہ کے خلاف نہیں ماکنت تتلوا قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك۔ کیونکہ آیت کریمہ میں ظہور نبوت سے پہلے کتاب پڑھنے کی اور لکھنے کی نفی ہے اور یہاں اس موقعہ پر لکھنے کا ثبوت ہے۔ یہ موقعہ ظہور نبوت سے برسوں کے بعد ہے اور یہ لکھنا بھی حضور انور کا معجزہ ہے۔ یا یوں کہو کہ آیت کریمہ میں لکھنے کی عادت کی نفی ہے اور یہاں ایک بار لکھنے کا ثبوت جیسے قرآن مجید فرماتا ہے وما علمناہ الشعر ہم نے اپنے محبوب کو شعرگوئی نہ سکھائی اور احادیث سے ثابت ہے کہ کئی دفعہ

بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ **بَابُ اِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ** **اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا اِعْلَمُوْا

حضور مکہ میں تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو مکہ والے علی کے پاس آئے بولے اپنے ایمان کے ساتھی سے عرض کرو[۱] کہ ہمارے پاس سے تشریف لے جاویں کہ میعاد گزر چکی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے[۲] (مسلم بخاری) جزیرہ عرب سے یہودیوں کے نکالنے کا بیان[۳] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھے کہ حضور نے فرمایا یہود کی طرف چلو[۴] چنانچہ ہم حضور کے ساتھ چلے حتی کہ ہم ان کے مدرسہ میں پہنچے تو[۵] نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر فرمایا اے یہود کی جماعت اسلام قبول کرلو سلامت رہوگے[۶] جان رکھو کہ

حضور انور کے منہ شریف سے شعر صادر ہوئے۔ جیسے ھل انت الا اصبع دمیت اور جیسے کل امرئ مصبح فی اھلہ وغیرہ کہ آیت کریمہ شعر گوئی کی عادت کی نفی ہے اور حدیث شریف میں دو چار شعر صادر ہونے کا ثبوت ہے۔ [۶] یعنی ہم سال آئندہ عمرہ کرنے اس ماہ ذیقعدہ میں آئیں گے تیر کمان وغیرہ سامان جنگ ساتھ نہ لائیں گے۔ صرف تلوار ساتھ لائیں گے وہ بھی میان میں بند۔ [۷] اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہاں صرف تین شرطوں کا ذکر ہے۔ مگر شرائط ان کے علاوہ اور بھی تھیں جو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو مکہ معظمہ کا کافر مسلمان ہوکر مدینہ منورہ رہنا چاہے آپ اُسے نہ رکھیں اور جو مدینہ منورہ کا مسلمان مرتد ہوکر مکہ معظمہ رہنا چاہے تو آپ اُسے نہ روکیں حضور انور نے یہ شرط منظور فرمالی۔

[۱] صاحبک یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے۔ ساتھی بہت قسم کے ہوتے ہیں، وطن کے ساتھی ہمیشہ کے ساتھی، گھر کے ساتھی، باہر کے ساتھی دل کے ساتھی، جان کے ساتھی، ایمان کے ساتھی، یہاں ایمان کے ساتھی مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے ایمان کے ساتھی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۲] چنانچہ جب حضور روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ کی دختر حضور انور کے ساتھ آگئیں۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

[۳] ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ عرب اس جزیرہ کا نام ہے جو بحر ہند۔ بحر شام دجلہ وفرات سے گھرا ہوا ہے۔ عدن سے شام تک طول ہے۔ جدہ سے عراق تک عرض ہے۔ اس کے پانچ صوبے ہیں۔ حجاز۔ عراق۔ یمن۔ نجد۔ بحرین۔ باقی دیگر ممالک کا نام عجم ہے اگرچہ عرب سے یہود و نصاریٰ دونوں ہی کو نکالا جائے گا۔ مگر یہاں صرف یہود کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ حضور انور نے حکم تو دونوں فرقوں کے نکالنے کا دیا۔ مگر عمل شریف صرف یہود کے نکالنے کا کیا[۴]

[۵] تبلیغ کے لیے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَکُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْکُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ عُمَرُ خَطِیْبًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

زمین اللہ رسول کی ہے [۱] اور میں ارادہ کررہا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کردوں [۲] تو تم میں سے جو اپنا کچھ مال پائے تو اسے فروخت کردے [۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جناب عمر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[۸] مدارس یا تو درس سے بنا ہے یا دراست و تدریس سے. بیت المدارس کے معنی سبق لینے تعلیم حاصل کرنے کا گھر کبھی یہودیوں کے عالم کو بھی مدارس کہتے ہیں یعنی درس دینے والا. بعض روایات میں یوں ہے حتی اتی المدارس. بہرحال اس سے مراد یا یہود کا دینی مدرسہ ہے یا ان کے پوپ پادری کا گھر جو مدینہ منورہ میں تھا اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے کفار کے گھروں ان مدرسوں، خانقاہوں میں جانا سنت سے ثابت ہے.

[۹] یعنی آپ وہاں بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے کھڑے ان سے یہ کلام فرمایا یا اس لیے کہ وعظ و خطبہ کھڑے ہو کر کرنا بہتر ہے یا اس لیے کہ آپ نے ان کفار کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ فرمایا. سلامت رہو گے کے معنی ہیں دین و دنیا کی آفات سے بچے رہو گے. اسلام اور نماز روحانی قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر انسان بہت سی آفات سے بچ جاتا ہے. اس کا بہت تجربہ ہے. معلوم ہوا کہ تبلیغ نرمی سے کرنا بہتر ہے اور نذارت سے بشارت اعلیٰ کہ حضور انور نے انہیں اسلام لانے پر سلامتی کی بشارت دی.

[۱] ظاہر ہے کہ ارض سے مراد ساری زمین ہے اور مطلب یہ ہے کہ زمین مخلوق و مملوک رب تعالیٰ کی ہے. پھر اس کے مالک بنانے سے میری ملکیت ہے قل ان الارض للّٰه یورثها من یشاء. اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کا ملا کر ذکر فرمانا حرام نہیں اور یہ کہنا کہ ہم اللہ رسول کے ہیں دنیا و آخرت اللہ رسول کی ہے شرک نہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم تملیک الٰہی سے اللہ کی ہر چیز کے مالک ہیں. ؎

خالق کل نے آپ کو مالک بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

[۲] تاکہ زمین مدینہ تمہارے وجود نامسعود سے پاک ہو جائے اور یہاں صرف اسلام ہی رہے. ان یہود کی وجہ سے دن رات فتنے رہتے تھے احزاب جیسی تکلیف مسلمانوں کو انہی یہود مدینہ کی وجہ سے پہنچی. ہمیشہ سلطنتیں اپنے ملک سے غداروں فتنہ گردوں کو نکالتی ہیں. جرمنی کے ہٹلر نے یہودیوں کو جرمن سے نکالا تھا اب بھی خاص مجرموں کو کالا پانی دیا جاتا ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود مدینہ بنی نضیر کو نکالنا حکم الٰہی سے تھا. چونکہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں. لہذا فرماتے ہیں کہ میں تم کو جلاوطن کرنا چاہتا ہوں.

[۳] بمالک میں ب معنی عن ہے یعنی ہم تم کو ضبط مال کی سزا نہیں دیتے. تم منقول مال ساتھ لے جاؤ اور غیر منقول مال فروخت کرکے قیمت حاصل کرلو. خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں یہود کے دو قبیلے آباد تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر. جب انہوں نے مسلمانوں کو مکمل مٹا دینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے احزاب کا واقعہ پیش آیا. تب حضور انور نے بنی قریظہ کو تو قتل کرادیا اور بنی نضیر کو جلاوطن فرمادیا. یہ گفتگو بنی نضیر سے ہوئی

كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَقَدْ رَاَيْتُ اِجْلَاءَهُمْ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِيْ اَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُخْرِجُنَا وَقَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ وَعَامَلَنَا عَلَى الْاَمْوَالِ فَقَالَ عُمَرُ اَظَنَنْتَ اَنِّيْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ كَانَتْ هُزَيْلَةً مِّنْ اَبِي الْقَاسِمِ

خیبر کے یہود سے ان کے مالوں پر معاملہ طے کیا تھا اور فرمایا تھا جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے ہم تم کو برقرار رکھیں گے[1] میں ان کی جلاوطنی مناسب سمجھتا ہوں[2] جب حضرت عمر نے اس کا پورا ارادہ کرلیا تو بنی حقیق کا ایک شخص آیا[3] بولا اے امیر المؤمنین آپ تو ہم کو نکال رہے ہیں حالانکہ حضور نے ہم کو برقرار رکھا تھا اور ہم سے مالوں پر معاملہ فرمایا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھول گیا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا کہ تجھ کو تیری اونٹنیاں رات بہ رات لیے پھرتی رہیں گی[4] وہ بولا یہ تو ابوالقاسم کا تمسخر تھا تو آپ نے فرمایا

یہ واقعہ ۷ھ میں ہوا اور قتل بنی قریظہ ۵ھ میں ہوا اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں ایمان لائے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے مجبور کی بیع جائز مانی۔ خیال رہے کہ بیع مضطر اور ہے بیع مکرہ اور ہے۔ یہاں بیع مضطر ہوگی بیع مکرہ نہ ہوگی۔ بیع مکرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی چیز فروخت کرنا نہ چاہے اسے مار پیٹ کر بیع کرالی جائے۔ یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔ خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں کسی کافر کو ملک عرب میں رہنے کی اجازت نہیں۔ امام شافعی کے ہاں مکہ، مدینہ، یمامہ کے لیے یہ حکم ہے۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حجاز میں آنے کی اجازت نہیں ہاں بطور سیر آئیں تو تین دن سے زیادہ وہاں قیام نہ کریں۔ اگر خفیہ طور پر آجائیں تو نکال دیے جائیں۔ اگر وہاں مر کر دفن ہوجائیں تو ان کی نعش وہاں سے نکال دی جائے۔ امام اعظم کے ہاں کفار عارضی طور پر حجاز بلکہ حرم میں جاسکتے ہیں۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ اور مرقات میں دیکھو۔

[1] یعنی حضور نے فتح خیبر فرماکر یہود خیبر کو وہاں عارضی قیام کی اجازت دی تھی۔ اس طرح کہ اپنے باغوں میں وہ کام کاج کریں پیداوار آدھی ان کی ہو آدھی مسلمانوں کی۔ اور فرمایا تھا کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے نہیں جب ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، یہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ اب باغ یا کھیت کا ٹھیکہ اس طرح دینا جائز نہیں۔ ٹھیکہ کے لیے میعاد مقرر ہونا ضروری ہے کہ فلاں وقت تک (مرقات)

[2] یعنی اب چاہتا ہوں کہ ان یہود کو خیبر سے بھی نکال دوں کہ ان کا خیبر میں رہنا بھی خطرناک ہے اور میرا نکالنا خود حضور انور کا نکالنا ہے۔

[3] بنی حقیق یہود کا بہت بڑا مالدار قبیلہ تھا حقیق بروزن کریم، ان کا کوئی امیر یا سردار آیا، اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

[4] سبحان اللہ حضور کی یہ غیبی خبر تو معجزہ اور حضرت عمر کا یہ فرمان اس طرح یاد رکھنا آپ کی کرامت ہے۔ گویا آپ اس وقت کے حالات اپنی

فَقَالَ كَذَبْتَ عَدُوَّ اللّٰهِ فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَ إِبِلًا وَعُرُوضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصٰى بِثَلٰثَةٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَأُنْسِيْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے[1] چنانچہ ان کو نکال دیا اور ان کو ان کے جو کچھ پھل مال اونٹ، سامان، رسیاں وغیرہ تھیں ان کی قیمت دے دی[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو[3] اور مذکورہ عطیہ دو۔ جیسے انہیں عطیہ دیتا تھا[4] ابن عباس نے فرمایا کہ تیسری وصیت سے خاموشی فرمائی[5] یا کہا کہ میں بھول گیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں مجھے عمر ابن خطاب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس فرمان میں یہ بھی اشارہ تھا کہ تم لوگ عرب سے ایسے نکالے جاؤ گے کہ کوئی ملک تمہیں قبول نہ کرے گا مارے مارے پھرو گے۔ یہ اب تک مارے مارے پھرتے رہے۔ اب امریکہ نے انہیں فلسطین میں لبایا چودہ سو برس کے بعد ان شاء اللہ پھر نکلیں گے۔

[1] کیونکہ حضور کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی، ہر بات وحی الٰہی ہوتی ہے۔

[2] اس طرح کہ اس سال کی پیداوار کے نصف حصہ کی قیمت ان کو دی اور وہ جو سامان نہ لے جا سکے اس کی قیمت عطا فرمادی۔ اگر آج کی حکومتیں ہوتیں تو ان کے سارے مال ضبط کر کے نکال دیتیں کہ وہ ملک اور اسلام کے غدار تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا اور بھی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔

[3] بعض شارحین نے یہاں جزیرہ عرب سے مراد حجاز لیا ہے۔ امام شافعی کے ہاں بھی صرف حجاز مراد ہے۔ یعنی مکہ، مدینہ اور یمامہ (اشعہ)

[4] یہ دوسری وصیت ہے یعنی جو لوگ اپنی قوم کے نمائندے بن کر مدینہ منورہ آئیں ان کی خاطر و مدارات کرو۔ انہیں تحفے تحائف دو، جیسا کہ ہمارا عمل ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان وفدوں کی آمد پر بہت خوشی ظاہر فرماتے تھے۔ یہ لوگ اپنی قوم کی طرف سے ایمان ان کی وفاداری کے عہد کے پیغام لے کر آتے تھے حضور سے بیعت کراتے تھے حضور سے بیعت کرتے تھے ان کی بیعت ساری قوم کی بیعت ہوتی تھی۔

[5] یہاں کچھ کتابت کی غلطی ہے قال کا فاعل حضرت ابن عباس نہیں ہیں بلکہ سلیمان احول ہیں جو سعید ابن جبیر سے راوی وہ عبداللہ ابن عباس سے

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاُخْرِجَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ فِیْھَا اِلَّا مُسْلِمًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَئِنْ عِشْتُ اِنْ شَآءَ اللہُ لَاُخْرِجَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ **اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ** لَیْسَ فِیْہِ اِلَّا حَدِیْثُ اِبْنِ عَبَّاسٍ لَا تَکُوْنُ قِبْلَتَانِ وَقَدْ مَرَّ فِی الْجِزْیَۃِ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَی الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَھَرَ عَلٰی اَھْلِ خَیْبَرَ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ الْیَھُوْدَ مِنْھَا

کہ میں یہودیوں عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا حتی کہ اس میں نہ چھوڑوں گا مگر مسلمان کو[1] (مسلم) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ یہود و عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا[2] دوسری فصل اس میں صرف حضرت ابن عباس کی ہی روایت ہے کہ دو قبلہ نہ ہوں اور وہ جزیہ کے باب میں گزر گئی[3] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہود و نصاریٰ کو حجاز کی زمین سے نکال دیا[4] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر والوں پر غالب ہوئے تھے تو وہاں سے یہود کو نکالنا چاہا تھا[5]

راوی، یعنی سلیمان کہتے ہیں کہ سعید ابن جبیر تیسری وصیت کے بیان سے خاموش رہے۔ انہوں نے بیان فرمائی تھی مجھے یاد نہ رہی۔ ممکن ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ تم میری قبر کو بت نہ بنا لینا جس کی پرستش کی جائے واللہ و رسولہ اعلم (اشعہ۔ مرقات)

۱؎ یعنی ہمارا ارادہ یہ ہے کہ عرب سے تمام دینوں کو نکال دوں۔ یہاں صرف مسلمان رہیں تاکہ یہ جگہ فتنہ و فساد کی نذر ہے۔ صرف حج و عمرہ۔ زیارت اور ذکر الٰہی کے لیے رہے۔ جہاں صرف عبادات ہوں۔ سیاسی اڈہ اور فتنہ فساد کا اکھاڑہ نہ بنے۔

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو یہود سے خالی کرا لیا۔ اس طرح کہ وہاں کے یہودیوں میں سے بنی قریظہ کو قتل کر دیا اور بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا، خیبر فتح فرمایا تو وہاں کے یہود کو عارضی طور پر کچھ روز رہنے سہنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے بھی نکال دیا۔ اس طرح حضور انور کی یہ خواہش رب نے پوری فرما دی۔

۳؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں ہی تھی اور دوسری فصل میں صرف وہ ایک ہی حدیث تھی۔ ہم نے اسے باب الجزیہ میں بیان کر دیا۔ اگر یہاں بھی لاتے تو مکرر ہو جاتی اس لیے ہم یہاں نہ لائے اور دوسری فصل حدیث سے خالی رہی۔

۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ زمین حجاز سے مراد جزیرہ عرب ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ملک عرب سے یہود کو نکال دیا۔

وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَسَأَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِيْ اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَاءَ وَ اَرِيْحَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَابُ الْفَيْئِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ

جب حضور اس پر غالب ہوئے تو وہ زمین اللہ رسول اور سارے مسلمانوں کی تھی [۱] تب یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ انہیں یہاں ہی چھوڑ دیں اس شرط پر کہ وہ لوگ کام کاج کریں اور مسلمانوں کے لیئے آدھے پھل ہوں [۲] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم کو اس ہی شرط پر رکھتے ہیں جب تک چاہیں چنانچہ وہ قائم رہے حتیٰ کہ ان کو حضرت عمر نے اپنی خلافت میں تیما اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا [۳] (مسلم بخاری) فئی کا بیان [۴] پہلی فصل - روایت ہے حضرت مالک ابن اوس ابن حدثان سے [۵] فرماتے ہیں حضرت ابن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

[۰] اس نکالنے کی چند وجہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

[۱] یعنی یہ زمین مسلمانوں کی ملک قرار دی گئی۔ دوسرے علاقوں کی طرح زمین وہاں کے باشندوں کی نہ رکھی گئی اللہ کا ذکر برکت کے لیے ہے

[۲] یعنی باغات کی خدمت یہ لوگ کریں۔ مالک مسلمان ہوں اور پیداوار آدھی آدھی ہو۔ اس طرح کہ مسلمانوں کی ملکیت کی وجہ آدھی پیداوار ملے۔ اور ان یہود کو خدمت کی وجہ سے آدھی پیداوار ملے اسے اردو میں ٹھیکہ کہتے ہیں۔

[۳] یہ دونوں بستیاں بیت المقدس کے پاس ہیں۔ ملک فلسطین میں بعض شارحین نے فرمایا کہ تیما تو عرب میں واقع ہے اور اریحا ملک فلسطین میں۔

[۴] کبھی فئی بمعنی غنیمت آتا ہے۔ یعنی جو مال کفار سے بحالت جنگ لڑ کر لیا جائے اور کبھی فئی وہ مال کہلاتا ہے کہ جو کفار سے بغیر جنگ لئے نیت سے خمس نکال کر باقی چار خمس مجاہدین کو دیئے جاتے ہیں مگر فئی میں نہ خمس ہے نہ تقسیم بلکہ اس کے یہی معنی ہیں جیسا کہ اس باب میں مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا اس میں حضور مختار مطلق ہیں جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اب فئے خراج کے حکم میں ہے کہ وہ مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ ہوگا جیسے پل بنانا، اماموں علماء کی تنخواہ پولیس پر خرچ (مرقات) امام شافعی کے ہاں فئے۔ جزیہ۔ خراج میں سے بھی خمس لیا جائے گا۔ مگر یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراج سے خمس لیا (مرقاۃ) اور ان سے پہلے پیچھے کسی نے یہ قول نہ کیا۔ [۵] آپ بصری ہیں۔ صحیح تر یہ ہے کہ صحابی ہیں لیکن آپ سے کوئی روایت ثابت نہیں

رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْفَیْءِ بِشَیْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ ثُمَّ قَرَأَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِیَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِى النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فئی میں ایسی چیز سے خاص فرمایا جو ان کے سوا کسی کو نہ دی[۱] پھر یہ آیت تلاوت کی ما افاء اللہ علی رسولہ قدیر تک[۲] پس یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص رہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اس مال سے سال بھر کا خرچ دیتے تھے[۳] پھر جو بچتا تھا تو اسے لیتے اللہ کے مال کے مصرف میں خرچ فرماتے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بنی نضیر کے مال ان میں سے تھے جو اللہ تعالٰی نے اپنے رسول پر فئی فرمائے۔ جن پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ چنانچہ یہ

صحابہ کرام سے ہی احادیث روایت کرتے ہیں، آپ کی اکثر روایات حضرت عمر سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔ ۹۲ھ میں وفات پائی (مرقات واشعہ)۔

۱؎ اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب یعنی کفار کا جو مال بغیر جنگ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس میں نہ خمس ہے نہ تقسیم بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے مالوں میں بالکل اختیار ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

۲؎ خیال رہے کہ قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان کے مال مدینہ پاک میں رہ گئے۔ یہ قوم مدینہ منورہ سے صرف دو میل فاصلہ پر تھی صحابہ کرام پاپیادہ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وہاں پہنچے اور بغیر جنگ ان پر قبضہ کر لیا گیا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ بھی مال غنیمت کی طرح تقسیم ہوں گے۔ تب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تقسیم غنیمت میں ہوتی ہے۔ یہ غنیمت نہیں ہے فئی ہے۔ لہذا یہ اموال حضور انور کے ہیں (مرقات اشعہ)۔ ۳؎ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے لیے کبھی کچھ جمع نہ فرمایا۔ مگر اپنی ازواج پاک کو ایک سال کا خرچ اس زمانہ کے بعد عطا فرمایا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جو مروی ہے کہ حضور نے کل کے لیے کچھ نہ رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا گندم لکڑی وغیرہ خرید لینا سنت ہے کہ اس میں بے فکری بھی ہے اور برکت بھی۔ ۴؎ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس فئی میں سے اپنے سال کا خرچ نکال کر باقی فقراء مساکین اور ضروریات دینی میں خرچ فرماتے تھے۔ یہ ہی اب سلاطین اسلامیہ کو حکم ہے کہ فئی کا تمام مال مسلمانوں کی فلاح وبہبود پر خرچ کریں۔ اس مال سے پلوں کی تعمیر لشکروں کے واسطے ہتھیاروں کی خریداری، قاضیوں وعلماء دین کی تنخواہیں ادا کریں۔ یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ فئی میں سے بھی خمس لیا جائے

وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهٗ فِيْ يَوْمِهٖ فَاَعْطَى الْاٰهِلَ حَظَّيْنِ وَاَعْطَى الْاَعْزَبَ حَظًّا فَدُعِيْتُ فَاَعْطَانِيْ حَظَّيْنِ وَكَانَ لِيْ اَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِيْ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے خاص طور پر رہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچ دے دیتے تھے پھر جو باقی بچتا اسے اللہ کی راہ میں ہتھیاروں جانوروں میں خرچ کرتے تھے [۱] مسلم بخاری، دوسری فصل، روایت ہے حضرت عوف ابن مالک[۲] سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب فئی آتا تھا اسی دن تقسیم فرمادیتے تھے اس طرح کہ گھر بار والے کو دو حصے اور چھڑے اکیلے کو ایک حصہ دیتے [۳] چنانچہ میں بلایا گیا تو مجھے حصے دیئے میرے گھر والے تھے پھر میرے بعد عمار ابن یاسر کو بلایا گیا تو انہیں

کا غنیمت کی طرح باقی چار خمس مجاہدین پر خرچ ہوں گے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے (مرقات) ۔

[۱] اس کا مطلب وہ ہی ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن ہوجانے کے بعد ان کے متروکہ مالوں کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح خرچ کرتے تھے کہ اولًا اپنے گھر کا سال بھر کا خرچ نکالا۔ پھر باقی مال مجاہدین پر خرچ فرمایا۔ خیال ہے کہ وہ جو احادیث پاک میں ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی یا یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن متواتر شکم سیر کھانا نہ ملاحظہ فرمایا یہ واقعات بنی نضیر کے مال حاصل کرنے سے پہلے کے ہیں۔ بعد میں رب تعالٰی نے وسعت دے دی۔ پھر اس زمانہ کے بعد جو فقر وفاقہ کی نوبت آتی تھی۔ اس کی وجہ ازواج پاک کا زیادہ خیرات وصدقات تھے کہ یہ حضرات فقراء پر بہت خرچ فرمادیتی تھیں۔ سال بھر کا خرچہ جلد ختم ہوجاتا تھا۔ اور نوبت فاقہ کو پہنچتی تھی۔ نیز اس سال کے خرچہ میں کچھ جو کچھ کھجوریں ہوتی تھیں۔ سال ان ہی سے نکالا جاتا تھا۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور دنیا سے تشریف لے گئے۔ مگر کبھی مسلسل دو دن گندم کی روٹی شکم سیر ہوکر نہ کھائی۔ اس کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ کھانا کبھی روٹی کبھی کھجوریں تھا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانہ پاک میں پلوں کی تعمیر، قاضیوں، علماء کی تنخواہ کا رواج نہ تھا۔ اور ہر وقت تیاری جہاد رہتی تھی۔ اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فئی کا مال اسی پر ہی خرچ فرماتے تھے۔ اب سلاطین پل، مساجد کی آبادی، فقہاء، علماء دین کی تنخواہوں پر بھی خرچ کریں گے۔ سرکار اسی فئی سے فقراء مہاجرین پر بھی خرچ کرتے تھے (مرقات)

[۲] آپ قبیلہ بنی اشجع سے ہیں۔ غزوہ خیبر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کے علم بردار تھے۔ شام میں

فَاَعْطَى حَظًّا وَّاحِدًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَاجَآءَهٗ شَیْءٌ بَدَاَ بِالْمُحَرَّرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيْهَا خَرَزٌ فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَآئِشَةُ كَانَ اَبِيْ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْفَیْءَ فَقَالَ مَا اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْفَیْءِ مِنْكُمْ وَمَا اَحَدٌ مِّنَّا بِاَحَقَّ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا اَنَّا عَلٰى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

ایک حصہ عطا فرمایا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب پہلے کوئی چیز آتی تو آزاد شدگان سے شروع فرماتے[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلی لائی گئی جس میں منکے تھے تو اسے آزاد و لونڈی میں تقسیم فرمایا[۲] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے والد آزاد و غلام میں تقسیم فرماتے تھے[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مالک ابن اوس حدثان سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ایک دن فئی کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ اس فئی کا نہ تو میں تم سے زیادہ حقدار ہوں[۴] نہ ہم میں سے کوئی اس کا زیادہ حق دار ہے[۵] مگر ہم میں سے ہر ایک کتاب اللہ سے اپنے درجہ پر ہے۔

قیام رہا وہاں ہی وفات پائی۔

۲؎ یعنی شادی شدہ کو دو حصے اس کا اور اس کی بیوی کا۔ کنوارے یا بغیر زوجہ والے کو ایک حصہ صرف اسی کا (مرقات) اصطلاح میں اھل بیوی کو کہا جاتا ہے۔ اٰھل اسم فاعل بمعنی بیوی والا۔

۱؎ کیونکہ اس وقت حضرت عمار کے پاس زوجہ نہ تھیں۔ ۲؎ شارحین نے محررین کے تین معنی کئے ہیں۔ آزاد کردہ غلام کیونکہ وہ اکثر فقراء ہوتے ہیں۔ مکاتبین جو مال دیکر آزاد ہوں ان کی امداد اس مال سے فرماتے۔ عابدین جنہوں نے اپنے کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا ہو (مرقات) ان میں علماء، قاضی صاحبان داخل ہیں۔ ۳؎ یعنی فئی میں ایک تھیلی موتیوں کی آئی تو حضور انور نے وہ موتی عورتوں میں تقسیم فرمائے، لونڈیوں کو بھی دیئے آزاد عورتوں کو بھی۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ موتی صرف عورتوں کے لیے خاص نہیں مردوں کو بھی دیئے جائیں گے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل کی تفسیر یہ عمل شریف ہے۔ غلام سے مراد یا آزاد کردہ غلام ہیں یا مکاتب غلام کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک ہوتا ہی نہیں اس کا خرچ مولیٰ یا بیت المال پر ہوتا ہے۔ ۵؎ یعنی جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس مال فئی کے حقدار تھے کہ حضور اس سے اپنا خرچ وصول فرماتے تھے، پھر جہاں چاہتے خرچ کرتے۔ میرا یہ حال نہیں ہے میں صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کروں گا۔ معلوم ہوا کہ سلطان اسلام اور خلیفۃ المسلمین مال فئی کے نہ مالک

رَسْمِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهٗ وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهٗ وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهٗ وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْهُ قَالَ قَرَأَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ حَتّٰى بَلَغَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فَقَالَ هٰذِهٖ هٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَأَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ حَتّٰى بَلَغَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ لِهٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَأَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ

حضور کی تقسیم پر لہذا مرد کو دیا جائے گا اس کے قدیم الاسلام ہونے پر[۱] اور مرد اس کی مشقت پر[۲] اور مرد اس کے بال بچوں پر اور مرد اس کی ضروریات پر[۳] (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہ آیت تلاوت کی کہ صدقے فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں حتی کہ علیم حکیم تک پہنچے پھر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہیں[۴] پھر تلاوت کی کہ جان لو جو چیز تم غنیمت لو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے حتی کہ پہنچے ابن سبیل تک پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لیے ہے[۵] پھر تلاوت کی جو بستی والے اللہ اور اپنے رسول پر فئے کریں

ہیں نہ مستحق، نہ ان کا اس میں کچھ حصہ مقرر ہے۔ وہ صرف قومی کاموں میں خرچ کریں۔ ۱۰ یعنی ہم مسلمانوں یا ہمارے گھر والوں میں سے کوئی اس فئی کا زیادہ حقدار نہیں۔ سبحان اللہ کس قدر صاف اور انصاف والا کلام ہے۔

۱ قدم قاف کے کسرہ سے بھی ہو سکتا ہے بمعنی پرانا ہونا، اور ق کے فتح سے بھی بمعنی ثابت قدم ہونا دین پر یعنی اب فئی کی تقسیم میں انسان کا قدیم الاسلام ہونا یا دین پر ثابت قدم ہونا دیکھا جائے گا کہ ہر ایسے مومن اور ثابت قدم مومن کو فئی سے ضرور دیا جائے گا۔ واؤ یا عاطفہ ہے یا بمعنی مع اگر عاطفہ ہو تو قدم کو پیش ہوگا اور اگر بمعنی مع ہو تو فتحہ ہوگا۔ اس طرح وبلاؤہ وعیالہ کی ترکیب ہے۔ ۲ یعنی فئی کی تقسیم میں مسلمان کی صبر یا شجاعت کا لحاظ ہوگا۔ بلاؤ کے معنی مصیبت بھی ہے اور شجاعت بھی۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ یعنی جن مسلمانوں نے جہادوں میں شجاعتیں دکھائی ہیں ان کو دوسروں پر مقدم رکھا جائے گا جن مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں مصیبتیں زیادہ جھیلی ہوں ان کو زیادہ مقدم رکھا جائیگا۔ غرضیکہ دینی درجہ والے کو فوقیت دی جائے گی۔ ۳ ان دونوں میں دنیاوی وجہ استحقاق کا بیان ہے۔ یعنی حاجتمند مسلمان کو یوں ہی بال بچوں والے مومن کو دوسرے غیر حاجتمند اور چھڑے اکیلے پر مقدم رکھا جائے گا۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں نفس استحقاق میں فرق کا باعث نہیں بلکہ درجے، مرتبہ اور زیادتی حصہ میں فرق کا باعث ہیں۔ آپ معلوم کر چکے کہ اہل وعیال والے کو دو حصے عطا ہوتے اور اکیلے چھڑے آدمی کو ایک حصہ، یہ فرق یا تو رب تعالٰی کی طرف سے ہے۔ کہ رب نے فرمایا والسابقون الاولون من المھٰجرین و الانصار یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (مرقات) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے۔ کہ فئی میں سے خمس نہیں لیا جائے گا۔ یہی احناف کا قول ہے۔ ۴ یعنی زکوۃ۔

اَهْلِ الْقُرٰى حَتّٰى بَلَغَ لِلْفُقَرَآءِ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَئِنْ عِشْتُ فَلَيَاْتِيَنَّ الرَّاعِيْ وَهُوَ بِسَرْوِ حِمْيَرَ نَصِيْبُهٗ مِنْهَا لَمْ يَعْرَقْ فِيْهَا جَبِيْنُهٗ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ فِيْمَا احْتَجَّ بِهٖ عُمَرُ اَنْ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيْرِ وَ

حتیٰ کہ للفقراء تک پہنچے [۱] پھر تلاوت کی۔ وہ جو آئے ان کے بعد پھر فرمایا کہ اس آیت نے سارے مسلمانوں کو گھیر لیا [۲] اگر میں زندہ رہا تو چرواہا آئے گا جو سرو حمیر کا ہوگا [۳] اس کا حصہ بھی اس سے ہوگا کہ جس میں اس کی پیشانی پسینہ والی نہ ہوئی [۴] (شرح سنہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ جن سے حضرت عمر نے دلیل پکڑی ان میں یہ تھا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزیں پسند کی ہوئی تھیں [۵] بنی نضیر

مصرف وہ آٹھ ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔ فقراء، مساکین، عاملین، مؤلفۃ القلوب، گردنیں چھوڑانا، مقروض، مسافر، فی سبیل اللہ یعنی مجاہدین۔

۵ یعنی اب مال غنیمت کا خمس ان چار مصرفوں پر صرف ہوگا، ذی قربیٰ، یتیم، مساکین، مسافر یہ خمس کے اہل ہیں۔

۱ یعنی فئی جو کہ کفار کا مال ان سے بغیر لڑے بھڑے مل جائے وہ اللہ رسول کا ہے۔ اسے ان پانچ مقامات پر خرچ کیا جائے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اللہ رسول، ذی قربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر، اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ ۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے فئی کی تقسیم کے بیان میں وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ فرما کر تاقیامت مسلمانوں کو شامل فرما لیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فئی کو ایسے کاموں پر خرچ کیا جائے جس سے تمام مسلمان، ان کی آئندہ نسلیں فائدہ اٹھاتی رہیں۔ جیسے غازیوں، علماء، قاضیوں، پل کی تعمیروں پر بخلاف پچھلی دو آیتوں کے، کہ زکوۃ کے مصارف اور غنیمت کے مصرف خاص لوگ قرار دیے گئے۔ ۳ سرو اور حمیر یمن کی دو بستیاں ہیں۔ سرو یمن کا ایک گاؤں ہے۔ اور حمیر وہاں کا مشہور شہر ہے یہ بستیاں مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر ہیں۔ اس لئے بطور مثال ان کا نام لیا۔ یعنی دور دراز ملکوں کے مسلمانوں کا بھی فئی میں حصہ ہے۔ ۴ یعنی وہ دور دراز ملکوں کے مسلمان جنہوں نے کبھی جہاد نہ کیے وہ بھی اس فئے کے حصہ دار ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی تقسیم فئی میں برابر کے قائل تھے کہ سب کو برابر حصہ دیا جائے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی فرق مراتب کے لحاظ سے تقسیم میں فرق کرنے کے قائل تھے یہ تھا ان کا اجتہادی اختلاف چنانچہ حضرت عمر عطا فئی میں جناب عائشہ کو اپنی بیٹی حفصہ پر ترجیح دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ یہ دونوں حضور کی زوجہ ہیں مگر حضرت عائشہ رضی محبوبہ زوجہ ہیں اور حفصہ کے والد یعنی میں حضور کو اتنے پیارے نہ تھے جتنے عائشہ رضی کے والد حضرت ابوبکر حضور کو پیارے تھے رمرقات) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی کو ایک بار فئی کا حصہ حضرت اسامہ ابن زید سے کم دیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں اور اسامہ ہجرت میں یکساں ہیں۔ پھر آپ نے عطا میں فرق کیوں فرمایا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اسامہ کے باپ زید حضور کو زیادہ پیارے تھے۔ تمہارے باپ عمر سے اور اسامہ رضی

خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَاَمَّا بَنُو النَّضِيْرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهٖ وَاَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ وَاَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْئَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُزْءًا نَفَقَةً لِاَهْلِهٖ فَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ اَهْلِهٖ جَعَلَهٗ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ

خیبر اور فدک۱ تو بنی نضیر یہ تو آپ کی حاجات کے لیے مخصوص تھا۲ لیکن فدک تو وہ مسافروں کے لیے مخصوص موقوف تھا۳ لیکن خیبر تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں پر تقسیم فرمادیا۴ دو حصوں کو مسلمانوں کے درمیان اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کا خرچہ پھر اپنے گھر کے خرچ سے جو بچا اسے فقراء مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیا۵ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ سے۶ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

حضور کو زیادہ پیارے تھے تم سے (مرقات)، بہرحال حضرت فاروق تقسیم فیٔ میں فرق کے قائل تھے۔ امام شافعی مساوات کے قائل ہیں۔ وہ فیٔ کو میراث اور غنیمت پر قیاس کرتے ہیں کہ میراث عالم و جاہل بیٹے کو برابر ملتی ہے۔ یوں ہی غنیمت کا مال افضل و ادنٰی مجاہد کو برابر ملتا ہے (مرقات)

۵؎ صفایا جمع ہے صفیہ کی یعنی پسند کی ہوئی چھانٹی ہوئی چیز حق تعالٰی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ مال غنیمت میں جو چاہیں اپنے واسطے پسند فرمالیں، باقی تقسیم فرمادیں۔ حضرت صفیہ ام المؤمنین کو صفیہ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے واسطے خاص فرمایا تھا کیونکہ آپ یہود کے سردار کی بیٹی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اولاد سے تھیں، انہیں آزاد فرماکر ان سے نکاح کرلیا تھا۔

۱؎ بنی نضیر کی زمین مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر تھی۔ خیبر وہاں سے ایک سو ساٹھ میل فاصلہ پر ہے اور فدک خیبر سے تین میل ہے۔ اب صرف زمین سفیدہ ہے وہاں باغ نہیں۔ ہم نے خیبر کی زیارت کی ہے۔ ۲؎ کہ وہاں کی آمدنی اپنی ازواج پاک، مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرتے تھے۔

۳؎ یعنی مسافروں کے لیے نامزد یا موقوف تھا کہ ہر مسافر حاجتمند اس سے خرچ کرے۔ ۴؎ یعنی حضور انور نے خیبر کے تین حصے کردیئے تھے کیونکہ خیبر کی بہت سی بستیاں تھیں، نیز خیبر کا کچھ حصہ لڑ کر حاصل ہوا تھا، کچھ صلح سے، لہذا یہ فیٔ بھی تھا اور غنیمت بھی (مرقات)، جو حصہ لڑ کر فتح ہوا تھا اس میں حضور انور کا خمس تھا۔ اور جو حصہ بغیر لڑے حاصل ہوا تھا وہ خالص حضور انور کا تھا۔ اسی تقسیم کا باعث یہ تھا۔

۵؎ یعنی خیبر کا وہ تہائی حصہ جو فیٔ تھا اور بغیر لڑے حاصل ہوا تھا وہ خالص اپنی ملک تھا۔ اسی سے گھر کا خرچ چلتا تھا لیکن اس خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ بھی مہاجرین فقراء پر خرچ فرمادیتے تھے۔ ان کی غریبی کی وجہ سے انصار بفضلہ تعالٰی غنی تھے۔ اس لئے ان پر خرچ نہ فرماتے (اشعۃ اللمعات) اس توجیہ سے حدیث بالکل ظاہر ہوگئی۔ ۶؎ خیال رہے کہ مغیرہ تین ہیں۔ ایک صحابی دو تابعی۔ مغیرہ ابن شعبہ صحابی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہوچکے، اور اکثر صرف مغیرہ کہنے سے یہی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے مغیرہ ابن زیاد موصلی یہ تابعی ہیں، امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ

عَبْدِ الْعَزِیْزِ جَمَعَ بَنِیْ مَرْوَانَ حِیْنَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَہٗ فَدَكُ فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُوْدُ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِیْ هَاشِمٍ وَّيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيِّمَهُمْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَاَلَتْهُ اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهَا فَاَبٰى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِیْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا اَنْ وُّلِّیَ اَبُوْبَكْرٍ عَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَيٰوتِهٖ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا

ابن عبدالعزیز نے مروان کی اولاد کو جمع فرمایا[۱] جب آپ خلیفہ ہوئے پھر فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس سے آپ خرچ فرماتے تھے اور اس سے بنی ہاشم کے بچوں پر لوٹاتے تھے اسی میں سے اور اسی سے ان کی بیوگان کا نکاح کرتے تھے[۲] اور حضرت فاطمہ نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ انہیں دے دیں تو انکار فرمادیا تھا[۳] پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں اسی طرح رہا حتی کہ حضور اپنی راہ تشریف لے گئے پھر جب ابوبکر صدیق خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اس میں وہ ہی عمل کیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی شریف میں کرتے رہے تھے حتے کہ آپ بھی اپنی راہ گئے

فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔ تیسرے مغیرہ مقسم کوفی نابینا تھے۔ فقیہ و متقی تھے۔ سنہ ۱۳۳ھ ایک سو تینتیس میں ان کی وفات ہوئی۔ یہاں یہ تیسرے مغیرہ مراد ہیں نہ کہ مغیرہ ابن شعبہ صحابی۔ کیونکہ حضرت مغیرہ صحابی کا انتقال سنہ ۵۰ھ پچاس ہجری میں ہوا اور عمر ابن عبدالعزیز ۹۹ھ ننانوے ہجری میں والی بنے تو یہ واقعہ حضرت مغیرہ صحابی کیسے بیان کرسکتے ہیں (مرقات) اگر حضرت شیخ کو یہاں سخت دھوکا لگا کہ وہ مغیرہ ابن شعبہ فرما گئے۔ یہاں تیسرے مغیرہ یعنی ابن مقسم کوفی مراد ہیں۔ ؀[۱] آپ عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان ابن الحکم ہیں۔ قرشی ہیں۔ اموی ہیں۔ تابعی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں، یعنی حضرت عمر فاروق کی پوتی، سلیمان ابن عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوئے۔ سنہ ۹۹ھ میں اور سنہ ۱۰۱ھ ایک سو ایک میں وفات پائی۔ مدت خلافت کل دو سال پانچ مہینہ۔ عمر شریف چالیس سال ہوئی یا اس سے بھی چند ماہ کم متقی، زاہد، شب بیدار بہت ہی خوف خدا رکھنے والے بزرگ تھے۔ جب آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے آپ کے زمانہ خلافت کے حالات پوچھے گئے تو فرمانے لگیں کہ خلیفہ بننے کے بعد کبھی غسل جنابت نہ کیا۔ رات کا اکثر حصہ آہ و زاری میں گزارتے تھے۔ ؀[۲] یعنی باغ فدک کی آمدنی سے حضور انور یہ کام کرتے تھے۔ اولًا اپنے گھر بار پر خرچ پھر فقراء و اقارب پر خرچ فرماتے یعود کے معنی ہیں بار بار پر خرچ فرمانا یہ فرق ہے عائدہ اور فائدہ کے درمیان فائدہ ایک بار نفع اور عائدہ بار بار نفع۔ ؀[۳] یعنی حضرت فاطمہ زہرا نے حضور کی زندگی پاک میں باغ فدک حضور سے مانگا۔ آپ نے تملیک سے انکار فرمادیا۔ حضور چاہتے تھے کہ باغ میرے

اَنْ وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَمِلَ فِيْهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانُ ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَاَيْتُ اَمْرًا مَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ وَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ رَدَدْتُهَا عَلٰى مَا كَانَتْ يَعْنِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

پھر جب حضرت عمر ابن خطاب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے اس میں وہ ہی کام کیے جو ان دونوں بزرگوں نے کیے تھے [1] حتی کہ وہ بھی اپنی راہ گئے پھر اسے مروان نے بانٹ لیا [2] پھر وہ عمر ابن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو میں سمجھتا ہوں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو نہ دیا اس میں میرا حق نہیں کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اسے اسی حال کی طرف لوٹاتا ہوں جہاں پر وہ تھا یعنی حضور اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں [3] (ابوداؤد)

شکار اور ذبیحوں کا بیان [4]

پہلی فصل

روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے [5] فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام کا متروک مال وقف ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حتی کہ حضرت علی نے بھی اسے اپنی خلافت میں تقسیم نہ فرمایا۔

[1] یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے صرف متولی ہونے کی حیثیت سے اس باغ کی آمدنی کا انتظام فرمایا کسی نے اُسے اپنی ملکیت قرار نہ دیا۔ حضرات امہات المؤمنین نے عثمان غنی کو حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے لیے بھیجنا چاہا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے منع فرمادیا۔ وہ حدیث سنا کر حضرات انبیاء کرام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی (دیکھو اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح) جناب فاطمہ زہرا نے صدیق اکبر سے میراث مانگی تو آپ نے وہ ہی حدیث سنا کر تقسیم میراث سے انکار فرمادیا جسے حضرت زہرا نے قبول فرمالیا اور اس کے متعلق کبھی ذکر تک نہ کیا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار فرمان مصطفی سن کر ناراض ہوں۔ فغضبت کے معنی ہی کچھ اور ہیں جو ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔ بہرحال یہ باغ وقف رہا۔ [2] یعنی مروان ابن حکم نے اپنے دور حکومت میں باغ فدک اپنے آپس میں تقسیم کرلیا کہ کچھ حصہ اپنے پاس رکھا، کچھ اپنے عزیزوں کو دیا۔ یہ ہی صحیح ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ مروان کی یہ تقسیم خلافت عثمانی میں ہوئی محض غلط ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان و علی زندہ ہوں اور مروان کی یہ حرکت دیکھ کر خاموش رہیں۔ اور حضرت علی اپنے دور حکومت میں اس کی یہ تقسیم قائم رکھیں۔ مرقات نے یہ سخت غلطی کی ہے۔ اشعۃ اللمعات نے یہ ہی فرمایا کہ مروان کی یہ حرکت اپنے دور حکومت میں تھی۔ خیال رہے کہ مروان ابن حکم حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے۔ یہ زمانہ نبوی میں پیدا تو ہوا مگر حضور کے دیدار سے محروم رہا، کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ سے طائف نکال دیا تھا۔ یہ اس وقت بہت کم سن تھا۔ خلافت عثمانی میں یہ مدینہ منورہ آیا لہذا مروان صحابی نہیں۔

إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَإِنْ تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ فَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهٗ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَيُّهُمَا قَتَلَ وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ

کہ جب تم اپنا کتا چھوڑو تو اللہ کا نام لے دو[1] پھر اگر کتا تم پہ روک رکھے پھر تم اسے زندہ پالو تو ذبح کرلو[2] اور اگر ایسے پاؤ کہ کتے نے قتل کردیا ہو اور اسے کھایا نہ ہو تو بھی کھالو اور اگر کھالیا ہو تو اس نے اپنی ذات کے لیئے روکا ہے[3] اگر اپنے کتے کے ساتھ دوسرا کتا پاؤ حالانکہ قتل کیا گیا ہو تو نہ کھاؤ[4] کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس نے قتل کیا۔ اور جب تم اپنا تیر مارو۔ تو اللہ کا نام لے لو[5]

۳؎ یعنی اس باغ میں میرا کچھ حصہ نہیں یہ اسی طرح وقف رہے گا۔ جیسے ان حضرات کے زمانہ میں وقف تھا۔ چنانچہ آپ نے تمام بنی امیہ سے وہ باغ واپس لے کر ویسے ہی وقف قرار دے دیا، یہ عدل و انصاف آپ کے انتہائی تقویٰ طہارت خوف خدا کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں باغ فدک حضرت علی و عباس کی تولیت میں دے دیا تھا۔ یہ دونوں حضرات متولی تھے نہ کہ مالک، پھر ان دونوں نے اس کی تقسیم چاہی تو جناب فاروق نے فرمایا کہ تقسیم کیسی، یہ تمہاری ملکیت نہیں، صرف تولیت ہے۔ یہ قصہ بخاری شریف وغیرہ میں بہت تفصیل سے مذکور ہے۔ خیال رہے کہ حضرت علی و عباس نے ملکیت کی تقسیم نہ چاہی تھی۔ بلکہ تولیت کی تقسیم کی خواہش کی تھی۔ حضرت عمر نے اسکو بھی قبول نہ فرمایا تاکہ آگے چل کر یہ تقسیم ملکیت کا ذریعہ بن جائے۔ حضور کا متروکہ مال سارے مسلمانوں کے نفع پر خرچ ہوگا مگر اس کا انتظام یا بادشاہ کرے گا یا جسے بادشاہ اسلام مقرر فرمادے۔ ۴؎ صید مصدر ہے یعنی شکار کرنا۔ کبھی خود شکار کردہ جانور کو بھی صید کہتے ہیں۔ یعنی مفعول پر مصدر بول دیتے ہیں۔ شکار حرم حرام ہے۔ یوں ہی بحالت احرام شکار کرنا حرام ہے۔ محض تفریح یعنی لہو و لعب کے لیئے شکار کرنا بہتر نہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا۔ بعض صحابہ کرام شکار کرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شکار کیا کرتے تھے۔ ذبائح جمع ہے ذبیح کی یعنی ذبح کیا ہوا جانور۔ ۵؎ آپ عدی ابن حاتم ابن عبداللہ ابن سعد طائی ہیں۔ شعبان ۷ھ سات ہجری میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے پھر حضرت علی کے پاس کوفہ میں رہے۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل، صفین، نہروان میں حاضر رہے۔ جنگ جمل میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی مقام کوفہ میں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ آپ بہت قد آور سخی تھے۔

۱؎ یعنی شکاری کتے کو بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو کہ شکاری کتا تیر کی طرح مانا گیا ہے۔ جیسے شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ ایسے ہی اس وقت، لہذا اگر شکاری کتا خود ہی شکار پر حملہ کردے تو بغیر ذبح شکار حلال نہ ہوگا۔ ۲؎ یعنی کتے نے جانور کو پکڑ لیا مگر ہلاک نہ کیا۔ تم نے اسے زندہ پایا تو ذبح کرنا فرض ہے۔ اور اگر ذبح نہ کیا اور اب وہ مرگیا تو حرام ہوگیا۔ ۳؎ یہ امر اباحت کے لئے ہے۔ یعنی یہ جانور حلال ہے اسے کھا سکتے ہو اور نہی تحریم کے لیے ہے۔ یعنی اگر کتے نے اس کے گوشت سے کچھ کھا لیا تو تمہیں اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کھانے

اللّٰہِ فَاِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيْهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ اِنْ شِئْتَ وَاِنْ وَجَدْتَهٗ غَرِيْقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَاْكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ قَالَ كُلْ اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ اِنَّا نَرْمِيْ بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَا خَزَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلَا تَاْكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا

پھر اگر شکار تم سے دن بھر غائب رہے تم اس میں اپنے تیر کے اثر کے سوا نہ پاؤ تو اگر چاہو تو کھالو[1] اور اگر تم اسے پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ[2] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنے سکھائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں[3] فرمایا جو تم پر روک لیں وہ کھالو میں نے کہا اگرچہ قتل کردیں فرمایا اگرچہ قتل کردیں[4] میں نے کہا ہم تیر سے مارتے ہیں[5] فرمایا جو پھاڑ دے وہ کھالو اور جو چوڑائی میں لگے پھر قتل کردے تو وہ موقوذہ ہے وہ نہ کھاؤ[6] (مسلم بخاری) روایت ہے ابوثعلبہ خشنی سے[7] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم

سے معلوم ہوا کہ ابھی کتا معلم نہیں شکار میں جاہل ہے۔ اور جاہل کتے کا شکار حرام ہے اگر مر گیا ہو۔ [4] یہ اسی صورت میں ہے کہ دوسرا کتا غیر معلم ہو تو اسے شکار پر نہ چھوڑا گیا ہو یا دیدہ دانستہ بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو یا کسی مجوسی یا ہندو وغیرہ نے چھوڑا ہو جس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اگر دوسرا کتا بھی معلم کسی مسلمان شکاری نے بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو پھر ان دونوں نے شکار کیا تو شکار حلال ہے (دیکھو کتب فقہ اور مرقات) اگر شرائط میں سے کسی شرط کا علم نہ ہو تب بھی شکار حرام ہے۔ بہرحال اس میں بہت پابندی ہے۔ (اشعہ) [5] تیر سے مراد ہر دھار دار یا نوکیلا ہتھیار ہے جو جسم کو دھار سے کاٹ سکے۔ لہذا اگر شکاری جانور پر تلوار یا چاقو پھینک کر مارا اور وہ دھار یا نوک کی طرف سے لگا تو بھی حلال ہے۔ لیکن غلہ یا گولی کا مارا ہوا حرام ہے تاوقتیکہ ذبح نہ کیا جائے۔

[1] یعنی اگر تمہارا دل گواہی دے کہ تمہارے تیر سے ہی مرا ہے تو کھا سکتے ہو۔ اگر دل نہ چاہے۔ اس میں شبہ ہو کہ شاید کسی اور وجہ سے مرا ہوگا تو نہ کھاؤ (مرقاۃ) [2] کیونکہ اب شبہ ہے کہ شاید یہ ڈوب کر مرا ہو مشکوک چیز سے پرہیز کرو۔ [3] کلب معلم (شکاری) وہ کتا ہے۔ جو مالک کے چھوڑنے پر دوڑ جائے واپسی کے اشارہ پر واپس آجائے اور شکار میں کچھ نہ کھائے۔ جب تین بار اس کا تجربہ کرلیا جائے تو وہ معلم ہے اگر وہ جانور کو زخمی کردے اور جانور مرجائے تو حلال ہے۔ اگر بغیر زخم کے مرگیا تو حرام ہے۔ [4] بشرطیکہ جانور اس کے دانت سے زخمی ہو خون بہا دے۔ [5] معراض وہ بھاری تیر ہے جس میں نہ پر ہو نہ نوک والا لوہا، لکڑی نوکیلی ہو۔ [6] یعنی وہ تیر وسط کے لحاظ سے لاٹھی ہے۔ کنارے کے لحاظ سے تیر ہے۔ لہذا اگر نوک کی طرف سے لگے تو حلال ہے۔ اگر لاٹھی کی طرح بیچ سے لگے جس کے بوجھ سے شکار مرجائے تو وہ لاٹھی سے

بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ آنِيَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ

اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں ۱؎ اور ہم شکار کی زمین ہی میں ہیں اپنی کمان اور اپنے سکھائے ہوئے کتے سے اور بغیر سکھائے کتے سے شکار کرتا ہوں تو کیا چیز درست ہے ۲؎ فرمایا جو تم نے کتابیوں کے برتنوں کے متعلق پوچھا تو اگر تم اس کے سوا اور برتن پاؤ تو اس میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو اسے دھولو اور اس میں کھاؤ ۳؎ اور جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو کھاؤ ۴؎ اور جو تم اپنے سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لو تو کھالو اور جو اپنے غیر سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو تو اس کی ذبح کو پالو تو کھالو ۵؎

مارا ہوا ہے۔

۱؎ آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ قبیلہ خشن سے ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قوم کا مبلغ بنا کر بھیجا۔ آپ کی تبلیغ سے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کا قیام شام میں رہا ۷۵ھ پچھتر ہجری میں وفات پائی (اشعہ و مرقات) ۲؎ یعنی ہم کو ان اہل کتاب کے گھروں یا دوکانوں میں کبھی کھانا پڑ جاتا ہے یا وہ لوگ کبھی ہم کو سالن وغیرہ بھیجتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیا کریں۔ خیال رہے کہ اہل کتاب سے خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ ان کے ہدیے قبول کرنا بھی جائز ہے۔ ۳؎ یعنی ہمارے ملک میں شکار بہت پایا جاتا ہے اور ہم لوگ عمومًا شکار کیا کرتے ہیں، تیروں سے بھی شکاری کتوں سے بھی اور آوارہ کتوں سے بھی ان میں سے کونسا شکار حلال ہے کونسا نہیں نہایت قابلیت کا سوال ہے۔ ایک عبارت میں چار مسئلے پوچھ لئے۔ ۴؎ اس بے نظیر و بے مثال جواب میں فتوٰی بھی ہے۔ تقوٰی بھی، تقوٰی یہ ہے کہ ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور فتوٰی یہ ہے کہ دھو کر کھالو۔ یہ ان کفار کے استعمال کے برتنوں کا ذکر ہے جن میں قوی احتمال یہ ہے کہ وہ سؤر اور شراب استعمال کرتے ہوں گے۔ ان کے غیر استعمالی برتن جو بالکل نئے ہوں اُن کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ ان کے ہاں کا پکا ہوا کھانا بھی اسی تفصیل پر ہے کہ تقوٰی یہ ہے کہ نہ کھائے ممکن ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں پکایا ہو جس میں سؤر بھی پکاتے ہوں۔ اور فتوٰی یہ ہے کہ اگر اس کی طہارت غالب گمان سے معلوم ہو تو کھالے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ۵؎ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر مارا ہو۔ حقیقۃً پڑھا ہو یا حکمًا اور جانور مر گیا ہو تو کھالو کہ اس کا یہ ذبیحہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ اگر مسلمان ذبح یا تیر مارتے وقت بسم

ذَكَوتَهٗ فَكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَاَدْرَكْتَهٗ فَكُلْ مَالَمْ يُنْتِنْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **وَعَنْهُ** عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُ صَيْدَهٗ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَكُلْهُ مَالَمْ يُنْتِنْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **وَعَنْ** عَائِشَةَ قَالَتْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هُنَا اَقْوَامًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَاْتُوْنَنَا بِلُحْمَانٍ لَانَدْرِیْ اَيَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

(مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اپنا تیر مارو پھر شکار تم سے غائب ہو جائے پھر تم اسے پاؤ تو جب تک بو نہ دے کھالو [1] (مسلم) روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے اس کے متعلق فرمایا جو اپنا شکار تین دن بعد پائے تو کھالو جب تک بو نہ دے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہاں کچھ ایسی قومیں ہیں جن کا زمانہ شرک کے قریب گیا ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم جانتے نہیں کہ اس پر اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں

پڑھنا بھول گیا ہو تو ذبیحہ و شکار حلال ہے۔ دانستہ چھوڑ دیا تو احناف کے ہاں حرام ہے۔ شوافع کے ہاں جائز ہے۔ تحقیق کتب فقہ پر ملاحظہ کرو۔

۵؎ یعنی شکاری کتا جس پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ دی گئی ہو، اگر جانور اس سے زخمی ہو کر مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور آوارہ کتے کا شکار اگر زندہ مل جائے اور ذبح کرلیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام خلاصہ یہ ہے کہ مردہ شکار کے حلال ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائیں کتے کا معلم یعنی شکاری ہونا، اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا۔ زخمی ہو کر جانور کا مرنا کہ اس کا خون بہہ جائے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ ہو تو شکار حرام ہے رب تعالٰی کا فضل ہے کہ میں آج کل تفسیر قرآن کا چھٹا پارہ لکھ رہا ہوں اور مرآت کی چھٹی جلد اور حسن اتفاق ہے کہ آج تفسیر نعیمی میں سورۂ مائدہ کی تفسیر میں شکار کی آیت کی تفسیر، شکار کے مسائل آج ہی لکھے ہیں۔ اور مرآت میں بھی یہی مسائل آج ہی لکھ رہا ہوں۔ رب تعالٰی قبول فرمائے یہ آج پندرہ جمادی الآخرہ ۱۳۸۶ھ گیارہ اکتوبر ۱۹۶۶ء بروز دو شنبہ لکھ رہا ہوں۔ رب تعالٰی دونوں کتابیں قبول فرماکر صدقۂ جاریہ بنائے۔ ٭ ٭ ٭

۱؎ یہ اس صورت میں ہے جب معلوم ہو کہ جانور تیر سے ہی مرا ہے کسی اور سبب سے نہ مرا لیکن اگر اس میں شک ہو تو نہ کھائے مثلًا تیر خوردہ جانور پانی میں ڈوبا ہوا ہو تو نہ کھاؤ کہ شاید پانی میں ڈوب کر مرا ہو۔ سڑا، بسا گوشت اور غذا جو بدبودار ہوا اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر مضر صحت ہو تو مکروہ تحریمی ہے (لمعات، مرقات) مگر سڑی چربی جو بو دے رہی ہو اگر پکا کر کھائی جائے جس سے اس کی بو اور ضرر دونوں جاتے رہیں تو جائز ہے۔ ۲؎ تین دن کی قید اتفاقی ہے۔ اگر موسم گرما ہو اور ایک دو دن میں ہی بو پیدا ہو جائے تو نہ کھائے اور اگر سخت

أَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوا أَنْتُمُ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ إِلَّا مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي هٰذَا فَأَخْرَجَ صَحِيفَةً فِيهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ

فرمایا تم بسم اللہ کرو اور کھاؤ ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوطفیل سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے پوچھا گیا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز خاص کیا ہے فرمایا ۳؎ ہم کو حضور نے کوئی خاص چیز نہ دی جو عام لوگوں کو نہ دی ہو ۴؎ سوائے اس کے جو میری اس تلوار کے پرتلے میں ہے ۵؎ چنانچہ آپ نے ایک کتابچہ نکالا جس میں تھا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کرے ۶؎

سردی کا موسم ہو کر چار دن میں بھی بو نہ پیدا ہو تو کھا لیا جائے۔ ۲؎ یعنی وہ لوگ مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر انہیں مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے اسلامی احکام سے بے خبر ہیں، ذبح وغیرہ کے احکام نہ جانتے ہوں گے ان کے متعلق شک ہی ہے کہ انہوں نے بسم اللہ سے ذبح کیا ہے یا بغیر بسم اللہ یوں ہی۔

۱؎ یعنی تم بلاوجہ مسلمان کے ذبیحہ پر شک نہ کرو وہ حلال ہے تم بلا دغدغہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر بوقت ذبح بسم اللہ نہ پڑھی گئی تو اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا کافی ہوگا یہ تو ناممکن ہے۔ لہذا یہ حدیث واضح ہے۔ ۲؎ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی کنانی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں حضور کی وفات سے آٹھ سال پہلے ایمان لائے۔ حضور کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ سنہ ۱۰۲ھ ایک سو دو میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، روئے زمین پر آخری صحابی آپ ہی ہیں جن کی وفات سے دور صحابہ ختم ہو گیا اور آپ کی وفات سے زمین صحابہ سے خالی ہو گئی بہت فصیح اور حاضر جواب تھے رضی اللہ عنہ (مرقات و اشعہ) ۳؎ خلافت حیدری میں روافض کا ظہور ہوا۔ ان لوگوں نے مشہور کیا تھا کہ اصل قرآن اور اصل تعلیم اسلام اہل بیت اطہار کے خصوصًا حضرت علی کے پاس ہے۔ جو ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے ہیں اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسے سوالات کیا کرتے تھے۔

۴؎ یعنی وہ ہی قرآن اور حضور کی وہ ہی تعلیم میرے پاس ہے جو عام مسلمانوں کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری شریعت سارے لوگوں کو دے گئے ہیں۔ ۵؎ تلوار سے مراد ذوالفقار ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عطا فرمائی تھی قراب قاف کے کسرہ سے تلوار کا ظرف جس میں میان کی ہوئی تلوار رکھی جاتی ہے۔ یعنی کچھ اوراق تھوڑے سے ہیں جو میں نے اپنی یادداشت کے لئے اس پرتلے میں رکھ لئے ہیں اور اتنے تھوڑے ہیں جو اس میں آ گئے، ہرگز لمبا چوڑا قرآن مجید اس پرتلہ میں کیونکر آ سکتا ہے۔

۶؎ جیسے مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں جو مسلمان یہ عمل جائز سمجھ کر کرے وہ مشرک و مرتد ہے۔

مِنَارَ الْاَرْضِ وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰی
مُحْدِثًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ غَدًا وَ
لَیْسَتْ مَعَنَا مُدًی اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَكُلْ

اور اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین کے نشان چرائے ایک روایت یوں ہے کہ جو زمین کے نشان بدلے[1] اور اپنے باپ پر لعنت کرے[2] اور اللہ اس پر لعنت کرے جو بدعتی کو جگہ دے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کل دشمن سے بھڑنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھریاں ہی نہیں تو کیا ہم بانس سے ذبح کریں[4] فرمایا جو خون بہاوے اور اللہ کا نام لیا جائے تو کھالو[5]

[1] منار جمع ہے منارۃ کی بمعنی علامت ظاہر یہ ہے کہ اس سے زمین کی حدود کی علامات مراد ہیں جو ملکی حدود ہوں یا شخصی حدود مثلًا کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کے کھیت، باغ، مکان کے حصوں پر ناجائز قبضہ کرنے کے لیئے اس کی حدود مٹادے۔ ایسے ہی ملکی سرحدوں کی علامات کا حال ہے اور ہوسکتا ہے کہ علامات سے مراد راستہ کے راہبری کے نشانات ہوں جو مسافر کی رہنمائی کرتے ہیں، جیسے میل، فرلانگ یا راستہ دکھانے والے علامات جیسے چوراہوں پر لکڑی کے ہاتھ لگے ہوتے ہیں، جن پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شہر کا راستہ یہ ہے۔ چونکہ ان کے مٹانے سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر یہ عتاب فرمایا گیا۔ [2] اپنے باپ کو گالی دینے کی دو صورتیں ہیں۔ براہ راست گالی دینا۔ دوسرے اس طرح کہ تم کسی کے باپ کو گالی دو تو جواب میں تمہارے باپ کو گالی دے کہ یہ در پردہ تمہارا ہی گالی دینا ہے۔ شعر

گر مادر خویش دوست داری ؎ دشنام مدہ بمادر کس

(ترجمہ) اگر تم کو اپنی ماں کی عزت پیاری ہے تو دوسرے کی ماں کو گالی نہ دو

[3] محدث دال کے کسرہ سے، اس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو ظالم جانی جو کسی کو قتل یا زخمی کرے جس سے اس پر قصاص لازم ہو جو اسے چھپائے اس کی پناہ بنے، اس کی حمایت کرے اس پر لعنت ہے۔ ظالم کو سزا دلوانا چاہیئے، اسے چھپانے بچانے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے (مرقات) دوسرے بدعتی اور اس سے مراد اعتقادی بدعت ہے یعنی اسلام میں نئے عقائد نکالنے والا بھی لعنتی ہے اور جو اس کی حمایت و حفاظت و مدد کرے وہ بھی لعنتی ہے۔ جیسے معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ۔ ان کی اصلاح کرنا چاہیئے نہ کہ ان کی حمایت (اشعہ) خیال رہے کہ مومن گنہگار کو وصف کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے جھوٹوں پر لعنت مگر نام لے کر لعنت صرف کفار کے لیے ہے اور بعد موت اس کافر پر لعنت جائز ہے جس کا کفر پر مرنا دلائل سے معلوم ہو، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کافر لعنتی تھا (اشعہ) [4] کل سے مراد یا تو اگلا زمانہ ہے یا اگلا کا مقصد یہ ہے کہ ہم جہاد میں جاتے ہیں، ان کے جانور غنیمت میں ملتے ہیں کبھی انہیں ذبح کرنا پڑجاتا ہے اور ہمارے پاس چھری ہوتی نہیں کیا ہم بانس کی کھپچ سے ذبح کرلیں، کیونکہ اس میں بھی دھار ہوتی ہے۔ جانور ذبح ہوسکتا ہے۔ بانس کا نام بطور مثال لیا ہے مراد ہے ہر دھاردار

لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكَ عَنْهُ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ وَاَصَبْنَا نَهْبَ اِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْاِبِلِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَاِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰكَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ

سوا دانت اور ناخن کے ہیں اس کے متعلق بتاتا ہوں لیکن دانت تو ہڈی ہے۱ لیکن ناخن وہ حبشیوں کی چھری ہے۲ اور ہم نے اونٹ و بکریاں غنیمت میں حاصل کیں تو ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو ایک شخص نے اسے تیر مار کر دھر لیا۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اونٹوں کی عادات وحشیوں کی عادات سی ہیں۴ تو جب ان میں سے کوئی جانور تم پر غالب آئے تو تم ان سے یہ ہی کرو۵ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے۶ کہ ان کی ایک بکری سلع میں چرتی تھی۷ تو ہماری ایک لونڈی نے ایک بکری کو مرتے دیکھا

چیز بانس کا ٹکڑا ہو، کانچ کا یا پتھر کا۔ ۵ یعنی ان سے ذبح کر سکتے ہیں اور کھا سکتے ہو۔ یہ حکم شکار اور غیر شکار سب کو شامل ہے تیر یا تلوار سے شکار کو قتل کیا تو حلال ہے یوں ہی دھار دار آلہ سے بکری کو ذبح کیا حلال ہے۔ ۱ اور ہڈی سے جیسے استنجا کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہو جاتی ہے ایسے ہی ذبح کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہو گی۔ یہ ہمارے بھائی جنات کا کھانا ہے۔ ۲ لہذا اس سے ذبح کرنے میں کفار حبشہ سے مشابہت ہے لہذا اس سے بچو۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک جبڑے میں جڑے ہوئے دانتوں سے اور اپنے مقام پر لگے ہوئے ناخن کا ذبیحہ حرام ہے اور الگ دانت الگ ناخن سے ذبح کرنا مکروہ مگر اس سے ذبح ہو جائے گا۔ باقی اماموں کے ہاں مطلقًا دانت و ہڈی کا ذبیحہ حرام ہے۔ دلائل کتب فقہ میں اور مرقات و اشعہ میں ملاحظہ کرو۔ ۳ یعنی غنیمت کا ایک اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا۔ پکڑا نہ جاتا تھا تو ایک شخص نے اُسے تیر مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گر گیا اور مر گیا (مرقات) ۴ اوابد جمع ہے آبدۃ کی، آبدہ کے معنی ہیں نفرت اور وحشت کی عادت یعنی اونٹ ہے تو پالتو جانور مگر کبھی اس میں وحشی جانوروں کی نفرت و وحشت ہو جاتی ہے اور یہ وحشی بن جاتے ہیں۔ ۵ یعنی پالتو جانور کا ذبح حلق و گلے میں ہوتا ہے اور شکار کا جانور جو قبضہ میں نہ ہو اس کا ذبح یہ ہے کہ جہاں بھی شکاری کا تیر لگ جائے و خون بہہ جائے ذبح ہو جائے گا، مگر جب پالتو جانور وحشی ہو کر قبضہ سے باہر ہو جائے تو اس کا ذبح بھی اس طرح درست ہو گا کہ جہاں تیر لگ جائے خون نکل جائے ذبح درست ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بکری یا مرغی کنوئیں میں گر جائے وہاں مر رہی ہو تو اس کا ذبیحہ بھی اسی طرح ہو جائے گا۔ ۶ آپ مشہور صحابی ہیں، انصاری ہیں آپ ہی غزوۂ تبوک سے رہ گئے تھے۔ آپ ہی کے متعلق سورۂ توبہ کی مشہور آیات نازل ہوئیں۔ ۷ سلع مدینہ منورہ میں غربی جانب مشہور پہاڑ ہے

غَنَمًا مُّوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهٗ بِأَكْلِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اس نے ایک پتھر توڑا اس سے اسے ذبح کردیا۲ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو حضور نے اس کے کھانے کی اجازت دی۳ (بخاری) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے۴ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے۵ لہذا جب تم قتل کرو تو احسان و بھلائی سے قتل کرو۶ اور جب تم ذبح کرو تو ذبح بھلائی سے کرو۷ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۸ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ

جس میں غار واقع ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ فقیر نے بھی بارہا اس کی زیارت کی ہے۔

۲؎ یعنی ایک بکری ریوڑ میں اچانک مرنے لگی تو چرانے والی لونڈی نے ایک پتھر پانی میں توڑا جس سے اس میں دھار دار کنارہ پیدا ہوگیا، اس دھار کی طرف سے اسے ذبح کردیا، کیونکہ چھری موجود نہ تھی۔ ۳؎ یعنی بکری حلال ہوگئی۔ اس کا کھانا جائز ہے معلوم ہوا جس دھار دار چیز سے ذبح کردیا جائے ذبح ہوجاتا ہے۔ چھری یا چاقو تو شرط نہیں۔ ۴؎ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں، کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں۔ حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے شداد ابن اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے (اشعۃ اللمعات)۔ ۵؎ یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی و سلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں یہ ہے حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کی شان۔ ۶؎ یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلہ نہ کرو، پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔ ۷؎ اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں، مثلًا جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے۔ ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے۔ اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے۔ مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں ۸؎ تیز چھری سے ذبح کردینے میں راحت ہے۔ کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے بچے۔ پوری گردن نہ کاٹ دے۔ صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔

يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِى الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِى الْوَجْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ وَقَدْ وُسِمَ فِىْ وَجْهِهٖ قَالَ

آپ حضور جانور وغیرہ کو قتل کرنے کے لیے باندھنے سے منع فرماتے تھے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی جو ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں روح ہو[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی چیز کو نشانہ نہ بناؤ جس میں جان ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے میں مارنے چہرے میں داغ لگانے سے منع فرمایا[4] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گدھا گزرا جس کے چہرے میں داغ لگایا گیا تھا تو فرمایا

[1] اس طرح کہ جو جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ دیا جائے اور اس پر تیر کا نشانہ لگایا جائے لوڈ شکار کی طرح اسے مارا جائے یا یہ مطلب کہ ذبح سے کئی دن پہلے اسے بھوکا پیاسا باندھ کر رکھا جائے پھر کمزور ہو جانے پر اسے ذبح کیا جائے۔

[2] اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جانور کو باندھ کر اسے تیر کا نشانہ بنایا جائے یہ حرام ہے کہ اس میں اگر وہ مر گیا تو جانور حرام ہو گیا زندہ مرا اور ذبح کیا گیا تو اسے بلا وجہ قبل ذبح تکلیف دی گئی یہ بہر حال مطلب واضح ہے۔

[3] اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ ورنہ شکار تو حلال ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

[4] انسان یا جانور کے چہرے پر مارنا سخت منع ہے۔ منہ پر نہ طمانچہ مارے نہ کوڑا وغیرہ۔ کیونکہ چہرے میں نازک اعضاء ہیں جیسے آنکھ، ناک، کان جن پر چوٹ لگنے سے موت یا اندھے ہو جانے یا چہرہ بگڑ جانے کا خطرہ ہے اور چہرے میں داغ لگانا تو بہت ہی برا ہے کہ اس میں تکلیف بھی بہت ہے اور منہ کا بگاڑ دینا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِیْ وَسَمَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ لِیُحَنِّکَهٗ فَوَافَیْتُهٗ فِیْ یَدِهِ الْمِیْسَمُ یَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ مِرْبَدٍ فَرَاَیْتُهٗ یَسِمُ شَاءً حَسِبْتُهٗ قَالَ

کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبداللہ ابن ابوطلحہ کو لے گیا[2] تاکہ آپ اس کی تحنیک فرمادیں تو میں نے آپ کو پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغنے کا آلہ تھا صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے[3] (بخاری) روایت ہے ہشام ابن زید سے وہ حضرت انس سے راوی فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ طویلہ میں تھے آپ کو دیکھا کہ آپ بکریوں کو داغ رہے تھے مجھے خیال ہے کہ فرمایا

[1] اگر یہ داغنے والا کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے۔ جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقًا حرام ہے۔ خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے، چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لئے جائز ہے۔ خصوصًا زکوۃ و جزیہ کے جانور۔ انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماروں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے۔ علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب اسعد ابن معاذ، حضرت جابر اور سعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس داغ کو عربی میں کَی کہتے ہیں۔ جن احادیث میں کَی یعنی داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو انشاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔ [2] عبداللہ ابن ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے بھائی ہیں یعنی ماں شریک بھائی۔ حضرت انس تو ام سلیم کے پہلے خاوند سے پیدا ہوئے تھے مگر یہ عبداللہ حضرت ابوطلحہ سے تھے۔ حضرات صحابہ اپنے نومولود بچہ کو حضور کی خدمت میں لاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر اپنی زبان شریف سے بچے کے تالو میں لگا دیتے تھے۔ تاکہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے حضور کا لعاب شریف پہنچے۔ اس عمل کا نام تحنیک ہے۔ [3] یعنی آپ بنفس نفیس اس آلہ سے زکوۃ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے۔ تاکہ زکوۃ کے اونٹ دوسرے اونٹوں سے چھٹ جائیں۔ یہ داغ چہرے کے علاوہ اور کسی عضو پر لگائے جاتے تھے۔ لوہے کا ٹکڑا گرم کرکے جانور کے ران یا ٹانگ پر داغ لگا دیا جاتا ہے۔ یہ داغ پھر کبھی چھوٹتا نہیں۔ رنگ وغیرہ کے نشانات مٹ جاتے ہیں۔ ہم نے بعض حبشیوں کو دیکھا کہ ان کے رخسار پر لکیریں داغی ہوتی ہیں یہ حرام ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔

فِیْ اٰذَانِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اَحَدُنَا اَصَابَ صَیْدًا وَّلَیْسَ مَعَهٗ سِکِّیْنٌ اَیَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا فَقَالَ اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِی الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَکُوْنُ الذَّکٰوةُ اِلَّا فِی الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِیْ فَخِذِهَا لَاَجْزَاَ عَنْکَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ

ان کے کانوں میں[۱] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ ہم میں سے کوئی شکار پائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا پتھر[۲] یا لاٹھی کی پھاڑی سے ذبح کردے[۳] تو فرمایا جس چیز سے چاہو خون بہادو[۴] اور اللہ کا نام لے دو (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابو العشراء[۵] سے وہ اپنے والد سے راوی کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ذبح حلق اور سینے کے بغیر ہی نہیں ہوتا[۶] تو فرمایا اگر تم اس کی ران میں نیزہ مار دو تو کافی ہے[۷] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۱ حیثۃ میں ھا کا مرجع حضرت انس ہیں۔ اور یہ قول ان ہشام ابن زید تابعی کا ہے جو حضرت انس سے یہ حدیث روایت فرمارہے ہیں۔ یعنی مجھے خیال ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ کی بکریوں کے کانوں میں داغ لگا رہے تھے معلوم ہوا کہ کان میں داغ لگانا بھی بالکل جائز ہے۔ ۲ مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی لیے ایک پہاڑ مکہ کا نام بھی مروہ ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ پتھر سے مراد پتھر کا وہ ٹکڑا ہے جو دھار دار ہو۔ یوں ہی لاٹھی کے ٹکڑے سے مراد بانس کی دھار دار کھپچ ہے جس سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ ۳ امرر بنا ہے امرار سے بمعنی گزارنا اور بہانا یہاں بمعنی بہانا ہے۔ بعض نسخوں میں امر رکے کسرہ سے ہے۔ چونکہ خون بہہ کر اپنی جگہ سے گزرتا ہے اس لیے بہانے کو امرار کہہ دیتے ہیں۔ بِمَ شِئْتَ میں ما کا الف گرادیا گیا ہے۔ ۴ ابو العشراء مین کے پیش سے ان کا نام اسامہ ابن مالک ہے تابعی ہیں، دارمی بصری ہیں۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے چنانچہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور امام احمد ابن حنبل نے ان کو ضعیف فرمایا (اشعہ) ۵ لبہ حلق کا آخری کنارہ جو سینے سے متصل ہے یا سینے کے اوپری کنارہ جو حلقوم سے قریب ہے۔ سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا ذبح کی یہی صورت ہے کہ گلے اور سینے کے درمیان ہو۔ اگر یہی ذبح ہے تو جو جانور قبضہ میں نہ ہو اور مر رہا ہو اسے ذبح کیسے کیا جائے۔ جیسے کنوئیں میں گرا ہوا بکری۔ ۶ یہ اضطراری ذبح کا ذکر ہے۔ جب جانور قبضہ میں نہ ہو اور اس کا ذبح کرنا ضروری ہو تو جہاں کہیں نیزہ یا بھالا مار دیا جائے اور خون بہہ جائے ذبح ہو جائے گا۔ جیسے بھاگی ہوئی گائے، کنوئیں میں گرا ہوا جانور اور تیر سے مارا ہوا شکار۔

دَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ هٰذَا ذَكٰوةُ الْمُتَرَدِّي وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا فِي الضَّرُوْرَةِ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهٗ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ اِذَا قَتَلَهٗ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَمْسَكَهٗ عَلَيْكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْمِي الصَّيْدَ فَاَجِدُ فِيْهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِيْ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهٗ وَلَمْ تَرَ فِيْهِ اَثَرَ سَبُعٍ فَكُلْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

ابن ماجہ، دارمی، ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ گرے ہوئے کا ذبح ہے[1] اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ ضرورت کی حالت میں ہے[2] روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کتے یا باز کو تم سکھا لو پھر اسے چھوڑو اور اللہ کا نام ذکر کر دو تو اس میں سے کھاؤ[3] جو اس نے تمہارے لیئے روک رکھا ہے میں نے عرض کیا اگرچہ وہ قتل کردے۔ فرمایا اگرچہ قتل کردے[4] اور اس میں سے کچھ نہ کھائے کیونکہ اس نے تمہارے واسطے روکا ہے[5] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں شکار کو تیر مارتا ہوں تو کل اس میں اپنا تیر پاتا ہوں[6] فرمایا جب تم یقین کرلو کہ تمہارے تیر نے اسے مارا ہے اور اس میں درندے کا اثر نہ دیکھو تو کھالو[7] (ابوداؤد)

[1] یعنی کنوئیں میں گرا ہوا جانور جب اس کے نکالنے کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو تب اس طرح ذبح کرلیا جائے۔

[2] یہ تفسیر پہلی تفسیر سے زیادہ عام اور زیادہ شامل ہے۔ اس میں کئی صورتیں داخل ہیں جو ابھی ہم نے حاشیہ ۲ میں بیان کیں جسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔

[3] کتے اور باز کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ ہر شکاری جانور کا یہی حکم ہے جیسے سکھایا ہوا چیتا یا شکرہ۔ ہاں بلی اس حکم سے خارج ہے کہ وہ اس معنی سے شکاری نہیں کہ جنگل میں دوڑ کر حملہ کرکے جانور شکار کرے وہ تو صرف گھر کے چوہوں مرغیوں کا شکار کرتی ہے۔

[4] معلوم ہوا کہ اس قسم کے شکار شکاری جانور کا قتل کر ڈالنا مضر نہیں بلکہ کھانا مضر ہے۔ اگر کچھ کھالیا ہے۔ تو بقیہ گوشت حرام ہے ورنہ حلال

[5] یعنی اس کا کچھ نہ کھانا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے وہ گوشت تمہارے لئے بچا کر رکھا ہے اور وہ سدھا ہوا شکاری ہے۔

[6] یعنی آج میرا شکار غائب ہوگیا۔ تلاش پر بھی نہ ملا کل مرا ہوا ملا جس میں میرے گذشتہ کل کے تیر کا زخم ہے وہ حلال ہے یا نہیں۔

[7] درندے کا ذکر بطور مثال ہے۔ ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی اور وجہ سے اس کے مرنے کا احتمال ہو تو ہرگز نہ کھایا جائے مثلًا پانی میں ڈوبا ہے۔ کیونکہ نہیں معلوم وہ مرکر پانی میں گرا ہے یا گر کر مرا ہے۔ ایسے مشکوک شکار کو ہرگز نہ کھایا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نُهِيْنَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَآءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ قَبِيْصَةَ ابْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مجوسیوں کے کتے کے شکار سے منع فرمایا گیا[۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگ سفر والے ہیں[۲] یہود اور عیسائیوں اور مجوسیوں پر گزرتے ہیں تو ان کے برتنوں کے سوا اور برتن نہیں پاتے فرمایا اگر ان کے علاوہ نہ پاؤ تو انہیں پانی سے دھولو پھر اس میں کھاؤ پیو[۳] (ترمذی) روایت ہے قبیصہ ابن ہلب سے وہ اپنے والد سے راوی[۴] فرماتے ہیں کہ میں نے

[۱] کیونکہ مجوسی کا ذبیحہ حرام ہے تو اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اگر مسلمان کا کتا مجوسی نے چھوڑا تو اس کا مارا شکار حرام ہے۔ اور اگر مسلمان و مجوسی دونوں نے اپنے کتے چھوڑے دونوں نے مل کر شکار کیا، تب بھی جانور حرام ہے۔ مسلمان ہرگز نہ کھائے۔ غرضیکہ کتا چھوڑنے والے کا اعتبار ہے۔ کتے کا اعتبار نہیں۔ یہ بہت خیال رہنا چاہیئے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی یہودی کا شکاری کتا شکار کرے تو حلال ہے۔ اگرچہ اسے عیسائی یا یہودی نے چھوڑا ہو۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے تو اس کا شکار بھی حلال۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ کتا بھی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے مسیح یا عزیر کے نام پر نہ چھوڑے کہ غیر خدا کے نام پر ذبیحہ تو مسلمان کا بھی حرام ہے۔ [۲] یعنی میں اور میرے قبیلہ والے لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں اور ہم کو اکثر یہ واقعات پیش آتے ہیں جو عرض کررہے ہیں۔ [۳] یہ حکم احتیاطی ہے چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے برتنوں میں سور و شراب استعمال کرتے ہیں۔ پھر باقاعدہ انہیں پاک نہیں کرتے۔ اس لیے اس احتیاط کا حکم دیا گیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ مشرکین کے برتن ان کے پکائے ہوئے کھانے پاک ہیں۔ جب تک کہ ہم کو ان کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو۔ شریعت ظاہر پر ہے۔ آج ولایتی دوائیں۔ گھی اور بہت سی قسم کے بسکٹ۔ چاکلیٹ وغیرہ ولایت سے بن کر آتی ہیں۔ مسلمان عمومًا استعمال کرتے ہیں۔ یوں ہی ولایتی دودھ بلکہ ولایتی ڈبوں کا گوشت یہ سب کچھ شرعًا پاک حلال ہیں کیونکہ ان کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ ان کے کھانے سے پرہیز کرے۔ یوں ہی ولایتی کپڑے پاک ہیں ان کا دھونا لازم نہیں حضرات صحابہ کرام بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ہدیۃً بھیجے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے۔ ان میں نمازیں پڑھیں یہ سب فتویٰ ہے یہاں تقویٰ کی تعلیم ہے اور یہ امر استحبابی ہے۔ [۴] قبیصہ تابعی ہیں ان کے والد ہلب صحابی ہیں۔ ہلب ان کا لقب ہے۔ نام یزید ابن قنافہ ہے۔ قبیلہ بنی طے سے ہیں۔ قبیصہ کو نسائی اور ابن مدینی نے مجہول کہا امام عجلی اور ابن حبان نے ثقہ فرمایا (اشعہ، مرقات) ابوداؤد اور ترمذی نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ سَأَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا اَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِيَ الَّتِيْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسائیوں کے کھانے کے متعلق پوچھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور سے ایک آدمی نے پوچھا[1] تو فرمایا کھانوں میں سے ایک کھانا ہے جس پر ہم حرج سمجھتے ہیں[2] فرمایا تمہارے سینہ میں کچھ نہ کھٹکنا چاہیے[3] تم اس بارے میں عیسائیت سے مشابہ ہو گئے[4] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا[5] مجثمہ وہ جانور ہے جو تیر سے دھر لیا جائے[6] (ترمذی) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے[7] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر کچلی والے درندے سے[8] اور ہر پنجے والے پرندے سے[9] اور پالتو[10]

[1] یعنی یہود و نصاریٰ کے پکائے ہوئے حلال کھانے مسلمانوں کو کھانا مباح ہیں یا نہیں، جیسے ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، چاول، دال، بکری وغیرہ کا گوشت۔ یہ پوچھنے والے عدی ابن حاتم تھے جو پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے جیسا کہ اشعہ میں ہے۔ [2] یعنی اہل کتاب وغیرہم کے پکائے ہوئے کھانوں میں ہم کو شبہ رہتا ہے کہ یہ کھانے یا پانی یا برتن پاک ہیں یا نہیں ہم انہیں کھائیں یا نہ کھائیں۔ [3] یعنی ایسے کسی کھانے میں بلاوجہ شک نہ کرو، شوق سے کھاؤ۔ بغیر دلیل کسی چیز کو ناپاک نہ سمجھو، اسلام میں آسانی ہے ایسی سختیاں نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں وہم کا ذکر ہے یعنی بلا دلیل ایسے کھانوں کو ناپاک یا حرام سمجھنا کہ شاید پکانے والے کے ہاتھ یا برتن گندے ہوں، یا محض وہم۔ [4] یعنی تم ایسے شبہات کر کے متقی نہ ہو گے بلکہ عیسائیت کے مشابہ ہو جاؤ گے جو اس قسم کے وہم میں مبتلا رہ کر تارک دنیا اور راہب بن جاتے ہیں۔ اسلام میں ایسے وہموں کا اعتبار نہیں چونکہ حضرت عدی ابن حاتم پہلے عیسائی تھے، اس لئے حضور انور نے عیسائیت کا ذکر فرمایا کہ تم مسلمان ہو جانے کے بعد بھی عیسائیوں کے مشابہ کیوں بنتے ہو (اشعہ) اسلام میں ظاہر کا اعتبار ہے جھوٹے وسوسے شبے اسلام میں معتبر نہیں، اس حدیث نے معاملہ ہی صاف فرما دیا۔ [5] یعنی جو جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا جائے اور بجائے شرعی ذبح کے اسے اس طرح مارا جائے وہ حرام ہے۔ قبضہ کا جانور ذبح ہو جانا چاہیئے، تیر کا ذبح مجبوری کی حالت میں ہے، جب جانور قبضہ میں نہ ہو۔ [6] مجثمہ بنا ہے جثوم سے جس کے معنی ہیں سینہ زمین سے لگا دینا رب تعالٰی فرماتا ہے۔ فاصبحوا فی دیارھم جٰثمین یہاں جاثمین کے یہی معنی ہیں۔ [7] آپ صحابی ہیں، صفہ والے فقراء صحابہ سے تھے۔ آپ اس جماعت سے ہیں جنہوں نے جہاد کے لیے حضور انور سے سواریاں مانگیں مگر نہ پائیں تو روتے ہوئے واپس ہوئے جن کا یہ ہی واقعہ قرآن کریم میں

مِنَ الطَّيْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِيْسَةِ وَاَنْ تُوْطَاءَ الْحُبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِيْ بُطُوْنِهِنَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى سُئِلَ اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ اَنْ يُنْصَبَ الطَّيْرُ اَوِ الشَّيْءُ فَيُرْمٰى وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيْسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ وَالسَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ فَيَمُوْتُ فِيْ يَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّذَكِّيَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

گدھوں کے گوشتوں سے [1] اور مجثمہ سے اور خلیسے سے منع فرمایا [2] اور اس سے کہ حاملہ عورت سے صحبت کی جاوے حتی کہ اپنے پیٹوں کے بچے جن دیں [3] محمد ابن یحیی نے کہا ابوعاصم سے مجثمہ کے متعلق پوچھا گیا [4] تو فرمایا وہ ہے کہ پرندہ یا کوئی چیز باندھی جائے پھر تیر سے مارا جائے [5] اور خلیسہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا بھیڑیا اور درندہ جسے کوئی پالے تو اس کو چھڑائے پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے اس کے قبضہ میں مرجائے [6] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے اور ابوہریرہ سے

مذکور ہے۔ شرح میں بحیرہ بحری میں دمات پائی (اشعہ) [1] جیسے کتا، بلی، شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ جن کے منہ میں کیلیں ہوتی ہیں مگر وہ شکار نہیں کرتا۔ لہذا علاء کیل میں شکاری کی قید اس لئے لگائی۔ [2] یہاں بھی پنجے والی شکاری چڑیاں مراد ہیں جیسے شکرہ، باز، صقرو وغیرہ۔ کوا بھی شکاری ہے پنجہ والا بھی ہے وہ بھی حرام ہے۔ بلوطے میں اختلاف ہے بعض کے ہاں وہ حلال ہے اگرچہ وہ پنجے والا تو ہے مگر شکاری نہیں، عربی میں اسے بلغا کہتے ہیں۔ جن بیوقوفوں نے کوا حلال مانا انہوں نے یہ حدیث نہ دیکھی، ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔

[1] گھر کا گدھا حرام ہے، وحشی نیل گائے حلال ہے۔ گدھا پہلے حلال تھا خیبر کے دن حرام فرمایا گیا۔

[2] خلیسہ کی تفسیر آگے آرہی ہے۔ اس کا کھانا جب حرام ہے جب وہ بغیر ذبح مرجائے اگر ذبح کرلیا جائے تو حلال ہے پھر وہ خلیسہ نہیں۔

[3] یعنی جہاد میں جو عورتیں قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، لونڈیاں بنائی جائیں۔ اگر وہ حاملہ ہوں ان سے صحبت حرام ہے اگر حاملہ نہ ہوں تو ایک حیض انتظار کرکے ان سے صحبت درست ہے۔

[4] ابوعاصم شیخ ہیں محمد ابن یحیی کے اور محمد ابن یحیی شیخ ہیں امام ترمذی کے جو اس حدیث کے راوی ہیں یعنی میں ابوعاصم کے پاس تھا کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ مجثمہ کس جانور کو کہتے ہیں جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔

[5] یعنی مرغی، بکری وغیرہ اپنے قبضہ کا جانور ہے باندھ کر اسے تیر مارا جائے اس طرح وہ مرجائے یہ حرام ہے۔ اگر اس زخمی کو ذبح کرلیا جائے تو گوشت حلال ہے مگر یہ کام حرام ہے۔

[6] یعنی اگر مرغی کو بلی یا بکری کو بھیڑیا یا چیتا وغیرہ جانور پکڑے لوگ اس کے منہ سے چھڑالیں ذبح نہ کرسکیں وہ زخم کی وجہ سے مرجائے وہ خلیسہ ہے اور حرام ہے۔ خلیسہ بنا ہے خلس سے بمعنی اچک لینا، چھین لینا، اسی سے ہے اختلاس۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ شَرِيْطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيْسٰى هِيَ الذَّبِيْحَةُ يُقْطَعُ مِنْهَا الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْاَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتّٰى تَمُوْتَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ رواہ ابوداود وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِيْ بَطْنِهَا الْجَنِيْنَ اَنُلْقِيْهِ اَمْ نَاْكُلُهُ قَالَ كُلُوْهُ اِنْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے کو نچے ہوئے سے منع فرمایا[1] ابن عیسیٰ نے یہ زیادہ فرمایا کہ وہ ایسا ذبیحہ ہے جس کی کھال کاٹ دی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں پھر چھوڑ دیا جائے حتی کہ مر جائے[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہے[3] ابوداؤد، دارمی اور ترمذی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول ہم اونٹنی ذبح کرتے ہیں اور گائے و بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں آیا اسے پھینک دیں یا کھالیں فرمایا اگر چاہو تو

[1] شریطہ بنا ہے شرط الحجام سے یعنی فصد کھولنے والے کا نشتر مارنا کھال چیر کر خون نکالنا۔ جو شخص جانور کی صرف کھال کاٹ دے حلقوم اور رگیں نہ کاٹے وہ گویا حجام کا سا نشتر مارتا ہے چونکہ ایسا ذبح شیطانی تعلیم سے ہے جو کفار میں رائج تھا۔ اس لئے اسے شریطہ شیطان کہا گیا۔ یعنی شیطان کا سکھایا ہوا نشتر۔[2] اس حرکت سے جانور کو سخت تکلیف بھی ہوتی ہے کہ جان بہت دیر میں اور مشکل سے نکلتی ہے۔ اور اس کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے۔ لا تفری بنا ہے فری سے بمعنی کاٹنا اصطلاح میں فساد کے لیے کاٹنے کو فری کہا جاتا ہے اوداج جمع ہے ودج کی، ودج حلقوم کے آس پاس کی رگیں جن کا کٹنا ذبح کے لئے ضروری ہے۔[3] یعنی اگر بکری یا گائے ذبح کی گئی اس کے پیٹ میں بچہ مردہ نکلا وہ حلال ہے کہ ماں کی ذبح سے وہ بھی ذبح مانا جائے گا۔ خیال رہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایسا بچہ مطلقًا حلال ہے خواہ اس کے جسم پر بال جمع ہوں یا فقط گوشت کا لوتھڑا ہو۔ امام مالک کے ہاں اگر بچہ پورا بن چکا ہے۔ حتی کہ اس کے جسم پر بال بھی اگ گئے ہیں تو حلال ہے، ورنہ حرام۔ ہمارے امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک اگر بچہ زندہ نکلا اور اسے ذبح کر لیا گیا تو حلال ہے ورنہ حرام۔ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے بعض نے فرمایا کہ اگر یہ بچہ زندہ نکلا پھر مر گیا تو بھی حلال ہے بعض نے فرمایا کہ ایسا بچہ حرام ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اولًا تو یہ حدیث صحیح نہیں، اگر صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیٹ کے بچہ کا اس کی ماں کا سا ذبح ہے یعنی جیسے اس کی ماں کو حلقوم و رگوں کو کاٹ کر ذبح کیا جاتا ہے ایسے ہی اس کے بچہ کو ذبح کیا جائے گا۔ اور ذکاۃ امہ میں ذکاۃ منصوب ہے کاف جارہ پوشیدہ ہے۔ یہ منصوب نزع الخافض ہے۔ کیونکہ ایسا شکار اگر پانی میں ڈوبا پایا جائے تو کھانا حرام ہے کہ شاید پانی سے مرا ہو یونہی اس مردہ بچہ میں شبہ ہے کہ وہ دم گھٹنے کی وجہ سے مرا ہو امام شافعی کی دلیل یہ حدیث جب نہیں جبکہ عبارت یوں ہوتی زکوٰۃ الحیوان زکوٰۃ الجنین۔

شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَکٰوتَہٗ ذَکٰوۃُ اُمِّہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَھَا بِغَیْرِ حَقِّھَا سَاَلَہُ اللّٰہُ عَنْ قَتْلِہٖ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا حَقُّھَا قَالَ اَنْ یَّذْبَحَھَا فَیَاْکُلَہَا وَلَا یَقْطَعَ رَاْسَھَا فَیَرْمِیْ بِھَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ نِ اللَّیْثِیِّ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یَجُبُّوْنَ اَسْنِمَۃَ الْاِبِلِ وَیَقْطَعُوْنَ اَلْیَاتِ الْغَنَمِ

لو کیونکہ اس کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کی طرح ہے لے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چڑیا یا اس سے اوپر کے کسی جانور کو ناحق مار ڈالے ؎ تو اس کے قتل کے متعلق اللہ اس سے پوچھے گا عرض کیا گیا یارسول اللہ اس کا حق کیا ہے فرمایا کہ اسے ذبح کرکے کھائے یہ نہ کرے کہ اس کا سر کاٹے پھر اسے پھینک دے ؎ (احمد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوواقد لیثی سے ؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے حالانکہ لوگ اونٹ کے کوہان اور بکری کے چوتڑ کاٹ لیا کرتے تھے ؎

لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے نہ کہ امام شافعی کی (مرقات، اشعہ) ؎ یعنی اگر زندہ بچہ نکلا تو اسے یونہی پھینک کر مر جانے دیں یا اسے ذبح کرکے کھالیں اس کے متعلق ارشاد ہوا۔ ؎ اس جملہ کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے کہ اگر اسے کھاؤ تو ذبح کرکے کھاؤ، اور اس کا ذبح بھی اس کی ماں کی طرح ہوگا۔ ؎ حلال جانور کے شکار کا حق ہے اسے شکار کرکے کھانا۔ اگر کھانا مقصود نہ ہو محض تفریح اور وقت گزاری کے لیے شکار کرے تو آخرت میں پکڑ ہے۔ حرام جانور کے شکار کا مقصود یا اس کی کھال و بال سے نفع حاصل کرنا یا اس تکلیف سے خلق کو بچانا۔ جیسے جنگلی سوروں کا شکار کہ یہ دفع شر کے لیے بھی ہے اور ان کے اجزاء سے نفع لینے کے لیے بھی۔ چنانچہ ہاتھی کی ہڈی، دانت وغیرہ بہت کام میں آتی ہے۔ ایسے ہی شیر و چیتے کے کھال چربی مختلف طرح استعمال کی جاتی ہے۔ یہاں حلال جانوروں کے شکار کا ذکر ہے۔ لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حرام جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے کہ وہ کھائے نہیں جاتے۔ یہ تحقیق خیال میں رہے۔ ؎ اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ حلال جانوروں کا شکار صرف کھانے کے لیے کیا جائے اور وہ ضرور کھایا جائے (مرقات) یہ حکم شکار کے لیے ہے قربانی میں مقصود گوشت نہیں ہوتا صرف خون بہا کر رب کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ لہذا مکہ معظمہ میں جو ہزارہا زیادہ قربانیاں غاروں میں گاڑھ دی جاتی ہیں بالکل جائز ہے کہ وہاں مقصود حاصل ہوگیا، خون بہانا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار کا جانور اگر زندہ مل جائے تو اسے ذبح ہی کرنا پڑے گا۔ بغیر ذبح حلال نہ ہوگا۔ ؎ آپ کا نام حارث ابن عوف ہے۔ ابوواقد کنیت ہے۔ قبیلہ بنی لیث سے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں بدر میں حاضر ہوئے بعد میں مکہ معظمہ میں رہے وہاں ہی ۶۸ اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ پچھتر سال عمر ہوئی۔ ؎ یعنی بقدر ضرورت زندہ اونٹ زندہ بکری کے اعضاء کاٹ کر کھالیتے

فَقَالَ مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُد

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ اَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لَقْحَةً

بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ اُحُدٍ فَرَاٰى بِهَا الْمَوْتَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَنْحَرُهَا بِهِ فَاَخَذَ وَتِدًا فَوَجَاَ بِهِ

فِي لَبَّتِهَا حَتّٰى اَهْرَاقَ دَمَهَا ثُمَّ اَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ بِاَكْلِهَا

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَمَالِكٌ وَفِي رِوَايَتِهِ قَالَ فَذَكَّاهَا بِشِظَاظٍ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

توحضور نے فرمایا کہ جو حصہ جانور کا کاٹ لیا جائے اور جانور زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے نہ کھایا جائے [۱] (ترمذی،ابو

داؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے [۲] وہ بنی حارثہ کے ایک شخص سے راوی [۳] کہ وہ احد کی

گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اونٹنی چرایا کرتے تھے [۴] تو اس پر موت دیکھی، ایسی چیز نہ پائی جس سے اسے ذبح کریں انہوں

نے ایک میخ لی وہ اس کی گھنڈی میں گھونپ دی [۵] حتی کہ اس کا خون بہادیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو

حضور انور نے اس کے کھانے کا حکم دیا (مالک) اور ان کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسے

دھار دار لکڑی سے ذبح کردیا [۶] روایت ہے حضرت جابر سے

جانور اسی طرح جیتا رہتا تھا، مہینوں تک اس کے اعضاء کاٹ کاٹ کر کھاتے رہتے۔ وہ زندہ تڑپتا رہتا۔ جو قوم اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کردیتی تھی اس سے یہ کام کیا بعید ہے۔

[۱] یعنی زندہ جانور کا جو عضو کٹ جاوے وہ مردار ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ لہذا اگر شکار کو نیزہ یا تیر مارا جس سے اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ کر الگ ہوگیا، پھر اسے ذبح کیا گیا تو وہ کٹا ہوا پاؤں حرام ہے باقی حلال۔ بعض لوگ زندہ دنبہ کی چکی سے چربی نکال لیتے ہیں وہ چربی کھانا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اعضاء جانور کے کھانے کے متعلق ہے۔ زندہ بھیڑ کی اون، زندہ ہاتھی کے کاٹے ہوئے دانت کا استعمال حلال ہے اور زندہ جانور کے پیٹ سے نکالا ہوا بچہ، جو پیٹ چاک کرکے نکالا جائے اور ہو مردہ وہ کھانا حرام ہے۔

[۲] تابعی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، مدینہ منورہ میں قیام رہا، چوراسی سال عمر پائی ۹۴ھ سترانوے میں وفات پائی۔ [۳] چونکہ یہ صاحب صحابی ہیں، اور صحابہ تمام کے تمام عادل ثقہ ہیں۔ اس لئے ان کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں۔ [۴] لقحہ وہ حاملہ اونٹنی جس کا بچہ عنقریب پیدا ہونے والا ہو یا قریب ہی میں پیدا ہوچکا ہو، شعب پہاڑ کا درہ۔ یا دو پہاڑوں کے درمیان راستہ یا پانی کی گزرگاہ (مرقات و اشعہ) احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ [۵] اس طرح کہ اس میخ کے گھونپنے سے ان کے گلے میں سوراخ ہوگیا، اور خون بہہ گیا، اور حلقوم کٹ گیا۔ [۶] شظاظ شین کے کسرہ، پہلی ظ کے شد یعنی وہ دھاری لکڑی جس کے دونوں طرف دھار ہوگئی ہو (اشعہ)

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْبَحْرِ اِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِيْ اٰدَمَ
رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ

بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ ضَارٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ صَيْدٍ اَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دریائی جانور نہیں مگر اسے اللہ نے اولاد آدم کے لیئے [1] حلال فرمادیا (دار قطنی)

کتے کا بیان

پہلی فصل

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جانور یا شکاری کتے کے سوا [3] کوئی کتا پالے تو روزانہ اس کے عمل سے دو دانگ کم ہوں گے [4] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جانوروں یا شکار یا کھیتی باڑی کے کتوں کے سوا اور کوئی کتا پالا

[1] یعنی دریائی جانور کے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں وہ بغیر ذبح حلال ہے۔ کیونکہ اس میں بہتا خون نہیں۔ خیال رہے مچھلی بالاتفاق حلال ہے مچھلی کے علاوہ باقی دریائی جانور امام اعظم کے نزدیک حرام ہیں۔ دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ [2] یہ بیان کہ کونسا کتا پالنا جائز ہے کونسا نہیں اور کس کتے کا قتل جائز ہے کس کا نہیں، چونکہ شکار کے بیان میں کتے کا ذکر بھی تو کیا تھا کہ شکاری کتے کا شکار حلال ہے۔ اگرچہ وہ کتے کے منہ میں مرجائے۔ اس لیئے اب مؤلف نے کتے کے اقسام و احکام کا باب باندھا گویا یہ باب پچھلے باب کا تتمہ ہے۔ [3] یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیئے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضار اصل میں ضاری تھا ی تخفیف کرکے گرادی گئی تھی ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی عقر کا ضاری یعنی شکار کو پھڑ کانے والا کتا یعنی شکاری کتا۔ [4] عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل، کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں، اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں، مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا۔ اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیئے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یا اس لیئے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی۔ لہذا جتنی یقینی پاکی و طہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے۔ ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے (مرقات) بہرحال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ قیراط ایک

مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اَنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ ذِي النُّقْطَتَيْنِ فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اس کے ثواب سے روزانہ ایک قیراط کم ہوگا[۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے ہلاک کردینے کا حکم دیا[۲] حتی کہ ایک عورت دیہات سے اپنا کتا ساتھ لاتی تو ہم اسے قتل کردیتے تھے[۳] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ تم کالے بھجنگے دو داغ والے کو قتل کردو[۴] کہ وہ شیطان ہے[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

خاص وزن کا نام ہے۔ یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لیے ہے۔ ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔

۱؎ اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے۔ یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلا ضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی۔ یا گاؤں و جنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے۔ شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے۔ یا اوّلًا دو قیراط کی کمی کا قانون تھا۔ پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی۔ غرضیکہ یہ حدیث گذشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں (مرقات)، مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتنا اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط۔ محبت سے کتا پالنا، اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیٰحدہ رہنا اتخاذ ہے۔ لہذا حادیث متعارض نہیں۔ ۲؎ عام کتے یا خاص کتے مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ کیونکہ مدینہ منورہ نزول وحی کی جگہ ہے۔ وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۔ ۳؎ عورت کا ذکر اتفاقی ہے کہ اکثر عرب عورتیں ہی کتے ساتھ رکھتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا کتا مدینہ منورہ میں آجاتا ہم اسکو بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اس کی مالکہ کے بغیر اذن ہی اسے ماردیتے تھے معلوم ہوا کہ ناجائز کتا، سور، شراب، جوئے کا سامان وغیرہ یوں ہی طبلہ، سارنگی وغیرہ ناجائز و حرام گانے کے آلات مالک کی بغیر اجازت بھی ضائع کیے جاسکتے ہیں۔ اس میں ضائع کرنے والے پر تاوان نہیں یہ حدیث بہت سے احکام کی ماخذ ہے۔ ۴؎ اسود کالا اور بہیم خالص کالا جس میں اور کوئی رنگ نہ ہو۔ ذوالنقطتین وہ کتا یا سانپ جس کی آنکھوں کے اوپر دو داغ بھی۔ یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ڈراؤنا بھی۔ اس قسم کا سانپ تو بہت ہی خطرناک ہے کتا دیوانہ ہوکر سانپ سے زیادہ خطرناک ہوجاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی ویسا ہی ہوجاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہوکر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے۔ کتے کی طرح خود بھونکتا ہے۔ ۵؎ یعنی ایسا کتا نقصان و شر میں شیطان کی طرح ہے مرقات نے فرمایا

اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ کَلْبَ غَنَمٍ اَوْ مَاشِیَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّةٌ مِّنَ
الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا کُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا کُلَّ اَسْوَدَ بَهِیْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ
وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَمَا مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ یَّرْتَبِطُوْنَ کَلْبًا اِلَّا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ کُلَّ
یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ کَلْبَ حَرْثٍ اَوْ کَلْبَ غَنَمٍ وَعَنْ

شکار کے کتے اور بکریوں کے کتے اور جانوروں کے کتے کے سوا باقی سب کتوں کے مارنے کا حکم دیا[۱] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ کتے بھی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے تو میں ان سب کے قتل کا حکم دیتا[۲] پس تم ہر خالص کالے کتے کو قتل کردو[۳] ابوداؤد دارمی اور ترمذی نسائی نے یہ زیادتی کی کہ کوئی گھر والے نہیں جو کتا پالیں مگر ہر دن ان کے عمل سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ سوا شکاری کتے یا کھیتی کے لیے یا بکریوں کے کتے کے[۴] روایت ہے

[۱] اسلام میں پہلے تمام کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا۔ پھر صرف کالے آنکھوں پر داغ والے کتے کے قتل کا حکم رہا۔ تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا۔ اب حکم یہ ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور۔ اور ضرر والے خصوصًا دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے اور بلا ضرورت کتا پالنا منع ہے۔ [۲] اس کے متعلق مسئلہ ابھی عرض کیا گیا کہ کتوں کے قتل کا عمومی وجوب منسوخ ہے۔ ایک شرط کے ماتحت حکم استحبابی باقی ہے۔ موذی اور دیوانہ کتوں کا قتل اب بھی واجب ہے۔ [۳] اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم مطلب یہ ہے کہ کتے بھی مخلوق ہیں، ایک گروہ ہے جس کے پیدا فرمانے میں حکمت ہے اور انسان کو اس سے فائدہ بھی ہے کہ حفاظت و شکار میں کام آتا ہے۔ اس لیے اس کا بالکل فنا کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ کتے پالنے کا اور حکم ہے اسے ہلاک کرنے کا دوسرا حکم۔ بلا فائدہ اس کا پالنا ناجائز۔ فائدہ حفاظت یا شکار ہے اور بلا ضرر اس کا مارنا ممنوع۔ نقصان خواہ بالفعل ہو یا بالاحتمال [۴] یہاں مرقات نے فرمایا کہ حیوانات کا ذبح کرنا صرف دو وجہ سے جائز ہے یا نفع حاصل کرنے کے لیے یا ان کا نقصان دفع کرنے کے لیے، چونکہ خالص کالا کتا فائدہ کم دیتا ہے نقصان زیادہ، اس لیے اس کے مار دینے کا حکم ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔ اب صرف نقصانی کتا ہلاک کیا جائے، کالا ہو یا اور رنگ کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھو، سانپ، بھیڑیا، شیر، چیتا وغیرہ تمام وہ جانور جو صرف نقصان دہ ہیں۔ ان سے نفع کوئی نہیں۔ ان کو مارنا مطلقًا درست ہے۔ [۵] بکری سے مراد تمام مویشی ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ کہ ان کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے یوں ہی باغ، گھر، دوکان کی حفاظت کے لیے پالنا درست ہے۔ ریوڑ کی حفاظت والے کتے بھیڑیے کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ احمال کم ہونے

ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ بَابُ مَا يَحِلُّ اَكْلُهٗ وَمَا يَحْرُمُ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهٗ حَرَامٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور لڑوانے سے منع فرمایا ۱ (ترمذی، ابوداؤد) باب اس کا بیان کہ کس جانور کا کھانا حلال ہے اور کس کا حرام ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر کیچلی والا درندہ اس کا کھانا حرام ہے ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ۴ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوثعلبہ سے فرماتے ہیں کہ

۱ اس کے معنی اور اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آج مسلمانوں میں مرغ لڑانا، کتے لڑانا، اونٹ، بیل لڑانے کا بہت شوق ہے یہ حرام سخت حرام ہے۔ کہ اس میں بلاوجہ جانوروں کو ایذا رسانی ہے۔ اپنا وقت ضائع کرنا بعض جگہ مال کی شرط پر جانور لڑائے جاتے ہیں یہ جوا بھی ہے۔ حرام در حرام ہے۔ جب جانوروں کو لڑانا حرام ہے تو انسان کو لڑانا سخت حرام ہے۔ خیال رہے کہ اسلامی فوج کو کفار سے لڑانا جہاد ہے۔ یونہی مشق کے لیے تیاری اور جہاد کے لیے کشتی لڑنا لڑانا جہاد کی تیاری ہے۔ یہ دونوں کام عبادت ہیں۔ مسلمانوں کی آپس میں جنگ کرانا یہ حرام ہے۔ لڑانا اور چیز ہے۔ کشتی اور جہاد اور چیز۔ ۲ چونکہ اصل حالت حلال ہونا ہے۔ عارضی حالت حرام ہونا نیز حلال چیزیں زیادہ ہیں حرام کم۔ ان وجوہ سے حلال کا ذکر پہلے فرمایا۔ حرام کا بعد میں (مرقات) قرآن کریم نے صرف چھ چیزیں حرام فرمائیں۔ مردار ۱ خون ۲ سور کا گوشت ۳ غیر خدا کے نام پر ذبیحہ ۴ گلا گھونٹا جانور ۵ گر کر مر جانے والا ۶ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ جیسے ہر کیچلی والا شکاری چرندہ جانور جیسے کتا بلی وغیرہ اور ہر پنجہ والا شکاری جیسے کوا، باز، شکرہ وغیرہ۔ جن جانوروں کی حرمت قطعی و یقینی حدیث سے ثابت ہے۔ ان کی حرمت میں تمام امت کا اتفاق ہے۔ جیسے کتا، بلی وغیرہ جن کی حرمت احادیث ظنیہ سے ثابت ہے۔ ان کی حرمت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ہمارے امام اعظم کے ہاں سوا مچھلی کے تمام دریائی جانور حرام ہیں۔ امام مالک کے ہاں سوائے دریائی خنزیر اور دریائی انسان کے تمام دریائی جانور حلال ہیں۔ امام شافعی کے ہاں سارے دریائی جانور حلال ہیں۔ وہ اس آیت سے دلیل لیتے ہیں واحل لکم صید البحر اور اس حدیث سے ھو الطھور ماءہ والحل میتتہ ہمارے امام صاحب کی دلیل یہ آیت ویحرم علیہم الخبائث غرضیکہ حرام و حلال کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ امام احمد کے ہاں سوا منصوص محرمات کے جسے عرب طیب حلال کہیں وہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَاَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ رَاٰى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَعَقَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشتوں سے منع فرمایا [2] اور گھوڑوں کے گوشتوں کی اجازت دی (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ انہوں نے وحشی گدھے کو دیکھا تو اسے ہلاک کردیا [3] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حلال ہے (اشعۃ اللمعات) [3] یعنی جو کچل والے جانور اپنے دانتوں سے شکار کریں وہ حرام ہیں جیسے چیتا، بھیڑیا، کتا وغیرہ۔ یہ قاعدہ بہت ہی عام اور ضروری ہے۔ [4] خیال رہے کہ حرام جانور کا دودھ بھی حرام ہے۔ سوا انسان کے۔ یوں ہی حرام جانور کے انڈے حرام ہیں یہ خیال رہے۔

[1] وحشی گدھا یعنی نیل گائے بالاتفاق حلال ہے۔ پالتو گدھے کی حرمت میں گفتگو ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک گدھا حرام ہے۔ حضرت شریح۔ حسن۔ عطا ابن ابی رباح۔ سعید ابن جبیر حماد ابن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ وہ اُسے حلال کہتے ہیں۔ (مرقات) مگر عام فقہاء مجتہدین حرام کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہی حدیث ہے۔ اور یہ آیت وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے۔ خچر، گدھے کھانے کے لیے نہیں، بلکہ سواری یا باربرداری اور آرائش کے لیے ہیں۔ اس لیے آیت کریمہ میں گھوڑے، خچر اور گدھوں کو ملا کر بیان فرمایا ہے اور ان تینوں کا ایک ہی مقصد بیان فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں جانور حرام ہیں۔ یہ ہی امام اعظم کا مذہب ہے۔

پہچان: حرام و حلال جانور پہچاننے کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ دریائی جانور سارے حرام ہیں۔ سوا مچھلی کے خشکی کے بے خون والے جانور سارے حرام ہیں سوا ٹڈی کے۔ خون والے خشکی کے جانور دو قسم کے ہیں۔ پرندے اور چرندے۔ پرندے جانور شکاری پنجے والے حرام ہیں۔ باقی حلال، چرندے جانوروں میں کیڑے مکوڑے حرام ہیں۔ جیسے سانپ۔ چوہے۔ گوہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ کچل والے شکاری جانور حرام ہیں باقی حلال ہیں۔ یہ ہی مذہب حنفی ہے۔ [2] یعنی شروع اسلام میں گدھا پالتو حلال تھا۔ غزوہ خیبر میں قیامت تک کیلئے حرام کردیا۔ اس خیبر میں عورتوں سے متعہ حرام ہوا اُس کی حرمت بھی تا قیامت ہے۔ [3] گھوڑے کی حلت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ یہ حدیث حلال فرمانے والوں کی دلیل ہے امام اعظم کی دلیل وہ آیت کریمہ ہے جو پچھلی حدیث میں ہم نے عرض کی کہ رب تعالٰی نے گدھا۔ خچر، گھوڑا ان تینوں کو جمع فرما کر فرمایا لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً کہ یہ تینوں جانور سواری اور زینت کے لیے پیدا فرمائے۔ معلوم ہوا کہ ان تینوں میں سے کوئی کھانے کیلئے نہیں۔ مگر چونکہ گھوڑے کی حرمت، شرافت و کرامت کی بناء پر ہے اس لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے انسان کہ اس کا گوشت حرام مگر جھوٹا پاک۔ نیز ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت خالد ابن ولید سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشتوں سے منع فرمایا، نیز نسائی شریف نے حضرت سلمہ ابن نفیل سکونی سے روایت کی کہ حضور نے گھوڑے کو ذلیل کرنے اور اس پر ذلت سے بوجھ لادنے سے

وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا فَاَكَلَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَيْهَا فَقَبِلَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلضَّبُّ لَسْتُ اٰكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهٗ

فرمایا کہ کیا اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس ہے عرض کیا ہمارے پاس اس کا پاؤں ہے حضور نے قبول فرمایا اور کھایا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مرالظہران میں[۲] ایک خرگوش کو بھڑکایا تو میں نے اسے پکڑ لیا تو میں اسے ابوطلحہ کے پاس لایا انہوں نے ذبح کیا[۳] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا چوتڑ اور دونوں رانیں بھیجیں تو حضور نے اسے قبول فرمالیا[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گوہ کو نہ تو میں کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ خالد ابن ولید نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میمونہ کے پاس گئے وہ ان کی اور ابن عباس کی خالہ ہیں[۵]

منع فرمایا۔ اس حدیث کے چند جواب دیئے۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اسکی ناسخ وہ ہی حدیث خالد ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ دوسرے یہ کہ گھوڑے کے متعلق حلت و حرمت دونوں کی روایات ہیں اور جب حلت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہاں اذن بمعنی رخص ہے۔ بلکہ بعض روایات میں رخص ہی ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ غزوہ خیبر میں ایک ضرورت کی وجہ سے گھوڑا کھانے کی اجازت دی یہ اجازت عضو ہی تھی۔ چوتھے یہ کہ اگر گھوڑا گائے بھینس کی طرح حلال ہوتا تو اسکی قربانی بھی جائز ہوتی حالانکہ اس کی قربانی کسی نے جائز نہ کی۔ پانچویں یہ کہ حضور اور خلفاء راشدین سے گھوڑا کھانا کہیں ثابت نہیں۔ خیال رہے کہ پہلے گھوڑا وحشی جانور تھا حضرت اسمٰعیل نے سب سے پہلے اس پر سواری کی۔ جب یہ جانور پالتو ہوا مرقات۔ واشعہ بہرحال گھوڑے کے متعلق مذہب امام اعظم میں احتیاط ہے اور باقی مذاہب میں گنجائش۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام میں سوا حضرت ابن عباس کے کوئی صحابی گدھے کی حلت کے قائل نہیں۔ [۱] یعنی اس کا شکار کیا وحشی گدھا یعنی نیل گائے بالاتفاق حلال ہے۔ ہر جگہ شکار کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے گھوڑے کی طرح ہوتا ہے یوں ہی جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ [۲] حضرت ابوقتادہ نے تو پوچھا تھا کہ کیا یہ حلال ہے۔ حضور انور نے جواب عطا فرمایا کہ اسے کھا کر دکھا دیا، یہ جواب قوی جواب سے زیادہ قوی ہے۔ [۳] مرالظہران حرمین شریفین کے درمیان مکہ معظمہ کے قریب ایک بستی ہے وہاں انہوں نے خرگوش زندہ پکڑ لیا۔ حضرت ابوطلحہ نے ذبح کیا۔ حضرت ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں۔ [۴] معلوم ہوا کہ خرگوش حلال ہے یہی اکثر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ بعض لوگوں نے اُسے مکروہ کہا ہے اس لیے کہ اس کی مادہ کو حیض آتا ہے (مرقاۃ) [۵] یہ حدیث

وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ غَزَوْنَا مَعَ

تو ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ پائی[1] تو انہوں نے گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا[2] تب خالد بولے کیا گوہ حرام ہے فرمایا نہیں لیکن میری قوم کی زمین میں نہ تھی[3] لہذا میں اپنے کو گھن کرتا پاتا ہوں۔ خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کھینچ لیا تو میں نے گوہ کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دیکھتے رہے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کھاتے دیکھا[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن ابی اوفی سے[1] فرماتے ہیں ہم نے

ان حضرات کی دلیل ہے جو گوہ کو حلال کہتے ہیں، جیسے امام شافعی و احمد۔ ہمارے یہاں ممنوع ہے ہماری دلیل دوسری فصل میں آرہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا تعارض کی وجہ سے مرجوح ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ نر گوہ کے دو ذکر ہوتے ہیں اور اس کی مادہ کی دو فرجیں کبھی پانی نہیں پیتا، چالیس دن میں ایک بوند پیشاب کرتا ہے۔ ہر ایک وقت چالیس انڈے دیتا ہے۔ اس کی عمر سات سو برس تک ہوتی ہے۔ گوہ نے ہی حضور کی گواہی بزبان فصیح دی تھی (اشعہ) [1] یعنی ام المومنین بی بی میمونہ حضرت خالد کی بھی خالہ ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس کی بھی خالہ ہیں، یہ جملہ معترضہ ہے جس میں وجہ بیان فرمائی کہ میں حضرت میمونہ کے پاس کیوں گیا۔ [1] محنوذ وہ گوشت ہے جو دیگچی میں بھونا گیا ہو اور محنوذ وہ گوشت ہے جو گرم پتھر سے بھونا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے "وجاء بعجل حنیذ" [2] یعنی یہ گوشت نہ کھایا بلکہ چہرۂ انور پر کراہت کے آثار نمودار ہوئے جس سے وہ سوال کیا گیا جو آئندہ مذکور ہے۔ [3] یعنی گوہ حرام شرعی نہیں لیکن مجھے اس سے نفرت طبعی ہے کیونکہ ہماری پرورش جناب حلیمہ کے ہاں ہوئی ہے۔ وہاں گوہ نہ ہوتی تھی اس لئے ہم نے کبھی کھائی نہیں ہے۔ اب کھانے کو دل نہیں چاہتا کراہت طبعی ہے۔ [4] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و دیگر ائمۂ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ گوہ حلال ہے۔ امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک ممنوع ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر حرام ہوتی تو حضور انور کے سامنے نہ کھائی جاتی۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ تَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوے کیے ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے [۱] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے پتوں والے لشکر میں غزوہ کیا [۲] اور ابو عبیدہ امیر بنائے گئے تو ہم سخت بھوکے ہو گئے پھر دریا نے ایسی مری مچھلی پھینکی کہ اس جیسی دیکھی نہ گئی [۳] جسے عنبر کہا جاتا تھا ہم نے اس میں سے آدھا ماہ کھایا [۴] پھر ابو عبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی تو

جب اباحت اور ممانعت میں تعارض ہو تو ترجیح ممانعت کی ہوتی ہے۔ [۸] دجاج نر و مادہ دونوں کو کہتے ہیں۔ ویک فقط نر مرغ کو یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہیئے۔ اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہرحال اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مرغ حلال ہے۔ دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں۔ اللہ دے تو اعلیٰ نفیس بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزیدار غذاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔ [۹] ان کا نام عبداللہ ہے والد کا نام اہیں قبیلہ جہینہ سے ہیں۔ غزوۂ احد میں شریک ہوئے، ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [۱] ٹڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے۔ مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی، بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ خشکی کے بے خون جانور سارے حرام سوا ٹڈی کے۔ [۲] خبط کے معنی ہیں درختوں کے پتے چونکہ اس غزوہ میں حضرات صحابہ نے بھوک کی وجہ سے پتے کھائے تھے اس لئے اسے غزوۂ خبط بھی کہتے ہیں اور ان غازیوں کے لشکر کو جیش خبط، یہ غزوہ ۸ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا (اشعہ) [۳] اس طرح کہ دریا نے مچھلی کنارہ پر پھینکی وہ خشکی میں آکر مر گئی ورنہ جو مچھلی دریا میں مر کر تر جائے وہ حرام ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ دریا کا میتہ حلال ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دریا کی وجہ سے مر جائے یعنی پانی نہ ملنے سے جو پانی میں مر کر تیر جائے وہ دریا کا مردہ نہیں، بلکہ کسی بیماری کی مردہ ہے۔

[۴] یعنی وہاں رہ کر پندرہ دن کھائی اور واپسی میں راستہ میں پندرہ دن یا مدینہ منورہ پہنچ کر پندرہ دن تک کھاتے رہے۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں۔ جس میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر ہے۔ اس مچھلی کو عنبر اس لیے کہتے ہوں گے کہ اس سے عنبر نکلتا ہے یا اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر ہے۔ (اشعہ)

الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ وَأَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَلَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ مَيْمُونَةَ

سوار اس کے نیچے سے گزر گیا [۱] پھر جب ہم آئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا کھاؤ وہ روزی جو اللہ نے تمہاری طرف ظاہر کی اور ہم کو بھی کھلاؤ اگر تمہارے پاس ہو فرماتے ہیں پھر ہم نے اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اس سے کھایا [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس ساری کو ڈبو دے پھر اسے پھینک دے [۳] کیونکہ اس کے بازوؤں میں سے ایک بازو میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے [۴] (بخاری) روایت ہے حضرت میمونہ سے

[۱] بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ نے سب سے اونچا اونٹ اس کی ہڈی کے نیچے سے گزارا تو وہ اونٹ اس ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔

[۲] اس عمل شریف سے مچھلی کی حلت عملی طور پر دکھا دی گئی۔ گویا قولی فتویٰ بھی دے دیا گیا اور عملی فتویٰ بھی۔

[۳] ذباب بنا ہے ذبٌّ سے بمعنی دفع کرنا۔ مکھی کو ذباب اس لیے کہتے ہیں کہ اسکو بار بار دفع کیا جاتا ہے مگر یہ آتی رہتی ہے۔ ذباب بمعنی دفع کی ہوئی چیز۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ مکھی نجس نہیں ہے پاک ہے اور چونکہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے، اس لئے پانی دودھ، شوربے وغیرہ میں ڈوب کر مر جانا اسے نجس نہیں کرتا، یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف یہ احتمال کہ شاید مکھی نجاست پر بیٹھ کر آتی ہو۔ شاید اس پر گندگی لگی ہو اس لیے یہ شوربا ناپاک ہو گیا ہو معتبر نہیں۔ شریعت ظاہر پر ہے۔

[۴] حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰی نے بہت جانوروں میں زہر و تریاق جمع فرما دیا ہے۔ شہد کی مکھی کے منہ سے شہد نکلتا ہے جو بیماریوں کی شفا ہے اور اس کے ڈنک سے زہر نکلتا ہے جو بیمار کرتا ہے۔ بچھو کے ڈنک میں زہر ہے اور خود بچھو کے جسم کی راکھ زہر کا علاج ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ مکھی پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ تم دوسرے بازوؤں کو غوطہ دے کر پھینکو، زہریلا بازو پہلے ڈالنا اسکی فطری بات ہے۔ دیکھو چیونٹی کو رب تعالٰی نے کیسی کیسی باتیں سکھا دی ہیں گندم جمع کرتی ہے اگر بھیگی گندم ہو تو اسے خشک کرتی ہے۔ پھر ایسے طریقہ سے رکھتی ہے کہ آئندہ نہ بھیگ سکے۔ دو ٹکڑے کاٹ کر رکھتی ہے تاکہ اُگ نہ جائے۔ دھنیہ کو نہیں کاٹتی کہ وہ ثابت بھی نہیں اُگتا۔ پاک ہے وہ رب بے نیاز۔

اَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ اَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَمْلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً اَقْتُلُهَا نَادَانِي اَبُو لُبَابَةَ لَا

کہ گھی میں چوہا گر کر مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا فرمایا اس کو اور اس کے آس پاس کو گرا دو اور اسی گھی کو کھاؤ[1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سانپوں کو مارو[2] خصوصًا دو دھاری والے کو اور بنڈے کو[3] کیونکہ وہ دونوں بینائی ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں[4] عبداللہ فرماتے ہیں[5] اس دوران میں کہ میں ایک سانپ پر حملہ کر رہا تھا کہ اسے مار ڈالوں مجھے ابولبابہ نے پکارا

جس نے بے عقل جانوروں کو یہ سمجھ بخشی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق کی ہر خاصیت سے خبردار ہیں حاکم بھی ہیں حکیم بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[1] گھی جما ہوا تھا جیسا کہ آئندہ مضمون میں معلوم ہو رہا ہے۔ یعنی اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے تو اس کے میت جسم سے متصل جو گھی ہے وہ نجس ہوگیا ہے باقی پاک ہے۔ اس نجس کو پھینک دو، باقی کھالو، وہ نجس گھی کھانے کے سوا دوسرے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ جیسے اس سے چراغ روشن کر سکتے ہیں۔ کشتی میں مل سکتے ہیں۔ پتلے تیل میں اگر چوہا مر جائے تو اسے نہ کھایا جائے۔ ہاں وہ چند طریقوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ جن میں سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نجس گھی یا تیل کو پاک گھی کے ساتھ اس طرح بہا دیا جائے۔ کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ ساتھ بہے۔ اس کی تحقیق شامی میں دیکھو۔

[2] یعنی ہر قسم کے سانپ قتل کردو۔ موٹے پتلے، کالے۔ پیلے، گوبرے اور غیر گوبرے۔

[3] طفیہ یعنی دو دھاری یہ ایک قسم کا کالا سانپ ہے۔ جس کے جسم پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ خبیث ترین سانپ ہے۔ بنڈا وہ سانپ جس کی دم موٹی اور چھوٹی ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب سانپ کی عمر دو سو سال ہو جاتی ہے تو اس کی دم موٹی پڑ جاتی ہے اور بہت ہی زہریلا ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔ اللہ تعالٰی دونوں سے محفوظ رکھے۔

[4] یعنی اگر انسان کی نظر ان کی نظر سے مل جائے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور اگر حاملہ عورت کی نظر اس کی نظر سے مل جائے تو اس کا حمل گر جاتا ہے یا خوف کی وجہ سے یا زہر کے اثر سے۔ اللہ کی پناہ یہاں مرقات نے لکھا ہے کہ ایک سانپ ناظر کہلاتا ہے۔ وہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ مر جاتا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک سانپ کا یہ حال ہے کہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ پانی ہوکر بہہ جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔

[5] محدثین جب عبداللہ مطلقًا بولتے ہیں تو عبداللہ بن مسعود مراد لیتے ہیں۔ مگر یہاں عبداللہ ابن عمر مراد ہیں۔ کیونکہ ابھی ان کا نام شریف بھی گزرا۔ (مرقات)

تَقْتُلُهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ إِنَّهُ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهُنَّ الْعَوَامِرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ إِذْ سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِيْرِهِ حَرَكَةً فَنَظَرْنَا فَإِذَا فِيْهِ حَيَّةٌ فَوَثَبْتُ لِأَقْتُلَهَا وَأَبُوْ سَعِيْدٍ يُصَلِّي فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنِ اجْلِسْ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَشَارَ إِلٰى بَيْتٍ فِي الدَّارِ فَقَالَ أَتَرٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ كَانَ فِيْهِ فَتًى مِنَّا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ

کہ اسے نہ مارو تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کے قتل کا حکم دیا ہے وہ بولے کہ اس کے بعد حضور انور نے گھر والے سانپوں سے منع فرمایا یہ سانپ گھر والے ہیں [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سائب سے [2] فرماتے ہیں ہم ابو سعید خدری کے پاس گئے اس دوران میں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے ان کے تخت کے نیچے حرکت سنی [3] تو ہم نے دیکھا وہاں سانپ تھا میں اسے قتل کرنے کے لیئے کودا اور جناب ابو سعید نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ [4] میں بیٹھ گیا جب وہ فارغ ہوئے تو گھر کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا فرمایا کیا تم اس کوٹھڑی کو دیکھتے ہو میں نے کہا ہاں فرمایا اس میں ہمارا ایک نوعروس جوان تھا [5] فرماتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کیطرف گئے [6] تو وہ

[1] یعنی جو سانپ گھروں میں رہتے میں بستے ہیں، کسی کو تکلیف نہیں دیتے وہ جنات ہیں سانپ نہیں۔ یہ حکم یا تو مدینہ منورہ کے لیے ہے یا عام مکانوں کے لیے۔ حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود سے مرفوعًا روایت ہے کہ سانپ کو مارنا ایسا ثواب ہے جیسے غازی کا کافر کو قتل کرنا

[2] آپ تابعی ہیں۔ ہشام ابن زہرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔

[3] یعنی ہم کو ان کے بستر پر سرسراہٹ محسوس ہوئی۔

[4] نماز میں اشارۃً کسی کو کچھ سمجھا دینا ضرورۃً جائز ہے۔ بلا ضرورۃً ممنوع۔ اشارہ ایسا ہو جو مفسد نماز ہوتا ہے۔

[5] جس کی شادی نئی نئی ہوئی تھی۔ عرس بمعنی شادی۔ عروس دولھا دلہن دونوں کو کہتے ہیں۔

[6] غزوۂ خندق کے موقعہ پر یہ جوان بھی خندق کھودنے پہ مامور تھا۔ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

فَكَانَ ذٰلِكَ الْفَتٰى يَسْتَاْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْصَافِ النَّهَارِ فَيَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَاْذَنَهٗ يَوْمًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ فَاَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَاِذَا امْرَاَتُهٗ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةٌ فَاَهْوٰى اِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعَنَهَا بِهٖ وَاَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ اُكْفُفْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ وَادْخُلِ الْبَيْتَ حَتّٰى تَنْظُرَ مَا الَّذِيْ اَخْرَجَنِيْ فَدَخَلَ فَاِذَا الْحَيَّةُ عَظِيْمَةٌ مُنْطَوِيَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ فَاَهْوٰى اِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَهٗ فِي الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَيْهِ

جوان دوپہریوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیا کرتا تھا اور اپنے گھر لوٹ جاتا تھا [۱] ایک دن اس نے حضور سے اجازت مانگی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہتھیار لیتے جاؤ کیونکہ میں تمہارے متعلق قریظہ سے ڈرتا ہوں [۲] چنانچہ اس شخص نے اپنے ہتھیار لے لیے پھر چلا گیا اچانک اس کی بیوی دروازہ میں کھڑی تھی [۳] اس نے بیوی کی طرف نیزے کا اشارہ کیا تاکہ اسے مار دے اسے غیرت آگئی [۴] وہ بولی کہ اپنا نیزہ روک رکھو گھر میں جاؤ تاکہ خود دیکھ لو کہ مجھے کس چیز نے نکالا ہے [۵] چنانچہ وہ گیا تو ایک بڑا سانپ بستر پر کنڈلی مارے لہرا رہا ہے [۶] وہ اس سانپ کی طرف نیزہ لے کر جھکا اسے نیزہ میں پرو لیا [۷] پھر نکلا پھر گھر میں چبھو لیا تو سانپ نے تڑپ کر اس پر حملہ کیا [۸]

[۱] کیونکہ نیا دولہا تھا۔ دوپہر میں آرام کرنے گھر جاتا تھا۔ دن ڈھلے واپس آجاتا۔ اپنے کام یعنی خندق کھودنے میں لگ جاتا تھا۔

[۲] قریظہ یہود کی وہ جماعت جو مدینہ منورہ کے قریب عوالی میں رہتی تھی۔ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی تھی کفار مکہ سے مل کر اس جماعت نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرائی تھی۔ ان لوگوں سے اندرونی حملہ کا ہر وقت ہی خطرہ رہتا تھا۔ اس لیے یہ ارشاد فرمایا۔

[۳] دروازے کی چوکھٹ کے دو بازوؤں کے درمیان کھڑی تھی۔ اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

[۴] اگرچہ گلی میں اس وقت کوئی۔ دوسرا نہ تھا۔ جس سے بے پردگی ہو۔ مگر اس غیرتمند صحابی کو غیرت آئی کہ میری بیوی ایسی جگہ کیوں آئی جہاں بے پردگی کا خطرہ ہو اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی بہو بیٹیوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ [۵] تاکہ تم کو پتہ لگے کہ میں مجبوراً میں باہر نکلی ہوں۔ ایسی مجبوری میں پردہ لازم نہیں رہتا۔ زبان سے نہ بتایا بلکہ اُسے دکھانے کی کوشش کی۔ [۶] اب اس جوان کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی باہر کیوں نکلی تھی۔ [۷] اس طرح کہ نیزہ سانپ کے جسم میں گھونپ دیا۔ اور سانپ کو طوق کی طرح بنایا۔ اسے اس ہار سے مشابہت دی گئی جس میں موتی پرو لیے جائیں۔ [۸] اس طرح کہ زخمی سانپ نے زور مارا۔ اس کے بڑھنے سے الگ ہوکر جوان کو کاٹ لیا۔ زخمی بلکہ قتل کھایا ہوا سانپ ضرور حملہ کرتا ہے اسی لئے سانپ کو مارنے والے اُسے

فَمَا يُدْرٰى أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الْحَيَّةُ أَمِ الْفَتٰى قَالَ فَجِئْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ وَقُلْنَا ادْعُ اللّٰهَ يُحْيِيهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبُيُوتِ عَوَامِرَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَحَرِّجُوا عَلَيْهَا ثَلٰثًا فَإِنْ ذَهَبَ وَإِلَّا فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَقَالَ لَهُمُ اذْهَبُوا فَادْفِنُوا صَاحِبَكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ

پھر خبر نہیں کہ ان دونوں میں جلدی کون مرا سانپ یا جوان ۱ راوی فرماتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا اور ہم نے عرض کیا ۲ کہ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اسے ہمارے لیے زندہ فرمادے ۳ فرمایا اپنے ساتھی کے لیے دعا بخشش کرو ۴ پھر فرمایا کہ ان گھروں میں کچھ جنات رہنے والے ہیں ۵ جب تم ان میں سے کچھ دیکھ لو تو ان پر تین دن تنگ کرو۔ پھر اگر وہ چلا جائے تو خیر ورنہ اسے مار دو کہ وہ کافر ہے ۶ اور فرمایا کہ جاؤ اپنے ساتھی کو دفن کردو ۷ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ میں

لاٹھی مار کر فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں، کیونکہ سانپ اچھل کر اس جگہ آگرتا ہے جہاں لاٹھی والا کھڑا تھا۔

۱ یعنی جوان فوراً ہی مر گیا، سانپ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے، اغیر محسوس وقفہ سے۔ عرب کا سانپ عموماً بہت ہی زہریلا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی پیلے علاقوں کے سانپ بہت زہریلے ہوتے ہیں۔ ۲ یہ واقعہ نقل فرمانے والے حضرت ابو سعید خدری ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کرنے والے عام حاضرین ہیں (مرقات)۔ ۳ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی مردے زندہ کرنے کے متعلق عرض نہ کیا۔ آج یہ عرض کرنا یا تو اس مرحوم نوعروس اور اس کی نئی نویلی دلہن پر ترس کھاتے ہوئے تھا۔ یا وہ حضرات سمجھے کہ جوان مرا نہیں ہے بلکہ بیہوش ہوگیا ہے۔ اشعۃ اللمعات نے دوسرا احتمال اختیار فرمایا۔ ۴ یعنی اسے زندہ کرانے سے بہتر یہ ہے کہ رب تعالٰی سے اسے بخشواؤ۔ دعائے خیر دوبارہ زندگی سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معجزہ پر قادر نہیں ہیں۔ حضور کے دست اقدس پر کئی مردے زندہ ہوئے ہیں۔ جس کو ہم نے اپنی کتب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ والدین کریمین کو زندہ فرما کر انہیں مؤمن صحابی بنانا تو مشہور ہی ہے۔ حضرت شیخ نے مدارج النبوت میں مردے زندہ فرمانے کے واقعات بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ جو ذات کریم بےجان لکڑیوں میں زندگی پیدا فرما کر کلمہ پڑھوا سکتی ہے۔ وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتی ہے۔ ۵ یعنی آج کل مدینہ منورہ کے گھروں میں کچھ جنات بشکل سانپ رہتے ہیں، جن میں سے بعض مؤمن بھی ہیں۔ لہذا یہ حکم ہر جگہ کے لیے نہیں بلکہ خاص مدینہ منورہ کے لیے ہے۔ وہ بھی اسی زمانہ پاک کے لیے ہے جیسا کہ ابھی اس روایت میں آرہا ہے۔ ۶ یعنی اگر تمہاری اس مہلت سے وہ فائدہ نہ اٹھائے، گھر سے نہ بھاگے تو پتا لگا کہ وہ واقعی سانپ ہی ہے یا کافر جن ہے۔ پھر اسے مار دو۔ ۷ اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔ پھر اس کی میت ہمارے پاس لاؤ۔ ہم نماز جنازہ پڑھائیں گے

جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ

کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں ؎۱ تو جب ان میں سے کچھ دیکھو تو اسے تین دن تک خبردار کرو اگر وہ پھر اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے مار دو کہ وہ شیطان ہے ؎۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ام شریک سے ؎۳ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کے مارنے کا حکم دیا ؎۴ کہ وہ حضرت ابراہیم پر پھونکیں مارتا تھا ؎۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن ابی وقاص سے

کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہر صحابی کی نماز جنازہ حتی الامکان خود پڑھاتے تھے۔

؎۱ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حکم صرف مدینہ منورہ کے لیے تھا۔ وہ بھی اس خاص زمانہ میں تھا جیسے مسلم انسان مدینہ کی گلیوں کو ترستے ہیں یوں ہی اس زمانہ میں مومن جنات بھی وہاں رہنے کے خواہش مند تھے۔ ان کی رعایت فرماتے ہوئے یہ حکم دیا گیا تھا۔ ؎۲ یعنی موذی سانپ ہے یا کافر جن ہے یا وہ قعی ابلیس کی ذریت ہے۔ معلوم ہوا کہ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں اس زمانہ میں سانپ کو یہ مہلت دینے کا حکم استحبابی تھا وجوبی نہ تھا۔ اگر کوئی مسلمان جن سانپ کی شکل میں ہو اور مسلمان کے ہاتھ مارا جائے تو مارنے والا مسلمان نہ تو گنہگار ہے نہ اس پر دیت یا قصاص ہے۔ کیونکہ وہ غیر شکل میں مارا گیا ہے۔ یہ قتل مسلم نہیں بلکہ سانپ کا مارنا ہے۔ جیسے کوئی شخص چور کی شکل میں اپنے کسی دوست کے گھر گھس جاوے گھر والا اپنی حفاظت کے لیے اسے مار دے، پھر پتہ لگے کہ یہ میرا فلاں دوست ہے جو دل لگی مذاق کے لئے چور کی شکل میں آیا تھا تو اس قاتل پر قصاص یا دیت نہیں۔ کیونکہ یہ قتل نہ تو قتل عمد ہے نہ قتل خطا۔ یہ تو اپنی جان کی حفاظت میں دشمن کا قتل ہے۔ یوں ہی جہاد میں غازی کسی مسلمان کو حربی کافر سمجھ کر مار دے تو اس پر قصاص یا دیت نہیں۔ ؎۳ ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں۔ ایک کا نام عزیہ بنت دودان ہے قرشیہ عامریہ ہیں۔ لوی ابن غالب کی اولاد سے۔ دوسری انصاریہ ہیں۔ خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں مرقات وا شعہ مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ؎۴ وزغ جمع ہے وزغہ کی، یعنی گرگٹ، مشہور جانور ہے۔ چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ دم لمبی ہوتی ہے۔ رنگ بدلتا ہے۔ سبزیوں میں رہتا ہے۔ ؎۵ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا تو، آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا۔ کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے۔ اگرچہ اس کی پھونک آگ سے تیز نہ ہو گئی۔ وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دلی حالت معلوم ہو گئی کہ یہ دشمن خلیل ہے۔ اس لئے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا۔ اس کے برعکس ہد ہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لا لا کر اس پر ڈال دیتا تھا۔ کہ آگ بجھ جائے۔ اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا اس کے ذریعہ ملکہ بلقیس

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار دینے کا حکم دیا اور اس کا نام بدکار رکھا[1] (مسلم) روایت ہے
حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے تو اس کے لیے
سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری چوٹ میں اس سے کم اور تیسری چوٹ میں اس سے کم[2] (مسلم) روایت ہے
ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی نبی کو کاٹ لیا[3] تو
انہوں نے چیونٹیوں کی بستی جلانے کا حکم دیا

بلقیس کو ہدایت دی گئی، جیسا کہ قرآن کریم سورۂ نمل میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے۔ محبت رسول کا انجام اچھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں۔ بعض نبی کے دشمن۔ حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

۱؎ فویسق تصغیر ہے۔ فاسق بمعنی بدکار کا۔ یعنی جیسے چوہا، چیل، کوا، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو حل و حرم میں قتل کر دیا جاتا ہے، بلکہ ثواب ہے چیل کوا وغیرہ تو اس لیے فویسق ہیں کہ وہ اپنے نفع کے بغیر انسانوں کا نقصان کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے فویسق ہے کہ دشمن خلیل ہے۔

۲؎ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا۔ زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے۔ ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المومنین عائشہ صدیقہ مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو مار دے۔ اللہ تعالٰی اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا (مرقات)، بہرحال اس کا قتل ثواب ہے۔

۳؎ وہ نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا، وہ نبی داؤد علیہ السلام ہیں۔ عربی میں نوچنے کو قرص کہتے ہیں اور کاٹ کھانے کو عض۔ مگر یہاں قرص بمعنی عض ہے۔ کہ چیونٹی کاٹتی ہے نوچتی نہیں (مرقات) خیال رہے کہ عض منہ سے کاٹ کھانے کو کہتے ہیں۔ چھری چاقو سے کاٹ ڈالنے کو قطع، پھاڑ دینے کو خرق، توڑ دینے کو کسر کہتے ہیں۔ یہ اصطلاحیں خیال میں رہنی چاہئیں۔ فرق باریک ہے۔ ڈسنے کو لدغ کہتے ہیں۔

اللهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ اَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً مِّنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‏‎**اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ**

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِي السَّمْنِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا فَاَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَاِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ

وہ جلادیا گیا[1] تو اللہ تعالٰی نے انہیں وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے امتوں میں سے ایک امت کو جلادیا جو تسبیح پڑھتی ہے[2] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب چوہا گھی میں گرجائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہا پھینک دو اور وہ جو اس کے آس پاس ہے[3] اور اگر پتلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ[4] (احمد)

[1] چیونٹیوں کی بستی سے مراد ان کے اجتماع کی جگہ ہے جہاں بہت چیونٹیاں رہتی ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ مولیٰ تو کفار کی بستیوں پر عذاب بھیجتا ہے۔ حالانکہ ان میں بعض مومنین بلکہ صالحین بھی ہوتے ہیں وہ کیوں تباہ کردیئے جاتے ہیں تب وہ ایک درخت کی جڑ میں گئے ٹھنڈی ہوا تھی سوگئے۔ سوتے ہی ایک چیونٹی نے کاٹ لیا جس سے ان کی ضد اچاٹ ہوگئی۔ تب انہوں نے وہ چیونٹیوں کا کٹری جلوادیا۔ یعنی رب تعالٰی نے خود ان کے عمل شریف سے ان کو جواب سمجھا دیا (مرقات)۔ [2] ان کے دین میں موذی جانوروں کا زندہ جلادینا جائز ہوگا۔ اس لئے ان پر عتاب نہ ہوا۔ اسلام میں زندہ کو جلانا ممنوع ہے۔ نیز ہمارے ہاں چار بے زبانوں کو مارنا ممنوع ہے۔ جن میں چیونٹی بھی ہے۔ جیسا کہ دوسری فصل میں آوے گا۔ خیال رہے کہ اگر موذی جانور کو بغیر زندہ جلائے مارنا ممکن نہ ہو تو اسے جلاڈالنا جائز ہے (مرقات) جیسے چارپائی کے کھٹمل، سوراخ میں گھسا ہوا سانپ جو کھولتے پانی سے مارے جاتے ہیں یا بھڑوں کا چھتہ جو آگ سے جلایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر ان کو مارنا ممکن نہیں، اگرچہ ہر چیز رب تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے۔ مگر چیونٹی تسبیح بھی کرتی ہے۔ اور بے ضرر بھی ہے۔ جو چیونٹی نقصان پہنچائے یا کاٹ کھائے اسے ماردینا جائز ہے۔ کبھی چیونٹی کا کاٹا بچھو سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس کا قتل جائز ہے۔ جیسے بلی کا قتل جائز نہیں لیکن موذی بلی کا قتل جائز ہے (مرقات)۔ [3] یعنی اگر چوہا جمے گھی میں گرکر مرجائے تو اسے نکال کر پھینک دو۔ اس سے متصل گھی بھی کھرچ کر پھینک دو۔ اگر زندہ چوہا نکلا تو گھی پاک ہے۔ [4] بعض علماء نے اس کے معنی یہ کئے کہ اسے کسی طرح بھی استعمال نہ کرو۔ نہ کھانے میں نہ لگانے میں، نہ چراغ جلانے میں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کھانے کے قریب نہ جاؤ۔ دوسری طرح اس کا استعمال درست ہے۔ جیسے اس سے چراغ روشن کرنا۔ اگر تیل ناپاک ہوجائے تو اس کا اسی میں استعمال کرلینا، خیال رہے کہ اس حدیث کا مطلب وہ ہی ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ کہ پتلے ناپاک گھی کا آس پاس پھینک دینا کافی نہیں اسے اس طرح پاک نہیں کیا جاسکتا۔ پتلا گھی، تیل، دودھ، ان کے پاک کرنے کا وہ طریقہ ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اسے پتلے پاک گھی کے ساتھ بہادو، پاک ہوجائے گا۔ مں دو من گھی، تیل یا دودھ کو پھینکا نہ جائے گا۔ پتلی چیزوں کے پاک کرنے کے تین چار طریقے شامی وغیرہ نے لکھے ہیں۔

وَ اَبُوْدَاوٗدَ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ سَفِیْنَةَ قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ نَهٰی عَنْ رُکُوْبِ الْجَلَّالَةِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَکْلِ لَحْمِ الضَّبِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ جَابِرٍ

اور ابوداؤد و دارمی بروایت ابن عباس۔ روایت ہے حضرت سفینہ سے۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بٹیر کا گوشت کھایا۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے کھانے اور ان کے دودھوں سے منع فرمایا۳؎ (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جلالہ کی سواری سے منع فرمایا۴؎ روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن شبل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۵؎ (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت جابر سے

۱؎ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں، ام المؤمنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار، ڈھال، نیزہ، کچھ اور سامان ان پر لاد دیا، اور فرمایا تم ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا۔ آپ کے چار بیٹے ہیں، عبدالرحمن، محمد، زیاد اور کثیر۔

۲؎ معلوم ہوا کہ بٹیر حلال ہے، اس کا کھانا سنت ہے۔ نہایت لذیذ سا پرندہ ہے، عرب والے بیوقوف آدمی کو کہتے ہیں انت حباری تو تو نرا بٹیر ہے۔ حباری واحد بھی ہے جمع بھی ہے مذکر بھی ہے مؤنث بھی، اس کا الف [illegible] ہے۔

۳؎ جلالہ وہ جانور ہے جو بہت نجاست کھاتا ہے حتی کہ اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بدبو دار گوشت، دودھ کھانا پینا مکروہ ہے۔ اسے کچھ روز تک باندھ رکھا جائے۔ جب اس کے جسم سے بو نکلنا بند ہو جائے تب ذبح کیا جائے۔ امام مالک کے ہاں جلالہ کا گوشت بلا کراہت جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسکا گوشت اچھی طرح دھو لیا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر مرغی کو تین دن باندھ کر رکھتے پھر ذبح فرماتے۔ جو جانور کبھی کبھی گند کھائے وہ جلالہ نہیں (مرقات)۔ ۴؎ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔ جلالہ کا پسینہ بھی بدبو دار ہوتا ہے، امکان ہے کہ سوار کے کپڑے میں پسینہ لگے اور وہ بھی بدبو دار ہو جائے۔ ۵؎ یہ حدیث امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے کہ گوہ حرام ہے اس کی بحث پہلے گزر چکی، یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کی۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ الْهِرَّةِ وَأَكْلِ ثَمَنِهَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے سے اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا[1] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن[2] پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت حرام فرمائے اور ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے حرام فرمائے[3] ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے[4] روایت ہے حضرت خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا[5] (ابوداؤد)

[1] تمام ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلی کھانا حرام ہے۔ البتہ اس کی فروخت اور اس کی قیمت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک بلی کی قیمت بلا کراہت جائز ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہ حدیث مکروہ فرمانے والوں کی دلیل ہے۔ اس کی بحث کتاب البیوع میں گزر چکی۔ خیال رہے کہ بلی شکاری جانور بھی ہے اور کچلی والی بھی لہذا اس قاعدے سے بھی حرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے شکاری جانور کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کی[2] فتح خیبر سے پہلے عرب میں گدھا کھانے کا رواج تھا۔ شروع اسلام میں بھی رہا خیبر کے دن اسے حرام فرمایا گیا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ خیال رہے کہ حمار وحشی جنگلی گدھا جسے فارسی میں گورخر اور اردو میں نیل گائے کہتے ہیں وہ حلال ہے۔ عموما اس کا شکار کیا اور کھایا جاتا ہے[3] یعنی پنجے والے شکاری پرندے حرام فرمادیئے۔ جیسا کہ پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔[4] یعنی اس اسناد اور ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے ورنہ مسلم بخاری نے حضرت براء ابن عازب۔ جابر۔ علی مرتضٰی، ابن عمر۔ ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایات کیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے سے منع فرمایا۔ اور صحاح ستہ میں ابوثعلبہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے شکاری چرندے سے منع فرمایا۔ اور احمد مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پنجہ والے شکاری پرندے سے منع فرمایا۔ یونہی بجو کھانا حرام ہے جیسا کہ احمد و اسحاق نے ابویعلی موصلی عن عبداللہ ابن یزید سے مرفوعًا روایت کی (مرقات)[5] یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے۔ کہ گھوڑا حرام ہے جیسے کہ خچر و گدھا حرام ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے والخیل والبغال والحمیر

وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَأَتَتِ الْيَهُودُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهِدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ الْمَيْتَتَانِ الْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

نسائی[1] روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں میں نے خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو یہود آئے انہوں نے شکایت کی کہ لوگوں نے ان کی سرسبز کھجوروں کی طرف جلدی کی[2] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار ذمہ والوں کے مال ناحق حلال نہیں[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے لیئے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے دو مردے تو مچھلی اور ٹڈی ہیں[4] اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں (احمد، ابن ماجہ)

لترکبوھا و زینۃ جس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے، گدھے اور خچر کی پیدائش سواری اور زینت کے لیے ہے۔ نہ کہ کھانے کے لیے نیز گھوڑا ذریعہ جہاد ہے۔ حتی کہ غنیمت میں اس کا بھی حصہ رکھا جاتا ہے۔ اس کو کھانے سے جہاد کے آلہ کی کمی ہو جانے کا خطرہ ہے۔ الحمدللہ کہ عملًا تمام مسلمان امام اعظم کا قول مانتے ہیں۔ ہم نے عرب وعجم کہیں بھی گھوڑے کا گوشت کھاتے فروخت ہوتے مارکیٹ میں آتے نہ دیکھا۔

[1] یہ حدیث ابن ماجہ نے بھی روایت کی۔ منذری نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ صحابہ کرام سے گھوڑا کھانا ثابت ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ حدیث قرآنی آیات اور دوسری روایات کی تائید سے قوی ہے۔ جن صحابہ کرام نے گھوڑا کھایا وہ یا تو حرام ہونے سے پہلے کھایا یا انہیں ممانعت کی حدیث پہنچی نہیں، بے خبری میں کھایا (از مرقات) ہم مرآت کے مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کی احادیث کو ضعیف ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب ہے۔ وہاں اسنادوں میں ضعیف راوی ذرا مشکل سے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر بعد کے محدثین کو کوئی حدیث ضعیف ہو کر ملے تو امام اعظم کو یہ ضعف مضر نہیں۔ [2] حظائر جمع ہے حظیرہ کی۔ حظیرہ وہ کھجور کا درخت ہے جس کے پھل ابھی کچے ہوں ہرے ہوں۔ خضرۃ سے بنا، بمعنی سبزی یعنی مسلمان ہمارے باغوں میں پہنچے اور انہوں نے ہمارے ہرے پھل توڑ کر کھائے۔ نہ ہم کو قیمت دی، نہ ہم سے اجازت لی۔ [3] یعنی چونکہ یہود خیبر ہمارے ذمی بن چکے ہیں اور ذمی سے بجز جزیہ اور مستامن سے بجز ٹیکس تجارت اور مال لینا جائز نہیں۔ لہذا تم خیبر کے یہود کے مال سے کچھ نہ لو حقہا سے وہی حق مراد ہے جو عرض کیا گیا یعنی جزیہ یا جو مال پران سے صلح ہو جائے۔ [4] یعنی دونوں جانور بغیر ذبح حلال ہیں، کیونکہ ان میں بہتا خون نہیں اور ذبح کرنا اسی کو اللہ کے نام پر

وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَعَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَلْقَاہُ الْبَحْرُ وَجَزَرَ عَنْہُ الْمَاءُ فَکُلُوْہُ وَمَا مَاتَ فِیْہِ وَطَفَا فَلَا تَاْکُلُوْہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ مُحْیِ السُّنَّۃِ الْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰی جَابِرٍ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰہِ لَا

دار قطنی روایت ہے حضرت ابوالزبیر سے [۱] وہ حضرت جابر سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے دریا پھینک دے اور اس سے پانی ہٹ جائے تو اسے کھالو اور جو دریا میں مرجائے اور وہ تیر جائے تو اسے نہ کھاؤ [۲] (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور محی السنہ میں فرمایا کہ اکثر محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے [۳] روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ اللہ کا بڑا لشکر ہے [۴]

نکال دینے کے لیے ہوتا ہے جب وہ چیزیں ان میں نہیں تو ان کا ذبح بھی نہیں۔ خیال رہے کہ مچھلی بہت قسم کی ہے اور ہر قسم کی حلال ہے۔ بغیر ذبح کھانا درست ہے۔ بعض مچھلیوں میں خون نکلتا معلوم ہوتا ہے، مگر وہ خون نہیں ہوتا بلکہ سرخ پانی ہوتا ہے۔ اس لیے دھوپ میں سفید ہو جاتا ہے۔ خون کی طرح نہ سیاہ پڑتا ہے نہ جمتا ہے۔ فقیر نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ بہرحال مچھلی بغیر ذبح حلال ہے۔ [۵] یعنی کلیجی و تلی جما ہوا خون ہے۔ اور حلال ہے۔ یہ دونوں چیزیں گوشت نہیں اس لیے جو گوشت نہ کھانے کی قسم کھالے اور پھر کلیجی یا تلی کھالے تو حانث نہ ہوگا۔

[۱] آپ کا نام محمد ابن مسلم ہے۔ مکی ہیں حضرت حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مکہ معظمہ کے تابعین میں سے ہیں حافظ ہیں، ثقہ ہیں وسیع العلم ہیں۔ حضرت جابر، عائشہ صدیقہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔ مگر اکثر حضرت جابر سے روایت لیتے ہیں، ۱۲۵ھ ایک سو پچیس یا ایک سو اٹھائیس ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے بہت محدثین نے روایات لیں رحمۃ اللہ علیہم۔ [۲] خلاصہ یہ ہے کہ جس مچھلی کی موت پانی نہ ملنے یا کم ملنے کی وجہ سے ہو وہ تو حلال ہے اور جس مچھلی کی موت بیماری کی وجہ سے ہو کر پانی میں بہتے ہوئے مرجائے اور پانی پر تیر آجائے تو ممنوع ہے۔ یہ ہی حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، کہ طافی مچھلی مکروہ ہے۔ طافی اسی کو کہتے ہیں۔ امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے بلا کراہت جائز فرماتے ہیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ جزر کے معنی ہیں ہٹ جانا۔ اس کا مقابل ہے مد، اسی سے ہے۔ مد و جزر، جو حدیث شریف میں ہے حل میتتہ دریا کا مردار حلال ہے تو وہاں دریا کے مردار سے مراد وہ ہی ہے جس کی موت کا سبب دریا ہو نہ وہ جس کی موت کا سبب کوئی مرض و بیماری ہو۔ ابھی جو حدیث گزری کہ دو مردار حلال ہیں، یہ حدیث اس کی شرح ہے کہ دریا کا وہ مردار مراد ہے جو دریا کی وجہ سے مرے۔ [۳] کوئی مضائقہ نہیں اس قسم کی حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور اس پر حدیث مرفوع کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ امام شافعی صحابہ کرام کے اجتہادی مسائل میں ان کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں ھم رجال و نحن رجال وہ بھی مرد تھے ہم بھی مرد ہیں مگر امام ابوحنیفہ تقلید صحابہ کو لازم جانتے ہیں ان کے اجتہادی مسائل پر عمل فرمائے

اَكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ ضَعِيْفٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّ الدِّيْكِ وَقَالَ اِنَّهٗ يُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں[۱] (ابوداؤد) محی السنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے[۲] روایت ہے حضرت خالد ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا[۳] اور فرمایا کہ یہ نماز کی اطلاع دیتا ہے[۴] (شرح سنہ) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرغ کو برا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے[۵] (ابوداؤد)

جانتے ہیں۔ [illegible] ۴ کہ ان کی پیدا فرمانے میں کیا حکمت ہے اور ان کا کھانا حلال ہے یا حرام۔ ۵ یعنی پرندوں میں سب سے بڑی جماعت ٹڈیوں کی ہے۔ اور جب خدا کسی قوم پر غضب کرتا ہے تو اس پر ٹڈی کا عذاب بھیجتا ہے۔ یہ اس قوم کی کھیتی باڑی، درخت، بیل وغیرہ سب کچھ کھا جاتی ہیں اور اس پر قحط مسلط ہو جاتا ہے اور رب کی ٹڈی سے بڑی مخلوق فرشتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا هو (مرقات)۔

۱ یعنی ٹڈی شرعًا حرام نہیں ہم خود اسے کھاتے نہیں طبعًا اس سے نفرت ہے۔ شاید سائل کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور کھاتے ہیں یا نہیں اور ہم کھائیں یا نہ۔ لہذا جواب بالکل مطابق ہو گیا کہ ہم نہیں کھاتے تم کھاؤ۔ خیال رہے کہ ٹڈی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ۲ یہ حدیث اسناد سے بھی ضعیف ہے اور معنی سے بھی۔ اسناد سے تو اس لیے کہ اس کے سارے راوی قوی و ثقہ نہیں۔ معنی سے اس لیے کہ یہ بہت سی ان احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہیں جن میں ٹڈی کی حلت صراحۃً مذکور ہے۔ یہاں مرقات نے ٹڈی کے حلال ہونے کے متعلق بہت سی عجیب روایات بیان کیں۔ چنانچہ فرمایا کہ حضرت مریم بنت عمران نے دعا کی تھی کہ مولیٰ مجھے بغیر خون والا گوشت دے۔ تو رب نے انہیں یہی ٹڈی دی۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی اسے بغیر ماں کے دودھ کے زندہ رکھ اور بغیر کسی ہانکنے والے اور بغیر آواز کے ان میں تنظیم دے اور فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام عمومًا ٹڈی کھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ حضور انور کی ازواج مطہرات ایک دوسری کو طباق بھر کر ٹڈیاں ہدیہ کرتی تھیں وغیرہ۔ ۳ دیک اسم جنس ہے واحد و جمع سب پر بولا جاتا ہے۔ یعنی مرغ نر، مادہ کو دجاجہ کہتے ہیں۔ یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ برا سمجھو یہ تو بڑا مبارک جانور ہے۔ ۴ یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے۔ رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں بھی بولتا ہے۔ اور صبح صادق کے وقت بھی حتی کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے۔ بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے۔ نمازوں کے لیے سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں۔ اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات) ۵ بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے۔ ہر سحر کو اذان دیتا ہے۔ اس کی اذان سنکر زمین کے تمام مرغ اذان سحر دیتے ہیں۔ اسی لیے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ لَیْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْحَیَّةُ فِی الْمَسْکَنِ فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّا نَسْاَلُكَ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَبِعَهْدِ سُلَیْمٰنَ بْنِ دَاوٗدَ اَنْ لَا تُؤْذِیَنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِیْثَ اَنَّهٗ کَانَ یَاْمُرُ بِقَتْلِ الْحَیَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَکَهُنَّ خَشْیَةَ ثَاْرٍ فَلَیْسَ مِنَّا رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا ابولیلیٰ نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گھر میں سانپ نمودار ہو تو اس سے کہہ دو کہ ہم حضرت نوح و حضرت سلیمان کے معاہدوں کے واسطے تجھ سے سوال کرتے ہیں ۲؎ کہ تو ہم کو نہ ستا اگر پھر لوٹے تو اسے مار دو (ترمذی ابوداؤد) ۳؎ روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی فرماتے ہیں ۴؎ کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا کہ وہ سانپوں کے قتل کا حکم دیتے تھے ۵؎ اور فرمایا کہ جو انہیں بدلہ کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ۶؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ ثقہ تابعی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے جب چھ سال باقی تھے تو آپ پیدا ہوئے کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ۸۳ھ میں بصرہ کی نہر میں ڈوب کر آپ کی وفات ہوئی۔ بیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔ جن میں حضرت عثمان و علی، ابوایوب انصاری، ابوالدرداء ہیں آپ سے بہت لوگوں نے روایات کیں، آپ کے بیٹے کا نام محمد تھا۔ ابن ابی لیلیٰ کنیت تھی، کوفہ کے قاضی تھے۔ بڑے فقیہ تھے۔ جب فقہاء ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں تو وہ ہی محمد مراد ہوتے ہیں۔ محمد ۷۴ھ چوہتر میں پیدا ہوئے ۱۴۸ھ ایک سو اڑتالیس میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) ۲؎ غالبًا عہد نوح سے مراد وہ معاہدہ ہے جو آپ نے اپنی کشتی میں سوار کرتے وقت سانپ سے لیا تھا کہ بلاوجہ کسی کو ایذا نہ دینا معلوم ہوا کہ بعض سانپ انسانوں کی بولی سمجھتے ہیں۔ اور ان کو وہ عہد یاد بھی آجاتے ہیں (از مرقات) بعض سانپوں کے سمجھنے کے واقعات مشہور ہیں۔ ۳؎ سانپ کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے ہر سال اپنی کھال اتارتا ہے۔ اس کی آنکھ کی پتلی گردش نہیں کرتی۔ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں تو پھر جلد ہی اگ جاتے ہیں۔ دم کاٹ دی جائے تو جلد ہی اگ آتی ہے۔ انسان سے بہت ڈرتا ہے۔ آگ سے خوش ہوتا ہے۔ دودھ بہت رغبت سے پیتا ہے۔ اگر ذبح کردیا جائے تو کئی دن تک زندہ رہتا ہے جب اندھا ہو جائے تو سبز سونف جو درخت میں لگی ہو اس سے اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ انکھیارا ہو جاتا ہے۔ سانپ کھانا حرام ہے اس کے گوشت سے بنایا ہوا تریاق کھانا بھی حرام ہے۔ (از عجائب المخلوقات مرقات) ۴؎ اس قال کا فاعل یا تو عکرمہ ہیں یا اسناد کے ایک راوی ایوب ہیں یعنی عکرمہ یا ایوب کہتے ہیں کہ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے حضرت ابن عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ خود ان کا اپنا قول نہیں یعنی حدیث موقوف نہیں۔ ۵؎ یہ حکم استحبابی ہے۔ بعض نے [illegible] آبادی یعنی گھروں کے سانپوں کو مہلت دینے کے بعد قتل کیا جائے اور بعض نے [illegible] جگہ کے سانپوں کو

وسلم ما سالمناهم منذ حاربناهم ومن ترك شيئا منهم خيفة فليس منا رواه ابوداود
وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتلوا الحيات كلهن فمن خاف
ثارهن فليس مني رواه ابوداود والنسائي وعن العباس قال يا رسول الله انا نريد ان نكنس
زمزم وان فيها من هذه الجنان يعني الحيات الصغار فامر رسول الله صلى الله

کہ جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ کی پھر صلح نہ کی ۱؎ اور جو کوئی ان میں سے کسی سانپ کو چھوڑ دے ڈرتے ہوئے تو ہم میں سے نہیں ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سانپوں کو مار دو جو ان کے بدلے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں ۳؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم چاہ زمزم کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور اس میں یہ جنان یعنی پتلے چھوٹے سانپ ہیں ۴؎ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فوراً دیکھتے ہی مار دیا جائے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اب مدینہ منورہ کے گھریلو سانپوں کو بھی فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس صورت میں یہ حدیث سانپ کو مہلت دینے کی حدیث کی ناسخ ہے۔ ۲؎ یعنی ہماری سنت کا تارک ہے۔ [illegible] عرب کہتے تھے اور جہلاء اب تک کہتے ہیں کہ سانپ کو مارنے والے سے اس کی ناگنی بدلہ لیتی ہے۔ اس لئے سانپ کو مت مارو۔ اس فرمان عالی میں اسی خیال کی تردید ہے۔ بھلا سانپنی یعنی ناگن کو کیا خبر کہ کس نے مارا ہے لوگوں میں مشہور ہے کہ مارے ہوئے سانپ کی آنکھوں میں مارنے والے کا فوٹو آ جاتا ہے۔ اس فوٹو سے ناگن قاتل کو پہچان لیتی ہے۔ اس لئے سانپ کو مار کر اس کا سر جلا دیا جاتا ہے تاکہ آنکھوں میں فوٹو نہ رہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ اس کا سر جلا دینا اسے مار ڈالنے کے لیے ہے۔ وہ لاٹھی کھا کر بیہوش ہو جاتا ہے لوگ مردہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ کچھ عرصہ بعد پھر ہوش میں آ کر چلا جاتا ہے۔ آگ میں جلانا اس لئے ہے تاکہ واقعی مر جائے خیال رہے کہ جب تک سانپ الٹا نہ پڑ جائے کہ پیٹ اوپر آ جائے تب تک وہ زندہ ہے۔

۱؎ اس فرمان عالی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے سانپ جنت میں رہتا تھا۔ نہایت خوبصورت تھا شیطان جب جنت سے نکالا گیا تو وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا، انہیں گندم کھلایا، رب تعالٰی نے فرمایا اھبطوا منھا بعضکم لبعض عدو اے آدم تم اور حوا اور سانپ جنت سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن رہیں گے۔ یعنی انسان سانپ کا دشمن اور سانپ انسان کا دشمن۔ تب سے ہماری اور سانپ کی دشمنی قائم ہے مشرکین سانپ کے فوٹو کو تو پوجتے ہیں اصلی سانپ سے بھاگتے ہیں اسے مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (از مرقات) ۲؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو ناگن کے بدلہ کے ڈر سے سانپ کو نہ مارے وہ میری سنت سے [illegible] الگ ہے۔ ۳؎ ہو سکتا ہے کہ اس عام حکم میں مدینہ منورہ کے سانپ بھی داخل ہوں اور یہ حدیث گزشتہ مہلت کی حدیث کی ناسخ ہو۔ ۴؎ جنان جان کی جمع ہے کسر و فتح کے شد سے جمع جان کی یعنی پتلا سانپ، رب فرماتا ہے کَاَنَّھَا جَآنٌّ عصا موسوی پتلے سانپ کی طرح ہو گیا۔ یعنی زمزم کے کنوئیں میں چھوٹے [illegible] اب بہت ہیں جن کے مارے بغیر کنوئیں کی صفائی نہیں ہو سکتی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْبَلُهُنَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا اِلَّا الْجَانَّ الْاَبْيَضَ الَّذِیْ كَاَنَّهٗ قَضِيْبُ فِضَّةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ
فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّفِی الْاٰخَرِ شِفَاءً فَاِنَّهٗ يَتَّقِیْ بِجَنَاحِهِ الَّذِیْ

ان کے مار دینے کا حکم دیا [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے سانپوں کو مار دو سوا پتلے سفید سانپ کے جو چاندی کی شاخ کی طرح ہو [۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے دوسرے میں شفا ہے [۳] اور وہ اپنے اس بازو سے بچاؤ کرتی ہے جس میں

پھر حضور والا کا ان سانپوں کے قتل کے متعلق کیا حکم ہے۔ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تھا حضرت عباس زمزم کے منتظم تھے۔ انہوں نے چاہ زمزم پاک کرنا چاہا تب یہ سوال کیا۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ اب کنواں پاک تو کرنا ہی ہے۔ لاؤ اس کی صفائی بھی کردو۔ اس سے کیچڑ وغیرہ سب نکال دو۔ (مرقات)

[۱] ان سانپوں کے قتل کا حکم چاہ زمزم کی صفائی کے لیے ہے۔ لہذا یہ حدیث آئندہ آنے والی حدیث کے خلاف نہیں۔ [۲] یا اس لیے کہ ایسے سانپ بے ضرر ہوتے ہیں وہ کاٹتے نہیں اگر کاٹ بھی لیں تو ان میں زہر نہیں کسی کو نقصان نہیں پہنچتا یا اس لیے کہ مومن جن اس قسم کے سانپ میں تبدیل ہو جاتے ہیں لہذا انہیں نہ مارو۔ [۳] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اس کی شرح بھی کی جاچکی ہے کہ اللہ تعالٰی نے بہت چیزوں بلکہ بہت جانوروں میں دو ضدیں جمع فرمادی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ تجربہ یہ ہے کہ مکھی شوربے وغیرہ میں اپنا بایاں بازو ڈالتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بائیں بازو میں زہر ہے داہنے میں شفا مکھی کی خلقت میں چند عجیب چیزیں ہیں۔ ۱ اس میں زہر اور تریاق دونوں جمع ہیں۔ ۲ وہ جانتی پہچانتی ہے کہ کس بازو میں زہر ہے کس میں تریاق۔ اسی لیے پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ ۳ سفید کپڑے پر کالا پاخانہ کرتی ہے۔ کالے کپڑے پر سفید۔ ۴ کدو کے درخت پر بہت ہی کم بیٹھتی ہے۔ اسی لیے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے پر کدو کے درخت کے نیچے رکھا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تاکہ آپ مکھیوں سے محفوظ رہیں۔ ۵ گندگی اور عفونت کی جگہ میں بہت ہوتی ہے۔ مگر زمانہ حج میں منٰی شریف میں نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہاں قربانیوں، حاجیوں کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے گندگی و عفونت بہت ہوتی ہے۔ ۶ آتنی بہادر ہے کہ بادشاہوں کے منہ پر بیٹھ جاتی ہے اس سے متکبروں کا تکبر ٹوٹتا ہے۔ یہی جواب امام شافعی نے مامون رشید کو دیا تھا۔ جب اس نے پوچھا تھا کہ مکھی کیوں پیدا کی گئی ۷ اس کی عمر چالیس دن ہوتی ہے۔ ۸ سوا شہد کی مکھی کے باقی تمام مکھیاں دوزخ میں ہوں گی۔ دوزخیوں کو عذاب دینے کے لیے ۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہ بیٹھی۔ ۱۰ یہ ہضم نہیں ہوتی اگر پیٹ میں چلی جائے تو انسان کو قے ہو جاتی ہے۔ (مرقات)

فِيهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سَمًّا وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً
وَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السَّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِّنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةُ وَالنَّحْلَةُ وَالْهُدْهُدُ
وَالصُّرَدُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ

بیماری ہے لہذا اس پوری کو ڈبو دو ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
راوی فرماتے ہیں کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو کہ اس کے ایک بازو میں زہر دوسرے میں شفا
ہے اور وہ زہریلا بازو آگے ڈالتی ہے شفا والا پیچھا رکھتی ہے ۲؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ۳؎ چیونٹی شہد کی مکھی
ہُدہُد اور ممولا (ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل روایت ہے
حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ

۱؎ معلوم ہوا کہ مکھی ڈوب کر مر جانے سے پانی یا شوربا، دودھ وغیرہ نہ تو ناپاک ہوتا ہے نہ حرام، بلکہ وہ پاک رہتا ہے، حلال رہتا ہے کہ مکھی میں خون نہیں
۲؎ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ مکھی حرام نہیں۔ ہاں اس سے طبیعت گھن کرتی ہے اور یہ مضر بھی ہے۔ اسی وجہ سے کھانا ممنوع ہے۔ بعض بیماریوں
میں مکھی کا پاخانہ بتاشے میں رکھ کر دیا جاتا ہے۔ فقیر نے بھی یہ دیکھا ہے۔ ۳؎ ان کے مارنے کی ممانعت کی حکمتیں اس جگہ مرقات نے بہت
ہی بیان فرمائیں۔ وہاں ملاحظہ فرماؤ ہم بھی کچھ عرض کرتے ہیں۔ ۴؎ کیونکہ یہ جانور حرام بھی ہے اور بے ضرر بھی۔ ان کے قتل میں کوئی فائدہ بھی نہیں
اور بلا فائدہ جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ شہد کی مکھی بڑی مبارک ہے کہ اس کے منہ سے شہد اور موم آتا ہے۔ بے ضرر ہے اس کی
پرورش کرنی چاہیئے۔ اسے مارنا ممنوع ہے۔ نمل سے مراد بڑی چیونٹی ہے۔ جس کے پاؤں بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بالکل ہی بے ضرر ہوتی ہے
یوں ہی ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص خادم ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ گوشت بد بودار بھی ہوتا ہے۔ صرد ایک عجیب الخلقت پرندہ ہے
اس کا سر بڑا ہوتا ہے۔ چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کے پر بڑے ہوتے ہیں۔ آدھے سفید آدھے کالے، اہل عرب اس کو منحوس جانتے
ہیں، اس کی آواز سے برا فال لیتے ہیں جیسے ہمارے ملک کے جہلاء الو کو منحوس سمجھتے ہیں۔ چھوٹی چیونٹی کو ذر بڑی چیونٹی کو نمل کہتے ہیں۔ یہاں
مرقات نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ ہدہد کے لیے زمین صاف شیشہ کی شکل ہے۔ وہ زمین کی تہ میں پانی دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے حضرت
سلیمان نے ایک سفر میں ہدہد کو یوں فرمایا مالی لا اری الھدھد کیونکہ آپ کو وضو کی ضرورت تھی۔ ہدہد زمین کی تہ کا پانی بتاتا۔ جنات کنواں تیار
کرتے آپ وضو فرماتے۔ یہاں ہی مرقات نے اس دعوت کا ذکر فرمایا جو ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کی تھی۔ یہاں مرقات نے جانوروں کے

الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُوْنَ اَشْيَاءَ وَيَتْرُكُوْنَ اَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَاَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَلْاٰيَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنْ

جاہلیت والے لوگ کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزیں گھن کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے[1] تب اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اور حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام ٹھہرایا[2] تو جو حلال کردیں وہ حلال ہیں اور جو حرام کریں وہ حرام ہیں اور جن سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہیں[3] اور یہ آیت تلاوت کی فرمادو میں اپنی وحی میں کوئی چیز کسی کھانے والے پر جسے وہ کھائے حرام نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ ہو مردار پوری آیت[4] (ابوداؤد) روایت ہے،

اقسام ان کے احکام بہت شرح وبسط سے بیان فرمائے کئی صفحات میں۔

[1] یعنی ان کے ہاں حرام و حلال کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ محض اپنی رائے سے بعض چیزوں کو حرام سمجھتے تھے بعض کو حلال، محض لاقانونی تھی۔ کیونکہ تعلیم ابراہیمی دنیا سے گم ہو چکی تھی، آج بھی مشرکین ہند کے دین میں کوئی قانون نہیں، بعض ہندو ہر جانور کو حرام سمجھتے ہیں۔ بعض صرف گائے کو۔ بعضے فرقے ان میں کے گائے بھی کھالیتے ہیں۔ یوں ہی حرام و حلال، عورتوں کے لیے کوئی قانون نہیں۔ نہایت نفیس قوانین تو اسلام ہی کے ہیں۔ [2] یعنی جو چیزیں حلال ہونے کے قابل تھیں انہیں حلال کیا اور جو چیزیں حرام ہونے کے قابل تھیں انہیں حرام کیا، یہود پر بعض طیب چیزیں بھی حرام کردی گئی تھیں جیسے حلال جانوروں کی بعض چربیاں اور عیسائیوں پر بعض خبیث چیزیں بھی حلال کردی گئی تھیں، جیسے شراب۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس میں بری چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اور اچھی چیزوں کو حلال۔

[3] خلاصہ یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں۔ وہ جن کا حلال ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا حرام ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ پہلی قسم حلال قطعی ہے۔ دوسری قسم حرام قطعی۔ تیسری قسم معاف۔ یعنی وہ بھی حلال ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام چیزوں میں اصل اباحت ہے کہ جن سے سکوت یعنی خاموشی ہے۔ وہ مباح ہے۔ اسلام کا کلیہ قانون ہے جس سے لاکھوں چیزوں کے حال معلوم ہو سکتے ہیں۔ آم۔ مالٹا وغیرہ کیوں حلال ہیں۔ اس لیے کہ شریعت میں ان کی ممانعت نہیں آئی۔

خیال رہے کہ انسان نباتات بھی کھاتا ہے، جیسے سبزیاں، دانے۔ کبھی جمادات بھی۔ جیسے موتی عنبر مشک وغیرہ۔ حیوانات بھی۔ نباتات و حیوانات کے لیے قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو سبزیاں یا دانہ صحت کو مضر ہو وہ حرام اور جو مضر نہ ہو وہ حلال۔ حتی کہ سنکھیا بھی مار کر کھایا جائے تو حلال۔ حیوانات بعض حرام ہیں، بعض حلال۔ قرآن کریم نے حرام بعینہٖ صرف ایک جانور کا ذکر کیا۔ یعنی سؤر کا۔ وہ بھی اس کے گوشت کا بیان۔ باقی حرام لغیرہٖ میں آٹھ جانوروں کا ذکر فرمایا۔ میتۃ منخنقۃ وغیرہ۔ باقی تمام حرام جانوروں کو حدیث پاک نے

زاہِرٍ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ اِنِّیْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَاکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ یَرْفَعُهٗ اَلْجِنُّ ثَلٰثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَهُمْ اَجْنِحَةٌ یَطِیْرُوْنَ فِی الْهَوَآءِ وَصِنْفٌ حَیَّاتٌ وَکِلَابٌ وَصِنْفٌ یَحِلُّوْنَ وَیَظْعَنُوْنَ (رواہ شرح السنۃ)

زاہر اسلمی سے[1] فرماتے ہیں کہ میں گدھوں کے گوشت پر ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ حضور کے منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھوں کے گوشت سے تم کو منع فرماتے ہیں[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں کہ جن تین قسم کے ہیں ایک قسم وہ جن کے پر ہیں وہ ہوا میں اڑتے ہیں اور ایک قسم سانپ اور کتے ہیں اور ایک قسم ہے جو قیام بھی کرتے ہیں اور سفر بھی کرتے ہیں[3] (شرح السنہ)

بیان فرمایا۔ کتا۔ بلی۔ ریچھ۔ ہاتھی۔ گدھا وغیرہ حضور انور نے ہی حرام کیے۔ سور کا صرف گوشت قرآن پاک نے حرام کیا۔ باقی اس کے کلیجی، گردے، چربی حدیث نے حرام کی۔ پھر ان حرام جانوروں کی حرمت بعد ہجرت قرآن پاک میں آئی۔ مدنی سورتوں میں ہی حرام عورتوں، حرام غذاؤں کا ذکر ہے۔ مگر حضور انور نے قبل ہجرت ہی ان سب سے مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا۔ مسلمانوں کو کبھی ماں بہن سے نکاح اور سور کتا بلی کھانے کی اجازت نہ دی۔ معلوم ہوا کہ حرام و حلال فرمانے والے حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی پارہ ہشتم میں ملاحظہ کرو۔

[4] یعنی اس آیت نے بھی یہ ہی بتایا کہ جس کی حرمت نہ ثابت ہو وہ حلال ہے۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔ اور راہ جنت میں ملاحظہ کرو۔

[1] آپ زاہر ابن اسود ہیں۔ اسلمی ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں حاضر ہوئے۔ کوفہ میں قیام رہا (مرقات) صحابی ہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ پالتو گدھا شروع اسلام میں حلال تھا۔ خیبر کے دن حرام ہوا۔ اور قیامت تک کے لیے حرام ہوگیا۔ گدھا گھوڑا حرام ہے۔

[3] جو لوگ جنات کے عامل ہیں انہوں نے جنات کی یہ تینوں قسمیں مشاہدہ کی ہیں۔ مدینہ منورہ میں اکثر کتے عجیب حرکات دیکھے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنات ہیں۔ انسان بھی تین قسم کے ہیں۔ بعض جانوروں کی طرح بے سمجھ۔ بعض شیاطین کی طرح گمراہ اور بعض ملائکہ سے بھی اعلیٰ (مرقات)

فہرست مضامین مرآت جلد پنجم

ملنے کا پتہ
نعیمی کتب خانہ گجرات (پاکستان)